مضمون

مضمون

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَکْمَلَ الْحَمْدِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ فِی الْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ ذَوِی الشَّرَفِ وَالْکَمَالِ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الرَّجْفِ وَالزِّلْزَالِ

بعد حمد و صلوٰۃ کے احقر العباد **محمد احسن صدیقی نانوتوی** عرض کرتا ہے کہ کتاب در المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جنکا مذہب ہندوستان میں مروج ہے اس فن میں نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہیں کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کی مؤلف محمد علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی حتی کہ یہہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علمانے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیواسطے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوے میں سے اور کوئی ایسی نظر نہیں آتی جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہوں یا اسکے مسائل مثل متنوں کے متصور ہوں اس کتاب جلیل الشان کو **مولوی خرم علی** صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب بہادر میر ورد والی باندہ ۱۲۵۸ ہجری میں کتاب النکاح سے اردو میں ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب ۱۲۷۱ھ میں آخر کتاب تک پونہچا دیا پھر محرم ۱۲۷۳ھ تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہگرای عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر رفاہ عام ترجمہ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہگیا تھا اسکی تکمیل اوسیطرح کرکے قصد چھپوانے کا کیا اور از انجا کہ خود اسقدر مایہ نرکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمیں شریک کیا ایک جلد بھی اسکی چھپنے نپائی تھی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے

باعث شرکت سے دست بردار ہوئے اوسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اوسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بعجز التجا اور تضرع
کے جناب باری مین دوسرا کار تھا اسیعرصہ مین ایک اشتہار اسکی طبع کا مشتہر کیا کہ شاید اُس سے طبع مین کچھہ مدد ملے قدرت
قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر الکبرا منطقۂ ذروۂ شہامت و جلالت نقطۂ دائرہ
امارت و ایالت مؤید مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل الیقین ملجا العلما ملاذ الفضلا
ممہد قواعد خیر و سخا مؤسس قوانین علم و ہدی ہے قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان + پرتوی از رای او پیرایۂ خورشید و ماہ + یعنی
جناب **نواب محمد کلب علیخان صاحب بہادر** والی رامپور دامت دولتہ جزیل النعم و طالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے ملاحظہ
فیض شمول سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بتعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا بکمال
قدردانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اوسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ
اسکی تکمیل کیصورت با دولت فرمائینگے چنانچہ دوسرے روز جسقدر کی کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُسکی دائمید کا ارشاد فرمایا غرضکہ
صرف ادنی توجہ جناب ممدوح سے یہہ کتاب انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین
ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہہ محمدت جاودانی جناب منعم الیہم کے لئے مقرر فرمائی ہے این سعادت بزور بازو نیست + تا نبخشد خدای
بخشندہ + یہہ کمترین اسکی شکریہ مین بجز اسکے کہ صدق دل سے دعا کرے اور کیا کر سکتا ہے از دست فقیر بینوا ناید ہیچ + جز آنکہ بصدق دل دعائے
بکند + اللھم وفقہ لما تحب و ترضی و اعطہ سؤلہ فی الدنیا و اجعل سندتہ ملتزم اہل المنی و آخرتہ خیرا من الاولی بحرمۃ سیدنا
محمد المصطفے و آلہ المجتبی اب چند باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون **اول** یہہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا
کرنے کی بھی نملی اسلئے اس ترجمہ کا نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور از انجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع سنہ ۱۲ھ
مین کیا اور سنہ تک سلسلہ ترجمہ کا جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جسمین سنہ ۱۲۹۶ نکلتے ہین جو ۸۵ اور
۱۲۷ کا درمیانی سال ہے عجب نہین کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو **دوم** یہہ کہ عبارت در مختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ
لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی کا کھینچدیا گیا **سوم** یہہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ان
شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر مین لکھی ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ مین لکھدیا ہے کہ یہہ مسائل جو
شارح نے اضافہ کئے ہین اسیطرح لفظ فائدہ جو کلام شارح مین کہین آیا ہے اوسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی
سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کر دی گئی ہے **چہارم** یہہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کئے تھے تو اونکے شروع مین
یہہ جملہ لکھا تھا مترجم کہتا ہے مین نے اس جملہ کی جگہہ صرف میم جلی قلم سے لکھدیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہہ وہ جملہ بھی
لکھدیا ہے تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہے **پنجم** یہہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہہ فروگذاشت کر دی
تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا اوسکو اس عاجز نے پورا کر دیا اور جس وجہ سے ان مین

تامل تھا کتب متداولہ کو دیکھکر سے اوسکو صاف کر دیا **ششم** یہہ کہ بعض جا عبارت دُرمختار کی بالکل فروگذاشت ہو گئی تھی یا تو سہو
سے رہگئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تہا اوسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کیوقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہہ کہ بنظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہوسنے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہوگیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدلدیا ہے
اور جہان کہین بدلا ہان حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اسجگہہ تسامح ہوا **ہشتم** یہہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورہ
اُردو کے لحاظ سے تذکیر و تانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دیے تھے اُن سب کو مین نے حال کی بول چال کے
موافق صحیح کر دیا ہے **نہم** یہہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُنکے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے
لکھدئے ہین **دہم** یہہ کہ اگر اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی عربی لفظ آگئی ہے تو اوسکی دونو طرف خط مقوس کہینچدیا ہے اسطرح
( ) تاکہ کوئی اوسکو عبارت دُرمختار کی نہ سمجھے **یازدہم** یہہ کہ ہم دونو مترجمون نے اسبات کا التزام کیا ہے کہ عبارت اُردو کا
محاورہ بھی ہاتھہ سے نجانے پائے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہے مثلاً
شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان مین کوئی قید بڑہا دی تو ہمنے ترجمہ مین اول پوری جملہ کا ترجمہ کیا ہے اوسکے بعد شارح
کی تحقیق کو بیان کیا ہے اور جس مقام پر کہ ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو اُن مقامونمین ترجمہ کے اندر
لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لئے مکرر لکھا ہے اسیطرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کر دیا ہے حتی کہ ضمیرون کی جگہہ اُن کے
مرجع لکھدئے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھہ مین آوے اور کسیطرح کی گنجلک مسئلہ مین باقی نرہنے پاوے **دوازدہم** یہہ کہ حواشی کی
پوری عبارت کا ہمنے ترجمہ نہین کیا بلکہ اتنی باتونکا لحاظ رکہا ہے **۱** توضیح مطلب مسئلہ **۲** ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو
۳ شارح کا تسامح جسجگہہ واقع ہوا ہو **۴** کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہے **۵** جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری
کتابون پر کیا ہے اُنکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُن سے متعلق تصور کیا ہے **۶** اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا
ہے تو اوسمین روایت قوی کتب مروجہ سے **۷** جس جگہہ شارح نے لکھدیا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اوسکی تصریح کتابون سے
۸ تطبیق شارح کے اقوال مین اگر بظاہر مختلف معلوم ہوئے **۹** عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا **۱۰** دلیل
مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقلی **۱۱** اختلاف نسخون کا ذکر **۱۲** جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہے اُسکا
مقابل نقل کیا ہے اور اوسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کئے ہین **سیزدہم** یہہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہے کہ حواشی مین
ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہمنے اوسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلئے ہمنے یہہ التزام نہین کیا
کہ ہر قول کا حاشیہ اوسکے ذیل مین رہے دوسری جگہہ نہو **چہاردہم** یہہ کہ اثناء ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہے تو جس کتاب مین
وہ قید نظر پڑی ہے اُسکا حوالہ اثناء ترجمہ مین کر دیا ہے مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اوس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا
ترجمہ کیا ہے **پانزدہم** یہہ کہ جس حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہے آخر کو اوسکا نام اور حوالہ کر دیا ہے جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی

اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہے بعض جا اونکا بھی حوالہ کردیا ہے مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہے مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ **شانزدہم** یہہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہے تو اوسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالہ کے بعد مختصراً لکھدیا ہے اور کسی جگہہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہے تو وہان حوالہ کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑہا دیا ہے اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون مین پایا ہے تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہے **ہفدہم** یہہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہے ہمنے بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہے **ہیجدہم** یہہ کہ جس عبارت مین شارح کی کوئی سقم محشیون نے بیان کیا ہے اوسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہے جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہے اور جابجا اسکی تصریح بھی کردی ہے کہ لفظ غلط کو چھوڑکر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہے **نوزدہم** یہہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لئے ہین اگر کسی جگہہ سہو کاتب سے حوالہ رہگیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہہ مسئلہ انھین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کیوقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میری ترجمہ مین جسجا حوالہ متروک ہو اوسکو قول شامی کا تصور فرماوین کتر جگہہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھہ لکھا ہو اور جس جگہہ لکھا ہے سیاق عبارت آواز بلند کررہا ہے کہ یہہ ہماری بحث ہے نہ محشیون کا قول **بستم** یہہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہے اور طحطاوی نے دوسری طرح تو ہمنے اُس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہے کہ دونو حاشیونکی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہہ حوالہ مین دونو کتابون کا نام لکھدیا ہے اور اسیطرح جو مسئلہ دونو مین یکسان نظر آیا ہے اوسکے حوالہ مین بھی دونو کا نام مندرج کردیا ہے **بست و یکم** یہہ کہ جو مسائل مفیدہ اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر **ف** لکھکر کردیا ہے اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہے تاکہ ناظرین کو اُنکی تلاش مین دقت نہو **بست و دوم** یہہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب مولٰنا **مولوی محمد مظہر صاحب** نے بہت سی مدد دی اللہ تعالی اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے **بست و سوم** یہہ کہ حتے الوسع تصحیح کتاب اور تفہیم مسائل مین مین نے بہت جانفشانی کی ہے اور باانہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے راجی کرم ہون ؎ بنازم بسرمایۂ فضل خویش * بدریوزہ آوردہ ام دست پیش اور اللہ تعالی سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب و عجم کے باشندونمین مقبول و مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو بھی ارباب دین اور اصحاب یقین فرماویگا اور ہمارے لئے اسکو باقیات صالحات مین سے کریگا *

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَحِزْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْن * * * * * *

ترجمہ در المختار

جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون اللہ تعالی کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

مترجم کہتا ہی شارح نے در المختار کو شروع بتسمیہ کیا باتباع کلام مجید ﷻ و بفحوای حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع بہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہووہ ابتر اور بے برکت ہی حَمْدًا لَكَ يَا مَنْ شَرَحْتَ صُدُورَنَا بِأَنْوَاعِ الْهِدَايَةِ تَبْيِينًا ہم تیری ستائش کرتے ہین ای وہ ذات مقدس کہ تونے ہماری سینونکو اول کشادہ کردیا طرح طرح کی ہدایت سے وَنَوَّرْتَ بَصَائِرَنَا بِتَنْوِيرِ الْأَبْصَارِ لَاحِقًا اور بعد اسکے ہماری باطن کی بینائیون کو تونے نورانی کرو یا ظاہر کی آنکھین روشن کرکے وَفَضْتَ عَلَيْنَا مِنْ أَشِعَّةِ شَرِيعَتِكَ الْمُطَهَّرَةِ بَحْرًا رَائِقًا اور تونے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہمپر صاف غیر مکدر دریا بہایا وَأَغْدَقْتَ لَدَيْنَا مِنْ سَحَائِبِ مِنَحِكَ الْمُتَوَفِّرَةِ نَهْرًا فَائِقًا اور تونے اپنی بخشش کی بہت بڑے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کردیا **ھم** شارح نے حمد الہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقہیہ کو ذکر کیا یعنے ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہے در المختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہے چنانچہ ترجمے مین مذکور ہوچکا اور اگر کتابین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہی کہ انسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہوگیا وَأَتْمَمْتَ نِعْمَتَكَ عَلَيْنَا حَيْثُ يَسَّرْتَ ابْتِدَاءَ تَبْيِيضِ هَذَا الشَّرْحِ الْمُخْتَصَرِ تُجَاهَ وَجْهِ مَنْبَعِ الشَّرْعِ وَالدُّرَرِ اور تونے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدا تبییض تونے آسان کردی ذات مقدس منبع شریعت اور دُرَر کے سامنے یعنی مدینہ طیبہ مین روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے در المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا **ھم** عرف مولفین مین تبییض اس سے عبارت ہی کہ کتاب محرر مرقوم ہو غیر محرر لکھنے کے بعد غالبا اور دُرَر یعنی موتیون سے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہی اس کتاب کا جسکا نام دُرَر ہے کذا فی الطحطاوی وَضَجِيعَيْهِ الْجَلِيلَيْنِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بَعْدَ الْإِذْنِ مِنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ در المختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام **ھم** در المختار کی منقبت مین اسقدر کافی ہے کہ باذن نبوی ﷺ مولف ہوئی اور یہہ کتاب لائق ہے مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر حریص ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین اور بعضون نے عبارت مین کمال بسط کردیا کہ افراط تک نوبت پونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال متعددہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اقتصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد

پر دلیل کا مطلب یہ ہوا اسلئے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور اسی طرح اس شرح کی متن کو بھی بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یعنی ماتن نے خواب میں دیکھا کہ
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ شربت پلایا اور زبان مبارک کو ماتن کے منہ میں داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو سبب
قربت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وعلی آلہ وصحبہ الذین حازوا من ربہم فتح کشف فیض فضیلات الوافی حقائقہا
اور رحمت خاص نازل ہو اونکی آل اور اصحاب پر جنہوں نے تیرے فضل ربانی کے فیض کے عطایا سے نصرت کا شیفتہ مظہر ہو سے امور مختلفہ کو جمع کیا اور گھیر لیا ہم شارح نے
اسمین ان فقہ کی کتابوں کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق وبعد
فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی اور حمد اور صلوۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حسن کیفی کا ہم
امام طحطاوی نے لب اللباب سے نقل کیا کہ حصکف ایک شہر ہے دیار بکر میں انتہی اور بعضوں نے کہا یہ نسبت ہے حصن کیفی کی طرف جو واقع ہے آمد اور جزیرہ ابن عمر کے بیچ
میں شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بن الشیخ
علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام ہے پھر مفتی محروسہ دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یوں ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ
عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن بن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیضت الجزء الاول
خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جزء خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودہ شرح
کا مسودہ میں نے صاف کیا تو میں نے اس شرح کا بڑی بڑی دس مجلدوں میں اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار
وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا تو اول ہی جزء کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس
جلدوں میں ہوگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح تنویر الابصار سو پھیری میں نے اپنی جہد اور کوشش کی باگ جانب
کمی کی اور اس شرح مختصر کا نام در المختار شرح تنویر الابصار میں نے رکھا ہم یعنی خوف تطویل سے مطول شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد میں
کر دیا لہذا در مختار نہایت دقیق ہوا شرح نہیں بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت سے تقلیل لفظ اور تکثیر معنی سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط
والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالیقدر ہے اس فن یعنی فن فقہ کی کتابوں سے ضبط اور تصحیح اور اختصار عبارت میں ہم ضبط سے
مراد محافظت فروع ہے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے سے یا تصحیح تراکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری
لقد اضحت روضۃ ہذا العلم مفتحۃ الازہار مسلسلۃ الانہار قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے ہونے سے کھلی کلیوں والا اور
انہار ہو گیا یعنی مسائل فقہیہ جو کلیونکی مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولوں کی مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح سے من عجائبہ ثمرات التحقیق تجتنی
ومن غرائبہ ذخائر التدقیق تجنی الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کئے جاتے ہیں اور اسکے غرائب سے تدقیق کے ذخیرے چنے
معقول حیرت ناک ہیں لشیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف بصفات
تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنی شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین میں ہم تمرتاشی
تا و میم و سکون را مہملہ و تا و شین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام میں اوسکو غزہ ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے
غزہ شہر ہے فلسطین میں وہاں امام شافعی پیدا ہوئے اور ہاشم بن مناف وہاں مرگئے انتہی نسب ماتن کا یوں ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب
ابراہیم خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ یہ متن اور اوسکی شرح ہے مسمی بمنح الغفار
منظومہ فقہ میں مسمی بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے
میں اور شرح منظومہ ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق
امین الدین ابن العال سے اور بہت علماء نامدار نے ماتن سے علم حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح محشی اشباہ ونظائر خلف الرشید ماتن انتقال کیا ماتن نے

اور چھہ سال ہجری مین غزہ ہاشم مین اور وہ مین مدفون ہوئی غفر اللہ لہ کذا فی الطحطاوی ملخصا فانی اَرْوِیہ عن شیخنا الشیخ عبد اللہ الخلیلی عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی المصطفی المختار عن جبریل عن اللہ الواحد القہار کما ھو مبسوط فی اجازتنا بطرق عدیدۃ عن المشائخ المتبحرین الکبار سو مین روایت کرتا ہون اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے اُستاد شیخ عبد اللہ خلیلی سے وہ روایت کرتے ہین مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ زین ابن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہین اپنی اُس سند سے جو متصل ہے امام ابو حنیفہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہین اپنی اُس سند سے جو متصل ہے نبی برگزیدہ و پسندیدہ تک اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہین جبریل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہین اللہ واحد قہار سے جل جلالہ چنانچہ سند مذکور مشرح اور مفصل مذکور ہے ہماری اجازت مین بہت طریقون سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے ۞ شعرانی نے میزان مین ائمہ اربعہ کی یون سند ذکر کی ہے امام ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عز وجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عز وجل امام شافعی عن مالک الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی ۞ وما کان فی الدرر والغرر لم اعزہ الا ما ندر وما زاد عن نقلہ عزوتہ لقائلہ روما للاختصار اور جو قول کہ دُرر غُرر سے نقل کیا اوسکو دُرر غُرر کیطرف منسوب نہین کیا بقصد اختصار مگر بندرت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو زائد ہے دُرر غُرر سے وہ اوسکی قائل کیطرف منسوب کر دیا ہے ۞ یعنی در المختار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے مگر بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا خسرو کی دُرر غُرر سے تو اختصار کیواسطے اوسکے ہر قول مین شارح نے یہہ نہین کہا کہ یہہ دُرر غُرر سے منقول ہے اوسکے سوای اور کتابون سے اسقدر بکثرت نقل نہین تو وہان نسبت کر دیا کہ یہہ قول فلانی کتاب سے ہے اور یہہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہے اور عدم اوجاے ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ ومأمولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا والاستبصار وان یتلافی تلافہ بقدر الامکان او یصفح لیصفح عنہ عالم الاسرار والاضمار اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہہ ہے کہ اسکو بچشم رضا اور تامل کے دیکھے اور یہہ کہ اسکی عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اوسکی عیوب سے درگذر کرے بھید اور چھپی چیز کا جاننے والا ۞ چشم رضا کی قید اسواسطے لگائی کہ جو غضب اور بدگمانی کی آنکہہ سے دیکھتا ہے اوسکو حق باطل معلوم ہوتا ہے ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ✤ عیب نماید ہنرش در نظر ✤ ولعمری ان السلامۃ من ھذا الخطر لامر یعز علی البشر اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ امر ہے جو آدمی پر نادر اور عسیر ہے ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ والخطاء والزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھہ عجب نہین اسواسطے کہ بھولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیون سے ہے واستغفر اللہ مستعیذا بہ من حسد یسد باب الانصاف ویرد عن جمیل الاوصاف اور اللہ تعالی سے مغفرت مانگتا ہون اوس خطاسے جو اس کتاب مین واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کرکے اُس حسد سے جو منصفی کے دروازے کو بند کر دے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دے ۞ حسد اوسکو کہتے ہین کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجکو ملے یا مطلق زوال چاہے خواہ اوسکو ملے یا نملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیون کو کہاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کہاتی ہے چنانچہ یہہ مضمون حدیث مین وارد ہے اور گاہے حسد آدمی کو کفر تک پہنچا دیتا ہے اسواسطیکہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیون اوسکو یہہ نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد ومن کل القبائح الا ان الحسد حسنۃ من تعلق بہ ھلک آگاہ رہنا بے شک حسد وہ کانٹا ہے کہ جسکو لگا وہ ہلاک ہوگیا وکفی للحاسد ذما اخر سورۃ الفلق فی اضطرامہ بالقلق حاسد کی مذمت مین پہلی آیت سورہ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اوسکے جل بہن جانے مین قلق کے سبب سے ۞ سورہ فلق کی پچھلی آیت مین حق تعالی نے حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اُس سے پناہ مانگے تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی للہ در الحسد ما اعدلہ بدأ بصاحبہ فقتلہ خدا بہلا کرے حسد کا کیا خوب منصف ہے اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قلق دیا پہر اوسکو مار رکہا ؎ وما انا من کید الحسود بآمن ✤ ولا جاھل یزری ولا یتدبر اور مین حسد کرنیوالے کے مکر اور فریب سے نڈر نہین اور اس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے یعنی میری کتاب مین اور تامل نکرے ۞ یہہ بیت ہے قصیدہ ابن وہبان کی ابن شحنہ اوسکی

رجال نزد من حصله فقد حصل له الحظ الوافر لانه البحر لکن بلا ساحل ودابل القطر غیر انه متواصل اور جسنے اس کتاب کو حاصل کیا سو
سمندر اوسکو بہت حصہ ملا اسواسطی کہ وہ سمندر ہی لیکن بنا کنارہ اور بڑی بوندون کا مینہہ ہی پر وہ لگاتار ہے ھم اس صنعت عبارت کو تالیف الکذح بما
یشبہ الذم کہتے ہین بحسن عبادات وترهیر اشارات وتنقیح معانی وتحریر مبانی حالانکہ کتاب میری بااوسکی تحقیقات خوبی عبارات اور پوشیدہ
اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کرنیوالے الفاظ سے ملکی ہی یعنی اسکی عبارت اچھی ہین تعقیدات لفظیہ اور معنویہ اور تطویل لاطائل سے معرا ہے
ولیس الخبر کالعیان وستقربه بعد التامل العینان اور خبر دیکھنے کی برابر نہین اور تامل کرنے کے بعد دونو آنکھین اس کتاب سے ٹھنڈی ہی
ہونگی ھم یعنی دیباچہ کتاب مین میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہے اور خبر محتمل ہوتی ہے صدق اور کذب کی مگر جبکہ تو مطلع ہوگا اس کتاب پر تو تیرے
نزدیک اسکا خود مشاہدہ موجاویگا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ تو جیہہ تعلیل ہے مدعا محذوف کی فخذ ما نظرت من حسن ودع ما
ماسمعت عن الحسن وسلمیٰ اس سے اسکو جو تو دیکھ چکا ہے اس کتاب کے عالیقدر باغ کی خوبصورتی کو اور اوسکو چھوڑ جو تونے خوبصورتی اور سلمیٰ
کی حکایت سنی ہی ھم سلمیٰ معشوقہ کا نام ہے یعنی حسن صوری کیطرف التفات نکر حسن معنوی اس کتاب پر نظر کر ع خذ ما نظرت ودع شیئا
سمعت به + فی طلعة الشمس مایغنیك عن زحل ہے اوسکو جو تونے دیکھا اور چھوڑ اوسکو جو تونے سنا آفتاب کے طلوع ہونے مین وہ روشنی ہی
جو تجھکو بے پرواہ کرتی ہے زحل کی روشنی سی ھم زحل کم روشن ایک ستارہ ہی جسکو فارسی مین کیوان اور ہندی مین سنیچر کہتے ہین هذا وقد اتخذت
اغراض المصنفات اغراض سهام السنة الحساد بوجہ سے اسکو اور مقرر اہل تصانیف کی ابرو تین اہل حسد کی زبانون کی تیرون کی نشانہ ہو گئین
ہین ونفائس تصانیفهم معرضة بایدیهم تنتهب فوائدها ثم ترمیها بالکساد اور اہل تصانیف کے عمدہ مصنفات اہل حسد کے ہاتھون پڑی
ہین اونکے فوائد کو لوٹتے ہین پھر اونکو کھوٹا کرکے پھینکتے ہین ع اخا العلم لا تعجل بعیب مصنف + ولم تتیقن زلة منه تعرف الیعاب
عالم شتابی نکر مصنف کی عیب جوئی مین حالانکہ تجھکو اوسکی خطا کا یقین نہین ہوا جانے بوجھکر ع فکم افسد الراوی کلاما بعقله + وکم حرف الاقوال
قوم وصحفوا اسو بہت بگاڑا ہی روایت کرنیوالے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیری قولونکی تحریف کی ہی ایک قوم نے اور تصحیف کی ہی ھم تحریف
عبارت ہی تغیر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسرے لفظ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور گاہی تحریف بمعنی تاویل آتا ہی یعنی غیر مراد کا ارادہ
کرنا اور تصحیف عبارت ہی خطائی الصحیفہ سے یعنی لکھنے مین چوکنا کذا فی الطحطاوی یعنی جب افساد راوی اور خطاء کاتب کا دخل ہوا تو مصنف کی خطا پر یقین نہین
ہوسکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گوئی مین عالم کو عجلت مناسب نہین ع وکم ناسخ اضحی لمعنی مغیرا + وجاء بشیء لم یرده المصنف اور بہت کاتبون
نے معنی کو بدلڈالا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا وماکان قصدی من هذا ان یدرج ذکری بین المحررین من المصنفین والمؤلفین
بل القصد ریاضة القریحة وحفظ الفروع الصحیحة مع رجاء الغفران ودعاء الاخوان اور اس تصنیف سے میرا قصد یہ نتہا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل
تحریر مین کہ مصنفین اور مؤلفین ہین بلکہ مقصود ذہن کی مشق ہی اور محفوظ رکھنا صحیح مسائل کا بتوقع بخشش ربانی و دعاء برادران دینی وما علی من اعراض
الحاسدین عنها حال حیاتی فسیتلقونه بالقبول ان شاء الله تعالی بعد وفاتی اور مجکو کچھ رنج نہین حاسدون کی روگردانی کا اس کتاب سے میری زندگی مین
کیونکہ عنقریب اوسکو قبول کرلینگے اگر الله تعالی میری موت کے بعد کما قیل ع تری الفتی ینکر فضل الفتی + لوما وخبثا فاذا ما ذهب + لج
به الحرص علی نکتة + یکتبها عنه بماء الذهب چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی دیکھتا ہی تو ایک جوان کو کہ دوسرے جوان کے کمال کا انکار کرتا ہی کمظرفی اور
خباثت کی راہ سے پھر جبکہ وہ جاتا رہا یعنی مرگیا بیقرار کرتی ہے اوسکو حرص مسئلہ باریک پر کہ لکھتا ہے اوس کامل محسود کے کلام کو سونیکے پانی سے فہاك
مؤلفا مهذبا بمهمات هذا الفن مظهرا للدقائق استعملت الفکر فیها اذا ما اللیل جن متحریا ارجح الاقوال واوجز العبارة معتمدا فی دفع
ایراد اللطف الاشارات سو لے مخاطب اس فن کے آراستہ مجموعہ کو جو ظاہر کرنیوالا ہے اون باریکیونکو جنمین مین نے اپنی فکر کو استعمال کیا جبکہ رات
اندھیری راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرتا دفع کرنے اعتراض مین لطیف تر اشارہ کو قصد کرتا فرہما خالفت فی حکم اوذلیل فحسب

وَفَقُہَ بِالضَّمِّ فَقَاھَةً صَارَ فَقِیْہًا اور فقہ بضم قاف جسکا مصدر فقاہت ہی اُسوقت بولتے ہین جبکہ آدمی فقیہ ہوجائی ھم خلاصہ یہہ ہی کہ فقہ لغوی کا ماضی مکسور القاف ہی اور اصطلاحی کا مضموم القاف ہی کذا ذکرہ صاحب بحرالرائق عن الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے ماضی مین کسرہ بھی نقل کیاھے وَاِصْطِلَاحًا عِنْدَ الْاُصُوْلِیِّیْنَ اَلْعِلْمُ بِالْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّةِ الْفَرْعِیَّةِ الْمُکْتَسَبِ مِنْ اَدِلَّتِھَا التَّفْصِیْلِیَّةِ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ عبارت ہی احکام شرعی فرعی کے اُس علم سے جو حاصل ہوا ہوا احکام کی دلائل مفصلہ سے ھم احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سی متعلق ہین اور جو اعتقاد سے متعلق ہین اونکو احکام اصلی کہتے ہین شارح نے احکام مین شرعی کی قید اسلئی لگائی کہ اس قید سے احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سی نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث ہی اور آگ جلانیوالی ہے اور فاعل مرفوع ہی معلوم کرنا چاہئیے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کی دلائل تفصیلی ہین اس تعریف سی معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ھے یا مانند اوسکی اسواسطیکہ مقلد پر دلائل سے استدلال کرنا ضرور نہین وَعِنْدَ الْفُقَھَاۗءِ حِفْظُ الْفُرُوْعِ وَاَقَلُّہٗ ثَلٰثٌ انتہی اور فقیہون کے نزدیک فقہ نام ہی مسائل کے یاد رکھنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہہ ھے کہ تین مسئلے یاد ہون ھم ماتن اور شارح نے کتاب الوصیة مین کہاکہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کیواسطے تو اوسمین وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر دقیق رکھتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلونکو اونکی دلائل کے ساتھ جانتا ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ جسکو ہزارون مسئلی بدون دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین وَعِنْدَ اَھْلِ الْحَقِیْقَةِ اَلْجَمْعُ بَیْنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ عبارت ہی علم اور عمل کی جامعیت سی ھم حقیقت مغز ھے شریعت کا اور حقیقت شریعت سی باہر نہین اور نہ شریعت حقیقت سی جدا ھے اور جو حقیقت کو شریعت سی جدا جانتا ہو اوسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی نے مطلع الانوار مثنوی مین فرمایا ؎ مین حقیقت بشریعت درست ✤ شرع اگر مین نباشد شرست ✤ ہرکہ تک از شرع فراتر زدہ ✤ اللہ دیا رب ہمہ تردعر بدہ ✤ اور خواجہ عبیداللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریاست وشریعت کشتی از دریا بجہ توان گذشت بکشتی جب منجملہ صوفیہ صافیہ کے شاہدین عادلین کے کلام سی شریعت اور حقیقت مین اتحاد دیا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت اور ہی اور حقیقت اور ہی وہ صوفیہ کرام کے طریق سی گمراہ ہین لِقَوْلِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ اِنَّمَا الْفَقِیْہُ الْمُعْرِضُ عَنِ الدُّنْیَا الزَّاھِدُ فِی الْاٰخِرَةِ الْبَصِیْرُ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ ✤ بدلیل قول خواجہ حسن بصری کے کہ فقیہ نہین مگر روگردان دنیاسی نہ رغبت کرنیوالا آخرت مین اپنی عیوب ذاتی کا دانا ھم یعنی عارف فقیہ کی عبادت فقط خدا ہی کیواسطی ہوتی ھے نہ دوزخ کے خوف کی اور نہ بہشت کی طمع سی یہہ لوگ جو بہشت کو مانگتی ہین تو تلذذ کیواسطی نہین بلکہ پروردگار کے دیدار کے لئی چنانچہ کسی عارف نے کہاہے ؎ لَیْسَ قَصْدِیْ مِنَ الْجِنَانِ نَعِیْمًا ✤ غَیْرَ اَنِّیْ اُرِیْدُھَا لِاَرَاکَ ✤ کذا فی الطحطاوی وَمَوْضُوْعُہٗ فِعْلُ الْمُکَلَّفِ ثُبُوْتًا وَسَلْبًا اور فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ھے ثبوت کی راہ سی یا سلب کی راہ سی ھم موضوع علم اوسکو کہتی ہین جسکی عوارض ذاتی کی اُس علم مین بحث اور گفتگو ہی چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہی علم نحو کا یعنی اوّل سی آخر تک اسکی حالات کی گفتگو ھے اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ھے ثبوت کی راہ سی چنانچہ فعل کا صحیح ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سی چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہین اور ضمان مُتْلَفَات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے مین ولی مخاطب ھے نہ صغیر اور مجنون وَاسْتِمْدَادُہٗ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْاِجْمَاعِ وَالْقِیَاسِ اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سی ھے ھم یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول ہین دریافت کرنا چاہئیے کہ قبل از اسلام شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کی تابع ھے اور سنت سی قول اور فعل اور تقریر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد ہی تقریر اس سی عبارت ہی کہ کوئی امر حضرت کے سامنی ہوا اور حضرت نے اوسکو جائز رکھا ہو اوسپر انکار نکیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت مین داخل ہین اور اجماع سی مراد اُن لوگونکا اجماع ہی جنکا اجماع شمار کے لائق ھے چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگون کا رائج تو اجماع کا تابع ھے اور قیاس سی مراد وہ قیاس ہی جو کتاب اور سنت اور اجماع سی مستنبط ہوا اور تحری اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ھے اما مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہی وطی فی الحیض کی حرمت پر جو ثابت ہی لقولہ تعالی قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِی الْمَحِیْضِ

اور بہت مشترک مقیس اور مقیس علیہ میں ایسا ہو اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چونے کے ایک پیمانہ کا چونے کے دو پیمانوں سے بقیاس حرمت کے
ایک پیمانہ گیہوں کے دو پیمانوں سے جو ثابت ہوا ہے حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلاً بمثل یداً بید والفضل ربوا اور علت مشترک بیان اتحاد جنس
اور مقدار ہوا اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہے وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ آگے مزنیہ کے وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہے اوپر کنیز مولدہ کی
حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہے یعنی جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہے اسمیں کوئی نص نہیں ہے کتاب و سنت سے بلکہ
امہات النساء یعنی خوشدامن میں بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہے کذا فی الطحطاوی تعرف وعلیہ الفتوی سعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض اور علت غائی
سعادت دارین کی ظفر یابی ہے وما فضلہ فکیف وشقہ ... اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہے ھ جامع ترمذی میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنے شخص پر مقرر اللہ تعالی اور اسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہاں تک
کہ چیونٹیاں سوراخ میں اور مچھلیاں دریا میں دعا کرتی ہیں انکی جو لوگوں کو خیر کی تعلیم کرتے ہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہے ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہ ما فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب
اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے یہ قول ہے جو خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابوں میں بدون سماع یعنی
فقہ کی کتابوں کو مطالعہ کرنا بدون اسباق کے کہ استاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہے وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کو سیکھنا
افضل ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ھ یعنی زائد از حاجت فقہ کا سیکھنا بعد ... باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہے اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے
فرض عین ہے وجہ افضلیت کی یہ ہے کہ اسوقت میں تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہے اور قرآن کا تعلم سنت ہے اور فرض افضل ہے سنت سے مگر یہہ وجہ مسلم نہیں اسواسطے کہ
تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہے یا افضلیت کی یہ وجہ ہے کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہے اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہے فقہ کے ہر باب میں بخلاف قرآن
کے اسواسطے کہ قرآن میں ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہے اور سورہ فاتحہ اور تین آیتوں کا سیکھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لا بد منہ یعنی تمام
فقہ سے چارہ نہیں یعنی ضروری ہے اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ بجمیع انواع خود آدمی کو ضروری ہے سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم
سب کو فرض ہے اور زکوۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اوسپر فرض ہے جو انکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہے تو زکوۃ اور حج کے مسائل
کا معلوم کرنا اوسپر فرض ہے وعلی ہذا القیاس نکاح کرنیوالا اور طلاق دینیوالا وفی الملتقط وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان
آخر امرہ الی التکدی ولا بتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر بالقصص
بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بد منہ من الاحکام اور ملتقط وغیرہ میں محمد بن حسن سے منقول ہے کہ مرد کو لائق نہیں کہ شعر گوئی و نحو دانی میں مشہور ہو اسلئے کہ
اسکا انجام گدا گری ہے اور لڑکوں کا پڑھانا اور حساب دانی میں مشہور ہو کہ اسکا انجام کار پیمائش ہے اراضی کی اور تفسیر دانی میں مشہور ہو اسواسطے کہ اسکا
انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے بلکہ لائق یہہ ہے کہ اسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام میں اور اون میں جس سے چارہ نہیں ھ گدا گری کو شعر گوئی کا انجام
اسواسطے کہا کہ اکثر شاعر دنیا فانی کے طلب کرنے کیواسطے جو مدح کے لائق نہیں انکی مدح کرتے ہیں اور گاہی ہجو کرتے ہیں اونکی جو مستحق مذمت کا نہیں
اور اونکی اکثر اوقات مضامین تازہ کی تلاش میں سرگردانی سے برباد ہوتی ہیں کما قیل سے اذا ما اعتز ذو علم بعلم + فعلم الفقہ اولی باعتزاز
فکم طیب یفوح ولا کمسک + وکم طیر یطیر ولا کباز + چنانچہ نظم میں کسی نے کہا ہے کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم
مقدم تر اور اولے باعتبار سے ہے سو بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں اور نہیں مہکتی مشک کی مانند اور بہت سی چڑیاں اڑتی ہیں اور
یعنی فقہ اور علوم سے افضل ہے جیسے مشک اور خوشبوؤں سے اور باز اور پرندوں سے ھ وقد مدحہ اللہ تعالی بتسمیتہ
فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ھو علم الفقہ اور اللہ تعالی نے فقہ کو
اپنے اس قول میں ومن یؤت الحکمۃ الخ یعنی جسکو حکمت دی گئی اوسکو بہت خیر دی گئی اور مفسرین کے ایک گروہ نے حکمت

جو نعمت کا علم ہے ومن ہٰھنا قیل ؎ وخیر علوم علم فقہ لانہ یکون الی کل العلوم توسلا + فان فقیھا واحدا متورعا + علی الف ذی زھد تفضل واعتلی اور اسی جگہہ سے کسی نے کہا ہی نظم مین اور سب علمون سی بہتر فقہ کا علم ہے اسواسطے کر وہ سب مراتب عالیہ کیطرف وسیلہ ہوتا ہے کیونکہ ایک فقیہ متقی ہزار زاہدون پر بزرگ اور عالیقدر ہوتا ہی مراد یہہ ہی کہ فقیہ اُن زاہدون سی افضل ہی جو فقہ کو نہین جانتے ہین وممّا اُخذ ان مما قیل للامام محمد ؎ تفقہ فان الفقہ افضل قائد + الی البر والتقوی واعدل قاصد + وکن مستفیدا کل یوم زیادۃ + من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد + فان فقیھا واحدا متورعا + اشد علی الشیطان من الف عابد اور وہ دونون شعرین جو گذر گئین ماخوذ ہین اس نظم آیندہ سی جو امام محمد کیطرف منسوب ہے وہ یہہ ہی کہ فقہ کو سیکھہ اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہی نیکی اور پرہیزگاری کیطرف اور معتدل تر مقصد ہی یعنی اعدل طریق مقرب مقصود ہی اور ہو تو ہر روز حاصل کرنیوالا زیادتی کا فقہ سی اور تیر اکر فوائد کے دریاؤن مین اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہی شیطان پر ہزار عابد سی ہؔ نظم سابق اور یہہ نظم امام محمد کا اس حدیث مرفوع سی ماخوذ ہی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اخرجہ الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ عنقریب مذکور ہو چکا ومن کلام علی رضی اللہ عنہ ؎ ما الفضل الا لاھل العلم انھم + علی الھدی لمن استھدی ادلاء اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سی نظم ہے کہ بزرگی نہین مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہین اور طالب ہدایت کے رہنما ہین ؎ وقدر کل امرء ما کان یحسنہ + والجاھلون لاھل العلم اعداء + اور وزن یعنی قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اوسکی خوب کرداری کے ہی اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہین ھؔ تو صانع کی قدر اوسکی حسن صنعت کی مقدار پر ہی اور جسنے علوم آداب کے خوب سیکھے تو اوسکی قدر اونہین کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اوسکی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کے الحاصل جو شخص کسی چیز کو خوب حاصل کریگا تو اوسکا مرتبہ اوسکی مقدار پر ہوگا کذا فی الطحطاوی ؎ ففز بعلم ولا تجھل بہ ابدا + الناس موتی واھل العلم احیاء سو رستگار اور ظفریاب ہو علم کے سببسے اور علم سے جاہل نرہو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سی اجتناب رکھیو سب آدمی مُردے ہین اور علم والے زندے ہین ھؔ یعنی جاہل مُردون کی مانند ہین لائق شمار کے نہین اور اونسی کچھہ فائدہ نہین اور اہل علم زندہ ہین یعنی اونکی زندگی سی اونکو اور لوگونکو فائدہ حاصل ہوتا ہی تو علماء دین کا وجود رحمت اور نور ہے کیون نہو کہ وہ وارث ہین انبیاء علیہم السلام کے اور منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہی چنانچہ جہالت کا بڑا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت بلغم سی اور کثرت بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سی اور پانی بہت پینا ہوتا ہی بہت کھانے سی تو مبداء فساد کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہہ ہی کہ قلت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے ازانجملہ ایک فائدہ یہہ ہی کہ آدمی تندرست رہتا ہی اور زیادہ کہانیوالا گرانتن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہی اور بہت کہانیوالا حق تعالی کو ناپسند ہی اور دوسرا فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کہانے مین غیر کو مقدم رکہنا اور بہت کہانے والے کو دوسریکا کھلانا دشوار ہوتا ہی اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب ہی اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق دنیا کے اور ہرا دھنیا کہانا اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑہنا اور اونٹونکی قطار مین چلنا اور زندہ جوں زمین پر ڈالنا اور گُدی پر پچہنے لگانا اور منجملہ اسباب موجبہ حفظ و حافظہ کوشش کرنا ہی اور ہمیشہ مذاکرہ رکہنا اور کم کہانا اور تہجد کی نماز پڑہنا اور قرآن کو دیکھکر پڑہنا اور بہت درود پڑہنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھہ کہانا اور ۲۱ مویز منقی کا نہار منہہ کہانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کرتی ہے معلوم کرنا چاہیئے کہ طالب علم کو علم نہین آتا اور نہ اوس سی فائدہ حاصل ہوتا ہی جبتک کہ علم کی اور اہل علم کی اور اوستاد کی تعظیم اور توقیر نکرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہین پونہچا مگر حرمت کرنے سی اور کوئی نہین بےنصیب رہا مگر ترک حرمت سی علی مرتضی ؓ نے فرمایا کہ مین اوسکا غلام ہون جسنے مجکو ایک حرف بتایا چاہی بیچ دے مجکو چاہی آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہین اور شاہزادہ پانی ڈالتا ہے بادشاہ نے اصمعی پر عتاب کیا اس امر مین اور کہا کہ مین نے اوسکو اسواسطے بھیجا ہی کہ آپ اوسکو علم اور ادب سکھا ئیے آپ نے اُس سی یون کیون نہ فرمایا کہ ایک ہاتھہ سی پانی ڈالے اور دوسری ہاتھہ سی آپکا پاؤن دہووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھہ نہ لگاوے بدون طہارت کے شمس الائمہ سرخسی کو ایکرات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اُس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون

بیان اسباب جہل و نسیان

اسباب حفظ

تو تعلیم متعلم کے مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹہیرےگا نہ فرض وحرامًا وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم والرمل وعلوم الطبائعيين والسحر والكهانة اور علم سیکہنا حرام ہوتا ہی اور وہ حرام علم یونانیونکی حکمت ہی اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری مین بہان متی کی مانند اور نجوم اور رمل اور اہل طبائع کے علوم یعنی علم طبیعی اور جادو اور کہانت ھم یونانی حکمت اسواسطے حرام ہوئی کہ اوسمین عالم کا قدیم ہونا وغیر ذلک من الكفرات والمحرمات داخل ہین اور علم نجوم مین اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہین تعلیم متعلم مین ہے کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہے تو اوسکا سیکہنا حرام ہے کیونکہ وہ مضر ہے نافع نہین اسلئے کہ قضا اور قدر سے بچنا غیر ممکن ہی تو مسلم کو چاہئے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع مین مشغول رہے اور حق تعالی سے عافیت مانگا کرے اسواسطے کہ داعی محروم الاجابہ نہین ہوتا پہر اگر بلا مقدر ہے تو ضرور پہونچیگی لیکن داعی کو حق تعالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہے انتہی اور کہانت یہہ ہی کہ شیاطین سے راہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آئندہ بتائین اور یہہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کیطرف نسبت کرتے ہین سو غلط ہی اسکی کچہہ اصل نہین شارح نے علم طب کو بیان نہین کیا لیکن تعلیم متعلم مین یون مذکور ہے کہ طب کا سیکہنا جائز ہے اسواسطے کہ اسباب مین سے ایک یہہ بھی سبب ہے تو اسکا سیکہنا جائز ہے باقی اسباب کیطرح اور رسول کریم علیہ الصلوة والتسلیم نے بھی علاج کیا ہے اور امام شافعی سے منقول ہے کہ العلم علمان علم الابدان وعلم الاديان علم فقہ دین کیواسطے ہے اور علم طب بدن کیواسطے کذا فی الطحطاوی ملتقطًا فدخل في الفلسفة المنطق اور حکمت یونانی مین منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہی ھم حموی محشی اشباہ نے کہا بعض فاضلون نے کہا کہ مین نے اپنے مذہب کے علما کی کتابونمین تحریم منطق کا قول نہین دیکہا اگر صاحب اشباہ نے دیکہا تہا تو اسکا نقل کرنا مناسب تہا ان شافعی مذہب کی کتابونمین اسکی بہت تصریح ہی اور تصنیم عمر کو اگر وجہ حرمت قرار دیجئے تو بعید نہین اور یہہ بھی ہے کہ جو منطق سے اشتغال رکہتا ہی وہ غالبًا فلسفہ کیطرف مائل ہو جاتا ہی تو منع کرنا از قبیل سد ذرائع کے ٹہیرا الا منطق مین وہ نہین جو شرع مبین کے مخالف ہو اور بعضے فاضلون نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہی نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اسمین قواعد اسلام کے مخالف کوئی چیز نہین اور امام غزالی نے منطق کو معیار العلوم کہا ہی اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہین اوسکی علم پر اعتماد نہین اور بو علی سینا نے منطق کو خادم العلوم کہا ہی انتہے طحطاوی نے کہا ظاہرا منطق سے وہ منطق مراد ہی جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہی تو وہ داخل فلسفہ ہی ومن هذا القسم علم الحرف والموسيقى اور حرام کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہی ھم شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہو جو کیمیا کیطرف اشارہ ہی اور اسکی حرمت مین کچہہ کلام نہین کہ اسمین عمر اور مال دونون برباد ہو جاتے ہین یا مراد حروف کا جمع کرنا ہی جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو جیسے اوفاق اور استخدام وغیر ذلک سے کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون کہ ظاہرا علم حرف سے جفر کا علم مراد ہی کہ اس سے وقائع آئندہ کا استخراج کرتے ہین نجوم کی مانند اور حالانکہ علم غیب مخصوص بعلام الغیوب ہی واللہ اعلم ومكروه وهو اشعار المولدين من الغزل والبطالة اور ہوتا ہی علم مکروہ اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی ان شاعرونکی جو عرب مین بعد اسلام کے پیدا ہوئی ھم مولدہ وہ لوگ ہین جو عرب مین پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہین چنانچہ ابو نواس وغیرہ قاموس مین ہے کہ تغازل لسا عبارت ہی عورتون کے ساتھہ بات چیت کرنے سے ومباح كاشعارهم التي لا سخف فيها كذا في فوائد شتى من الاشباه والنظائر اور ہوتا ہی علم مباح یعنی اوسکا فعل اور ترک برابر ہے چنانچہ مولدین کے وہ اشعار جنمین نامعقول مضمون نہین اسیطرح مذکور ہی اشباہ ونظائر کے فوائد شتے مین ھم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ اونکے اشعار مین اکثر مضامین سخیفہ واہیہ مملو ہین برخلاف عرب خالص کے ابن عباس اکثر اشعار عرب کیطرف التفات رکہتے تہے قران اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی ثم نقل في مسئلة الرباعيات تحصلها ان الفقه ثمرة الحديث پہر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات مین کلام طویل نقل کیا اور اوسکا خلاصہ مقصود یہہ ہے کہ مقرر فقہ حدیث کا ثمرہ ہی یعنی حدیث سے مستخرج ہے وليس ثواب الفقيه اقل من ثواب المحدث اور نہین ہی فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وفيها كل انسان غير الانبياء لا يعلم ما اراد الله تعالى له لان ارادته تعالى غيب الا الفقهاء فانهم علموا ارادته تعالى بهم بحديث الصادق المصدوق من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين اور اشباہ مین ہی کہ ہر آدمی سوای انبیا علیہم السلام کے جانتا نہین ہی کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ ہے اوسکی ساتھہ دارین مین اسواسطے کہ حق تعالی کا ارادہ غیب ہی

مگر جب اوسکو جانتے ہین اسواسطے وہ جان گئو بین حق تعالی کے ارادہ کو جو اونکے ساتھ ہو رسول صادق مصدوق کے اِس حدیث کی دلیل ہی کہ جسکے ساتھ
اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہی اوسکو دین مین فقیہ کرتا ہی یعنی امر دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہے **تم** تو دیکرنا چاہیے کہ فقیہ سو مراد وہ ہی جو مصطلح فقہا ہی یہانتک
کہ وہ نہین مسئلے یاد کیے وہ بہی فقیہ سمجہا ہی یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنے مجتہد مراد ہو اور ظاہر مراد وہ ہی جو فقہ مین مشتغل ہون وہ جو فروع تقلیدیہ کو یاد
رکہتا ہو مین کہتا ہون یہہ استدلال اوسوقت تمام ہو جب کہ زبان شرع مین فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف مین
اختلاف کثیر واقع ہے یہانتک کہ غزالی نے اسکو علم تصوف پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفیہا کل شیٔ یُسأل عنہ العبد یوم القیمۃ الا العلم لانہ طلب
من نبیہ ان یطلب الزیادۃ منہ وقل رب زدنی علما فکیف یسأل عنہ اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ ہر چیز سے بندہ پوچہا جائیگا قیامت کے دن مگر
علم سے اسواسطے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم سے یہہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وقل رب زدنی علما) یعنی اور کہہ اے میرے
پروردگار مجکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنی بعد طلب کے **تم** یہہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سوای اوسکے شرع مین مطلوب
الزیادۃ ہے علامہ ابو سعود نے کہا اس استدلال مین اعتراض ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ بندہ کے دونون قدم قیامت مین نہ ہٹین گے یہانتک کہ
اُس سے چار چیزون کا سوال ہوگا اوسکی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر مین اوسکو فنا کیا اور اوسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس مین اوسکو کہپایا اور اوسکے مال سے سوال ہوگا
کہ کون سی چیز سے اوسکو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام اور اوسکے علم سے سوال ہوگا کہ اوس سے اوس مین کیا کیا یعنی علم کے موافق عمل کیا یا نہین دتمام
البیان مع الطحطاوی وفیہا اذا سئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا وجوبا مذہبنا صواب یحتمل الخطأ ومذہب مخالفنا خطأ یحتمل الصواب
اور اشباہ کے فوائد مین ہے مصفی سے منقول کہ جب ہمسے سوال کیا جاوی ہمارے مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی
مذہب سے کہ کون مذہب حق ہی فروع مین تو ہم اس سوال کے جواب مین کہین گے وجوبا یعنی ہمپر واجب ہی یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہے یعنی حق ہو مطابق واقع کے
احتمال رکہتا ہی خطا کا یعنی چوکنے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہی محتمل ہے صواب کا **تم** یہہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ یہہ مقلد ہی اور تقلید کسی شخص کی
نہیں چاہیے اوسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعا اسواسطے کیا کہ اگر قطعی یقین کیا جاوی تو مجتہدین کا یہہ قول کیسے ٹہہرے کہ المجتہد یخطئ ویصیب یعنی مجتہد
استنباط احکام مین خطا بہی کرتا ہی اور صواب بہی ولہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین کر لینا جائز نہوا خلاصہ مقام یہہ ہی کہ یہہ کلام نظر مجتہد ہی یعنی جسطرح
ہمارے امام اعظم سمجہے گئے ہین وہ اونکے نزدیک صواب ہی مع احتمال الخطأ اسواسطے کہ ہر مجتہد مصیب ہی اور گاہی نفس الامر مین خطا ہی کرتا ہی اور باعتبار ہم
مقلدون کے چارون امام حق پر ہین اپنے اجتہاد مین مصیب ہین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اوسکے مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کی غیر
سے جسکا وہ مقلد ہی اور یہہ مراد نہین ہے کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہے کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہین ہوتی
مگر بقدر ضروری ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہہ ہی کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکہتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کر سکے تو ایک امام
کی تقلید فقط عمل مین کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کریگا بہی مکلف ہی نہین تو اور ہی تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آئی
یہہ ہی کہ یہہ لازم نہین آتا ہے مگر جبکہ مسائل تقلید یہ کی عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہرا صواب سمجہے کہ اوسکو
تہا دلیل قولہ تعالی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنے اخذ بقول مجتہد جو بموجب اس آیۂ کریمہ کے اوسپر واجب تہا سو اوسنے
مکلف نہین ہی کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے یعنی اوسکی خطا کا معتقد ہو ایسا خلاصہ کیا ہی ہمارے اوستاد نے ابن نجیم مصری کی حنفی کے
کذا فی الطحطاوی عن منتقی الدرر سے سود واذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیہ والباطل ما علیہ خصومنا اور جب
کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنی اہل سنت کے عقائد سے اور ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون
انمین سے حق ہی تو ہم جواب مین وجوبا کہین گے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین جنپر ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جنپر ہمارے مخالف
ہین وفیہا العلوم ثلثۃ علم نضج وما احترق وہو علم النحو والاصول اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ علوم تین قسم ہین ایک وہ علم ہے کہ پختہ ہو گیا اور

مخترق نہین ہوا یعنی کمال کو نہین پونہچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہے م نضج علم سے مراد یہہ ہو کہ قواعد اوسکے مقرر ہو گئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہو گئی
اور وقع اعتراضات اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہو گئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا پونہچنا اور یہہ تفسیر جو مراد کی نہین تو احتراق منفسہ
اشبا ہو کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدون ہو گئی لیکن اوسکے فروع مستنبطہ ہنوز کمال کو نہین پونہچے بلکہ اونکا انتہا نہین مختلف
ہین اور یہہ امر ظاہر ہے اوس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابو نمین تامل کرتا ہو کذا فی الحموی وَعِلْمٌ لَا نَضِجَ وَلَا احْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْبَيَانِ وَالتَّفْسِيرِ
اور ایک علم وہ ہی جو نہ پختہ ہے اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہو م بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنی علم معانی اور بیان اور بدیع حموی نے
بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کیطرف راجع ہے تو اسکی کچھ نہایت نہین کیونکہ آدمی اسمین مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہہ ہو کہ موضوع
علم تفسیر کا نظم قرآن ربانی ہی باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور موقع مناسبات وغیر ذلک کے جنکا کوئی محیط نہین ہو سکتا سواے علام الغیوب کے سو اسکی نہایت
کسطرح حاصل ہو سکی انتہی ملخصا وَعِلْمٌ نَضِجَ وَاحْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ اور ایک علم وہ ہی جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پونہچ گیا اور وہ علم حدیث
اور علم فقہ کا ہے م علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پونہچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیرا اسما رجال اور انکے نسب اور طبقات مین کتابین تصنیف
کین اور قوی الحفظ اور ضعیف الحفظ اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے تین لاکھ حدیثون کے حافظ ہوئے اور
صحابہ کرام مین جو راوی تھے اونکو منضبط کر دیا اور مراد اور احکام احادیث کو ہر مجتہد کے فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین
لکھین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث مین امعان نظر کر کے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے
اور انپر جزئیات متفرع کئے اور خلائق کے حوادث باوجود اونکی اختلاف مزاج کے بعینہا لکھدئے یا جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے ان امور مین کلام
کیا جو کبھی واقع نہین ہوسکتے ایس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہون اور جو جزئی منصوص نہین وہ نادر ہی کمیاب اور اگر ہو منصوص بھی
ہوتا ہے لیکن ناظر اوسکے محل سے واقف ہے نہیم کا قصور ہی ہر امر فقہ مین مذکور ہی خواہ بمفہوم خواہ منطوق کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین
تو حضرت مجتہدین اور فقہا کی احسان کی شکر گذاری سے اپکو عاجز جانین اللہم فارحم المجتہدین وفقہاء الدین واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین وَقَدْ
قَالُوا الْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَعَجَنَهُ أَبُو يُوسُفَ
وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ وَسَائِرُ النَّاسِ يَأْكُلُونَ اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کہیت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور علقمہ نے اوسکو سینچا اور ابراہیم
نخعی نے اوسکو کاٹا اور حماد نے اوسکو ماندا یعنی اناج جدا کیا بھوسی سے اور ابو حنیفہ نے اوسکو پیسا اور ابو یوسف نے اوسکو گوندا اور محمد بن حسن نے اوسکی روٹیان
پکائین اور باقی لوگ اوسکو کہانیوالے ہین م ابو یوسف اور محمد شاگرد ہین ابو حنیفہ کے اور ابو حنیفہ شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ کے اور علقمہ عبد اللہ بن
مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہہ ہی کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام اعظم نے کمال کو پونہچایا
اور محمد بن حسن نے امام کی روایات کو جمع کر کے فروع کو منقح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اوسکو بیان کر دیا اور حوادث اونکے وقت مین بکثرت ہوئے
تو انہون نے فقہ کو مدون کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہی جو ابو حنیفہ کے طریق سے مروی
ہے اسواسطے کہ امام مالک کی فقہ مروی ہے نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہے امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہی شافعی سے اور یہہ مطلب
نہین کہ فقہ مین تکلم نہین کیا مگر ابن مسعود اور ابو حنیفہ نے وقد نظم بعضہم فقال اَلْفِقْهُ زَرْعُ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعَلْقَمَةُ حَصَّادُهُ ثُمَّ إِبْرَاهِيمُ دَوَّاسُ
نُعْمَانُ طَاحِنُهُ يَعْقُوبُ عَاجِنُهُ مُحَمَّدٌ خَابِزٌ وَالْآكِلُ النَّاسُ اور البتہ بعض علما نے اسکو نظم کیا ہی پھر مدلکر سے یون کہا ہو کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ
اوسکا کاٹنے والا ہی پھر ابراہیم ماڑنیوالا ہی نعمان یعنی ابو حنیفہ اوسکا پیسنے والا ہی اور یعقوب یعنی ابو یوسف اوسکا گوندنے والا اور محمد بن حسن روٹی پکانیوالا اور لوگ
کہانیوالے ہین وقد ظہر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط والزیادات والنوادر حتی قیل انہ صنف فی العلوم الدینیۃ تسعمائۃ وتسعین کتابا اور بیشک
محمد بن حسن کا علم ظاہر ہو گیا اونکی تصنیفات سے جیسا کہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہو کہ البتہ انہون نے دین کے

سو ہیں ۹۹۹ کتابیں تصنیف کیں من جملہ جامع صغیر جامع کبیر سیر صغیر سیر کبیر زیادات اور مبسوط جو امام محمد سے روایت کرتے ہیں امام کے ... وقال الشافعی
الشافعی رحمہ اللہ ... امام شافعی محمد بن حسن کے شاگرد ہوئے انسے
نکاح کیا امام شافعی کی ماں سے اور اپنی کتابیں اور مال کو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوئے ... قول ظاہر اول ہی جلبی نے کہا ان ہوں کہنا صحیح ہے کہ محمد
کی کتابوں سے شافعی کو ان مسائل پر اطلاع ہوئی جسے ان کو قبل اسکے آگاہی نہ تھی اسلئے کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کثرت استخراج مسائل کی ابتدا ہوئی اور نہ شافعی
تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد کے ملنے سے پہلے بھی فقیہ مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہوا اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہیں
مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول اور فروع میں دوسرے کا تابع نہو جیسا کہ چاروں امام اور مجتہد منتسب وہ ہے جو اصول میں دوسرے کا تابع ہو مگر فروع میں خلاف کرے جیسے
ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ
ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور منصف کیا ہے شافعی نے جہاں یوں کہا ہے کہ جو شخص کہ فقہ حاصل کرنیکا ارادہ کرے سو اوسکو چاہیے کہ
ابو حنیفہ کے شاگردوں کا ساتھ نہ چھوڑے سو اسلئے کہ معانی و فقہ تو اونکو آسان اور سہل ہو گئی ہیں اور خدا کی قسم ہے کہ میں فقیہ نہیں ہو گیا مگر محمد بن حسن شیبانی
کی کتابوں سے کم بھی مزید بصیرت فروع فقہیہ میں مجکو حاصل نہیں ہوئی مگر انکی کتابوں سے کذا فی الحلبی المحشی للدر المختار وقال اسمعیل بن ابی رجاء رایت
محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفر لی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین ابو یوسف قال
فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین ابو اسمعیل بن ابی رجاء نے کہا کہ میں نے محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا سو اونسے کہا کہ
خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا اونہوں نے کہا کہ مجکو بخشدیا پھر حق تعالی نے فرمایا کہ اگر میں تیرے عذاب کرنیکا ارادہ کرتا تو یہہ علم تجکو نہ دیتا پھر میں نے کہا
تو ابو یوسف کہاں ہیں کہا کہ ہمسے دو درجہ اوپر میں نے کہا تو ابو حنیفہ کہاں ہیں کہا دور ہیں وہ تو علیین کے اوپر ہیں علیین جنت میں
بالا تر مکان ہے سو یہہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنی نسبت صاحبین کے نہ مطلقاً اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعاً بہت بلند تر ہیں کیف و
قد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ اسقدر کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشاء کی وضو سے پڑہی ہے چالیس برس مسعر بن کدام
نے کہا کہ میں امام ابو حنیفہ کی مسجد میں گیا تو میں نے دیکہا کہ فجر کی نماز پڑہکے لوگونکو تعلیم علم کیا کئے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑہی پھر عصر تک تعلیم میں مشغول رہے
پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسیطرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گہر میں گئے سو میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا
میں اسکا تجسس کرونگا جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد میں آئے سو نماز میں قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گہر میں گئے پہر کپڑے
پہنکر مسجد میں آئے اور فجر کی نماز پڑہی اور اسیطرح عشا تک تعلیم میں مشغول رہے پہر گہر میں گئے سو میں نے اپنے جی میں کہا کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا
تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد میں آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز میں صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پہر گہر میں جاکر کپڑے پہنکر
نماز کیواسطے مسجد میں آئے اور نماز پڑہکر اوسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد میں رہے پہر گہر میں گئے تو میں نے کہا آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا
سو اس رات میں بھی ویسا ہی کیا صبح تک تو میں نے جی میں ٹہانی کہ میں انکا ساتھ نہ چھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو میں نے انکی ملازمت
کی اونکی مسجد میں ابن معاذ نے کہا کہ مسعر بن کدام ابو حنیفہ کی مسجد میں مرگئے سجدہ کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ طاعت پر تمکو
کس چیز نے قوی کر دیا کہا کہ میں نے حق تعالی سے دعا کی اسواسطے اسکے اسماء مطہرہ کے بیچ کے حرف پر اور وہ دعا مقصود خزانہ میں مذکور ہے جلال الدین
سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ میں نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک
رات میں مسجد میں گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکہا مجکو اوسکی قرات پسند آئی سو اوسنے قران کا ساتواں حصہ پڑہا میں نے کہا کہ اب رکوع کریگا پہر
ایک تہائی قران پڑہا میں نے کہا اب رکوع کریگا پہر اوسنے آدہا قران پڑہا سو اسیطرح پڑہتا رہا یہانتک کہ تمام قران ختم کیا ایک رکعت میں پہر
میں نے اونکو دیکہا تو وہ ابو حنیفہ تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قران کو ایک رکعت میں ختم کیا چار بزرگوں نے عثمان بن عفان

امام ابوحنیفہ میں اور خطیب نے یحیی بن نصر سے روایت کی کہ ابوحنیفہ قرآن کو رمضان میں ساٹھہ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے
روایت کی کہ مین نے اسد بن عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے تیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے
تھے اور جس مکان میں اونکی وفات ہوئی وہان ..... بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہماری والد کا انتقال ہوا
تو مین نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم اونکو غسل دو تو جب اونہون نے نہلایا تو کہا اللہ تجہپر رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہین کیا تیس
برس سے اور تیری آنکھین نہین جھپکین چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت مین ڈالا اور قاریون کو فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ مین چلا جاتا
تھا ابوحنیفہ کے ساتھہ مین نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تہا کہ یہہ ابوحنیفہ ہین کہ رات کو نہین سوتے ہین تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہین جو
مین نہین کرتا ہون اور رات کو اونکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وحج خمسا وخمسین حجۃ اور امام نے پچپن حج کئے ورای ربہ
فی المنام مائۃ مرۃ ولہا قصۃ مشہورۃ اور اپنی پروردگار جل شانہ کو خواب مین سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہے حافظ نجم الدین
غیطی نے وہ قصہ یون مذکور کیا ہے کہ امام نے رب العزۃ کو خواب مین ننانوے بار دیکھا سو کہا اپنے جی مین کہ اگر اب سوین بار دیکھونگا تو سوال کرونگا
کہ خلائق اوسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پاویگی کہا انہون نے کہ جب مین نے حق سبحانہ وتعالی کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار
عز جارک وجل ثناؤک وتقدست اسماؤک کس چیز سے نجات پاویگی خلائق میری تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح اور شام یون کہا کریگا سبحان
الابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق
الخلق فاحصاہم عدد سبحان من قسم الرزق ولم ینس احد سبحان الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولد سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد
وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا کذا فی الطحطاوی وفی حجۃ الاخیرۃ استاذن حجبۃ الکعبۃ بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنی ووضع
الیسری علی ظہرہا حتی ختم نصف القرآن ثم رکع وسجد ثم قام علی رجلہ الیسری ووضع الیمنی علی ظہرہا حتی ختم القرآن فلما سلم بکی وناجی
ربہ وقال الٰہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب
البیت یا ابا حنیفۃ قد عرفتنا حق المعرفۃ وقد خدمتنا فاحسنت الخدمۃ وقد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیمۃ
اور امام نے اپنے اخیر حج مین کعبہ شریفہ کے خادمون سے ایک رات داخل ہونے کی اجازت لی تو کہڑے ہوئے نماز مین بیت اللہ کے دو ستونون کے درمیان
داہنی پانون پر اور بایان پانون داہنے کی پشت پر رکہا یہان تک کہ آدہا قرآن ختم کیا پہر رکوع اور سجدہ کیا پہر کہڑے ہوئے بائین پانون پر اور داہنا
پانون اوسکی پشت پر رکہا یہانتک کہ قرآن کو ختم کیا پہر جب سلام پہیرا تو روئے اور مناجات کی اپنی رب سے اور کہا الٰہی اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہین
کی جیسی کہ تجہکو لائق ہے لیکن تجہکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہے تو اوسکی خدمت کے نقصان کو اوسکی کمال معرفت کے سبب سے بخشدے تو لئے کمال عرفان کو
نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کی ایک جانب سے آواز غیبی آئی کہ اے ابوحنیفہ تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تہا اور البتہ تو نے ہماری خدمت
کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجکو بخشا اور اوسکو بخشا جو تیرا تابع ہوا اون لوگون مین سے جو تیرے مذہب پر ہین قیامت تک شرنبلالی نے
ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نسبت تہجد کی تراوح کی حقیقت یہہ ہے کہ ایکبار ایک پانون پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پانون پر اور یہی عمل
امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پانون کا دوسرے پانون کی پشت پر رکہنا منقول ہے اور ضیاء معنوی مین مذکور ہے کہ
ایک پانون پر فرائض مین کہڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل مین جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان جو مذکور ہوا تو اوسکا مطلب یہہ ہے
کہ امام حق تعالی کے اون صفات کے بالیقین عارف تہے جو اوسکی کبریا اور جلال پر دلالت کرتی ہین اور یہہ مراد نہین کہ کنہ ذات اور صفات ربانی کی
عارف تہے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ جو امام کے
مذہب پر چلے یعنی اوسکی حلال و حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر بموافقت سنت وکتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے

اور یہ مراد نہیں ہو کہ ہر گہر مین حنفی مذہب ہون اوسکی مغفرت ہو جاوے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ و
ما استنکفت عن الاستفادۃ اور امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہنچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا غیر کے بتانیسے اور نہ عار کی سیکہنے کی
ھم امام سے کسی نے ایکبار پوچہا کہ یہ علم آپکو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکرگذاری سے حاصل ہوا جب مین کسی حکمت اور فقہ کو سیکہا تو مین نے کہا الحمد للہ
یعنی خدا کا شکر ہے جسنے مجکو اس علم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکرگذاری سے بڑہتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال بعض الکرام
من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ یرجو ان لا یخاف اور بعض کرام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالیٰ کے کرے یعنی اونکو وسیلہ
کرے اور اوسکے مذہب پر چلے مین امید رکہتا ہون کہ اوسکو کچہ خوف نہو وقال بعضہم حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیامۃ فی رضی الرحمن دین النبی
محمد خیر الوری ثم اعتقادی مذہب النعمان اور بعض کرام نے اس امر کی مدح مین کہا کفایت کرتی ہے مجکو قیامت کے دن نیکیون سے وہ چیز جو مین نے طیار کر
رکہی ہے رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہیں پہر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ ھم مقدمہ غزنوی مین ہے
دونوں بیتین ابو یوسف کیطرف منسوب ہین تو مصرعے یہہ کہا بطور حکایت عن الغیر کہ انکے الطحطاوی سے بعض کرام اسنادوں مین سفیان ثوری اور سفیان بن
عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہہ دونوں بزرگ مجتہد ابو اوستاد ابومحمد کی کتابون کے رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر
برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابوحنیفۃ اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون
ایک مرد کے سبب سے جو میری امت مین ہے نام اوسکا نعمان ہے اور کنیت اوسکی ابوحنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء
یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ و
السلام سے روایت ہے کہ تمام انبیا میرے سبب سے فخر کرتے ہین اور مین ابوحنیفہ کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اوسکے ساتہہ محبت رکہے سو مقرر اوسنے میرے ساتہہ محبت رکہی اور
جو اوسکے ساتہہ دشمنی رکہے سو البتہ اوسنے میرے ساتہہ دشمنی رکہی اسیطرح یہہ دونوں حدیثین تقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی ھم طحطاوی نے کہا
اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین ابوحنیفہ سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ ابوحنیفہ اوس زمانے مین موجود ہوئے کہ صحابہ کا زمانہ تمام
ہوگیا تہا اور سنت مین کچہ ضعف طاری تہا تو انکا وجود خلق کیواسطے رحمت ہوگیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی و
قول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنی دروغ
بستہ ہے تعصب اور ناانصافی سے اسواسطے کہ روایت اوسکی اسناد مختلفہ سے ثابت ہے ھم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنی جبکہ روایت
حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اوسکو موضوع کہنا ناانصافی ہے زیادہ برین نیست کہ ضعیف ہی نہ کہ موضوع علاوہ یہہ ہے کہ جب ضعیف حدیث
کے طرق متعدد ہوتے ہین تو وہ مرتبہ حسن کی قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی مناقبہ بسندہ لسہل بن عبد اللہ التستری
انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنی سند کے ساتہہ سہل بن عبد اللہ
تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسی مین ابوحنیفہ کی مانند عقل اور دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور نصرانی نہوتے
یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین
ہوسکتی ھم جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مالک کی بشارت دی اوس حدیث
مین جسکا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کیواسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے
اور امام شافعی کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکا حاصل مطلب یہہ ہے کہ قریش کو برا نکہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقہ زمین کو علم سے بہر دیگا مین
کہتا ہون کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکو ابو نعیم نے حلیہ مین ابوہریرہ سے روایت کی حتا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند م

بنا بر خواہش کے اسکو پا جاتے اور حدیث ابو ہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من فارس اور صحیح مسلم
میں یوں ہے لو کان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور معجم طبرانی کے
کبیر میں روایت کی ہے تو یہہ اصل صحیح متفق علیہ ہے بشارت اور فضیلت میں اسکی سوا خبر موضوع کی کچھہ حاجت نہیں انتہے ما قال السیوطی اور منجملہ
مناقب امام کے وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب
دیکھا سو اوس نے مجکو بہت پریشان کیا میں نے دیکھا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کہودتا ہوں سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا
کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انہوں نے کہا کہ یہہ مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور
خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریاد رسی نکرتا ابو حنیفہ اور سفیان کے سبب سے
تو میں بھی اور آدمیوں کی مانند ہوتا اور خطیب نے حجر بن عبد الجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رض سے کہا گیا کہ تم
ابو حنیفہ کے شاگردوں میں داخل ہونے سے راضی ہوا انہوں نے کہا کسی کی مجلس لوگوں کو ابو حنیفہ کی مجالس سے زیادہ تر نافع نہیں اور روح بن عبادہ
سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تہا ۱۵۰ ہجری میں کہ ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی تو استرجاع کیا اور کہا آج علم ذہب یعنی بہت بڑا علم
جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان اور ابو حنیفہ یکجا ہوں تو انکے
آگے کون شخص فتوی دیسکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہہ دونوں بزرگ ایک شی پر اتفاق کریں تو وہی حق ہے اور عبد اللہ بن داؤد نے کہا کہ جب تو
آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہیں اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیوں کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ ہے اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت
کی کہ میں نے عبد اللہ بن داؤد سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نمازوں میں ابو حنیفہ کیواسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انہوں نے لوگوں کیواسطے سنن اور فقہ کو
محفوظ کر دیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور اسمعیل
بن محمد فارسی سے روایت کی کہ میں مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ اپنے اہل زمانے میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی
کہ میں نے یحیی بن سعید قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں ہمنے ابو حنیفہ کی رای سے بہتر نہیں سنا اور اونکی اکثر اقوال کو ہمنے لیا ہے اور
خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹہا سو ان میں سے
کسی کو اورع یعنی متقی تر ابو حنیفہ سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزار سے روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت میں امام کے
شریک تھے سو انہوں نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے میں متاع کو بہیجا یعنی تہانوں کی گٹھری بہیجی اور اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے
میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اوسکو بیچا اور مشتری سے اسکا عیب بتانا بہول گئے پہر جب ابو حنیفہ
کو یہہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی م عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داؤد
اور شداد بن حکیم اور یحیے بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے اوستاد ہیں اونکے اقوال
مسندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت میں امام ابو حنیفہ کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور
لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من فارس کا محل صحیح امام اعظم اور اونکے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں اونسے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس
نہیں ہوا تو امام کیواسطے یہہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے وصنف فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ الانتصار لامام ائمۃ
الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑی بڑی تصنیف کیں اور اسکا نام رکہا الانتصار لامام ائمۃ الامصار یعنی پیشوایان
بلاد کے پیشوا کی لئے انتقام لینا م امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انہیں نے کہولدیا
کما لا یخفی علی العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور اوسکے سوا اور علمانے اونکی فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ بہت کچھہ تصنیف کیا بعض نے

اور بعضے مسرور وشادمان ہیں کہ ابا حنیفہ النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن اور حاصل کلام کے یہ کرنے شک امام ابو حنیفہ نعمان
معجزات مصطفوی میں سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہے هم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ ان کی خبر دی قبل انکو وجود کے ان احادیث میں جو مذکور ہوئیں
غنقریب سو اسطرح کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعا محمول ہیں بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اسکو مضمون شیخ ابن عباس پر محمول کیا ہے اور عالم
مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر محمول کیا ہے بخلاف حدیث مذکور کے کہ اسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہیں سوا ابو حنیفہ اور انکے اصحاب کے اور یہان
معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہیں ہیں اسواسطے کہ معجزہ وہ ہے جو مقرون بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہیں کذا فی الطحطاوی وحیثیات
حسن سابقہ انتہا مذهبہ ما قال فولد الا اخذ به امام من الائمۃ الاعلام اور امام کے مناقب سے تجکو کفایت کرتا ہے اونکے مذہب کا مشہور ہونا
امام نے کوئی ایسا قول نہیں کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے لیا ہو هم اخذ سے مراد موافقت ہے اجتہاد میں نہ تقلید سو اسطرح کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد
کی تقلید نہیں کرتا وقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من زمنہ الٰی ہذہ الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسیٰ علیہ السلام اور البتہ حق تعالی
نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت اور سیاست کا قسط میں امام کے اصحاب اور اتباع کو امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسیٰ
علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم کرینگے هم یعنی احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت میں از زمان شارم بلکہ اب تک جاری ہیں اور یہہ جو کہا کہ حضرت
عیسی بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابو حنیفہ کے
اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہوگئے انتہے اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا میں کہتا ہون کہ
جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ تنقیص بولنا ہرگز لائق نہیں کہ ایسی امور سے منقبت نہیں مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہے ذخائر جہات کے مصنف نے صاحب
اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جہال حنفیون نے دعوی کیا کہ عیسیٰ اور مہدی دونو بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی
کتاب المشرب الوردی فی مذهب المهدی میں اسکو خوب رد کیا ہے اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہے لیکن صاحب فتوحات انکو اجتہاد کے منکر ہیں کیونکہ
انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک اور منجملہ دلائل استحالہ تقلیہ ان حضرات کی یہہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی معصوم ہیں مطلقا
اور امام مہدی معصوم ہین احکام میں اور ابو حنیفہ مجتہد ہیں اور مجتہد قد یخطی ویصیب ولہذا اونکے صاحبین نے اکثر احکام میں اونکا خلاف کیا ہے تو
کیونکر تقلید کریگا وہ شخص جو معصوم ہے کبھی خطا نہیں کرتا اس شخص کی جسکی صفت یخطی ویصیب ہے مطمح نظر جاہلون کا فرط تعصب اور عناد سے کچھہ نہیں مگر
ابو حنیفہ کی تفضیل اگرچہ نہ اصل جنس سے ہو گو وہ کلام مؤدی الی الکفر ہو اور ان جاہلون کو علم نہیں امام اعظم کے ان فضائل میں جنکے حق میں علماء
محققین نے کتابیں تصنیف کی ہیں ولہذا انہون نے اس کذب اور افترا کو پسند کیا ہے جس سے اللہ اور اسکا رسول راضی نہیں بلکہ خود ابو حنیفہ راضی نہیں
اور اگر ابو حنیفہ ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستونکو اونکے فضائل واقعیہ کافی ہیں اثبات تفضیل کیواسطے ایسی تاویل کی
کی حاجت نہیں جس سے تنقیص انبیا علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون تو اسی مطلب توا ہے اور یہ اتباع سنت غیر لازم کرکے وہ پناہ ہے
ہوا پرستی سے اور سپر ہے سہام شیطانی سے اور جہولا تعصب ورناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطا هم کتاب
طحطاوی میں ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہے خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابو حنیفہ سے ۳۰ برس میں حاصل کیا ہے
تین سال میں ابو القاسم قشیری کو تعلیم کیا انہون نے مذہب حنفی میں ہزار کتابیں تصنیف کیں اور صندوق میں بند کرکے نہر جیحون میں امانت رکھیں جب
علیہ السلام قریب قیامت کے نزول کرینگے تو اونکی کتابونکو نکالکر اونکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بے فروغ کو
تفصیل تمام رد کیا ہے خوف تطویل سے اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کیطرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط
ع دوستی بیخرد خود دشمنی ست ❊ وہذا یدل علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہہ جو لفظ مناقب مذکور ہوا اس امر
عظیم پر دلالت کرتا ہے جو مخصوص با امام ہے باقی علماء عظام کے مابین سے کیف لا وہو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دقق الفقہ

والله و فرّع احکامه علی اصولها العظام الی یوم الحشر والقیام امام بن العلماء رکیونکر مخصوص بامر عظیم نہو حالانکہ امام تو صدیق کی مانند ہو اونکو
اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اُس شخص کی برابر ثواب ہی جسنے فقہ کو مدون اور جمع کیا، اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت
تک ہم تردد نہین اول سب سے صدیق اکبر ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو اونکو اپنے ایمان لانیکا ثواب ہوا پہر اونکے بعد جو ایمان لاتا گیا اسکی
ثواب کی برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطیکہ حدیث مین وارد ہے کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اوسکو اُسکا ثواب ملیگا اور اُس شخص کی برابر ثواب
ملیگا جو اُس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابو حنیفہ نے اول مدون فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو اونکو اسکا ثواب ملیگا اور باقی
مجتہدون کی برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مجموعہ مسانید امام مین کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر مرتب کیا پہر
بعد امام مالک نے موطا مین وہی طریقہ اختیار کیا اسباب مین ابو حنیفہ سے کسی نے سبقت نہین کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت مین ابواب کر کے کوئی
تصنیف نہین کی اونکو اپنی یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکہا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہو جاوے تو مدون
یا دکی خرابی ۱۲
مستحسن جانا تو مدون مین طہارت سے ابتدا کی پہر صلوۃ سے پہر صوم سے پہر باقی عبادات سے پہر معاملات سے پہر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی
وقد اتبعه علی مذهبه کثیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاهدة ورکض فی میدان المشاهدة کابراهیم بن ادهم وشقیق البلخی
ومعروف الکرخی وابی یزید البسطامی وفضیل بن عیاض وداؤد الطائی وابی حامد اللفاف وخلف بن ایوب وعبد الله بن المبارک و
وکیع بن الجراح وابی بکر الوراق وغیرهم ممن لا یحصی لعدة ان یستقصی یطرح ممتاز نہو اور علما سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد
ہوئے ہین اکثر اولیاء کرام اُن حضرات مین سے جو متصف بہ ثبات مجاہدہ ہین اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور
معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور
انکے سوا جنکا شمار نہایت پذیر نہین فلو وجدوا فیه شبهة ما اتبعوه ولا اقتدوا به ولا وافقوه سو اگر یہہ اولیاء کاملین امام مین کچہہ شبہہ پاتے تو
اونکے تابع اور معتقد نہو تے اور نہ اونکی موافقت کرتے یعنی حقیت مذہب امام کی ایک یہہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور شہود کی اونکو تابع اور
معتقد ہین وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالته مع صلابته فی مذهبه وتقدمه فی هذه الطریقة سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق
یقول انا اخذت هذه الطریقة من ابی القاسم النصرابادی وقال ابو القاسم انا اخذتها من الشبلی وهو اخذها من السری السقطی وهو من
المعروف الکرخی وهو من داؤد الطائی وهو اخذ العلم والطریقة من ابی حنیفة اور مقرر کہا ہے اوستاد ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ
مین باوجود اونکی صلابت کے اپنے مذہب مین یعنی مذہب شافعی مین اور باوجود اونکے مقدم ہونے کے اِس طریقہ تصوف مین کہ مین نے سنا استاد
ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ مین نے یہہ طریقہ لیا ابو القاسم نصرابادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ مین نے اوسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری
سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ سے
ہم زرقانی نے شرح مواہب مین کہا کہ عبد الکریم ابو القاسم قشیری محدث اور مفسر اور فقیہ اور نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع
محاسن کے ایسا کامل شخص دیکہنے والون نے نہین دیکہا شافعی مذہب تھے سنہ ۳۷۶ مین پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کیے حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے اونسے روایت کی اور بہت
تصانیف اونسے مشہور ہین اور ۴۶۵ھ مین وفات پائی کذا فی الطحطاوی وکل منهم اثنی علیه واقر بفضله فعجبا لک یا اخی الم یکن لک اسوة
حسنة فی هؤلاء السادة الکبار اکانوا متهمین فی هذا الاقرار والافتخار وهم ائمة هذه الطریقة وارباب الشریعة والحقیقة اور ہر ایک نے ان
کا بر سے ثنا کی ہے امام پر اور اونکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہون تجہہ سے اے بہائی کیا تجکو نیک پیروی نتہی ان بڑے بزرگون مین کیا انپر جہوٹ بولنے
کا گمان تہا اِس اقرار اور افتخار مین اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہین اِس طریقہ تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ
ہین ہم شارح کا یہہ خطاب اُن لوگون سے ہے جو امام کے امر مین منکر یا متردد ہین ومن بعدهم فی هذا الامر فلهم تبع وکل ما خالف ما اعتمدوه مردود ومبتدع

وہ سوا اس کے کہ ان حضرات کے مذہب میں وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت میں اونکے تابع ہیں اور جوابات کہ ان بزرگوں کے سبب بوجہ کے مؤلف نے رد و مردود
اور بیجا ٹھہرانے سے بری ہیں بالجملة فليس لابي حنيفة في زهده وورعه وعبادته وعلمه وفهمه مشارك حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابو
حنیفہ کے زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم میں دوسرا کوئی شریک نہیں یعنی بےنظیر ہیں ومما قال فيه ابن المبارك ؎ لقد زان
البلاد ومن عليها + امام المسلمين ابو حنيفة ازانجملہ ان مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح میں کہا ہے یہ ابیات ہیں البتہ
زینت دی شہروں کو اور شہر والوں کو مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ نے ؎ باحكام وآثار وفقه + كآيات الزبور على الصحيفة زینت دی بسبب
احکام شرعی اور احادیث اور فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہیں ؎ فما في المشرقين له نظير + ولا في المغربين ولا بكوفة سو نہیں
ہے دونوں مشرق میں اسکا نظیر اور نہ دونوں مغرب میں اور نہ کوفہ میں ؎ دونوں مشرق یعنی ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق
اسیطرح دو مغرب کو دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہے ؎ يبيت مشمرا سهر الليالي - وصام نهاره لله خيفه رات
کاٹتا ہے امام دامن چڑھائے یعنی مستعد عبادت راتوں میں جاگتا اور دن میں روزہ رکھتا اللہ کے خوف سے ؎ برس تمام رات کی بیداری
کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور ۳۰ برس برابر روزہ رکھا کذا فی الطحطاوی ؎ فمن كابي حنيفة في علاه + امام للخليقة والخليفه سو
کون ہے ابو حنیفہ کی مانند بلندمرتبگی میں امام خلق کا اور بادشاہ کا ؎ رأيت العائبين له سفاها + خلاف الحق مع حجج ضعيفة دیکھا
میں نے اوسکے عیب کرنیوالوں کو بیوقوف امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ؎ وكيف يحل ان يؤذى فقيه + له في الارض آثار شريفة
اور کیونکر حلال ہو اس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین میں ثابت ہیں ؎ فقد قال ابن ادريس مقالا + صحيح النقل في حكم لطيفة سو
البتہ محمد بن ادریس شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہے لطیف حکموں میں ؎ بان الناس في فقه عيال + على فقه الامام ابي حنيفة امام
شافعی کا وہ قول یہ ہے کہ تمام لوگ فقہ میں عیال ہیں یعنے بال بچے ہیں امام ابو حنیفہ کی فقہ کے ؎ خطیب نے ربیع سے روایت کی کہ میں نے شافعی
سے سنا کہتے تھے الناس عيال على ابي حنيفة في الفقه یعنے لوگ ابو حنیفہ کے عیال ہیں فقہ میں اور خطیب نے حرملہ بن یحیے سے روایت کی کہ میں نے محمد
بن ادریس شافعی سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابو حنیفہ کے عیال ہیں فقہ میں ابو حنیفہ اونہیں سے ہیں جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبييض الصحيفة للسيوطي
انتہی ؎ فلعنة ربنا اعداد رمل + على من رد قول ابي حنيفه لعنت ہو ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اوسپر جو ابو حنیفہ کے قول کو رد
کرے ؎ حلبی نے کہا مراد یہ ہے کہ جو ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے اور انکو حقیر جانکر اونکے اجتہاد کا منکر ہو کر اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضوں کے
قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہیں اور وہ اسپر مستحق ثواب ہیں اسوجہ سے کہ اونہوں نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یوں کہنا اسلم تھا على
من حط قدر ابي حنيفة انتہی طحطاوی نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بلعنت متعدد ہو تو اوسکا غایت رتبہ یہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب
حرام پر لعنت نہیں بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت جائز نہیں کہ شاید اوسکا خاتمہ بخیر ہو ہاں مجملاً کفار پر لعنت جائز ہے انتہی میں کہتا ہوں یہ ابیات ملتمعہ
میں زکریا بن قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن مبارک نقل کی ہیں لیکن لعنت کی بیت اوسمیں نہیں تو اغلب کہ یہ بعض متعصبین کے
ملحقات سے ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر بیباکی نہایت مستبعد ہے واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرك
الامام علي بن ابي طالب فدعا له ولذريته بالبركة اور مقرر یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظم کے والد ماجد یعنی ثابت نے امیر المومنین علی بن ابیطالب
کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اونکی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپنے ثابت اور اونکی اولاد کیواسطے برکت کی دعا کی ؎ حافظ جمال الدین نے کتاب
تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے
اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں مرزبان اہل فارس احرار
کے فرزند دن سے قسم خدا کی ہم پر رق یعنی کسیکا مملوک ہونا واقع نہیں ہوا میرا جد یعنی امام اعظم پیدا ہوا ہجری اسی برس میں اور اوسکا باپ

اوسکو لیگیا علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تہا سو آپنے دعا کی برکت کی اوسکے واسطے اور اوسکی اولاد کیواسطے اور ہم اس دعا کی
قبولیت کی امید رکہتے ہین کذا فی الیواقیت المنتقمۃ فے مناقب الائمۃ الاربعہ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ
نقل کیا اور کہا اسمین خلل ہے کہ ولادت امام کی ۸۰ مین ثابت ہی اور وفات علی مرتضیٰ کی ۴۰ سال سے پہلے ہوا انتہی مین کہتا ہون تو امام کا لیجانا
حضور مرتضوی مین وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا جانا اور اونکی اولاد کیواسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وصح ان ابا حنیفۃ سمع الحدیث
من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر منیۃ المفتی وادرک بالسن نحو عشرین صحابیا کما بسط فی اوائل الضیاء در یہہ قول صحیح
ہے کہ ابو حنیفہ نے سات صحابیوں سے حدیث سنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی مین شرح ہے اور بیس صحابیونکا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی
کے اوائل مین مذکور ہے ہم سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی نے ایک جز تالیف کیا امام ابو حنیفہ
کی روایت مین چار صحابیون سے انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ پیدا ہوئے کوفہ مین ۸۰ ہجری مین اور وہان اوسوقت عبد اللہ بن ابی
اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ مین انس صحابی تھے اسواسطے کہ وہ ۹۰ ہجری مین یا بعد اسکے مرے اور ابن سعد نے بسند قابل اعتبار روایت
کی کہ ابو حنیفہ نے انس کو دیکہا اور ان دونون صحابیونکے سوا اور اصحاب شہرونمین زندہ تھے تو ابو حنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین مین داخل ہین
اور ائمہ امصار معاصرین ابو حنیفہ کو یہہ امر ثابت نہین چنانچہ اوزاعی کو شام مین اور حماد کو بصرہ مین اور ثوری کو کوفہ مین اور مالک کو مدینہ مین
اور مسلم بن خالد زنگی کو مکہ مین اور لیث بن سعد کو مصر مین انتہے ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام مین کہا کہ علما متفق ہین کہ امام نے
اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی لیکن اونکے عدد مین اختلاف ہی بعضون نے کہا چہہ مرد اور ایکعورت سے روایت کی اور
بعضون نے پانچ مرد اور ایکعورت سے اور بعضون نے کہا سات مرد اور ایکعورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ
بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد ہین اور ثالث قول پر معقل بن یسار
زائد ہین اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہین اور ہر قول مین ابو الطفیل مذکور نہین کذا فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ اور اوسکی خاتمہ
منہیہ مین کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ مین ۸۶ یا ۸۷ مین انتقال کیا اور انس بن مالک نے بصرہ مین ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ مین وفات پائی اور سہل بن
ساعدی نے مدینہ مین ۹۱ یا ۸۸ مین انتقال کیا اور ابو الطفیل نے ۱۰۲ ہجری مین وفات پائی چنانچہ جامع الاصول مین ہی صاحب جامع الاصول نے
کہا کہ ابو حنیفہ کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہین اور ابو حنیفہ کے اصحاب کہتے ہین کہ ابو حنیفہ نے
چند اصحاب کو پایا اور اونسے روایت کی انتہی مین کہتا ہون واقع مین عقل کے حساب سے یہہ بات بہت دور ہی کہ رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانے
مین موجود ہون اور وہ اونکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا اون شہرون مین جہان اصحاب تہے ثابت ہی اور ۲۰ برس کی
مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب مین گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہی تو اصحاب ابو حنیفہ کا قول حق ہی جو کہتے ہین
کہ امام نے جماعہ صحابہ کو پایا انتہے ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت
کے مثبت ہین اور ایک جماعت نافی حالانکہ یہہ قاعدہ اہل علم مین مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط حنفیہ مین منحصر
نہین بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی لشہادت جلال الدین سیوطی شافعی کی بجانب اثبات یا تجویز کے ہین نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی
ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وقد ذکر العلامۃ شمس الدین محمد ابو النصر
ابن عربشاہ الانصاری الحنفی فی منظومتہ الالفیۃ المسماۃ بجواہر العقائد ودرر القلائد ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنہم
الامام الاعظم ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور تحقیق ذکر کیا ہی علامہ شمس الدین محمد ابو النصر عربشاہ انصاری حنفی نے
اپنی منظومہ الفیہ مین جسکا نام جواہر عقائد اور درر قلائد ہے آٹھہ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہ نے خدا کی رحمت اسپر اور ان سب پر

حیث قال صہ معتقد امذہب علی الشان ابی حنیفۃ قاضی النعمان التابعی سابق الائمۃ بالعلم والدین سراج الائمۃ مجمعا لیس اصحاب التی ادرکنا اثر هو قد اتقی وسلک طریقۃ واضحۃ المنہاج سالکہ عن الضلال الداجی علامہ مذکور نے جس نظم مین یہہ کہا ہو کہ مین کہتا ہون معتقد ہوکر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ جو نامور نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سے علم اور دین مین امت محمدی کا چراغ ایک جماعت کو ہی کے اصحاب سے اوسنے پایا بے شک اونکا پیرو ہوگیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے

ع روی عن انس وجابر وابن ابی اوفی کذا عن عامر اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سے اور ایسا ہی عامر سے ھم تنبیہ المصحف مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہے اسواسطیکہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی ریاست مین اور معاویہ کا انتقال ہوا ۶۰ ہجری مین پہر کیونکر اونکی روایت متصور ہو کذا فی الطحطاوی سے اعنی بابا الطفیل حاان مولدہ وابن انیس الفتی وواثلہ مراد عامر سے وہ ابوالطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبداللہ بن انیس جو نامور ہے اور واثلہ بن اسقع سے سے عن ابن جزء الذی روی کالامر ومع عمرۃ بنت العجم الشامی روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی کی اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر اوٹھ کا شمار تمام ہوا ھم ابن جزء بفتح جیم وسکون زا معجمہ اور ہمزہ وہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہو امام اعظم کہ مروی ہے کہ مین نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا مین نے والد سے کہا کہ یہہ کیا ہے جواب دیا کہ یہہ ایک صحابی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو مین نے جاکر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعانۃ المسلم فریضۃ علے کل مسلم یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ہمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب ابن شاہین نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبداللہ سے صریح وہم ہے کیونکہ جابر باتفاق روایات ستر اور چند سال مین مرگئے اور اوسی تک زندہ نہین رہے جسمین امام پیدا ہوئے انتہی اوسکا جواب یون ممکن ہے کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت ۷۰ ہجری مین ہو تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وتوفی ببغداد فقیل والحق بسلک الفقہاء وتسعین سنۃ بتاریخ حنیفۃ مات اور امام نے وفات پائی بغداد مین ایکسو پچاسوین سال ہجری مین اور انکی عمر ۷۰ برس کی تھی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے کہ مجبور ہوئے تھے کہ عہدہ قضا کو قبول کرین ھم ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابوحنیفہ ۸۰ ہجری مین پیدا ہوئے اور ۷۰ برس زندہ رہے اور ۱۵۰ مین وفات پائی اور بعضون نے کہا ۶۱ مین اور بعضون نے ۷۰ مین پیدایش ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ مین اور فقیہ ہوتے تابعین کے زمانہ مین رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قید خانہ مین اور قضا کا منصب قبول نکیا اور مقبرہ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کی ملل اور نحل مین مذکور ہے کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تہا کہ اونہون نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بیٹے سے بیعت کی تہی یعنی حسن بن علی ابن ابی طالب کے پوتے سے بیعت کی تہی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئے ہون محبوس کرنیکے قیل بیوم توفی ولد الامام الشافعی رضی اللہ عنہ فعد من مناقبہ بعضون نے کہا کہ جسدن امام ابوحنیفہ نے وفات پائی اوسیدن امام شافعی پیدا ہوئے تو یہہ ابوحنیفہ یا شافعی کے مناقب مین شمار کیا گیا ھم امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہے کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کی مانند سے خالی نرکہا کذا فی الطحطاوی اور شافعی کی منقبت یہہ ہے کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹہرے وقد قیل الحکمۃ فی مخالفۃ تلامیذہ اللہ رأی صبیا یلعب فی الطین فحذرہ من السقوط فاجابہ بان حذرا انت من السقوط فان فی سقوط العالم سقوط العالم فعندہ قال لاصحابہ ان توجہ لکم دلیل فقولوا بہ فکان کل یاخذ بروایۃ عنہ ویرجحہا وہذا من احتیاطہ وورعہ وعلم بان الاختلاف من آثار الرحمۃ فمہما کان اکثر کان الرحمۃ اوفر کما قالوا اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کی مخالفت مین حکمت یہہ ہے کہ امام اعظم نے ایک لڑکا کو کھیلتے دیکھا کیچڑ مین سو اوسکو ڈرایا پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم ریٹ پڑنے سے بچو

اسواسطے کہ عالم کے رہنے سے تمام جہان کا رہنا ہی تو اسوقت سے امام نے اپنے شاگردون سے کہا کہ اگر تمہارے سامنے دلیل آوے یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تم پر ظاہر ہو تو اوسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تہا اور اوسکو ترجیح دیتا تہا یعنی اوسکو قوی کرتا تہا اور دلیل سے اور یہہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوے سے تہی اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہۃ الدلیل رحمت الہی کی نشانیون سے ہے تو جسقدر اختلاف برہانی ہوگا زیادہ تر ہوگی رحمت ربانی وافر تر بدلیل قول علما ہم امام نے لڑکی کے کلام سے پیدا لی یہی شان ہی عارفونکی کہ اشارات لطیفہ عبارات بعیدہ سے سمجہ لیتے ہین مسند خوارزمی مین سیف الائمہ سائلی سے منقول ہی کہ یہہ بات مشہور ہی کہ امام نے چار ہزار استادون کی علما تابعین سے شاگردی کی اور علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوی ندیا یہانتک کہ اونہون نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد مین مجلس کے اندر بیٹہا اور ہزار شاگرد امام کے جمع ہوئے انمین سے بزرگتر اور فاضل تر چالیس شاگرد تہے جو رتبہ اجتہاد کو پہنچے تہے سو اونکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غمگسار ہو مین نے اس فقہ کے گہوڑے کو تمہارے واسطے طیار کر دیا ہی لگام دیکر زین کسکر سو تم میری مدد کرو اسواسطے کہ لوگون نے مجکو جہنم کا پل بنایا ہی غیر لوگ پار ہوتے ہین اور بوجہہ میری پیٹہہ پر ہے یعنی لوگ تو تقلید سے نجات پاوینگے مواخذہ مجہہ سے ہوگا اگر تقریری اجتہاد مین کچہہ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تہی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردون سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور اونسے پوچہتے اور جو احادیث اور آثار شاگردون کے پاس تہے اونکو سنتے اور جو آپکو معلوم تہے اوسکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتہ مہینہ مہینہ بہر بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہانتک کہ آخر کو ایک بات ٹہر جاتی تو اوس قول محقق کو ابو یوسف ثابت کرتے یعنی لکہتے یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسیطرح شوری کرکے ثابت کیا امام اعظم اور اماموں کی طرح بذات خود متفرد نہین ہوئے انتہے کذا فی الخوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہی اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحر الرائق مین تتارخانیہ سے یون منقول ہی کہ اختلاف ائمۃ الہدی توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہہ تشانی ہے مفتی کیواسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتی ہین جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کرین اصولیون کے نزدیک مفتی مجتہد ہے بحر الرائق مین تتارخانیہ سے منقول ہی کہ ابو یوسف نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہین مگر مجتہد کو اور محمد نے فتوی دینا جائز رکہا ہی اگر مرد کا صواب اوسکی خطا سے زیادہ ہو اور اسکافی سے منقول ہی کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہین فتح القدیر مین کہا ہی کہ اہل اصول کی رائے اسپر مستقر ہوگئی ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکہتا ہو وہ مفتی نہین ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہی کہ جب اوس سے کوئی مسئلہ پوچہے تو وہ مجتہد کے قولکو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانے مین فتوی دیتے ہین وہ درحقیقت فتوی نہین ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اوسپر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتین ہین یا ناقل کے پاس سند ہو اوس امر مین یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اوس کتاب معروف سے جو متداول ہے محمد بن حسن کی کتابون سے اور مانند اونکی اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہی انتہی کذا فی الطحطاوی واعلم اَنَّ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَصْحَابُنَا فِي الرِّوَايَةِ الظَّاهِرَةِ عَنْهُمْ يُفْتِي بِهِ قَطْعًا یہہ معلوم کر کہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم اور اونکے اصحاب متفق ہوگئے اوس روایت مین جو ظاہر ہے انسے تو مفتی اوسکا فتوی دے یقیناً ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوا اور روایات مرجوع عنہا ہین یعنی مطروح ہین یا غیر مشہور نامعتبر ہین اور ظاہر الروایۃ کی کتابین زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہین محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہہ کہ اوسکی روایت امام اعظم یا اونکے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ بتواتر ہو یا بالشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنی وقایہ اور کنز وقدوری وغیرہا بہی ظاہر الروایۃ مین ہین اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہین وَاخْتُلِفَ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَالْاَصَحُّ كَمَا فِي السِّرَاجِيَّةِ وَغَيْرِهَا اَنَّهُ يُفْتِي بِقَوْلِ الْاِمَامِ عَلَى الْاِطْلَاقِ اور اوسمین اختلاف کیا گیا ہی جسمین ہمارے اصحاب مختلف ہین اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا مین ہے یہہ ہی کہ فتوی دیا جاوے امام اعظم کے قول پر مطلقاً یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثُمَّ بِقَوْلِ الثَّانِي ثُمَّ بِقَوْلِ الثَّالِثِ ثُمَّ بِقَوْلِ زُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ پہر اگر امام اعظم کا قول نہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاوے پہر محمد کے قول پر فتوی دیا جاوے پہر زفر اور حسن ابن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاوے طحطاوی نے کہا یہہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین متفق ہون اور امام اعظم منفرد ہون سو

بعضوں نے کہا ہے کہ مفتی مختار ہے چاہے صاحبین کے قول پر فتوی دے چاہے امام کے قول پر انتہی قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ جس صورت اختلاف
امام کے ساتھ ابو یوسف اور محمد بھی ہوں تو دونوں کے متفق قول پر فتوی دیا جاوے کیونکہ دو تین برغیر شرائط اور اما صواب کا انجام ہے اور اگر صاحبین
کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر ان کا اختلاف بوجہ اختلاف عصر و زمان کے ہو چنانچہ قضا بظاہر صالحین تو صاحبین کا قول مختار ہے اور مزارعت اور معاملت
میں اور اوسکی مانند میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہے اور اسکے سوای میں بعضوں نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہے اور عبد اللہ
بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جو دس سوالات کے جواب میں آٹھ سوال کا جواب
ٹھیک دے اور دو جوابوں میں چوک جاوے وہ مجتہد ہے اور بعضوں نے کہا کہ اجتہاد کیواسطے حفظ مبسوط اور معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور مأول کی اور لوگوں کی
عادات اور عرف کا علم ضرور ہے انتہی ما فی الخانیۃ وتصحیح فی الحاوی القدسی مع قوۃ المدرک اور حاوی قدسی میں قوت دلیل کی تصحیح کی ہے ہم کہتے
ہیں یہ اسم مفعول بمعنی دلیل ہے اور یہ قول ترتیب مراتبہ کے مخالف ہے طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسف یا محمد کا وہی
قول مقدم ہے اور وجہ توفیق ان دونوں مختلف قولوں میں یہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول قوی المدرک پر فتوی دے اور نہیں تو مراتب
کی ترتیب متقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ
میں ہے کہ جب ایک مسئلے میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو ان دونوں قولوں میں سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو فتوی دینا جائز ہے ہم طحطاوی
نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کے ہو وہ دونوں یا بلفظ صحیح کے یا ایک میں اصح کا لفظ ہو اور دوسرے
میں صحیح کا ہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہے وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ
وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ وہو الصحیح او الاصح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوہا مما ذکر فی حاشیۃ
البزدوی انتہی اور مضمرات کے اول میں ہے کہ فتوی دینے کی علامات بارہ الفاظ ہیں علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی
میں ذکر ہیں انتہی ما فی المضمرات ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یوں ہے وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہے وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسکو ہم
لیتے ہیں وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آجکے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہے وہو الصحیح اور یہی قول
صحیح ہے او الاصح یا صحیح تر ہے او الاظہر یا ظاہر تر ہے او الاشبہ یا بہت مشابہ تر ہے او الاوجہ یا موجہ تر ہے او المختار یا پسندیدہ تر ہے اور ان الفاظ
کی مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ اخذ علماؤنا قال شیخنا الرملی فی فتاواہ وبعض الالفاظ اٰکد من بعض فلفظ الفتوی
اٰکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی میں کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہیں بعض سے تو
فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہ کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید یہ ہے کہ فتوی جاری نہیں ہوتا مگر ان
امر کے سبب سے جو مقتضی ہے فتوی کا چنانچہ اسانی یا الدیۃ اور لفظ فتوی سے اوسکے حروف اصلیہ مراد ہیں کسی صیغہ میں پائے جائیں کذا فی الحطاوی
ولفظ بہ یفتی اٰکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی علیہ کے لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہے اور اسیطرح لفظ
علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہے والاصح آکد من الصحیح والاحوط آکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ
سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہر اسم تفضیل کے سب صیغوں کا یہی حکم ہے قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی
عند قولہ لا یجوز مس المصحف الا بغلافہ اذا تعارض امامان معتبران عبر احدہما بالصحیح والآخر بالاصح فالاخذ بالصحیح اولٰی لانہما اتفقا
علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق علیہ اوفق وللحفظ شارح نے کہا میں کہتا ہوں لیکن حلبی کی شرح منیہ میں ماتن کے اس قول کے پاس کہ جائز نہیں مصحف
کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہے کہ جب مقابل اور مختلف ہوں ترجیح اقوال میں دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح ہے
اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہے اسواسطے کہ دونوں امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت میں

اتفاق نہین بلکہ ایک امام کا تفرد ہے اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر باحتیاط ہے تو اس استدراک کو یاد رکہنا تحریر اتیت فی رسالۃ لآداب
المفتی اذا ذیلت روایۃ فی کتاب معتمد بالاصح او الاولی او الارفق ونحوھا فلہ ان یفتی بہا وبمخالفہا ایضا ایّا شاء پہر مین نے دیکہا رسالہ
آداب المفتی مین کہ جب کسی معتمد مین روایت مذیل بالاصح ہو یعنی روایت کے بعد لکہا ہو کہ یہہ اصح ہے یا اولی یا ارفق ہے اور مانند اوسکی چنانچہ اوجہ اور احوط
تو مفتی کو اختیار ہے کہ اوس روایت کا فتوی دی اور اوسکی مخالف دوسری روایت کا بہی فتوی دے جسکا چاہے دونون مین سے هم اسواسطے کہ اصح تفضیل اپر
دلالت کرتا ہے کہ مقابل بہی تفضیل کا بہی مرتجم ہے کذا فی الطحطاوی و اذا ذیلت بالصحیح او الماخوذ بہ او بہ یفتی او علیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ
اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکہا ہو تو اوسکی مخالف روایت کا فتوی نہ دے هم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ
کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہے الا اذا کان فی الہدایۃ مثلا ہو الصحیح وفی الکافی بمخالفہ ہو الصحیح فیخیر و
فیختار الاقوی عندہ والالیق والاصلح انتہی فلیحفظ مگر جبکہ ہدایہ مین روایت کی ذیل مین ہو الصحیح ہو اور کافی مین اوسکی مخالف روایت کی ذیل مین ہو الصحیح ہو
تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اوسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی ما فی الرسالۃ تو اوسکو یاد رکہنا چاہیے هم تو ترک کا
اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی درصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی وحاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم
فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین ذکر کیا ہے اوسکا حاصل مطلب
یہہ ہے کہ کچہہ فرق نہین درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بہی انہین علامات افتاء پر عمل کرے مفتی کی مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی
حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنیوالا ہے بحکومت حبس اور تعزیر ہے اگر کوئی عمل نکرے اور اوسکو اختیار ہے اقامت حدود اور قصاص
کا ... نے الطحطاوی وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اور یہہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع
کا پہاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل هم قول مرجوح چنانچہ صاحبین کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اوس قول کی تصحیح نہین ہوئی یا اوسکی وجہ کی تقویت نہین ہوئی اور
اولی بالبطلان ہو ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوی دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسیطرح قول مرجوع عنہ پر فتوی دینا کذا فی الحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع
اور یہہ کہ حکم ملفق یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو مین ایک تہائی بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پہر مقتدی ہو کر نماز
پڑہی فاتحہ چہوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم کے کذا فی الطحطاوی شافعی مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑہنا واجب تہا سو اوسنے ترک کیا اور حنفی
مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتہائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل
اتفاقا وہو المختار فی المذہب اور یہہ کہ پہرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب مین هم مثلا قاضی حنفی نے
ثبوت نکاح بغیر شہود مین امام مالک کی تقلید کی پہر اس تقلید سے رجوع کرنیکا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے
تو یہہ اوسکو جائز نہین معلوم کرنا چاہیے کہ یہہ مطلب نہین ہے کہ یہان جواز تقلید کی مطلقا نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکور مین اسواسطے کہ یہان
تقلید مذکور کے پہرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو مثلا شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلے مین عبارت ہے شافعی کے قول پر عمل کرنے
باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلے مین یہانتک کہ اگر اسی مسئلہ خاص مین جسمین حنفی نے شافعی کی تقلید کی ہے سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب
نہ دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقا علی مذہبہ کا مطلب یہہ ہے کہ اوس مسئلے مین عمل کیوقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی
اگر زمان مستقبل مین ایسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب
مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پہر جاتا ہے شافعی کی تقلید سے مسئلہ متنازعہ فیہا مین تو اوسکا جواب یہہ ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع
ہے نہ اوس واقعہ سے جو بعد اسکے اسی جنس کا حادث ہو اور تقلید مذکور کے جواب مین دو قول ہین قول مختار یہہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور درجہ اوسکی یہہ ہے
کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ مقلد کے نزدیک صواب اور راجح ہے باحتمال خطا اور یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہے اوس سوال کا کہ حنفی کو

تقلید شافعی مین عمل بالحدیث لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہے یہ خلاصہ ہے جیسے ابن سیف الدین میرامی حنفی کے
جواب کا اور فتاوی مین مصنف نے بھی اسپر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید ساتھ ہی جائز نہین اسطرح کہ
حنفی اور حنبلی ایک آن مین ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے یہ مسئلہ مخصوصہ مین تو اوسپر واجب ہے کہ اس مسئلے کے جمیع متعلقات
مین مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصراً وَاِنَّ الْخِلَافَ خَاصٌّ بِالْقَاضِي الْمُجْتَهِدِ یہ
کہ خلاف مخصوص بقاضی مجتہد ہے یعنی امام اور صاحبین کا خلاف اسمین کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا یا نہین تو صاحبین
نے کہا کہ اسکا حکم نافذ نہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف ہو کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور محمد مین امام سے دو روایتین ہین اور بزازی نے کہا کہ صاحبین
نفاذ حکم میں امام کے موافق ہین اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہین کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا الْمُقَلِّدُ فَلَا يَنْفُذُ قَضَاؤُهُ بِخِلَافِ مَذْهَبِهِ اَصْلًا كَمَا فِي الْقُنْيَةِ اور مقلد
قاضی کا حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہین ہوتا جیسے قنیہ میں ہے ھ شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریح مخالف ہے کما فی الطحطاوی قُلْتُ وَلَا سِيَّمَا
فِي زَمَانِنَا فَاِنَّ السُّلْطَانَ يَنُصُّ فِي مَنْشُورِهِ عَلٰى نَهْيِهِ عَنِ الْقَضَاءِ بِالْاَقْوَالِ الضَّعِيفَةِ فَكَيْفَ بِخِلَافِ مَذْهَبِهِ فَيَكُونُ مَعْزُولًا بِالنِّسْبَةِ لِغَيْرِ الْمُعْتَمَدِ مِنْ مَذْهَبِهِ
فَلَا يَنْفُذُ قَضَاؤُهُ فِيهِ وَيُنْقَضُ كَمَا بُسِطَ فِي قَضَاءِ الْفَتْحِ وَالْبَحْرِ وَالنَّهْرِ مین کہتا ہون اور خصوصاً ہمارے زمانے مین حکم مخالف مذہب نافذ نہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے
فرمان مین تصریح کر دیتا ہے قاضی کے روک دینے پر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی نسبت قول غیر معتمد اپنے
مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اوسکا حکم کرنا مذہب کے غیر معتمد پر نافذ نہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا مین یہ
قول مشرح مذکور ہے قَالَ فِي الْبَحْرِ وَهٰذَا صَرِيحُ الْحَقِّ الَّذِي يُعَضُّ عَلَيْهِ بِالنَّوَاجِذِ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن مین کہا اور یہ قول
مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے نَعَمْ اَمْرُ الْاَمِيرِ مَتٰى صَادَفَ فَصْلًا مُجْتَهَدًا فِيهِ نَفَذَ اَمْرُهُ ہان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے
یعنی مختلف فیہ صورت پر جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجایش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا كَمَا فِي سِيَرِ التَّتَارْخَانِيَّةِ وَشَرْحِ السِّيَرِ الْكَبِيرِ فَلْيُحْفَظْ
اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وَقَدْ ذَكَرُوا اَنَّ الْمُجْتَهِدَ الْمُطْلَقَ قَدْ فُقِدَ اور البتہ علماء نے
ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنے جو اصول اور قواعد مین دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہو گیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہین ہے ھ طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق پیدا
ہونا ممکن ہے یعنی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانے مین مقید اور منحصر نہین ہے حافظ شیراز نے فرمایا ہے فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ۔ دیگران
ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ۔ وَاَمَّا الْمُقَيَّدُ فَعَلٰى سَبْعِ مَرَاتِبَ مَشْهُوْرَةٍ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہین ھ مراتب سبعہ کا یون بیان ہے کہ
پہلا طبقہ مجتہدین فی الشرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور انکی مانند جنہون نے اصول اور قواعد کو بیان اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور
سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور دوسرا طبقہ انکے مقلدین میں دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا جیسے ابو یوسف اور محمد وغیرہما من اصحاب ابی حنیفہ
جنہون نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے بموجب ان قواعد کے جو امام اعظم نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہ نے بعض احکام فروع مین امام کا خلاف کیا
لیکن قواعد اور اصول مین انکے تابع ہین اور اسی وجہ سے امام شافعی وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف اور طحاوی اور ابو الحسن
کرخی اور شمس الائمہ حلوانی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت نہ تو اصول مین
نہ فروع مین لیکن وہ ان احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنمین امام سے روایت نہیں ہے چوتھا طبقہ اصحاب تخریج کا مقلدین سے چنانچہ
رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہین لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنی
پہلودار قول کی تفصیل پر قادر ہین اوسکے امثال اور نظائر پر قیاس کرکے ہدایہ مین جو بعض مواقع مین تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سو اسکا یہی مطلب ہے پانچوان طبقہ
اصحاب ترجیح کا مقلدین سے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند انکی انکا یہ کام ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہین اسطرح
کہ یہ قول اولیٰ ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا ارفق ہے روایت کی راہ سے وَهٰذَا اَرْفَقُ لِلنَّاسِ چھٹا طبقہ ان مقلدون کا جو قادر ہین اقوی

اور قوی اور ضعیف اور نیز مذہب اور نیز مرادروایہ اور ردوایات نادرہ کو امتیاز کرتے ہین درمیان جیسے متون اربعہ کے مصنف یعنی صاحب کنز اور صاحب مختصر اور صاحب
وقایہ اور صاحب مجمع انکی ترتیب یہہ ہو کہ اپنی کتابون مین اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہین کرتے سا توان طبقت اُن مقلدون کا جو تمیز روایات نادر
نہین لاتے اور فربہ مین فرق نہین کرتے شمال کو یمین سے ممتاز نہین کرتے بلکہ جمع کرتے ہین روایات کو جو پاتے ہین حاطب اللیل کی مانند افسوس ہے اُنپر اور اُنکو
مقلد ون پر یہہ کہا ہے شیخ الاسلام علامہ کمال پاشا نے کذا فی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان
المختار اور اسیطرح مراتب سبعہ کو طحطاوی نے ابن کمال پاشا کے رسالہ وقف بنات سے مختصر نقل کیا ہو اور کہا ہو کہ مجتہد مطلق بہی اُن طبقات مین داخل ہو اور
صریح کلام شارح اسکی مخالف ہو اور اسکو مجتہد مقید کہنے مین یہہ خلل ہے کہ طبقہ سابعہ بلکہ سادسہ بہی مقلد محض مین کچہہ بہی اجتہاد پر قادر نہین فاما نحن
فَعَلَيْنَا اتِّبَاعُ مَا رَجَّحُوهُ وَمَا صَحَّحُوهُ كَمَا لَوْ اَفْتَوْا فِي حَيٰوتِهِمْ اور ہم لوگون پر تو پیروی اُس قول کی لازم ہو جسکو علماء مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہو اور
تصحیح کی ہو جیسے اُنسے بصورت تعین پیروی اُنکی لازم تہی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ مین زندہ ہوتے اور فتوی دیتے ف ترجیح اور تصحیح سے اُنکی تمام علامات مذکورہ مراد
ہین نہ فقط لفظ ترجیح اور تصحیح کا فَاِنْ قُلْتَ قَدْ يَحْكُوْنَ اَقْوَالًا بِلَا تَرْجِيْحٍ وَقَدْ يَخْتَلِفُوْنَ فِي التَّصْحِيْحِ پہر اگر تو اے سائل یون کہے کہ کبہی اقوال کو بدون
ترجیح کے نقل کرتے ہین اور کبہی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین ف حاصل سوال کا یہہ ہے کہ اتباع مرجح کا نہین ہو سکتا جب کہ ایک قول کی ترجیح نہو اور جبکہ اصلا ترجیح
نہو یا ترجیح مین اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگا قُلْتُ يُعْمَلُ بِمِثْلِ مَا عَمِلُوْا مِنِ اعْتِبَارِ تَغَيُّرِ الْعُرْفِ وَاَحْوَالِ النَّاسِ وَمَا هُوَ الْاَرْفَقُ وَمَا ظَهَرَ
عَلَيْهِ التَّعَامُلُ وَمَا قَوِيَ وَجْهُهُ وَلَا يَخْلُو الْوُجُوْدُ عَمَّنْ يُمَيِّزُ هٰذَا حَقِيْقَةً لَا ظَنًّا وَعَلٰى مَنْ لَمْ يُمَيِّزْ اَنْ يَّرْجِعَ لِمَنْ يُمَيِّزُ لِبَرَاءَةِ ذِمَّتِهٖ مین سوال مذکور
کا جواب دیتا ہون کہ صورت مذکورہ مین عمل کیا جاوے جسطرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنی اعتبار کرنا عرف کے بدل جانیکا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار
کرنا اُس قول کا جو لوگون پر آسان تر ہوا اور جسپر لوگون کا عمل جاری ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہو اور وجود خالی نہوگا حقیقت مین نہ فقط گمان مین
ایسے شخص سے جو تمیز کرے اسکو یعنی تغیر عرف اور ارفق اور تعامل کو اور جسکو اسکی تمیز نہو اوسپر لازم ہو کہ اہل تمیز کیطرف رجوع کرے اپنے بری الذمہ ہونیکے
واسطے ف تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہو تو یہہ تکرار ہے اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے اور مشہور ترتیب سابق ہو
اور شخص ممیز کیطرف رجوع کرنا گاہے دشوار ہوتا ہو کیونکہ وہ شہر بعید مین ہے تو انضباط اور محکم تر وہی ترتیب ہو جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنی امام کے قول
پر فتوی علی الاطلاق پہر ابو یوسف کے الخ کذا فی الطحطاوی فَنَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى التَّوْفِيْقَ وَالْقَبُوْلَ بِجَاهِ الرَّسُوْلِ سو اب ہم سوال کرتے ہین اللہ تعالی سے
امر خیر کی مدد کاری اور مقبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم كَيْفَ لَا وَقَدْ يَسَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى ابْتِدَاءَ تَبْيِيْضِهٖ فِي الرَّوْضَةِ الْمُحْتَرَمَةِ
وَالْبُقْعَةِ الْمُؤْنِسَةِ تُجَاهَ وَجْهِ صَاحِبِ الرِّسَالَةِ وَحَائِزِ الْكَمَالِ وَالْبَسَالَةِ وَصَحْبِهِ الْجَلِيْلَيْنِ الضَّجِيْعَيْنِ الْكَامِلَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَنْ سَائِرِ الصَّحَابَةِ
اَجْمَعِيْنَ وَعَنَّا وَعَنْهُمْ مُقْتَدِيْهِمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اور کیونکر یہہ کتاب مقبول نہو حال آنکہ حق تعالی نے ابتدا صاف کرنے اس کتاب کی مسودہ سے
مستند کیطرف میسر کردی روضہ محفوظ اور مکان مانوس مین سامنے چہرہ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت کے اور سامنے رسول کریم کے
نقل ملاقات
دو ہمخوابون کے جو جلیل القدر اور دو شیر کامل الوجود ہین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق راضی ہو اللہ تعالی اُن دونون سے اور باقی تمام اصحاب سے اور
ہمارے باپ دادون سے اور اصحاب کے نیک پیرون سے قیامت کے دن تک ثُمَّ تُجَاهَ الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ تَحْتَ الْمِيْزَابِ وَفِي الْحَطِيْمِ وَالْمَقَامِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى
الْمُيَسِّرُ لِلْاِتْمَامِ پہر ابتدا صاف کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم مین اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان
کرنیوالا ہے ف تو ابتدا حقیقی تصنیف اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ مین روضہ مقدسہ کے اندر مواجہہ شریف نبوی مین ہوئی اور ابتدا ہوا اضافی بیت اللہ
مین ہوئی وَذٰلِكَ مِنْ اٰيِ عَلَامَاتِ الْقَبُوْلِ اگر کریم علی الاطلاق مترجم دورافتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول صلعم مقبول کرلے تو اوسکی رحمت
سے تعلق سے کچہہ دور نہین سعدی برکریمان کارہا دشوار نیست + بعد فراغ خطبہ مقدمہ اب شارح رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح مین شروع کرتا ہے اور
مترجم اوسکے ترجمہ کرنے مین +

کتاب الطہارت

کتاب الطہارۃ

یہہ کتاب ہی طہارت کی یعنی پاک صاف ہونیکے مسائل قدمت العبادات علی غیرہا اہتماماً بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کے رعایت کرنے سی ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ مین داخل نہین اور عبادات پانچ قسم مین نماز زکوۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات ترکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہین قتل نفس کا قصاص اور اخذ مال کا حد اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سوا اہل تصانیف نے فقہ کی تمام کتابون مین اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہی اسواسطے کہ انکو شان عبادات کا اہتمام منظور ہے اسکی وجہ اظہر ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہی اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہی بہ نسبت معاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث مین ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہو قال اللہ تعالی الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ متقی وہ ہین کہ ایمان بالغیب لاتے ہین اور نماز کو قائم کرتے ہین اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہین ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرانی وشرطہا المختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص نماز لازم ہے نماز کو اور اسکی تمام ارکان مین یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سی ایک یہہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسری یہہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اسکی تمام ارکان کو لازم ہوا اور شرط ہر شی کی مقدم ہوتی ہے اوسکی مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوۃ کے اسواسطے کہ وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سی آخر تک ضرور نہین ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا بقدر وقت کا ہونا تحریمہ کیوقت کافی ہے اور اسیطرح نیت کا علاوہ اسکے یہہ کہ نیت مخصوص بنماز نہین بلکہ جمیع عبادات کیے ضروری ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سی ساقط ہوجاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص بنماز نہین ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف مین بھی طہارت شرط ہی طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یون ہوسکتا ہے کہ طہارت نماز کیواسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کیواسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سی ہو وما قیل قدمت لکونہا شرطا لا یسقط اصلا و لذا فاقد الطہورین یؤخر الصلوۃ فاورد علیہ ان النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہین ہوتی یعنی عذر کے ہونے سی بھی اور اسیواسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانیوالا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہی کہ نیت بھی ایسی ہی کہ ہرگز ساقط نہین ہوتی سو یہہ تینون دعوی مردود ہین ہم پہلا دعوی یہہ ہی کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلا ساقط نہین ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہہ ہے کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہین ہوتی پہر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہی شارح نے ان تینون دعوون کو غیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کیصورت یہہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسی مکان مین محبوس ہوا جہان پانی نہین اور اوسکی زمین اور دیوارین نجس ہین اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہہ ہی کہ قنیہ وغیرہا مین ہے کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہوا اوسکو زبان سی نیت کرنا کفایت کرتا ہی ہم ارادہ دل کا نام نیت ہی نہ زبان سی بولنے کا تو دیکھو کہ یہان پریشان دل سی نیت کرنا ساقط ہوگیا تو نیت عدم سقوط مین طہارت کی برابر نہ ٹھہری یہہ رد تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت مین کلام ہے اسواسطے کہ اگر الفاظ زبانیکو نیت کا بدلا ٹھہرا مفہوم ہوتا ہی اور حالانکہ یہہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہان بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہین ہوتا بلکہ جب کہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہوا تو ذکر لسانی اصل ہوگیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل مین آیا اوسیقدر حصول نیت مین کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہین کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کیواسطے

زید اور یہہ نہیں کہ فقط النا غذ پانی کا نہیں و اما الطہارۃ ففی الظہیریۃ وغیرہا من قطعت یداہ ورجلاہ وبوجہہ جراحۃ یصلی بلا وضوء ولا تیمم ولا یعید فی الاصح اور طہارت کا حال تو یہہ ہی کہ ظہیریہ وغیرہا مین ہی کہ جس شخص کے دونو ہاتھہ اور دونو پانون کٹے ہون اور اوسکی چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بدون وضوء اور بغیر تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول مین یعنی چہرہ درست ہونیکے بعد اوسپر اعادہ نماز کا نہین ھم پہر دہی پہلے دعوے کا یعنے اس صورت مین طہارت ساقط ہوگئی ظہیریہ مین کا ذکر کرنے سی سکوت کیا اسواسطے کہ اکثر اعضا مجروح ہین تو ایسی صورت مین تیمم کا حکم ہے لیکن تیمم بھی ساقط ہوگیا ہاتھون کے نہونے سی واما فاقد الطہورین ففی الفیض وغیرہ انہ یتشبہ بالمصلین عندہما والیہ صح رجوع الامام وعلیہ الفتوی اور فاقد الطہورین کا تو حال یہہ ہے کہ فیض وغیرہ مین ہے کہ فاقد الطہورین نماز یونکی مانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول کیطرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ھم یہہ جواب ہی دعوی ثانیہ کا ان افعال کو نماز نکہا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا واجب ہوگا تو حقیقت مین یہہ جواب نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یہہ نماز کی صورت ہی نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت مین نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہوتا قلت وبہ ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر کصلوتہ لغیر القبلۃ او مع ثوب نجس وہو ظاہر المذہب کما فی الخانیۃ مین کہتا ہون اور ظہیریہ کے مضمون گذشتہ سی یہہ ظاہر ہوا کہ بدون طہارت کے قصداً نماز کا پڑہنا آدمی کو کافر نہین کر دیتا جیسے غیر قبلہ کیطرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھہ نماز پڑہنا کافر نہین کرتا اور یہی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے چنانچہ یہی فتاوی قاضی خان مین ہے ھم تینون صور تون مین عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال وعدم استخفاف ہی اور مسئلہ ظہیریہ پر تعمد صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت مین مفروض ہے تو حالت اختیار کو اوسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا وفی سیر الوہبانیۃ وفی کفر من صلی بغیر طہارۃ مع العمد خلف فی الروایات یسطر اور وہبانیہ کی کتاب السیر مین ہے اور اوس شخص کے کفر مین جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑہے اختلاف ہی روایات مین کہ کتابون مین مرقوم ہے ھم یعنی علماء مذہب کا اسمین اختلاف ہے اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہی بلکہ فقہانے فرمایا ہی کہ اگر ننانوے روایتین متفق پائی جاوین ایک مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اوسی ضعیف روایت پر عمل کرے نہ اور قوی روایتون پر کذا فی الطحطاوی ثم ہو مرکب اضافی پہر ہم کہتے ہین کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنی دو نون لفظون سے مرکب ہی پہلے لفظ کو مضاف کہتے ہین اور دوسرے کو مضاف الیہ عربی زبان مین مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی مین مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی لفظ دونون کے بیچ مین آتا ہی چنانچہ کتاب الطہارۃ یعنی طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر او مفعول لفعل محذوف کتاب الطہارۃ مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول ھم جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہی تو وہ اسمیہ ہی اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہی سو اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہین اور دوسری جز کو خبر چنانچہ زید قائم زید مبتدا ہی اور قائم اوسکی خبر اور جملہ فعلیہ کی پہلی جز کو فعل کہتے ہین اور دوسری کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو مبتدا قرار دیجئے تو خبر اوسکی محذوف ہی یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اوسکو خبر کہئے تو مبتدا محذوف ہی یعنے ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اوسکو مفعول فرض کیجئے تو فعل اور فاعل اوسکا محذوف ٹہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرأ کتاب الطہارۃ یعنی لے کتاب الطہارۃ کو یا پڑہ اوسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورتمین آخر کتاب پر رفع یعنی پیش ہوگا اور مفعول ہونے مین نصب یعنی زبر ہوگا یہہ سب اوس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارۃ کو پورا کلام قرار دیجئے فان ارید بہ التعداد بنی علی السکون پہر اگر کتاب الطہارۃ کے لفظ سی شمار کا ارادہ کیا جاوی تو آخر کتاب کا حرف یعنی بے پر سکون اور جزم ہوگا ھم یعنی جو کتابین متن مین مذکور ہین اونکو کوئی شخص بطور اعداد گنے تو حرف اخیر کتاب کا مبنی علی السکون ہوگا کیونکہ وہ حروف کا مشابہ ٹہرا عدم اعراب مین وکسر تخلصا من الساکنین اور اسی حرف اخیر کو شمار کیصورت مین کسرہ یعنے زیر دیا جاتا ہی تاکہ التقاء ساکنین سی مخلصی حاصل ہو پہلا ساکن بار موحدہ ہے اور دوسرا ساکن طاء اولی مشددہ واضافتہ لامیۃ لا معنیۃ اور کتاب الطہارت کی اضافت لام والی ہی نہ من والی ھم اضافت تین قسم ہے اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا یا مباین ہی یا عین ہی یا ظرف ہی

ذکر مباحث ہو تو وہاں اضافت بمعنی لام ہو جو اختصاص پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر مین سے
مضاف کا نوع ہو تو وہاں اضافت بمعنی من بیانیہ جائز ہوتی ہے جیسا کہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو تو وہاں اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے
ہوتی ہے جیسا کہ صوم الیوم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہے تو جبکہ اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یون ٹھہری کہ کتاب موضوع لبیان
مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہے اور چونکہ طہارت عین کتاب نہیں لہذا شارح نے اسکی لامی کی اسطرح کہ یہہ اضافت
من والی نہیں ہو اور ماتن کی شرح مین جسکا نام منح الغفار ہے لکھا ہے کہ یہان اضافت بمعنی فی موجہ ترجمہ تو مطلب یہہ ہوگا کہ یہہ کتاب ہے مسائل طہارت کے
بیان مین [illegible] اور کتاب الطہارت کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہوا ان مسائل کا اسکے دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت
کی شناخت پر موقوف ہے یا نہیں ھم یہہ سوال ہے شارح اسکا جواب آگے دیتا ہے الراجح نعم قول راجح یہہ ہے کہ ہان موقوف ہے ھم مرکب جبکہ
نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول صحیح مرجوح یہہ ہے کہ اسکی تعریف اسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطے کہ نام ہوکر اپنے معنی
افرادی سے علیحدہ ہوگئی جیسا کہ عبد اللہ کسیکا نام رکھا اور قول راجح قوی یہہ ہے کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہے بذریعہ توضیح کیونکہ جب سے
نام خصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو جیسا کہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر بحث کرکے دونون مفرد یعنی مضاف
اور مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہے فالکتاب مصدر بمعنی الجمع لغۃ تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہے معنی جمع یعنی ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ
اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہے ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہے نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسے ہی کتابت اور
بھی اسکا مصدر ہے کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہے جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اسکے معنی مین آتا ہو لفظ جیسا کہ جلوس بیٹھنا قیام کھڑا
ہونا جعل اسما لمسائل مستقلۃ بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا نام اور لقب قرار دیا ہے بمعنی مجموعہ ھم
یعنی جمع کرنا ان الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کرین یہی مراد ہے کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہہ ہے کہ ان مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اس شی پر
جو اس سے پہلے اور پیچھے ہے سو کتاب الطہارۃ مثلا مستقل ہے یعنی کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہہ مطلب نہین کہ وہ اصل
ہے کسیکا تابع نہین کیونکہ یہہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہے صلوۃ کی مسائل کی قید سے ان حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل
نہین ہین اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکل گئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہین کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہے جو داخل
ہے اس صنف کے تحت مین جسکا باب نام ہے اور باب اس صنف کے تحت مین ہے جسکا نام کتاب ہے اور کتاب اس صنف کے تحت مین ہے جو سب سے اعلم ہے تو
علم مذکور صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل اسکی اصناف سافلہ ہین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہے اسکو جسکی مسائل کی ایک ہی
نوع ہے جیسا کہ کتاب اللقطہ اور اسکو جسکی بہت انواع ہین جیسا کہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول
ہے یا کہ فعال کا صیغہ بمعنی مفعول آتا ہے جیسے لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطا منہما والطہارۃ مصدر طہر بالفتح والضم بمعنی
النظافۃ لغۃ اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہے طہر کا جو فعل ماضی مفتوح العین ہے اور مضموم العین بھی آتا ہے یعنی بلغت ھم صاحب قاموس نے عین
ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے ولذا افردھا اور ماتن نے اسیواسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی چونکہ طہارت کا
لفظ مصدر ہے اور اصل مصدر مین افراد ہے لہذا مصنف اسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے انواع بہت ہین جیسا کہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ
مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہے وشرعا النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہے نجاست حکمی یا نجاست حقیقیہ
سے ومن جمع نظر الی انواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وھی کثیرۃ
اور اقسام طہارت کے بہت ہین جیسا کہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتین مشہور ہین
یعنی جن امور کیواسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین مین مشہور ہین ازانجملہ گناہون کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل الا بہا

اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہی مباح کر لینا ہے اُس عمل کا جو حلال نہین بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور
مصحف کا چھونا ہم ثواب کو طہارت کا حکم نکہا اسواسطے کہ طہارت مین ثواب لازم نہین کیونکہ ثواب موقوف ہی نیت پر اور نیت طہارت مین شرط نہین
وَسَبَبُهَا اَیْ سَبَبُ وُجُوْبِهَا مَا لَا يَحِلُّ فِعْلُهٗ فَرْضًا كَانَ اَوْ غَيْرَهٗ كَالصَّلٰوةِ وَمَسِّ الْمُصْحَفِ اِلَّا بِهَا اَیْ بِالطَّهَارَةِ اور طہارت واجب ہونیکا
سبب وہ فعل ہے جو حلال نہین ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا صاحب البحر قَالَ بَعْدَ ذِكْرِ
الْاَقْوَالِ وَنَقْلِ كَلَامِ الْكَمَالِ الظَّاهِرُ اَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْاِرَادَةُ فِي الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین ابن نجیم مصری نے بعد
ذکر کرنے اقوال علما کے سبب طہارت مین اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ
کرنا ہی نماز فرض اور نفل کا ہم طہارت کے سبب مین چار قول ہین پہلا قول سرخسی کا کذا فی المنح یہہ ہی کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہے طہارت کا دوسرا یہہ کہ اقامت
صلوۃ سبب ہے تیسرا یہہ ہی کہ ارادہ نماز کا سبب ہے چوتھا یہہ کہ وجوب صلوۃ سبب ہی نہ وجود صلوۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہہ شبہہ کیا کہ اگر
ارادہ نماز سبب ہو طہارت کا تو اُسکا مقتضی یہہ ہی کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے اور وضو نکرے تو گنہگار ہو اگرچہ نماز نہ پڑھے حالانکہ ایسا نہین ہی یعنی اگرچہ
نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیئے کہ وضو نکرنے سے گنہگار رہے اسکا جواب شارح نے آگے بطریق استدراک کے دیا لٰكِنْ بِتَرْكِ اِرَادَةِ النَّفْلِ يَسْقُطُ
الْوُجُوْبُ ذَكَرَهُ الزَّيْلَعِيُّ فِي الطَّهَارَةِ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہے لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت کا ساقط ہو جاتا ہی ایسا ذکر کیا ہے
زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ مین ہم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اوسپر واجب ہوئی پھر جبکہ نفل پڑھنے سے دل ہٹا تو طہارت بھی
ساقط ہو گئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کیواسطے تھا کذا فی الطحطاوی وَقَالَ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ فِي تَكْمِلَتِهِ الصَّحِيْحُ اَنَّ سَبَبَ وُجُوْبِ الطَّهَارَةِ
وُجُوْبُ الصَّلٰوةِ اَوْ اِرَادَةُ مَا لَا يَحِلُّ اِلَّا بِهَا اور علامہ قاسم نے اپنی تکملہ مین کہا کہ اقوال مذکورہ مین سے صحیح قول یہہ ہی کہ وجوب طہارت کا سبب واجب
ہونا ہی نماز کا یا ارادہ کرنا اُس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول یعنی وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی
طہارت کو شامل نہین اسواسطے کہ یہان وجوب نہین جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہہ کہ اسکو ارادہ مالا یحل کے تحت مین مع ملاحظہ استدراک داخل کیجیے
وَقِيْلَ سَبَبُهَا الْحَدَثُ فِي الْحُكْمِيَّةِ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہی نجاست حکمیہ مین ہم نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے آئی
نجاست ثابت ہوئی ظاہر مین کوئی نجاست بذریعہ محسوس نہین وَهُوَ وَصْفٌ شَرْعِيٌّ يَحِلُّ فِي الْاَعْضَاءِ يُزِيْلُ الطَّهَارَةَ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہی کہ
اعضا مین ساری اور طاری ہو جاتی ہی طہارت کو دور کر دیتی ہی ہم وصف اور صفت لغت مین مترادف مصدر ہین لیکن اصطلاح مین صفت عبارت ہی
اُس معنی سے جو موصوف مین قائم ہی اور وصف ذکر کرنا ہی موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وَمَا قِيْلَ اِنَّهٗ مَانِعِيَّةٌ
شَرْعِيَّةٌ قَائِمَةٌ بِالْاَعْضَاءِ اِلٰى غَايَةِ اسْتِعْمَالِ الْمُزِيْلِ فَتَعْرِيْفٌ بِالْحُكْمِ اور یہہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث مانعیت شرعی ہی یعنی بحکم
شرع مانع ہی نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہی اعضا مین تا حد استعمال مزیل یعنی جبتک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہہ تعریف ثمرہ حدث سے
یعنی مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہی اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنی وصف شرعی مزیل طہارت وَالْخَبَثُ فِي الْحَقِيْقِيَّةِ
اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہی نجاست حقیقی مین وَهُوَ عَيْنٌ مُسْتَقْذَرَةٌ شَرْعًا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے چنانچہ
بول و براز اور شراب شرع کی قید سے طاہر مستقذر طبیعی خارج ہو گیا چنانچہ بلغم اور رینٹھ وَقِيْلَ سَبَبُهَا الْقِيَامُ اِلَى الصَّلٰوةِ اور بعضون نے کہا کہ
طہارت کا سبب قائم ہونا ہی نماز کیواسطے یہہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان مین چوتھا وَنُسِبَا اِلٰى اَهْلِ الظَّاهِرِ وَفَسَادُهُمَا ظَاهِرٌ
اور وہ دونو قول یعنی حدث اور خبث کا سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کیطرف نسبت کیا گیا ہی اور دونون قولونکا ناکارہ اور نکمے
ہونا ظاہر ہے ہم اہل ظاہر وہ علما ہین جو قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہین اجتہاد کے منکر ہین ازانجملہ داؤد ظاہری ہی وجہ فساد قول
اول کی یہہ ہی کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے ہین پھر کسطرح اوسکی وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہین ہو سکتی

اسکا جواب یون دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ کو ناقض ہیں اور طہارت لاحقہ کو موجب ہین تو کچھ منافات نرہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ
ہے کہ ایک وضو چند نمازون کیواسطے کافی ہے اور اگر قیام کو سبب طہارت کا قرار دیجئے تو لازم آتا ہے کہ ہر نماز کیواسطے تازہ وضو واجب ہو اور
قولہ تعالی اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوا الآیۃ کا مطلب یہہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو نماز کا اور با وضو نہو تو وضو کرو دیکھو تفسیر ارشاد اور تبیین التوضیح
والتلویح الی التلویحات ویظہر اثر الخلاف انما یظہر فی نحو التعالیق اور اسکو ذکر کیا کہ طہارت کے سبب مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین
ہوتا ہے مگر تعلیقات کی مانند مین هم تعلیق یہہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال آیندہ سے معلوم ہوگا نحو ان وجبت علیک
طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق مین کہ مرد نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھپر طہارت واجب ہوگی تو تجھپر طلاق ہے هم تو ہر قائل کے نزدیک جب
سبب طہارت کا متحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور خبث سے سرخسی کے نزدیک اور قیام
الی الصلوۃ سے ظاہریون کے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہوگی دون الاثم للاجماع علی عدمہ بالتاخیر
عن الحدث ذکرہ فی التوشیح اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر ہوگا کیونکہ سبکا اتفاق ہے گناہ کے ہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث
سے ایسا ذکر کیا ہے توشیح مین وفیہ انہ قد وقع فی الشرح حسن بنان البقرۃ من حقیقۃ الاثر بل نوع من بہا مو تسعیر بحول الوجہ کا مصلیۃ فاذا ضاق
الوقت صار الوجود فیہا مضیقا اور توشیح کے کلام مذکور سے دفع ہوگیا وہ جو معراج الدرایۃ مین ہے ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت
وسعت کے ساتھ ہے وقت کے آنے سے جیسے نماز کے ادا کرنے میں وسعت ہے پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنی جب
وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجایش نرہیگی وشرائطہا ثلاث عشرۃ علی ما فی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا بر اسکے جو کہ
جو اشباہ مین ہے هم شرائط جمع ہے شریطہ کی اور شریطہ بمعنی شرط ہے اور شرط وہ ہے جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اوسکے وجود سے مشروط کا
نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع ازانجملہ وجوب طہارت کی نو شرطین ہین هم شرائط وجوب کی انکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین
مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو وشرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی شرطین چار ہین هم شرائط صحت انکو کہتے ہین کہ طہارت
بدون ان شرطون کے صحیح نہو اور یہہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو دیکھو لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اوسکی
طہارت صحیح ہوگی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین ونظمہا شیخ مشائخنا العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ؎ شرط الوجوب
العقل والاسلام وقدرۃ ماء والاحتلام اور ان شرائط کو نظم کیا ہمارے استاد ون کے استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو
یون کہا کہ وجوب طہارت کی شرط عقل ہے اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا هم تو مجنون پر اور کافر
پر اور مقطوع الیدین والرجلین پر اور فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین ؎ وحدث ونفی حیض
وعدم نفاسہا وضیق وقت فلتہم اور وجود حدث کا اصغر ہو یا اکبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جبکہ ہم مراد ہے پس اخیر شرط
مین وجوب طہارت کی هم تو ستوضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر اور وقت صلوۃ کے وسعت مین طہارت واجب نہین ؎ وشرط صحۃ
عموم البشرۃ بماءہ الطہور ثم والنزرۃ فقد نفاسہا وحیضہا ثم یزول کل مانع عن البشرۃ اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر بدن پر
مطہر پانی کا گذرنا پھر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہونا اوسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط صحت کی دور ہونا مانع طہارت کا بدن سے
چنانچہ آنکھ کا کیچڑ اور موم وغیرہ جیسا هم طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض اور نفاس وجوب طہارت کی بھی شرطین ہین اور صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف
ہے تو وجوب ہی خطاب کیوجہ سے اور صحت ہے ادای واجب کیوجہ سے وجعلہا فی النہر اربعۃ اور بعضے عالمون نے طہارت کی شرطونکو چار قسم
ٹھہرایا ہے شرط وجودہا حسا ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہے یعنی وہ شرط کہ طہارت بدون اوسکے خارج مین محسوس اور موجود
نہو سو اسمین تین شرطین ہین وہی محل قابل والمزال عنہ والقدرۃ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اس چیز کا جو نجاست کو زائل کرے جیسے پانی

دوسرے ہونا اُس چیز کا جس سے نجاست دور کیجاے جیسا نچہ بدن اور کپڑا مثلاً تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنی مزیل نجاست کو استعمال کرسکنا وَشَرْطُ وُجُوْدِهَا الشَّرْعِيِّ
دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی کی شرط ہے یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اوسکے کذا فی الطحطاوی کَوْنُ الْمُزِيْلِ مَشْرُوْعَ الْاِسْتِعْمَالِ
فِيْ مِثْلِهٖ شرط مذکور ہونا ہے مزیل کا مشروع الاستعمال اس طرح کہ مشروع ہو جیسا نچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جس
مزیل کو جس مُزال عنہ کیواسطے شریعت مین مقرر کیا ہے اوسی سے وہان طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونیسے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور بدن اور
برتن وَشَرْطُ وُجُوْبِهَا التَّكْلِيْفُ وَالْحَدَثُ تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنی عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ﮪ تو یہہ چار شرطین ہین عقل
بلوغ اسلام حدث وَشَرْطُ صِحَّتِهَا صُدُوْرُ الْمُطَهِّرِ مِنْ اَهْلِهٖ فِيْ مَحَلِّهٖ مَعَ فَقْدِ مَانِعِهٖ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہے طاہر کرنیوالی چیز کا اہل تطہیر سے
محل مین مانع تطہیر کے نہونیکے ساتھہ ﮪ اہل تطہیر سے مراد یہہ ہے کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہے اور عدم مانع سے مراد یہہ ہے کہ اثناء
طہارت مین ناقض نہو کذا فی الطحطاوی وَنَظَمَهَا فَقَالَ ؎ تَعَلَّمْ شُرُوْطًا لِلْوُضُوْءِ مُهِمَّةً مُقَسَّمَةً فِيْ اَرْبَعٍ وَثَمَانٍ اور بعض مذکورنے شرائط طہارت کو
نظم کیا اور کہا کہ اے مخاطب سیکھہ لے وضو کی ضروری شرطونکو جو منقسم ہین چار اور آٹھہ یعنی بارہ شرطین ہین ؎ فَشَرْطُ وُجُوْدِ الْحِسِّ مِنْهَا ثَلَاثَةٌ سَلَامَةُ
اَعْضَاءٍ وَقُدْرَةُ اِمْكَانٍ لِمُسْتَعْمَلِ الْمَاءِ الْقَرَاحِ وَمَعًا تو انمین سے وجود حسی کی تین شرطین ہین ایک اعضا کا سلامت ہونا جسکو سابق شرح مین وجود المزال
عنہ کہا تہا اور دوسری شرط قدرت ممکنہ خالص پانی کے استعمال کرنیوالیکے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہے شرطین مذکورین کے ساتھہ جسکو شرح مین مزیل تعبیر کیا تہا
؎ وَشَرْطُ وُجُوْدِ الشَّرْعِ خُذْهَا بِاَمْيَانٍ فَمُطْلَقُ مَاءٍ مَعَ طَهَارَتِهٖ وَمَعَ طَهُوْرِيَّتِهٖ اَيْضًا فَخُذْ بِبَيَانٍ اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل کے
سو وہ مطلق پانی ہے اوسکے پاک ہونیکے ساتھہ اور اوسکی پاک کردینے کی بھی ساتھہ سو ظفریاب ہو اس بیان سے ﮪ حاصل مطلب یہہ ہے کہ وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک
تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے اُسکا پاک ہونا تیسرے اُسکا مُطَهِّر ہونا یعنی پاک کرنیوالا ان شرطونکو شرح مین کَوْنُ الْمُزِيْلِ مَشْرُوْعَ الْاِسْتِعْمَالِ فِيْ مِثْلِهٖ کے ضمن مین تعبیر کیا پانی
مطلق وہ ہے جو بدون اضافت کے بولا جاے اور اوسکے مقابل پانی مقید ہے جو اضافت کیساتھہ بولا جاتا ہے جیسا نچہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنی تربوز کا
پانی سو پانی مقید سے وضو اور غسل درست نہین جیسا نچہ آگے معلوم ہوگا ؎ وَشَرْطُ وُجُوْبٍ وَهُوَ اِسْلَامُ بَالِغٍ مَعَ الْحَدَثِ التَّمْيِيْزُ بِالْعَقْلِ يَا عَانِيْ
اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے جوان کا حدث کے ساتھہ اور تمیز کرنا عقل سے اے مخاطب فوائد کے قصد کرنیوالے ﮪ یعنی وجوب طہارت کی چار شرطین
ہین اسلام بلوغ عقل حدث دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے رد المختار مین بجاے یا عانی کے بایمان مکتوب ہے سو ظاہرا صحیح نہین وزن کے برہم ہونے سے اور
طحطاوی اور حلبی رد المختار کے محشیون نے یا عانی کی تصریح کی ہے اور اوسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہے طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہوا عنی یعنی عنایۃ کا اور حلبی
نے اوسکو بمعنی اسیر کہا ہے ؎ وَشَرْطٌ لِتَصْحِيْحِ الْوُضُوْءِ زَوَالُ مَا يُبَعِّدُ اِيْصَالَ الْمِيَاهِ مِنْ دَرَنٍ كَشَمْعٍ وَرَمَصٍ ثُمَّ انْتِحَالٍ + وُضُوْءًا مُنَافِيًا عَاطِيْ
ذَوِي اللِّسَانِ اور وضو صحیح ہونیکے پہلے شرط زائل ہونا اُس میل کچیل کا جو پانی کو بدن پر نہ پونہچنے دے جیسا نچہ موم اور آنکھہ کا کیچڑ پہر دوسری شرط یہہ ہے کہ وضو کے
اندر کوئی ناقض نہ آوے اے مخاطب بڑون کے بڑے ؎ وَزِيْدَ عَلٰى هٰذَيْنِ اَيْضًا تَقَاطُرٌ مَعَ الْغَسْلَاتِ لَيْسَ هٰذَا الَّذِي الثَّانِيْ اور ان دونو شرطون پر
دہونے کے ساتھہ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہے یہہ شرط امام ثانی یعنی ابو یوسف کے نزدیک نہین ہے مگر تقاطر کا قول معتمد ہے ﮪ حنفی مذہب کی کتابونمین
امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو اور ثانی کہتے ہین قاضی ابو یوسف یعقوب کو جو بڑے شاگرد ہین امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن
شیبانی کو جو دوسری درجے کے شاگرد ہین امام کے اور شیخین بولتے ہین امام اور ابو یوسف کو اور طرفین کہتے ہین امام اور محمد کو اور صاحبین کہتے ہین
ابو یوسف اور محمد کو اس اصطلاح کو یاد رکہنا چاہیے وَصِفَتُهَا فَرْضٌ لِلصَّلٰوةِ اور صفت طہارت کی یہہ ہے کہ وضو فرض ہے نماز کے لئے خواہ نماز فرض ہو خواہ
نفل وَوَاجِبٌ لِلطَّوَافِ اور واجب ہے کعبہ معظمہ کے طواف کیواسطے وَقِيْلَ وَمَسِّ الْمُصْحَفِ لِلْقَوْلِ بِاَنَّ الْمُطَهَّرِيْنَ الْمَلٰئِكَةُ اور بعضون نے کہا اور ضرور
ہے مصحف کے چہونیکے واسطے اس قولکی وجہہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ﮪ یعنی اس آیت مین کہ لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ہاتھہ نہین لگاتے کتاب کو مگر پاک
لوگ دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور دوسرا قول یہہ ہے اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین

کہ کتاب سے مراد قرآن ہے جو الفاظ سے مرکب ہے جسپر نقوش دلالت کرتے ہیں اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہیں دو قول ہوئے جس سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہیں ہے
یعنی ظنی ہے جس سے فرض ثابت نہیں ہوتا واجب ثابت ہوتا ہے تو جو شخص کہتا ہے کہ مس مصحف کیواسطے طہارت فرض ہے تو مراد اوسکی یہ ہے کہ فرض عملی ہے کذا
فی الطحطاوی بالسیام وسنۃ للنوم اور وضو سنت ہے سونے کیوقت ھم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جب سونیکا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے
اور شارح نے اسکو سنت کہا ہے ومندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور
وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہے تیس۳۰ اور کئی مقام میں جنکو میں نے خزائن میں مذکور کیا ہے ازانجملہ بعد کذب کے اور
غیبت اور قہقہہ مارنے کے ہنسی اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانیکے بعد اور ہر گناہ کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالموں کے اختلاف سے بچنے کے
واسطے ھم وہ شعر خوانی مراد ہے جو حکمتوں سے اور مضمون سے خالی ہے اور بعضوں کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانیسے وضو کرنا واجب ہے ظاہر حدیث
کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال جیسا کہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی کے نزدیک وضو کا ناقض ہے لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہیں تو اگر ہاتھ وہاں لگجاوے
تو مستحب یہ ہے کہ پھر وضو کرلے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار نے کہا میں نے خزائن کیطرف رجوع کیا وہاں فقط وضو کی
مدارست اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یون نقل کیا ہے کہ مستحب ہے سونیکے بعد بیدار ہوکر اور وضو پر مدارست
اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اوسکو اوٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت میں وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے
وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کیوقت اور غصہ کرنیکے سبب اور قرآن اور حدیث کے پڑھنے کیواسطے اور حدیث کی روایت اور
علم کے درس کے لئے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کیواسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیواسطے اور
وقوف عرفات اور سعی کیواسطے اور کتب شرعیہ کے چھونیکے لئے اونکی تعظیم کی جہت سے انتہے اور نہر الفائق میں ہے اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق
ذکر کیواسطے اور ہر نماز کیواسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونیکی
نیت کرے اب ہی فتاوی میں فیہ میں تو یہ شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس۳۰ اور کئی مقام ہیں جنمیں وضو مستحب ہے انتہی ما فی دلائل الاسرار مترجما
غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہے اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہوجانا ھم بحر الرائق میں ہے کہ طہارت کے ارکان حدث
اصغر میں تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر میں سارے بدن کا دھونا اور نجاست میں سارے بدن کا دھونا اور نجاست حقیقی
میں جو نظر آتی ہو تو اوسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اوسکی جگہہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اوسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھوکر خشک
کرنا انتہے سو شارح کے بیان میں یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنیکو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونوں رکن طہارت کے نہیں ہیں بلکہ طہارت
کی شرطیں ہیں کذا فی الطحطاوی وآلتہا ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنی جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہے اور مانند اونکی جیسا کہ
زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا جیسا کہ آگے اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیۃ
ہے ھم پوری آیت یوں ہے یاایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم
الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا
طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنی اے ایمان والو
جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں کو ٹخنوں تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنی غسل کی حاجت ہو
تو خوب طرح پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم میں سے آیا ہے جائے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتوں کو یعنی اونسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی
تو قصد کرو زمین پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہاں سے اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہے کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا
کیا چاہتا ہے تم پر کہ شاید تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت صغری اور کبری یعنی وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہے

وَہِیَ مَدَنِیَّۃٌ اِجْمَاعًا اور وہ آیت مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ مین نازل ہوئی باتفاق مفسرین ھ یہہ آیت سورہ مائدہ مین ہے اور وہ سورت قرآن مین مجموعاً
نازل ہوئی ہے سیوطی نے اتقان مین کہا کہ مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ مین اوسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہے جو ہجرت سے
پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ مین اوسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح تر ہے کذا فی الطحطاوی وَاَجْمَعَ اَہْلُ السِّیَرِ اَنَّ الْوُضُوْءَ وَالْغُسْلَ فُرِضَا بِمَکَّۃَ مَعَ فَرْضِ
الصَّلٰوۃِ بِتَعْلِیْمِ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اور اہل سیر یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنیوالون نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ
وضو اور غسل مکہ معظمہ مین فرض ہوئی نماز کے فرض ہونیکے ساتھہ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے وَاَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَمْ یُصَلِّ قَطُّ اِلَّا بِوُضُوْءٍ
اور اسپر اتفاق ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہین پڑھی ھ یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے
نماز پڑہی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو بَلْ ہُوَ شَرِیْعَۃُ مَنْ قَبْلَنَا بِدَلِیْلِ ہٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ بلکہ وضو کرنا شریعت ہے پہلے لوگون
کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ یہہ میرا وضو ہے اور ان پیغمبرون کا جو مجھسے پہلے تھے وَقَدْ تَقَرَّرَ فِی
الْاُصُوْلِ اَنَّ شَرْعَ مَنْ قَبْلَنَا شَرْعٌ لَنَا اِذَا قَصَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُہٗ مِنْ غَیْرِ اِنْکَارٍ وَلَمْ یَظْہَرْ نَسْخُہٗ اور البتہ اصول فقہ کے علم مین یہہ امر ثابت
ہو چکا ہے کہ اگلونکی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنی اہل اسلام کو بھی اوسپر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین اور اوسکے رسول
نے حدیث مین اوسکا بیان کر دیا ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نکیا ہو اوسکو اور اوسکا منسوخ ہونا ظاہر نہوا ہو ھ شریعت سابقہ کا بیان قرآن
مین کقولہ تعالے وَکَتَبْنَا عَلَیْہِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث مین چنانچہ صوم عاشورا معلوم کرنا چاہیے کہ
یہان ایک سوال وارد ہوتا ہے تقریر اوسکی یہہ ہے کہ جب وضو فرض ہو چکا مکہ معظمہ مین نماز کے ساتھہ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہہ شریعت سابقہ
غیر منسوخہ بھی ہے تو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ مین آیت وضو کے نازل کرنیکا کیا فائدہ ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قولین دیا فَائِدَۃُ نُزُوْلِ الْاٰیَۃِ
تَقْرِیْرُ الْحُکْمِ الثَّابِتِ وَبَیَانُ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ الَّذِیْ ہُوَ رَحْمَۃٌ تو فائدہ نزول آیت وضو کا خوب ثابت کر دینا ہے اوس حکم کا جو قبل نزول کے
ثابت تہا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالمون کے اختلاف کا جو رحمت ہے امت کیواسطے ھ چونکہ وضو خود عبادت مستقل نہین بلکہ تابع نماز ہے تو احتمال تہا
کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکرین اور اسکی شرائط اور ارکان کی مراعات مین تساہل کرین طول عہد اور انقراض ناقلین کیوجہ سے برخلاف
اوسکے جبکہ اثبات وضو کا اوس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے مین اور ہر زبان مین باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہوگی اور علما کا اختلاف
ہے آیت مذکورہ کے عدد فرائض مین سو بعضے عالم کہتے ہین کہ فرض چار ہین اور بعضے زیادہ کہتے ہین اور بعضے لٰمَسْتُمْ کو جماع پر حمل کرتے ہین
اور بعضے فقط ہاتھہ لگانے پر اور جس عضو کے مسح کرنیکا حکم ہے اوسمین اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح مراد ہے یا چوتھائی کا یا اوس سے بھی کم کذا فی الطحطاوی
اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب مین مذکور ہو چکا کَیْفَ وَقَدِ اشْتَمَلَتْ عَلٰی نَیِّفٍ وَسَبْعِیْنَ حُکْمًا مَبْسُوْطَۃً فِیْمَا ضِیَاءِ عَنْ
فَوَائِدِ الْہِدَایَۃِ کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کے نزول مین حالانکہ وہ آیت شامل ہے ستر اور کئی حکمون پر جو ضیا کے باب التیمم مین فوائد ہدایہ سے
مشروحاً مذکور ہین وَعَلٰی ثَمَانِیَۃِ اُمُوْرٍ کُلُّہَا مُثَنًّی اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے آٹھہ چیزون پر کہ ہر ایک اونمین دو دو ہین یعنی ہر واحد
مین دو شی ہین تو سب سولہہ ہوئے طَہَارَتَیْنِ الْوُضُوْءَ وَالْغُسْلَ شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے وَمُطَہِّرَیْنِ الْمَاءَ وَالصَّعِیْدَ اور دو
پاک کرنیوالیون پر کہ پانی اور خاک ہے وَحُکْمَیْنِ الْغُسْلَ وَالْمَسْحَ اور دو حکمون پر کہ دہونا اور مسح کرنا ہے وَمُوْجِبَیْنِ الْحَدَثَ وَالْجَنَابَۃَ اور طہارت کے
دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہے وَمُبِیْحَیْنِ الْمَرَضَ وَالسَّفَرَ اور تیمم کے دو مباح کر دینے والون پر کہ بیماری ہے اور مسافری وَدَلِیْلَیْنِ التَّفْصِیْلِیَّ
فِی الْوُضُوْءِ وَالْاِجْمَالِیَّ فِی الْغُسْلِ اور دو دلیلون پر دلیل تفصیلی وضو مین اور دلیل اجمالی غسل مین ھ وضو مین دہونے اور مسح کرنیکے
اعضا کو مفصل بتایا اور غسل مین اسیقدر مجمل فرمایا کہ فَاطَّہَّرُوْا یعنی طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی وَکِنَایَتَیْنِ الْغَائِطَ وَالْمُلَامَسَۃَ اور دو کنایہ پر
کہ غائط اور ملامسہ ہے ھ کنایہ وہ لفظ ہے کہ معنی مراد پر صریحاً دلالت نکرے سو غائط لغت مین پست مکانکو کہتے ہین یہان قضاء حاجت بشری

مراد ہی اسلئے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کیطرف جاتے اور ملامست لغت مین ہاتھ لگانیکو بولتے ہین یہان مراد جماع ہی اسلئے
کہ مرد جماع کا ارادہ کرتا ہے تو بوس وکنار سے شروع کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وکرامتکی لتطہیر الذنوب واتمام النعمۃ ای بموتہ شہیدا لحدیث
من داوم علی الوضوء مات شہیدا ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیون پر یعنی حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرحکی بزرگی عطا کی ایک
تو گناہون سے پاک کردینا فی قولہ تعالی لیطہرکم دوسرا نعمت کو پورا کردینا فی قولہ تعالی لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہی اوسکو شہید ہوکر مرنیسے اس حدیث کی
دلیل سے کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہی جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہی وانما قال آمنوا بالغیبۃ دون آمنتم لیعم
کل من آمن الی یوم القیمۃ قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علی ان فی الآیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے آمنتم
حاضر کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ خطاب شامل رہی ہر ایک اوس شخص کو جو ایمان لاتا ہی قیامت تک یون کہا ہی ضیا مین اور شاید کہ یہہ قول اسپر مبنی ہی کہ آیت
وضو مین التفات ہی حاضر سے غائب کیطرف اور قول محقق ایسکے مخالف ہی م التفات اسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جاوے اور حاضر کے موقع
مین غائب سو بعضے عالم یا ایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہین اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہی اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہی اور حق منادی کا
مخاطب ہونے کیوجہ سے یہہ ہی کہ اوسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہہ ہے کہ یہان التفات نہین ہی اسلئے کہ آمنوا صلہ ہی الذین کا اور موصولات
غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہے موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہے مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہہ ہے کہ صنعت التفات
اسوقت ہوتی کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہوتا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہے وأتی فی الوضوء باذا التحقیقیۃ وفی الجنابۃ بان
التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لایا جو تحقق
اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہی اور جنابت مین ان کا لفظ لایا جو شک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہی تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ
امور لازمہ سے ہی اور جنابت امور عارضہ سے ہی م اذا اور ان شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی تو وہان اذا کا لفظ
بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی تردد ہو ہونے اور نہونے مین تو وہان ان کا لفظ بولتے ہین جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہئے
کہ وضو مین حق تعالی نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اسواسطے کہ نماز کیواسطے اوٹھنا امور لازمہ سے ہی اور بنظر دیانت مسلم غالب الوجود ہی کہ رات
دن مین پانچ بار نماز فرض ہی اسواسطے اذا کا لفظ جو امر ثابت پر دلالت کرتا ہی ذکر کیا اور جنابت مین ان کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل
الوجود ہی اور امور عارضہ متردد سے ہے کہ ہو یا نہو اسوجہ سے ان کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہی ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح
بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ وفرض والحدث شرط للثانی لا للاول فیکون الغسل علی الغسل
والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صراحتا ذکر کیا غسل اور تیمم مین نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ البتہ
وضو سنت ہی بدون حدث کے اور فرض ہی حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہی اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہی نہ سنت وضو کی تو ایک غسل پر
دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہے م طحطاوی نے کہا شارح کے
کلام سے نکلتا ہی کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہہ ہی کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہی اور چند مواضع مین سنت اور اسیطرح تیمم وضو کے
قائم مقام ہوتا ہی یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کیوقت اور مسجد مین جانیکے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا ارکان الوضوء
اربعۃ وضو کے رکن چار ہین م لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضو ماخوذ ہی وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہی اور
وضو بالضم مصدر ہے اور بالفتح وہ پانی ہے جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہی اعضاء ثلثہ کے دہونے اور سر کے مسح کرنیسے
عبر بالارکان لانہ افید مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفونکی مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہے م اسلئے کہ رکن اخص ہی فرض سے
اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابونمین فرض الوضوء مذکور ہے وہان فرض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض سے اسلئے خاص ہوا کہ رکن اس

فرض کو کہتے ہین جو ماہیت یعنی شی کی حقیقت مین داخل ہو بر خلاف فرض کہ داخل اور خارج ماہیت کو یعنی رکن اور شرط دونونکو فرض بولتے ہین جمع سلامتہ
عما یقال ان ارید بالفرض القطعی یرد تعدیر الممسوح بالربع وان ارید العملی یرد المغسول باوجود سلامت رہنے اس تعبیر کے اس اعتراض سے جسکا
بیان یون ہے کہ جن کتابون مین تعبیر بفرض نہو اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہے تو اعتراض وارد ہوتا ہے چوتھائی مقدار معین کرنیکا عضو ممسوح مین کیونکہ یہہ قطعی نہین بلکہ
اسمین اختلاف ہے اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہے تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ اعضاء مغسولہ کا دہونا قطعی ہے نہ عملی
وان اجیب عنہ بما لخصنا فی شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہے جسکا ہمنے خلاصہ کرکے ملتقی الابحر کی شرح مین ذکر کیا ہے ھم منجملہ جوابہ
شرح الملتقی کے ایک یہہ جواب ہے کہ قطعی فرض مراد ہے اور اعتراض ممسوح کا یہہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قرآن مجید سے ثابت اگرچہ اوسکی مقدار خبر واحد سے ثابت
ہے کذا فی الطحطاوی و ذو الرکن ما یکون فرضا داخل الماہیۃ واما الشرط فما یکون خارجہا فالفرض اعم منہما پھر اسکو معلوم کرنا چاہیئے کہ رکن وہ فرض ہے جو
ماہیت مین داخل ہو اور شرط تو وہ فرض ہے جو ماہیت اور حقیقت سے خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونون سے عام ہے یعنی دونو کو شامل ہے ھم لفظ فرض کا
یہان ترتیب اخباری مین مستعمل ہے اور فرض لغت مین تیر مثل اور کئی معنی کیواسطے آتا ہے کذا فی الطحطاوی عن نہایۃ النہایہ اور تحفہ مین معانی فرض کے قطع اور تقدیر
اور تحدید اور تحریر ہے وہو ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کاصل مسح الرأس اور فرض قطعی وہ ہے جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہوا سدرجہ تک کہ
اسکا منکر کافر ہو جاتا ہے یا اسکا منکر منسوب بکفر ہو جاتا ہے چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار ھم فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہین اسواسطے کہ عمل کے ساتھ
اسکا اعتقاد بھی فرض ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ فرض اصطلاح شرع مین وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جسمین کچھ شبہہ نہین چنانچہ قرآن مجید
اور حدیث متواتر بشرطیکہ قرآن اور حدیث مین خصوص لاحق نہوگیا ہو اور چنانچہ اجماع بشرطیکہ بطریق احاد منقول نہوا اور چنانچہ قیاس منصوص علیہ انتہی اور
نہر الفائق مین ہے کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہین ایک تو وہ ہے جسکا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی اوسکی قطعی چنانچہ نصوص متواترہ دوسری یہہ کہ ثبوت تو اسکا قطعی
ہے مگر دلالت مراد ظنی ہو چنانچہ آیات ماوّلہ یعنی جنمین تاویل کیگئی ہے تیسری وہ ہے کہ جسکا ثبوت ظنی ہے اور اوسکی دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار احاد جسکا
مفہوم قطعی ہے چوتھی وہ ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین تو فقیہون نے اول قسم سے فرض ثابت کیا ہے اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع
سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب سے اوسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے اسوجہ سے بعضے متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونو
قسمون سے قوی تر ہے اور فرض کی دو قسمون سے ضعیف تر ہے انتہی وقد یطلق علی العملی وہو ما تفوت الصحۃ بفوتہ کالمقدار الاجتہادی فی المفروض فلا
یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہین فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جسکے فوت ہو جانیسے عمل کی صحت فوت ہو جاتی ہے چنانچہ فرضونکی وہ مقدار جو اجتہاد کے
ثابت ہے تو فرض عملی کا منکر کافر نہوگا یا اوسکو منسوب بکفر نکرینگے ھم شارح نے اپنے بیان سے اشارہ کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے اور
فرض عملی پر مجازی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہے اور تبادر معنی حقیقی کی علامت ہے فرض عملی اسواسطے کہا کہ عمل کرنا اوسپر فرض ہے اعتقاد فرض نہین اسلئے
کہ آدمی پر اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہین اور فرض کی مقدار اجتہادی چنانچہ مسح چہارم سر کا اور دہونے مین داخل ہونا کہنیون اور ٹخنون کا
کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرہ کا دہونا ہے یعنی پانی کا
بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض مین ہے ٹپکنے کا کمتر مرتبہ یہہ ہے کہ دو بوند ٹپکین صحیح تر قول مین ھم غسل بالفتح غین لغت مین میل کچیل دور کرنیکو
کہتے ہین کسی چیز سے اوسپر پانی بہاکر اور غسل بالضم غین تمام بدن کے دہونیکو بولتے ہین اور اوس پانی کو بھی کہتے ہین جس سے نہاتے ہین اور غسل بکسر غین خطمی وغیرہ
کو کہتے ہین جس سے سر دہویا جاتا ہے جب پانی بہانا دہونے کی حقیقت مین داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہایا اسطرح کہ تیل کی مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایۃ مین جائز نہوگا
اور اگر برف سے وضو کیا اور تقاطر نہوا تو جائز نہین اور فیض کا مصنف شیخ برہان الدین کرکی ہے کذا فی الطحطاوی مرۃ لان الامر لا یقتضی التکرار
ایکبار دہونا فرض ہے اسواسطے کہ فاغسلوا امر ہے اور تکرار کا مقتضی نہین ھم یعنی امتثال امر ایکبار کرنے سے ادا ہو گیا بار بار کرنا ضرور نہین ولہذا رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے گاہے ایک ایک بار اعضاء وضو کو دہویا ہے اور گاہے دو دو بار اور گاہے تین تین بار چنانچہ کتب احادیث مین مذکور ہے اور یہہ ثابت

لی ٹہوڑون کا دہونا اسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گھنی ہون کہ جلد نظر نہ آوے اور اگر جلد نظر آویگی تو جڑون کا بھی دہونا فرض ہوگا چنانچہ بیان اسکا
ذکر ہوگا وَغَسْلُ الْيَدَيْنِ اَسْقَطَ لَفْظَ فُرَادٰى لِعَدَمِ تَقْيِيْدِ الْفَرْضِ بِالْاِفْرَادِ وَالرِّجْلَيْنِ الْبَادِيَتَيْنِ السَّلِيْمَتَيْنِ فَاِنَّ الْمَجْرُوْحَةَ وَالْمَسْتُوْرَةَ
بِالْخُفِّ وَظِيْفَتُهَا الْمَسْحُ اور دوسرا فرض وضو کا دہونا ہی دونون ہاتھونکا اور تیسرا فرض وضو کا دہونا ہی اُن دونو پانوون کا جو ظاہر ہین صحیح سالم
اسواسطی کہ زخمی پانون اور جو موزہ کے اندر چھپے ہین تو اونکے واسطی مسح کرنا معین اور مقرر ہی مصنف نے ہاتھ پانون مین فرادی کا لفظ ساقط کیا اسواسطی کہ فرض
ہونے مین جدا جدا کرکے ہونیکی قید نہین ہے یعنی اگر دونون ہاتہون یا دونو پانونکو پانی کے اندر ساتھی ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی پر یہہ تعریض ہی صاحب دُرر
کیطرف اوسنے کہا ہی غَسْلُ الْيَدَيْنِ فُرَادٰى یعنی اسکا مطلب یہہ ہے کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سی علحدہ دہونا چاہیئے کذا فی اللطائف [illegible] ہاتھ پانون کا
ایکبار دہونا فرض ہے بدلیل گذشتہ یعنی امر مقتضی تکرار نہین ہی مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ وَالْكَعْبَيْنِ عَلَى الْمَذْهَبِ یا کہنیون کا دہونا فرض ہی دونو کہنیون کے ساتھ
اور پانوون کا دونون ٹخنون کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے وَذَكَرَ وَاَصَحَّ اَنَّ الثَّابِتَ بِعِبَارَةِ النَّصِّ غَسْلُ يَدٍ وَرِجْلٍ وَالْاُخْرٰى بِدَلَالَتِهِ وَمَعَ اللّٰهِ
فِيْ رَدِّ الْعِرَاقِيِّ فِيْ اَرْجُلِكُمْ قَالَ فِي الْبَحْرِ لَا طَائِلَ تَحْتَهُ بَعْدَ انْعِقَادِ الْاِجْمَاعِ عَلٰى ذٰلِكَ اور یہہ جو فقہ کی کتابون مین عالمون نے ذکر کیا ہی کہ قرآن
کی عبارۃ النص سی ایک ہاتھ اور ایک پانو کا دہونا ثابت ہی اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پانون کا دہونا دلالۃ النص سے ثابت ہی اور وہ بحث کہ لفظ الی مین
اور ارجلکم کے دونون قراۃ مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچھہ فائدہ نہین بعد منعقد ہونیکے اجماع کے دونون ہاتہون کے دہونے پر کہنیون سمیت
اور دونون پانونکے دہونے پر ٹخنون سمیت ؎ عبارۃ النص اُس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطی کلام صادر ہوا اور دلالۃ النص اوسکو بولتے ہین جو نص سے
مفہوم ہوتا ہے بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پانون کا دہونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سی ثابت ہی کہ مقابلہ صیغہ جمع کا دوسری جمع سی قسمت
علی الاحاد کا مقتضی ہے یعنی ہوتا یہہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پونہچے اور لفظ الی مین یہہ بحث ہی کہ غایت مُغیّا مین یعنی مابعد الی کا اوسکے ماقبل کے حکم
مین داخل ہے یا نہین یا دونون برابر ہین اور ترجیح قرائن سی ہوتی ہی وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قرائتین ہین یعنی لام کا زیر اور زبر بلاشبہہ متواتر ہین اور جمع
بین القرائتین یا تو تخییر بین الغسل والمسح کا مقتضی ہی چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قرأت یعنی دہونا اسحالت پر محمول ہی جبکہ پانون مین موزہ نہو اور زیر کی قرات یعنے
مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہی چنانچہ بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہہ ہی کہ زیر کی قرأت کا ظاہر بالاجماع متروک ہی کیونکہ جو مسح کرنیکا قائل ہی وہ دونون
ٹخنون کو مسح کی غایت قرار نہین دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اُسکا جواب یہہ ہی کہ حضرت کا فعل اُنہین لوگونکو یقین کا موجب تہا جنہون نے حضرت کو
دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہوسکتا علی وجہ الیقین بدون متواتر ہونیکے اور جبکہ تواتر نہ پایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی اللطائف
مختصرًا وَمَسْحُ رُبْعِ الرَّأْسِ مَرَّةً فَوْقَ الْاُذُنَيْنِ وَلَوْ بِاِصَابَةِ مَطَرٍ اَوْ بَلَلٍ بَاقٍ بَعْدَ غَسْلٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ لَا بَعْدَ مَسْحٍ اِلَّا اَنْ يَتَقَاطَرَ اور چوتہا فرض وضو
کا چوتہائی سر کا مسح کرنا ہی دو کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہوگیا ہو بارش کے پانی لگجانے سی یا اُس تراوت سی جو ہاتھ مین باقی رہی کسی عضو کے دہونے
کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سی جو مسح کرنے کے بعد باقی رہی مگر یہہ کہ پانی ٹپکتا ہو یعنی اگر ایک مسح کرچکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہی کہ تقاطر ہنوز
موجود ہی تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے ؎ مسح لغت مین ہاتھ پھیرنا ہی کسی چیز پر اور عرف شرع مین عضو کا تر کرنا پانی سی خواہ تر ہاتھ پھیرنے سی یا بارش
کے پانی سی اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہہ کہ چوتہائی سر کا مسح فرض ہی اور یہی روایت مشہور ہی یعنی واسطہ فقہ کی متون معتبرہ مین یہی
ماخوذ ہی دوسری روایت ہی مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہی اور تحقیق یہہ ہی کہ ناصیہ کم ہی چہارم سے
تیسری روایت تین انگلیونکی مقدار ہی بدائع مین کہا کہ یہہ اصول کی روایت ہی ظہیریہ مین کہا اُسی پر فتوی ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ یہہ محمد سی روایت ہے
لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ یہہ محمد سی ظاہر الروایۃ ہی اور امام سی ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصرا وَلَوْ مَدَّ اِصْبَعًا اَوْ اِصْبَعَيْنِ لَمْ يَجُزْ اِلَّا اَنْ
يَكُوْنَ مَعَ الْكَفِّ اَوْ بِالْاِبْهَامِ وَالسَّبَّابَةِ مَعَ مَا بَيْنَهُمَا اور اگر ایک یا دو انگلیونکو سر پر کہینچا تو مسح جائز نہوگا مگر یہہ کہ انگلیون کے ساتھہ

ہتھیلی بھی لگائی تو مسح درست ہوگا یا چھنگیا انگوٹھی اور شہادت کی انگلی کو اوسکے بیچ کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا ھ طحطاوی نے کہا شاید کہ یہہ قول
ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہے والا اسقدر سے چہارم سر ثابت نہیں ہوتا مگر یہہ کہ مد اور وضع میں تفرقہ کیا جاوے یعنی کھینچنے سے چہارم سر پر پہنچنا ممکن ہے
کہ تین بار عبادہ یا جدید صدیہ پانیوں سے مسح کرے تو درست ہے ھ یہہ مسئلہ دونوں روایتوں پر متفرع ہو سکتا ہے یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا
پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہے اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو ربع راس کی روایت پر متفرع ہے ولو ادخل راسہ
الاناء وخفیہ او جبیرتہ وھو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملا وان نوی اتفاقا علی الصحیح کما فی البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے
برتن میں داخل کیا یا اپنے دونوں موزوں کو مسح کی نیت کر کے ڈالا کہ اوسکو وضو نہیں ہے تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہے اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل
نہو جائیگا بالاتفاق اگرچہ نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں بدائع سے منقول ہے ھ یعنی محمد کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے مگر یہہ
پانی مستعمل نہوا اسلئے کہ مستعمل ہونے میں پانی کا بہنا شرط ہے نہ پانی کا لگنا سو یہاں پانی کا لگنا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل جمیع
اللحیۃ فرض یعنی عملیا ایضا علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ھذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام داڑھی کا یعنی
بقدر محاذات ذقن دھونا بھی فرض ہے بنا بر اوس مذہب کے جسکو محقق عالموں نے صحیح کہا ہے اور جسکا فتوی دیا ہے اور اسی قول پر امام اعظم نے اقرار کیا
رجوع کیا ہے اور اس روایت کے سوا اور روایتیں سب متروک ہیں چنانچہ بدائع میں مذکور ہے شارح نے کہا یہاں فرض سے مراد فرض عملی ہے نہ فرض اعتقادی
ھ ابن نے اپنی شرح میں کہا چونکہ دھونا داڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا میں نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن میں اور تعجب ہے اصحاب متون سے مذہب
مرجوع عنہ کے ذکر کرنے میں اور مذہب مرجوع الیہ صحیح معتمد بہ کے چھوڑ دینے میں باوجودیکہ داڑھی کا دھونا داخل ہے وجہ کی اوس حد میں جو انہوں نے
اپنی کتابوں میں بیان کی ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ داڑھی میں روایات متروکہ غیر معتمدہ میں ایک روایت تمام داڑھی کا مسح ۲ چوتھائی کا مسح ۳ تہائی
کا مسح ۴ چوتھائی کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق میں کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہہ ہے کہ جسقدر داڑھی ملاقی بشرہ ہے یعنی جتنی
کہال سے ملی ہے اسکا مسح فرض ہے قاسمی نے اسکی ترجیح دی ہے جات معیری کی شرح میں ثم لاخلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ
پھر اسمیں اختلاف نہیں کہ ٹھوڑی سے لٹکتی داڑھی کا نہ دھونا واجب ہے نہ اسکا مسح کرنا بلکہ اسکا مسح کرنا سنت ہے ھ منتقی میں ہے کہ مسترسل سے مراد یہہ ہے کہ
دائرہ وجہ سے نیچی لٹکی ہوئی ہو اور منیہ میں صریحا مذکور ہے کہ لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہے کذا فی الطحطاوی و ان الخفیفۃ التی تری بشرتہا
یلزم غسل ما تحتہا کذا فی النہر اور اسمیں اختلاف نہیں کہ جو ایسی ہلکی داڑھی ہو جسکے نیچے کی کہال نظر آتی ہو تو اوسکے ماتحت کا دھونا لازم
ہے ایسا ہے نہر الفائق میں ھ تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہے وفی البرھان یجب غسل بشرۃ لم یسترھا الشعر کحاجب وشارب
وعنفقۃ فی المختار اور برہان میں ہے کہ اوس کہال کا دھونا واجب ہے جسکو بالوں نے نہیں چھپایا مانند بہوں اور موچھ اور عنفقہ کے قول مختار
میں ھ جو بال لب اور ٹھوڑی کے درمیان میں اونکو عنفقہ کہتے ہیں اور بعضے اہل ہندوستان اسکو بچی بولتے ہیں ولا یعاد الوضوء بل ولا بل المحل
بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور داڑھی کے مونڈنے سے بلکہ اوسکی جگہہ کا تر کرنا بھی ضرور نہیں اگرچہ وہ خشک نکلے
کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ جیسے موچھ اور بہوں کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے
اور کہال اوکہاڑنے سے اوس جگہہ کا دھونا دوسری بار لازم نہیں اور نہ وضو کرنا وکذا لو کان علی اعضائہ قرحۃ کالدملۃ وعلیہا جلدۃ
رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیہا ثم نزعہا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتہا ان تألم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدلیۃ بخلاف نزع
الخف اور اسیطرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو چنانچہ پہوڑا اور اوسپر باریک کہال ہو پہر اوسنے وضو کیا اور اوس کہال پر پانی بہایا اور کہال کو نوچ
ڈالا تو اوس شخص پر لازم نہوگا دھونا کہال کے ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اوس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت سے یعنی دوسری بار دھونا
اسواسطے لازم نہوا کہ وہ بھی کہال اپنی ماتحت کی بدلا نہیں برخلاف موزہ اوتارنے کے کہ پاؤں کا دھونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہے

یعنی منظور نظر شارح بیان کرنا ہی ثمرہ احوال کا لہذا اکثر وہ تعریف شے مین اسکا حکم اور ثمرہ بیان کرتے ہین ہر چند کہ حکم شے کا اُس شی کی حقیقت مین داخل نہین وعرفها الشمنی بما ثبت بقوله علیه السلام او بفعله ولیس بواجب ولا مستحب لکنه تعریف لمطلقها اور شمنی نے اسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیه الصلوٰة والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب ہو نہ مستحب لیکن یہہ مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی شارح اس رد مین صاحب نہر کا تابع ہی حالانکہ سنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقوله ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی الموکدة مواظبته مع ترک ما ولو حکما اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط ہے آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ف ترک حکمی سے مراد عدم انکار ہے تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیرہ رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور کبھی ترک نہین کیا اور یہہ اسکا مقتضی ہو کہ اعتکاف واجب ٹھیرے لیکن ہوگا وہ کہ اعتکاف نکرنیوالونپر انکار نفرمایا تو یہہ عدم انکار بمنزلہ ترک کے ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیو تو تراویح سنت مین داخل ہوگی اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین امت پر تراویح فرض نہو جاوے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن بیان الشرط ان کان ذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہہ ہی کہ اونکا ذکر تعریفات مین نہو اسواسطے کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتی ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت قادح نہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین واورد علیه فی البحر المباح بناء علی ما هو المنصوص من ان الاصل فی الاشیاء التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اس قول کے جو منصور اور مؤید ہے دلائل سے وہ قول یہہ ہی کہ اصل اشیا مین توقف کرنا ہی یعنی بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہے ف اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہی اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقهاء کثیرا ما یلهجون بان الاصل الاباحة فالتعریف مبنی علیه مگر یہہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت اصل سے ثابت ہی نہ شارع سے ف بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہہ ہے السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبة یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور شارح نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا ہی دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہے وہ یہہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لا مع الترک ہی تو یہہ دلیل ہی سنت موکدہ کی اور اگر ترک ہو جاتا تو یہہ دلیل ہے سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہی تو یہہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی الطحطاوی ف حضرت شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو ذکر کرکے انکا نقصان بیان کیا ہی کہا کہ خواہر زادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہہ ہی ما فعله علیه السلام علی سبیل المواظبة ویؤجر باتیانها ویلام علی ترکها یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیه الصلوٰة والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکو کرنے مین ثواب دیا جائیگا اور نکرنے مین ملامت ہوگی البداءة بالنية اے بنية عبادة لا تصح الا بالطهارة کوضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت کے ساتھ یعنی اس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین جیسے نماز یا وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا ف لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد فعل مین منہیات بھی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے بھی کا رو کنا

یہہ بھی نفل ہو نفس کا فتح القدیر میں ہو کہ رفع حدث کی نیت سی وضو کی نیت کرنا بہتر ہو اسلئے کہ حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی
فتاوی عالمگیری میں ہو کہ وضو کی یون نیت کرے نَوَيْتُ اَنْ اَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ تَقَرُّبًا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى یعنی میں نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لئے اللہ تعالی سے
نزدیکی حاصل کرنے کو وصرح بانه بدونها ليس بعبادة اور قہستانی نے اسکی تصریح کردی ہے کہ وضو بدون نیت کے عبادت ہی نہیں ہم جب وضو
بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اوسپر ثواب نہ ملیگا اسواسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہی بدلیل حدیث صحیح اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ طحطاوی نے مبسوط
شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کلام نہین کہ جس وضو کا شرع مین امر ہے وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہو جانا اوسپر موقوف
نہین اسواسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہی بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونو طرح حاصل ہو جاتی ہی کیونکہ پانی مُطَهِّرٌ بِالطَّبْعِ ہی آخر
خلاصہ یہہ ہی کہ وضو بلا نیت سی نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا و یأثم بترکہا اور وضو کرنیوالا نیت کے ترک سے گنہگار ہوگا ہم اس
مین اختلاف ہی کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار رہے یا نہین اور نہر الفائق مین اس اختلاف کو یون رفع کیا ہی کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت
ہوگئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہین تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون عدم اختیار مین اگرچہ گناہ نہین لیکن بلاشبہہ ملامت اور عتاب ہی چنانچہ سنت
کی تعریف اسپر دلیل ہے وبانها فرض في الوضوء المأمور به وفي التوضي بسؤر حمار ونبيذ تمر كالتيمم اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنا اوس وضو مین
جسکا شرع مین حکم ہے اور گدہے کے جھوٹے پانی سی اور شربت خرما سی وضو کرنے مین فرض ہی جیسے تیمم مین نیت فرض ہی ہم کھجور کے شربت سی وضو کا جائز
ہونا ضعیف قول ہی اور معتمد قول یہہ ہی کہ اس سی وضو جائز نہین کذا فی الطحطاوی وبان وقتها عند غسل الوجه اور اسپر تصریح ہے کہ نیت کرنیکا وقت وضو مین
چہرہ دہونیکے ساتھہ ہی وفي الاشباه ينبغي ان تكون عند غسل اليدين للرسغين لينال ثواب السنن اور اشباہ مین ہی لائق یون ہی یعنی مستحب ہی کذا
في الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھون کے دہونے کیوقت پہونچون تک تا اکر سب سنتون کا ثواب پاوے قلت لكن في القهستاني وجهها قبل سائر السنن كما
في التحفة فلا تسن عندنا قبيل غسل الوجه كما تفرض عند الشافعي انتهى مین کہتا ہون لیکن قہستانی نے شرح نقایہ مین ہی اور نیت کا محل نیت کے
سوا اور سب سنتون سی پہلے چنانچہ تحفہ مین مصرح ہی تو مسنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک منہہ دہونے سی پہلے جسطرح شافعی کے نزدیک فرض ہی انتہے اسنے
انتہی ہم حاصل استدراک یہہ ہی کہ اشباہ مین اپنی تجویز ذکر کی ہی روایت نہین اور قہستانی مین روایت ہی تحفہ سی دوسری بات یہہ ہی کہ قہستانی کے کلام سی
تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہی اور اشباہ مین یہہ بات نہین ہم وفيها سبع سؤالات مشهورة نظمها العراقي فقال سبع سؤالات اتت
الفهم انتت + تحل لكل عالم في النية + حقيقة حكم محل وزمن + وشرطها والقصد والكيفية اور نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے
نظم کیا ہے سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کیلئے آئے ہین نیت کے باب مین ہر عالم کیواسطے ایک سوال ہی نیت کی حقیقت مین ہم نیت کے
حکم مین ہم اور اسکے محل مین ہم اوسکے زمانے مین ہم اوسکی شرط مین ہم اوسکے قصد مین ہم اوسکی کیفیت مین ہم پہلے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کی حقیقت
قصد طاعت اور تقرب الی اللہ ہے فعل کرنیکے ساتھہ دوسرے سوال کا جواب یہہ ہی کہ نیت کا حکم یہہ ہے کہ وضو غیر مامور بہ مین نیت کرنا مسنون ہے اور وضو
مامور بہ مین اور گدہے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہے تیسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کا محل دل ہے
اور زبان سی نیت کرنا بدعت ہی سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہو اوسکو زبان سی کہنا مستحسن ہی کذا نقل الحلبی عن حج البحر چوتھے سوال کا
جواب یہہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سی پہلے ہی اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اوس سی پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بیچ مین نہو پانچوین
سوال کا جواب یہہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چھٹے سوال کا جواب یہہ کہ نیت سی قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہی عادات کا عبادات
سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سی جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہہ کہ کیفیت نیت کی یہہ کہ عبادت کا قصد کرے اوسکو جانکر کہ یہہ کون عبادت ہی
یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کا حقہ عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر
انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والبداءة بالتسمية قولا اور سنت ہی وضو کو بسم اللہ کہنی سی شروع کرنا ہم شارح نے یہان اور غسل بدین مین

لے بات یہی ہی ... اعمال کا ثواب نیت پر ... سے پاک کرنیوالا باعتبار اپنی اصل سرشت کے

برتن مین ڈالنو سے پہلے دہونے کے پانی مین اسواسطی کہ کوئی نہین جانتا کہ اوسکا ہاتھہ رات کو کہان رہا یعنی نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولہذا الوقیل قبل
ادخالہما الاناء تثلاثا توہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنی کی قید اتفاقی تہی اسیواسطی مصنف نے یون لکہا کہ ہاتھہ دہونا سنت
ہے برتن مین ڈالنی سے پہلے تاکہ یہہ وہم پیدا نہو کہ ہاتھہ دہونے کی سنت حاجت کیوقت کے ساتھہ مخصوص ہے یعنی اگر یون کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون
حاجت کے ہاتہونکا دہونا سنت نہین حاجت سی مراد توہم نجاست ہی تو درصورت تحقق طہارت ہاتہہ دہونا مطلوب نہین حالانکہ ایسا نہین حلبی نے کہا وقول
اصح جسپر اکثر فقہا ہین یہہ ہے کہ ہاتھہ دہونا سنت ہی مطلقاً لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا بدن پر نجاست ہو تو دہونا سنت موکدہ
ہے اور عدم توہم نجاست مین یعنی طاہر ہو کر سونے مین یا نہ سونے مین سنت غیر موکدہ ہی اور نجاست کیحالتین تو دہونا فرض ہوگا تو مصنف کا قول یعنی غسل
یدین کا مسنون ہونا مخصوص بغیر نجاست ہی اور سنت سی مراد وہ ہی جو موکدہ اور غیر موکدہ دونونکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی لان مفاہیم الکتب حجۃ قبل
ادخال کے قید اسواسطی نہ لگائی کہ کتابونکی مفہوم مخالف حجت ہوتی ہین م مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحطاوی نے کہا المفہوم ما فہم من اللفظ لا فی
محل النطق انتہے یعنی جو لفظ سے بوجہا جاے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہی کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم ہو صفت یا شرط کے
بیان سی چنانچہ قران مجید مین فرمایا کہ جسکو آزاد مسلمان عورتون سی نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ مسلمان لونڈیون سی نکاح کرلے امام شافعی اس سے
سمجہے کہ استطاعت والیکو لونڈی سی نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سی معلوم نہین ہو سکتا بخلاف اکثر مفاہیم
النصوص کذا فی النہر م برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنے کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین
ہین اسواسطی کہ نصوص سی وہ احکام لینا مقصود ہی جنپر نصوص دلالت کرتی ہون اور اکثر کی قید اسواسطی لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص مین معتبر ہی
چنانچہ قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفیہ من الحج المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقاً اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہی کہ مفہوم مخالف معتبر ہے
روایات مین بالاتفاق یعنی امام اعظم اور انکے اصحاب سی جو روایات کتابون مین منقول ہین انکی اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق
ومنہ اقوال الصحابۃ قال وینبغی تقییدہ بما اذا لم یکن للرأی لا ما لا یدرک بہ انتہی اور اسی قسم سی صحابہ کرام کے اقوال ہین کہ انکا بھی مفہوم
بالاتفاق معتبر ہے نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہہ ہے کہ اقوال صحابہ مین قید لگائی جاے ادراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجہا جاے انتہے
فی النہر م یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہی کہ اسمین عقل کے مجال ہو سکتی ہی تو اسکا مفہوم بھی حجت ہی اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل اور قیاس کا اسمین دخل
نہین تو اسکا مفہوم بھی معتبر نہین اسواسطی کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہوگیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حکم ج
النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی قولہ تعالی کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی مین نہایہ کی کتاب الحدود سی منقول ہی کہ مفہوم
معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نص مین چنانچہ حق تعالی کے اس قول مین کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سی اوسدن یعنی قیامت کے دن محجوب اور مستور ہونگی
یعنی دیدار خدا سی محروم رہین گے اس سی معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کے دیدار سی مشرف ہونگی بلاحجاب واما اعتبارہ فی الروایۃ فاکثری
لا کلی اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثر ہی ہر مقام مین نہین الی الرسغین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما الکوع
ففی ابن حل فال سہ وعظم یلی الابہام کوع وما یلی + لخنصرہ الکرسوع والرسغ ما وسط + وعظم یلی ابہام رجل ملقب ببوع
فخذ بالعلم واحذر من الغلط + ابتداء غسل یدین دونون پہنچون تک سنت ہی رسغ بضم را و مہملہ و سکون سین مہملہ جوڑ ہی ہتہیلی کا درمیان کوع
اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہی وہ تو پانون مین ہی چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی اور وہ ہڈی جو انگوٹھی سی ملی ہی اوسکا نام کوع ہی اور جو
ہڈی چہنگلی سی ملی ہی وہ کرسوع اور جو کہ ان دونو ہڈیون کے درمیان جوڑ ہی اوسکا نام رسغ ہی اور جو ہڈی کہ پانون کے انگوٹھی سی ملی ہے اسکا لقب
بوع ہی سوا ہی مخاطب لے علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سی ثم ان لم یمکن رفع الاناء ادخل اصابع یسراہ مضمومۃ ووضع علی الیمنی لاجل التیامن
پہر معلوم کر اگر برتن کا اوٹہانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتہہ کی انگلیان ملاکر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھہ پر ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع

ہے یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایاں ہاتھ دہوے ۱۲ھ بحر الرائق میں پورا بیان یوں ہے کہ ہاتھوں کے دہونیکا طریقہ یہہ ہے کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ
اُٹھانا اُسکا ممکن ہو تو اوسمیں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائیں ہاتھ سے اوسکو اُٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اوسکو دہووے پھر برتن کو
داہنے ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اوسکو دہووے پھر اگر برتن کا اُٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح نے کہا اور بڑے برتن
میں انگلیاں ملا کر اُسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا برتن میں منہ کر
جاگنے والیکو حدیث میں منع ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ منع اُسصورت میں ہے جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اوسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو اور اگر بڑے
برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ادخال کف ممنوع نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان
اراد الاغتراف لا ۔ اور اگر ہتھیلی کو ڈالا پانی میں اگر دہونیکا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہوگا
یعنی ضرورت کیوجہ سے اگرچہ طلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی الحلبی ۱۲ھ دہونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہو کف
سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی مستعمل نہوگا اور قصد اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گہرے برتن
میں سوا اسکے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو لم یکن لہ ما یغترف بہ ویداہ نجستان تیمم وصلی ولم یعد اور اگر کوئی
ایسا بڑا برتن ہو کہ ممکن نہو کسی چیز سے اور اوسکے دونوں ہاتھ ناپاک ہیں تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے ۱۲ھ توضیح اسکی مضمرات
میں اسطرح ہے کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہوں تو دوسرے شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھ دہلا دے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے
کا ایک سرا پانی میں ڈالے اور دوسرا اُسکا سرا ہاتھ میں پکڑے رہے پھر پانی سے نکالکر اوسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دہووے پھر بایاں ہاتھ دہووے
یا دانتوں سے کپڑا پکڑ کے دونوں ہاتھ ساتھ ہی دہووے تین بار اور اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونوں ہاتھ دہووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو
تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہیں وھو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ ینوب عن الفرض اور وہ یعنی ہاتھ
دست تک ہاتھوں کا دہونا ایسی سنت ہے کہ قائم مقام ہوتی ہے فرض کے جیسے الحمد پڑھنا ایسا واجب ہے کہ قائم مقام ہو جاتا ہے فرض کے یعنی اس محل کا دہونا
کہ فرض تھا اس مسنون دہونے سے ادا ہو گیا جیسے قران کا پڑھنا کہ نماز میں فرض ہے الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہے ادا ہو جاتا ہے ویسن غسلہما ایضا مع الذراعین
اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دہونا مسنون ہے یعنی اگرچہ بعد دست تک دہونے سے سنت اور فرض دونوں ادا ہو گئے لیکن کہنیوں تک ہاتھ دہونیکے ساتھ
انکا بھی دہونا دوسری بار سنت ہے بحر الرائق میں مذکور ہے کہ غسل میں تین قول ہیں ایک قول یہہ ہے کہ وہ فرض ہے اور تقدیم اسکی سنت ہے اور فتح القدیر
اور سراج اور خبازیہ میں اسکو پسند کیا ہے دوسرا قول یہہ ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے ہو جاتا ہے الحمد کی مانند اور اسکو کافی میں پسند کیا ہے اور
تیسرا قول سرخسی کا ہے کہ وہ سنت ہے قائم مقام فرض کے نہیں ہوتا تو اونکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دہونا چاہیئے سرخسی نے کہا یہی اصح ہے میرے نزدیک
اور مشائخ کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہے انتہی محشی طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام میں خلط ہے دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہے کہ غسل
میں سنت ہے اور قائم مقام ہے فرض کے وہ نہیں کہتا کہ غسل میں دوسری بار سنت ہے بلکہ دوبارہ دہونا سرخسی کا قول ہے اور شارح کے موافق
نہر الفائق میں دونوں امر نبی سے منقول ہے والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوہرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا ۔ اور مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے
چنانچہ جوہرہ میں مذکور ہے کلی کرنے کیوقت سنت ہے اور یہ قول ضعیف یہہ ہے کہ کلی سے پہلے سنت ہے ۱۲ھ مسواک کرنیکی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث
میں بکثرت ہیں از انجملہ وہ حدیث صحیح ہے جو امام مالک کے موطا میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق
نہوتا تو میں اونکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت
پر شاق نہوتا تو میں اونکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابو نعیم نے عائشہ صدیقہ رض
سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اُس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہیں کی گئی [illegible]

ہے یعنی ستر درجے زائد ہے ثواب مین کذا فے العینی وعندنا الی الوضوء عندنا مسواک وضو کی سنت ہے ہم حنفیون کے نزدیک ھم اور امام شافعی کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اوس شخص کے حق مین جسنے مسواک والی ایک وضو سے چند نمازین پڑہین تو ہمارے نزدیک اوسکو ہر نماز کا ثواب ستر نمازنکے مسواک کی برابر ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اسقدر ہر نماز مین ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکریگا کذا فی البحر الا اذا نسیہ فیندب للصلوۃ مسواک وضو کی سنت ہے مگر جبکہ وضو مین مسواک کرنا بہول گیا تو اب نماز کیواسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا ھم یعنی مثلا ظہر کے واسطے مسواک کرنا بہول گیا پہر عصر کیوقت یاد آیا تو اب مسواک کر لینا مستحب ہے تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فے النہر طحطاوی نے کہا کہ یہہ صاحب نہر کی تجویز ہے روایت مذہب نہیں ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اسپر آگاہ کر دیتا کما یندب لاصفرار سن وتغیر رائحۃ وقراۃ قرآن جیسے مستحب ہے مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبوی دہن کے سبب سے اور قرآن شریف کو پڑہنے کے لئے ھم استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے ارادہ نماز اور وضو اور قرأت قرآن اور نیند سے جاگنے کیوقت اور سونے سے پہلے اسواسطے کہ امام اعظم سے منقول ہے کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہے تو سب احوال اوسمین برابر ہین چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ چار چیزین انبیاء مرسلین کی سنت ہین ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فے العینی واقلہ ثلاث فی الاعالی وثلاث فی الاسافل اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پہیرنا ہے اوپر کے دانتون مین اور تین بار نیچے کے دانتون مین ھم اوپر کے دانتون مین ابتدا داہنی طرف سے کرے پہر بائین طرف اور اسیطرح نیچے کے دانتون مین کرنا چاہیئے کذا فے البحر عینی مین ہے کہ مسواک کرنے کی کچہ حد نہین یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دلکو اطمینان حاصل ہو بمیاہ ثلاثۃ تین پانی سے ھم یہہ پانی مضمضہ کے پانی کے سواے ہین اسطرح کہ مسواک کو تین بار دہو لے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا کذا فی الطحطاوی وندب امساکہ بیمناہ اور مستحب ہے پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ مین ھم مسواک کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چہنگلی کو مسواک کے نیچے رکہے اور انگوٹہے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیان مسواک کے اوپر ہین اسیطرح مروی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی وعن اللہ وکونہ لینا مستویا بلا عقد فی غلظ الخنصر وطول شبر اور مستحب ہے ہونا مسواک کا نرم سیدہی برابر بے گرہ بقدر چہنگلی کے موٹی اور بالشت بہر لمبی ھم انار اور بانس کے سواے ہر لکڑی کی مسواک درست ہے کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت سے منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہے اور مجہسے اگلے انبیاء کی ویستاک عرضا لا طولا اور مسواک کرے دانتون کی عرض مین نہ طول مین ھم اسواسطے کہ طول مین مسواک کرنے سے مسوڑہے زخمی ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی وعینی نے کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مسواک عرض مین کرتے تہے نہ طول مین اور ابو داؤد کی سنن مین حدیث ہے کہ جب تم مسواک کرو تو عرض مین مسواک کیا کرو انتہی ولا مضطجعا فانہ یورث کبر الطحال اور مسواک نکرے لیٹ کر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑہجاتی ہے ولا یقبضہ فانہ یورث الباسور اور اوسکو مٹہی بہر نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے ولا یمصہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کیونکہ اس سے آدمی اندہا ہو جاتا ہے ثم یغسلہ ولا ینصبہ فانہ یرکب الشیطان بہ اور مسواک کرکے پہر مسواک کو دہو ڈالا کرے نہین تو شیطان اوس سے مسواک کرنیگا ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہ کہیچی نہین تو شیطان اوسپر سوار ہوگا ولا یضعہ بل ینصبہ والا فخطر الجنون قہستانی اور مسواک کو پڑی نرکہے بلکہ کہڑی کرے نہین تو جنون کا خوف ہے یہہ سب کہا ہے قہستانی نے ویکرہ بمؤذ ویحرم بذی سم اور مکروہ ہے مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے جیسا کہ قصب فارسی اور حرام ہے زہردار لکڑی سے ومن منافعہ انہ شفاء لما دون الموت وتذکر الشہادۃ عندہ اور منجملہ منافع مسواک کے یہہ ہے کہ وہ شفا ہے ہر مرض کی سواے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانیوالی ہے موت کے نزدیک ھم نہر الفائق مین ہے کہ مسواک کے منافع ستر ہین ادنی ایماطت اذی ہے یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلے تذکیر ہے شہادت کی مرنے کیوقت اور ابو سعود مین ہے کہ مسواک مسوڑہونکو مضبوط کرتی ہے اور بصارت کو تیز اور پیری مین دیرنگی ہوتی ہے اور پل صراط کے چلنے مین سرعت بخشتی ہے کذا فی الطحطاوی تاخیر

وعند فقدہ او فقد من یستاک بہ یعالج بالاصبع او بالخرقۃ الخشنۃ الی الاصبع تقام اور جس وقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نرہی ہون تو کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہو جاتی ہے یعنی تحصیل ثواب مین کذا فی النہر وغیرہ ہم سنن مدمین مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دہویا اور دونون ہتھیلیون کو تین بار اور کلی کی پھر بعضی انگلی اپنی منہ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہہ وضو ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ یعنی جیسے برادر مسلم کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونیکے مسواک پر ہم وجہ اسکی یہہ ہے کہ عورتون کو ملازمت کرنا مسواک پر مشقت ہے اوسکو وانتون کا توا وسکو اُسکا فعل مستحب ہے کذا فی الطحطاوی من البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبّر بالغسل او للاختصار اور منہ کے اندر کا دہونا سنت ہے یعنی تمام داخل منہ کا دہونا اور اسیواسطے یعنی تمام مراد ہونے کے لئے مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سے استیعاب پر دلالت کرتا ہے یا اختصار کیواسطے یہہ عبارت اختیار کی ہو ہم اکثر کتب فقہ مین المضمضۃ والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے موافق کنز اور درر کے بجای اُس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کیواسطے یا اختصار کے لئے ہر چند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ یعنی کلی کرنا سنت ہے تین پانیون سے جدا جدا والانف بمیاہ ثلثۃ اور ناک کے اندر کا دہونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پونہچا کر ہم امام شافعی کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل اونکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہے لیکن سنت یہہ ہے کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کیواسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاوے چنانچہ ابوداؤد اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اونکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحاً مذکور ہے خوف طوالت سے مترجم بیان مذکور نکر سکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت مؤکدہ ہین ہم تو انکا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اسلئے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب ہے اور جن لوگون نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بائیس ۲۲ صحابہ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سبنے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی من البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۲ صحابیون کے نام بنام مع تصریح تخریج حدیث مذکور کو بیان کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک دہونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونونکو داہنی ہاتھ سے کرنا ہم لیکن ناک کا جھاڑنا بائین ہاتھ سے چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبتغی والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پونہچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہے اوسکو جو روزہ دار نہین اسلئے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے ہم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہا اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنیکی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اُسکا منہ سے اور بو اوسکی ناک سے معلوم ہو جاتی ہے ہم وضو کیواسطے پاک کرنیوالا پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدلجاوے ولعتۃ ما یکفیہ للغسل مرۃ معہما ولنا بدونہما غسل ثلثا اور اگر وضو کرنیوالیکے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایکبار اعضا کو دہو سکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دہو سکے تو ایکبار اعضا کو دہو دے اور مضمضہ اور استنشاق کرے بعض نے ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو مین مضمضہ اور استنشاق کو ذکر کیا ہے اور ایکبار دہونا وضو مین آپکے فعل سے

ثابت ہوا اور فرمایا کہ یہہ وہ وضو ہے کہ بدون اوسکے حق تعالی نماز کو قبول نہیں فرماتا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ماء فتمضمض ببعضه واستنشق بباقيه
اجزأ وعكسه لا۔ اور اگر پانی لیا چلو بھر سے تہوڑا سا منہ میں پانی سے کلی کی اور باقی سے استنشاق کیا تو اوسکو کفایت کرتا ہے اور اسکے برعکس یعنی پہلے ناک میں ڈالا پہر باقی پانی سے کلی کی
تو کافی نہیں ہے یعنی اسواسطے کہ پانی اسصورت میں مستعمل ہوگیا اسواسطے کہ ناک میں پانی نہیں تہم سکتا اور منہ میں تہم رہتا ہے تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہیں
ہوجاتا اور ناک سے پانی ہٹ آتا ہے لہذا پانی مستعمل ہوجاتا ہے کذا فی الطحطاوی وهل يدخل اصبعه في فيه وانفه الاولى نعم قهستانی اور سنت ہے کیا اپنی انگلی
اپنے منہ اور ناک میں ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر یہہ ہے کہ ہاں ڈالے کذا فی القہستانی وتخليل اللحية لغير المحرم بعد التثليث ويجعل ظهر كفه الى عنقه اور سنت ہے
ڈاڑہی کا خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منہ دہونے کے بعد اور خلال کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کیطرف کرے ہے سنن ابو داؤد میں انس سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تہے کف مبارک میں پانی لیتے تہے اور تحت الحنک داخل کرتے تہے اور اوس سے ریش مبارک کو
خلال کرتے تہے اور فرماتے تہے کہ اسیطرح مجہے میرے رب نے فرمایا ہے معلوم ہو کہ تخلیل ریش میں چار قول ہیں پہلا قول یہہ ہے کہ واجب ہے یہہ قول ہے سعید بن جبیر
کا دوسرا قول یہہ ہے کہ سنت ہے یہہ مذہب ہے ابو یوسف اور شافعی کا اور ایک روایت ہے محمد سے خیر مطلوب میں کہا کہ سنت کا قول بھی صحیح ہے تیسرا قول یہہ
کہ مستحب ہے اور چوتہا قول یہہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہے مالک کا جائز کا مطلب یہہ ہے کہ اسکا کرنیوالا منسوب بدعت نہیں اور
مبسوط میں ہے کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہے صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی منح الغفار میں ہے کہ کیفیت تخلیل بطور سنت کی یہہ ہے
کہ ہاتہہ کی انگلیاں ڈاڑہی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اور اوپر کیطرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتہہ کی منہ کیطرف ہو وتخليل الاصابع اليدين بالتشبيك
والرجلين بخنصر يده اليسرى بادئا بخنصر رجله اليمنى اور سنت ہے انگلیوں کا خلال کرنا دونوں ہاتہوں کا خلال بطریق تشبیک ہے یعنی ایک ہاتہہ کی انگلیاں
دوسرے ہاتہہ کی انگلیوں میں داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہیں اور دونوں پاؤں کا خلال بائیں ہاتہہ کی چہنگلی سے ابتدا کرے داہنے پاؤں کی چہنگلی سے اور
ختم کرے بائیں پاؤں کی چہنگلی پر ۱۲ بحر الرائق میں ہے کہ تخلیل پاؤں کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کیطرف لاوے اور عینی نے کہا اس کیفیت کی کچہہ اصل نہیں
ابو داؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکہا جب وضو کرتے تو اصابع پاؤں کو ملتے تہے چہنگلی سے
تو حدیث بدایت خنصر کی مقتضی ہے انتہی ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونوں
ہاتہوں کا اور دونوں پاؤں کا ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن غریب ہے نہر الفائق میں ہے ابن ماجہ کی روایت میں تخلیل بالخنصر آئی ہے لیکن اس چہنگلی
یا اسفل سے واللہ اعلم بہ انتہی وهذا بعد دخول الماء خلالها فلو منضمة فرض ۱۲ اور یہہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونیکے بعد ہے
انگلیوں کے اندر تو اگر انگلیاں ملی ہوں تو انکے بیچ کا دہونا فرض ہے ۱۲ فتح القدیر میں ہے کہ جب وہاں پانی نہ پہونچا تو دہونا وہانکا فرض ہوگا
کیونکہ تخلیل اور چیز ہے اور غسل اور چیز ہے کمالا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر وتثليث الغسل المستوعب ولا عبرة للغرفات اور تین بار پورا دہونا ہر
عضو مغسول کا سنت ہے اور چلوؤں کا اعتبار نہیں بدون استیعاب کے ۱۲ یعنی تین بار تکرار غسل سنت ہے پہلا دہونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت مؤکدہ
ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں منقول ہے سراج سے اور ہر بار کے غسل میں استیعاب یعنی پورا دہونا سنت ہے تین چلو کا اعتبار نہیں تو اگر اول بار چلو ڈالا اور
کچہہ خشک باقی رہا پہر دوسری بار تہوڑا دہویا پہر تیسری بار تمام عضو پورا ہوگیا تو یہہ تین بار کا دہونا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اكتفى بمرة ان اعتاده
اثم اور اگر ایکبار دہونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کر لیگا تو گنہگار ہوگا ۱۲ گناہ کیوجہ یہہ ہے کہ اوسنے سنت مشہورہ کے ترک پر عادت کی صاحب بحر نے
کہا گنہگار اوسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے مسنون ہونیکا معتقد نہو ولو زاد لطمانينة القلب او نقص لحاجة او لوضوء على الوضوء لا بأس به اور اگر
تین بار سے زیادہ دہویا دل کی تسکین کیواسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچہہ مضائقہ نہیں زیادت میں ۱۲ درصورت شک خاطر جمعی کیواسطے
تین بار سے زیادہ دہونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریہ شیخ الاسلام
عینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لا بأس بہ ہے بدلیل حدیث ابن عمر کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تہے

کہ جس نے وضو کیا وضو پر اسکو واسطے حق تعالی دس نیکیاں لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہر چند بعضون نے اسکو ضعیف
کہا ہے لیکن ضعیف حدیث کا جواب فضائل میں بھی موجود ہے شرح عینی میں وحدیث فقد تعدى محمول على الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہے وہ اعتقاد
پر محمول ہے فہم بحر الرائق میں حدیث مذکور یون مذکور ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہہ وہ وضو ہے کہ اللہ تعالی
نماز کو بدون اسکے قبول نہیں کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہہ وضو ہے اس شخص کا جسکو دو ثواب عطا ہوتا ہے اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ
یہہ میرا وضو ہے اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہے سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اوسنے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت
اور ظلم کیا در صورت کمی بدائع میں ہے کہ صحیح تر قول یہی ہے کہ زیادت سے گنہگار نہوگا جبکہ یہہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہیں مگر تین بار سے زیادہ کرنے میں
بعض کتابوں کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقط تین بار دہونیکے مسنون ہونیکا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا نقل کراہتہ تکرارہ
فی مجلس تکرہ تنزیہا فیہ تنبیہ بالتعدی الاسراف في الماء الجاري جائز لانہ غیر مضیع فتامل ارشاد کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک
مجلس میں مکروہ بکراہت تنزیہی ہے یعنی ترک اولی ہے گناہ نہیں بلکہ قہستانی میں جو منقول ہے کہ اسراف جاری پانی میں جائز ہے اسواسطے کہ یہہ شخص پانی کا
ضائع کرنیوالا نہیں ہے سو اسکو تامل کرو فہم یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے میں جائز ہے اور وعید حدیث مذکور کا
معتقد کے حق میں ہے تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد میں کیون مکروہ کہا ہے جواب دیا کہ کراہت تنزیہی ہے جسکو لاباس بہ کہتے ہیں بلکہ قہستانی نے اسپر بھی
ترقی کی کہ آب جاری میں مطلقا زیادت کو جائز کہا طحطاوی نے کہا خلاصہ میں ہے کہ تکرار وضو ایک مجلس میں جائز ہے اور سراج میں ہے کہ مکروہ ہے نہر الفائق میں ہے
کہ دونون روایتون میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہے اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہے چنانچہ سراج میں جو
بار کا لفظ ہے وہ اسپر دلالت کرتا ہے انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے جیسا کہ حلبی محشی نے کہا ہے تو بلاشبہ اسراف ہے اور اسراف مکروہ
تحریمی ہے نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر نادر ہے اور شارح کا قاعدہ سابق عام ہے اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری میں اسراف جائز ہے ضعیف
قول ہے بلکہ وہ مکروہ ہے مطلقا بلا حاجت (ضرورت ہے) اور شارح نے لفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کر دیا انتہی بالمعنی وزیادۃ مختصرا بس قہستانی کا کلام اعتماد
کے قابل نہیں کہ صریح حدیث کے مخالف ہے اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو
فرمایا کہ پانی میں اسراف مت کرو تب انہون نے کہا کیا پانی میں بھی اسراف ہے فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی میں بھی اسراف ہے اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی
شرح سفر السعادۃ للدہلوی ومسح کل رأسہ مرۃ مستوعبا اور سنت ہے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتھ پہر جاوین اسکی بھی
بانی ہے حدیث صحیحین عبد اللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونون ہاتھ آگے سے پیچھے
لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کے موطا میں عبد اللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت میں مروی ہے
کہ مسح کیا مقدم سر سے تا اینکہ دونون ہاتھون کو لیگئے گدی تک پہر دونون ہاتھون کو پہیر لائے اسی مکان تک جہان سے مسح کیا شروع کیا تہا اور یہہ کیفیت مسح کی اس
حدیث میں مذکور ہے یہی مشہور ہے اور ایک دوسرا طریقہ جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر تر کیفیت مسح کی یہہ ہے کہ دونون ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور دونون انگوٹھا الگ رکھے اور اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہو جاوے پہر دونون انگلیون
سے دونون کانونکا مسح کرے اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہوتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور انگلیون کو
علحدہ رکھے اوسکی تضعیف کی ہے بحر الرائق میں فلو ترکہ وداوم علیہ اثم اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگا یعنی
اسواسطے کہ سنت مؤکدہ ہے جیسے سے واذنیہ معا ولو بمائہ اور سنت ہے دونون کانون کا ساتھ مسح کرنا یعنی یہان تقدیم میں مستحب نہیں اگرچہ
دونون کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو علم شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا یعنی امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کیواسطے نیا
پانی لینا سنت ہے دلیل ہمارے یہہ حدیث ہے کہ الاذنان من الرأس یعنی دونون کان سر میں داخل ہین تو سر کے ساتھ انکا مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث

کو شرح ہدایہ مین آٹھ صحابیون سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہین لیکن ابن عباس کی حدیث جزو دارقطنی مین ہی ابن قطان نے اسکو صحیح اور
بزار نے اسکو جید کہا ہے انتہی لکن لو مسح عمامته فلا بد من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانون کے مسح کیواسطے
لینا ضرور ہی والترتیب المذکور فی النص اور سنت ہی وہ ترتیب جو نص قرآنی مین مذکور ہی یعنی اول چہرہ دہونا پھر دونو ہاتھ کہنیون تک پھر مسح سر کا
کرنا پھر پانون دہونا ٹخنون تک وعند الشافعی رضی اللہ عنه فرض فهو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے
اور اونسے دلیل فرضیت کا مطالبہ ہے ھم بحر الرائق مین بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہین کیونکہ
وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اور اوسکے مدعی سے دلیل کا مطالبہ ہی والولاء بکسر الواو غسل المتاخر او مسحه قبل جفاف الاول بلا عذر
حتی لو فنی ماءه فمضی لطلبه لا بأس به اور سنت ہی ولا بکسرہ واو یعنی پے درپے وضو کرنا عبارت ہی عضو متاخر کے دہونے سے یا مسح کرنیسے عضو
اول کے خشک ہو جانیسے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جیسا کہ ہوا گرم اور تیز سے تو کچھہ مضائقہ نہین یہانتک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک
گیا سو وہ اوسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہوگیا تو پے درپے کی سنت فوت نہوگی اس عذر سے ھم موالاۃ مین حدادی نے اعتدال ہوا اور اعتدال بدن
اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدنکی گرمی اور سردی سے خشکی ظاہر ہوگی اثنار وضو مین تو یہہ مانع نہین پے درپے
کی سنت اداہونیکو ومثله الغسل والتیمم اور وضو کی مانند غسل اور تیمم ہی کہ اونکے افعال بھی پے درپے مسنون ہین اور اگر کسی عذر سے تتابع فوت ہو جاوے تو کچھہ
ڈر نہین طحطاوی نے کہا تیمم مین بحث ہی کیونکہ اوسمین خشکی کو تبع موالاۃ قرار دینا متصور نہین وعند مالك فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو
پے درپے کرنا فرض ہے ومن السنن الدلك وترك الاسراف وترك لطم الوجه بالماء وغسل فرجها الخارج اور منجملہ سنتون کے عضو مغسول کا
ملنا اور پانی کا اسراف چہوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منہ پر پانی سخت نمارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دہونا مسنون ہی ھم حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ
دہن کی مانند ہی تو جیسے دہن یعنی منہ کا دہونا وضو مین مسنون ہی اور غسل مین واجب ہی اوسیطرح شرمگاہ کا دہونا انتہی اور ظاہر اس شرمگاہ کا دہونا فقط حالت
استنجا مین مسنون ہی نہ وضو کرنے کیوقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتین مذکور کین اور شارح نے
زیادہ کین کتب فقہ مین کم و بیش مذکور کرتے ہین بعضے مستحبات کو سنن مین اور بعضی سنن کو مستحبات مین شمار کرتے ہین تحفہ مین کہا سنتین وضو کی کئی
ہین اسطرح کہ استنجا کرنا ڈہیلا دنسے اور نیت اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مین آداب سے تھا
اور آپکے زمانہ کے بعد سنت ہوگیا باجماع صحابہ تراویح کی مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونوں مین ترتیب اور ہر ایک کیواسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور
استنشاق مین مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت مین اور مسواک کرنا مضمضہ کیوقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنی سے غسل شروع
کرنا اور انگلیون کے سرون سے غسل شروع کرنا ہاتھہ پانون مین اور تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور
تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے نہ آب جدید سے اور تخلیل ریش ابویوسف کے نزدیک اور مسح گردن مین اختلاف ہے
بعضون کے نزدیک سنت ہی اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی العینی ومستحبه ویسمی مندوبا وادبا وفضیلة وهو ما فعله علیه الصلوة والسلام
مرة وترکه اخری وما احبه السلف اور وضو کی مستحب [illegible] اور مستحب رتبہ مین اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتے ہین اور مستحب وہ عمل ہی جسکو
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبہی کیا کبہی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکہا اور پسند کیا ھم اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک
چیز ہین اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہی کیا گاہی ترک کیا اور مندوب وہ ہی جسکو ایک دوبار کیا جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہی
شرح نقایہ مین لیکن اس تعریف مین قصور ہی اسواسطے کہ جس فعل کی شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہی اور محیط مین مندوب کی وہ تعریف کی ہی
جو یہان مستحب کی تعریف ہی کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہی اور اوس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہی اور یہی قول ہی اصولیون کا اسیوجہ سے
تحریر مین کہا ہی کہ جیسے ظاہر نہین ہی وہ مندوب اور مستحب ہی اگرچہ اوسکو کیا ہو ترغیب کے بعد انتہی التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہی داہنی طرف سے

شروع کرنا ہاتھ پاؤں کے دھونے میں ہم صحاح ستہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز میں یہانتک کہ طہارت کرنے میں اور جوتے پہننے میں اور بالوں کی کنگھی کرنے میں اور جب کاموں میں اخرجہ البخاری ومسلم
ہم ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پاؤں سے شروع کرے اور جب اتارے
تو بائیں پاؤں سے شروع کرے تاکہ داہنا پاؤں جوتے پہننے میں اول ہو اور اتارنے میں آخر ہو اور انسؓ سے روایت ہے کہ جب تو مسجد میں داخل ہو تو داہنے
پاؤں سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائیں پاؤں سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے ولہذا باتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک
اس امر میں جو از قسم تکریم کی ہے جیسا کہ وضو میں اور غسل میں اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے میں اور مسجد کے داخل ہونے میں اور مسواک
کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور موچھ کترنے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور سر منڈانے میں اور نماز کے بعد سلام پھیرنے میں اور بیت الخلا
سے نکلنے میں اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے میں اور حجر اسود کے بوسہ لینے میں اور جوہر کے دینے اور لینے میں اور سوا انکے جو اس قسم کے افعال ہیں
اور بائیں کی تقدیم ہے امور مذکورہ کے مخالف کاموں میں چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا میں جانا اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور
پاجامہ اور کپڑا اتارنا اور مانند انکی اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایہ وَلَوْ مَسْحًا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے میں ہو یعنی درصورت موزوں کی
حاجت کے مسح کرنے میں تیامن مستحب ہے کالاُذُنَیْنِ وَالْخَدَّیْنِ فَلِعَدَمِ عُضْوَیْنِ لَا یُسْتَحَبُّ التَّیَامُنُ فِیْہِمَا تیامن مستحب نہیں دونوں
کانوں کے مسح میں اور دونوں رخساروں کے دھونے میں کیونکہ یہ سب پہلی طرح ہوجاتے ہیں کہ وہ عضو کو ان میں نہیں داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہیں
ہم مترجم شارح مذکور کہا ہے کہ دونوں کانوں کا مسح ساتھ ہی سنت ہے اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ میں زخم ہو کہ ساتھ ہی دونوں کانوں
کا مسح نہیں کرسکتا تو اب البتہ داہنے کان کو تقدیم ہے کذا فی العالمگیریہ وَمَسْحُ الرَّقَبَۃِ بِظَہْرِ یَدَیْہِ اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا اپنے دونوں ہاتھوں
کی پیٹھ سے یعنی اس سبب کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہیں لَا الْحُلْقُوْمِ لِاَنَّہٗ بِدْعَۃٌ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہیں کیونکہ وہ بدعت ہے ہم بدعت
جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی وَمِنْ اٰدَابِہٖ عَشَرَۃٌ لِاَنَّ لَہٗ اٰدَابًا اُخَرَ اَوْصَلَہَا فِی الْفَتْحِ اِلٰی
نَیِّفٍ وَعِشْرِیْنَ اَوْصَلْتُہَا فِی الْخَزَائِنِ اِلٰی نَیِّفٍ وَسِتِّیْنَ اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَۃِ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے وقت قبلہ رو بیٹھنا ہے
شارح نے کہا مصنف کا لفظ من بعض پر دلالت کرتا ہے تو لامحالہ وضو کے آداب سوا اس متن کے اور بھی ہیں فتح القدیر میں آداب وضو کو بیس اور
اس تک پہنچایا ہے اور میں نے خزائن الاسرار میں (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھ اور کئی آداب تک نوبت پہنچائی ہم ان نے چند مستحبات
ذکر کیے اور شارح نے آٹھ زیادہ کیے اور طحطاوی محشی نے سوا انکے جو وہ بڑھائے تو سب ستر مستحب ہوے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہیں حالت استنجا
میں انگوٹھی کا اتار رکھنا جس پر اللہ تعالی یا اسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگیرہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور
آفتابہ وضو کرتے بائیں طرف رکھنا اور اگر برتن مثل طشت وغیرہ کی مانند ہو اسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے میں آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اسکے
سر پر اور وضو کے تمام افعال میں نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو میں جلدی اور شتابی کرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری میں اور وضو کا برتن حاجت
سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کے وقت بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور ہونٹ اور موچھ کے نیچے پانی پہنچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر
کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھ پاؤں کا دھونا انگلیوں کے سروں سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایہ میں کذا فی الطحطاوی وَ
دَلْکُ اَعْضَائِہٖ فِی الْمَرَّۃِ الْاُوْلٰی اور مستحب ہے اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے میں ہم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات میں شمار کیا
اور خلاصہ میں کہا ہے کہ دلک اعضا ہمارے مذہب میں سنت ہے خصوصا موسم سرما میں چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے لہذا شارح نے دلک اعضا کو
سنتوں میں شمار کیا کذا فی الطحطاوی وَاِدْخَالُ خِنْصَرِہِ الْمَبْلُوْلَۃِ صِمَاخَ اُذُنَیْہِ عِنْدَ مَسْحِہِمَا اور مستحب ہے اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونوں کانوں کے
سوراخ میں انکے مسح کرنے کے وقت وَتَقْدِیْمُہٗ عَلَی الْوَقْتِ لِغَیْرِ الْمَعْذُوْرِ اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی معذور جیسا پیشاب

اور یہہ ہر وقت جاری ہی اوسکی حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین وہذہ احدی المسائل الثلث المستثناۃ من قاعدۃ الفرض افضل من النفل
لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض اور یہہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہی ان تین مسئلون سی جو مستثنے ہین اس قاعدہ سی کہ فرض افضل ہی
نفل سی اسواسطی کہ وضو وقت سی پہلے مستحب ہی اور وقت آنیکے بعد فرض ہی م قاعدہ مذکورہ سی تین مسئلی خارج ہین اسواسطی کہ انمین نفل یعنی مستحب افضل ہی فرض
سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ الواجب دوسرا مسئلہ یہہ ہی کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہی وہ افضل ہے مفلس کی مہلت د
ینے کہ وہ واجب ہی م مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہی بموجب اس آیت کے (وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو
اوسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہان چھوڑنا جو مستحب تہا افضل ٹھہرا مہلت دینی سی جو واجب ہے الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل
من ردہ وہو فرض تیسرا مسئلہ یہہ ہی کہ سلام کرنا سنت ہی سو افضل ہی سلام کے جواب دینی سی اور حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہی ونظمہ من قال ع الفرض افضل
من تطوع عابد + حتی ولو قد جاء منہ باکثر + الا التطہر قبل وقت وابتدا + للسلام کذاک ابراء معسر اور مسائل ثلثہ کو نظم مین بیان کیا
ہے جس شاعر نے یون کہا ہی کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اوسنے زیادہ ترکیا ہو فرض سی مگر طہارت کرنا وقت سی پہلے اور ابتدا سلام
اسیطرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہی وقت آنیکی پہلے طہارت اور جواب دینی اور مہلت دینی سے وتحریک خاتمہ الواسع اور مستحب ہی کشادہ انگوٹھی کا ہلانا
اور پہیرنا وضو کے وقت ومثلہ القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کیوقت اسکا بھی پہیرنا مستحب ہی تاکہ پانی سوراخ کے اندر پہونچ جاوی وکذا الضیق
ان علم وصول الماء والا فرض اور اسیطرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہی اگر اوسکے نیچے پانی کا پہونچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہونچنا معلوم نہو تو اب تحریک
اوسکی فرض ہی نہ مستحب وعدم الاستعانۃ بغیرہ الا لعذر اور غیر سے مدد نچاہنا وضو مین مستحب ہی مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہین ہی عذر یہہ کہ
بدن بھاری ہی اوٹھہ نہین سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی واما استعانتہ علیہ الصلوۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلیم الجواز
اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو مین مغیرہ بن شعبہ صحابی سی جواز استعانت کی تعلیم تھی م یہہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر
سی خلاف استحباب ہوتی تو حضرت سی واقع نہوتی جواب دیا کہ یہہ تعلیم جواز کے واسطی تہا اور شارع کو تعلیم افضل ہی مستحب سی کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث
مین ہے کہ مین حضرت کے ساتھہ سفر مین تہا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھی تنگی آستین سی ہاتھہ نہ نکل سکا آپنے اسفل آستین سی ہاتھہ نکالا سو مین نے
پانی ڈالا آپنے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہی امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کیوجہ سی استعانت کی اور
بعضون نے کہا سفر کی جہت سی کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہی وضو مین نہ بولنا آدمیونکی سی بات مگر اوس حاجت
کیواسطی بولنا خلاف استحباب نہین جو بیدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہی وضو کرنیکو اونچی مکان
مین بیٹھنا مستعمل پانی سی بچنے کو یعنی اگرچہ اصح تو یہی مستعمل پانی طاہر ہی لیکن اختلاف سی بچنی مین احتیاط ہی وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ عن التقاطر وہو
اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یون ہی کہ بچانا کپڑون کا تقاطر سی مستحب ہی اور یہہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہے
اسواسطی کہ کبھی وضو کرنیوالا اونچی مکان پر ہوتا ہی اور چھینٹون سی نہین بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہی جمع کرنا دلکی
نیت مین اور زبان کے لفظ مین یعنی دل کی نیت کے ساتھہ زبان سی بھی کہی کہ وضو کرتا ہون رفع حدث یا استباحۃ صلوۃ یا امتثال امر کیواسطی ہذہ رتبۃ وسطی
بین من سن التلفظ بالنیۃ ومن کرہہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہی دو قول مین ایک قول اوس شخص کا جو سنت
کہتا ہی زبانی نیت کرنیکو چنانچہ امام شافعی اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہی کیونکہ نیت کو زبان سی کہنا سلف سی یعنی صحابہ اور تابعین سی منقول
نہین م یعنی استحباب رتبہ ہی سنت کہنے اور مکروہ کہنی کے درمیان مین تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کو متوسط رتبہ ٹھہرا اور خیر الامور اوساطہا والتسمیۃ کما مر
عند غسل کل عضو وکذا الممسوح اور بسم اللہ کہنا جیسا کہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دہونیکے وقت مستحب ہی اور اسیطرح مسح کرنیکے وقت م ابتدا وضو مین
بسم اللہ کہنا سنت ہی اور ہر عضو کے دہونے اور مسح کرنیکے ساتھہ مستحب ہی والدعاء بالماثور عندہ ای عند کل عضو اور وہ دعا کہ جو احادیث اور آثار

مین اضطراب ہے اور نسائی نے عمل الیوم واللیلہ مین اور حاکم نے مستدرک مین ابوسعید خدری سے یون روایت کی ہے کہ جو وضو کرے پہر یہ کہے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ تو لکہا جاویگا ورق مین پہر اوسپر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک اس روایت کے رفع اور وقف مین اختلاف ہی لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور نووی نے جو اذکار اور شرح مہذب مین مرفوع اور موقوف ہونیکی تضعیف کی سو غلط ہی اسلئے کہ موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ مین نسائی اور ابن السنی سے ابوموسی اشعری کی روایت کی کہ مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پہر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَاَنْ یَّشْرَبَ بَعْدَہٗ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِہٖ کَمَاءِ زَمْزَمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ قَائِمًا اَوْقَاعِدًا اور مستحب ہی وضو کے بعد کچہہ وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کی مانند قبلہ رو کہڑے ہوکر یا بیٹہ کر وَفِیْمَا عَدَاھُمَا یُکْرَہُ قَائِمًا تَنْزِیْھًا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کہڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین طلب کی راہ سے مضر ہونہ دین کی راہ سے کذا فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا نأکل علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتین کہاتے تہے چلتے کہا لیتین اور پیتے تہے کہڑے ہوکر ہم شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کہانا چلتے ہوئے اور پینا کہڑے ہوئے جائز ہے وَرُخِّصَ لِلْمُسَافِرِ شُرْبُہٗ مَاشِیًا اور اجازت ہی مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے وَمِنَ الْاٰدَابِ تَعَاھُدُ مُوْقَیْہِ وَکَعْبَیْہِ وَعُرْقُوْبَیْہِ وَاَخْمَصَیْہِ اور مستحبات سے ہی خبرگیری اپنی دونون آنکہون کے کوئیون کی اور دو ٹخنون کی اور دو نون ایڑیون کی اور دو نون تلوؤن کی اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقامون مین پانی پہنچانا اور ان سے غافل نرہنا مستحب ہی اسواسطے کہ اونچے نیچے ہونیکے سبب سے ان مقامات مین کبہی تہوڑی خشکی باقی رہجاتی ہی ولہذا حدیث صحیح بخاری و مسلم مین وارد ہی کہ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ یعنی خرابی ہے ایڑیون کیواسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے وَاِطَالَۃُ غُرَّتِہٖ وَتَحْجِیْلِہٖ اور مستحب ہی دراز کرنا چہرہ اور ہاتہہ پاؤن کے دہونیکا یعنی اعضاء مغسولہ کی حدود معینہ سے زیادہ دہونا مستحب ہی ہم صحیحین اور نسائی مین ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت غرا محجلین آوینگے وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑہاوے کرے اور دوسری روایت مین ہی کہ ابوہریرہؓ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دہویا اور دونون ہاتہونکو دہویا یہانتک کہ قریب تہا کہ دونو مونڈہون تک پہنچتا پہر دونو پانون دہوئے پنڈلیون تک پہر حدیث مذکور پڑہی غرہ کہتے ہین گہوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل بولتے ہین اوسکے ہاتہہ پاؤن کی سفیدی کو اور یہہ زینت ہی گہوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہی انسان کیواسطے وضو کے آثار مین کذا فی التیسیر یعنی متوضی کا چہرہ اور ہاتہہ پاؤن روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حد و معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ٹہرا طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتہون کا دہونا نصف بازو تک اور پانونکا دہونا نصف ساق تک مستحب ہی وَغَسْلُ رِجْلَیْہِ بِیَسَارِہٖ اور مستحب ہی دونون پانونکا دہونا بائین ہاتہہ سے وَبَلُّھُمَا عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْوُضُوْءِ فِی الشِّتَاءِ اور مستحب ہی دونون پانونکا پانی سے چہڑکنا ابتداء وضو مین جاڑے کے موسم مین ہم فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضا نکور ہی اسطرح کہ خلف بن ایوب سے ذکر کیا کہ لائق ہی کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چہڑکے تیل ملنے کیطرح پہر اوسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پہیلتا ہی کذا فی الطحطاوی وَالتَّمَسُّحُ بِمِنْدِیْلٍ اور مستحب ہی اعضا کو پونچہنا رومال سے ہم یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پونچہنا مستحب ہی ایسا ہی فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہی کہ باقی اعضاء وضو کو نہ پونچہے اوس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچہا تو اور کپڑے سے پونچہنا درست ہی اور معراج مین ہی کہ لائق یہہ ہی کہ مبالغہ نہ کرے پونچہنے مین کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچہنے مین علما کا اختلاف ہی سو ہمارا مذہب یہہ ہی کہ لا بأس ہے یعنی کچہہ مضائقہ نہین اور ترک افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح قول یہہ ہی کہ مکروہ نہین لیکن اسکا ترک مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہی اور سرما مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ مین عدم تنشیف کی حدیث روایت کی ہی اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پونچہنے کی روایت کی ہی سو دونون حدیثین ضعیف ہین انتہی کذا فی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہی ہاتہہ کا نہ جہاڑنا اسواسطے کہ جہاڑنا طلب ہے

کی کراہت اور بیراہی پر دلالت کرتا ہو کذا فی الطحطاوی و قراءۃ سورۃ القدر یا اور مستحب ہو سورہ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد تاریخ میں سے ہم
بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی وصلوٰۃ رکعتین فی غیر وقت کراھۃ اور مستحب ہو بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوای وقت کراہت کے
ھم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں عقبہ بن عامر سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے
اچھی طرح سے پھر کھڑا ہوا اور دو رکعت نماز پڑھے دل اور رکعتوں پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اسکو واسطے جنت واجب ہو گئی کذا فی تیسیر الوصول الی
جامع الاصول میں مقصد ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہی و مکروھہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء نثر یعنی اور مکروہ تنزیہی ہے چہرہ وغیرہ پر
پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم و بیش کرنا ہم کی کوئی حد مقرر نہیں ہے کہ غسل اعضا میں تیل کی مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح
اعضا پر تین بار پانی کو رواں کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلٰث اور منجملہ اسراف کے ہی تین بار سے زیادہ دہونا لیکن تسکین دل یا وضو پر وضو کرنے کے قصد سے زیادت درست ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ھم بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں حدیث صحیح ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ایک مُد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات میں کم و بیش بھی آیا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور
رطل بیس استار کا اور ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور صاع شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تھوڑا پانی وضو کا کم خرچ کرتے
اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت میں وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو میں تعدی اور تجاوز حد سے کرینگے اور فرماتے تھے کہ وضو
کا ایک شیطان ہے نام اسکا ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ و شرح آب جو کہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہی تو مد اور
من شرعی لکھنؤ کے سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ بچہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپیہ کا ہی اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے
غسل سنت ہی تین سیر قدرے زائد کا ہوا تفاوت ہو گئی ہے پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی میں متحیر ہوتے ہیں اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے
سے باحتیاط وضو کریں اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر بفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہی اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے
تاکہ سنت پر عمل کرنیکا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب ھیہ تحریمًا لو بماء النھر والمملوک لہ پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کی
پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ھم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہیں حرام سے قریب ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے بعینہ اما
الموقوف علی من یتطھر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والوں پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہے مدرسوں
کا پانی سو اس میں تو اسراف کرنا حرام ہی بالاتفاق و تثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہی اما بماء واحد
فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہی یا مسنون چنانچہ منح الغفار میں زیلعی سے منقول ھی ھم ہدایہ میں اسکو
مستحب کہا ہی اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہی اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہی انتہی ومن منھیاتہ التوضی
بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے عورت کی وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ھم اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل
ہو یا یہہ وجہ ہے کہ اکثر عورتوں کو نجاست سے محافظت کمتر ہوتی ہے اور یہہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس
لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکان میں اسلئے کہ وضو کے پانی کی کچھ حرمت ہے ھم طحطاوی نے کہا اور یہہ بھی وجہ ہے
کہ وہاں نجاست کی چھینٹوں کے پڑنیکا خوف ہی او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد میں برتن کے اندر وضو جائز ہی او ف
موضع اتخذ لذلک یا وضو جائز ہی مسجد کے اس مکان میں جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ ہر ملک میں مسجد کے فرش وضو کے واسطے بناتے ہیں والقاء النخامۃ و
الامتخاط فی الماء اور مکروہ ہی تھوکنا اور سنکنا پانی میں یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہہ کراہت تنزیہی ہے اسواسطے کہ
انکے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا ہے وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ینکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہی
نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والیکا زندہ وضو کرنیوالے سے شارح نے کہا نجس بالفتح جیم سے اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہے ھم

نجس بفتحہ جیم عین نجاست کا نام ہے اور بکسرہ جیم اوسکا نام ہے جو پاک نہو تو یہہ عام ترجمہ تو متن مین دونو طرح ہو سکتا ہے مگر فتحہ جیم کا الیق ہو کہ تکلف سے
دور ہو اور لغت کی راہ سے دونو مین کچھہ فرق نہین چنانچہ نہر الفائق مین ہے زندہ کی قید سے مُردہ نکل گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مُردہ سے ناقض
اوسکے وضو کا نہین بلکہ موضع نجاست کا دہونا چاہیئے کذا فی الطحطاوی معتادًا او لا نجس خارج عادت کی چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا خلاف عادت کی چیز
نہو چنانچہ خون کا نکلنا من السبیلین او لا بول براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہین الی ما یطہر بالبناء للمفعول ای ما یلحقہ حکم التطہیر بتفسیر
وضو سے نکلنا نجاست کا اوس مقام تک بدن سے جو طاہر کیا جاتا ہے یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہے وضو یا غسل مین ثم المراد بالخروج من
السبیلین مجرد الظہور پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہے بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر
ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگرچہ سیلان نہو ہم محیط مین ہے کہ حد خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کیطرف اور یہہ معلوم نہین ہوتا ہے مگر
بسبب سیلان کرنیکے موضع نجاست سے ایسی خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اوسکو اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر کہ وہ وضو کے ناقض ہے
اگرچہ سائل نہوئی اسواسطے کہ راس سبیلین نجاست کا مکان نہین ہے وہان تو نجاست آتی ہے اپنے مکان اصلی سے منتقل ہوکر تو انتقال نجاست کا ظہور سے
معلوم ہوا تو ظہور کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر للملا خسرو وفی غیرہما عین السیلان اور سبیلین کے سوای مین خروج بعینہ سیلان ہے
یعنی بہنا ہی نکلنا ہے ہم سیلان یعنی بہنے کی حد یہہ ہے کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہان سے ڈھلجاے ایسا بیان کیا ہے ابو یوسف نے اسواسطے کہ جب تک
انحدار یعنی سر زخم سے ڈہلنا پایا نجائیگا تو اپنے مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جب تک خون سر زخم کے موازی اور سامنے ہے وہی اسکا مکان
اصلی ہے اور اسی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غیر سبیلین مین خروج عین سیلان ہے کذا فی الدرر الحاصل سبیلین مین خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر
ہوجانے سے ہوتا ہے اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین مین یعنی زخم وغیرہ مین خروج ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم
کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض انتہی اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوہ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور قابلیت رکہتا ہو تو ناقض ہوگا اسلیے کہ فقیہون
نے کہا ہے کہ اگر خون نکلنے کو پونچہتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچہتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور جو ایسا نہین وہ ناقض نہین یعنی
اگر بہنے کے لائق نہین وہ وضو کو نہین توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہین توڑتا وہ خون جو بہا
آنکہہ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دہونا نہ وضو مین لازم ہے نہ غسل مین یہہ محترز ہے قولہ یلحقہ حکم
التطہیر کا وکدمع وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف وفیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہین توڑتا اسلیے
کہ نجس نہین مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو کا ناقض ہے بنا بر اوس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب نواہی شتی مین اور ہمکو اوسمین گفتگو ہے ہم
حاصل کلام شارح یہہ ہے کہ وہ قول ضعیف اور تحریم غریب ہے تو اعتماد کے لائق نہین کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ
او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ ہوا یا کیڑا یا پتہری ہم ریح اگرچہ ناپاک نہین قول صحیح مین چنانچہ زاہدی وغیرہ
مین ہے مگر وضو کی ناقض ہے نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور پتہری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہے چنانچہ
درر مین مصرح ہے کذا فی النہر لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو نہین نکلنا ریح اور کیڑے اور پتہری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ
اور ناقض وضو نہین نکلنا ریح کا اوس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہین ہے آگاہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو
تو وضو کرنا مستحب ہے فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضون نے کہا واجب ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر بدبو ہے ریح مین تو واجب ہے وضو اور نہین تو نہین ہم مفضاۃ
وہ عورت ہے جسکی دونون راہین ایک ہوگئین درمیان کا پردہ پہٹ کر وذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہین ذکر کی ریح اسواسطے کہ یہہ اختلاج
ہے یعنی عضو کا پہڑکنا ہے درحقیقت خروج ریح نہین ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ فرج اور ذکر کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہین کہ وہ نجاست
کے مقام سے نہین اوٹھی اور ریح ناقض نہین ہوتی مگر اسیوجہ سے اور یہہ وجہ نہین ہے کہ ریح خود نجس ہے حتی لو خرج ریح من الدبر وہو مبتل الالیۃ لم ینجس

الاعلیٰ فھو اختلاج فلا ینقض سیان کہ اگر ریح جو جنبش کرے مقعد سے اور وہ معتاد ہی اور پیسو نہیں اوترتی تو وہ بھی اختلاج ہو دنبت
خروج نہیں تو ناقض وضو نہوگا کذا فی الشمنی من الخلاصۃ واما قبل بالریح لان خروج الدود والحصاۃ منھما ناقض اجماعا کما فی
الجوہرۃ اور مصنف نے ریح کی قید نہیں لگائی مگر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی بالاتفاق چنانچہ
جوہرہ میں مذکور ہی ھم اسیطرح خانیہ میں مصرح ہی اور سراج وہاج میں ایسا اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے میں جو فرج سے نکلا ہی خلاف
نقل کیا ہے اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی البحر ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا اللحم سقط منہ لطہارۃ
وعدم السیلان فیما علیھا وھو مثل للمتصل اور وضو کو نہیں توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا منہ سے اور اسیطرح ناقض وضو نہیں گوشت
جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونوں پر ہے اور سیلان ہی مدار ہی وضو توڑنے کا یعنی غیر
سبیلین میں ھم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت
کی طہارت اُس شخص کے حق میں اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوتی وہ مردار کی مانند ہی مگر اوسی زندہ کی ذات کے حق میں نہیں تک
اگر اسکو وہ لئے رہیگا تو نماز اوسکی فاسد نہوگی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہوگیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج
بعصر والخارج بنفسہ سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن
الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ
فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھنسی سے نکالا گیا دابنے اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونوں برابر ہیں وضو توڑنے کے حکم میں بنا بر قول
مختار کے چنانچہ بزازیہ میں ہی اوسکی مصنف یعنی بزازی نے کہا اسواسطے کہ نکالنے میں نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکلنا فصد کی مانند
ہوگیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہے اور اسپر قہستانی شارح
النقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتاوی میں ہی کہ یہی قول اشبہ ہی اور اشبہ کا مطلب یہ ہے کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اوس
قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی نص سے ہی اور اُس قول سے جو راجح ہے ادراک عقلی کی راہ سے تو بموجب قول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہوگا ھم مخرج
کا ناقض ہونا عالمگیری میں وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن چلپی کے حاشیہ شرح وقایہ میں بھی قول تتمہ اور خلاصہ کافی اور شمس الائمہ
سرخسی سے مذکور ہی حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر میں تفرقہ
ثابت کیا ہی لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت میں مخرج کے ناقض ٹھہرانے میں احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کا مصنف
اسکو ناقض نہیں کہتے وینقضہ قیء ملأ فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قے جو منہ بھر کے اسطرح پر کہ بہت تکلف سے منہ کے اندر تھم سکے ھم
اور ینابیع میں کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ منہ بھر کے قے وہ ہی جسکو روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر ای صفراء او علق ای سوداء
قے مذکور ناقض ہے صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم وتشدید راء عبارت ہی صفرا سے یعنی زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام عبارت ہی سودا سے
ھم قاموس میں ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہاں خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی قید اسلئے
لگائی کہ اگر خون سایل ہو تو ناقض ہے اگرچہ منہ بھر کے قے نہو انتہی قولہ شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہاں علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ
خون بستہ نہیں ہوتا مگر احتراق سے اور احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہی تو علق خون حقیقی نرا سودا ہوگیا کذا فی العینی واما العلق النازل
من الرأس فغیر ناقض اور جو خون بستہ کہ سر سے اوترا وہ وضو کو نہیں توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدۃ وان لم یستقر
یا قے ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہنچ گیا اگرچہ اوسمیں نہ ٹھہرا فورا گر پڑا ناقض ہی وضو کا ھم اور حسن کا قول یہ ہی کہ اگر طعام
اور پانی فورا گر پڑا تو ناقض نہیں مجتبی میں اسکو مختار کہا ہی اور معراج الدرایہ میں اسکی تصحیح کی ہے تو یہاں دونوں قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہے

کذا فی الطحطاوی ومن نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قے مذکور نجس مغلظ ہے اگرچہ شیرخوار لڑکے نے قے کی ہو دودھ پیکر فورًا یہی قول صحیح ہے بسبب ملجانے نجاست معدہ کے ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے یعنی کہانا اور پانی اور دودھ جو فورًا قے ہوگیا وہ ناپاک ہوگیا ہے پیٹ کی نجاست سے مختلط ہوکر ولو ہو فی المریٔ فلا نقض اتفاقًا کما فی مجتبیٰ ودُوْدٍ کثیرٍ لطہارتہ فی نفسہ اور کہانا یا پانی یا دودھ مَری مین یعنی طعام اور شراب کے مجری مین تہا پیٹ تک نہین پونہچا اور قے ہوگیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہین جیسے کیچوے یا بہت سے کیڑون کی قے ناقض نہین بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات مین یعنی اور جسقدر کہ نجاست اونپر ہے وہ قلیل ہے منہ بہر کے نہین کذا فی الطحطاوی کماءِ فم النائم فانہ طاہر مطلقًا بہ یفتی جیسے سونے آدمی کی رال ناقض نہین اسواسطے کہ وہ پاک ہی ہر طرح اسیکا فتوی ہے ھم رال مطلقًا پاک ہے خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑہے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہے ابو نصر کا مختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بودار ہے وہ قے کی مانند ہے اور جو سر سے اُتری وہ پاک ہے تجنیس مین ہے کہ رال پاک ہے کیسطرح کی ہو اور اسی قول پر فتوی ھی کذا فی الطحطاوی بخلاف ماءِ فم المیت فانہ نجس کقیء عین خمر او بول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ برخلاف میت کی رال کے اسواسطے کہ وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کی قے اگرچہ وہ ناقض نہو قلت کیوجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل مین پیٹ کی نجاست ملجانے سے برخلاف اور چیزون کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہین ذات انکی ناپاک نہین کا ینقضہ قیء من بلغم علی المعتمد اصلاً نہین توڑتی وضو کو بلغم کی قے مطلقًا بنابر قول معتمد کے ھم بلغم خواہ سر سے اوترا خواہ پیٹ سے چڑہا منہ بہر کے ہو یا کم مختلط الطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے منہ بہر ہوا ایسا ہے بحر اور منح مین اور شارح کا قول علی المعتمد ہے بلغم کیطرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑہا اسلیئے کہ جو بلغم سر سے اترا اُسمین اتفاق ہے علی الصحیح کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بطعام فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہین اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہے ھم بہتر یہہ تہا کہ شارح طعام کی پُری دہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحرالرائق نے کیا تاکہ اوس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکی منہ کو بہر دے لہذا صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد مین منہ کو بہر دے سو اسکو یاد رکہنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی ولو استویا فکل علی حدۃ اور اگر بلغم اور طعام دونون برابر ہین تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر پُری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہین تو ناقض نہین وینقضہ دم مائع من جوف او فم غلب علی بزاق حکمًا للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہوگیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے او ساواہ احتیاطًا یا خون برابر ہے تھوک کی تو بہی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے ھم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہہ علامت ہے کہ تہوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی یہہ ہے کہ تہوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر لا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ خون وضو کو نہین توڑتا جو تہوک سے کم ہے والقیح کالدم اور پیپ خون کی مانند ہے وضو توڑنے کے حکم مین یعنی اگر پیپ تہوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہین والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون اور پیپ کا رینٹ سے ملنا تہوک کے ملنے کی برابر ہے حکم مذکور مین یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہین ولذا ینقضہ علقۃ مصت عضوًا وامتلأت من الدم ومثلہا القرادان کان کبیرًا لانہ حینئذٍ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسیطرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے پُر ہوگیا اور چیچڑی جونک کی برابر ہے وضو توڑنے مین بشرطیکہ بڑی ہو اسواسطے کہ بڑی چیچڑی سے دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہے جونک کی مانند کذا فی الخانیہ والا تکن العلقۃ والقراد کذلک لا ینقض کبعوض وذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی نہو کہ اُس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہین مچھر اور مکہی کے کاٹنے کی مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان مین مذکور ہے کہ وضو نہین ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے وفی القہستانی لا ینقض فالو بیتا وذا الورم اور قہستانی مین ہے کہ خون ناقض نہین جبتک ورم سے تجاوز کرے ھم بحرالرائق مین شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ سر زخم ورم کرگیا پہر اوس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض وضو نہوگا جبتک ورم سے

تو جتنا کہ ہو اسواسطے کہ موضع حدم کا دہونا واجب نہیں تو بہتر یہ ہوا اُس موضع کیطرف جسکو تطہیر کا حکم لاحق ہو کہ طحطاوی نے کہا یہ حکم اُسصورت کو شمول ہے
جہاں دہونا مضر ہو کر ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دہونا اُسکا واجب ہوگا انتہی تو اگر تو اُسصورت میں بخار اور ورم سے بھی وضو ٹوٹ جائیگا لانہٗ
ونیۃ تابع ما تحتہٗ فعلی ہذا جنس الخارج ینقض اور اگر ورم کر جائے پس اگر تراوت اسکی کیطرف تجاوز کرے تو وضو کی ناقض ہے ہم فتح القدیر میں ہے
اسکا مطلب یون سمجھنا واجب کہ وہ زخم ایسا ہو کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر بہیں زخم پر پہرے سوتر ہو جاویگا پاک نہیں ہوا جب تک بہ نہ
کیونکہ وہ حدث نہیں کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القئ وقیل کے ولحد لاتحاد السبب وہو الغثیان عند محمد وہو الاصلات
الاصل اضافۃ الاحکام الی اسبابہا کما تبتہ فی الکافی اور متفرق قے کو جو منہ بہر کے نہیں اٹکل سے جمع کیجئے اور ایک قرار اسکو ٹھہرائیے
سبب کے متحد ہونے سے اور سبب کا مثل ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی سے آئی اور مجموع کرنے سے بہری ہو تو اسکو قطعی
سے نور وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا اُنکے اسباب کیطرف اصل ہے مگر یہہ کہ اسباب کیطرف
نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اب سبب کیطرف نسبت نہوگی چنانچہ اسکی تشریح کافی میں ہے ہم مانع کی مثال چنانچہ سجدہ تلاوت ہو جبکہ اسکا سبب
یہ مجلس واحد میں کیونکہ اگر بیان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور غیر اصح قول ہے ابو یوسف کا یعنی مجمع
متفرق کیواسطے اونکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے وکل ما لیس بحدث لیس بنجس لا تقریب تزادہ ابا ای کنحو قلیل وکدم لو ترک لم یسل لیس بنجس
عند الثانی اور جو چیز حدث نہیں یعنی ناقض وضو کی نہیں کسیطرح سے جیسے تھوڑی سی قے اور خون جو اسکو چھوڑدے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہیں
ابو یوسف کے نزدیک شارح نے کہا حدث میں اصلا کی قید ہمنے لگائی بار بار کے زائد ہونیکے قرینہ سے ہم اسواسطے کہ بار بار کی زیادت نفی کے
عموم یعنی پر دلالت کرتی ہے منم ہونیکے تاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اُس حدث سے احتراز ہوا جو معذور کا فاسد ہوا ہو وقت نماز کے خارج
ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلا معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق میں حدث نہیں لیکن وہ ناپاک ہے اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق
میں حدث ہے تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نہ ہوا اس کلیہ کے تحت میں البحر الرائق مذکور صحیح ہے کہ جو چیز حدث نہیں وہ پاک نہیں اور
عکس درست نہیں یعنی جو نجس نہیں وہ حدث نہیں اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہیں مگر حدث میں یعنی ناقض وضو میں کذا فی الطحطاوی وقید
میں ہے کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہیں کہ اعلا معدہ سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہیں ہے اور تسلیل خون غیر مسفوح ہو یعنی سائل
نہیں تو بعفوا ہو آیہ کریمہ او دما مسفوحا حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اسکی گوشت کی حرمت
پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کیوجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے
وبہ الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہے زخمیوں کی آسانی کیواسطے برخلاف محمد
کے یعنی اونکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے وفی الجوہرۃ یفتی بقول محمد لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح میں ہے
کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاوے اگر سائل چیز میں قلیل قے یا خون لگیا یعنی اگر پانی وغیرہ میں تھوڑا خون لگیا تو اسکو ناپاک جانئے اور اگر کپڑے وغیرہ
خشک چیز میں لگے تو اسکو پاک سمجہے وینقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے ہم شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کر کر
اشارہ کر دیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکۃ ای قوۃ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ
من الارض وہ نیند ناقض وضو ہے جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہے زائل کر دے اسطرح کہ اسکی مقعد زمین سے ملی ہو ہم
صحیح قول یہہ ہے کہ نوم فی نفسہ ناقض نہیں بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اسلیئے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج
شئے سے خالی نہیں اور جو ثابت ہو عادت سے وہ متیقن کی مانند ہے وہو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض سو ناہے
ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی یہہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہو جانے سے والا لا ای وان لم

يَرٰى مُمْسِكَةً لَا يَنْقُضُ وَاِنْ تَعَمَّدَهُ فِي الصَّلٰوةِ اَوْ غَيْرِهَا عَلَى الْمُخْتَارِ اور اگر ویسی نیند نہین یعنی اوسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو
کی نہین اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین بنا بر قول مختار کے ھ علی المختار صلوٰۃ کیطرف راجع ہے اور غیر مختار ابو یوسف کا قول ہے کہ جب نماز
مین عمداً سو ویگا تو وضو رہیگا کذا فی الطحطاوی كَالنَّوْمِ قَاعِدًا وَلَوْ مُسْتَنِدًا اِلٰى مَا لَوْ اُزِيْلَ لَسَقَطَ عَلَى الْمَذْهَبِ تو مع غیر ناقض جیسے دونون سرین
پر بیٹھ کر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر اوسکو ہٹا لیجیے تو سونیوالا گر پڑے بنا بر درست مذہب کے ھ شارح نے نیند کی ان اقسام کی
اب تفصیل شروع کی جسسے وضو نہین ٹوٹتا ھدایہ مین سہارے کی نیند مذکور کو نواقض مین شمار کیا ہے اور اوسکی شارحون نے کہا کہ طحاوی نے اسکو اختیار کیا ہے
مبسوط کی اصل روایت مین نہین ہے اور محیط مین ہے کہ اگر زمین پر مستقر نہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہین یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر
اَوْ سَاجِدًا عَلَى الْهَيْئَةِ الْمَسْنُوْنَةِ وَلَوْ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُعْتَمَدِ ذَكَرَهُ الْحَلَبِيُّ یا سونا سجدہ کر کے مسنون سنت کیطور پر اگرچہ نماز کے سوا مین اسطرح سو گیا ہو
وضو نہین جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ھ سجدہ مسنون کی صفت یہہ ہے کہ پیٹ اونچا رکھے رانون سے اور بازو علیحدہ ہون پہلو سے اسواسطے کہ
اسطرح مین استمساک باقی ہے اور استطلاق منعدم ہے اور بعضون نے کہا کہ نماز مین ہر طرح کا سجدہ ناقض نہین اور غیر نماز مین سجدہ مسنونہ ناقض نہین کذا فی الطحطاوی
درر مین ہے اور اسیطرح قیام اور رکوع کی حالت مین سونا وضو کا ناقض نہین او متربعا یا تربع پر سونا اسطرح کہ دونون پانون ایک جانب کو پہیلائے
اور دونون سرین زمین پر جمائے او مُحْتَبِيًا وَرَأْسُهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ یا سونا اگر بیٹھ کر اسطرح کہ دونون پنڈلیان چہاتی سے ملجاوین کپڑا لپیٹ کر یا دونو ہاتھون
سے تھام کر اور سر دونون گھٹنون پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنون پر نہو تو بطریق اولی ناقض وضو نہین او شِبْهَ الْمُنْكَبِّ یا سونا اوندہے کی مانند
اسطرح کہ دونون سرین رکھے ایڑیون پر اور پیٹ رانون پر اور ہو گیا اوندہے کی مشابہ ایسا ذکر کیا بحر الرائق مین اور اسمین گفتگو ہے کذا فی الطحطاوی سے
اَوْ فِيْ مَحْمِلٍ اَوْ سَرْجٍ اَوْ اِكَافٍ یا سونا عماری مین یا زین یا پالان پر ھ طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل مین کھڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہین انتہی
خانیہ مین ہے کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان مین سو گیا وضو نہین ٹوٹا کیونکہ مفاصل ڈہیلے نہین ہوگئے اور اگر دونون سرین کو ایڑیون پر رکھکر سو گیا
جسطرح کتا کرتا ہے تو اوسپر وضو نہین ابو یوسف کے نزدیک اور بعضون نے کہا کہ امام کے نزدیک بھی وَلَوِ الدَّابَّةُ عُرْيَانًا فَاِنْ حَالَ الْهُبُوْطِ نَقَضَ وَ
اِلَّا لَا اور جو سوار ہے اس حالمین کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہے تو اگر اتار پر ہے یعنی بلندی سے نشیب کو آتا ہے تو ناقض وضو ہے ورنہ ناقض نہین ھ
اسلیے کہ نیچے اترنے پر سوار آگے کو جھکتا ہے تو سرین اوٹھ جاتے ہین تو استمساک جو مانع خروج ریح تہا باقی نرہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑہنے
مین یہہ بات نہین تو وضو قائم رہیگا وَلَوْ نَامَ قَاعِدًا يَتَمَايَلُ فَسَقَطَ اِنِ انْتَبَهَ حِيْنَ سَقَطَ فَلَا نَقْضَ بِهِ يُفْتٰى كَنَاعِسٍ يَفْهَمُ اَكْثَرَ مَا قِيْلَ عِنْدَهُ اور جو بیٹھا
سو رہا تھا جھوم جھوم کر پھر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض وضو نہین اسی قول پر فتوی ہے جیسے وضو نہین ٹوٹتا اوس اونگھنے کا جو سمجھتا جاتا ہے اکثر ان باتونکو
جو اوسکے پاس ہو رہی ہین کذا فی الخانیہ ھ خانیہ مین ہے کہ اگر چار زانو سو یا کسی چیز پر پیٹھ کو ٹیک کر شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہہ ناقض نہوگا انتہی ما فی
الخانیہ حاصل مقام یہہ ہے کہ اگر استرخاء مفاصل نہین ہوا اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہے چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ
وغیر ذلک من المذکورات مین تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہین وَالْعَتَهُ لَا يَنْقُضُ اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہین ھ عتہ بفتح
اول وسکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو جاتا ہے مگر وہ کسیکو نہین مارتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے ایسا ذکر
ہے بحر الرائق مین اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اوسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہے اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہین جیسے طفل عاقل کی
عبادت صحیح ہے گو وہ مکلف نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً كَنَوْمِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ جیسے انبیا علیہم الصلوٰۃ و السلام کی نیند وضو کو نہین
توڑتی ھ قنیہ مین مصرح ہے کہ ناقض وضو نہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہے و لہذا صحیحین مین وارد ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سوئے
یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پہر اوٹھے اور نماز پڑہی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث مین فرمایا ہے کہ میری آنکھین سوتی ہین اور میرا دل
نہین سوتا اور اسپر اعتراض نہین لگتا اوس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس مین حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تہا اسواسطے کہ دل مبارک جاگتا تہا

عداوت دین سے انکا دشمنا اور طلوع آفتاب کا آدمیاک دل سے متعلق نہیں آنکہ کا یہ کام ہے سو آنکہ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور فقہا کی
کتابوں میں علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی حکم ہے تو اسوقت میں حضرات انبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو کرنا استون کی تشریع کیواسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنیٰ ہیں کذا فی الطحطاوی وقال ینقض اغماؤہم
وغشیتہم ظاہر کلام المبسوط نعم اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کلام مبسوط سے یہ ہے کہ ان کا نقض
ہے اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے جس سے قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور عقل زائل نہیں ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہے برخلاف جنون کے کہ
وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہ ہے کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہو جاوے بسبب قلب ضعیف ہو جانے کے گرسنگی وغیرہ سے چنانچہ قہستانی میں ہے تو
غشی نوم کی برابر ہے زوال اختیار اور قوت قدرت میں بلکہ نوم سے زائد ہے اسواسطے کہ نائم جگانے سے ہوشیار ہو جاتا ہے اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہے
اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وینقضہ اغماء ومنہ الغشی اور وضو کو توڑتا ہے اغما اور اسکی قسم سے
ہے غشی یعنی اغما اور غشی دونوں ناقض ہیں وجنون اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہے زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر
ہے باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہے لہذا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہیں اور
اغما صحیح ہے اسواسطے کہ عقل اسمیں مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر یدخل فی مشیہ تمایل ولو باکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہے وہ نشہ کہ
مست اپنی چال میں ادہر اودہر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کہانے سے نشا حاصل ہوا ہو ھم نشا اور مستی عبارت ہے اس سرور سے جو عقل پر غالب ہو جاوے
بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہیں کر سکتا مگر اسکی عقل زائل نہیں ہو جاتی اسیواسطے خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہے یہی قول
تحقیق ہے اور بعضوں نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہے اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہے کذا فی شرح الوقایہ
الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنی ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے لیکن خلاف آئندہ ھم قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج
نجس نہیں اور یہی مذہب ہے شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کا اور ہماری مذہب کی دلیل وہ حدیث ہے جو چند صحابیوں سے مرفوع مروی ہے اور منجملہ
ایک طریق یہ ہے جو معجم طبرانی میں ابو العالیہ ابو موسیٰ اشعری سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑہاتے تھے کہ ایک کمبخت آدمی
آیا اور اس گڑھے میں گر پڑا جو مسجد میں تھا اس بہت لوگ جو نماز میں تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والونکو فرمایا کہ وضو اور
نماز کا اعادہ کریں اور بیہقی نے خلافیات میں امام احمد سے روایت کی ہے اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہیں لیا میں کہتا ہوں بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا اسواسطے
مرسل کہتے کہ احمد حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہے احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ انکا مذہب یہ ہے کہ حدیث
مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہیں قیاس پر سو یہاں انہوں نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا و تمام البیان
فیہ ما یسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہے جسکو پاس کے لوگ سنیں اور ضحک وہ ہنسی ہے جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہ ہے کہ وہ
نقض وضو کا نہیں کرتا مگر نماز کا مبطل ہے اور تبسم وہ ہنسی ہے جسمیں مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کہل جاویں اور اسکا حکم یہ ہے کہ نہ وضو اس سے جاتا ہے نہ نماز
بالغ ولو امراۃ سہوا یقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہے اگرچہ عورت ہو گو بھولکر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم لصلوٰتہما بہ
لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونوں کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہے بمصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہے قہقہہ
اس بالغ جوان کا جو نماز پڑہتا ہے خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہے یا نمازی کا حکم رکہتا ہے بانی کی مانند بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز میں ٹوٹا
پہر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرے تو اسکو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مارنے سے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان
بطہارۃ صغری ولو تیمما مستقلۃ نماز پڑہتا ہو اس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہو نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو ھم طہارت

سے مراد عبارت ہی وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہی غسل سی فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام
بدن کے دہونے کے ضمن مین حاصل ہوا ھم اور اگر اول وضو کر کے غسل کریگا تو ظاہرا وضو مستقل ہے کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الخانیۃ
والفتح والنہر النقض عقوبۃ لہ وعلیہ الجمہور کما فی الدر المختار لا شی فیہ بین خانیہ اور فتح اور نہر الفائق مین وضو ضمنی کے نقض کو راجح
کہا ہے ہنسی والیکو سزا دینے کیواسطے فاہم اشارہ فیہ مین کہا کہ جمہور اسی قول پر ہین کہ وضو نہین رہتا صلوۃ کاملۃ بالغ مذکور پوری نماز پڑہتا ہووے
ھم نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہے یا جو رکوع سجود کے قائم مقام ہے چنانچہ اشارہ معذور کا یا سوار کا تو نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت
مین قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمدا فانہا تبطل الوضوء لا الصلوۃ خلافا لزفر کما حررہ فی
الشرنبلالیۃ اگرچہ سلام کیوقت عمدا قہقہہ کیا اسواسطے کہ یہہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ شرح وہبانیہ
مین اسکو لکہا ہے ھم عمدا کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعہ متحقق ہو تو اس سے نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کی جز اخیر مین قہقہہ
پایا گیا ولو قہقہ امامہ واحدث عمدا ثم قہقہ المؤتم ولو مسبوقا فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمدا حدث کیا پہر مقتدی نے
قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہین ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصدا سے نماز باطل ہوگئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز
کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہین بخلافہ بعد کلامہ عمدا فی الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمدا کلام
کرنے کے بعد قول اصح مین ھم یعنی اگر امام نے قصدا کلام کیا پہر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول مین مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور
کلام مین کہہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد اسواسطے کلام سے نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہین ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ
مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو ٹوٹا برخلاف قہقہہ امام یا عمدا حدث کے کہ اوسنے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بہی نماز فاسد ہوگئی تو اب
قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل الامتحان لو نسی الباقی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوۃ
انتقض لا بعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلوں سے ایک یہہ مسئلہ ہی کہ اگر باقی مثلا مسح کرنا سر یا موزے کا بہولگیا پہر اوسنے قہقہہ مارا
نماز مین شروع کرنے سے پہلے تو اسکا وضو ٹوٹ گیا یعنی اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اسواسطے کہ باقی کا وضو کیواسطے آنا جانا نماز مین
داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہین ٹوٹا بسبب باطل ہوجانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ نسیان مسح سے طہارت نہوئی
تو نہ طہارت نماز پڑہنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹہہرا ھم یعنی اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزما دیکہ اوسکو علم اس مسئلہ کا ہی
جس سے پوچہا جاوے
یا نہین تو یون پوچہے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہوا اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہوجاوے امر بالعکس
ہے کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو
بلا بلل علی المعتمد اور ناقض وضو ہی کہلی مباشرت دونون شرمگاہون کے بہڑ جانے سے اگرچہ یہہ امر دو عورتون مین واقع ہو یا دو مردون
مین استادگی کے ساتہ جانبین یعنی لگانیوالا اور جسکو لگایا دونون کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ مین مذی کی تری نہو بنابر معتمد قول کے
ھم یہہ قول شیخین کا ہی اور محمد نے کہا کہ مباشرت فاحشہ ناقض نہین جبتک کچہہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہی لیکن تصحیح معتمد نہین اسلیے کہ
تحفہ مین تصریح کی چنانچہ اوسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ مین مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر مین کہتا
ہون فتاوی عالمگیری مین جو بنا بیع سے محمد کے قول پر فتوی اور نصاب سے تصحیح اوسکی نقل کی ہے وہ بہی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے
لائق اعتماد کے نہین قنیہ مین ہی کہ عورت کے وضو ٹوٹنے مین انتشار آلہ مرد معتبر نہین کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ
ندبا نہین توڑتا وضو کو ذکر کا چہونا لیکن مستحب ہی کہ ہاتہ دہو ڈالے ھم بسرہ بنت صفوان کی حدیث مین مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہوا اور
طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث مین جسکو سوا ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہین ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث اصح

اور اسی پر اور یہی ہیں یحییٰ بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے کذا فی اللمعات مختصراً أَوْ مَسَّ امْرَأَةً وَأَمْرَدَ اور ناقض وضو نہیں
عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا ہے امام شافعی کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالیٰ (اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ) ہماری دلیل یہہ ہے
کہ لمس جب مقارن ہو عورتوں سے تو جماع مراد ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ کا چھونا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤن کا نماز کے اندر ثابت ہے
اور صحیحین میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہٹانا عائشہ صدیقہ کے پاؤن کا نماز میں ثابت ہے لٰكِنْ يُنْدَبُ لِلْخُرُوْجِ مِنَ الْخِلَافِ لَا سِيَّمَا لِلْإِمَامِ
لیکن وضو کرنا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہے تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق میں یعنے اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور
مخالف سب نماز پڑھتے ہیں تو مقتدیوں کی رعایت کرنا خوب بات ہے لٰكِنْ بِشَرْطِ عَدَمِ لُزُوْمِ ارْتِكَابِ مَكْرُوْهٍ فِيْ مَذْهَبِهٖ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا
اپنے مذہب میں لازم نہ آوے ہم شارح نے استدراک کیا اس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیوں کی مذہب کی مستحب ہے خواہ اس
مسئلے میں یا اسکے غیر میں والّا اس مسئلے میں تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحلبی كَمَا لَا يَنْقُضُ لَوْ خَرَجَ مِنْ
اُذُنِهٖ نَحْوُ قَيْحٍ كَصَدِيْدٍ وَمَاءِ سُرَّةٍ وَثَدْيٍ وَعَيْنٍ لَا لِوَجَعٍ سبب سے وضو نہیں ٹوٹتا اگر کسی کے کان سے اور ناف سے اور چنانچہ
اوسکی آنکھ یا پستان سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اوسکی مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا
بدون درد کے وَاِنْ خَرَجَ بِهٖ اَيْ بِوَجَعٍ نَقَضَ لِاَنَّهٗ دَلِيْلُ الْجُرْحِ اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے
ساتھ نکلنا دلیل ہے زخم کی دلیل ہے ہم بحرالرائق میں کہا کہ پانی میں یہہ تفصیل البتہ خوب ہے اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہیں ہوتا نہر الفائق
میں اسکا جواب دیا کہ ممکن ہے کہ زخم چھپا ہو کر پیپ نکلا ہوا اور درد کا ہونا یہی صحت کی علامت ہے فتاوی عالمگیری میں ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے
شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اسیطرح وغیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج میں مذکور ہے تو صاحب بحر کا استبعاد لائق التفات کے
نہیں ہے فَاِذَا عُلِمَ مِنْ نَحْوِهٖ رَمَدٌ وَعَمَشٌ نَاقِضٌ فَاحْفَظْهُ فَاِنَّ النَّاسَ عَنْهُ غَافِلُوْنَ جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج
ہو وہ ناقض ہے تو آنسو اوس شخص کا جسکی آنکھ اوٹھ آئی اور دکھتی ہے یا ایسی چوندہ ہو اور چیپڑ ہی کر اکثر پانی بہا کرتا ہے ناقض وضو ہے
اور اگر آنسو بہنا دائمی ہوگیا تو یہہ شخص معذور ہوگیا او معذور کا حکم باب الحیض میں معلوم ہوگا ایسا مذکور ہے مجتبے میں اور لوگ اس مسئلہ کے حکم
سے غافل ہیں یعنی اس آنسو کو ناقض وضو نہیں جانتے ہیں ہم فقہانے کہا ہے جسکی آنکھ میں رَمَد یا عَمَش ہے سے آنسو جاری ہو اوسکو ہر وقت نماز
کے وضو کرنیکا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہہ تعلیل اسکی مقتضی ہے کہ یہہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہے بقرینہ
مرض اسیطرح فتح القدیر میں ہے اور مجتبی میں اسکی وجہ یون بیان کی ہے کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی كَمَا
يَنْقُضُ لَوْ حَشَا اِحْلِيْلَهٗ بِقُطْنَةٍ وَابْتَلَّ الطَّرَفُ الظَّاهِرُ هٰذَا لَوِ الْقُطْنَةُ عَالِيَةً اَوْ مُحَاذِيَةً لِرَأْسِ الْاِحْلِيْلِ وَاِنْ مُتَسَفِّلَةً عَنْهُ لَا يَنْقُضُ جیسے کہ ناقض
وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ میں روئی بھر دی ہوا اور روئی کی ظاہر طرف تر ہوگئی یہہ نقض وضو کا حکم اسصورت میں ہے کہ اگر روئی سوراخ
کے سر کے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سیری سے نیچی ہو اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وَكَذَا
الْحُكْمُ فِي الدُّبُرِ وَالْفَرْجِ الدَّاخِلِ اور اسیطرح کا حکم ہے مقعد اور فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر دہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہو تو طرف
ظاہر تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہے ہم منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج میں ہے اور تر ہوگیا تو وضو ٹوٹا نفذ ہو
یا نہو کذا فی الطحطاوی وَاِنِ ابْتَلَّ الطَّرَفُ الدَّاخِلُ لَا يَنْقُضُ اور اگر روئی وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہوگئی تو ناقض وضو نہیں وَلَوْ سَقَطَتْ
فَاِنْ رَطْبَةً انْتَقَضَ وَاِلَّا لَا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی تو اگر تر ہے تو وضو ٹوٹا اور اگر تر نہیں تو نہیں ٹوٹا وَكَذَا لَوْ اَدْخَلَ اِصْبَعَهٗ فِيْ
دُبُرِهٖ وَلَمْ يُغَيِّبْهَا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر انگلی مقعد میں داخل کی اور ساری انگلی غائب نہیں کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو
نہیں ٹوٹا فَاِنْ غَيَّبَهَا اَوْ اَدْخَلَهَا عِنْدَ الْاِسْتِنْجَاءِ بَطَلَ صَوْمُهٗ وَوُضُوْءُهٗ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کرنے داخل کی تو

وضو ایدر وزہ اسکا باطل ہوگیا ہم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا اونگلی غائب کرنے سی متعلق ہی اور بطلان صوم ادخال حالت
استنجا سی متعلق ہے اسواسطے کہ جب اونگلی غائب ہوئی تو لوث نجاست سی نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا کرنے مین اونگلی داخل کی تو پانی کا
داخل ہونا پیٹ مین لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے لف ونشر کا دہیان نہین کیا تو شارح پر اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنیسے
اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہہ ہے کہ اونگلی غائب کرنے سی وضو باطل ہوتا ہی نہ صوم اور ادخال حالت استنجا
سے صوم باطل ہوتا ہے۔ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ہم فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہین ہر شی کے اعلے کو اور قوم کے شریف کو
تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت یہہ ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو اُن سی فوت ہوگئے یا
مستغرب مین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع ضروریہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہی اور گاہے
تیناً عیف کلام مین مناسب مقام یستحب للرجل ان یحتشی ان رابہ الشیطان ویجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یصلی مرد کو مستحب ہی
احلیل مین روئی وغیرہ رکہنا اگر شیطان اوسکو شک مین والتا ہو قطرہ آنیکے وسوسہ سی اور واجب ہے بقدر نماز پڑہنے کے اگر عذر منقطع نہوتا ہو بدون
روئی رکہنے کے تاکہ نماز حتے المقدور طہارت سی حاصل ہو ہم طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جنب نہایا پیشاب کے بعد پہر اوسنے اپنے ذکر پر نمی
اور تراوت دیکہی اور اوسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہی تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان
اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور اوسکو نجاست کا یقین نہین ہے تو وہ نماز پڑہتا رہے اور اوسکا دہیان نکرے جبتک اوسکو پیشاب ہونیکا یقین حاصل
نہو اور جو مبتلا ہو ایسی وسواس کا اوسکو چاہیئے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چہڑک لے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اوسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی
الخانیہ یاسور تی خرج دبرہ ان ادخلہ بیدہ انتقض وضوءہ وان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اوسکو اپنے ہاتہ سے
اندر کر دیا تو اوسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن اگر کچہہ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہی کذا فی الطحطاوی سے
وکذا لو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور اسیطرح اگر کیڑا تہوڑا سا نکلا پہر گہس گیا تو ناقض نہین من لذکرہ راسان فالذی لا یخرج منہ
البول المعتاد کمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سرہون تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے ہی یعنی اُس سے اگر کوئی
چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جب تک وہ شی سائل نہوگی جیسے زخم سی نکلنا بدون سیلان ناقض نہین الخنثی غیر المشکل فرجہ الاخر کالجرح جو خنثی
کہ مشکل نہین اوسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہی تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو ٹوٹنے کا
دونون فرج کی پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سی نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے کذا
فی الطحطاوی والمشکل ینتقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سی بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی
التوضیح ہم خنثی مشکل اوسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سی ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان
انکر الوضوء للصلوۃ نعم لغیرہا لا سوال وضو کا منکر کافر ہے یا نہین جواب اگر اوسنے وضو کا انکار کیا نماز کیواسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر
نماز کیواسطے منکر وضو ہوسکتی کافر نہین ہوگا ہم نماز کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اوسنے قران کی تکذیب کی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین
آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الآیہ اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اوسکی آیت مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور
ہوچکا یعنی تو قطعی کا منکر نہہرا شک فی بعض وضوئہ اعاد ما شک فیہ لو فی خلالہ ولم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو
کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا اوسکو پہر کرلے اگر اثناء وضو کرنے مین شک
ہوا ہو اور شک کا ہونا اوسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنی اگر اثناء وضو مین شک نہین پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اوسکو
شک کی عادت ہو یا نہو یا اوسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو مین ہو یا بعد وضو ان صورتون مین اعادہ نکرے اور شک کیطرف التفات نکرے

بشرطٍ في الاصحّ اور اس فرض کے ادا ہونے میں پانی پینا منہ بہر کے کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ فرضیت مضمضہ میں کلی کا باہر پہینکنا شرط نہیں صحیح تر قول
میں ھم یعنی جبکہ خوب منہ بہر کے پانی پیا سارا منہ اندر دہو گیا مضمضہ بفرضہ ادا ہوا تو اگر چوس کر پانی پیا فرض ادا نہوا چنانچہ بحر الرائق میں ہی اصلی
کہ چوسنی میں ساری منہ کے اندر پانی نہیں پونہچتا ہر چند کلی کا باہر پہینکنا شرط نہیں قول اصح میں لیکن احوط ہی کما فی الخلاصہ اسواسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے
بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہے احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر وانفہ حتّی ما تحت الدّرن اور تمام ناک کا دہونا فرض ہے یہانتک کہ
ناک کے خشک پٹہرے کے نیچے بھی پانی پونہچانا ضرور ہے ھم بحر الرائق میں ہے کہ دَرَن یابس یعنی خشک میل ناک میں جیلابی روٹی اور خمیر کی مانند تمام
اغتسال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی وباقی بدنہ اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دہونا فرض ہے ھم بدن ظاہر اور باطن سبکو شامل ہی چنانچہ
داخل عین کو بھی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکھہ کے اندر کا دہونا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ آنکھہ چربی کی ہے پانی کی متحمل نہیں اور جو بعضے اصحاب مثل ابن
عمر اور ابن عباس کے اندر آنکھہ کے دہویا کرتے تھے اونکی بصارت زائل ہوگئی تھی ولہذا آنکھہ کا دہونا نچاہیئے اگرچہ اسکے اندر ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی
منح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذٍ فالرأس والعنق والید والرجل خارجۃ لتدخلہ تبعا لکن
کتب لغت مثل مغرب وغیرہ میں ہے کہ بدن لغت عرب میں مونڈہی سے سرین تک اور جبکہ یہہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھہ اور پانون بدن سے
خارج ہیں لغت کی راہ سے داخل ہیں کوئی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح میں ھم خلاصہ یہہ ہی کہ مصنف نے بدن کا اطلاق جسد پر کیا اسواسطے کہ یہان بدن سے
بالعموم الاطراف مراد ہی لا دلکہ لانہ متمم فیکون مستحبّا لا شرطا خلافا لمالک میں بدن کا ملنا فرض نہیں اسواسطے کہ ملنا کامل کرنیوالا ہے
دہونیکا پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ مکمل اور متمم شی کا اوس شئے کے وجود کے بعد ہوتا ہی برخلاف امام مالک کے ھم امام مالک اور ابو یوسف
کی ایک روایت میں ملنا غسل میں فرض ہے ولک عبارت ہی اعضا مغسولہ پر ہاتھہ پہیرنے سی تو اگر پانی بہایا اور ساری بدن پر پونہچ گیا بدون ہاتھہ لگانیکے
تو فرض ادا ہو گیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہیں ہوا ویجب ای یفرض غسل کلّ ما یمکن من البدن بلا حرج مرّۃ کاذن وسرّۃ وشارب
وحاجب واثناء لحیۃ وشعر رأس ولو متلبّدا لما فی فاطّہّروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دہونا ایکبار ہر اوس محل کا بدن سے
جسکا دہونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہی چنانچہ کان اور ناف اور موچہہ اور بہون اور داڑہی اور سر کے بالون کے اندر کا دہونا اگرچہ سر کے بال گوندہی یا جم
چپکے ہون اسواسطے کہ فاطّہّروا کے لفظ میں مبالغہ نکلتا ہے ھم یعنی حق تعالی نے فرمایا ان کنتم جنبا فاطّہّروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے
تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی ساری بدن کا دہونا جہانتک ہو سکی بلا حرج اوسکو دہوؤ ولہذا مضمضہ اور استنشاق غسل میں فرض ہوا نہ وضو میں اسلیے کہ
فم اکو جہ سے داخل بدن ہی اور ایک وجہ سے خارج بدن ہی باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کیوقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گہوٹنے اور
داخل ہونے کسی چیز کے اوسکی منہ میں تو وضو میں فم یعنی منہ داخل بدن قرار دیا اور غسل میں خارج بدن اسواسطے غسل میں مبالغہ کا صیغہ یعنے
فاطّہّروا وارد ہی اور وضو میں غسل وجہ کا حکم ہے اور توجہ عبارت ہی مواجہہ سے وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہے
عورت کو فرج خارج کا دہونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منہ کی مانند ہی کہ من وجہ داخل ہے اور من وجہ خارج فرض نہیں فرج داخل کا دہونا
اسواسطے ہی کہ وہ اندر بدن کے داخل ہی اور اندر کا دہونا ساقط ہی ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی کو اپنی شرمگاہ میں
داخل نکرے اسیکا فتوی ہے یعنی غسل میں یہہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سی کیونکہ اندر کا دہونا واجب نہیں لا یجب غسل ما فیہ حرج
کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہیں غسل میں دہونا وہ جگہ جسمین مشقت اور تکلیف ہی چنانچہ آنکھہ کا دہونا اگرچہ اوسمین ناپاک سرمہ لگایا ہو
وثقب انضمّ وداخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل قلفہ کا دہونا واجب نہیں ھم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہو گیا وہان پانی پونہچانا واجب
نہیں حرج کی جہت سی قلفہ بضم قاف وسکون لام وہ کہال ہے جو ختنہ کرنے میں کاٹی جاتی ہے بل یندب ہو الاصحّ قالہ الکمال وعلّلہ بالحرج
فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دہونا مستحب ہی یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت

بیان کی ہو تو اشکال ساقط ہو گیا ھ یعنی جب حرج کو علت قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہی کہ اگر داخل قلفہ کا دھونا
مین دہونا واجب نہین باوجودیکہ مبالغہ فاطہروا کے تو اسکو جمل بدن کا حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرہ آنے سے کیون وضو ٹوٹتا ہی قول
صحیح ہی سقوط اعتراض کیوجہ یہ ہی کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کیوجہ سے ہی نہ اسواسطے کہ یہ ظاہر بدن نہین ہی ف المسعودی ان امکن
فسخ القلفة بلا مشقة یجب والا لا اور مسعودی مین ہی کہ اگر کہولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہوسکے تو اندر کا دھونا واجب ہے ورنہ واجب نہین
ھم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسکی علت تمام القدیر کا کلام مشیر ہی اسواسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہی تو جہان حرج نہین وہان
دہونا بھی ساقط نہین کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتها ای شعر المرأة المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہی ترکرنا اور بہگونا عورت کی
گوندہی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندہی بالونکا دہونا عورت پر فرض نہین جڑون کا ترکردینا کفایت کرتا ہی تکلیف اور مشقت کیوجہ سی ضفیرہ سی مراد عورت
کے گوندہی بال ہین ھم صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہ سی روایت ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنے سر کی گوندہی چوٹی خوب مضبوط کرکے
باندہتی ہون کیا حیض اور جنابت کے غسل کیواسطے اسکو کہولا کرون فرمایا نہین تجھکو تو تین بار دونوا تہہ سی پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہی
اسکے اوپر پانی کا بہانا اور پاک ہونا آور ابو داؤد مین ثوبان رض سی روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے
بال کہولڈالے اور بالونکو دہووے یہانتک کہ بالونکی جڑ تک پہونچے اور عورت پر تو بالون کا کہولنا ضرور نہین اوسکو تو تین چلو بہرکے پانی سر پر ڈالنا
کفایت کرتا ہی کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض غسل کله اتفاقا اور عورت کو کہلے بالون کا تو بالکل دہونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان
فقط جڑون کا ترکرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلها یجب نقضها مطلقا هو الصحیح اور اگر گوندہی چوٹی کی جڑ نہ بہیگے تو چوٹی کا کہولنا واجب ہے
ہر طرح یہی قول صحیح ہی ھ ہر طرح کہولنا واجب ہی خواہ اوسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ بالون کا نچوڑنا دہونیکے بعد ضرور ہی خواہ بال
گوندہی ہون یا کہلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرها غسل رأسها ترکته اور اگر سر کا دہونا عورت کو ضرر کرتا ہی تو سر کا دہونا چہوڑ دے یعنی درصورت
ضرر سر کا دہونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہی سر کو چہوڑ کے باقی بدن دہووے پاک ہوجاویگی وقیل تمسحه اور بعضون نے
کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دہونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجها وسیجئ فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم
کے مسائل مین ھ یعنی اگر عورت کو سر کا دہونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اوسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہین پہونچتا ہی اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہی اور
اوسکے دفع ضرر کا علاج یہ ہی کہ بقول اول غسل اور مسح دونوں کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرلے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرته
فینقضها وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقه کفایت نہین کرتا ہی مرد کی گوندہی چوٹی کا بہگونا تو واجب یعنی فرض ہی اوسکا کہولنا
اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور بد نمائی کے ممکن ہی برخلاف عورت کے ھ علوی یعنی سادات
مرتضویہ اور ترکیون کی عادت ہی بال رکہنے اور چوٹی گوندہنے کی اسواسطے اونکو بالخصوص ذکر کیا ولا یمنع الطهارة ونیم ای خرء ذباب و
برغوث لم یصل الماء تحته اور طہارت کا مانع نہین مکہی اور مچہر کا گوہ جسکے نیچے پانی نہین پہونچا اسواسطے کہ اس سی بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی
وحناء ولو جرمه به یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہی اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسیکا فتوی ہی ھ لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو
اوسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہے اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہوگی ولہذا البحر الرائق مین کہا ہی کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو چپکائی ہو
اسطرح کہ پانی بالون کی جڑون مین نہ پہونچتا ہو تو اوسپر واجب ہی اوسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا
دهن ودسومة اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہی اور اسیطرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہی
یعنی درن اور وسخ دونون یک معنی ہین وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع
طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون برابر ہین قول اصح مین ھ اور غیر صحیح قول یہ ہے

کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہی گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہی تو پانی نفوذ نہین کرتا طحطاوی نے کہا
قول صحیح کی وجہ یہہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کرجاتا ہی بخلاف نحو عجین برخلاف گوندھے آٹے کی مانند کہ وہ طہارت کا مانع ہے عدم نفوذ کی
وجہ سے ھم گوندھے آٹے کی مانند وہ چیزین ہین جنمین پانی سرایت نہین کرتا چنانچہ چبلائی ہوئی روٹی اور میل کے پپڑے ناکین اور کہال مچھلی کی کذا
فی البحر ولا یمنع ما علی ظفر صباغ اور مانع طہارت کی نہین وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر لگی ضرورت کیوجہ سے اور بعضون کے نزدیک مانع ہی
مضمرات مین کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی المنح ھم عورتین ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہین اگر فقط رنگ ہی بدون جرم کے تو ظاہرا مہندی
کی مانند مانع طہارت نہین اور اگر جرم ہے جسکو دہڑی کہتے ہین تو ظاہرا عجین کی مانند مانع طہارت ہی واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او
فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہین وہ کہانا جو دانتون کے اندر رہجاتا ہی یا پولے دانت کی
اندر گہس جاتا ہے اسی قول کا فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر وہ سخت اور خشک ہی تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح تر ہے ھم رسم مفتی
مین مذکور ہوگیا کہ فتوی مقدم ہے اصح وغیرہ سے طعام ما بین الاسنان اسواسطے مانع طہارت نہین کہ پانی لطیف چیز ہے ہر جگہہ غالبا سرایت کرجاتا
ہے ایسا مذکور ہے تجنیس مین بحر الرائق مین فقیہ ابو اللیث اور فتاوی فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہہ ہی کہ اوسکو نکال کے پانی اوسپر بہادی
کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط اور اگر غسل کرنے والیکی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہی کہ اوسکو نکالڈالی یا ہلادی
جیسی بالی کانکی بالی کا نکالنا یا گہانا واجب ہی یعنی انگوٹھی اور بالی کا اتنا ہلانا اور گہمانا چاہیے کہ وہان پانی پونہچ جانیکا گمان حاصل ہو ولو لم یکن
بثقب اذنہ قرط فدخل الماء فیہ ای الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزاہ اور اگر اوسکی کان کے سوراخ مین بالی نہو سو پانی پونہچگیا
سوراخ مین کان پر پانی بہنے کیوقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہی کسرۃ واذن دخلہما الماء جیسی ناف اور کان مین پانی داخل ہوگیا اونپر
سائل ہونے سی تو کفایت کرتا ہی یعنی اونگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہین والا یدخل ادخلہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشبۃ ونحوہا والمعتبر
غلبۃ ظنہ بالوصول اور اگر سوراخ مین پانی نہ گیا تو قصدا داخل کری اگرچہ اپنی اونگلی سی اور لکڑی اور مانند اوسکی سینک وغیرہ سی پانی
داخل ہونے کے لئے تکلف نکری اور پانی پونہچنے مین اپنی گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی جب اپنی اٹکل مین آگیا کہ پانی وہان پونہچ گیا ہوگا تو زیادہ
تکلف اور وسواس نکری **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے نسی المضمضۃ او جزءا من بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد لعدم
صحۃ شروعہ جو نہانیوالا کلی کرنا یا کچہہ بدن کا دہونا بہول گیا پہر اوسنی نماز پڑہی پہر اوسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تہی تو اوسکا اعادہ نکری شروع
نماز کے صحیح نہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹہرا تو نماز اوسپر لازم نہوئی تو اسکا اعادہ بہی لازم نہوگا علیہ غسل وثمہ رجال
لا یدعہ وان راوہ مرد پر غسل کرنا واجب ہی اور وہان لوگ ہین تو نہانے کو نہ چہوڑی اگرچہ لوگ اوسکو دیکہین ھم یہہ اوسصورت مین ہی کہ پردہ
وہان نہین ہوسکتا اور نماز کے فوت ہوجانیکا ڈر ہے اور جو عمدا اوسکو دیکہیگا وہ گنہگار ہوگا نہانیوالا معذور ہے والمراۃ بین رجال او رجال
ونساء توخرہ لا بین نساء فقط اور عورت درمیان مردون کے یا درمیان مردون اور عورتون کے نہانے مین تاخیر کری اور تاخیر نکرے
فقط عورتون مین ھم اسواسطے کہ نظر کرنا جنس کا ہمجنس کیطرف خفیف تر ہی برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء او نساء
فقط کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اختلاف ہی اوس مرد کے غسل کرنے مین جو درمیان مردون اور عورتون کے یا فقط درمیان عورتون کے واقع ہی
چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بشرح وبیان کیا ہی ھم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہی کہ یہہ مسئلہ مذہب مین منصوص ہے اور اسمین اختلاف
واقع ہی حالانکہ ایسا نہین اسلئے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہی کہ مین اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہین ہوا مگر قیاس یہہ چاہتا ہی کہ مرد عورتون یا
مردون اور عورتون مین غسل کو تاخیر کرے اور خنثی کو کسیصورت مین کشف عورت جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وینبغی لہا ان تتیمم و
تصلی لعجزہا شرعا عن الماء اور عورت کو چاہئے کہ تیمم کری اور نماز پڑہی اسواسطے کہ عورت مردون مین شرعا پانی کے استعمال سے عاجز ہی

وندبا لاستنجاء بنحو حجر منقٍ مطلقاً ونحو لا یخفی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جائے خواہ مرد یا عورت مردون یا عورتون مین یا دونو نہین ہو
اور فرق غسل اور استنجا مین چھپا نہین ھم وجہ فرق یہ ہے کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہین بنیاد اسکی
شرح مین یہ ہے کہ کشف عورت نکرے یعنی مانع اسواسطے کہ حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلون پر کفایت کرنا
وجب کذا فی الطحطاوی وفرضه وسنته کسنن الوضوء سوی الترتیب اور غسل کی سنتین وضو کی سنتون کی مانند ہین چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا
سوای ترتیب کے یعنی اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہین وآدابه کآدابه سوی استقبال القبلة لانه یکون غالبا مع
کشف العورة اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کی مانند ہین سوای استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے ھم منجملہ مستحبات غسل
ہلانا اور چھنگلی کان کے سوراخ مین ڈالنا پانی پہنچانیکے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور پاک مکان مین بیٹھکر نہانا تاکہ چھینٹین بدن پر
نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضو کی مکروہات کے مانند ہین یعنی منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے
پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وقالوا لو مکث فی ماء جارٍ او حوض کبیر او مطر قدر الوضوء والغسل فقد
اکمل السنة اور فقہانے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ مین بقدر مدت وضو اور غسل کرنیکے ٹھہرا تو البتہ اوسنے پوری سنت ادا کی
یعنی وہ سنت جو اسکے لائق ہے کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگئی مگر فقط نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا
یدیه وفرجه وان لم یکن به خبث اتباعا للحدیث اور سنت ہے غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ کے دہونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی
جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنه ان کان علیه خبث لئلا یشیع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دہونے سے اگر اوسکے بدن پر
نجاست ہو تاکہ پانی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقه فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیه ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد
طهارة الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اوسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے تو یہان پورا وضو مراد ٹھہرا تو
دونو قدمون کے دہونے کو تاخیر نکرے اگرچہ نہاتا ہے پانی جمع ہونیکے مقام مین اسواسطے کہ مذہب معتمد یہ ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے ھم جب وضو کامل مراد ہوا
تو اسمین اشارہ ہے کہ سر کا بھی مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہہ بھی اشارہ ہے کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو کے بجا لاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے
اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہے اور یہی قول صحیح تر ہے مذہب شافعی مین اور بعضون نے کہا تاخیر کرے مطلقا اور بعضون نے کہا اگر وہ
پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی وعلی انه لا یوصف بالاستعمال الا بعد انفصاله عن کل البدن
لانه فی الغسل کعضو واحد اور وجہ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونیکے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے
ھم تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنی جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہے
کہ حدث متجزی نہین یعنی بعض اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جب تک سارا بدن نہ دہویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر منح الغفار
مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے تو جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہین ہے
اسواسطے کہ تمام بدن غسل مین ایک عضو کی مانند ہے یہان تک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے انتہی فحینئذ لا
حاجة الی غسلهما ثانیا اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ یہہ پانی مستعمل نہین ہے تو دونون قدم کے دہونے کی دوسری بار حاجت نہین ھم مگر
بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دہونا بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہے اور اوسکو مجتبی مین اصح کہا ہے وہ محمول ہے یا مستعمل کی
نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہین لیکن ہمنے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل
ہی معتمد فی المذهب ہے کذا فی المنح ملتقطا الا اذا کان ببدنه خبث مگر جبکہ اوسکے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمونکو دوسری بار دہووے
ازالہ نجاست کیواسطے نہ ازالہ حدث کیواسطے کہ وہ تو زائل ہو گیا کذا فی الطحطاوی ولعل القائلین بتأخیر غسلهما انما استحبوه لیکون البدء

والختم باعضاء الوضوء شاید کہ وہ فقہا جو پانون دہونیکے تاخیر کے قائل فقط اسیواسطے تاخیر کو مستحب جانتے ہین تاکہ غسل کی ابتدا اور ختتام وضو کے اعضا پر کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولا لا یأتی بہ ثانیا لانہ لا یستحب وضوءان للغسل اتفاقا اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر غسل سے پہلی وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نکرے اسواسطے کہ ایک غسل کیواسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہین اما لو توضأ بعد الغسل واختلف المجلس علی مذہبنا او فصل بینہما بصلوۃ کقول الشافعیۃ فیستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدلگئی ہم حنفیون کے مذہب پر یا دو وضو مین نماز کو فاصل واقع کیا شافعیون کے قولکی مانند تو پہر دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے ہم یہہ بحث ہے صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہوگیا کہ وضو پر وضو نور علے نور ہے اگرچہ مجلس بدلی ہوا ور جو وضو کہ اسراف مین داخل ہے وہ تیسری بار وضو کرنا ہے چنانچہ اسکی تحقیق صاحب بہر کے کلام سے وضو کے مسائل مین مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی ثم یفیض الماء علی کل بدنہ ثلثا مستوعبا من الماء المعہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو ثمانیۃ ارطال پہر وضو کے بعد پانی بہادے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضا پر پانی پونہچاکر اوسقدر پانی سے وضو اور غسل کرے جسقدر مقرر اور معین ہے شرع مین وضو اور غسل کیواسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہے ہم غسل کیواسطے ایک صاع پانی معین ہے اور وضو کیواسطے ایک مُد اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور ہر مُد دو رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہے جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہے اسواسطے کہ فقہانے صاع کا اندازہ کیا ہے کہ اوسمین ۱۰۴۰ درم بہر مونگ یا مسور سماوے کذا فی الطحطاوی مکروہات وضو کے ترجمہ مین مذکور ہو چکا کہ لکھنؤ کے حساب سے مُد تخمینا تین پاؤ کا ہوتا ہے اور صاع تین سیر پختہ کا صحیحین اور نسائی مین امام محمد باقر رض سے مروی ہے کہ ہم جابر رض کے پاس تہے سو لوگون نے غسل سے سوال کیا جو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجکو کفایت کرتا ہے ایکمرد نے کہا کہ مجکو اسقدر کافی نہین تو جابر نے کہا اُس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جسکے بال تجہہ سے زیادہ تر تہے اور وہ تجہہ سے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کذا فی التیسیر وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہے ہم شارح نے بصیغہ تمریض تضعیف قول کیطرف اشارہ کیا اور شرنبلالی نے اپنے متن مین اسی قول پر اعتماد کیا ہے بحر الرائق مین کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر پورا غسل کرلے صاع سے کم پانی مین تو کافی ہے اور اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیونکی طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہین ایسا مذکور ہے بدائع مین اور نووی شافعی نے عدم لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد قدمناہ عن القہستانی اور جواہر مین ہے کہ جاری پانی مین اسراف نہین ہے اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو مقدم ذکر کیا ہے قہستانی سے نقل کرکے ہم یہہ قول ضعیف ہے چنانچہ اسکی تضعیف مسائل وضو مین شرح مذکور ہو چکی بادیا بمنکبیہ الایمن ثم الایسر ثم برأسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یثنی بالرأس وقیل یبدأ بالرأس وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قالہ فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل مین پانی بہادے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈہے سے پہر اوسکے بعد بائین مونڈہے سے پہر اپنے سر سے پہر باقی بدن پر ملنے کے ساتھہ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے مونڈہے پہ پانی بہاوے پہر دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے بحر الرائق کے مصنف نے کہا اور اسیوجہ سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہے یعنی دُرر مین جو ملاخسرو نے تاخیر سر کی تصحیح کی ہے سو وہ ضعیف قول ہے ہم ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہے جو امام محمد کی کتب خمسہ مین مروی ہے یعنی مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہین اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابین یعنی منتقے اور کافی جو مستخرج ہین کتب خمسہ مذکورہ مین وہ بھی ظاہر الروایۃ ہین اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے صحاح ستہ مین مروی ہے کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کیواسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتھہ دو بار یا تین بار دہوئے پہر آپ نے دونون ہاتھہ ڈالے برتن مین پہر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتھہ سے اوسکو دہویا پہر بایان ہاتھہ زمین پر خوب رگڑا پہر وضو کیا نماز کا سا وضو پہر تین بار سر پہ پانی ڈالا پہر باقی بدن دہویا پہر اوس مقام سے علیحدہ ہوئے پہر دونون پانون دہوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ

اور تیسیر الوصول لے جامع الاصول مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل
جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دہوتے پہر نماز کی مانند وضو کرتے پہر اونگلیان پانی مین ڈالتے اور اونسے بالونکی جڑون مین خلال کرتے
یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پونہچ جانیکا ظن حاصل ہوتا تب اوسپر تین بار پانی بہاتے پہر باقی بدنکو دہوتے پہر دونون پاؤن دہوتے اور صحیح
کی ایک روایت حضرت عائشہ سے یہہ ہے کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پہر سر کے بائین
طرف سے انتہے پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پاؤن پر اور یہی مذکور ہے ہدایہ مین
تو اسکو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیئے واللہ اعلم وصح نقل بلة عضو الی عضو آخر فیہ بشرط التقاطر اور غسل مین صحیح ہے
ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے ہم یعنی نقل مین یہہ شرط ہے کہ دوسرے عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دہونا اوسکا ثابت ہوئے
چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین یہہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہے لا فی الوضوء لما ان البدن کلہ کعضو واحد
نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کیواسطے وضو مین صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ مذکور ہوگیا ہے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے یعنی برخلاف
وضو کے کہ اوسمین چار عضو جدا جدا ہین وفرض الغسل عند خروج منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہے نزدیک نکلنے منی کے
عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض اتفاقا لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل مفروض نہین
اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہے یعنی شرع مین اوسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت ثابت
ہوتی ہے دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے داخل سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیہ منفصل عن مقرہ ہو صلب
الرجل وترائب المرأۃ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹہکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہے اور عورت کی چہاتی کی ہڈیان و
منیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہے یعنی اور گاڑہی جسکے نکلنے سے آلہ سست ہوجاتا ہے ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہے یعنی
اور پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلوۃ والا لا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد
غسل کیا پہر اوسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہے یعنی زرد اور رقیق ہے تو غسل کا اعادہ کرے نہ اوس نماز کا جو غسل کے بعد
اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑہی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑہی عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل کرے
ہم اعادہ غسل کا امام اور محمد کے معتمد قول پر ہے کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اوسوقت ادا ہوئی جبکہ
منی درحکم باطن کے تہی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اوسکے کذا فی الطحطاوی بشہوۃ ای لذۃ ولو حکما کمحتلم غسل فرض ہوتا ہے
اوس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے ساتھ نکلی اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہم احتلام والیکو حقیقی
لذت نہین ہوتی کیونکہ اوسکا ادراک مفقود ہے درر مین ہے کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بہاری چیز کے اوٹہانے سے اور مانند اوسکی
بلاشہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت
مین دفق کا لفظ جو بمعنی اوچہلنے اور کودنے کے ہے ذکر نکیا تاکہ منی عورت کو بہی شامل ہو اسواسطے کہ اوچہل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر
نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہے لیکن چونکہ امام اور محمد کے نزدیک اچہلنے سے منی نکلنے مین دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق
ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین دلوالجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنی کود کر نہین
نکلتی اوسکی چہاتی سے شرمگاہ مین اوترتی ہے طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اوسمین دفق نہین ہوتا اور اوسمین خارج کیطرف دفع
کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اوسکی منی خارج کیطرف مندفع ہوجاتی ہے واما اسنادہ الیہ الصادق فی قولہ تعالی
خلق من ماء دافق الایۃ فبمحل التغلیب اور عورت کی منی کیطرف بہی دفق کی نسبت کرنا حق تعالی کے اس قول مین کہ خلق من ماء دافق

سواسمین تو منت تغلیب کا احتمال ہے ھم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہی کہ قران مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کودنیوالے
پانی سے جو نکلتا ہی پیٹھہ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہند گی ہوتی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہان تغلیب کا احتمال
ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی جلی منی
ہے اور حلبی محشی نے دوسرا جواب یون دیا ہی کہ دفق سے مراد اوترنا ہے منی کا اپنے مکان سے اور نزول بلاشک دونون کی منی مین ثابت ہے
فالمستدل بہا کالقہستانی تبعا للاخی جلبی غیر مصیب تامل جب آیت مین تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل لا نیو للا عورت کی منی کے دافق ہونے
پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کرکے ٹھیک بات پر نہین اسکو غور کرلے ھم اسواسطے کہ جب دلیل مین احتمال
ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کیوجہ شاید یہہ ہے کہ استدلال ہوتا ہی امر ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہے ولانہ لیس بشرط عندھما
خلافا للثانی ولذا قال وان لم یخرج من رأس الذکر بہا اور مصنف نے اسواسطے دفق کا لفظ مذکور نکیا کہ دفق امام اور محمد کے نزدیک شرط
نہین بر خلاف ابو یوسف کے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سر ذکر سے شہوت کے ساتھہ نہ نکلی یعنی اپنی قرار گاہ سے منفصل ہوتے شہوت شرط ہے
گو احلیل سے نکلنے کیوقت شہوت نرہی ہو ھم دریافت کرنا چاہیے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور گاہ لازم بھی آتا ہے کذا فی المنح تو متعدی بمعنی دفع بشدت
ہے اور باینمعنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کیوقت دفق شرط نہین اور دفق لازم بمعنی دفوق یعنی خروج اپنی محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہہ طرفین
اور ابو یوسف سبکے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب نہوگا جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی ہے نہ دفق لازم کی
کذا فی الطحطاوی وثمرتہ ابی یوسف اور سر ذکر سے نکلنے کیوقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف نے شرط کہا ہے ھم اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی
چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اوسنے ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے
نہ ابو یوسف کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی اور منی اپنی محل سے منفصل ہوئی پھر اوسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا
پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک وبقولہ یفتی فی
ضیف خاف ریبۃ واستحیی کما فی المستصفی اور ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاتا ہی اُس مہمان کے حق مین کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سے
یا شرمایا چنانچہ مستصفے مین ہی ھم یعنی مہمان کو احتلام ہوا اور اوسنے سر ذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونیکے بعد منی خارج ہوئی یہہ حرکت بدگمانی کے ڈر
سے کی کہ میزبان کو شبہہ نہ پڑے تو بموجب فتوی غسل اوسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوا ہی مین طرفین کے قول پر فتوی ہی
چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے مصرح ہے وفی القہستانی والتاتارخانیۃ معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف نأخذ لانہ ایسر علی المسلمین
قلت ولا سیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ مین نوازل سے منقول ہی کہ ابو یوسف کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ
وہ مسلمانون پر آسان تر ہے مین کہتا ہون خصوصا موسم سرما اور سفر مین ھم یعنی ابو یوسف کا قول مطلقا ماخوذ ہی گذشتہ نماز دہین اور آیندہ مین
اور منصوری شرح مسعودی مین یون ہی کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی گذشتہ نماز دہین جو بدگمانی کے خوف سے پڑہین اور طرفین کے قول پر فتوی ہی
صلوات مستقبلہ مین کیونکہ اونمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قولکی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خرج منہ بعد البول و
ذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محملہ ان وجد الشہوۃ وھو تقیید قولھم بعدم الغسل بخروجہ بعد البول اور خانیہ مین ہی کہ منی نکلی
پیشاب کرنیکے بعد اور حالانکہ اوسکا ذکر استادہ ہی تو غسل کرنا اوسپر لازم ہوا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ مسئلہ اُس صورت پر محمول ہی جو استادگی کے ساتھہ شہوت
بھی پائی جاوے اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھہ مقید کرنا ہی فقہا کے اس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہین ھم کتب فقہ مین
مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مستی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کیساتہ ہی صاحب بحر نے کہا
اور اسپر دلیل تجنیس کی یہہ تعلیل ہی کہ حالت استادگی خروج اور انفصال سبب دونو پائے گئے یعنی دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وتفتنہ ایلاج

مستحقی فی دامتی الختان ادامی احترازًا من الجنی یعنی اذا قتول وادا لم یظہر لہا فی صورۃ الآدمی کما فی البحر اور غسل معروض ہوا آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کی وقت اور ختان سا ہین ختنہ اوسکا نام ہے جو ختنہ کرنے کے مقام ہت اور بنچے جسکو سپاری کہتے ہین آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہے جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سی جماع کرے اور اوسکو سامنے آدمی کی صورت پر نظر نہ ہوا ہو جبکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق مین ہے تو عورت پر غسل نہین ہے جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہے خواب مین آتا ہے بارہا اور مجکو وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو میرے شوہر کے جماع سے حاصل ہوتی ہے تو اوسپر غسل نہین ہے بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہوگا یا وہ احتلام ہوا اور اگر جن آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہے کذا فی البحر اور ایلاج قدرہا من مقطوعہا یا وقت داخل کرنے بقدر حشفہ کے اوس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہے ولو ینتق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولو کان اور بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ مین کہا کہ کوئی حکم اوسکے ساتھ متعلق نرہا اور مین نے اوسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم یعنی جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہین چنانچہ وجوب غسل اور حلال ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم مین حانث ہونا یا مہر کا مستقر ہونا باقی نرہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقیید کے مفہوم سی یہہ نکلتا ہے کہ اوسکے ساتھ کچھہ حکم متعلق نرہا اور عند السوال اسیکا فتوی دیا جاے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ علیہما یعنی غسل فرض ہوا ہے حشفہ داخل کرنے سے ایک راہ مین دو راہون سے کہ قبل اور دبر ہے اوس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہوسکتا ہے اور قید وطلت مین سی ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سی احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کے قید سی صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہم اور بجرد غائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہین ازانجملہ ابوہریرہ کی حدیث ہے صحیح بخاری اور مسلم مین کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون مین اور جہد کیا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی روایت مین اتنا زیادہ ہے اگرچہ اوسکو انزال نہوا ہو اور یہہ جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی مین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی العینے علیہما اے الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونون پر غسل فرض ہے یعنی فاعل اور مفعول پر اسلئے کہ فاعل اور مفعول دونون مکلف ہون یعنی عاقل بالغ مسلمان ہون ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونون سے ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون ہو تو صرف مکلف پر غسل واجب ہے دون المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل غسل فرض نہین مراہق پر لیکن وہ نماز پڑہنے سے روکا جائیگا یہان تک کہ نہاوے اور مراہق وہ صغیر ہے کہ ہنوز بالغ نہین قریب احتلام ہے ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنیکا امر کیا جاوے ادب سکہانے کو تا کہ اوسکی اوسکو عادت ہو جیسے نماز کا اوسکو امر کیا جاتا ہے دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کو تو عورت پر غسل ہے صغیر پر نہین لیکن عادت پڑنے کیواسطے اوسکو غسل کرنے کو امر ہوگا کذا فی العالمگیریہ من المحیط وان وصلیۃ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سی مکلف پر غسل فرض ہے بالاجماع اگرچہ اوسکو منی نہین نکلی ہم عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے تمام علما کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے یعنی لو فی دبر غیرہ اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنی اگرچہ دبر مین حشفہ داخل کرنے سے اوسوقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر مین داخل کرے اور اگر اپنی دبر مین حشفہ داخل کیا تو نہر الفائق مین عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہے بدون انزال کے ہم نہر الفائق مین کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہے بدون انزال اسواسطے کہ وہ اولی ہے صغیر اور میتہ سے قصور لذت مین ولا یجب الغسل للخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بالایلاج فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال الکلام فی حقیقۃ وسیاتی تحقیقہ مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسپر غسل واجب نہین حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر مین اور نہ اوس شخص پر جو خنثی مشکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اوس قبل اور دبر مین ہے جو بلاشبہ محقق اور ثابت مین ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل کرنے سے احد السبیلین مین مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم

وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثے مشکل کا حشفہ اور فرج مشکوک الوجود ہے اور مصنف کا کلام متحقق الوجود مین ہے او سکو فاعل ہونے مین غسل اسواسطے واجب نہین کہ شاید وہ عورت ہو اور اوسکا ذکر عضو زائد ہو تو اوسکا داخل کرنا بمنزلہ او نگلی داخل کرنے کے ہوا اور اسیطرح دوسرے خنثے کی فرج مین اگر اوسنے داخل کیا تو غسل دونو پر نہین کہ شاید دونون مرد ہون اور دونو فرجین زائد ہون اور خنثی مشکل کے مفعول ہونے مین غسل نہین کہ شاید وہ مرد ہو اور اوسکی فرج بمنزلہ زخم کے ہو اور فرج کی تقیید سے معلوم ہوگیا کہ خنثی مشکل کی دبر مین اگر ذکر واقعی کا ادخال ہوگا تو فاعل اور مفعول دونو پر غسل واجب ہوگا اور سبیلین سے مراد ذکر اور فرج ہے اسواسطے کہ دبر خنثی مشکل کی ثابت الوجود ہے بلاشک تو اگر شارح یون کہتا لا فی الکلام فی خنثی و فرج محققین تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وعند رؤیۃ مستیقظ من نوم او السکران و المغمی علیہ الذی منیا او مذیا وان لم یتذکر الاحتلام اور غسل فرض ہے نزدیک دیکھنے مستیقظ یعنی سوکر جاگنے والیکی منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اوسکو یاد نہو شارح نے کہا مستیقظ کی قید سے متوالی اور غشی والے کی مذی کا دیکھنا نکل گیا هم یعنی اگر بعد ہوشیار ہونیکے متوالا یا صاحب غشی مذی دیکھیگا تو دونو پر غسل نہین برخلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہہ ہے کہ نیند مظنہ ہے احتلام کا راحت پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا احتیاط کی راہ سے کہ شاید ہوا کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہوگئی اور متوالے اور صاحب غشی مین یہہ سبب متحقق نہین یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہین ہے اور مذی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مست بیہوش بعد افاقہ منی دیکھینگے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیئے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتون کا محتمل ہے اسواسطے کہ یا اوسکو یقین ہے کہ وہ منی یا مذی یا ودی ہے یا اوسکو شک ہے منی اور مذی مین یا منی اور ودی مین یا مذی اور ودی مین اور ان چھ صورتون مین سے ہر صورت کے ساتھ احتلام یاد ہے یا نہین تو غسل واجب ہے بالاتفاق جب منی کا یقین ہو احتلام یاد ہو یا نہو یا مذی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونیکے ساتھ یا شک ہے منی یا مذی مین یا منی یا ودی مین یا مذی یا ودی مین اور احتلام یاد ہے ان تینون صورتون مین بھی غسل واجب ہے اور جبکہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہین احتلام یاد ہو یا نہو یا شک ہے مذی یا ودی مین اور احتلام یاد نہین یا یقین ہے مذی کا اور احتلام یاد نہین اور مصنف نے ان صورتون مین سے چار صورتون کو ذکر کیا اسلیے کہ جمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہین علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی مذی سفید پتلا پانی ہے جو حالت انتشار مین عورت کی ملاعبت کے ساتھ نکلتا ہے اور ودی گاڑھا پانی سفید ہے جو پیشاب کے بعد اور جماع کے بعد خارج ہوتا ہے احتلام لغت مین خواب دیکھنے کو کہتے ہین اور استعمال مین خواب جماعی کو بولتے ہین جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہے الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشرا قبل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا مگر جبکہ مستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہے بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اوسکو شک ہے کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہے یا اوسکا ذکر استادہ تہا سونے سے پہلے تو اوسپر غسل نہین بالاتفاق طرفین اور ابو یوسف کے هم اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تہا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی وہ اوسی استادگی کے آثار سے ہوگی تو اوسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اوسکو منی ہونیکا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے کے وقت اوسکا ذکر ساکن یعنی استادہ نہوگا تو اس رطوبت کو منی قرار دینگے اور اوسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین تو اسکا یاد رکہنا ضرور ہوا کذا فی النہایہ کالودی سبب ودی کے دیکھنے مین غسل نہین باتفاق احتلام یاد ہو یا نہو لکن فی الجواہر الا اذا نام مضطجعا او تیقن انہ منی او تذکر حلما فعلیہ الغسل والناس عنہا غافلون لیکن جواہر زواہر یعنی ... و نظائر مین یہہ ہے کہ انتشار قبل النوم مین غسل نہین مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اوسکو منی ہونیکا یقین ہوگیا یا اوسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اوسکو منی یا مذی کے ہونے مین شک واقع ہے کذا فی الطحطاوی تو ان تینون صورتون مین اوسپر غسل واجب ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین لا یفترض ان تذکر ثم لم یرہ اللذۃ والانزال و لم یر علی رأس الذکر بللا اجماعا غسل فرض نہین بالاتفاق اگر احتلام یاد ہے

اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خواب یاد ہو اور حالانکہ اوسنے ذکر پر رطوبت کو نہین دیکھا ھم اتفاق سے مراد یہان شیخین اور محمد کا اتفاق ہے
اور خلاف نہین مگر عورتین کذا فی المحیط وہی سے ذکر کی قید اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثل
الرجل علی المذہب اور اسیطرح عورت کا حکم ہے مرد کی مانند بنابر مشہد مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے
عورت پر غسل نہین جیسے مرد پر غسل نہین طحاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہے سبکے نزدیک اور وہ جو محمد سے روایت ہی عورت کے وجوب
غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہین شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اوس روایت کو نہین لیتے ہین انتھے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس
مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہی جو بخاری اور مسلم مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ام سلیم ابوطلحہ کی عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یارسول اللہ حق تعالی شرم نہین کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہے جبکہ اوسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی
کو دیکھے یعنی جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اگر کوئی کہے کہ تمہارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہین
ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہی تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہ نہین کہ عدم شرط کو عدم حکم مین اثر ہے انتھے
ما فی المنح ملخصا ولو وجد بین الزوجین ماء ولا ممیز ولا تذکر ولا نائم قبلہما غیرہما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے
پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی زوجین بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہین جس سے مرد یا
عورت کی منی ممتاز ہو اور نہ دونوں کو احتلام یاد ہی اور نہ ان دونون سے پہلے کوئی اور شخص اوس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہی
احتیاطا کذا فی الخانیۃ ھم وجہ تمیز کی یہہ ہی کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہی اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع
ہوتی ہے اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے اوسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اوسپر غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر
پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر اوسی پر نہ دونون پر غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بحثا ولو ادخلت حشفۃ او قدرہا ملفوفۃ بخرقۃ ان
وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح لا حوط الوجوب یعنی اگر ذکر پر کپڑا لپیٹکر قبل یا دبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع
الحشفہ نے اسیطرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا اور اگر لذت اور گرمی کذا فی المنح نہین پائی تو غسل واجب نہین یا اصح
قول کے اور زیادہ تر احتیاط یہی غسل کے واجب ہونے مین دونون صورتون مین لذت حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض و نفاس
ھذا وما قبلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور غسل فرض
ہے حیض اور نفاس کے منقطع ہونے کیوقت شارح نے کہا یہہ یعنی انقطاع حیض و نفاس اور جو اسکے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی اور ادخال
حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہی طرف شرط کی یعنی غسل واجب ہے خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ
اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہی بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اوس فعل
کے جو بدون غسل کے حلال نہین جیسا کہ تلاوت قران مثلا جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا ھم یعنی فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو
غسل کا سبب کہا ہی تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہی کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہین ہین بلکہ غسل کی شرطین ہین اور غسل کا سبب تو
فی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہی یا ارادہ تلاوت قران مثلا لا عند مذی وودی غسل فرض نہین مذی اور ودی کے نکلنے کیوقت اور مستیقظ
کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہی تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول جمیعا
علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہے ودی اور بول دونون سے بنابر ظاہر الروایۃ کے ھم اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہے یا بول بعد الرعاف تو
اگر قسم کھائی وضو نکرینگا رعاف سے پہر اوسکو رعاف ہوئی پہر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ مستحق حانث ہوگا
اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہی ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق ہے تو وضو واجب ہو گیا اسکا پانچ جواب بحر الرائق مین مذکور

ہین مانا انجملہ ایک جواب یہہ ہے کہ جسکو سلسل البول کی بیماری ہو تو اوسکا وضو وقت ہی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور ازانجملہ یہہ ہے کہ جسنے وضو کیا بعد بول کے دو دن تک رہنے دیا پہلے ثواب دونی سے وضو واجب ہوگا اور ازانجملہ وہ جواب ہے جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصرًا ولا عند ادخال

اِصْبَعٍ وَنَحْوِہٖ کَذَکَرٍ غَیْرِ اٰدَمِیٍّ وَذَکَرِ خُنْثٰی وَمَیِّتٍ وَصَبِیٍّ لَا یَشْتَہِیْ وَمَا یُصْنَعُ مِنْ نَحْوِ خَشَبٍ فِی الدُّبُرِ اَوِ الْقُبُلِ عَلَی الْمُخْتَارِ

اور فرض نہین نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اسکی مانند کے چنانچہ آدمی کی سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور میت اور اس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہین ہوتی اور وہ چیز آلت کی مانند بنائی جاتی ہی لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتین شہوت رانی کیواسطے بناتی ہین جسکو اہل ہند سبورا کہتی ہین تو ان اشیا کے قبل یا دبر مین داخل کرنے سے غسل لازم نہین بنا بر قول مختار کے ھ دبر مین تو ترجیح متفق ہی مگر قبل مین ترجیح مختلف ہی اسواسطے کہ شیخ الاسلام ابو سعود نے نوح آفندی کے کلام سے نقل کیا ہی کہ ادخال قبل مین وجوب غسل کا مختار ہی جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہے اسواسطے کہ عورتون مین شہوت غالب ہوتی ہی تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی ملخصًا وَلَا عِنْدَ وَطْیِ بَہِیْمَۃٍ اَوْ مَیْتَۃٍ اَوْ صَغِیْرَۃٍ

غَیْرِ مُشْتَہَاۃٍ اور فرض نہین نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہین ھ یہہ محترز ہے اس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے احد السبیلین مین ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہی زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت کی قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہوگئی بان تَصِیْرَ مُفْضَاۃً بِالْوَطْیِ صغیرہ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح پر ہو کہ جماع کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونون راہین یعنی قبل اور دبر ایک ہو جاوین وَاِنْ غَابَتِ الْحَشَفَۃُ جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہین اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوے وَلَا یَنْتَقِضُ الْوُضُوْءُ فَلَا یَلْزَمُ اِلَّا غَسْلُ الذَّکَرِ قہستانی عن النظم اور ایسے جماع سے وضو نہین ٹوٹتا تو سوا آلت دھو ڈالنے کے کوئی چیز لازم نہین آتی ایسا نقل کیا ہی قہستانی نے نظم سے وَسَیَجِیْءُ اَنَّ رُطُوْبَۃَ الْفَرْجِ طَاہِرَۃٌ عِنْدَہٗ فَتَنَبَّہْ اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہی امام کے نزدیک تو ہوشیار ہو جا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا صاحبین کے قول پر ہی نہ امام کے قول پر اور یہہ حکم فرج داخل مین ہے اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اوسکا دھونا فرض نہین اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دھونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی بِلَا اِنْزَالٍ لِقُصُوْرِ الشَّہْوَۃِ اشیاء مذکورہ مین بدون انزال کے غسل لازم نہین لذت کے ناقص ہونے کیوجہ سے ھ یہہ علت ہی اشیاء مذکورہ کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہی مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہین اَمَّا بِہٖ فَیُحَالُ عَلَیْہِ اور انزال ہونیکے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جاویگا یعنی اسوقت مین انزال ہی منظور الیہ اور مقصود فی الوجوب ہوگا جیسے محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی کَمَا لَا غُسْلَ لَوْ

اَتٰی عَذْرَاءَ وَلَمْ یُزِلْ عُذْرَتَہَا یَصِحُّ وَسُکُوْنِ الْبَکَارَۃِ فَاِنَّہَا تَمْنَعُ الْتِقَاءَ الْخِتَانَیْنِ اِلَّا اِذَا حَبِلَتْ لِاِنْزَالِہَا وَتُعِیْدُ مَا صَلَّتْ

قَبْلَ الْغُسْلِ کَذَا قَالُوْا چنانچہ غسل لازم نہین جو باکرہ سے جماع کیا اور اوسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہون کی ملنے یعنی فرج مین دخول حشفہ سے مانع ہی مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہوگئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنی اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہین ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے اُن نمازونکو پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہی علماء مذہب نے شارح نے کہا عذرہ بضم عین وسکون ذال معجمہ عبارت ہی بکارت سے ھ اعادہ نماز کی یہہ وجہ ہی کہ حمل کے بعد ظاہر ہوگیا کہ اوسنے بدون طہارت کے نماز پڑھی وَفِیْہِ نَظَرٌ لِاَنَّ خُرُوْجَ مَنِیِّہَا مِنْ فَرْجِہَا الدَّاخِلِ شَرْطٌ لِوُجُوْبِ الْغُسْلِ عَلَی الْمُفْتٰی بِہٖ وَلَمْ یُوْجَدْ قَالَہُ الْحَلَبِیُّ اور قول مذکور کے وجوب غسل مین اعتراض ہی اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہان پایا نہین گیا ایسا کہا حلبی نے ھ یعنی جبکہ خروج منی کا نہوا تو اوسپر غسل واجب نہین اگرچہ حمل رہگیا ہو الحاصل باکرہ پر غسل واجب نہین ہوتا مطلقًا اگرچہ وہ حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ قول اصح یہہ ہی کہ اوسپر وجوب غسل کا انزال سے اوسوقت ہوتا ہی جبکہ منی فرج داخل سے فرج خارج کیطرف پہنچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلئے کہ ظہور حمل

علامت ہو مرد کے انزال کی اگرچہ اوسکو معلوم ہو مین کہتا ہون اور اسی قدر فرض ہے اور تمام ہوا گرچہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور جسا لاکہ

برخلاف اسکے ثابت ہو اس سلئے کہ بعض اوسی ہم سے خارج ہوتا ہی وتمامہ فی الطحطاوی و یجب ای یفترض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ

اجماعًا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہی یعنی فرض ہے زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع

کی دلیل سے یہہ کہ نہلاوین مردہ مسلمان کو سوا اوس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اوسکو غسل نہ دینگے بلکہ اوسکو غسل کے عوض تیمم کرادینگے

شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلہ مین بھی وجوب سے فرض مراد ہے مصنف نے اپنی

شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہہ فرضیت اجماع سے ثابت ہے اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین یعنی ذمہ مکلفین سے ساقط فرض کا ہوگا

بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا گر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کرنا لازم نہین کہا انتہی شارح نے یغسلوا

مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہے لہ بالتخفیف کا لفظ

لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلئے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ میت بالتخفیف وہ ہے جو مرگیا اور میّت

بالتشدید وہ ہے جو زندہ ہے آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبا او حائضا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کما

فی الشرنبلالیۃ عن البرھان وعللہ ابن الکمال ببقاء الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہے نہانا اوس شخص پر جو مسلمان ہوجالت جنابت

یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہوجانے کے بعد اسلام قبول کیا ہو بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے

ہے اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہے حدث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جب کہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون نہانے

کے او بلغ لا بسن بل بانزال او حیض او ولادۃ ولو تردد فی ان ما رآہ منی او مذی ولم یر منیا قبل ذلک او رأی الخ وکذا لو رأی بلل ولم یعلم انہ حلم او جوان ہوا آدمی

عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت تھی اور اوسنے خون کو دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر

نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ھم اور اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین

مستحب ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہے فالاصح بالغ بالسن غسل لازم ہے صحیح تر

قول مین شارح نے کہا اصح ہو اسب پانچون صورتون کیطرف راجع ہے وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی المجنون

اذا افاق قلت وھو مخالف لما یأتی متنا الا ان یحمل انہ رأی منیا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کیطرف منسوب ہے کہ قول مختار وجوب غسل کا

ہے اوس مجنون پر جو ہوش مین آگیا مین کہتا ہون یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جو متن مین آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہہ کہ وجوب غسل کو اسپر

محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نرہا وھل

السکران والمغمی علیہ کذلک لم اجدہ اور کیا مست اور صاحب غشی کا حکم اسیطرح مجنون کی مانند ہے ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا

حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے ھم بحر الرائق مین مذکور ہے کہ مست جب ہوش مین آیا اور اوسنے مذی کو دیکھا تو

اوسپر بالاتفاق غسل نہین ھم اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولے اوسپر غسل لازم نہوگا اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار

سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی واما ان اسلم طاھرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر ایسا نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے

پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب فرض نہین وسن لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ عید ھو الصحیح کما فی

غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہے جمعہ کی نماز کیواسطے اور عید کی نماز کیواسطے یہی قول صحیح ہے چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہے ھم

ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کیواسطے ہے اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کیواسطے ہے اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اوس

شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اوسکا وضو ٹوٹا اور اوسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن

[illegible]

کے نزدیک ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوٰۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعًا اور خانیہ مین ہے کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ
غسل معتبر نہین باتفاق ابو یوسف اور حسن کے ہم حسن کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی یہہ وجہ بحر الرائق مین بیان کی کہ غسل اسواسطے مشروع ہوا تا کہ آدمی
کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع مین تکلیف ہوتی ہے اور یہہ بات حاصل نہین نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہے
نماز کے سبب سے لیکن یہہ شرط ہے کہ غسل نماز سے پہلے ہو اور بعضون کے نزدیک اتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہین اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہے کہ غسل
کرنیکے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا ویکفی غسل واحد لعید وجمعۃ اجتمعا مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہے
ایکبار غسل کرنا اُس عید اور جمعہ کیواسطے جو جنابت کے ساتھہ جمع ہوئی ہم یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہے تو ایکبار
نہانا غسل سنت اور غسل فرض سبکو کفایت کرتا ہے کذا فی المنح عن معراج الدرایۃ کما لفرضی جنابۃ وحیض جیسے جنابت اور حیض دونون
فرضون کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہے اجتماع حیض اور جنابت کیصورت یہہ ہے کہ انقطاع حیض کے بعد جماع یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام
اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کیواسطے وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہے عرفات کے پہاڑ مین دوپہر ڈھلنے کے بعد ہم شارح نے یہان
کا لفظ زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ غسل عرفہ اوسوقت سنت ہے جبکہ داخل عرفات ہو ابن امیر حاج نے کہا کہ یہہ غسل فقط دن کیواسطے نہین بلکہ ظاہر
وقوف عرفات کیواسطے ہے کذا فی الطحطاوی وندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہے اُس دیوانہ کیواسطے جو ہوشمین آگیا ہم غسل مین تین قسم پر
ہے فرض سنت مستحب فرض غسل چہہ قسم ہے انزال منی سے بشہوت دوسرا ادخال حشفہ سے تیسرا انقطاع حیض سے چوتھا انقطاع نفاس سے پانچوین
غسل میت چھٹا سارے بدن مین نجاست لگنی ہو یا بعض بدن اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہین نماز جمعہ کیواسطے اور عید کی نماز کے
لئے اور احرام کیواسطے اور وقوف عرفات کے لئے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا مجنون سے وکذا المغمی علیہ کما فی شرح الاذکار
اور اسیطرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہے افاقہ ہونیکے بعد چنانچہ شرح الاذکار مین مذکور ہے وقال المصنف لم اره اور کیا
کا بھی اسیطرح حکم ہے مین نے اوسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم شارح سے یہہ کلام مکرر واقع ہوا اور یہی گفتگو بحر الرائق مین مذکور ہو گئی وعند
حجامۃ اور غسل مستحب ہے پچھنے لگانے کے وقت یعنی پچھنے لگانیکے بعد وفی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہے شب برات مین یعنی شعبان کی پندرہوین
رات مین اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری کے لئے اسواسطے کہ اسمین ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہے اور برات ہونیکیواسطے براءۃ من
النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وعرفۃ اور غسل مستحب ہے شب عرفہ یعنی نوین رات ذی الحجہ مین وقدر
اذا رآھا اور غسل مستحب ہے شب قدر مین جبکہ اوسکو دیکھے یعنی جبکہ اوسکو جانتا ہو بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہے کہ غسل مستحب ہے
جبکہ شب قدر کو یقینًا دیکھے یا اُن احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر مین وارد ہین کذا فی الطحطاوی ہم اکثر روایت مین عشرہ
اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتون مین طلب کرنا شب قدر کا وارد ہے علی الخصوص اکیسوین اور تیئیسوین اور ستائیسوین واللہ اعلم وعند
الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہے نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے، روز قربانی کے صبح کو وہان ٹھہرنے کیواسطے
ہم مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منی کے درمیان وعند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہے
نزدیک داخل ہونے منی کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھر مارنے کیواسطے اور اسیطرح باقی سنگساری کیواسطے یعنی یوم النحر کے بعد تین دن
جمرات ثلثہ کی سنگساری جو ہوتی ہے تو ہر روز کا نہانا سنگساری کیواسطے مستحب ہے وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہے
نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ کیواسطے تا کہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسیطرح ہر بار اوس مکان مقدس کے دخول
مین بلا شبہ غسل مستحب ہے حرمت مکانکی تعظیم کیواسطے کذا فی امداد الفتاح ولصلوٰۃ کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہے سورج گہن اور چاند
گہن کی نماز کیواسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیان ہین بندون کے ڈرانے کیواسطے تو اقرب حالات مقدم طہارت کا ملہ ہونا انکیواسطے کذا فی

امداد الفتاح واستسقاء و فزع وظلمة وريح شديد اور واسطے طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی اور سخت آندھی میں غسل کرنا مستحب
ہے تاکہ بالکل طہارت میں التجا الی اللہ تعالیٰ دفع مصیبت کیواسطے حاصل ہو کذا فی امداد الفتاح وكذا لدخول المدينة ولحضور مجمع الناس ولمن
لبس ثوبا جديدا وغسل ميتا اور اسیطرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے میں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور
تکریم کیواسطے اور آدمیوں کے مجمع میں جانے کیواسطے غسل مستحب ہے تاکہ لوگوں کو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہو اور اسکو غسل مستحب ہے جو نیا
کپڑا پہنے یا مردہ نہلاوے یہ ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی میں منصوص ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صاحب بحر نے کہا کہ
یہ نووی شافعی کا قول ہے جسنے اپنے علما کے قول میں نہیں دیکھا کذا فی الطحطاوی او ارید قتله یا اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جسکے
قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے یعنی قتل اوسکا خواہ بحد یا قصاص یا بظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہے تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور یہ بشرط مہلت
مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنیوالے کو غسل مستحب ہے تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے
ساتھ اسواسطے کہ جنابت ظاہری مانع نہیں دوسری طہارت باطنی کے ولقادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آئیکو وللمستحاضة انقطع
دمها اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جسکا خون بند ہو گیا کہ تاکید استحاضہ کے اور حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی وثمن ماء
اغتسالها ووضوئها عليه اى الزوج وعليه الفتوى لانه لابد لها منه فصار كالشرب فاجرة الحمام عليه اور زوجہ
کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر میں ہے اسواسطے کہ عورت کو غسل اور وضو کا پانی
ضروری ہے پینے کے پانی کی برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہے حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہیں اور یہ جو ملا
میں تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہے اور مالدار کا نہیں سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو كان
الاغتسال لا عن جنابة وحيض بل لازالة الشعث والتفث قال شيخنا الظاهر انه لا يلزمه اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت
اور حیض سے نہو بلکہ کسی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کیواسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہرا ایسے نہانے کے پانی
کی قیمت زوج پر لازم نہیں ہے اسواسطے کہ یہ ضروریات سے نہیں ہے بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور
سالم کی اجرت واجب نہیں زوج پر کذا فی الطحطاوی ويحرم بالحدث الاكبر دخول مسجد لا مصلى عيد وجنازة ورباط ومدرسة
ذكره المصنف وغيره في الحيض وقبيل الوتر لكن في وقف القنية المدرسة اذا لم يمنع اهلها الناس من الصلوة فيها
فهي مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہیں داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا
اور مومنوں کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف وغیرہ نے حیض میں اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ جب
اہل مدرسہ لوگوں کو اوسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہوں تو وہ مدرسہ مسجد ہے تو مدرسہ مذکورہ میں مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فناء مسجد در حکم
مسجد ہے جواز اقتدا میں اگرچہ صفوف متصل نہوں نہ دخول کے حرام ہونے میں کذا فی الطحطاوی عن النهر ولو للعبور خلافا للشافعي
الا لضرورة حيث لا يمكنه غيره جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخل گذران ہو خلافا للامام الشافعی کہ عبور کرنا مسجد میں جائز
ہے ضرورت سے اسطرح کہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا اوسکو ممکن نہیں ہے ضرورت کی یہ صورت ہے کہ اوسکے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور غیر ضرورت
کی قید ملا خسرو نے درر میں لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق مشائخ کے مخالف ہے صاحب بحر نے کہا اسمیں یہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری
طرف دروازہ نہیں کر سکتا اور اوس گھر کے سوا اور مکان کے رہنے پر قادر نہیں کذا فی النہر ولو احتلم فيه ان خرج مسرعا تيمم
ندبا وان مكث لخوف تيمم وجوبا ولا يصلي ولا يقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد میں احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اوسکو تیمم کرنا مستحب
ہے اور اگر مسجد میں ٹھہرا رہا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے نہ نماز پڑھے نہ قرآن ہم

اس ہیئت سے نماز اسواسطے صحیح نہین کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہین اور اباحت نماز کیواسطے وہ جسم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ کیواسطے کیا جاے
کذا فی الطحطاوی وَیَحْرُمُ بِهٖ تِلَاوَةُ قُرْاٰنٍ وَلَوْ دُوْنَ اٰیَةٍ عَلَی الْمُخْتَارِ اور حدث اکبر سے حرام ہے تلاوت قران کی اگرچہ آیت سے کم
پڑہے بناپر قول مختار کے ھم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القران یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑہے حائض اور نہ جنب کچھہ
قران کو بہ اطلاق آیت اور کم آیت دونونکو شامل ہے اور یہی قول ہے کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس مین اور قاضی خان نے شرح جامع
صغیر مین اور ولوالجی نے اپنے فتاوی مین صحیح کہا ہے اور اسیطرح مصفی اور کافی مین ہے اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشائخ کیطرف منسوب
کیا ہے تصحیح کے ساتھہ اس دلیل سے کہ احادیث مین قلیل اور کثیر کی تفصیل نہین اور طحاوی کی روایت مین آیت سے کم قران کا پڑہنا مباح
ہے اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین اور زاہدی نے اکثر مشائخ کیطرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق
نے بعد حکایات مذکورہ کے کہا الحاصل کہ کم از آیت مین تصحیح مختلف ہے لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہے اسواسطے کہ احادیث مین تفصیل
نہین اور تعلیل نص کے مقابلہ مین مردود ہے اسواسطے کہ لفظ شیئا کا جیساکہ کافی مین ہے نکرہ ہے سیاق نفی مین تو اوسنے عموم کا فائدہ دیا
اور کم از آیت بھی قران ہے تو اوسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت کی مانند کذا فی منح الغفار بِقَصْدِهٖ فَلَوْ قَصَدَ الدُّعَاءَ اَوِ الثَّنَاءَ
اَوِ افْتِتَاحَ اَمْرٍ اَوِ التَّعْلِیْمَ وَلَقَّنَ کَلِمَةً کَلِمَةً حَلَّ فِی الْاَصَحِّ قران کا ارادہ کرکے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہے تو اگر آیات قرانی
سے دعا کرنیکا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اسطرح حلال ہے صحیح تر قول مین
ھم عیون مین ہے کہ اگر سورہ فاتحہ پڑہا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمین دعا کی معنی ہین اور تلاوت کا قصد نکیا تو لا باس ہے انتہی اور
اسیکو حلوانی نے مختار کہا ہے اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ مین اسکا فتوی نہین دیتا اگرچہ امام سے مروی ہے کذا
فی الطحطاوی حَتّٰی لَوْ قَصَدَ بِالْفَاتِحَةِ الثَّنَاءَ فِی الْجَنَازَةِ لَمْ یُکْرَهْ یہانتک کہ اگر فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ مین تو مکروہ
نہین یعنی قران کا پڑہنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہین لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورہ فاتحہ بقصد ثنا پڑہیگا تو جائز ہے یہہ تفریع
ہے تو قصد الثنا پر اِلَّا اِذَا قَرَأَ الْمُصَلِّیْ قَاصِدًا الثَّنَاءَ فَاِنَّهَا تُجْزِیْهِ لِاَنَّهَا فِیْ مَحَلِّهَا فَلَا یَتَغَیَّرُ حُکْمُهَا بِقَصْدِهٖ مگر جبکہ نماز گذار
اپنی نماز مین سورہ فاتحہ پڑہے ثنا کی نیت کرکے تو وہ قرأت اوسکو کافی ہے اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنی مناسب مقام مین ہے تو اوسکا حکم نہ بدلیگا اوسکے
قصد کرنے ثنا سے ھم یہہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہے تقدیر کلام یون ہے کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ نہین اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ
قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اسصورت مین خارج نہین اور یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر سورہ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہئیے کہ
پڑہنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے حالانکہ وہ کافی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین سورہ فاتحہ اپنی محل پر ہے تو اب ثنا کا
قصد کرنا اوسکے حکم کو بدل نہین سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہر یعنی اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدلدیا
وَمَسُّ مُصْحَفٍ مُسْتَدْرَکٌ بِمَا بَعْدَهٗ وَهُوَ مَا قَبْلَهٗ سَاقِطٌ مِنْ نُسَخِ الشَّرْحِ وَمَکَانُهٗ لِاَنَّهٗ ذَکَرَهٗ فِی الْحَیْضِ اور حدث اکبر سے حرام
ہے چہونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد بے حاجت ہے اسواسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہے اور وہ اور ما قبل اوسکا
یعنی مس مصحف اور تلاوۃ قران مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اسواسطے ہے کہ اوسکو حیض
کے مسائل مین مصنف نے ذکر کیا ہے وَیَحْرُمُ بِهٖ طَوَافٌ لِوُجُوْبِ الطَّهَارَةِ فِیْهِ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہے بسبب واجب
ہونے طہارت کے طواف مین ھم صحیحین مین مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض مین طواف
بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہے طواف کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس

تفصیل پر اقتصار اولی نہیں بلکہ طواف میں طہارت واجب ہے تو اگر وہاں مسجد نہ ہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فی النہر ویحرم به اے
بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیه آیة کدرهم وجدار اور حرام ہوتا ہے حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف
سے بیان مراد وہ چیز ہے جسمیں قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو چنانچہ درہم اور دیوار ہم جنب اور محدث کو مصحف مجید کا چھونا حرام ہو اگرچہ خط
فارسی میں لکھا ہو یہی صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر میں ہے تجنیس سے اور حرمت میں موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونوں
برابر ہیں اور بعضوں نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور مجمل غلاف مصحف مجید میں اور غیر مصحف میں اگر آیت لکھی ہو تو اوسمیں حرام نہیں مگر مرقوم کا
چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وحل مسّ غیر التوراة وکذلک ظاهر کلامهم لا اور توریت اور مانند اوسکی چنانچہ انجیل اور زبور کا
چھونا بھی مصحف کی مانند حرام ہے یا نہیں فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اونکا چھونا حرام نہیں ہم یہ صرح نہر الفائق میں مذکور ہے اور
قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہو کہ توریت وغیرہ میں جہاں تحریف اور تبدیل واقع نہیں ہوئی اوسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہے کذا
فی الطحطاوی الا بغلافه متجاف غیر مشرز او بصرته به یفتی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہیں پس مصحف حرام نہیں
یا درہم کی تھیلی کے ساتھ اوس درہم کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہیں اسیکا فتوی ہو ہم غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف معنی
اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہے اور چولی کے ساتھ جائز نہیں اسپر فتوی ہو سراج میں اور کافی میں چولی کی
ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہو تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہوتی اور آستین کے ساتھ چھونے میں اختلاف ہو تو بموجب کافی کے جائز
اور بموجب سراج کے جائز نہیں ہدایہ میں اسکو صحیح کہا ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اسی پر اکثر مشائخ ہیں اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہو کذا
فی الطحطاوی عن النہر وحل قلبه بعود ورق پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہو واختلفوا فی مسه بغیر اعضاء الطہارۃ وما
غُسل منها وفی القراءۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علما نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے میں غیر اعضاء طہارت سے اور انہیں سے جسکو
دہولیا اور جنب کے قرآن پڑھنے میں کلی کرنیکے بعد اور جائز نہ کہنا صحیح تر قول ہے ہم اعضاء طہارت سے اعضاء وضو مراد ہیں اسواسطے کہ حدث
اکبر میں تمام اعضا طہارت کے ہیں ولا یکره النظر الیه ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابة لا تحل العین اور قرآن
کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہیں اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ میں نہیں گھس جاتی کما لا یکره ادعیة ای تحریما جیسے
دعاؤنکا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہیں یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہیں والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکه خلاف الاولی
وهو مرجع کراهة التنزیه اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجئے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مطلق ذکر کیواسطے وہ عاہر یا غیر دعا وضو مستحب ہو اور مستحب کا
ترک کرنا خلاف اولی ہے اور خلاف اولی مآل کار ہر کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضوں کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ میں ہو
اور خلاف اولے میں تو اصلا کراہت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یکره مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہیں چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف
اور اوس تختی کو جسپر قرآن لکھا ہو ولا بأس بدفعه الیه وطلبه منه للضرورة اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہیں
اگر بے وضو کو مصحف کے دینے میں بے وضو لڑکے کو اور مصحف کے منگانے میں اوس سے چنانچہ بحر الرائق میں ہو مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے
اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن میں جیسے نقش پتھر میں ہم چونکہ لڑکوں سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہو اسپر اور تا بلوغ تاخیر کرنے میں حفظ قرآن کی تقلیل
تو اس ضرورت سے انکو مس مصحف اور اوسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکره کتابة قرآن والصحیفة واللوح علی الارض عند الثانی
خلافا لمحمد وینبغی ان یقال ان وضع علی الصحیفة ما یحول بینها وبین یده یؤخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قاله الحلبی
اور مکروہ نہیں بے وضو کو لکھنا قرآن کا اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہے زمین پر ہو ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول محمد کے اور یوں کہنا
مناسب ہو کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاوی جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف کا قول لیا جاوی اور اگر یہ نہیں ہے تو محمد کا قول

لیا جاوے ایسا کہا ہے حلبی نے م اور دوسری وجہ توفیق یہہ ہے کہ ابو یوسف کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہے اور محمد کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد احب الی ان لا یمک یعنی میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراءۃ توراۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ وما بدل غیر معین اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہے پڑہنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ یہہ اللہ تعالے کا کلام ہے اور جن الفاظ مین تبدیل اور تحریف واقع ہوئی یہود اور نصاری سے وہ معلوم نہین بالخصوص م فتح القدیر مین فتاوی ظہیریہ سے اسی قول پر فتوی منقول ہے کذا فی المنح وجزم العینی فی شرح المجمع بالحرمۃ اور عینی نے شرح مجمع مین حرمت قرأت پر یقین کیا ہے وخصها فی النہر بما لم یبدل اور نہر الفائق مین حرمت قرأت کو خاص کیا اوسکے ساتھ جسمین تبدیل اور تحریف نہین ہوئی لا قراءۃ قنوت مکروہ نہین جنب وغیرہ کو پڑہنا قنوت کا اسی پر فتوی ہے کذا فی المنح اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی ہے نہ تنزیہی ولا اکلہ وشربہ بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہین جنب وغیرہ کو کہانا اور پینا ہاتھہ اور منہ کے دہو ڈالنے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسال الا اذا احتلم لم یأت اہلہ اور مکروہ نہین جنب کو پہر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو بدون نہانے کے اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے م یہہ روایت فتح القدیر مین مبتغی سے منقول ہے قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما یفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ حلبی نے کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہین کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہے فتح القدیر کے کلام سے طحطاوی نے کہا کہ یہہ طرز شارح کا مناسب نہین اسواسطے کہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہین کر دیا والتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ فانہ رخص مسہا بالید لا التفسیر کما فی الدرر عن مجمع الفتاوی اور تفسیر مصحف کی مانند ہے نہ شرعی کتابین اسواسطے کہ بدون طہارت کے شرعی کتابون مین ہاتھہ لگانے کی رخصت دیگئی ہے نہ تفسیر مین ہاتھہ لگانے کی چنانچہ درر مین ہے مجمع الفتاوی سے منقول م شرعی کتابون سے مراد جیسا کہ حدیث اور فقہ کی کتابین ہین ف فی السراج المستحب ان لا یأخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج مین کہا کہ مستحب یہہ ہے کہ شرعی کتابونکو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کیوجہ سے م یہہ قول مخالف نہین ہے قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہین لکن فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا مس کتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر تفسیرا او قرانا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف ما مر فتدبر لیکن اشباہ مین منجملہ مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام اکٹھا ہو تو حرام ہی غالب ہو جاتا ہے اور البتہ ہمارے عالمون نے تفسیر کی کتابون کا چہونا محدث کیواسطے جائز کہا اور تفصیل نہین کی تفسیر کے زیادہ ہونے مین یا قران مین یعنی یہہ نہین کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قران سے تو جائز ہے اور اگر قران کے الفاظ زیادہ ہون تفسیر سے تو جائز نہین اور اگر اس تفصیل کے قائل ہوتے غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہے مین کہتا ہون کہ اشباہ کا قول مخالف ہے متن کے جو گذر گیا تو اے مخاطب اسمین تامل کر م خلاصہ یہہ ہے کہ اہل مذہب کی دو عبارتین مطلق ہین منع اور جواز مین اور ظاہر اشباہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہے قابل اعتماد کے نہین بسبب مخالفت اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر مین موضع قران کا چہونا جائز نہین اور اسکے سوا کا چہونا درست ہے برخلاف مصحف کے کہ اسکا بالکل چہونا بے طہارت درست نہین اور فتح القدیر مین ہے کہ مکروہ ہے چہونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اسواسطے کہ یہہ کتابین آیات قرانی سے خالی نہین اور منیۃ المصلی مین ہے کہ مکروہ ہے یعنی محدث وغیرہ کو چہونا تفسیر اور فقہ کی کتابونکا بہی انتہے تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالمون کا کلام تفسیر مین کراہت کیوجہ سے ہے نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہہ کلام لا التفسیر اسپر محمول ہے کہ تفسیر کا چہونا مرخص نہین بلکہ مکروہ ہے اور یہہ مطلب نہین کہ اونکا چہونا حرام ہے جیسا کہ ماتن سمجہا ہے اسواسطے کہ اسمین حرمت کی تصریح نہین مین کہتا ہون سب عبارتون سے بہتر وہ عبارت ہے جو کہ جوہرہ اور سراج مین ہے اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہے کذا فی الطحطاوی

فی محو اسم اللہ بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہو اللہ تعالے کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب
الی اللہ تعالے من السموات والارض ومن فیہن اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہے اللہ تعالی کے نزدیک
آسمانون اور زمین سے اور ان اشخاص سے جو اونکے درمیان مین ہین ھم شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالی کے نام
کے ساتھ ملحق ہے مٹانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی یجوز قربان المرأۃ فی بیت فیہ مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اوس کوٹھری مین جائز
ہے جسمین مصحف در پردہ ہے بیساطا وغیرہ کتب علیہ الملک للہ یکرہ بسطہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزینۃ فرش یا سواے اوسکی
تکیہ وغیرہ بھی جسپر الملک للہ لکھا ہے اوسکا بچھانا اور اوسکا استعمال کرنا مکروہ ہے اور لٹکانا اوسکا آرائش کیواسطے مکروہ نہین وینبغی ان لا
یکرہ کلام الناس مطلقا وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراہۃ القنیۃ اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہووے
آدمیون کا کلام لکھا ہوا ہر طرحکے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حرفون کا ابتذال مکروہ ہے اور قول اول مین زیادہ تر وسعت ہے اور اسکا
پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہیۃ مین ہے قلت وظاہرہ انتفاء الکراہۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ علق اولا زین بہ اولا اور ظاہر
کلام بحر الرائق نہونا ہے کراہت کا صرف اوسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر الملک للہ لکھا ہو خواہ اوسکو لٹکایا ہو یا نہین اوس سے آرائش کیجیے یا نہین
وہل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذا یحرر اور جو کہ پنکھون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکھا جاتا ہے وہ بھی فرش کی نوشت کی مانند ہے
یا نہین جواب اسکا لکھا جاویگا ھم باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکھا ہے کہ مسجد کی دیوار و نیز لکھنا لائق نہین اور نہایہ مین ہے
کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانون پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

یہ باب ہے پانیون کے مسائل مین ھم اب اسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے اصطلاح مین باب عبارت ہے ان مسائل فقہ سے جسکے
احکام ماقبل اور مابعد سے جداگانہ ہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی النہر جمع ماء بالمد ویقصر اصلہ موہ قلبت الواو الفا
والہاء ہمزۃ میاہ جمع ہے ماء کی ساتھ مد کے یعنی جسمین الف کے بعد ہمزہ ہے اور گاہی اوسکو بلا ہمزہ بھی بولتے ہین اصل ماء کی موہ ہے
واو کو الف سے بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وھو جسم لطیف سیال بہ حیاۃ کل نام اور پانی جسم لطیف ہے یعنی غالبا بصارت کا حاجب
نہین اور بہنے والا ہے جس سے ہر بڑھتی چیز کی زندگی ہے یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق وھو ما یتبادر عند
الاطلاق مطلق حدث یعنی حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شتابی ذہن مین آجاے جبکہ پانی کا
لفظ بولا جاے بدون اضافت کے ھم منح الغفار مین ہے کہ مطلق پانی وہ ہے جو باقی ہے اپنے پیدائشی اوصاف پر اور اوسمین نجاست نہین
ملی اور نہ کوئی اور چیز اوس پر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہے کماء سماء واودیۃ وعیون وآبار وبحار
وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودون کا اور چشمون کا اور کنوؤن کا اور
دریاؤن کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ یعنے پالا اور اوس ھم آسمان کے پانی مین اگرچہ اضافت ہے مگر یہ اضافت
تشریفی ہے بر خلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اوسمین قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی کذا ماء
البحر اور اسیطرح تربوز کا پانی اودیہ جمع ہے وادی کی اور وادی لغت مین اوس کشادگی کا نام ہے جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور
یہان مراد جنگل کا پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہوکر جمع ہوجاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی مین اوسکو رود کہتے ہین
ھذا التقسیم باعتبار ما یشاھد والا فالکل من السماء لقولہ تعالی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء الایۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ
فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت مین
آسمان سے اوترے ہین حق تعالی کے اس قول کی دلیل سے کہ تونے کیا نہین دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اوتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ

جس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہہ ہی کہ مطہر یعنی پاک کرنے والا مطلق کا زوال اطلاق یا کمال امتزاج سے ہی یا غلبہ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف
چنانچہ شارح اس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو مارے اور بعضوں
نے کہا قوت نفوذ اوسکی طبیعت ہے اور بعضوں نے کہا بیرنگ ہونا الغلبۃ اِمّا بکمال الامتزاج بتشرّب نبات غالب ہونا پاک چیز کا پانی پر دو
طرح پر ہے یا نہایت اختلاط کے سبب سے ہی کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے چوسنے سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ اشجار اور
نباتات نے بواسطے اپنی اصول و تنقیہ کے زمین کے پانی یعنی تراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہیں سکتا بدون نکالنے کے او بطبخٍ بما لا یقصد بہ
التنظیف یا کمال اختلاط حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے میں اس چیز کے ساتھ جسکی نیت سے صاف کرنا اور میل چھڑانا منظور نہو ہم چیزیں پانی میں ڈالکر
پکانا دو قسم ہے ایک یہہ کہ میل صاف کرنے کیواسطے ہو جیسے اشنان اور صابون اور بیر کی پتیاں اور خطمی کہ غسل میت کیواسطے پکاتے ہیں ایسا پکانا
طہارت کا مانع نہیں مگر جبکہ رقت اور سیلان اوسکا باقی نرہے تو اب اس پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں دوسری قسم پکانے کی یہہ کہ میل صاف
کرنے کیواسطے نہیں چنانچہ شوربا یہہ اختلاط مانع طہارت ہی اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہہ دوسری صورت ہی کمال اختلاط کی وامّا بغلبۃ المخالط فلو جامدا
فبثخانتہ ما لم یزل الاسم کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانیوالی کے سبب سے ہی اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہے تو اسکا غالب
ہونا پانی پر پانی کے گاڑھے ہو جانے سے ہے تاوقتیکہ پانی کا نام زائل نہو گیا ہو چنانچہ شربت خرما کا ہم یہہ دوسری طرح ہی پاک چیز کے غالب ہونے
کی پانی پر نبیذ تمر یعنی شربت خرما یہہ ہے کہ خرما پانی میں تر کرتے ہیں پانی میٹھا ہو جاتا ہے اوسکو خرما کا شربت کہتے ہیں پانی نہیں بولتے تو گاڑھا ہونے
سے پتلی پانی مغلوب ہو گیا نام کے جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نرہا اس سے وضو کرنا جائز نہیں خانیہ میں ہی کہ عدم جواز وضو شربت خرما امام
اعظم کا پچھلا قول ہے ولو مائعا فلو مباینا لاوصافہ فبتغیّر اکثرہا اور اگر ملجانیوالی چیز پانی میں سائل اور پتلی ہی تو اگر وہ پانی کے سب اوصاف کی
مخالف ہی تو غلبہ اسکا ثابت ہوتا ہے پانی کے اکثر اوصاف کے بدلجانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانیوالی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا
بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع ہوا سائل کی تین صورتیں ہیں یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہی یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور
مماثل ہے پانی کی تین صفتیں ہیں ایک رنگ دوسری مزہ تیسری بو سو سرکہ پانی کی تینوں صفت کے مخالف ہی تو اگر سرکہ پانی میں ملا اور اوسکی دو صفت
میں تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ میں یا مزہ اور بو میں یا رنگ اور بو میں تو غلبہ اوسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقا کلبن فبلحدہا یا سائل چیز پانی
کی بعضی صفت سے موافق ہی اور بعضی سے مخالف ہی جیسے کہ دودھ کہ بو نہونے میں پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ میں مخالف ہی تو غلبہ اوسکا
پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہی تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسیطرح تربوز کا
پانی مزے میں پانی کے مخالف ہے تو اسمیں غلبہ مزے کیوجہ سے معتبر ہو گا طحطاوی نے کہا اگر شارح او مباینا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضے
نسخہ میں فباحدہما بصیغہ تثنیہ ہی تو ضمیر کا مرجع مذکور نہیں او مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر
بالکل و الّا لا یا سائل پاک چیز پانی کی برابر اور مانند ہے سب تینوں صفات میں چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اوسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہی تو اگر
مطلق پانی وزن میں نصف سے زیادہ ہی تو طہارت کرنا اس تمام مخلوط پانی سے جائز ہی اور اگر مطلق پانی وزن میں کم ہی مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہیں
ہم آب مستعمل کی طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی حکم ہی عرق گاوزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نرہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کی برابر ہو
زائد نہ کم تو یہہ ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں بدائع میں ہی کہ فقہا نے کہا ہی کہ اوسکا حکم مغلوب پانی کی برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر
وہذا یعم الملقی والملاقی اور یہہ یعنی جو حکم کہ مذکور ہوا آب مستعمل میں وہ عام ہی اس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی میں اور اوسکی ساتھ ملگیا
اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمیں کوئی شخص بیٹھا یا اوسنے غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونوں صورتوں میں اگر آب مطلق نصف سے زائد ہی تو طہارت
جائز ہی ورنہ جائز نہیں ففی الفساقی یجوز التوضی ما لم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضوں میں

پانی ہے جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھہ معلوم نہو یہہ قاعدہ وہی ہے جو بنابر اس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار مین مذکور ہی
ہم بہہ تعین ہے اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہے اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین بحر الرائق مین کہا اور اسپر دلیل یہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری
ہدایہ نے اپنے فتاوی مین جسکو اونکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے اونسے سوال کیا فسقیۂ صغیرہ جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اوسمین
مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اوسمین نیا پانی نازل ہوتا ہے اوسمین وضو کرنا جائز ہے یا نہین تو جواب دیا کہ جب اوس حوض مین سوای پانی مذکور کے
اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھہ ضرر نہین انتہے یعنی اگر اوسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہو جاویگا صغیر ہونے کے سبب کذا فی الطحطاوی و علّلہ فی
المستصفی بان الماء المستعمل طاهر فما لم یغلب علیه لا یمنع لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملتقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اوسکی طرف رجوع
کرو اور تامل کے ساتھہ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہہ ہے کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل
ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو مصنف بحر نے ذکر کیا اور اسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جبکو یہہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اس شخص کے قول کا ضعیف جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہے کہ آب
مستعمل جب ڈالا جاوے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق غالب ہو تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیۂ یعنی صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلونمین کچھہ
فرق نہین اور دونون فرق کرنا کہ ضرورت استعمال سارے پانی مین شایع ہو جاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ ٹپکنے اور ملنے اور ڈالنے دونون صورتون مین برابر ہی
تو مساحبہ الحکم دونون صورتونمین کچھہ فرق معلوم نہین ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہے جبتک اسکا گمان غالب
نہو کہ آب مستعمل اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہے اور بسکہ ملتقی اور ملاقی مین کچھہ فرق ظاہر نہین اسیواسطے شارح نے
اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر وان مات فیه ای الماء ولو قلیلا غیر دموی
کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وکذا بق الخشب اور جائز ہے دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے ان اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ
پانی قلیل ہو گو کہ اوسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچھو اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہے
وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انه یفسد ومثله حلم وقراد کبیر اور مجتبی مین صحیح تر حکم اوس جونک کا جسنے خون کو چوسا اور
قلیل پانی مین مرگئی یہہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنی ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم جھڑ اور چھوٹی چیچڑی اور بڑی چیچڑی کا
یعنے اگر جھڑ اور چیچڑی خون پیکر قلیل پانی مین مرجاوے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کے چوسے جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح مین اسلیے کہ
جونک اور جھڑ مین خون ذاتی نہین مستعار ہے کذا فی النہر وفی الوهبانیة دود القز وماؤه وبزره وخرؤه طاهر کدودة متولدة
من نجاسة اور وہبانیہ مین ہی کہ ریشم کا کیڑا اور اوسکا ترشیدہ پانی اور اوسکے انڈے اور سیال ایک ہی جیسی نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہم
ہم پانی سے وہ پانی مراد ہے جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے جاتے ہین ریشم کے نکالنے کو اسطرح کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء
وخنزیره کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ اب مطلق قلیل ہو وہ جانور مرگیا ہو جسکی پیدایش کا مکان پانی ہی جیسا کہ مچھلی اور کیکڑا
اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کرکے دو مسئلے یہان ٹھہرائے ایک اوس جانور کا جسمین خون سائل
نہین دوسرا وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہے اور کنز کیطرح یون نہ کہا کہ موت مالا دم له الخ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض لگتا ہی اوس جانور کا جو
پانی مین پیدا ہوتا ہے اور وہین رہتا ہی اور اوسمین خون سائل ہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اوسکی موت سے پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف نے
دونو صورتون کو جمع کر دیا بحر الرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہے لیکن خلاصہ مین ہے کہ
پانی کا کتا اور پانی کا سور جب پانی مین مرجاوین تو اسپر تمامیا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا
کذا فی الطحطاوی الا کالبط دم سائل وهو بلا سترة له بین اصابعه فیفسد فی الاصح کحیة بریة ان لها دم والا لا انتہی بطخ
کہ جسمین خون سائل ہوتا ہے اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان پردہ نہین ہوتا بطخ کی مانند تو اوسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہو جاتا ہی

صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہو جاتا ہی اگر اوسمین خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا ہی
کذا الحکم لو مات ما ذکر خارجه و ألقی فیه فی الاصح فلو تفتت فیه نحو ضفدع جاز الوضوء به لا شربه لحرمة لحمه اور
اسیطرح کا حکم ہے یعنی پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین مینڈک
کی مانند جانور ریزہ ریزہ ہوگیا تو وضو اوس سے جائز ہے پینا اوسکا جائز نہین اوسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کی مانند وہ جانور ہی
جو ناپاک نہین مگر اوسکا کھانا حرام ہے وینجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط و اوز اور ناپاک ہوتا ہے
تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اوس جانور کے مرنے سے جو پانی مین رہتا ہی خشکی مین پیدا ہوتا ہے چنانچہ بطا اور جیسے بط ہم پانی کی چڑیون مین تصحیح
مختلف ہے لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہے لہذا ماتن نے اوسی پر اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالماء
فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور بہنے والی چیزون کا حکم پانی کی مانند ہی صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست سے قلیل فاسد ہوتا ہی نہ کثیر
حتی لو وقع بوله فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اوس حوض مین جسمین دہ در دہ رس ہی کسی چیز کا تو وہ
فاسد یعنی ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجله مع العصیر لا ینجس خلافاً لمحمد ذکره الشمنی وغیره اور اگر پانون
کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہی شمنی وغیرہ نے
ہم انگور وغیرہ کا پانون سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر پانون کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھ
خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا وبتغیر احد اوصافه من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف
مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہے ناپاک ہو جاتا ہی بہت پانی اور اسیطرح رس ہم شارح نے کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ تنجس کا لفظ فعل
مضارع ہے اور کثیر اوسکا فاعل ہی سو یہہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہہ ہی کہ قولہ وتغیر عطف ہی بموت مائی پر تو وہ متعلق ہی تنجس بموت مائی کا
اور جسکو شارح مضارع سمجھا ہی وہ جار مجرور ہی یعنی با رجارہ ہی نہ یا تحتانیہ اور یہہ جار مجرور متعلق ہے بہ تغیر کا تو مطلب یہہ ہے کہ ناپاک ہو جاتا ہے
پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہہ خلل ہے کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز نہین اور
یہہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو جاریاً اجماعاً ایک صفت کا بدلنا
نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہی اگرچہ جاری اور بہتا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہی کہ جب پانی کا ایک صف بھی نجاست
سے بدلگیا اوس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسیطرح منقول ہے ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی
شافعی نے بھی شرح مہذب مین اسیطرح نقل کیا ہے اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہے عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہو جاتا ہی نہ کثیر لیکن
حد قلیل اور کثیر مین اختلاف ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافاً لمالك اور قلیل پانی تو ناپاک
ہو جاتا ہی نجاست کے واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہہ مذہب ہی کہ
وقوع نجاست سے قلیل پانی نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اوسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہی
امام مالک کے نزدیک نہ قلیل کذا فی البحر لا لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اوسکا مزہ وغیرہ بدلگیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو
علم نتنه بنجاسة لم یجز تو اگر اوسکی گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شك فالاصل الطهارة اور اگر
گندگی مین شک پڑی معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے ہی یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہی تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیے لوگون سے
اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنح والتوضی من الحوض افضل من النهر رغماً للمعتزلة اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہی نہر سے
معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام مین اہل سنت کے مخالف ہین اصول مین اور فروع مین حنفی ہین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین

ہے۔ اور اُنکے نزدیک حوض کبیر، قوم نجاست سے نجس ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو بحرالرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اونکا مخالف اور صحیح
یہی ہے جبکہ متفرق ہو وہ ہو اور جہان وہ لوگ نہیں تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہے حوض سے وکذا فی شرح منیۃ المصلی۔ اگر پانی میں خلط
کا شنان یا زعفران اور اسیطرح طہارت جائز ہے اوس پانی سے جبکہ ساتھ مخلوط ہو گئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح کی جیسے اشنان اور زعفران
قسم ظاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہیں خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی اور جو نہ ہو بالتبع تخلیط ہوتی جیسے اشنان اور
صابون یا کوئی اور چیز سے جیسا کہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی النہر لکن فی البحر عن الہدایۃ قال ابو یوسف ... لکن بحر الرائق
میں قنیہ سے منقول ہے کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اوس سے جائز نہیں جیسے شربت سے جائز نہیں وفاقا فی
... اور جیسے پتیوں اور درخت کی پتیون کے پانی میں گرجانے سے طہارت جائز ہے اگرچہ پتیون سے
پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہوں یہی مختار قول میں جسم نہایہ میں ہے استاد سے منقول ہے کہ وہ وضو کیا کرتے تھے ان حوضون سے جنمین درختون کی پتی وقت
ہوتی تھی اور جود متغیر ہو جانے تمام اوصاف کے اور کوئی کسیکو منع نہیں کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہے کہ اگر اس پانی
کی رنگت ہتھیلی میں اوٹھانے سے معلوم ہو تو اس سے وضو درست نہیں اسکا بیان درست ہے ان کفتیب رقتہ والدیمۃ کما فی شرح ...
... اور تمام اوسکا پانی ... گذر گیا اب معلوم کیجئے بیان میں قسم ... اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو جیسے زعفران کا پانی اوس قدر ہو کہ کپڑے وغیرہ
رنگنا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ عرفی زبان میں اوسکا نام صبغ ہو گیا جیسے نبیذ تمر کذا فی الطحاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ
اور طہارت جائز ہے اوس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی خواہ نجاست نظر آتی ہو پانی میں یا نظر آتی ہو آب جاری اوس سے ناپاک نہیں ہوتا خود
محل وقوع نجاست سے بھی وضو درست ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے مشائخ بخارا کا نصاب میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحاوی
والجاری ہو مایعدہ العرف جاریا اور جاری پانی وہ ہے جسکو وہان اور بہنا عرف میں شمار کرتے ہیں وقیل مایذہب بتبنۃ والاول
اظہر والثانی اشہر اور بعضوں نے کہا جاری پانی وہ ہے جو تنکے کو بہالیجاوے اور پہلا قول ظاہر تر ہے اور دوسرا قول مشہور تر ہے کذا فی البحر
وان وصلیۃ لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول میں یعنی اگرچہ
مبدا اور منشا اسکا چشمہ یا چاہ یا مینہ نہو ھم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہے اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہے کہ
جاری ہونے میں پانی کی مدد ضرور ہے جیسے چشمہ اور کنوئیں یہی قول مختار ہے تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہے کذا فی الطحطاوی
فلو سد النہر من فوق فتوضا رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقا پانی نہیں بہتا
ہے پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے جو بہتا ہے بدون مدد کے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہے وکذا لو حفر نہرا من حوض
صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضا فیہ وعند طرفہ الاخر اناء یجمع الماء جاز توضئہ بہ ثانیا وثالثا و
تمامہ فی البحر اور اسیطرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اوسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے
پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے رواں پانی میں اور پرنالے کی دوسری طرف کوئی برتن ہے جسمین وہ رواں پانی جمع ہوتا جاتا
تو دوسری بار اوسی پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور پھر تیسری بار اسیطرح اور پھر چوتھی بار اسیطرح پانی بہا کر وضو جائز ہے اور اسکا پورا بیان
بحرالرائق میں ہے ھم یعنی حوض صغیر سے پانی بہایا نہر میں اور بہنے کی حالت میں وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان میں سو دوسرے آدمی نے
اُس مکان سے نہر کھودی اور اوسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت میں پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان میں پھر اور آدمی نے اسیطرح
کیا تو سب کا وضو درست ہے اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت میں وضو کیا اور جاری پانی نجس نہیں ہوتا جبتک متغیر نہو جاوے جیسا کہ
بحرالرائق میں ہے اور جب پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہے یعنی پاک کرنیوالا ہے اسواسطے کہ اوسکا استعمال جاری ہونے کی حالت میں ہوا ہے اور

ستہ ار مین جو ناپاک نہین ہوجاتا بہ ظہور اثر نجاست کے بتجویز غالب معتبر ہے یعنی اُس شخص کی جسکو طہارت کیواسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اوسکے گمان مین
عدم خلوص یعنی نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہے اُس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہے اور اگر یہہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی
ہے طہارت اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور اسی قول کیطرف امام محمد نے جنسے دہ در دہ کا قول منقول ہے رجوع کیا ہے اور یہی قول صحیح ہے جیسا کہ
غایۃ البیان وغیرہ مین ہے اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہے کہ یہی قوی مذہب ہے اور اوسی پر عمل کرنا چاہئیے ہم بحر الرائق مین دس روایات سے اسکو مذہب ثابت کیا
ہے پہر یون کہا ہے کہ یہہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ در دہ کو آب کثیر قرار دیا ہے وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد نے اگرچہ اسکی تقدیر کی ہے
مگر اس سے رجوع کیا ہے اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہہ تقدیر لازم نہین مگر اونہین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر مجتہد کے استکشاف کا اعتبار ہوا تو ایک شخص کا کثیر
سمجہنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہہ امر مختلف ہے جو جسکے رائے مین پڑے اوسپر وہ عمل کرے اور یہہ امر ان امور سے نہین ہے جسمین عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہو جیسا کہ
فتح القدیر مین ہے کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تہا اور اسکی تصحیح اکثر کتب معتمدہ مین واقع تہی لہذا آخر
اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ در دہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علماء متقدمین کا مذہب ہے اگرچہ صاحب کنز نے اوسپر نص
کیا ہے اور صاحب ہدایہ نے اوسپر فتوی ٹھہرایا ہے تو جو مذہب مین صحیح قول ہے اوسی پر عمل کرنا متعین ہے انتہی وان المقل یعتبر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد
علیہ ورُدّ ما احتج بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہہ ثابت کیا ہے کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ در دہ کا اصل معتمد علیہ کیطرف راجع نہین ہوتا اور جو کچھ
اصل کا جواب دیا ہے صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اوسکو رد کیا ہم صدر الشریعۃ نے دہ در دہ کی یہہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو کنوان کہودے تو اُسکا حق کنوئین کے گرداگرد
بیس گز ہے تو اُسکی گرد چارون طرف سے دس گز ہوئے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بدرو یعنی نجاست ڈالنیکا کہنا کہودیگا تو روکا جاویگا اسواسطے کہ پہلی کنوئین کیطرف نجاست
سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کہودیگا تو روکا نجاویگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ در دہ کو عدم سرایت مین اعتبار کیا ہے صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہے از انجملہ ایک وجہ
یہہ ہے کہ حریم چاہ کا چالیس گز ہونا بعض کا قول ہے اور صحیح قول یہہ ہے کہ اسکا حریم ہر طرف سے چالیس گز ہے دوسری یہہ ہے کہ زمین بمرتبہ سخت ہے پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین
صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ در دہ کی سند ہوسکتی ہے بیان اسکا یہہ ہے کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ مثل میری
مسجد کی برابر ہو تو وہ کثیر ہے جب اسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تہی اور باہر سے دہ در دہ تہی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ دوازدہ در دوازدہ تہی اور بیر بضاعہ کی مساحت
ہشت در ہشت تہی اور دلیل اوسپر ابو داود سجستانی صاحب سنن کا قول ہے کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اُسکا چہہ گز تہا اور مین نے دربان
سے پوچہا کہ زمان سابق سے اسمین کچہہ تغیر ہوا ہے جواب دیا کہ نہین پہر جب اُسکا عرض چہہ گز کا ہوا تو طول اوسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہے
عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہتے کہ اُسکا دور چہہ گز تہا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اوسکی ہشت در ہشت یا زیادہ
ٹہر گئی تو محمد نے اس قدر پر کر لیا لیکن باب عبادات مین احتیاط بہتر ہے لہذا اونکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ در دہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر
وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رأی لہ من العوام فلذا افتی بہ المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہے
کہ ای مخاطب تو جانتا ہے کہ مقرر اعتبار کرنا دہ در دہ کا منضبط اور بند وبست کی بات ہے خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب اور تجویز حاصل نہین
تو اسیواسطے علماء کبار متاخرین نے دہ در دہ کا فتوی دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہے اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونون کے
کلام پر بخوبی آگاہ ہے تو تجکو اسکا یقین حاصل ہوجاوے اور جو کہ صاحب نہر نے ذکر کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اوسکو قابل التفات کے نہ جانا کذا
فی الطحطاوی ای فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین وفی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر وربعا وخمسا بذراع الکرباس
یعنے متاخرین کا فتوی ہے حوض مربع مین ۴۰ گز پر اور حوض مدور مین ۳۶ گز پر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر
تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہے ہم یعنی حوض کبیر جو آب جاری کی مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہین ہوتا اُسکی
مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہے تو دہ در دہ ہے یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کی چارون طرف سے ۴۰ گز اور اسلئے پانی کا طول اور

عرض مین سو گز ا ور حوض مدور مین ۳۶ گز کی ترجیح مذکور ہی ظہیریہ مین اور غیر ظہیریہ مین ۴۸ گز محیط مین کہا کہ ۴۶ گز کے اعتبار مین زیادہ تر احتیاط ہی کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہی یعنی جسکے تینون کونے معتدل ہین تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے جو پنجم گز زیادہ کیا ہی اوسکی کچھ حاجت نہین اسلئے کہ استقدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہے وتمامہ فے الطحطاوی نہر الفائق مین ہی کہ معتبر ذراع کرباس ہے یا ذراع مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہین تینون قولونکی ترجیح واقع ہے اور پہلا قول مناسب تر ہی انتہی ہدایہ اور تجنیس مین ذراع کرباس کو اختیار کیا ہی علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی اُنگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑا ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہے اور ہر مٹھی پر اونگلی قائم نہین اور دوسرا قول یہہ ہی کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کی شمار کے موافق ولو لہ طول لا عرض لکنہ یبلغ عشرا فی عشر جاز تیسیرا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہے اور بہت عرض نہین لیکن اگر اوسکو مکسر کر کے حساب کیجئے تو دہ در دہ یعنی سو گز تک پونہچتا ہی تو وضو کرنا اُس سے جائز ہی خلق اللہ کی آسانی کیواسطے کذا فے النہر ولو اعلاہ عشرا و اسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ در دہ ہو اور نیچے سے کم دہ در دہ سے تو وضو اُس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہے تاوقتیکہ پانی کم ہو کر نیچے نہ پونہچے یعنی جب کمتر تک پانی پونہچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز نہوگا ولو بعکسہ فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر اور جو اسکے بالعکس ہو یعنی حوض اوپر سے تنگ ہو دہ در دہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ در دہ کے سو اوسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جبتک کہ اوپر کا پانی فنا ہو کر دہ در دہ کو نہ پونہچے یعنی جب وہان پونہچیگا تو اب وضو کرنا اُس سے جائز ہوگا کذا فی النہر عن السراج الہندی ولو جمد ماؤہ فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالمسقف وان متصلا لا لانہ کالقصعۃ اور اگر حوض کبیر کا پانی برفکی سردی سے جمکر تختہ کی مانند ہو گیا پھر اوسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہے آب بستہ سے تو وضو جائز ہے اسواسطے کہ وہ پانی اُسکی مانند ہے جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ در دہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہی تو وضو اُس سوراخ سے جائز نہین اسواسطے کہ وہ طاس اور طغاری کی مانند ہی یعنی وہ پانی قلیل ہے جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی و فتاوی قاضی خان مین ہی کہ وضو اُس سے جائز نہین مگر اُسوقت جائز ہے جبکہ ثقب دہ در دہ ہو حتی لو وقع فیہ کلب تنجس یہانتک کہ اگر کتے نے اسمین پانی پیا یعنی اُس نقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہے پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فیہ فمات لتسفلہ ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اوسمین گر پڑا اور مر گیا اوسکی تہ نشین ہونے کیوجہ سے یعنی اسفل مین تو پانی کثیر ہے کتے کی تہ نشین ہونے سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فے الطحطاوی ثم المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب مین پاک ہوجانا ہی ناپاک پانی کا اوسکی جاری ہونے کے ساتھہ ہی ھ یعنی اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہو گیا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلے گا تب پاک ہوگا اور یہہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اوسکو جاری کیجئے تو وہ پاک ہو بحر الرائق مین کہا طہارت کا حکم اوسوقت ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کیوقت ہو کذا فے الطحطاوی وکذا البئر وحوض الحمام ھذا اور یہی حکم ہے کنوئیں اور حمام کے حوض کا یاد رکھہ اسکو یعنی اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہو گیا اوسکی جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان لبالب ہو کر جاری ہو گیا دوسری صورت یہہ ہی کہ چشمہ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا وفی القہستانی والمختار ذراع الکرباس وھو سبع قبضات فقط فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلث اصابع علی القول المفتی بہ بالعشر ویکتفی بما طولہ ثمانیۃ فی الاصح وکذا بعمقہا عشرۃ فی الاصح اور قہستانی مین ہی اور مختار اور پسندیدہ مذہب مین کپڑا ناپنے کا گز ہے اور وہ فقط سات مٹھی کا ہے تو دہ در دہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہی ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھہ مٹھی اور تین اونگلیون کا ہی یہہ قول ہے بنابر فتوی متاخرین کے دہ در دہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ در دہ حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو یہہ اسواسطے ہمنے کہا تاکہ دہ در دہ شامل ہو جاوے اوس حوض طویل کو جسمین طول ہی بدون عرض

کے صحیح تر قول میں اور اسیطرح شامل ہو اوس کنوئیں کو جسکا عمق یعنی گہراؤ دس گز کا ہو بہتر قول میں ہم طول یا عرض میں اختلاف ہو ایک قول ہی کہ اگر اسکا
پانی بقدر دہ در دہ کے ہے تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا چنانچہ سابق میں گذرا اور عیون المذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا میں اسکی تصحیح
کی ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ وہ نجس ہو جاتا ہے قاضی خان نے اسکو عامہ مشائخ کیطرف نسبت کیا ہے اور فتح القدیر میں اسکو اختیار کیا ہے اور
قاسم نے اسکو اصح کہا ہے تو دونوں قول صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی وحينئذٍ فلو كان وجهها قدر العشر لم يتنجس كما في المنية اور اسوقت میں
یعنی جبکہ عمق کا اعتبار ہو تو اگر اسکا پانی دہ در دہ کی برابر ہے تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنواں ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی میں ہے ہم یہہ
قول ضعیف ہے چنانچہ شارح عنقریب اوسپر آگاہ کریگا وحينئذٍ فعمق خمس اصابع تقريبا تلثة آلاف وثلثمائة واثنا عشر منا من الماء
الصافي وتسعه حوض كل من طوله وعرضه وعمقه ذراعان وثلثة ارباع ذراع ونصف اصبع تقريبا كل ذراع اربع وعشرون
اصبعا انتهى اور اسوقت میں یعنی جبکہ عمیق کنواں حوض کبیر کی مانند ہوا تو پانچ انگلیوں کا عمق دہ در دہ کے حوض میں ۳۱۲ سیر صاف پانی
کا ہے اور گنجائش کرتا ہے اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق میں دو گز اور پون گز اور آدھی انگلی سے تخمیناً ہر گز ہو تو انگلی کا انتہام
ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفيه كلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق وحده فتبصر میں کہتا ہوں اور قہستانی کے اس کلام میں کلام ہے یعنی
مسلم نہیں اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہیں تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق میں فتح القدیر سے منقول
ہے کہ عمیق تنگ ہو جانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہیں اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہی کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہنچے اور تقارب جوانب میں
بہ شک وصول غالب ہے اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہے نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصا **فائدہ** بڑا تالاب ہو کہ ایام گرما
میں خشک ہو جاتا ہے اور چوپائے اوسمیں لید کرتے ہیں پھر اوسمیں پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی داخل ہونیکے مکان میں
تو سب پانی نجس ہے اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اوس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ پاک نہوگا اور اگر
نجاست موضع دخول آب میں نہیں پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان میں جو دہ در دہ ہے پھر وہان سے بڑا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہے اور جو برف
اوس سے جمے وہ بھی طاہر ہے جب تک کہ اوسمیں نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسیطرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اوسمیں نجاست پڑی پھر
نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ در دہ ہو گیا نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہے کذا فی الخانیہ یعنی فتاوی قاضی خان ولا يجوز بماء زال
طبعه وهو السيلان والارواء والانبات بسبب طبخ كمرق وماء باقلاء الا بما قصد به التنظيف كاشنان وصابون فيجوز ان
بقي رقته اور جائز نہیں طہارت وضو اور غسل کی اوس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اوسکی پیدائشی صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہے
زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اوس چیز کے ساتھ جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہے چنانچہ
اشنان اور صابون تو اوس سے طہارت جائز ہے اگر اوسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا او بماء استعمل لاجل قربة
اي ثواب او لرفع حدث یا جائز نہیں طہارت اوس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث کے
ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی میں کلام واقع ہوتا ہے چار مقام میں اول استعمال کے سبب میں سو مصنف نے اوسکو بیان کیا بقوله لقربة او رفع
حدث مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت میں سو مصنف نے اوسکا اشارہ کیا بقوله اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت میں سو اوسکو بیان کیا
بقوله طاهر مقام رابع مستعمل کے حکم میں سو اوسکو ذکر کیا بقوله غير مطهر قربت کیواسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین ومحمد کے استعمال ثابت ہے خواہ فقط قربت
ہو یا قربت رفع حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہہ صورت ہے کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوبارہ وضو نیت کے ساتھ
کرے یا طاہر غسل کرے اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہہ صورت ہے کہ محدث یعنی بے وضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو بیان ازالہ حدث
تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہیں اسواسطے کہ بدون نیت کے ثواب نہیں ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہے اور امام اعظم اور ابو یوسف

کے نزدیک قربت بھی سبب ہے اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی او مِن مُمَیِّزٍ او حائضٍ لِعادۃِ عبادۃٍ یا ہو استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز اور
حائضہ سے عبادت کی عادت باقی رہنے کیواسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اوسکو مستحب ہے کہ نماز کے
وقت وضو کرکے جاے نماز پر بیٹھکر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے تو وہ پانی بھی مستعمل ہے تقرب کے سبب سے اوس مستعمل سے بھی وضو جائز
نہیں او غُسلِ مَیّتٍ یا ہو استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہے اگر اوسکے بدن پر نجاست نہو وہو الاصح اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نجس ہے
بنجاست خبث تو اوسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہے اور محمد نے جو غسالہ میت کو مطلقاً نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالباً نجاست سے
خالی نہیں ہوتا کذا فی البحر او یَدٍ لاکلٍ او منہ بنیّۃِ السنّۃ یا استعمال ہو ہاتھ کے دھونے سے کھانے کے واسطے یا کھانے سے فراغت کرکے اداے سنت کے
قصد سے ہم حدیث میں وارد ہے کہ کھانے کی برکت ہے پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل
ہوگیا اور اگر یہ نیت نہیں چنانچہ میل صاف کرنے کیواسطے دھونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہے نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی اھ ف
لاجلِ رفعِ حدثٍ ولو مع قربۃٍ کوضوءِ مُحدثٍ ولو للتبرّد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قربت کے ساتھ مجتمع ہو
چنانچہ بیوضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اوسنے سرد ہونے کیواسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بیوضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہان دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے
یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی دفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہرصورت پانی مستعمل ٹھہرا فلو توضّأ
مُتوضِّئٌ لتبرّدٍ او تعلیمٍ او لطینٍ بیدہٖ لم یصر مستعملاً اتفاقاً اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سرد ہونے کو یا تعلیم وضو کیواسطے یا مٹی دھونے
کیواسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہہ تفریع ہے اس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قربت سے یا ازالہ حدث
سے سوان صورتون میں کوئی سبب استعمال کا نہیں قربت تو اسواسطے نہیں کہ نیت نہیں کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہیں ہوتا اور ازالہ حدث بھی
نہیں اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہے اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود میں بلاشبہ ثواب ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قربت نہوا اوسکا جواب یہہ ہے کہ قربت تو فقط
تعلیم میں ہے نہ پانی کے استعمال میں ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہیں ہے کَزیادۃٍ علی الثلٰثِ بلا نیّۃِ قربۃٍ چنانچہ پانی مستعمل
نہیں ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی بلاارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہیں ہوتا وکغسلِ
نحوِ فخذٍ او ثوبٍ طاہرٍ او دابّۃٍ تؤکل اور جیسے پانی مستعمل نہیں ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپائے کے دھونے سے ہم مثل ران
سے مراد اعضاء غیر وضو ہیں یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنابر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ اسمین نہ قربت ہے نہ رفع
حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کی مانند پاک برتن ہے او لاجلِ اسقاطِ فرضٍ یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام بحر الرائق
یہ ہے کہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے تین چیزون مین سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اوسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اوسکے ساتھ
ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے بدلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیون تک یا ایک پانوں تغاری مین ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس
صورت مین نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ساقط ہوگیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنی برخلاف
اور کتابون کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر مین تمام ہوگا جبکہ اسقاط مین ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہے اسکا
جواب یہہ ہے کہ فرض ساقط ہو جاتا ہے مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہوا اور جبکہ نیت نہیں تو ثواب نہیں تو ثواب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی
الطحطاوی ہو الاصلُ فی الاستعمال انتہی کما یہی یعنی فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کردیا ہے
کمال الدین محقق نے ہم یعنی رفع حدث مین حقیقۃً اور قربت مین حکماً اسقاط فرض موجود ہے اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہے دوسری بار کذا فی
الطحطاوی بان یغسل بعض اعضائہ او یدخل یدہ او رجلہ فی حُبٍّ لغیر اغترافٍ ونحوہ کرفع کوزٍ فانہ یصیر مستعملاً لسقوط الفرض اتفاقاً
اسقاط فرض کا اسطرح ہے کہ دھووے محدث اپنے بعض اعضا کو یا اپنا ہاتھ یا اپنا پانوں ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اوسکی چنانچہ کوزہ نکالنے

کو جو مٹکے مین گر گیا ہے تو البتہ اسمین پانی مستعمل ہو جاویگا فرض کے ساقط ہو جانے کیوجہ سے بالاتفاق یعنی اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دہویگا
تو کافی ہے ھ یہہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونونکو شامل ہے لیکن محیط مین ابو یوسف سے مشہور روایت یہہ ہے کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے
مین مشروط ہے اور ایک دو او نگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہوگا اور ادخال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہے تنبیہ پانی لینے کی یہہ صورت ہے کہ مٹی یا
میرا ہاتھہ مین بھرا تھا اوسکو دہونے کیواسطے ہاتھہ مٹکے مین ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھہ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت
کے سبب سے اور اسیطرح سے ہاتھہ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوئین مین اوترنا ڈول نکالنے کو اس سے بہی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان
علما کا اتفاق ہے جو تجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وان لم یزل حدث عضوہ او جنابته ما لم یتم لعدم التجزی زوالاً
وثبوتاً علی المختار اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اوسکی جنابت زائل نہوگی جب تک کہ اسقاط فرض کا پورا نہوگا بسبب متجزی ہونے حدث اور
جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر ھ یعنی زوال حدث اور جنابت کا اور اونکا ثابت ہونا تجزی یعنی پارہ پارہ نہین جبکہ
دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا مثلا ہاتھہ سے اسکا مقتضی ہے کہ ہاتھہ کا دہونا دوسری
بار باقی اعضا کے ساتھہ واجب نہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دہونے پر موقوف ہو ایسا ہی بحر الرائق مین ہے شیخ قاسم نے حواشی مجمع مین کہا
ہے کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہے اول بمعنی الصفت شرعیہ یعنی شرعا ممنوع ہونا اوس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہہ متجزی
نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہہ متجزی ہے ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہونا نجاست حکمیہ
کے ازالہ سے ہی قاسم نے کہا کہ یہہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد او سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق
فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جای لفظ او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بہی شامل ہو تو اسمین تامل کر ھ یعنی یون کہنا چاہیے
او لاسقاط فرض او سنۃ تو مطلب یہہ ٹھہریگا کہ پانی مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بہی مستعمل ٹھہریگا چلپی محشی
نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھہ حاجت نہین کہ وہ تو قربت مین داخل ہے اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پہر جب سنت
مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یہی وجہ ہے تامل کی جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شیء علی
المذهب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہو جاتا ہے اوسوقت جبکہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز مین نہین ٹھہرا یا برمذہب درست کے وقیل
اذا استقر وصحح للحرج اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا کپڑے مین ٹھہر جای اور حرکت سے باز رہے
تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہے حرج کے سبب سے ھ یعنی اگر بمجرد انفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہو تو اسمین مشقت ہے اسلیے
کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اسصورت مین کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز
کہین نہین ٹھہرا بلکہ ہوا مین ہے پہر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اوسپر بہا بدون اسکہ اوسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول پر اسکا
وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر ورد بان ما اصاب مندیل المتوضی وثیابه عفو اتفاقا وان کثر اور وہ ترجیح مردود
ہے اسطرح سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنیوالیکے رومال اور کپڑونکو لگتا ہی وہ معاف ہی باتفاق شیخین اور محمد کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو
یعنی جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا ھ محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہی تو اونکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ
بعضی روایت مین وہ نجس ہے مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہے وهو طاهر ولو من جنب علی الظاهر اور مستعمل پانی
پاک ہی اگرچہ وہ جنابت والیکا ہو ظاہر مذہب پر ھ مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہی اور دوسرا قول یہہ ہی کہ طہارت محمد
کا قول ہے اور امام سے بہی مروی ہے اور تیسرا قول یہہ ہی کہ وہ نجس مغلظ ہی اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتہا قول یہہ ہی کہ نجس مخفف ہی اور اسکو
ابو یوسف نے امام سے روایت کیا اور اسی پر اونکا عمل ہے لیکن علما نے طہارت کی روایت کو صحیح کہا ہی یہانتک کہ مجتبی مین ہے کہ متقرر امام

اور مشایخین سے صحیح روایات یہی ہین کہ وہ طاہر غیر طہور ہے مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ ظاہر ہونا مختار ہے ماوراء النہر کے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمد کی تمام
کتابون مین جو مروی ہین ہمارے علما سے اور اسیکو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اور محیط مین ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابون مین طاہر ہونے پر
فتوی مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہے احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی مین بھی یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے
امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہے لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہا للاستقذار وعلی روایۃ
نجاستہ تحریما لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھن آنے کی وجہ سے اور اوسکی نجاست کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے
وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہین یعنی وضو اور غسل کے لائق نہین بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنیوالا ہے م مجتبی المدشرح ارشاد مین ہے کہ ازالہ نجاست کا
مستعمل پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی النہر **فروع** اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او تبرد مستنجیا بالماء
ولا نجس علیہ ولم ینو ولم یتدلک والاصح انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہے اس محدث
کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوئین مین ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنیکو غوطہ مارا پانی سے استنجا کرکے اور ہو سکی بدن پر نجاست نہین اور نہ
اوسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدنکو ملا اور صحیح تر قول یہہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور کنوئین کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونیکے واسطے جدا
ہونا پانی کا مشروط ہے یعنی جب شخص کنوئین سے نکلا تو انفصال پایا گیا م محدث حدث اکبر کو بھی شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے
یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ اوسکی اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر
کی مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ اور خلاصہ مین ہے اور کنوئین سے وہ مراد ہے جو دہ در دہ
سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ ماریگا نہانے کے قصد سے تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث
اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلون سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسیطرح اگر اوسکی بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث
کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہے بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق
مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہہ امام سے روایت ہے اور دوسرا قول یہہ کہ مرد کا حدث
بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہہ روایت ہے ابو یوسف سے اور یہہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول ہے اسواسطے کہ ڈول
نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصا والمراد ان ما اتصل
باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہہ ہے کہ جو پانی کہ منغمس کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہے
نہ تمام پانی کنوئین کا مستعمل ہے بنا بر اون قول کے جو گذر گیا م یعنی ایسی صورتین اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ متناوب اور
نہایت کم ہے کنوئین کے باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ویشمل ما ہو محتمل
طہر فیصلی بہ ویتوضأ منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاوے یعنی پکایا جاوے اگرچہ دھوپ مین ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے
پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بناکر اوس سے وضو کرے شارح نے کہا اور چمڑے کی مانند دباغت قبول کرنے
مین پھکنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بجای وکل اہاب کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑا اور پھکنی اور
اوجھڑی سبکو شامل ہو م چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اوسکا پاک ہونا یہہ متعلق کتاب الصید سے ہے اور اوسمین نماز کا جائز ہونا یہہ
متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اوس سے وضو کا جائز ہونا یہہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اوسکو ذکر کیا دباغت دو قسم ہے
حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتے وغیرہ سے ہو وہ پانی پہنچنے سے ناپاک نہین ہوتی باتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

ذوب سے خشک ہوا اوسمین پانی پہنچے سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ وہ ناپاک ہو جاویگی دوسری روایت یہ ہے کہ ناپاک نہوگی وھالا
یحتملہا فکا وعلیہ الفتوی ہے اور جو چمڑا ویسا ہو کہ دباغت پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے فلا یطہر جلد حیۃ صغیرۃ
ذکرہ الزیلعی اما قمیصہا فطاہر تو پاک نہوگی دباغت سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن سانپ کی کینچلی تو پاک ہے
وفارۃ اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کھال یعنے عدم احتمال دباغت سے کما انہ لا یطہر بذکاۃ لتقییدہما بما یحتملہ ہے کہ سانپ
اور چوہے کی کھال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح مین احتمال اور لیاقت کی قید ہے یعنی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے
وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہے اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کھال طاہر ہو جاتی ہے جو ذبح کرنیکے لائق ہے خلا جلد خنزیر
فلا یطہر وقدم لان المقام للاہانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے سُور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سُور
کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہے یعنی نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضاے بلاغت
وآدمی فلا یطہر لکرامتہ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہین بیجاتی اوسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہے بعضون کے
نزدیک سُور اور آدمی کی کھال پاک نہین ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک
ہو جاتی ہے دباغت سے لیکن اوسکا استعمال جائز نہین اور یہی منقول ہے مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہے ولو دبغ طہر وان
حرم استعمالہ حتی لو طحن عظمہ فی دقیق لم یؤکل فی الاصح احترامًا اور اگر آدمی کی کھال دباغت کیجاے تو پاک ہوگی اگرچہ اوسکا استعمال
حرام ہے یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نکھایے صحیح تر قول مین اُسکی تعظیم کی وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب
وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتے اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونیکا یعنی دباغت سے اور یہی قول معتمد ہے جبکہ سب
کھالوں کی طہارت سے سُور اور آدمی کو استثنا کر لیا تو معلوم ہو گیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہین وما ای اہاب طہر
بہ بدباغ طہر بذکاۃ علی المذہب لا یطہر لحمہ علی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتی بہ وان قال فی الفیض
الفتوی علی طہارتہ اور جو کھال کہ پاک ہوتی ہے دباغت کرنے سے وہ پاک ہو جاتی ہے جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اُسکا
گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہے اقوال مفتی بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہے اگرچہ فیض مین
کہا ہے کہ گوشت کی طہارت پر فتوی ہے سراج الدرایۃ مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہے افضل التفضیل کے صیغہ سے طہارت
کے قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی مگر عدم طہارت زیادہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلدہ کون الذکاۃ شرعیۃ
بان تکون من الاہل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظہر لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدًا کلا ذبح و
ان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبی واقرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہے اوسکی کھال کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے
ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہوا اہل سے یعنی مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنیکے مقام مین بسم اللہ کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہے کہ ہان
ذبح شرعی شرط ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اُس مسلمان اور کتابی کا جسنے
بسم اللہ کہنا عمدًا ترک کیا عدم ذبح کی مانند ہے اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہے اور بحر الرائق مین اس تصحیح کو ثابت رکھا ہے
اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہے کذا فی المنح زاہدی امام مشہور ہین قنیہ اور مجتبی کا مصنف ہے قنیہ فتاوی اور مجتبی شرح ہے
قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہے اور فروع مین حنفی ہے موضوع مسئلۃ المحقق شارح کا ما یخرج من دار الحرب کسنجاب
ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کہ کفار کی ملک سے نکلتا ہے اور دار الاسلام مین آتا ہے جیسا کہ
سنجاب اگر اوسکی دباغت پاک چیز سے معلوم ہو جاے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنی اوسکو پہنکر نماز درست ہے اور اگر اوسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلا مردار

کی چربی سے معلوم ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اوسکا دہونا بہتر ہے یعنی واجب نہین
وَشَعْرُ الْمَیْتَةِ غَیْرِ الْخِنْزِیْرِ عَلَی الْمَذْھَبِ اور بال مُردار جانور کے پاک ہین سواے سُور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین
اسواسطے بیان کی تا معلوم ہو کہ اوسکو پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہو جاتا ہے پھر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق
اولیٰ پاک ہین اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اوسکے ناپاک ہین ابو یوسف کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی
وَعَظْمُھَا وَعَصَبُھَا عَلَی الْمَشْھُوْرِ اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین سراج وہاج مین
کہا کہ اوسکی نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہے اوسکی طہارت مین اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور غُرر مین اسی پر یقین کیا
ہے کذا فی النہر وَحَافِرُھَا وَقَرْنُھَا الْخَالِیَةُ عَنِ الدُّسُوْمَةِ اور مردار کا سُم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنی بال اور ہڈی اور پٹھا
اور سُم اور سینگ اوسوقت پاک ہین جبکہ انپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہین یہہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے وَکَذَا کُلُّ
مَا لَا تَحُلُّهُ الْحَیٰوةُ حَتَّی الْاِنْفَحَةِ وَاللَّبَنِ عَلَی الرَّاجِحِ اور اسی طرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سمائی یعنی جاندار کے بدن مین وہ
چیزین بیجان ہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ یہانتک کہ پنیر مایہ یعنی چھتا اور مردار کا دودہ بنا بر قول راجح کے ہم انفحہ بکسر ہمزہ وفتح فاء وسکون نون وہ دودہ ہے
جو شیر خوار بچے کے پیٹ مین ہوتا ہے یعنی پنیر مایہ جسکے ڈالنے سے دودہ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین
کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دہونے سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر ذبح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وَشَعْرُ الْاِنْسَانِ
غَیْرُ الْمَنْتُوْفِ اور انسان کا بال جو اکھاڑا نہین پاک ہے یعنی اوکھاڑے بال ناپاک ہین اور اوسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے نہ نجاست کیوجہ سے
وَعَظْمُهٗ مطلقًا عَلَی الْمَذْھَبِ اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقًا پاک ہین مذہب درست پر ہم مطلقًا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا وَالْحَلَمَةِ
[illegible] استقاط [illegible] التَّحْبِیْسُ فِی الْخَانِیَةِ اور اختلاف ہے آدمی کے کان مین سو بدائع مین ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ مین ہے کہ ناپاک نہین وَ
فِی الْاَشْبَاهِ الْمُنْفَصِلُ مِنَ الْحَیِّ کَمَیْتَتِهٖ اِلَّا فِیْ حَقِّ صَاحِبِهٖ فَطَاهِرٌ وَاِنْ کَثُرَ اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہوگئی وہ مردار کی مانند
ہے مگر اوسی شخص کے حق مین جسکا وہ جز ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے مراد وہ عضو ہے جسمین جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے
سے ناپاک نہ ٹھہرینگے اور یہہ جو کہا کہ منفصل اوسیکی حق مین پاک ہے یعنی بالخصوص نماز مین اوسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا
اوسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عَنْ اَبِی السُّعُوْدِ وَیَفْسُدُ الْمَاءُ بِوُقُوْعِ قَدْرِ الظُّفُرِ مِنْ جِلْدِہٖ لَا بِالظُّفُرِ اور ناپاک ہو جاتا ہے قلیل
پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کہال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنی آدمی کی کہال یا اوسکا چھلکا پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہوگا
اسواسطے کہ کہال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے کہ ناخن عصب یعنی پٹھا ہے کذا فی البحر وَدَمُ سَمَكٍ
طَاھِرٌ اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہے اسواسطے کہ جب وہ خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی النہر
وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَیْسَ الْکَلْبُ بِنَجِسِ الْعَیْنِ عِنْدَ الْاِمَامِ وَعَلَیْهِ الْفَتْوٰی وَاِنْ رَجَّحَ بَعْضُھُمُ النَّجَاسَةَ کَمَا بَسَطَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ اور اسکو جان رکھہ کہ کتا نجس العین
نہین یعنی اوسکی نجاست ذاتی نہین خوک کی مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین
ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو شرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کروانا شرعًا درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو
اوس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کی مانند بحر الرائق مین ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ ماکول نہین وہ پاک ہے اور گوشت اوسکا ناپاک
ہے فَیُبَاعُ وَیُؤْجَرُ وَیُضْمَنُ وَیُتَّخَذُ جِلْدُهٗ مُصَلًّی وَدَلْوًا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اوسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اوسکی تلف کرنیوالے پر تاوان
لازم ہونا اور اوسکی کہال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے وَلَوْ اُخْرِجَ حَیًّا وَلَمْ یُصِبْ فَمُهُ الْمَاءَ لَا یَفْسُدُ الْمَاءُ وَلَا الثَّوْبُ بِانْتِفَاضِهٖ وَ
لَا بِعَضِّهٖ مَا لَمْ یُرَ رِیْقُهٗ اور اگر کتا کنوئین سے زندہ نکالا گیا اور اوسکا منہ پانی مین نہ لگا تو کنوئین کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیگے کتے

کی چھینٹون سے اور نہ اوسکے کاٹنے سے جبتک اوسکی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہو ھ یعنی اگر کنوئین مین کتا منہ ڈالیگا یا کاٹیگا مین اوسکی رال بدن پر لگیگی تو پانی
اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اوسکا ناپاک ہے ولا بحملہ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اوسکی جو
نماز پڑھنے مین کتے کو لئے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو ھ یعنی اسواسطے کہ ظاہر اوسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے بقولہ ولو
کبیرا اشارہ کیا کہ یہہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی وشرط الحلوانی شد فمہ ایہ شمس الائمہ حلوائی نے کتے کا
منہ بند کر لینا شرط کیا ہے یعنی حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اوسکا منہ بند ہو تا کہ اوسکا لعاب مصلے کے بدن اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ
ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہے نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اوسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہے تو اوسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن
مصلے کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے
ناپاک ہونے مین اور اوسکے بال کے پاک ہونے مین ھ بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اوسکا گوشت بھی پاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق
حرام ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ طہارت حلت کو مستلزم نہین کہ اوسکا ہر جز پاک ہو لیکن گوشت اوسکا باوجودیکہ پاک ہو اوسکے ساتھ لعاب اوسکا مختلط
اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال فیوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے اکل
ہر ہر حالت مین یعنی خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو ھ طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم
نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اوسکا کہانا حلال نہین وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی
الطیبیۃ اور اسیطرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہوا ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسیطرح زباد پاک
ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے ہر ایک مشک اور زباد کے ھ یعنی ہر چند مشک اصل مین خون تھا اور زباد غیرہ لیکن جبکہ مستحیل
بخوشبو ہو گیا حقیقت اوسکی بدلگئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہے
مردار جانور کے نافہ مین ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزاد معجمہ بر وزن سحاب خوشبودار چیز ہے یعنی ایک قسم کی
بلی کا پسینہ اور میل ہے کہ اوسکی دم کے نیچے مخرج کے پاس جمع ہو جاتا ہے اوسکو کپڑے کے ٹکڑے سے لیتے ہین قاموس مین ہے کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور
کی اوسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کہانا حلال ہے جیسے
بکری اور اونٹ اوسکا پیشاب نجس ہے بنجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اوسکو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی ولا لغیرہ عند
ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کیواسطے اور نہ سواے دوا کے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ھ اور محمد کے نزدیک مطلقا جائز ہے
اور ابو یوسف کے نزدیک دوا کیواسطے جائز ہے فرع اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع
البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان
وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہہ ہے کہ درست نہین ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہے لیکن مصنف
نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دی
جاتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے
ھ نہایہ مین ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے
تمہارے واسطے شفا نہین ٹھہرائی اوس چیز مین جو تمپر حرام کی یہہ حضرت نے اون چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہے اور جنمین شفا ہے اوسکے
دوا کرنیکا کچھ مضایقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ
نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کیوقت اور حاوی قدسی مین ہے کہ جب خون آدمی کی ناک سے روان ہو اور بند نہو تا

کہ اوسکو مر جانیکا خوف ہو اور تجربہ اور امتحان سے یہہ بات معلوم ہو کہ فاتحۃ الکتاب یا سورہ اخلاص اس خون سے اوسکو ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول مین رخصت نہین ہے اور دوسرے قول مین رخصت ہے جیسے شرب خمر کی رخصت ہے پیاسے کو اور مردار کہانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتویٰ ہے کذا فی شرح المصنف مختصراً

فصل في البئر

یہہ فصل ہے کنوئین کے مسائل مین اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم یتشمع فلو تشمع فیہ ما فی الفارۃ جب گرے وہ نجاست جو جاندار نہین اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہین سو اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اوسکے گرنے سے اتنے ڈول نکالی جاینگی جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی ۲۰ ڈول ھم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور ہونگے اور نجاست مخففہ کو اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہے کچہہ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر علی ما مر نجاست مذکورہ گرے اوس کنوئین مین جو کم ہے مقدار کثیر سے بنابر کلام گذشتہ ھم سابق مین یہہ مذکور ہو چکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہے اور متاخرین کے فتویٰ پر دہ دردہ کثیر ہے تو اگر کنوان دہ دردہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تاوقتیکہ اوسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہو ولا عبرۃ بالعمق علی المعتمد اور کچہہ اعتبار نہین کنوئین کے عمق کا بنابر قول معتمد کے یعنی کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی البحر او ماتت فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقا کسقط یا مر کنوئین مین یا مرا کنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اوسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہے خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو نہلایا گیا کہ ان دونون کے کنوئین مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنی مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا بچہ ناپاک کر دیتا ہے حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ھم مذکور ہو چکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اوسکے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وانتفخ او تمعط ولو تفسخ خارجہا ثم وقع فیہا ذکرہ الوانی جانور دموی مرکے پھول گیا یا اوسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اوسمین گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ وانی محشی درر نے ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جاوے کنوئین کا وہ سب پانی جو اوسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچہہ پانی زیادہ ہوگا تو اوسقدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح الماء الی حد لا یملاء نصف الدلو یطہر الکل تبعا پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکالنے کے بعد مگر جبکہ اوسکا نکالنا نہوسکے جیسے لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک کپڑا کہ غائب ہوگیا تو اسقدر پانی نکالنے سے کہ آدہا ڈول نہ بھرے یہہ سب چیزین پاک ہوجاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھہ ھم یعنی ڈول اور رسی اور گھرنی اور کنوئین کے گرد پیش اور پانی نکالنے والیکا ہاتھہ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہوجانے کے سبب سے تھی تو اوسکے پاک ہو جانے سے یہہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب سرکہ بنجاے اور استنجا کرنے والیکا ہاتھہ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصہ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہو گیا تو اوسیقدر نکالا جاے جتنا باقی رہا تھا قول صحیح مین کذا فی الخلاصہ ھم یعنی اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہین وقید بالموت لانہ لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجسا نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئین کے پانی نکالنے مین موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہین مانند سور کی اور نہ اوسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہو تو کچہہ پانی نکالا نجاویگا مگر اوسوقت جبکہ اوسکا منہہ پانی مین داخل ہو تو اوسوقت اوسکے جھوٹے کا اعتبار ہوگا سو اگر اس حیوان کا جھوٹھا ناپاک ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا اور اگر پاک ہے یا مکروہ یا مشکوک تو کچہہ بھی نکالنا واجب نہین بھی

کی مانند ہے ھ رکیہ بروزن حلیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تشبیہ نہین ہو سکتی مگر یہہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنی گڑھا ہو چنانچہ قاموس مین رکی یعنی حفر
مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہے جسکو اہل ہند چوہا بولتے ہین واللہ اعلم وعن الفوائد ان الحب المطموس
اکثرہ فی الارض کالبئر وعلیہ فالصہریج والزیر الکبیر ینزح منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر انتہی اور مصنف نے فوائد سے نقل کیا کہ جو
مشہور پانی کی آدھے سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کی مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی مشہور سے کنوئین کی
مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیئے سواے مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو یہان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہے یکون وسطًا وھو
دلو تلک البئر بشل یا چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول ہے وہ ڈول مراد ہے جو اس کنوئین کا ڈول ہے یعنی جس
ڈول سے اسکا پانی بھرا جاتا ہے فان لم یکن فما یسع صاعًا پھر اگر اوس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اس ڈول کا اعتبار ہے جسمین ایک صاع پانی
سماے ھ صاع آٹھ رطل ہے اور لکھنؤ کے سیر سے تخمینا تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ یحتسب بہ اور اسکے سواے یعنی جو ڈول کہ صاع سے
کم زیادہ ہو اسکا حساب کر لیا جاے صاع والے ڈول سے یعنی اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۴۰ ڈول کی برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہے ظاہر
ہونے کو ظاہر مذہب مین اسواسطے کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہو گیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیئے
ویکفی ملاء اکثر الدلو اور کفایت کرتا ہے ڈول کی شمار مین بھرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد فی
اور کفایت کرتا ہے نکالنا اوسقدر پانی کا جو کنوئین مین موجود ہے اگرچہ ڈولون کی شمار سے کم ہو یعنی ۴۰ ڈول مثلا نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط
۱۰ ڈول پانی تھا تو اوسیقدر کے نکالنے سے پاک ہو گیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہو گیا تو کچھہ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور
کفایت کرتا ہے کنوئین کے تھوڑے پانی کا بہنا ھ کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ اوسمین دو چشمے ہین ایک سے پانی نکلتا ہے اور
دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہہ کہ اوسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاویگا اسلیئے کہ
طہارت کا سبب یعنی جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک حوض جاری ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے وغور قدر الواجب اور کفایت کرتا ہے طہارت مین
کنوئین کے اوسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا واجب تھا ھ اگر اسفل خشک ہو گیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہو گا اور اگر خشک
نہین ہوا تو صحیح تر یہہ ہے کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ
ولسنور اور جو جانور کہ جثہ مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہے وہ چوہے کی مانند ہے حکم مین یعنی اوسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے
کما ان ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ
مرغی کی برابر ہے حکم مین تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اوسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالۃ النص کے ھ دلالۃ النص
اوسکو کہتے ہین جو صریحا مذکور نہین مگر بطریق اولی اوسکو سمجھہ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہوئے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے
اوسمین بطریق اولی ۴۰ واجب ہونگے اسواسطے کہ اوسکو بڑے جانور کی مانند کہنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ
مع ھرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی کے ساتھ ھ سراج وہاج مین ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونو
زندہ نکلے تو کچھہ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے تو ۴۰ ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی
ہے یا اوسنے پیشاب کر دیا تو تمام پانی نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر ونحو الہرتین کشاۃ اتفاقًا اور دو بلیونکی مانند بکری کی برابر ہے حکم
مین بالاتفاق یعنی تمام پانی نکالنا چاہیئے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہونکی مانند ایک چوہے کی مانند ہے حکم مین یعنی ۲۰ ڈول نکالنا چاہیئے
والثلث الی الخمس کھرۃ اور تین چوہے پانچ چوہون تک بلی کی مانند ہین ۴۰ ڈول نکالنے مین والست کشاۃ علی الظاہر چھہ چوہے
بکری کی مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہے اور اسکو محمد نے لیا ہے کذا فی البحر وتحکیم ثجا سیتا معلقۃ مین

وقت الوقوع ان علم والا فمذ یوم و لیلتان لو تفسخ — اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کیوقت سے اگر وقت معلوم ہو اور اگر جانور کے گرنیکا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایکدن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نگیا ہو یعنی اُسکا نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وھذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن به فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنی کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات اور دن سے وضو اور غسل کے حق مین ہے اور اُس آٹے کے حق مین جو گوندھا گیا اُس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب کے ہاتھ بیچا جاوے یعنی اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاسته فی الحال اور وضو اور غسل کے اسواکے حق مین جیسے کپڑا دھونیکے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل مین حکم نجاست کا بطریق استناد کے ہے اور اُسکے اسوا مین بطریق انتصار کے وھذا لو تعلق من حدث او غسل من خبث والا لم یلزمه شیء اجماعا جوھرۃ اور یہہ حکم یعنی وضو اور غسل مین ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے مین بطریق انتصار کے اُسوقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دہوئی ہو نجاست حقیقی کے دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنی وضو یا غسل کیا ہو بدون حدث کے پاک ہونے کے یا دہویا ہو بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الجوھرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دہونا کپڑے کا لازم نہین ہے اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنی طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہے اسواسطے کہ پانی کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اُسمین تو مانع بالیقین ثابت ہے یعنی حدث اصغر یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہے کذا فی الطحطاوی ومذ ثلثة ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے استحسان عبارت ہے استحسان کے طلب کرنے سے اور بعضون نے کہا عبارت ہے قیاس کے ترک کرنے اور اُس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہے اور بعضون نے کہا عبارت ہے احکام مین آسانی کے طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہہ ہے کہ استحسان سختی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اُس قیاس کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہے لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق مین ہے وجہ استحسان یہہ ہے کہ پانی مین حیوان دوسری کا واقع ہونا اُسکی موت کا سبب ظاہر ہے تو اُسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک وجود بزمانہ وقوع کا سابق ہے تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اُسکے غیر مین ایکدن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمھم شیء قبلہ قیل وبه یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگونکو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے صاحبین کا قول یہی قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنی طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئین سے باہر مرا ہو پہر اُسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان یا چڑیا نے کنوئین مین ڈالدیا ہو نہر الفائق مین ہے کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا قول لوگونکو آسان تر ہے فتاوی عتابی مین ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اُسکو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل کی اکثر کتب مین ترجیح واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وھو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہین

فرع مسئلہ شارح کا وجد فی ثوبه منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام و بول و رعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے ھم نوادر ابن رستم مین امام سے منقول ہے کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور اسیکو محیط مین اختیار کیا ہے کذا فی النہر ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو ولو وجد فی جبته فارۃ میتة فان لا ثقب فیہا اعاد مذ وضع القطن والا فثلثة ایام لو منتفخة او متفسخة والا فیوم ولیلة اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر

جسمین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے ردی بہرنے کیوقت سے اور اگر جسمین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پہیرے اگرچہ پہولا یا خشک ہوا اور اگر
چوا پہولا یا خشک نہو تو ایکدن کی نماز پہیرے ھ ردی بہرنے کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اوسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی
ولا نزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین چوہے کی پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض ولا بخرء
حمامۃ وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہ اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور کنجشک کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین
اور اسیطرح کا حکم ہے پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوؤن کی ان سے نہین ہوسکتی ولا بانتضاح بول کرؤس الابر و
غبار النجس للعفو عنہما اور نہ اوس پیشاب کے ٹپکنے سے جسکی چہینٹین نہایت صغیر ہین جیسا کہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے اسواسطے کہ
یہہ دونون معاف ہین وبعرتی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بہیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی نکالنا لازم ہے کما یعفی لو
وقعتا فی محلب وقت حلبہ فرمیتا فورا قبل تعنت وتلون جسطرح معاف ہو اگر دو مینگنیان پڑ گئین دودہ کے برتن مین دوہنے
کیوقت پہر پہینکی اور دودہ کے رنگین ہونے سے پہلے نکالکر پہینکی گئین ھ یہہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کیوقت مینگنی
کرنے کی عادت ہے تو سوا اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض
وغیرہ اور دو مینگنیونکا ذکر کرنا مصنف کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض
وغیرہ وہذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد کما فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا
یقدر شیئا بالرای اور اسیواسطے یعنی اسلئے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو ہین بعض نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تہوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکہنے والا تہوڑی سمجہے اور کثیر اسکی
بالعکس ہے یعنی جسکو ناظر بہت سمجہے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے
نہین ٹہرایا کرتے ھ معراج الدرایۃ مین کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہہ ہے کہ جو ہر ڈول مین
مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسری یہہ کہ اگر چوتہائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہے والا قلیل اور تیسری یہہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے
والا قلیل فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا التباعد بین البیر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین اور گڑہے
مین اسقدر دور ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو ھ جب پانی مین نجاست کا اثر یعنی رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنوان پاک ہے
اگرچہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سؤر بسائر
اسم فاعل من اسار ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جوٹہے کی طہارت اور نجاست مین جوٹہا کرنیوالے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلئے کہ
جوٹہی چیز مین اوس جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ سائر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسار فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی یعنی چہوڑا ہے ھ جب مصنف نے
پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اوسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنی
اونکا جوٹہا اور سؤر مہموز العین یعنی جوٹہا اوسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین باقی رہے پہر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سؤر بولتے
ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے جاندار کے گوشت سے تو اوسکو معتبر کہا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک مین
کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا او امرأۃ تو جوٹہا آدمی کا مطلقا اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے
ھ کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر تتمہ
یکرہ سؤرہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز مجتبی مکروہ ہے جوٹہا عورت کا مرد کو اور مرد کا جوٹہا عورت
کو یعنی اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبی ھ یعنی یہہ کراہت استلذاذ
کیوجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہوا اور محلوق اپنے سر مین اوسکی ہاتھ لگانے سے لذت پاوے تو

بات یہہ ہی کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سے اشباہ سے یون نقل کیا ہی کہ جس حیوان کا احد الابوین ماکول ہو اور دوسرا غیر ماکول ہو تو وہ حلال نہین اصح قول مین
عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہہ ہی کہ مان کا اعتبار کرنا متقدمین مین مشہور قول ہے کذا فی الطحطاوی مشکوک فی طہوریتہ لا فی طہارتہ حتی لو وقع فی
ماء قلیل اعتبر بالاجزاء گدہے اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے مین شک ہے اور اوسکے پاک ہونے مین شک نہین یہانتک کہ اگر اسکا جھوٹھا پانی قلیل پانی مین
پڑجاوے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنی اگر نصف سے کم ہے تو وضو اس سے جائز ہے جیسا مستعمل مین اجزا کا اعتبار ہی ۱۲ دلیل شک یہہ ہی کہ ثبوت ضرورت مین
تردد ہی اسواسطے کہ گدہا مکانات مین باندہا جاتا ہی تو ظرف سے پانی پیتا ہی اور ضرورت کو اسقاط نجاست مین اثر ہے چنانچہ بلی اور چوہے مین مگر گدہے کی
ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہے کیونکہ وہ دونو ہر جگہہ گھر مین آمد ورفت رکھتے ہین برخلاف گدہے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہوتی جیسا کہ کلب و سباع
تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہوگئین تعارض کیوجہہ سے
کذا فی البحر وھل یطھر النجس قولان اور گدہے کا جھوٹھا پانی ناپاک چیز کو پاک کرتا ہی یا نہین اسمین دو قول ہین ایک قول یہہ کہ ہان پاک کر دیتا ہی اور دوسرا
قول یہہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضأ بہ او یغتسل ویتیمم ای یجمع بینہما احتیاطا فی صلوۃ واحدۃ لا فی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا جب گدہے
اور خچر کا جھوٹھا مشکوک ہوا تو اوس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بھی کرے یعنی دونو کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین بشرطیکہ آب
مطلق غیر مشکوک کو نہ پاوے ۱۲ نماز واحد مین جمع بین الوضو والتیمم احتیاط ہے نہ ادای واحد مین تو اگر گدہے کے جھوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑہی پہر وضو
ٹوٹا اور اوس نے تیمم کیا اور وہی نماز پہر پڑہی تو جائز ہے یہی قول صحیح ہے اگرچہ ادای واحد مین صحیح نکیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایہما شاء فی الاصح
وضو اور تیمم مین جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول مین ولو تیمم وصلی ثم اراقہ لزمہ اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز
پڑہی پہر گدہے کا جھوٹھا پانی گرا دیا تو اوسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑہنا لازم ہوگا اوس پانی کے مطہر ہونیکے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہی جبکہ پانی
مطہر نہو لہذا اوس پانی گرانے کے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اوسکا مطہر ہونا محتمل ہے ولیقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذہب المصحح المفتی
بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنی فقط تیمم متعین ہی وضو اوس سے جائز نہین بنا بر
قول صحیح ٹھہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اوسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین ۱۲ نبیذ خرما اس سے عبارت ہی کہ خرما پانی
مین ڈالے جاوین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہی تو امام کا اول قول یہہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہے یعنی تیمم کرنا نچاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم
کرنا چاہیے اور محمد کے نزدیک جمع بین الوضو والتیمم ہے اور نبیذ خرما جبکہ گاڑہا اور نشہ آور ہو جاوے تو بالاتفاق وضو جائز نہین شرح مجمع اور بحر الرائق مین ہی
کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کیطرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اور اس سے وضو نکرے یہی مذہب صحیح مختار ہے کذا فی المنح مختصرا وحکم العرق
کسؤرہ اور پسینہ جھوٹھے کی مانند ہی حکم مین ۱۲ اسواسطے کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہے لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت سے تو ہر حیوان
کا پسینہ اوسکے جھوٹھے کے ساتھہ معتبر ہے طہارت اور نجاست اور کراہت مین کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذہب
کما فی المستصفی تو گدہے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفی مین مذکور ہے وفی المحیط عرق الجلالۃ
عفو فی الثوب والبدن اور محیط مین ہے کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن مین یعنی ہر چند نجس ہی مگر عفو ہے
اور ظاہر تقیید اسپر دال ہی کہ پانی مین معاف نہین وفی الخانیۃ انہ طاہر علی الظاہر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اوسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذہب
پر یعنی نجس معفو نہین اور طاہر اور اوسکے پڑنے سے پانی بھی پاک رہیگا واللہ اعلم

باب التیمم

یہہ باب ہی تیمم کے احکام مین ثلث بہ تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجہ مین مذکور کیا قرآن مجید کی پیروی سے ۱۲ قرآن مجید مین تیمم دو مقام مین
مذکور ہے سورۂ نسا اور سورۂ مائدہ مین سو حق تعالی نے پہلے وضو کو بیان کیا پہر غسل کو پہر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وہو من
خصائص ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلا شبہہ یعنی اگلی امتونکو اسکا حکم نہ تہا حق تعالی نے مزید رحمت سے

تیمم خاک روون کے حق مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک ھو لغۃ القصد و شرعاً قصد صعید مطہر شرط القصد لانہ النیۃ تیمم لغت

عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنیوالی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کہا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت

تیمم مین فرض ہی ھم یہہ تعریف تیمم کی مقبول نہین اسلئے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہے چہرہ

اور دونون ہاتھون کے مسح کرنیکا پاک مٹی پر مارکے بشرط نیت کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو

نیت کہتی ہین خرج الارض المتنجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک مٹی جبکہ وہ خشک ہو جاتی تیمم کی تعریف سے خارج

ہو گئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کی مانند پاک ہی مگر پاک کرنیوالی نہین ہی کہ تیمم اوسپر درست ہو لیکن نماز اوسپر درست ہی والاستعمال حقیقۃ او

حکماً لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکماً تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل ہی ھم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا

تقریر اوسکی یہہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ انمین استعمال نہین جایا جاتا کہ اوسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ

مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اوسکا استعمال ایک خاص طور پر ھم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر اونکو جہاڑے پھر

اوس سے پورے کو اسطرح کہ کچھ باقی نرہی پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر اونکو جہاڑے پھر اوس سے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح فلذا

یسئل ان الضربتین ھل ہی منہ الاخر ملا الاخر ملخص یہہ یعنی طور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دوبار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول

صحیح ہی اور زیادہ تر احتیاط والا ہی ھم بعضون نے ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہہ ہے کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التیمم ضربتان

تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولہذا ابوشجاع نے کہا کہ اگر بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اوس مٹی سے مسح کرنا جائز

نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہے شمس الائمہ کا اگرچہ اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ

خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یجوز بہ تیمم کرنا بصفت خاص چاہئے عبادت کے ادا کرنے کیواسطے اس کہنے سے تعلیم قران کا تیمم خارج ہو گیا اسلئے

کہ اوس تیمم سے نماز جائز نہین ھم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اوس عبادت مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہو

اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ورکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین

یعنے دوبار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا وشرطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر والصعید وکونہ مطہراً و فقد الماء اور تیمم کی شرطین چھہ ہین ایک نیت ۲ مسح ۳ تین یا زیادہ انگلیون سے مسح کرنا ۴ مٹی ۵ مٹی کا مطہر ہونا ۶

پانی کا نپانا ھم فقدان آب عام ہی حقیقی ہو چنانچہ اوسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نکر سکنا و

سننہ ثمانیۃ الضرب بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھہ ہین

اول باطن کفین یعنی دو ہتھیلیون کو اندر کیطرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیون کو مٹی پر رکھہ کر آگے کھینچنا ۳ اونکو مٹی پر رکھی ہوئی پیچھے ہٹانا کذا فی النہر

الفائق ۴ اونکو جہاڑنا ۵ مٹی پر رکھنے کیوقت انگلیونکو کشادہ رکھنا تاکہ غبار اونکے مابین مین آجاوے ۶ بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷

ترتیب یعنی اول منہ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ پھر بائین ہاتھ کو ۸ پے درپے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم

خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام فردہ ونظمت ستۃ الثمانیۃ فی بیت آخر وعدد سنتہ

بیتہ الاول فقلت ۵ والاسلام شرط عدد ضربۃ ونیۃ ومسح وتعمیم صعید وطہر سنت تسمیۃ ترتیب

ونقض والاقبال وتدبیر اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شرطون مین اسلام کو زیادہ کیا سو مصنف نے بھی اسکو زیادہ کیا اور تیمم

کی آٹھہ سنتونکو دوسری بیت مین ملادیا اور اوسکی بیت کے نصف اول کو بدلدیا سو مین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کی وقت اور عذر شرط

ہی تیمم کی یعنی پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب کفین اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا اور مٹی کا ہونا اور اسکا مطہر ہونا شرط

اور سنتین تیمم کی یہہ ہین کہ اول تیمم کرنیوالے بسم اللہ کہے اور ہاتہین کفین سے ضرب کرے اور انگلیونکو کشادہ رکہے اور ہتھیلیونکو جہاڑے اور ترتیب کے ساتھ
تیمم کرے اور پے درپے بلا توقف تیمم کرے اور مٹی پر ہاتھ رکھکر آگے کہینچے اور پیچھے ہٹاوے ھ اور منجملہ شروط تیمم کے جیسے اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع
حیض اور نفاس سے اور زائل ہونا مانع مسح کا چنانچہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہو کذا فی الطحطاوی من عجز مبتداء خبرہ تیمم عن
استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوۃ تفوت الی خلف لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا جو شخص کہ عاجز ہوا اُس آب مطلق
کے استعمال سے جو کافی ہے اوسکی طہارت کو اُس نماز کیواسطے جو فوت ہوتی ہے اپنا خلیفہ چہوڑکر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہو ایک میل
اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہے اور تیمم اوسکی خبر ہے جو آگے آویگا چند سطر کے بعد ھ آب مطلق اور کافی کی قید
اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہے اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہے کفایت
کرتا ہے تو اُس سے کپڑا دہو دے اور وضو کی عوض تیمم کرے سبکے نزدیک اور اگر وضو کرکے نجس کپڑے سے نماز پڑہیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار رہیگا
چنانچہ بحر الرائق مین ہے خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چہوڑکر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہے اور نماز جمعہ ہے جسکا خلیفہ ظہر ہے
اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ نماز جنازہ اور عیدین ہے تو نماز جنازہ اور عیدین کیواسطے تیمم کرنا درست ہے اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے
مقیم شہر کو اسواسطے شامل کرلیا کہ تیمم کی شرط عدم آب ہے پہر جہان یہہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہہ مسئلہ
اسرار مین مصرح ہے خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہے وتمامہ فی الطحطاوی اربعۃ الاف ذراع وہو اربع وعشرون
اصبعا وہی ست شعیرات ظہر لبطن وہی ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہے اور انگلی چہہ جو کی ہے
اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھہ دوسری جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھہ بالون کا ہے او لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن او قول حاذق
مسلم ولو بتحرک یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اُس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہے یا دراز ہوجاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل
مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت مرض اور امتداد حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے ھ یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز
ہوگی یا طول کہینچیگی یا طبیب حاذق مسلم نے بتادیا ہو تو تیمم کرنا جائز ہے اسطرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہے اور اوسکے پانو مین سخت پہوڑا یا نہروا ہے اور وہ ظن
غالب جانتا ہے کہ مین اوٹہکر پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہوگی تو اب بھی تیمم اوسکو جائز ہے او لم یجد من یوضیہ یا بیمار نے نپایا اوسکو جو اسکو وضو کرادے
اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین رکہتا فان وجد ولو باجر مثل وله ذلك لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پہر اگر بیمار وضو کرنیوالیکو
پاوے اگرچہ دستور کے موافق مزدوری دیکر ملتا ہو اور اوسکو مزدوری دینے کی طاقت ہے تو اب بیمار تیمم نکرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے
وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضیۃ صاحبہ وتعہدہ وفی مملوکہ یجب اور بحر الرائق مین ہے کہ زوجین مین کسی ایک پر وضو کروانا دوسرے کا
یا خبرگیری اوسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہے یعنی مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ
ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفئہ یا عاجز ہو اُس سردی سے جو جنابت والیکو ہلاک کرتی ہے یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر
مین ہو جبکہ اوسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والیکو گرم کردے یعنی پانی گرم کرنیکا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور
نہ ایسا لباس ھ شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے وضو کو چہوڑکر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا
ہے اسواسطے کہ یہہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرست کی بیماری نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل
بالعدۃ فیما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے وہ ہمارے زمانہ مین حمام کے نہانے کیواسطے حیلہ کرے مزدوری
دینے کا وعدہ کرے سو یہہ بات اُس قسم سے ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہین دی یعنی جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت
نہین نعم ان کان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا ہان اگر اوس شخص کا مال اوسوقت موجود نہو تو اوسکو لازم نہین خریدکر وعدہ پر

اس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر سلف کا مال نہو تو خریدنا لازم نہین وہ معذور ہے تیمم کرے او بخوف عدو آدمیًا کان او سبعًا علی نفسه او عرضه
او ماله او حبس غریم او بدل ... امانته یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا درندہ جیسے سانپ یا
آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرضخواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اوسکے
پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ہم اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور والا ہے تو عذر نہین اسواسطے کہ وہ ظالم ہے ادائے قرض
مین دیر لگانے سے ثم ان نشأ الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوة والا لا کذا فی البحر پھر اگر خوف ہوا ہے بندے کے ڈرانے سے
تو تیمم بعد زوال خوف کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندے کے ڈرانے سے نہین ہے تو اعادہ نکرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنی خدا کیطرف سے ہے
کذا فی البحر ناقلًا عن الخلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ
کرے جب چھوٹے اور یہ حکم جبکہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے
محبوس کی مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب اعادہ مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی او عطشًا ولو لکلبه او رفیق القافلة حالًا او
مآلًا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو ہم جس پانی کی دفع عطش کیواسطے حاجت ہو وہ
بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنے پاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتون مین باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وکذا العجین
او ازالة النجس کما سیجیء وتشنگی کی مانند ہے آٹا گوندنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال
عطش ذو الروح بتعذر حفظ الغسالة لعدم الاوانی اور ابن کمال نے ہر جاندار کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہے بتعذر حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے
نہونے سے یعنی اگر وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہ سکتا ہو تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اونکی دفع تشنگی غسالہ سے بھی ممکن ہے اور اگر
برتن نہو تو جانورون کیواسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذه قهرًا وقتاله اور سراج مین ہے کہ مضطر کو یعنی جو شخص کہ
پیاس کے مارے مرتا ہو تو اوسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اوس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کیطرف محتاج
نہو والا وہی مقدم ہے غیر سے کذا فی البحر وان قتل رب الماء فهدر ہے پھر اگر لڑائی مین پانی کا مالک مارا گیا تو اوسکا خون رائگان ہے یعنی نہ اوسمین
قصاص ہے نہ خونبہا نہ کفارہ وکذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دیة اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا
یعنی اگر قتل عمدًا ہے تو قصاص ہے اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ وکذا فی البحر او عدم آلة
طاهرة یستخرج بها الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہونے ایسی پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاوے ہم یعنی جب کنوئین مین پانی ہو اور رسی
اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئین کا وجود اور عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہوا تو بھی اوسکا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے ف
لو بشاش منها تیمم جائز نہین اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ہم اور اسکی مانند رومال اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اوسکو نچوڑ کر
وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت مین تیمم جائز نہین وان نقص بادلائه او شقه بنصفین قدر قیمة الماء
تیمم جائز نہین اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئین مین لٹکانے یا اوسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جاوے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلاً
کچھ رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی مین ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہے تو اگر
پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اوسقدر ہے جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہے تو تیمم جائز نہین پانی نکالکر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت سے زیادہ تر نقصان
لازم آتا ہے تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہہ مسئلہ ہمارے مذہب مین منصوص نہین ہے بلکہ شافعی مذہب مین مذکور ہے توشیح مین کہا ہے کہ یہہ سب ہمارے
مذہب کے قواعد کے موافق ہے کما لو وجد من ینزل الیه باجر چنانچہ اگر پاوے ایسے شخص کو جو کنوئین مین اترے اور پانی لاوے مزدوری کے
بدلے یعنی اگر اجرت مثل پر لے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہین اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہے کذا فی البحر تکملہ ۰

الا عذر كما عاجز ہوکر تیمم کرے ان سب عذرون سے یعنی میل بہر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آبکشی ہر ایک علت مستقلہ ہے جواز تیمم کی حتی لو تیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی وتصیر الاولی کان لم یکن جامع الفصولین قلمی یعنی اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پہر اوسکو ایسی بیماری ہوگئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اوسکو مباح ہوگیا تو اوس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلے رخصت اسطرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تہی ایسا مذکور ہے جامع الفصولین مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم رخصت سے مراد یہان تیمم ہے اور اسباب سے مراد بعد اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجہہ حتی لو ترک شعرۃ او وترۃ منخریہ لم یجز یعنی تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتہنے کے کنارہ کو یا حجاب بین المنخرین کو مسح کرنے سے چہوڑیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ویدیہ حتی ینزع الخاتم والسوار او یحرک بیدیہ مع مرفقیہ بنفسہ الا لقطع او پورا مسح کرے اپنے دونون ہاتہون کا تو انگوٹہی اور کنگن کو نکال ڈالے یا مسح کیوقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نرہے یا اوسکو حرکت دے یعنی اپنے مقام سے ہٹا دے ایسا فتوی ہے یعنی وضو کیطرح یہان فقط تحریک کافی نہین بدون مسح کرنے تحت کے ہاتہونکا مسح کرے دو کہنیون کے ساتہہ تو جسکا ہاتہ کٹا ہے اور کچہہ کہنی باقی ہے تو اوسکا بہی مسح کرے بضربتین ولو من غیرہ یعنی تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتہہ مارکے اگرچہ ضربتین متیمم کی غیر سے صادر ہون یعنی اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرا دے اوسکو بہی ضربتین کافی ہین اسطرح کہ ایکبار سے اوسکے چہرہ کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتہہ سے ایک ہاتہہ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتہہ کو ہم حاکم اور طبرانی اور دارقطنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الے المرفقین یعنی اہل حدیث اس حدیث کو ضعیف کہتے ہین لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہین معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم مین احادیث مختلف اور متعارض ہین بعضی حدیث مین ضربتین ہے اور بعضی مین ضربہ واحدہ اور بعضی مین مطلق ضرب اور بعضی مین کفین اور بعضے مین یدین الے المرفقین اور بعضی مین یدین مطلق اور لیکن احادیث ضربتین اور مرفقین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب یا احتیاط اور عمل باحادیث طرفین ہے اسواسطے کہ ضربتین مین ضربہ داخل ہے اور مسح ذراعین تا مرفقین مین مسح تا کفین داخل ہے دون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی او ما یقوم مقامہما کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک راسہ او ادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اوس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یہہ تعمیم ہے اسواسطے کی کہ خلاصہ وغیرہا مین ہے کہ اگر تیمم کرنیوالے نے اپنے سر کو ہلایا یعنی سر کو چہرہ کے ساتہہ گرد و غبار کے اندر کہڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام مین داخل کردیا تیمم کی نیت سے تو جائز ہے اور جواز تیمم کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنیوالے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر ہم تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہین معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابونمین ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنی مبسوط مین وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہین اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہین تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد اوسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر مین ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین فقط مسح مامور ہے اور یہہ جو حدیث مین آیا ہے کہ التیمم ضربتان تو یا احم من المستحب مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام مین فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا طہرت لعادتہا او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہوگئی اپنی عادت کے موافق یا نفاس والی ہو ہم جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث کی دلیل سے جو صحاح ستہ مین مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو تیمم کرنیکا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تہے اور حائض اور نفساء ملحق بہ جنب ہین جواز تیمم مین کذا فی النہر بمطہر من جنس الارض

ان لم یکن علیہ نقع اے غبار تیمم کرے اوس پاک کرنیوالی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو اگرچہ اوسپر گرد و غبار نہو ہم زمین کی جنس سے

مراد وہ چیز ہے جو آگ سے نہ گھلے اور نہ راکھ ہو جاوے جیسے پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد
اور زمرد اور فیروزہ اور عقیق اور سیپ اور پختہ اینٹ اور پہاڑی نمک ہیں یعنی سیندھا لون میں دو روایتیں ہیں مگر جواز تیمم پر فتوی ہے چنانچہ
تجنیس میں ہے تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بناتے ہیں جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہے اور اوس سے
تیمم کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ یحتاج الی ضربۃ ثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیوں
کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کی خلال کرنے کیواسطے حاجت نہیں بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہیں کہ وصلاً خلال کرے اسلئے کہ
استیعاب مسح پوری حقیقت ہے تیمم کی چنانچہ منیہ اور اوسکی شرح میں ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اگر غبار انگلیوں میں داخل نہو
تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہیں بلکہ ضرب کف کافی ہے کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد
سے روایت یہ ہے کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہے نعم لو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ہاں اگر
دوسرے کو تیمم کراوے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کیواسطے اور دوسری بار داہنے کیواسطے اور تیسری بار بائیں ہاتھ کے لئے ایسا کہا ہے قہستانی
شارح نقایہ نے وبہ مطلقا عجز عن التراب اولا لانہ تراب دقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہے مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو ایک باریک
مٹی ہے فلا یجوز بلؤلؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر ولا بمرجان لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما
حررہ المصنف جب تیمم کیواسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہیں موتی سے اگرچہ وہ پسا ہوا ہو اسواسطے کہ اوسکی پیدائش ہے سمندر
کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہیں کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہے اسواسطے کہ مونگا ان درختوں میں سے ہے جو سمندر کی تہ میں جمتے ہیں ایسی تحریر
اور تنقیح کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہ رد ہے صاحب بحر پر اسواسطے کہ اونسے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا ہے اور اوسکے
سہو پر حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور منیہ اور معراج الدرایہ اور تبیین میں جواز ثابت ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ظاہرا
یہ سہو نہیں اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مونگا منعقد ہوتا ہے پانی سے موتی کی مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہیں
اسکو اجزاء ارض سے سمجھے ہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا منطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہیں اوس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاوے
جیسے چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جلکر یعنی جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاوے جیسے درخت الا رماد الحجر
فیجوز بہ مدقوقا او مغسولا وحائط مطین او مجصص واوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء لیکن پتھر کی راکھ سے تیمم جائز
ہے جیسے جائز ہے کوٹے پتھر یا دہوئے صاف پتھر سے یعنی اگرچہ اوسپر غبار نہو اور جائز ہے کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتن
سے جو روغنی نہیں اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہیں ہم ظروف چینی سے تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ اوسپر کانچ کا روغن ہوتا ہے ہاں اگر جنس
ارض سے اوسپر روغن ہو جیسے گیرو کا تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہے اور گیلی مٹی جسکو گارا اور کیچ بولتے ہیں اگر اوسمیں پانی غالب ہو یا
برابر ہو تو اوس سے تیمم جائز نہیں چنانچہ متن میں مذکور ہوگا کہ غالب چیز کا حکم ہے لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر
مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے وقت کے ڈر سے پہلے نہ چاہیئے تاکہ بدشکل نہو جاوے بیہودہ طور بدون ضرورت کے ہم
یعنی گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہے اور اگر کریگا تو جائز ہے ولوالجیہ میں ہے کہ اگر مسافر کادنگی جگہ میں ہو اور صعید یعنی خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا
جہاڑکر تیمم کرے اگر اوسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے میں گیلی مٹی لگا دے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فلو
بدا یسعلیہا جیسے جائز ہے تیمم کانی چیزوں سے جو اپنی اصلی مکان زمین میں ہیں یعنی جب تک اونکو خاک سے جدا نہیں کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی
اور لوہا کہاں کا تو تیمم اوس پر جائز ہے بسبب اوس مٹی کے جو اوسپر لپٹی ہے کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمد یدہ
علیہ وان لم یستبن لم یجز اور معدن میں جواز تیمم کیواسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اوسپر دونوں ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا

ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہیں وكذا الكحل فلا يجوز التيمم عليه كحنطة وجوخة فليحفظ اور مثل معادن کے ہر ایک وہ چیز ہے جس پر تیمم جائز
نہیں مانند گیہون اور بانات کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہہ خوب بات ہے كذا في النهر م فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ غبار سے تیمم
کرنے کی یہہ صورت ہے کہ اپنے دونون ہاتھ مارے کپڑے یا نمدہ یا تکیہ مین اور مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جس پر غبار ہے پھر جبکہ غبار اوسکے ہاتھون پر
پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تا کہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اوٹھا دے غبار مین ہوا کے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے والحكم
للغالب لو اختلط تراب بغيره كذهب وفضة ولو مسبوكين اور حکم ہے غالب چیز کا یعنی غالب چیز کا اعتبار ہے اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے
جس پر تیمم جائز نہیں چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہو گئی ہون م شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع ہوا
اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحيط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اوسمین محیط سے یہہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ مسبوک یعنی گداختہ ہون تو جائز نہیں اور اگر گداختہ نہیں اور مختلط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہے تو جائز ہے اور یہہ اوسمین مذکور نہیں کہ جب گداختہ
ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور زیلعی مین ہے کہ تیمم جائز ہے سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکی جب تک کہ وہ زمین پر ہین اور اونسے
کوئی چیز نہین بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہیں كذا في الطحطاوي والأرض محترقة فلو الغلبة للتراب جاز والا لا خانیہ اور جلی مٹی راکھ
سے ملے تو اگر مٹی غالب ہو راکھ سے تو تیمم جائز ہے اور اگر غالب نہیں یعنی مغلوب یا برابر تو تیمم جائز نہیں كذا في الخانية م یعنی زمین پر کا جھاڑ بوٹا
جل گیا اور اوسکی مٹی سے لگ گیا تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز سے یہانتک کہ سیاہ ہو گئی تو اوس سے تیمم جائز ہے اسواسطے کہ
احتراق سے مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اوسکی ذات كذا في الطحطاوي ومنه علم حكم المساوي اور خانیہ کی تقیید غلبہ تراب سے معلوم ہو گیا برابر کا حکم یعنے
مٹی برابر ہے دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ مٹی غالب نہیں وجاز قبل الوقت ولاكثر من فرض وجاز لغيره كالنفل لانه بدل
مطلق عندنا لا ضروري اور تیمم جائز ہے نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کیواسطے اور تیمم جائز ہے غیر فرض کے لئے چنانچہ نفل کیواسطے
اسواسطے کہ تیمم مطلق بدلا ہے وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدلا م یعنی جب کہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہے اور اوس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہے
تا وجود آب اور یہہ نہیں کہ وہ نماز کو مباح کر دیتا ہے باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہے اور یہہ مبیح نماز ہے حالانکہ
حدث حقیقةً موجود ہے تو اونکے نزدیک قبل وقت کے جائز نہیں اور اوس سے ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہیں اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل
جو چاہے پڑھے كذا في النهر وجاز لخوف فوت صلوة جنازة اي كل تكبيراتها ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہے نماز جنازہ کی فوت
ہو جانے کے خوف سے یعنی تمام تکبیرون کے فوت ہونیکے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب یا حائض ہو م اور اگر فوت ہونیکا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی
شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اوسکا انتظار ہوگا تو اوسکو تیمم جائز نہیں اور یہہ اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات
مین شریک ہوگا تو بھی اوسکو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اوسکو ممکن ہے كذا في البحر عن البدائع ولو جيئ باخرى ان امكنه
التوضؤ بينهما ثم زال تمكنه اعاد التيمم والا لا به يفتى اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر اس متیمم کو مابین ان
دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہہ قدرت زائل ہو گئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کیواسطے بالاتفاق اور جو
مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہیں شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہے كذا في البحر عن المصفى و فوت عيد بفراغ امام
او زوال شمس اور جائز ہے تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے م یہہ حکم ہے کل نماز عید
کے فوت ہونیکا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہیں كذا في الطحطاوي عن البحر ولو كان يبني بناء بعد شروعه
متوضيا وسبق حدثه اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنی وضو
کرکے نماز جنازہ یا عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہے کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جائیگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہے

نماز والے صاحبین کذا فی البحر بلا فرق بین کونه اماما او لا فی الاصح ۔ بدون فرق کے درمیان ہونے اُس بانی کے امام یا غیر امام صحیح قول میں یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونوں کو تیمم جائز ہے لان المناط خوف الفوت لا الی بدل ای اس واسطے کہ جواز تیمم کا مدار اسی پر ہے خوف ہے فوت ہونیکا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اوسکا بدلا نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اوسکے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمم جائز ہے فجاز لکسوف وسنن رواتب ولو سنة فجر خاف فوتها وحدها جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہے سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کیواسطے اور موکدہ سنتوں کیواسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اوسکے فوت ہو جانیسے بدون فرض کے یہ بحث ہے حلبی شارح منیۃ المصلے کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو کہ پانی کو اہن جانے تک سورج گہن ہو چکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے میں وقت فوت ہوتا ہے تو تیمم کرکے سنتیں پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونیکے بدون فرض کیصورت یہ ہے کہ پانی میل بھر سے کم ہے خادم پانی لینے گیا ہے لیکن اوسکے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی ہے تو تیمم کرکے فجر کی سنتیں پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونیکا خوف ہو تو تیمم نکرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرلیگا ولنوم وسلام وردہ وان لم تجز الصلوۃ به ۔ اور جائز ہے تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کیواسطے یعنی باوجود پانی ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہیں کہ نماز کے تیمم کیواسطے فقدان آب حقیقۃ یا حکما ضرور ہے اور یہ کہ اوس عبادت مقصودہ کی نیت کرکے جو حلال نہیں بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا لکل ما لا تشترط له الطہارۃ لما فی المبتغی وجاز لدخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیه واقرہ المصنف ۔ بحرالرائق میں کہا اور اسیطرح تیمم جائز ہے یعنی باوجود پانی کے ہر ایک اوس عمل کیواسطے جسکے لئے طہارت شرط نہیں بدلیل اس قول کے جو مبتغی میں لکھا ہے اور جائز ہے تیمم مسجد میں جانے کیواسطے باوجود پانی ہونیکے اور مسجد میں سونے کیواسطے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے یعنی اسپر رد نہیں کیا لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی الجنب فسقط الدلیل ۔ لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر ہے کہ مبتغی کی مراد جنب ہے تو بحرالرائق کی دلیل ساقط ہوگئی یعنی جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہوا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہے لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا جنب کا مسلم نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ پانی مسجد کے باہر ہو یا اندر اگر باہر ہے تو رد باطل ہے کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد میں باوجود ہونے پانی کے خارج میں باتفاق ہمارے علما کے جائز نہیں اور اگر مسجد کے اندر ہے اور یہی احتمال صحیح ہے مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہے بدلیل قوله والنوم فیه کذا فی الطحطاوی قلت وفی القنیۃ وشرحہا تیممه لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیء بل هو عدم لانه لیس بعبادۃ تفوت فتأمل ۔ میں کہتا ہوں اور قنیہ میں اور اوسکی شرح میں ہے کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کیواسطے باوجود پانی کے کوئی چیز نہیں بلکہ وہ معدوم یعنی نہ کرنے کی برابر ہے اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہیں ہے جسکے فوت ہو جانیکا ڈر ہو ۔ یہ تائید ہے صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجئے تو کلام مبتغی کے مخالف نہیں ہے لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ التلاوۃ ۔ لیکن قہستانی میں مختار سے منقول ہے کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہے پانی ہونیکے ساتھ سجدہ تلاوت کیواسطے ۔ یہ استدراک ہے منیۃ المصلے کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونیکا کچھ خوف نہو اوسکی واسطے تیمم جائز نہیں یعنی سجدہ تلاوت میں طہارت شرط ہے اور اوسکے فوت ہونیکا خوف نہیں باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مخالف مشہور ہے قاعدہ سے کیونکہ سجدہ تلاوت میں طہارت معتبر ہے اور فوت ہوتی ہے خلیفہ اپنا چھوڑکر لکن سیجیء تقییدہ بالسفر کالحضر لکن عنقریب فروع میں آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدہ تلاوت کیواسطے سفر کے ساتھ یعنی یہ سفر میں درست ہے نہ حضر میں ۔ اس مسئلہ کی گفتگو فروع میں مذکور ہوگی قلت رأیت فی النہر وشرحہا ما یؤید کلام البحر ہے علامہ ابو بکر کا

کی شرح الاسلام اور اوسکی شروح مین مین نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہی کہ جسمین طہارت مشروط نہین اوسمین تیمم جائز ہی باوجود
پانے کی قال والظاهر الرواية جوازه بالتيمم مع وجود الماء وان لم تجز الصلوٰة به صاحب شرعہ یا صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہی جو چیز کے
واسطے باوجود ہونے پانی کے اگرچہ اوس تیمم سے نماز جائز نہین ؎ اکثر نسخون مین ظاہر الروایۃ ہے اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر مین ظاہر البزازیہ ہے
قلت بل يستفر من اكثر ما مر من الضابطة انه يجوز لكل ما لا تشترط الطهارة له ولو مع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ دس چیز بلکہ اکثر کے
واسطے تیمم مذکور جائز ہے اسواسطے کہ یہہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہے ہر ایک اوس عمل کیواسطے جسمین طہارت مشروط نہین اگرچہ پانی موجود ہو واما
ما تشترط له فيشترط فقد الماء كتيمم لمس مصحف فلا يجوز لواجد الماء واما للقراءة فان محدثا فكالاول او جنبا فكالثانى اور جس
فعل کیواسطے طہارت شرط ہے سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کیواسطے مشروط ہی چنانچہ مصحف کے چہونیکے واسطے تیمم کرنا سو وہ جائز نہین پانی کے
پانیوالے کو اور اگر قران پڑہنے کیواسطے ہی سو اگر بیوضو ہے تو وہ اول کی مانند ہے یعنی باوجود پانی کے اوسکو تیمم جائز ہے یا کہ وہ شخص جنب
ہے تو ثانی کی مانند ہے یعنی پانی کے ہوتے اوسکو تیمم درست نہین وقالوا لو تيمم لدخول مسجد او لقراءة ولو من مصحف او مسه او كتابته
او تعليمه او لزيارة قبور او عيادة مريض او دفن ميت او اذان او اقامة او اسلام او سلام او رده لم تجز الصلوٰة به
عند العامة بخلاف صلوٰة جنازة او سجدة تلاوة فتاوى شيخنا خير الدين الرملى اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کیواسطے یا
قران پڑہنے کیواسطے اگرچہ مصحف دیکھکر پڑہے یا مصحف کے چہونیکو یا اوسکے لکہنے کو یا اوسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لئے یا بیمار پرسی کیواسطے یا مردہ
دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کیواسطے یا مسلمان ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑہنا جائز نہین اکثر
علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کیواسطے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑہنا جائز ہے
بشرطیکہ پانی موجود نہو یہہ ہمارے اوستاد خیر الدین رملی کے فتاوی مین مذکور ہے قلت والظاهر انه يجوز له فعل ذلك فتامل مین کہتا ہون
فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہہ ہی کہ اوسکو اسکا کرنا جائز ہے یعنی تیمم کرنا سجدہ تلاوت کیواسطے درست ہی سوا ہی مخاطب تامل کر ؎ حلبی محشی نے کہا کہ
مینے تامل کیا سو اوسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہہ مراد ہی کہ سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہے
تو یہہ بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہہ مراد ہے کہ پانی نہونے کی وقت جائز ہی تو اسکا جواز بالاتفاق ہے تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین تھی
كلا نه لا يتيمم لفوت جمعة و وقت ولو وتر لفواتها الى بدل تیمم نکرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر
کا وقت ہو بسبب فوت ہونے اون نمازون کے اپنا بدلا چہوڑ کر یعنی جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدلا قضا ہی برخلاف جنازہ اور عید
کے اسواسطے کہ اونکی قضا نہین وقيل يتيمم لفوت الوقت اور قول ضعیف یہہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہو جانے کے ڈر سے
؎ قنیہ مین کہا کہ یہہ روایت ہی ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا از انجملہ یہہ ہے کہ اگر چہت پر ہو رات کو اور کوٹھری کے
اندر پانی ہے اور اندہیری مین اوسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فى البحر قال الحلبى فالاحوط ان
يتيمم ويصلى ثم يعيد حلبی شارح منیۃ المصلے نے کہا تو ایسی صورتین احوط یہہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑہے پہر وضو کرکے اس نماز کا
اعادہ کرے یعنی قضا پڑہے ويجب اى يفترض طلبه ولو برسوله قدر غلوة ثلثمائة ذراع من كل جانب ذكره الحلبى در روا.
ہے یعنی فرض ہی تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بہیجکر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانیکے یعنی ۳۰۰ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے
؎ تیر پرتاب ۳۰۰ گز ہین ۴۰۰ گز تک کذا فى المنح شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے کہ جسطرف پانی کا گمان ہو فقط اوسیطرف اسقدر
تلاش کرنا چاہیئے نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہہ ہے کہ ہر جانب سے جدہر گمان ہو اودہر تلاش کرنا چاہیئے کذا فى الطحطاوى وفى البدائع
الاصح طلبه قدر ما لا يضر بنفسه و رفقته بالانتظار اور بدائع مین ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہونچے

ف شامی نے اس نسخہ اختیار کرکے عبارت بزازیہ کی نقل کی ہے اور شارح پر تعقیب کی ہے کہ بزازیہ کے نسخہ میں علم ظاہر نہیں معلوم ہوتا

مدت میں اوسکی رات کو اور اوسکے سفر کے ساتھیوں کو انتظار کرنے سے یعنی اگر ایک کو بھی اون میں سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہے اِنْ ظَنَّ
ظَنًّا قَوِیًّا قُرْبَہٗ دُوْنَ مِیْلٍ بِأَمَارَةٍ اَوْ اِخْبَارِ عَدْلٍ تلاش فرض ہے اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونیکا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک
متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن میں اور ظن غالب میں فرق یہہ ہے کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نے بھی راجح کو
اور نہ چھوڑا ہو دوسرے کو تو اسکا نام ظن اور گمان ہے اور جبکہ احد الطرفین دل میں جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اوسکا نام اکبر ظن
اور غالب الراے ہے میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور ما فوق میل بعید ہے اوسکی طلب واجب نہیں قرب پانی کی علامت یہہ ہے کہ سبزہ نظر آوے یا
چڑیاں گھومتی ہوں کذا فی الطحطاوی وَاِلَّا يَغْلِبْ عَلٰى ظَنِّهٖ قُرْبُهٗ لَا يَجِبُ بَلْ يُنْدَبُ اِنْ رَجَا وَاِلَّا لَا اور اگر پانی کے نزدیک ہونیکا اوسکو
ظن غالب نہو یعنی شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہیں وَ
لَوْ صَلّٰی بِتَيَمُّمٍ وَثَمَّةَ مَنْ يَسْأَلُهٗ ثُمَّ اَخْبَرَهٗ بِالْمَاءِ اَعَادَ وَاِلَّا لَا اور اگر نماز پڑہی تیمم سے بدون پوچھنے کے حالانکہ وہاں وہ شخص تہا جس سے
پوچہا پہر نماز کے بعد اوس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پہر پڑھے ورنہ اعادہ نکرے کذا فی الزیلعی و فی بحر الرائق میں سراج
سے منقول ہے کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تہی اور نماز پڑہی پہر تلاش کی سو پانی نپایا تو اعادہ واجب ہے صاحبین کے نزدیک مطلقا خواہ
اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وَشَرْطُهٗ اَیِ التَّیَمُّمِ فِیْ حَقِّ جَوَازِ الصَّلٰوةِ بِهٖ نِیَّةُ عِبَادَةٍ اور شرط ہے تیمم
کیواسطے نماز جائز ہونے کے حق میں عبادت کی نیت کرنا ہم جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سواے جیسے سلام یا جواب سلام کیواسطے
مقصود تیمم کی نیت کفایت کرتی ہے اور عبادت کی نیت کی مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہے کذا فی البحر وَلَوْ صَلٰوةَ
جَنَازَةٍ اَوْ سَجْدَةَ تِلَاوَةٍ لَا شُكْرٍ فِی الْاَصَحِّ اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول میں یعنی اگر نماز جنازہ
یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اوس تیمم سے مطلق نماز جائز ہے اور اگر سجدہ شکر کیواسطے تیمم کیا تو اوس سے نماز پڑہنا درست نہیں کیونکہ وہ عبادت
نہیں امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ سجدہ تلاوت کے باب میں مذکور ہوگا تو جب
عبادت ہوا تو اوس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مَقْصُوْدَةٍ تیمم کیواسطے اوس عبادت کی نیت شرط ہے جو مقصود بالذات ہو یعنی دوسری عبادت کا وسیلہ نہو
خَرَجَ دُخُوْلُ مَسْجِدٍ وَمَسُّ مُصْحَفٍ عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چہونا نکل گیا یعنی دخول مسجد اور مس مصحف خود
عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز اور قران پڑہنے کے وسیلہ ہیں اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کیواسطے ہوتا ہے اوسکا جواب یہہ
ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہے اور دخول مسجد اوسکا تابع ہے تو عبادت مقصودہ نہ ٹہرا اور قرات کی نیت سے تیمم کرنے میں تفصیل حق ہے چنانچہ بدائع
میں ہے کہ اگر جنب نے قرات کیواسطے تیمم کیا تو اوسکو اور نمازیں پڑہنا جائز ہیں کذا فی الطحطاوی لَا تَصِحُّ اِلَّا بِهَا اَیْ لَا تَحِلُّ لِيَعُمَّ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ لِلْجُنُبِ دُوْنَ
طَهَارَةٍ تیمم کیواسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہے جو صحیح نہیں یعنی حلال نہیں بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ
جنب کی قران خوانی کو بھی شامل ہو جاے ہم زیلعی اور سراج وہاج وغیرہما میں مطلق مذکور ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ قران خوانی کے تیمم سے نماز پڑہنا درست
نہیں لیکن بدائع اور غایة البیان اور مجتبی میں کہا کہ اطلاق صحیح نہیں تفصیل حق یہہ ہے یعنی اگر جنب قران خوانی کیواسطے تیمم کرے تو اور نمازیں پڑہنا درست
ہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ شرط یہہ ہے کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قران خوانی
عبادت مقصودہ یعنی نماز کا جز ہے لیکن اگر قران خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنی عدم حلت فعل الا بالطہارہ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز
اوس سے درست ہوئی اور اگر قران خوان جنب نہیں بلکہ بے وضو ہے تو شرط اخیر نا پائی گئی تو اوس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی
تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کیطرف خَرَجَ السَّلَامُ وَرَدُّهٗ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہو گیا
یعنی سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہیں لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہیں تو انکے تیمم سے نماز پڑہنا جائز نہیں فَلَغَا تَيَمُّمُ كَافِرٍ لَا وُضُوْءُهٗ

لانّہ لیس بأھلٍ للنیّۃ فما یفتقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم مین نیت مخصوصہ شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہے نہ وضو کرنا اُسکا اسلیئے کہ
کافر نیت کرنے کی اہلیت نہین رکہتا تو جو عمل کہ اپنی صحت مین نیت کیطرف حاجت رکہتا ہے وہ کافر سے صحیح نہوگا ھم اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت
کا سبب مراد ہوتا ہے اور کافر سے حالت کفر مین ایسا فعل واقع نہین ہوتا ولہذا کافر کا وضو صحیح ہے کیونکہ اوسمین نیت کی حاجت نہین تو کافر بعد اسلام کے
وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہے نہ تیمم سابق سے وصحّ تیمّم جنب بنیّۃ الوضوء بہ یُفتٰی اور صحیح ہے جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی
ہے یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہو جاتا ہے ونُدب لراجیہ رجاءً قویّاً آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اوسکو
وقت مستحب کے آخر وقت مین نماز پڑہنا مندوب اور مستحب ہے کذا فی المنح عن الوافی ولو لم یؤخّر وتیمّم وصلّی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل
والّا لا اور اگر تاخیر نکی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے اگر ہو درمیان اس شخص کے اور پانی کی میل بہر کی مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم
ہو تو نماز جائز نہین صلّی من لیس فی العمران بالتیمّم ونسی الماء فی رحلہ وھو ممّا ینسی عادۃً لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اُس شخص نے جو
آبادی مین نہین اور بھول گیا اُس پانی کو جو اونٹ کے کجاوہ مین ہے اور کجاوہ اُس قسم سے ہے کہ اوسکی چیز کے بھولجانے کی عادت ہے تو اوسپر نماز کا اعادہ
نہین ھم آبادی مین نہونا عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی مین ہو اور اسطرح نماز پڑھی تو اعادہ واجب ہے اور جنبی مسافر کی قید
لگائی ہے تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظنّ فناء الماء اعاد اتفاقا
اور اگر پانی کے چک جانیکا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکہکر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او فی مقدّمہ راکبا
او مؤخّرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلّی عریانا او فی ثوب نجس ومع نجس معہ ما یزیلہ او توضّأ بماءٍ نجسٍ او صلّی محدثا ثمّ ذکر اعاد
جامعًا چنانچہ اگر اُس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اوسکی پیٹھ یا اوسکے سامنے تہا سواری کیحالت مین یا اونٹ کے پیچھے تہا جبکہ وہ اوسکا ہانکنے والا
تہا یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے مین یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اوسکے پاس وہ چیز ہے جس سے ازالہ نجاست ہو سکتا
تہا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پہر اوسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بے وضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پہر پڑھے بالاتفاق ھم بعضی صورتون
مین حکایت اجماع مین کلام ہے کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے ویطلبہ وجوبا علی الظاہر من رفیقہ من ھو معہ وان
منعہ ولو دلالۃً بان استہلکہ تیمّم لتحقّق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایہ کے واجب ہے کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اوسکے ساتھ ہے پہر اگر وہ پانی نہ دے
اگرچہ بدلالت حال کی راہ سے اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کر دے اور باقی طہارت کو کافی نہ ہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہو جانے اوسکو عاجزی کے ھم
رفیق کی قید باعتبار عادت کے ہے اسلیئے کہ جو نماز کیوقت موجود ہو اُس سے مانگنا چاہیئے رفیق ہو یا غیر رفیق وان لم یعطہ الّا بثمن مثلہ او بغبن یسیر
ولہ ذلک فاضلا عن حاجتہ لا یتیمّم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اُس ثمن کے جو اوسقدر پانی کا معمول ہے یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور اوسکے
پاس وہ ثمن موجود ہے اور اوسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کرکے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ھم غبن یسیر وہ ہے جو دہ چند قیمت سے
کم ہو جیسا معلوم ہوتا ہے غبن فاحش کی تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان
او لیس لہ ثمن ذلک تیمّم اور اگر پانی کا مالک پانی دے اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دوچند ہے پانی کی قیمت کا اوس مکان مین
یا اُس شخص کے پاس اُسقدر ثمن نہین ہے تو تیمم کرے ھم غبن فاحش سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اوسکی جان کی حرمت کی مانند ہے
اور جان مین ضرر سے ساقط ہے اسیطرح مال مین کذا فی البحر وامّا للعطش فیجب علی القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاءً لنفسہ اور پیاس کیواسطے تو واجب ہے
خرید کرنا مقدور والے پر نقصان بیشمار کے بدلے اپنی جان کو زندہ رکہنے کیوجہ سے یعنی اسلیئے کہ حفظ جان کا مقدم ہے مال کے حفظ پر وانّما یعتبر المثل فی نیّف وعشرۃ
عشر موضعا مذکورۃ فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہین مگر انیس اسکا نو نہین جو اشباہ مین مذکور ہین ھم مواضع مذکورہ کی تفصیل بیان ضرور نتھی لہذا بخوف
تطویل اُنکو مذکور نکیا وقیل حلیۃ الماء لا یتیمّم علی الظاہر لانّہ ظاہر الروایۃ عن اصحابنا لانّہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط

ہو تو بھی اگر چاہے تیمم کر لے یہ بنا بر ظاہر الروایت کے ہے جو مذہب ہے یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کا اسواسطے کہ پانی جس جگہ نہیں ہوتا وہ دینے والے
خرچ کرنے کی چیز بہ عادت میں نہیں چنانچہ بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اسکے دینے میں بخل کی عادت ہو تو اسکے مانگنے میں کچھ
ذلت اور خواری نہیں اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیروں سے سوال کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعلیہ یجب
طلب الدلو والرشاء اور بنا بر اسکے یعنی چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہے بند ڈول ہونیکے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا واجب ہے یعنی اسمین بخل کی
عادت نہیں ولکنہ لا ینتظر ان قال حتی یستقی وان خرج الوقت عند الامام انتظار کرنا واجب ہے اگر طالب نے کہا ڈول اور رسی کے مالک نے ٹھہر جا
یہانتک کہ پانی بھر لوں اگرچہ انتظار میں نماز کا وقت نکل جاوے ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہیں مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ولو کانت
فی الصلوۃ ان ظن انہ اعطاہ قطع والا لا اور اگر متیمم نماز میں ہو کہ دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع
کرے اور اگر دینے کا گمان نہو تو نماز نہ توڑے یہ ہے الفائق میں ہے کہ تیمم کرنے والا نماز میں ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے اور
اگر وہ نہ دے تو تیمم اسکا باقی ہے پھر اگر اسنے بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہو گئی کذا فی الطحطاوی
لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطائہ الماء اوالالہ وجب الطلب والا لا لیکن قہستانی میں محیط سے منقول ہے کہ اگر پانی یا ڈول اور
رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہے یہہ روایت مخالف ظاہر الروایۃ کے ہے جو متن میں مذکور ہو چکی اور محیط کی مانند دانی میں
بھی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی مکان نجس ولا یمکنہ اخراج تراب مطہر وکذا العاجز
عنہما لمرض یؤخرہا عندہ اور بند ہوا جسکو نہ پانی ملا اور نہ مٹی پاک کرنیوالی کا اسطرح کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک مکان میں اور اسکو ممکن نہیں پاک
مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسیطرح بند ہوا ان کی مانند وہ شخص ہے جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہو بیماری کے سبب سے نماز کو تاخیر کرے امام
کے نزدیک ہے تاخیر کرے یعنی اسپر نماز حرام ہے ایسا نقل کیا ہے لیکن شامی نے امام کا مذہب کذا لشیخ اور اگر پاک کرنیوالی مٹی کے نکالنے پر قادر ہو
تو مٹی نکالے نماز پڑھے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ میں ہے وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا
یومی قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیوں کے مشابہ بنجائے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک
مکان نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہو کر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کی مانند ہے یعنی اگر مسافر یا مریض اقامت میں داخل ہوا یا اچھا ہوا
بعد رمضان شریف میں یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نہ رہا تو باقی دن میں اسپر امساک واجب ہے روزہ داروں کے مشابہ بنکر پھر اُس روزہ
کا اعادہ واجب ہے کذا فی الطحطاوی وبہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہے اور اسی قول کیطرف امام
کا رجوع کرنا صحیح ہے چنانچہ فیض میں ہے وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا یتیمم ولا یعید
علی الاصح اور یہہ مسئلہ بھی فیض میں ہے کہ جسکے دونوں ہاتھ اور دونوں پانوں کٹے ہوئے ہیں جبکہ اسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے
اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ہے اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکا ہاتھ شل یعنی خشک ہو گئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ
مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونوں ہاتھ کٹے ہوں وہ باقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی
وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقدمنا فی صلوۃ المریض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصدا نماز پڑھنا بدون
طہارت کے نماز پڑھنے والیکو کافر نہیں کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب الطہارۃ میں اور آگے بھی آویگا
صلوۃ المریض کے باب میں **فروع** مسائل لمتعہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا محبوس نے تیمم کے ساتھ نماز
پڑھی اگر وہ قیدی شہر میں ہے تو خلاص ہونیکے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر میں نہیں ہے تو نہ پھیرے ہے یعنی مقیم محبوس پر اعادہ ہے نہ مسافر پر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ ملگیا اور سفر میں غالب یہی ہے تو عدم متحقق ہو گیا ہر وجہ سے اور مقیم کرا عادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

ہوا عباد کے فعل سے اور فعل عباد موثر نہیں حق اللہ کے اسقاط میں کذا فی العالمگیریۃ ھل یتیمم لسجدۃ التلاوۃ ان فی السفر نعم والا لا سوال اگر
تلاوت کیواسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر میں ہے تو ان تیمم کرے اور اگر سفر میں نہیں تو نکرے ھم اگر بصورت پانی موجود ہونے میں سفر و حضر
تو حق یہ ہے کہ مطلقاً درست نہیں نہ سفر میں نہ اقامت میں اور اگر پانی موجود نہیں تو مطلقاً درست ہے کذا فی الحلبی الماء المسبل فی الفلاۃ لا یمنع
التیمم ما لم یکن کثیرا فیعلم انہ للوضوء ایضا جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہو جنگل بیچ تیمم کرنیکا مانع نہیں جب تک کہ بہت نہو یعنی اگر کثرت سے ہوگا
تو معلوم ہوگا قرینہ سے کہ وہ وضو کیواسطے بھی ہے ھم پینے کیواسطے پانی راہوں میں وقف ہوتا ہو وہ تیمم کا مانع نہیں اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعا معدوم
ہے اور کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کیواسطے ہے تو وضو حرام ہے اسواسطے کہ واقف
کی شرط شارع کے نص کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی ویشرب ما للوضوء اور وہ پانی جو وضو کیواسطے وقف اور سبیل ہوا اوسکا پینا درست ہے الجنب
اولی بمباح من حائض و محدث و میت جنابت والا مقدم اور لائق تر ہے مباح پانی کے استعمال کرنے میں حائض اور بیوضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے
کہ جنابت اشد ہے تو اوسکا ازالہ احق ہے ولو لاحدہم فہو اولی اور اگر وہ پانی انہیں سے کسی ایک شخص کا مملوک ہے تو وہی شخص مقدم ہے کیونکہ وہ
مالک ہے ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اور اگر وہ پانی تینوں میں مشترک ہے تو اوسکا صرف کرنا غسل میت کیواسطے لائق ہے جاز تیمم جماعۃ من محل واحد
تیمم کرنا جماعت کا ایک محل سے جائز ہے یعنی اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنیوالوں کے ہاتھوں کی مٹی ایک جگہہ جمع ہو تو اوس پر بھی تیمم درست ہے
کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ بما یغلبہ او یہبہ علی وجہ یمنع الرجوع تدبیر جائز ہونے
تیمم کی اوس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہے اور اوسکو پیاس کا کھٹکا نہیں یہہ ہے کہ زمزم کے ساتھ اوس چیز کو ملا دے جو اوس سے غالب ہو جاوے یا
برابر جیسا کہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اوسکو ہبہ کر دے اسطرح کہ مانع ہو رجوع سے الہبہ کے ھم عدم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی کہ تشنگی
کے خوف سے تیمم جائز ہے بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی میں مشغول ہے اور ظاہرا یہہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہیں کہ اوسمیں اپنا کچھہ
فائدہ نہ پایا واللہ اعلم وناقضہ ناقض الاصل ولو غسلا اور تیمم کا توڑنیوالا وہ ہے جو تیمم کی اصل کا ناقض ہے یعنی تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہے
اگرچہ وہ اصل غسل ہو یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی ناقض ہے جو خلیفہ ہے وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہے وہ اوس تیمم کی بھی ناقض
ہے جو بدلا ہے غسل کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ کنز اور وقایہ میں یوں کہا ہے کہ تیمم کا ناقض وہ ہے جو وضو کا ناقض ہے اور شرح نقایہ میں کہا کہ
ناقضہ ناقض الاصل وضوءا کان او غسلا اور یہی کہنا بہتر ہے اسواسطے کہ جو ناقض ہے غسل کا وہ ناقض ہے وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا
ناقض نہیں کیونکہ حدث ناقض وضو ہے پر وہ غسل کا ناقض نہیں تو یہہ کلیہ ٹھہرا کہ ناقض وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہے انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث
صار محدثا لا جنبا تو اگر جنابت کیواسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہوگیا نہ جنب یعنی اوسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ھم دریافت
کر کہ متن مذکور تین صورت کو شامل ہے ایک یہہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہے تو اوسکا ناقض وہ ہے جو اوسکی اصل یعنی وضو کا ناقض ہے دوسری صورت یہہ
کہ اگر تیمم جنابت سے ہے تو اوسکا ناقض وہ ہے جو غسل کا ناقض ہے تیسری صورت یہہ ہے کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنی جنابت کیواسطے تیمم کیا پھر حدث
اصغر واقع ہوا تو یہاں تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنی باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا
اعتراض جو شارح پر تھا کہ اوسنے سکوت کیا ہے تفریع کی دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فیتوضأ وینزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہو گیا نہ
جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے دونوں موزے اوتارکے پاؤں دہووے ھم یعنی جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت
کاملہ پر پہنے تھے اونکو اوتارے چنانچہ زیلعی میں ہے موزے اسواسطے اوتارے کہ موزے جنابت کا مانع نہیں چنانچہ باب المسح علی الخفین میں مذکور ہوگا کذا
فی الحلبی ثم یمسح علیہ ما لم یمر بالماء پھر وضو کے بعد ہر موزے پر مسح کرتا رہے جب تک اوسقدر پانی پر گذر نہ ہو جو غسل کیواسطے کفایت کرتا ہے کیونکہ
اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پھر تجاوز کے بعد جنابت کیواسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اگر

بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے تو موزوں پر مسح نکرے بلکہ اونکو اتارے اور پاؤں کو دہووے کیونکہ جنابت پاؤں میں سرایت
کر گئی پہر موزے پہنے اور مسح کرتا ہے بعد حدث کے کذا فی الطحطاوی فمع فی قولہ لصدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی قولہ تعالیٰ ان مع العسر یسرا اور اسمیں
تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت میں بمعنی بعد کے ہے جیسا کہ اس آیت ان مع العسر یسرا میں مع بمعنی بعد ہے یعنی دشواری کے بعد آسانی ہے سو اسکو سمجھ
لے اور مطلب ہم شرح وقایہ میں اول باب تیمم میں صدر الشریعۃ کی عبارت اسطرح ہے اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء فیجب علیہ الوضوء
یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اوسپر وضو واجب ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہے اسلیے
جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہیں چنانچہ قہستانی میں یوں مصرح ہے کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اوسکو کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو
تو وہ تیمم کرے اور اوسپر واجب نہیں پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کیطرف مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پہر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اوسوقت
اوسپر وضو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو
بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہے ونقضہ ناقض الوضوء ولو اباحۃ فی الصلوۃ اور ناقض تیمم ہے قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز
میں ہم یعنی اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کرکے نماز شروع کی اور عین نماز میں کسی شخص نے اوسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چہوڑکر
وضو کرے اور نماز پڑہے مصنف نے شرح میں کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ مریض پانی کو دیکھتا ہے اور پہر بہی تیمم کرتا ہے اور بعد زوال
مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کافیۃ لطہرہ ولو مرۃ ہم قدرت اوس قدر پانی کی ناقض ہے جو کافی ہو اوسکے
لیے یعنی وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دہونا ممکن ہو فضل عن حاجتہ کعطش وعجن وغسل نجس مانع ولمعۃ جنابۃ لان
المشغول بالحاجۃ کالمعدوم قدرت اوس پانی کی ناقض ہے جو اوسکی حاجت سے زائد ہے چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندہنے اور نجاست مانع نماز
کے دہونے سے اور اوس عضو کے دہونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تہا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہے اور وضو یا غسل کو کفایت
نہیں کرتا ہے وہ نہونے کی برابر ہے کالمرتد ۃ نہ ارتداد یعنی تیمم کا ناقض نہیں مرتد ہو جانا یعنی اگر مسلمان نے تیمم کیا پہر معاذ اللہ وہ مرتد ہوگیا پہر توبہ
کی تو وہ تیمم باقی ہے نماز اوس سے جائز ہے وکذا ینقضہ کل مانع وجودہ التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز بعذر بطل بزوالہ اور اسیطرح
توڑتی ہے تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہے جبکہ وہ چیز تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونیسے باطل ہو جاتی
ہے اوسکے زائل ہو جانے سے فلو تیمم لمرض یبطل ببرئہ او لبرد یبطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہے بیماری کی جاتے
رہنے سے یا تیمم کیا تہا سردی کے سبب سے تو باطل ہوتا ہے سردی کے زوال سے والحاصل ان کل ما یمنع وجودہ التیمم ینقض وجودہ التیمم
اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جس چیز کا وجود مانع ہے تیمم کا اوسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ متن کا کلام ہے
تو اسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اوسکی یوں ہے کہ تیمم جائز نہیں ابتدا میں پانی کے ہوتے اور بعد اوسکے اگر پانی میل سے کم ہے سو اگر وہ متیمم تہا
پہر پانی حاضر ہوا یا متیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہوگیا تو تیمم ٹوٹ گیا اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہوتے پہر پانی حاضر ہوا تو تیمم
نہیں ٹوٹتا انتہی وما لا یمنع وجودہ التیمم فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہیں ابتدا میں
تو اوسکا موجود ہونا بعد اوسکے تیمم کو نہیں توڑتا ہے ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہے فلو قال وکذا زوال ما اباح التیمم لکان
احسن واخصر اور اگر مصنف یوں کہتا اور اسیطرح ناقض تیمم کا ہے زائل ہونا اوس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کر دیا تو ظاہر تر اور مختصر ہوتا مصنف کی
عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظاہرہ دون اختصارہ وعلیہ لو تیمم لبعد میل فسار فانتقص انتقض کما لا یخفی اور بنا بر قاعدہ مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک
میل پانی کے دور ہونے سے پہر متیمم پانی کیطرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم تیمم اسواسطے ٹوٹ گیا کہ تیمم کیا تہا اوسوقت
موئی تہی بقدر میل کے دور ہونے سے پہر جب میل پورا نہ رہا تیمم ٹوٹ گیا اور بموجب متن کے یہ وجہ ہے نقض تیمم کی کہ اول میل کا وجود تیمم کا مانع ہے پہر جب

پھر جبکہ اقل میل پا گیا اوسکو چلنے سی تو تیمم ٹوٹ گیا ومرو ورِ ناعسٍ متیمم عن حدثٍ او نائمٍ غیر متمکنٍ متیمم عن جنابۃٍ علی ماءٍ کافٍ کمستیقظٍ فینتقض اور گذرنا اوس اونگھتے کا جسنے تیمم کیا حدث سی یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو متیمم ہو جنابت سی پانی پر کہ طہارت کو کافی ہی جاگتی شخص کی مانند ہی تو تیمم ٹوٹے کا اس گذرنے سے والعیاذ بیمّمہ وھو الروایۃ المصححۃ عنہ المختارۃ للفتویٰ اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کی تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے پسندیدہ وہی فتوی دینے کیواسطے تو اب یہہ مسئلہ اختلافی نرہا اتفاقی ہو گیا کما لو تیمم وبقربہ ماء لا یعلم بہ کما فی البحر وغیرہ وفقہ المصنف جیسے تیمم صحیح اور قائم ہے اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اوسکے نزدیک پانی ہو اور وہ اوسکو نہیں جانتا ہی ایسا مذکور ہی بحر الرائق وغیرہ میں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہی ویتیمم لو کان اکثرہ اے اکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنی آدہی سے زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل میں پیمائش کی راہ سے زخمی ہون یا بدن میں چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم تو اگر سر اور چہرہ اور دونون ہاتھون میں زخم ہو اور پانونمیں زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضا زخمی اکثر مجروح ہون یا سہم اور یہی قول مختار ہے کذا فی البحر اور غسل میں پیمائش کا اعتبار کرنا یہہ صاحب بحر کی تجویز ہی اور صاحب نہر نے بھی اوسکو مسلم رکھا ہی کذا فی الطحطاوی وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس میں یعنی اگر اعضا صحیح ہون اور اقل مجروح تو وہ دہو دے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ہم یعنی محل پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہی کہ کپڑا باندھنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا لعدم الرجحان اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسیطرح اگر اعضا صحیح اور مجروح برابر ہون تو اعضا صحیح وضو کو دہووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل میں درصورت مساوات کوئی روایت نہین ہم اور اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور دہونا اور مسح کرنا احوط قول ہی چنانچہ متن میں ہی کذا فی الحلبی ومسح الباقی منہا وھو الاصح لانہ احوط فکان اولی درصورت مساوات صحیح کو دہووے اور باقی اعضا مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ اسمین زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول مختار ٹھہرا وصححہ فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ مین تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما یتیمم لو الجرح بیدیہ وان وجد من یوضئہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اوسکے دونون ہاتھون میں زخم ہو اگرچہ پایا ہو اوس شخص کو جو اسکو وضو کرا دے برخلاف صاحبین ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہی اور صاحبین کے نزدیک فرض ہی منیہ کی شرح ابن امیر حاج میں مذکور ہی کہ جبکہ یہہ حال ہو کہ صحیح عضو کے دہونے سے مجروح عضو کو پانی پونہچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما اے بین تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونون یعنی تیمم اور وضو ہونے میں ہم یہان غسل بالضم مراد نہین بلکہ بالفتح مراد ہی تاکہ غسل اور وضو دونونکو شامل رہے تیمم اور وضو میں یا تیمم اور غسل میں اسواسطے جمع کرنا جائز نہین کہ بدل اور مبدل میں جمع کرنا شرع سے ثابت نہین کما لا یجمع بین حیض وحبل واستحاضۃ ونفاس چنانچہ اجتماع نہین درمیان حیض اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے ولا زکوٰۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور اجتماع ہے زکوٰۃ اور عشر میں یا زکوٰۃ اور خراج میں یا زکوٰۃ اور فطرہ میں ہم اجتماع زکوٰۃ اور عشر یا خراج کیصورت یہہ ہی کہ عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ میں تجارت کی نیت کی اور ایک سال اوسپر گذر گیا تو اوسمین زکوٰۃ نہین اور حلبی محشی نے اسکی یہہ صورت مذکور کی ہے کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اوسمین تجارت کی نیت کی اور سال اوسپر گذر گیا تو اوسمین زکوٰۃ نہین اور اجتماع زکوٰۃ اور فطرہ کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام میں اوسپر سال گذرا تو آنمین مولے پر زکوٰۃ ہی اور فطرہ نہین ہی کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہین خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہی یا خراجی عشری پر خراج نہین اور خراجی پر عشر نہین ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہین فدیہ اور صوم میں اسواسطے کہ جب پر روزہ رکھنا لازم ہی اوسپر فدیہ دینا نہین اور جسکو فدیہ دینا چاہئے جیسا کہ شیخ فانی اوسپر روزہ نہین ہم وقصاص طحطاوی نے کہا یہان

سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنی اجتماع نہین درمیان قصاص
اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہے قتل عمد مین اور اوسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہے شبہ عمد اور خطا اور اوسکی جاری مجرا مین اور اوسمین
قصاص نہین انتہے ما فی الطحطاوی اور بعضی نسخون مین یون عبارت ہے او قصاص او دیۃ یعنی جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم و
لا ضمان و قطع او اجر اور اجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنی جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اوسپر مال مسروقہ کا تاوان
نہین اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہے اوسکے واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہے اوسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم
او نفی اور نہ دُرّہ مارنا سنگساری یا تغریب کے ساتھ یعنی اخراج از وطن ہے اسواسطے کہ کنواری کی حد دُرّے ہین اور بیاہی کی حد سنگساری
اور دُرّہ مارنا تغریب کے ساتھ مجتمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن دُرّہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا مہر و
متعۃ او حد او ضمان افضائہا و موتہا من جماعۃ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر اور حد مین یا مہر اور عورت کی ضمان افضا
یا اوسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہے تو نصف مہر واجب ہے اور
اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہے یہان متعہ سے مراد کرتی اور اوڑہنے اور چادر مراد ہے اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کیوجہ یہ ہے کہ اگر وطی
صحیح یا شبہ سے ہے تو مہر واجب ہے اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہے تو حد ہے اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہہ ہے کہ زوج کے جماع سے
عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پہٹ کر ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان ہے نہ مہر اور اسی طرح اگر اوسکی جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان
ہے نہ مہر ولا مہر مثل ومتعۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہے اور اگر مہر کا ذکر
نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ ومیراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنی وارث کی
واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہا مما سیجئ فی محلہ ان شاء اللہ تعالی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوائے
اور چیزین عدم الاجتماع مین جنکا ذکر آگے آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالی نے چاہا من بہ وجع رأس لا یستطیع معہ مسحہ محدثا ولا غسلہ
جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا سخت درد ہے کہ اوسکو ساتھ
مسح نہین کرسکتا بیوضو ہونے مین اور نہ اوسکو دہو سکتا ہے نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے یہہ مذکور ہے
کہ وہ شخص تیمم کرے یعنی وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوی دیا ہے کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہے ولو علیہ
جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کہپاچون کی پٹی ہے تو اوسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہے اور وجوب مسح کا قول اظہر ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی جبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ
اور اسیطرح غسل مین دہونا سر کا ساقط ہوتا ہے تو سر کو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اوسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دہونا اور مسح کرنا
دونون بالکل ساقط ہین اور یہہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹہرایا گیا گویا اسکو سر ہی نہین جسطرح فی الحقیقہ معدوم العضو ہوتا ہے اور
مسح کرنا ساقط ہوتا ہے

باب المسح علی الخفین

یہہ باب ہے دونون موزون پر مسح کرنیکا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ
مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہے قران مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی
الشئ اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پہیرنا ہے کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی
زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہے تراوت کے پہونچانے سے خاص موزہ کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شروط آئندہ
موجود ہون اور زمانہ خاص سے مراد ایکدن اور ایک رات ہے مقیم کیواسطے اور تین رات اور دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من
جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اسکا نام ہے جو ڈہکے دونون ٹخنون کو یا زیادہ ترکو چاہے چمڑے کا ہو یا اسکی مانند اور چیز سے

باب المسح علی الخفین

ثلثة امور الاول كونه ساترا لمحل فرض الغسل لقدم مع الكعب او يكون نقصانه اقل من الخرق المانع مسح موزی کی تین چیزین شرط ہین
پہلے شرط ہونا موزہ کا ڈہکنے والا اوس مقام کا جسکا دہونا وضو مین فرض ہے یا قدم کا ٹخنے کے ساتھہ یا ہو کمی اوسکی کمتر اوس سوراخ سے جو مانع ہو
مسح کا یعنی اگر پانون کے چہوٹے تین اونگلیون سے موزہ کمتر پھٹا ہے تو مسح جائز ہے اتنا نقصان مانع مسح کا نہین فیجوز علی الزربول لو مشدودا
الا ان یظہر قدر ثلثة اصابع تو جائز ہے مسح زربول پر اگر وہ تاگے یا گہنڈی سے بندہا ہو مگر یہہ کہ بقدر تین انگلیون کے پانون کہلا ہو تو اب مسح
جائز نہین ھم زربول مصر کی زبان مین وہ جراب ہے چمڑے کی جو اڑی پر قائم ہے اور دونون ٹخنون کا بطنہ مکشوف ہو دوختہ نہین جسطرح اس
ملک مین بعضے چمڑے کے موزے ٹخنون سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گہنڈیون سے اونکو کس لیتے ہین وجوز مشائخ سمرقند سترہ باللفافة
اور سمرقند کے عالمون نے ڈھک لینا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز رکھا ہے یعنی اگر موضع مشقوق کو کپڑے سے باندہ لے تو مسح کرنیکو کافی ہے ھم یہہ قول
ضعیف ہے اور معتمد اہل بخارا کا قول ہے کہ جائز نہین مگر جبکہ ثخین یعنی گف اور سخت چیز سے ہو جسمین پانی سرایت نکرے اور سکو سی لے چنانچہ باتات وغیرہ
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی والثانی کونه مشغولا بالرجل لیمنع سرایة الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانون کے ساتھہ یعنی تمام
موزہ مین پانون بہرا ہو موزہ خالی نرہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح علی الزائد ولم تقدم قدمه الیه لم یجز تو اگر موزہ
کشادہ اور لمبا ہو پہر اوسنے مسح کیا زائد پر حالانکہ اوس زائد کیطرف پانون نہین پونہچا تو مسح جائز نہوا ھم فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہے کہ معتبر نہین
مسح کرنا اوس موضع کا جو خالی ہے قدم سے تو اگر اوسنے پانون کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہے اور اگر وہان سے پانون ہٹا دے تو مسح کو اعادہ کرے
انتہی اور حلبی نے اپنے اوستاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یضر رؤیة رجله من اعلاه اور مسح مین ضرر نہین
کرتا نظر پڑنا اپنے پانون کا اوپر سے یعنی اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچہہ مضائقہ نہین والثالث کونه مما یمکن متابعة المشی
المعتاد فیه فرسخا فاکثر اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہے اوس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اوسمین عادت کے موافق تین کوس یا زیادہ اسقدر
سے ھم فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ مین ہے اور محیط مین امکان سفر مذکور ہے فلم یجز مسح من زجاج او خشب او حدید تو جائز نہین مسح اوس موزے پر جو بنا
ہے کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنی اسواسطے کہ اوسکو پہنکر آدمی بدون تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وھو جائز فالغسل افضل لا لتہمة فہو
افضل اور وہ یعنی موزے کا مسح جائز ہے نہ فرض اور واجب تو پانون کا دہونا افضل ہے مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کیوجہہ سے تو مسح کرنا ہی
افضل ہے ھم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے کا جائز نہین بل ینبغی وجوبه علی من لیس معه الا ما یکفیه او خاف فوت وقت
او وقوف عرفة بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اوس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا کہ مسح کو کفایت کرتا ہے یا ڈرا وقت کے فوت ہونے سے اگر پانو
دہووے یا ڈرا وقوف عرفات کے فوت ہونے سے کذا فی البحر ھم یہہ تجویز ہے صاحب بحر کی کتب شافعیہ کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین
وفی القہستانی انه رخصة مسقطة للعزیمة ولہذا لو صب الماء فی خفیه بنیة الغسل ینبغی ان یصیر اثما اور قہستانی کی شرح نقایہ مین ہے کہ البتہ
مسح رخصت ہے عزیمت کے ساقط کرنیوالی اور اسیواسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دہونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار ہو ھم رخصت وہ ہے جو
عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہے حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہو الامیر نے الشریف تو مسح ایسی رخصت ہے کہ مشروعیت عزیمت
کی مسقط ہے یعنی اسکے ساتھہ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نرہا برخلاف رخصت ترفیہ کے کہ اوسکے ساتھہ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہے جیسے روزہ
رکہنا سفر مین کذا فی البحر بسنة مشہورة مسح موزے کا جائز ہے سنت مشہورہ سے یعنی احادیث مشہورہ سے ھم حدیث مشہور وہ ہے جسکے راوی دو یا زیادہ
ہون ہر طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پونہچین امام اعظم نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہانتک کہ مسح کا ثبوت مجہہ پر دن کی مانند روشن
ہو گیا یعنی کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنکره مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہے ھم امام اعظم سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل
الشیخین وحب الختنین واعتقاد المسح علی الخفین وعلی رأی الثانی کافر اور ابو یوسف کے نزدیک منکر کافر ہے ھم اسواسطے کہ اونکے نزدیک حدیث

مشہور حدیث مشہور کے حکم میں ہے کذا فی الطحطاوی من القہستانی و فی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ
قہستانی اور تحفہ میں ہے کہ ثبوت مسح کا اجماع سے ہے بلکہ تواتر سے ہے راوی اوسکے صحابیوں سے زیادہ ترہین جنمیں سے از انجملہ عشرہ مبشرہ ہیں کذا فی القہستانی
ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا کہ ہمنے معانی الآثار کی شرح میں ۶۶ صحابیوں کی روایت احادیث کی تذکرہ کی ہے مع المخرجین وقیل
بالکتاب وہو قراءۃ الجر یعنی بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ثبوت مسح موزی کا قران مجید سے ہے اور یہہ قول رد کیا گیا ہے
اسطرح کہ مسح موزی کی غایت دونون ٹخنے نہیں بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کیوجہ سے ہے ہم ارجلکم کے لام میں دو قرأتین نصب اور جر کی
ہیں بعضون نے کہا چونکہ دونون قراءت میں تعارض واقع ہوا تو جر کی قراءت کو موزہ پہنے پر محمول کیا اور نصب کی قراءت کو جبکہ موزہ پانو میں نہو اس
قول کا رد یون ہے کہ اگر جر کی قراءت سے مسح موزی کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنی ٹخنون تک مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے
بعد الی الکعبین مذکور ہے حالانکہ بالاتفاق یہہ ثابت نہیں اور ارجلکم کے جر کا جواب یہہ ہے کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہے تو نصب لازم تھا چونکہ
وہ مجرور کے پاس پڑا یعنی برؤسکم کے پاس تو اوسکو بھی مجرور کر دیا جیسا کہ عرب کا یہہ قول مشہور ہے جحر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ
لمجدد الوضوء لا ان یقال لما حصل القربۃ بذلک صار کالمحدث مسح جائز ہے بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہے
تازہ وضو کرنیوالے کے حق میں مگر اسکا یون جواب دیا گیا کہ ہرگاہ تازہ وضو کرنیوالے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کی مانند ہو گیا
لا لجنب و حائض جائز نہیں مسح کرنا موزی کا جنب اور حائض کو یعنی جسپر غسل واجب ہے جنابت یا حیض یا نفاس سے اوسکو مسح جائز نہیں اسواسطے کہ
اوسکو تمام بدن کا دہونا لازم ہے اور مسح میں یہہ بات حاصل نہیں نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی میں صفوان بن عسال سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم کرتے تھے جبکہ ہم سفر میں ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اوتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے و لیکن بول اور غائط اور
نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف کے قول پر مبنی ہے اسواسطے کہ اقل حیض اونکے نزدیک دو
دن اور اکثر ثالث کا ہے تو سفر میں اوسکی تصویر ہو سکتی ہے برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اوسکی تصویر
لازم نہیں یعنی حکم ممنوع کے وجود کیصورت بیان کرنا ضرور نہیں کیونکہ اوسکی طرف کچھہ حاجت نہیں اور عدم لزوم تصویر اوسکی امکان کا منافی نہیں کذا فی
الطحطاوی چونکہ جنابت کیحالتمین وضو کرنا مفید نہیں تا کہ مسح موزی کا جائز ہو لیکن اوسکی فرض صورت میں تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم
ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہیں وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی تدابیر عقلی آہ اور دفع دخل مذکور میں یہہ خلل ہے کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنی
تصور عقلی کے محتاج ہے ہم یہہ بحث ہے قہستانی کی نفی میں شرعی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ نفی عقلی سے احتراز ہو جیسا کہ شریک باری کہ اوسکی نفی میں اثبات
عقلی کی حاجت نہیں اور اثبات عقلی سے تصور ہو یہہ مراد ہے مگر اسمین یہہ خلل ہے کہ اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہے تا کہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی
شے کی فرع ہے اوسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہیں اور مسح جنب کیصورت کفایہ میں یون مذکور ہے کہ وضو کیا اور بجلد جراب کو پہنا پھر جنب ہو گیا
تو اوسکو جائز نہیں کہ جرابونکو باندہ کر تمام بدنکو دہو دے لیکن گرا در جرابون پر مسح کرے کذا فی الطحطاوی آہ اور ہدایہ عینی میں اوسکی تصویر مستصفی
سے یون مذکور ہے کہ ایک نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت کرتا ہے نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پانو دہوے
اور مسح نکرے اور جنابت کیواسطے تیمم کرے انتہی العینی نعم یجوز لمغتسل جمعۃ ونحوہ ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہے جمعہ کے اور
اوسکی مانند کے نہانے والیکو ہم یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانیوالیکو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہہ غسل لازم
نہیں ولیس کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہیں بنابر اوس مضمون کے جو مبسوط میں ہے ولا یبعد ان یجعل فی حکمہ اور مغتسل جمعہ وغیرہ
کو جنب کے حکم میں ٹھہرانا کچھہ بعید نہیں فالاحسن للمتوضی لا المغتسل تو بہتر عبارت للمتوضی لا المغتسل ہے یعنی بجائے لمحدث لا لجنب کے للمتوضی لا
لکہنا بہتر ہے یعنی مسح موزی کا وضو کرنیوالیکو جائز ہے نہ نہانیوالیکو ہم طحطاوی نے کہا یہہ بحث لمحدث و اسمیں قہستانی کی ہے وللمتنہ ان یجعل

باصابع يديه مفرّجة قليلاً اور سنت یہہ ہی کہ مسح کرنے مین ہاتھ کی انگلیون سے خط بنا دے تھوڑا سا انگلیون کو کہولکر يبدأ من قبل اصابع
رجليه متوجهاً الى اصل الساق مسح شروع کرے پانون کی انگلیون کیطرف سے پنڈلی کی جڑ کیطرف شرح کرتا ہو ہم کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح
جامع صغیر مین اسطرح ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیان رکہے داہنے موزے کے سرے پر اور بائین ہاتھ کی انگلیان بائین موزے کے سرے پر انگلیون کی
طرف سے پہر جبکہ انگلیان وہان ٹھہرین تو انکو کہینچے پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے کہ ٹخنون کا دہونا فرض ہے اور انکا
کرنا سنت ہی اور اگر انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بہی رکہے تو بہتر ہے اسیطرح مروی ہی محمد بن حسن سے اور مسح فرض ہی ہاتھ کی تین انگلیونکی
برابر اصح قول پر اور یہہ فرض عملی ہے اور تین انگلیونکی برابر ہر قدم پر فرض ہی اور ہاتھ کے اندر سے مسح کرنا مستحب ہی اور اگر موضع مسح پر پانی لگ جاے
تو کافی ہے ایسا ہی اسیطرح اگر گہاس پر چلے اگرچہ گہاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ومحلّه على ظاهرهما من رؤس
اصابعه الى معقد الشراك اور مسح کرنیکا مقام دونو موزون کا ظاہر ہے انگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنی جہان تسمہ بندہا رہتا
ہے جیلی مین طحطاوی نے کہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہی اور یہہ قول قاضیخان کے قول مذکور کے مخالف ہی ظاہر موزے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر باطن
یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی مین ہے انتہی ما فی الطحطاوی ويستحب الجمع بين ظاهر وباطن اي مسح مین مستحب
ہے جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہے باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہے نہ داخل موزے کا لہذا باطن کو موصوف بظاہر کیا ہم
شارح اس مقام مین صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہین اور محیط کے سوا
اور کتابون مین استحباب کی نفی ہے اور اعلی اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داود اور ترمذی نے ضعیف کہا ہی انتہی ما فی الطحطاوی علامہ
عینی نے شرح ہدایہ مین اس تضعیف کا جواب مشروحاً ذکر کیا ہے اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہی کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہی
انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے علی مرتضی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہی کہ اگر دین رای سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنے مین ظاہر سے
مقدم تہا حالانکہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکہا کہ مسح کرتے تہے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داود اور احمد اور ترمذی نے روایت
کیا اور کہا ہی کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہہ جو صاحب ہدایہ نے کہا ہی کہ باطن موزے پر مسح جائز نہین اگر یہہ مراد ہی کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو مسلم
ہے اور اگر یہہ مراد ہی کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہین تو مسلّم نہین کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصراً من شاء مزيد التوضيح فليرجع اليه
او جرموقيه ولو فوق خفّ او لفافة اي یا جائز ہے مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہون موزہ کے اوپر یا پانون کے لپیٹے کپڑے پر ہم جرموق
بضم جیم چمڑا ہے جسکو موزے پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کیواسطے اور مہذب الفائق مین ہی کہ موق اور جرموق فارسی ہے معرب اسکو موزے
پر پہنتے ہین اوسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی منح الغفار مین ہے کہ جرموق جو موزہ پر پہنا جاتا ہی اوسکی حفاظت کیواسطے
سو اگر جرموق چمڑے کا اور اوسکی مانند کا ہی تو اوس پر مسح جائز ہی خواہ اوسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہی تو اگر تنہا اوسکو پہنا
ہے تو مسح اوس پر جائز نہین اور اسی طرح اگر اوسکو موزے پر پہنا تو بہی جائز نہین ہان مگر جبکہ تراوت اندر کے موزے پر پہونچے تو جائز ہوا انتہی مختصراً
ولا اعتبار بما في فتاوى الشاذي لانه رجل مجهول لا يقلّد فيما خالف المنقول اور کچہہ اعتبار نہین اوس قول کا جو فتاوی شاذی مین ہے
اسواسطے کہ شاذی مرد مجہول غیر مشہور ہی تو اوسکی پیروی کیجاوے اوس مسئلے مین جو منقولات مذہب کے مخالف ہی ہم فتاوی شاذی مین ہی کہ جو
کرباس مجرد تحت الخف پہنا جاتا ہے وہ موزے پر مسح کرنیکا مانع ہی کیونکہ وہ فاصل یعنی پانون کو اور موزے سے جدا کر دیا ہی انتہی لیکن اسکے
مخالف کافی مین یون ہی کہ اگر موزے پارہ گی کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہی انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ
ٹھہرا تو کرباس یعنی کپڑا بطریق اولی فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہی اور مانند اسکی غایۃ البیان مین صاحب بحر نے کہا یہی حق ہی کذا فی المنح مختصراً
او جوربيه ولو من غزل او شعر الثخينين بحيث يمشي فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولا يُري ما تحته ولا يشفّ الماء الا ان ينفذ

الى الخف فكذا الى الفرض یا مسح کرے جرابون پر اگرچہ وہ ہون ثخونت سے یا نعل سے اسطرحکہ گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہے کہ اوکو پہنکے تین
کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری رہین بدون باندہنے کے اور اوسکے اندر کی چیز نظر نہ آتی ہو اور پانی اوسمین نہ چھنے اگر اوسوقت مسح جائز
ہے کہ پانی نچوڑ کرکے اوسکے نیچے کی موزے تک پہونچ جاوے بمقدار فرض کے ہم ہرچند ثخونت لغت میں بمعنی رقت ثرب ہے لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ
ہے بدلیل استثنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحاوی مختصراً ولو نزعهما اعاد مسح خفيه اور اگر اوتارے دونوں جرموق موزون
سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احدهما مسح الخف والجرموق الباقي اور اگر ایک جرموق اوتارے تو مسح کرے
موزے کو اور باقی جرموق کو یعنی اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونوں کا مسح جاتا رہا ولو ادخل يده تحتهما و مسح خفيه لم يجز اور اگر اپنا
ہاتھ دونوں جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزونکو مسح کیا تو جائز نہین یعنی اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق خارج ہی ہے والمجلد
والمنعلين بسكون النون ماجعل على اسفله جلدة اور منعل جرابون پر مسح جائز ہے منعل بسکون نون وہ جراب ہے جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا یعنی اوسکے
تلوے پر فقط چمڑا ہے ٹخنون پر والمجلد یعنی اور چمڑا چڑھی جرابون پر مسح جائز ہے نہر الفائق مین ہے جراب مجلد وہ ہے جسکے اوپر اور نیچے چمڑا
چڑھا ہو مرة مسح کرنا ہے ایکبار یعنی دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہے کذا فی المنح ولو امرّ اصابعه ... اسم جائز ہے اگرچہ ہو مخالف سنت
اذا لبسا ملبوسين على طهر مسح جائز ہے اسحالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنے گئے ہون طہارت پر فلو احدث و تيمم لخفيه
فلبس جرموقيه لا يمسح عليه تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اوسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا تیمم کیا پھر اوسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نکرے یعنی
اسواسطے کہ جرموق کو اوسنے طہارت پر نہیں پہنا بلکہ موزے پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ اونکو طہارت پر پہنا ہے کذا فی الطحاوی تام فرضی من التاتار
حقيقة كالغسل او معنى كتيمم معذور پر موزے ملبوس ہون طہر تام یعنی پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج
ہوگئی ناقص حقیقی جیسا کہ اعضاء وضو مین سے کوئی قدر ہی خشک رہگیا اور ناقص معنوی جیسا کہ تیمم کرنیوالے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہہ ہے کہ پانی
کے نہونے سے تیمم کیا اور موزے پہنا تو اوسکو ایسا مسح کرنا پانی ملنے کیوقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا
پھر بعد اسکے پانی پایا تو اوسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہے کذا فی الطحاوی وانه يمسح في الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح
کرتا ہے یعنی معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہے مسح جائز ہے بعد
ظہر کے عصر کیوقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضأ ولبس على الانقطاع فكالصحيح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ
پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح سالم کی مانند ہے یعنی اگر وضو اور موزہ پہننے کیوقت عذر منقطع ہو تو تا بقاء مدت مسح اوسکو تندرست کی مانند جائز ہے
عند الحدث طہر تام چاہیے وضو ٹوٹنے کیوقت یعنی جواز مسح کیواسطے موزہ پہننے کیوقت طہارت کا کامل ہونا ضروری نہین بلکہ حدث کیوقت ضرور ہے
فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء فابتل قدماه ثم تمم وضوءه ثم احدث جاز ان يمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی
کے اندر گھس گیا سو دونوں پاؤں اوسکے تر ہوگئے پھر اوسنے باقی اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اوسکا وضو ٹوٹا تو اوسکو مسح کرنا جائز ہے یعنی
اسواسطے کہ حدث کیوقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزہ پہننے کیوقت نہو ہم اسیطرح اگر اوسنے دونوں پاؤں دہوئے پھر موزون کو پہنا پھر وضو
کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پاؤں نہ دہوئے پھر ایک پاؤں دہویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پاؤں دہویا اور دوسرا موزہ پہنا ان صورتون مین
بھی مسح جائز ہے بدلیل مذکور يوما وليلة للمقيم وثلثة ايام ولياليها للمسافر مسح کرنا جائز ہے مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو تین رات دن
وابتداء المدة من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہے یعنی ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے ٹوٹنے
سے ہے نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد يمسح المقيم ستا جب یہہ معلوم ہوا تو مقیم گاہے مسح کرتا ہے چھہ نماز مین ہم صورت
اوسکی یہہ ہے کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک با وضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی

نماز دوسری دن پڑھی اول وقت ہین کذا فی القہستانی وقد لا یتمکن الا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہین ہوتا مگر چار نماز سی کہ
توضّأ ولبس الخف قبل الفجر فلما طلع صلی فلما تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونی سی پہلی پہر بعد
طلوع فجر کے نماز پڑھے پہر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ھم اس شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑہنا مسح کے ساتھ ممکن نہین اسواسطی کہ حدث
واقع ہوا اوسکی آخر نماز مین کذا فی القہستانی یعنی ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیواسطی یہہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کیواسطی اگر مسح کرے
تو نماز سے خارج ہوگا مدت گذرنے کے ساتھ اور یہہ مفسد نماز ہی لا یجوز علی عمامۃ وقلنسوۃ وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز
نہین مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہونے مشقت اور تکلیف کے ھم اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہہ ہی کہ مسح
موزی کا ثابت ہوا حدیث سی برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزی پر نہین ہوسکتا وفرضہ عملا قدر ثلث اصابع الید اصغرہا طولا
وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چہوٹی اونگلیون کی برابر ہی طول اور عرض مین ہر پانون سی نہ ہر موزی سے
ھم یعنی فرض مسح اسیقدر ہی خواہ ابتدا مسح کی پانون کی اونگلیون سی ہو خواہ پنڈلی سی خواہ دہنی بائین سی اور پسنون مسح پہلے مذکور ہوچکا کہ انگلیون
سے لیکر پنڈلی تک ہر پانون کی قید اسواسطی لگائی کہ اگر ایک پانون پر بقدر چار اونگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر دو اونگلی کے تو فرض ادا نہوگا
اور اسیطرح اگر موزہ زیادہ ہو پانون سی اور اوسپر وہان مسح کیا جو پانون کے محاذی نہین تو بہی فرض ادا نہوگا فمنعوا فیہ مد الاصبع جب فرض
بقدر تین اونگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک اونگلی کا کہینچنا منع کیا ہی یعنی اگر ایک اونگلی کو ایکبار ترکرکے بقدر تین اونگلی کے مسح کیا تو جائز
نہین اور اگر ایک اونگلی سی تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدی جدی مقام پر مسح کیا تو جائز ہی کذا فی البحر فلو مسح برؤس اصابعہ
وجافی اصولہا لم یجز اگر اونگلیون کے سرون پر مسح کیا اور اونگلیونکی جڑونکو موزی سی جدا رکہا تو مسح جائز نہوا یعنی اسواسطی کہ مستعمل پانی
سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہہ کہ اونگلیون کے رکہنی کیوقت بقدر فرض کے موزہ تر ہوگیا
تو مسح اب جائز ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم اسواسطی کہ فرض حاصل ہوگیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی
الذخیرۃ ان الماء متقاطرا جاز والا لا پہر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر اونگلیون کے سرون سی پانی ٹپکتا ہی تو مسح جائز
ہے یعنی اسواسطی کہ فرض حاصل ہو غیر مستعمل پانی سی اور اگر ٹپکتا نہین ہے تو مسح جائز نہین ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض
مسح والا اغتسل کہین قطع مری کٹ گیا اور اگر ایک آدمی کا پانون کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگشت کے باقی ہی تو موزہ پر
مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پانونکو دہووی مانند اوس شخص کے جسکا پانون ٹخنون سی کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سی سواوسکو
بھی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین رہا مگر غسل کا محل باقی ہی ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانون ہی پیدائشی
یا ایک پانون ٹخنے سی اوپر کاٹا گیا تو اوسی ایک پانون کو یعنی اوسکی موزی کو مسح کرے وجاز علی خف مغصوب لا فی الجنابۃ اور جائز ہی
مسح کرنا چہینی موزی پر برخلاف حنبلی مذہبیون کے ھم ہرچند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہی لیکن مسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ
جیسا غسل شرع جائز ہی دہونا مغصوب پانون کا بالاتفاق ھم اطلاق غصب کا اسپر مسامحہ ہی اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ کسی شخص کا پانون بسبب
سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پہر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اوسنے پانون دہویا کذا فی الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ و
ہو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بکمالہا ومقطوعہا یعتبر باصابع مماثلہ یمنعہ اور موزی کا بڑا یا بہت سوراخ یعنی قدم کی چہوٹی
تین انگلیونکی برابر مانع ہی مسح کرنیکا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اوسکی مماثل دوسری شخص کی اونگلیون کا اعتبار کیا جاویگا شارح
نے کہا لفظ کبیر کا بار موحدہ یا ثا مثلثہ دونون سی ہوسکتا ہی طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ بار موحدہ کی روایت صحیح ہی اگرچہ
مثلثہ بھی تبادل متصور ہی الا ان یکون فوقہ خف آخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہہ کہ پہٹے موزی پر دوسرا درست موزہ ہو یا جرموق

تو اوسپر مسح کرلے اسواسطے کہ اعلےٰ کا اعتبار ہے نہ اسفل کا ودخل الی الخف قدمہ علی غیر اصابعہ وعقبہ و بقی کا خف اور بعد یعنی اصابع بمن منظر
کو اعتبار کرنا اور ست ہو کر سوا خواہ وہ رہ گئی اوسکی اونگلیوں اور ایڑی پر ٹہہر اور سوراخ کے نیچے پاؤں نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر الثلث
ولو کبایر اور اگر رہ گئی اونگلیوں پر ہو تو عدم جواز مسح میں تین اونگلیوں کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی اونگلیاں ہوں یعنی تو اسمیں تین معتبر کا
اعتبار نہیں تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی اونگلی منکشف ہو جاوے اور وہ بقدر تین چہوٹی اونگلیوں کے ہو تو مسح اوسپر جائز ہے اور اگر ان
دونوں کے ساتھ بیچ کی اونگلی بھی کہلجاوے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بقی وأکثرہا
اور اگر رہ گئی ایڑی پر ہے تو اکثر ایڑی کا کہلجانا معتبر ہے یعنی آدہی ایڑی سے اگر زیادہ مکشوف ہے تو مسح جائز نہیں ھم قاضی خان نے
شرح جامع صغیر میں اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور ظاہر متون میں ہر مقام میں تین اونگلیوں کا اعتبار ہے اور اسی قول کو کمال الدین صاحب
فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم تر القدم لا یمنع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے
قدم اوسقدر جو مسح کا مانع ہے پیادہ پا چلنے کیوقت موزی کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہیں اگرچہ بہت پہٹا ہو ھم حلبی نے کہا کہ زمین سے
پاؤں اوٹھانے کیوقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہیں کما لو انفتقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزی کا ابرہ پہٹ گیا اور اسکا
استر تو مسح کا مانع نہیں خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزی میں کذا فی الطحطاوی وتجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور
متفرق سوراخ جمع کئے جاتے ہیں ایک موزی میں نہ دونوں موزوں میں یعنی اگر ایک موزی میں کئی جگہہ تہوڑا تہوڑا پہٹا ہے تو اوسکو جمع کرکے دیکہیں گے
اگر بقدر تین انگشت کے ہے تو مسح جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اگر ایک موزی میں بقدر دو انگشت کے پہٹا ہے اور دوسرے موزی میں بقدر ایک انگشت کے
تو دونوں پر مسح جائز ہوگا بشرط ان یقع و رجوعہ علی الخف نفسہ لا علی ما ظہر من خفیہ فیہ مسح جائز ہو دونوں موزوں پر اس شرط سے کہ فرض
مسح کا واقع ہو نفس موزی پر نہ اوس مقام پر جو تہوڑا پہٹا ہے وان تخرق الخف یمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضی ہمسا
اور کثیر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہے واسطے منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہے کذا فی النہر مسح حالی جسکے فی الحال کرنیکا
ارادہ ہو اور استقبالی مسح وہ ہے جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہہ صورت ہے کہ درست موزی پر مسح کیا پہر وہ اسقدر پہٹ گیا کہ مانع ہو مسح کا تو مسح سابق
ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت وکما ان ما ینقض التیمم یمنعہ کذلک النجاسۃ والانکشاف فی حق انعقادہا کما سیأتی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور
یہہ مذکور ہو چکا باب تیمم میں کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہے چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اوسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتداء تیمم کا مانع ہے اور وہ
کرنیوالا ہے تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتداء صلوۃ کی مانع ہے اور صلوۃ موجودہ کی رافع ہے یہانتک کہ انعقاد صلوۃ
یعنی تحریمہ کا مانع ہے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھم خلاصہ یہہ ہے کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہے
اسیطرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہے ما تدخل فیہا المسلۃ لا ما دونہا لحالۃ عوائم الخروز کمتر سوراخ جو منع مسح کیواسطے جمع کیا جاتا ہے
وہ ہیں جسمیں ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہو اور وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہے بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنی جیسے دوخت موزی کی سوراخ بالاتفاق ھم
ہیں لائق شمار کے نہیں اسیطرح یہہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہیں بخلاف نجاسۃ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم ولعلام ثوب من حریر
فانہا تجمع مطلقاً برخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبوئی محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیاں اسواسطے کہ یہہ سب جمع کی جاتی ہیں
مطلقاً یعنی ایک مقام میں ہوں یا چند مقامات میں ھم نجاست متفرقہ موزوں میں ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان میں یا مجموع میں اور انکشاف متفرق چنانچہ
عورت کی کچہہ شرمگاہ اور اوسکی پیٹہ اور کچہہ ران میں تو یہہ جمع کیا جاویگا نجاست کی مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبو بھی متفرق اکثر اعضا
میں جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہنچیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیاں بھی جمع کیجاویگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہوئی تو مرد کو اوسکا
پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خروق اذنی الضحیۃ وینبغی ترجیح الجمع احتیاطاً اور قربانی کے دونوں کانوں کے

سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہے یعنی ایک قول یہہ ہی کہ جمع کرینگے سو اگر ایک کان کی نہائی سے زیادہ ہونگے تو قربانی جائز نہین اور
دوسرا قول یہہ ہے کہ جمع نکرینگے مگر ایک کان کے سوراخون مین موزہ کی مانند اور جمع کرنیکو ترجیح دینا لائق ہے احتیاط کی راہ سے باب عبادت
مین کذا فی النہر وناقضہ ناقض وضوئہ لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہ ہی جو وضو کا توڑنیوالا ہے اسواسطے کہ مسح بعض ہی وضو کا یعنی تو جو
کل کا ناقض ہے وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحدا اور مسح کا ناقض ہے موزہ اوتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اوتارا ہو
ومضی المدۃ وان لم یمسح اور مدت کا گذر جانا مسح کا ناقض ہے اگرچہ اوسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بغلبۃ الظن ذہاب
رجلہ من برد للضرورۃ فانہ گذرنا مدت کا ناقض ہے بشرطیکہ اوسکو ظن غالب خوف نہو اپنے پانؤن کے جاتے رہنے کا سردی سے یہہ شرط ہوئی
ضرورت کے سبب سے ثم ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ مسح نہین ٹوٹتا ہے مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کیوقت پر اسمین خلل
یہہ ہی کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھہ اثر نہین غایۃ الامر یہہ ہے کہ موزہ نہ اوتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی
السعود مگر اسمین یہہ خلل ہے کہ فقہانے وضو کا تیمم منع کیا ہے سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر مین ہی کہ لائق یہہ ہی کہ فتوی دیا جاے مسح
کے ٹوٹنے کا مدت کے گذرنے سے اور دوسری مسح کرے استیعاب کا پٹی کی مانند شارح نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہی اور یہی قول اعتماد کے لائق
ہے کذا فی الطحطاوی فیصیر کالجبیرۃ فیستوعبہ بالمسح ولا یتوقت تو خوف مذکور مین موزہ ہوجائیگا پٹی کی مانند تو سارے موزہ کو پورا
مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسی پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہے مسح کرتا رہے ثم پورا مسح کرنا افضل ہی اور اگر
اکثر موزہ کا مسح کریگا تو صحیح ہے اور یہہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہی ابو السعود نے اوسکو رد کیا ہی اسطرح کہ عبارت
معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو انقضت المدۃ وہو فی صلوتہ ولا ماء مضی فی الاصح اور اسیواسطے
یعنی ضرورت مین مدت کے گذرجانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہانے کہاہے کہ اگر مسح کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنیوالا نماز مین ہے اور پانی موجود
نہین تو نماز پڑہتا رہے صحیح قول مین اسواسطے کہ موزہ اوتارنے مین کچھہ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پانؤن کو دہووے وقیل تفسد ویتیمم
وہو الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہوجاتی ہی اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب ہی روایت کی راہ سے اور راجح تر
ہے فہم کی راہ سے ثم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ مدت کے گذرجانے سے حدث نے پانؤن مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو
تیمم کرے اور نماز پڑہے جسطرح وہ شخص کہ اوسکے اعضاء وضو مین کچھہ شک باقی رہا اور پانی نہین ہی جو اوسکو دہووے تو اوسکو تیمم کرنا چاہیے
کذا فی الطحطاوی وبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیہ لا غیر لحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اوتارنے اور مدت کے
گذرجانیکے بعد باوضو شخص دہووے اپنے دونون پانؤن کو نہ اور اعضاء وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اوسکے دونو پانؤن کو یعنی
حدث سابق کے بعد باقی اعضا دہوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اوسپر کچھہ واجب نہین قدم دہونیکے سوا کذا فی البحر الا ان یمنعہ مانع کبرد یتیمم دونہ علیہ
مگر کسی مانع کے ہونیسے قدم نکو نہ دہووے جیسے نہایت سردی سے تو اب تیمم کرلے ثم حلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر
کے خوف مین مسح کرنا چاہیے موزہ پر پٹی کی مانند اور تیمم تو اوسوقت ہے جبکہ ضرر کا خوف ہو اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمہ
من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدہے قدم سے زیادہ شرعی موزہ سے نکالنا ہی
موزہ کا صحیح قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ثم قدم عبارت ہے ٹخنون سے تا سر اصابع اور شرعی موزہ ہوتا ہے ٹخنے
سے سر اصابع تک ولا عبرۃ ببقیۃ عقبہ ودخولہ اور کچھہ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنی اگر بلا قصد موزہ کی کشادگی سے
خروج اور دخول عقب کا معتبر نہین وما روی من النقض بزوال عقبہ فمقید بما اذا کان بنیۃ نزع الخف اور یہہ جو نقل مین ایڑی
کے ٹل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا مروی ہی سو مقید ہی اوس صورت کے ساتھہ جبکہ اوسکا نکلنا ہو موزہ اوتارنے کی نیت سے ثم اذا

رکنی اے روال کعبہ بنیۃ بل بستۃ او غیرہا فلا ینتقض بالاجماع کما تعلم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن
باستقصار حتی زعم بعضہم انہ خرق الاجماع فتنبہ لیکن جبکہ ایڑی کا نکل جانا اپنے محل سے نقص نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اسکے سوا اور وجہ
سے ہو تو مسح نہیں ٹوٹتا ہے باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہہ قول نہایہ کیطرف منسوب کیے اور اسیطرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا
مگر اختصار عبارت کے ساتھ یہانتک کہ بعضے لوگوں نے گمان کیا ہے کہ قہستانی نے اجماع کو پھاڑا یعنی مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول
اجماع کے مخالف نہیں ہے وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو دخل الماء خفہ صحیح یعنی اور موزے میں اکثر پاؤں کے دہو جانے سے
بھی مسح ٹوٹتا ہے اگر اسنے اپنے موزے میں پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہوں نے صحیح کہا ہے ہم حلبی نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر پانی خود بخود
میں داخل ہو گیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث
الی الرجل فلا یقع ہذا غسلا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیا بعد المدۃ او النزع کما سیأتی اور بعضوں نے کہا کہ موزے میں پانی
کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا ہے اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے اسواسطے کہ چھپنا
قدم کا موزے سے منع کرتا ہے حدث کے پہونچنے کو پاؤں تک تو اسطرحکا دہو جانا معتبر دہونا نہ ٹھہریگا تو بطلان مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق
میں ہے تو دونوں قدم مذکور مدت اور اوتارنیکے بعد دوسری بار دہو دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا وبقی من نواقضہ الخرق وخروج الوقت للمعذور
اور مسح کے نواقض میں سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق میں نماز کے وقت کا نکل جانا مسح مقیم بعد الحدث فسافر قبل تمام یوم و
لیلۃ فلو بعدہ نزع مسح ثلاثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اوسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو وہ
تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہو جانیکے بعد سفر کرے تو موزہ اوتارے ہم تین دن تک مسح کرے یعنی مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح
کہ مجموع تین دن ہو جاویں اور یہہ مراد نہیں کہ سفر سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدۃ مقیم نزع
والا اتمہا لانتہاء رخصۃ اور اگر مسافر مقیم ہو گیا مدت مقیم یعنی ایک رات دن کے بعد تو موزہ اوتارے اور پاؤں دہووے اور اگر ایکرات
دن نہیں گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کر لے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہو گیا وحکم مسح جبیرۃ ہی عیدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع
فصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ ولو برأسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پہائے کا اور فصد اور داغ کے مکان کا اور
مانند اوسکی چنانچہ زخم کی پٹی کا اگرچہ زخم سر میں ہو اوسکے ماتحت کے دہونے کی مانند ہے یعنی بدل نہیں ہے شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیاں
ہیں جنسے ٹوٹی ہڈی باندہی جاتی ہے فیکون فرضا یعنی عملیا لثبوتہ بظنی وہذا قولہما والیہ رجع الامام خلاصۃ وعلیہ الفتوی شرح
مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دہونے کی مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح
کے دلیل ظنی سے اور یہہ یعنی مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اسیکی طرف امام نے آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ میں ہے اور
اسی فرض ہونے پر فتوی ہے چنانچہ مجمع کی شرح میں ہے ہم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہہ ہے کہ علی مرتضی کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد یا خیبر میں
ٹوٹ گئی تھی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو مسح علی الجبائر کا امر فرمایا اگرچہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق سے قوی ہو گئی
ہے امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونیکے قائل ہوئے وقدمنا ان لفظ الفتوی آکد من الصحیح والمختار والاصح والصحیح
اور ہمنے دیباچہ کتاب میں پہلے ذکر کر دیا ہے کہ فتوی کا لفظ تصحیح میں موکدتر ہے مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے ہم یعنی ہرچند بعضوں نے
وجوب مسح کی تصحیح کی ہے لیکن فرضیت میں فتوی کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکدتر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ
ذکر منہا ثلاثۃ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہے مسح موزے کی کئی وجہوں سے اونمیں سے مصنف نے تیرہ وجہوں کو بیان
ذکر کیا ہے فقال فلا یتوقت بل یمسح حتی یتم الاندمال سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنی مدت معین نہیں اسواسطے کہ وہ

دہونے کی مانند ہوتا اینکہ مسح کرنیوالا تندرستو کی امامت کرتا ہی یعنی اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہیں کذا فی الطحطاوی ولو بدّلہا بأخرٰی او سقطت
العلیا لم یجب اعادۃ المسح بل یندب اور اگر ایک جبیرہ کو بدلکر دوسرے جبیرہ کو باندہا یا اوپر کے جبیرہ ساقط ہوگئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہیں
ہے بلکہ مستحب ہے ولا یجمع مسح جبیرۃ رجل مع غسل الاخرٰی اور مسح کیا جاتا ہی ایک پانون کی پٹی کا مسح دوسرے پانون کے دہونیکے
ساتھہ یعنی اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا حکماً تو غسل کے ساتھہ جمع نہوتا جیسے ایک قدم کا دہونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں کذا فی الدر
لا مسحہما جمع نہیں کیا جاتا جبیرہ کے موزے کا مسح دوسرے قدم کے جبیرہ کے مسح کے ساتھہ یعنی اگر دونون قدم پر جبیرہ ہی سواوسنے ایک قدم
کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کیا تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا ای حقیقۃ
بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہی ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ اگر ایک پانون پر جبیرہ ہے سواوسکا مسح کیا اور دوسرے پانون کو دہویا پہر
دونون قدم پر موزے پہنے پہر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز ہے اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہے یعنی اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین
کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحہا ولو شدّت بلا وضوء وغسل دفعاً للحرج اور جائز ہے یعنی مسح جبیرہ کا صحیح ہی اگرچہ جبیرہ بدون
وضو اور دہونے کے باندہی گئی ہو دفع مشقت کیواسطے ویترک المسح کالغسل ان ضرّ والا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہی جبیرہ کا مسح جیسے دہونا اسکا
متروک ہی اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاوے ھم ضرر سے مراد وہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل ادنے ضرر سے خالی
نہین اور یہہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی وھو ای مسحہا مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہی
ساتھہ عاجز ہونیکے مسح کرنے نفس موضع سے یعنی عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے ھم عاجز کی صورت یہہ ہی کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو
یا پٹی بندہی ہو جسکو کہولنا ضرر کرتا ہو کذا فی الدر فان قدر علیہ فلا مسح علیہا سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین ھم محیط مین
ہے کہ اسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ لوگ اس شرط سے غافل ہین کذا فی الدر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضرّ مسحہ فلو ضرّ
مسحہا سقط اصلاً حاصل کلام یہہ ہے کہ دہونا محل مکسور کا لازم ہی اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنی اگر سرد پانی سے دہونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دہونا چاہیے
اور گرم پانی سے بھی دہونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اوسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر
کرتا ہو تو بالکل ساقط ہوگیا یعنی نہ دہونا لازم رہا نہ مسح کرنا ویکفی لو مفتصد وجرح علی کل عصابۃ مع فرجتہا فی الاصح ان ضرّہ الماء او حلّہا
اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہی ساری پٹی پر اوس مکان کے ساتھہ جو پٹی کی گرہ کر دونون طرف کشادہ ہی صحیح تر قول مین اگر اسکو
پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کہولنا ضرر ہو ھم مصنف نے استیعاب مین صاحب کنز کا تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہے یہہ ہی کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہی
اور گرہ کے پاس کی کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہی یعنی خلاصہ مین جو وہان کے دہونیکو فرض کہا ہی سو اصح نہین کذا
فی الطحطاوی ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا بنفسہ ولا یجد من یربطہا اور منجملہ ضرر کے یہہ ہی کہ اوس شخص کو خود پٹی کا باندہنا ممکن نہین اور نہ اوس شخص کو
پاتا ہی جو پٹی کو باندہ دے انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ ایک شخص
کا ناخن ٹوٹا سواوسنے اوسپر دوا رکہی یا پانون کی بوائی پر دوا لگائی تو دہونے مین اوسپر پانی کو بہا دے اگر ہو سکے اور اگر اسپر قادر نہو تو اوسکو مسح
کرے اور اگر یہہ بھی نہو سکے تو چہوڑ دے یعنی تو دہونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہوگیا عذر سے والمسح یبطلہ سقوطہا عن برء والا لا اور مسح کو
باطل کرتا ہی گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہوگئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزہ فان سقطت
فی الصلوٰۃ استأنفہا پہر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوگئی تو نماز کو پہر شروع کرے وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعہا ولم یسقط
مجتبی اور اسیطرح حکم تفصیلی ہی اگر دوا ساقط ہوگئی یا پٹی کا مکان اچہا ہوگیا اور ہنوز پٹی نہین گری کذا فی المجتبی ھم یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز مین ساقط
ہوئی یا پٹی کا محل اچہا ہوگیا تو نماز کو پہر شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یضرّ ازالتہا فان ضرّہ فلا اھ اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیئے اس

صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اوتارنا مضر کرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہین کذا فی البحر ھم یعنی پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اوسوقت مسح باطل ہوتا ہے جبکہ پٹی کا کہولنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہے گوشت سے اور اوسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہے تو اس صورتمین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح علیہا وعلیٰ توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اوسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق ھم توابع جبیرہ بہا اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہے ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرھا مرۃ بہ یفتیٰ اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدہی سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہے اسی قول پر فتوی ہے ھم یہہ قول مخالف ہے قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہے اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی اسی قول پر ہے کذا فے الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ کے کہ اوسمین ایک قول مین نیت شرط ہے اور اصح قول یہہ ہے کہ موزہ کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی تنبیغ المتن یرجع عند المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کی نسخون مین ہے مصنف نے اوسکو ترک کیا ہے اپنی شرح مین ھم یعنی شرح منح الغفار مین ومسح کو مستبد جز مسح سے آخر تک ساقط ہے طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تہا تاکہ ما قبل کا مصنف پر اعتراض نہ لگتا

باب الحیض

یہہ باب ہے حیض کے احکام او رمسائل مین عنونہ بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اسباب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم ہیں حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اسباب مین حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اسباب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اوسکی وجہہ یہی ہے کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہے برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونیکے بعد ہوتا ہے اور استحاضہ بیمار عورت کو ہوتا ہے نہ ہر عورت کو ھو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین بنابراوس قول کے کہ حیض حدث ہے منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہے خون مذکور کے سبب سے یعنی جن عبادات مین طہارت شرط ہے چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد اونمین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار کیا ہے اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنابراوس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہے منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہے کہ عورت کے رحم یعنی بچہ دان سے جاری ہوتا ہے خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹجانے سے نکلتا ہے اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ رحم کی قید سے خارج ہوگیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآیسۃ ومشکل اور منجملہ استحاضہ ہے وہ خون ہے جسکو نو برس سے کم عمر کی چہوٹی لڑکی دیکھتی ہے اور وہ بڈھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثیٰ مشکل دیکھے قول مختار یہہ ہے کہ ۵۵ برس کی عورت آیسہ ہے کذا فی اکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہوگیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہے رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحوا لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونیکا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تہا حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کہالینے سے وہ درخت گیہون تہا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہے رحم سے یعنی فرج داخلی کے کنارہ کی برابر ہوجانا یہی قول معتمد ہے اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہے حیض کا اور ثمرہ اختلاف اسصورتمین ظاہر ہے کہ عورت نے وضو کیا پہر گدی رکہی پہر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پہر گدی جدا کی اسکے بعد تو محمد کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنی جبکہ گدی فرج کے محاذی نہو اور اگر محاذی ہوگا تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہوگا کذا فے الطحطاوی عن النہر وشرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا ہے نصاب طہر

ت یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو ہم طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہے حکماً اگرچہ
خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکماً ہے وَعُلِمَ تَفْسِيرُهٗ عَنْ اَقَلِّهٖ اور شرط حیض
کی کم نہونا ہے کثرت مدت حیض سے یعنی تین دن سے وَاَوَانُهٗ بَعْدَ التِّسْعِ اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہے وَوَقْتُ ثُبُوْتِهٖ بِالْبُرُوْزِ فَيَتْرُكُ
الصَّلٰوةَ وَلَوْ مُبْتَدَأَةً فِي الْاَصَحِّ لِاَنَّ الْاَصْلَ الصِّحَّةُ وَالْحَيْضُ دَمُ صِحَّةٍ شمنی اور حیض کے ثابت ہونیکا وقت اوسکو خارج ہونیسے ہے اوس وقت مین
عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اوسکو پہلی بھل حیض آیا ہو صحیح تر قول مین اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہے اور حیض صحت کا خون ہے کذا فے الشمنی ہم
غیر اصح یہہ قول ہے کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دنکے بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہے
کہ جب اوسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو مجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے کہ صحت اجسام اصلی ہے اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہے تو بمقتضا
اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ وَاَقَلُّهٗ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ بِلَيَالِيْهَا الثَّلٰثِ اور کمتر مدت حیض کی تین دن مین تین راتون کے
ساتھہ خواہ انہین دنون کی راتین ہون یا نہون فَالْاِضَافَةُ لِبَيَانِ الْعَدَدِ الْمُقَدَّرِ بِالسَّاعَاتِ الْفَلَكِيَّةِ لَا لِلْاِخْتِصَاصِ تو اضافت اور نسبت
لیالی کی ایام ضمیر کیطرف اس زمانہ کی شمار کیواسطے ہے جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنی نجومی گھڑیون سے کیا گیا ہے نہ خصوصیت کے بیان کیواسطے یعنے
یہہ مراد نہین کہ انہین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہے ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی
ہے اوسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایکرات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت زمانی رات یا
دن کے بارہوین حصے کا نام ہے اوسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسیطرح ساعت لغوی اور
ساعت شرعی سے کہ عبارت ہے زمانہ کے ایک جزسے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تہا اور چوتھے
دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تہا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہین کیونکہ اقل مدت اوسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونیکے بعد خون
منقطع ہوا تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فَلَا يَلْزَمُ كَوْنُهَا لَيَالِيَ تِلْكَ الْاَيَّامِ جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کیواسطے ٹھہری
نہ اختصاص کیواسطے تو راتونکو انہین دنونکی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہے دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہہ لازم نہین کہ
جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ مطلقاً تین راتین لازم ہین جسطرح یہہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کی زمانہ گذرنا
چاہیے وَكَذَا اَقَلُّ اَكْثَرِهٖ عَشَرَةٌ بِعَشْرٍ لَيَالٍ كَذَا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهٗ اور اسیطرح مصنف کا یہہ قول ہے کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین
دس راتون کے ساتھہ مطلقاً خواہ اونہین دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہے اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے ہم یہہ حدیث
طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو پہنچکر لائق احتجاج کے ہوگئی کذا فے النہر الفائق عن اقلہ وَالنَّاقِصُ عَنْ اَقَلِّهٖ وَالزَّائِدُ عَلٰى اَكْثَرِهٖ اَوْ اَكْثَرِ النِّفَاسِ
اَوْ عَلَى الْعَادَةِ وَجَاوَزَ اَكْثَرَهُمَا اَوْ مَا تَرَاهُ صَغِيْرَةٌ دُوْنَ تِسْعٍ عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَاٰيِسَةٌ عَلٰى ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَحَامِلٌ وَلَوْ قَبْلَ خُرُوْجِ اَكْثَرِ الْوَلَدِ
اسْتِحَاضَةٌ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہے اور جو کہ اکثر مدت حیض سے یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہے یا زائد ہے
حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو
خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جسکو حیض سے ناامیدی ہوگئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر ولد کی نکلنے سے پہلے ہو تو یہہ
سب استحاضہ ہے ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی مثلاً عادت ہو
اور اوسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارہوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن
سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہوگیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وَاَقَلُّ الطُّهْرِ بَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ اَوْ
النِّفَاسِ وَالْحَيْضِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَلَيَالِيْهَا اِجْمَاعًا اور کمتر مدت طہر کی یعنی پاک رہنے کی دو حیضونکے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ

دن اور اونکی باتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم هم نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اسمعو نہین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری
ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی ولا حد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہیں اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کر جاے هم استغراق طہر کی تین
صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ عورت بالغہ ہو جاے عمر کبہو جیسی اور تمام عمر اوسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکہا کرے اور نماز پڑہا کرے اور ہمیشہ شوہر سے
قربت کیا کرے اور اوسکی عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اوسکے تین دن سے کم خون کو دیکہے پہر ہمیشہ کو خون منقطع ہو جاے
اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہے تیسری یہہ کہ ایسا خون دیکہے جو حیض ہو سکتا ہی پہر دائمی انقطاع ہو جاے اسکا حکم بہی پہلی صورت کی مانند ہی مگر یہہ کہ اوسکی
عدت منقضی نہو گی مگر حیض سے اگر حیض جاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر جاری نہو تو مہینون سے اوسکی عدت منقضی ہوگی ابتداے سن ایاس سے چنانچہ
باب العدة مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج الی نصب العادة اذا استمر بها الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنیکی احتیاج
کیوقت جبکہ اوسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہو جاے یعنی سیلان دائمی مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیحد لاجل العدة بشهرين
یعنی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائی جاوینگی یہی قول مفتی بہ ہی هم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے
فتوی ہوا کہ یہہ آسان تر ہے انتہی اور یہہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداہ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتداء جوانی
سے برابر خون جاری ہو گیا اسواسطے کہ مبتداہ کا حیض ہر مہینے سے دس دن مین ابتداء رویت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرہ ثانیہ یا ثالثہ اور باقی
ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداہ کو اوسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اوسکی عدت نواسی دن سے منقضی ہوگی تین حیض تیس دن کے اور دو طہر
ایک طہر ۲۰ دنکا اور دوسرا انیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۸ یا ۸۹ دن مین تین حیض تو تیس دن کی اور تین طہر
ایک طہر ۲۰ دنکا اور دو طہر انیس انیس دن کے یا ایک طہر انیس دن کا اور دو طہر بیس بیس کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین تو عدت منقضی ہوگی
۹۰ یا ۹۹ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی ویتمشی کلامه فی المبتداة والمعتادة ومن نسیت عادتها
اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہے مبتداہ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بہولے اور اوس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بہول
گئی هم یہہ کلام فی نفسہ صحیح ہے اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کے اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداہ کے ۲۰ دن
ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہہ کلام الا عند نصب عادة لها اذا استمر بها الدم مبتداہ کے ۲۰ دن پر بہی صادق آتا ہی
وتسمی المتحیرة والمضلة اور جو کہ حیض کی عادت بہول گئی اوسکو متحیرہ اور مضلہ کہتے ہین هم متحیرہ اور مضلہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز هم
یعنی وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہے یا یہہ کہ اوسنے فقیہ کو حیران کر رکہا ہی اور اوسکو ناسیہ اور ضالہ اور متحیرہ بہی بولتے ہین وضلالها
اما بعدد او بمکان او بهما کما بسط فی البحر والشامی اور اوسکا گم کرنا اور بہولجانا یا تو شمار ایام حیض کا بہولنا ہی کہ کے دن حیض آتا تہا یا مکان
کا بہولنا ہی یعنی شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تہا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بہولنا ہی یعنی نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ
چنانچہ بحر الرائق اور شامی مین شرح مذکور ہے وحاصله انها تتحری اور حاصل اوس بیان شرح کا یہہ ہی کہ بہولنے والی اٹکل دوڑاوے اور
خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنونکو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کرکے نماز پڑہا کرے اور جن دنونکو حیض سمجہے اونمین
نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہہ ہی کہ جب اوسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل
کرے اور اگر کسیطرف دل نہ ٹہرے اور تردد واقع ہو اوسکا حکم شارح بیان کرتا ہی وفی التردد بین حیض ودخول فیه وطهر تتوضأ لكل
صلوة اور جبکہ صورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جسدن یہہ تردد ہو
کہ شاید یہہ دن حیض کا ہو یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہے اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے
اور قرآن بقدر مفروض اور جب کی شروع اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامه فی الطحطاوی وان بینهما والخروج فیه تغتسل لكل صلوة

اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے یعنی حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے غسل کرے اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی
اور طہر مین داخل ہوتی وتترك غیر مؤکدۃ و مسجدًا و جماعًا اور چھوڑ دے نماز غیر مؤکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنی زوج کو اپنے اوپر
قادر نہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو ھ حلبی محشی نے کہا کہ یہہ دوسری صورت سے متعلق ہے وتصوم رمضان ثم تقضی عشرین
ان علمت بدایته لیلاً اور سارے رمضان مین روزہ رکھے پھر ٢٠ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ھم
اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اوسکا روزہ رمضان مین سوا دس دن کے فاسد نہوا اور دس دن قضا کے فاسد
ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے تو ٢٠ دن کے قضا کرنے مین دس روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے والّا فاثنین
وعشرین ورنہ بائیس ٢٢ دن قضا کرے یعنی اگر ابتداء حیض دن میں سے جانتی ہو تو ٢٢ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن کو شروع ہوا تو دن مین ختم
ہوگا گیارہوین دن تو گیارہ روزے ہوا اوسکے فاسد ہوگئے اور اسیقدر قضا مین کذا فی الحلبی تو ٢٢ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع
ہونگے وتطوف لرکن ثم تعیده بعد عشرة اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے ہین پھر اوسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنی اسواسطے کہ
طواف الزیارۃ مین طہارت واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو وللصدر ولا تعیده اور طواف الصدر کرے یعنی کعبہ سے رخصت
ہونیکا طواف اور اوسکا اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر سے طواف الصدر ساقط ہے وتعتد لطلاق بسبعة اشهر المفتی به اور عدت
کرے طلاق کیوجہ سے سات مہینے مفتی بہ قول پر یعنی مشکلہ اور اسیطرح معتادہ مستمرۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے کذا فی الحلبی اسلئے
کہ تین حیض کے ٣٠ دن اور چھ مہینے کے تین طہر جیسا کہ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اوسکا دو مہینے کا ہوگا وما تراه من لون ككدرة وتربية فی
مدة المعتاد اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکھے جیسا کہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہے ھم جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض
ٹھہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولی حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل هو شیء یشبه الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا
کہ وہ حیض نہین ہے بعضون نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد تمام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہہ
ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض مراد ہے کذا فی نہر الفائق والطہر المتخلل بین الدمین فی الحیض حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونون
کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنی حیض کے دس دن کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور بیچ مین خشکی معلوم
ہوئی تو یہہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہے لان العبرة لاوله وآخره وعلیه المتون طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اسکی
اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھم یعنی جیسے وجوب زکوٰۃ مین ابتدا اور انتہاء سال میں نصاب
کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نرہی ہو اسیطرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے
شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا کہ اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے
اسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون اثناء مدت مین منقطع ہے اور زکوٰۃ مین تھوڑا نصاب اثناء سال مین باقی ہے
صاحب نہر الفائق نے اسکو یون رد کیا ہے کہ یہہ قیاس نہین ہے نصاب پر بلکہ اوسکا نظیر بیان کیا ہے ثم ذکر احکامه بقوله یمنع صلوٰۃ مطلقًا و
لو سجدۃ شکر یہہ شروع ہے احکام حیض کے بیان کی یعنی اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقًا یعنی خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ
کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو وصومًا وجماعًا اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو وتقضیه دون الصلوٰۃ للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے
ضرور نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت کے ھم نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا
مین دقت ہے ولو شرعت تطوعًا فیهما فحاضت قضتهما خلافًا لما زعمه صدر الشریعة اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا
پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونو کو قضا کرے برخلاف اوس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنی شارح وقایہ نے کہا ہے

اور دونون وقت کی نماز قضا کرے ۔ وفی الحیض لو نامت طاهرة وقامت حائضة حکم بحیضها من قامت ۔ اور فیض مین ہی کہ اگر عورت سوئی پاک اور
اوٹھی حیض کیحالت مین تو اوسکو ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اوٹھی ہم یہہ حکم نظر باحتیاط ہی تو اگر عشا کیوقت بدون نماز پڑہی سوگئی اور صبح کو اوٹھی
تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہی وبعکسه نامت حائضة وقامت طاهرة احتیاطًا ۔ اور اسکی بالعکس مین یعنی سوئی حائض
اور اوٹھی طاہر تو اوسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کیوقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضون نے کہا کہ قوله احتیاطًا عکس کی علت ہی مین کہتا ہون کہ
دونون صورتون کی یہ علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اس پر دلیل بحر الرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے گدی رکہی رات کو اور فجر کو
پاک اوٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پہر اگر وہ طاہر تہی سوا اوسنے تراوت دیکہی صبح کو تو بہی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑہی ہو گدی رکہنے سے پہلی
اوسکو پاک قرار دینے کیوجہ سے پہلی صورتمین گدی رکہنے کیوقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورتمین گدی کے جدا کرنے کیوقت
سے نظر باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی وتمنع حل دخول مسجد ۔ اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سے معلوم
ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین نجاوے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہی اور اسیطرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکی پیٹ مین ریح گہومتی ہو اوسکے
خارج کرنے کو باہر مسجد کے نکلجاے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد مین کسیکو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف
ہو تو تیمم کرکے وہین ٹہہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کا کرنا جائز ہے اور اگر خوف سے وہین ٹہہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وحل
الطواف ولو بعد دخولها المسجد وشروعها فیه ۔ اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف
مین شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو وقربان ما تحت الازار یعنی ما بین سرة ورکبة ولو بلا شهوة ۔ اور منع کرتا ہی حیض تہبند کے
نیچے کی نزدیکی سے یعنی اوس بدنکی قربت سے جو ناف اور گہٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت بدون شہوت کے ہو یعنی جماع کرنا اور ران وہان
لگانا اور بدون شہوت کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی ہم یہہ حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت کے ہی اور اگر بدون جماع
کے استمتاع ما تحت الازار بہ حیلولت کے ساتھہ یعنی کپڑا درمیان مین حائل ہو تو جائز ہے اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کہانا پکانا اور اسکی
آٹے اور پانی چہونے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے بچہونے سے علحدہ رہنا لائق نہین کہ یہہ یہودیون کا فعل ہے کذا فی الطحطاوی
عن البحر وحل ما عداه مطلقًا ۔ اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہے مطلقًا ہم ماسوا ہی قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع
بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھہ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی وهل یحل النظر و
مباشرتها له فیه تردد ۔ اور کیا نظر کرنا عورت کی ما تحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہین جواب اسکا یہہ ہی کہ اس مین
تردد ہی ہم شارح کو یہہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے مین کچہہ تردد نہین اسکی تحریم پر کوئی
دلیل نہین وہ داخل ہی اس قول کے تحت مین وحل ما عداه مطلقًا کذا فی الطحطاوی وقراءة قرآن بقصده ۔ اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑہنے کو قرآن
کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑہنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم یہی قول ہے کرخی کا اور اکثر کتب مین اسیکی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑہا بقصد
ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور بسم اللہ پڑہنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑہنا مباح ہی مطلقًا اور ذکر کے
واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اوسکا خلاف اولی ہی کذا فی الطحطاوی ومسه ولو مکتوبا بالفارسیة فی الاصح ۔ اور حیض منع
کرتا ہی قرآن کے چہونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط مین لکہا ہو صحیح تر قول مین ہم مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکہا ہو خواہ
درہم یا دیوار پر مصحف کا مس کسیطرح جائز نہین نہ حروف کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی برخلاف غیر مصحف کہ اوسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور
غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر الا بغلافه المنفصل کما مر ۔ مگر قرآن کا چہونا جدا ہی غلاف سے جائز ہی چنانچہ گذرا یعنی جزدان کے ساتھہ
چہونا درست ہی جو جلی کے ساتھہ درست نہین ہم قرآن کی مانند توریت اور انجیل اور زبور مین جنمین تبدیل اور تحریف واقع نہین ہوئی فقہا نے کہا ہی

کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چہونا حائض کو مکروہ ہے کیونکہ آیات قرانی سے خالی نہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ جمیع شروح نحو کا بہی یہی حال
ہے کذا فی النہر وکذا تمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیۃ اور حیض اسیطرح منع کرتا ہی قران کو اوٹہانے کو جیسے اُس تختے اور ورق کا اوٹہانا ممنوع
ہے جسمین آیت قرانی مکتوب ہو ھ اور اگر آیت سے کم مکتوب ہی تو اُسکا چہونا مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولا باس لحائض وجنب
بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالی وتسبیح وزیارۃ قبور ودخول مصلی عید اور کچہ مضائقہ نہین حائض اور جنب کو دعاؤن
کے پڑہنے اور چہونے اور اوٹہانے مین اور اللہ تعالے کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبرون کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین ھ
لا باس کے لفظ مین اشارہ ہی کہ جنب اور حائض کو ان چیزون مین وضو کر لینا مستحب ہی واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کہانے پینے مین
کلی کرنے اور ہاتہہ دہونے کے بعد ھ تو کلی اور ہاتہہ دہونے کے بعد کہانا پینا اصلا مکروہ نہین حائض کو تو لفظ لاباس کا خلاف اولے پر جو مرجع ہی کراہت
تنزیہی کا دلالت نہین کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہا فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہما فیکرہ للجنب لا الحائض الا اذا خاطب بغسل ذکرہ الحلبی
اور کلی اور ہاتہہ دہونے سے پہلے تو کہانا پینا جنب کو مکروہ ہی نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانیکا حکم نہو یعنی طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ھ
جنب اور حائض مین فرق یہہ ہی کہ جنب کا مُنہ دہونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہی تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہرچند یہہ تعلیل طعام مین جاری نہین
برخلاف حائض کہ اوسکا حکم تو نہین تو قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ مس قران بکم عند الجمہور تیسیرا وصحح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط
اور مکروہ تحریمی نہین چہونا قران کا آستین سے اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کیواسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا ہی اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہی
ھ آستین سے مراد وہ کپڑا ہی جو چہونے والیکے بدن سے متصل ہی ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہی عورت
سے جماع کرنا جبکہ اوسکا حیض منقطع ہوگیا حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہی یعنی جبکہ دس رات دن کے بعد
حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اُس عورت کا جماع درست ہی اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہی تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہی
فان انقطع لدون اقلہ تتوضأ وتصلی فی آخر الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر مین یعنی تین رات دن سے کم مدت مین بند ہوا تو عورت
وضو کرے اور نماز پڑہے نماز کے آخر وقت مین ھ یہان غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہہ خون حیض کا نہین ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت مین جماع کا
حکم بیان نہین کیا لیکن اوسکا حلال نہونا اگلے مسئلے سے ظاہر ہوتا ہی یعنی جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہین تو یہان بطریق
اولے حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا یعنی اقل مدت کے بعد پہر اگر عادت سے کم مدت مین بند ہوگیا تو جماع
حلال نہین اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑہے اور روزہ رکہے احتیاط
کی راہ سے ھ تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہی جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے
کذا فی النہر ولعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے
تو اوسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہوگیا یعنی اسواسطے کہ اوسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین کذا فی البحر والا لا یحل حتی
تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہی تو جماع حلال نہین یہان تک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنی اگر
آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اوسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑہے جماع اوسکا حلال نہین بالاجماع بنا بر
قول اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنی من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت
فی وقت العید لا بد ان یمضی وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جاے جو گنجائش رکہتا ہو نہانے اور کپڑے
پہننے اور تحریمہ باندہنے کی یعنی نماز کے آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہئے بسبب بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنی وجوب
نماز کا ثابت نہین بدون خروج وقت کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کیوقت تو ضرور ہی کہ ظہر کا وقت گذر جاے چنانچہ سراج وہاج مین مذکور ہے

ھم تو مراد یہ ہے کہ ایسے وقت میں پاک ہو کہ خروج وقت تک تنا اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو بلکہ یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت
میں پاک ہوا اور اسقدر زمانہ گذر جاوے جیسا کہ بعضی غلط سمجھے ہیں ہر چند مصنف کی عبارت عام ہے لیکن مراد یہی ہے جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مختصر ہی کہکے
ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق میں ہے نہ قرآن پڑھنے کے حق میں کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن البرجندی مسئلہ یہ ہے کہ اگر حیض بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم میں خون بند ہوا یا تین
دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت میں تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتدأہ ہو خواہ
معتادہ انتہی وہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم الاظہر لا اور کیا صوم میں بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح تر قول میں معتبر نہیں یعنی اگر قبل
صبح کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کیواسطے اسقدر زمانہ شرط ہے رات کا جسمیں نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم میں کچھ فرق نہیں سوا تحریمہ
کے نماز میں تحریمہ معتبر ہے اور صوم میں معتبر نہیں وہی من الطہر مطلقاً اور وہ یعنی تحریمہ طہر اور پاکی میں داخل ہے نہ حیض میں ہر صورت سے خواہ
انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی ولکن الغسل لو لاکثرہ والا فمن الحیض فتقضی مطلقاً ان کفی قدر الغسل والتحریمۃ
ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لئلا تزید ایامہ علی عشرۃ فلیحفظ اور اسیطرح غسل بھی طہر میں داخل ہے اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا
نہیں تو وہ حیض میں داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقاً اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ حیض کے ایام دس سے زیادہ نہو جاویں
سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر اکثر مدت میں انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض میں شمار نہو گا ورنہ ایام حیض کے دس سے زیادہ ہو جاوینگے اور یہ شرع
سے ثابت نہیں ووطؤہا یکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حائض سے کافر ٹھہراتا ہے اوسکو حلال سمجھنے والیکو خاتمہ اس تکفیر پر ایک
نہیں بہت تصانیف میں کہا ہے ازانجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند الجمہور
مجتبی اور اسیطرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ھم حلال عورت کی دبر مراد ہے اور غلام وغیرہ کی دبر میں ظاہرا
یہ تکفیر کا خلاف جاری نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجیء فی
المرتد انہ لا یفتی بکفر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضوں نے کہا کہ حلال سمجھنے والیکو کافر کہنا نچاہیے دونوں صورت
میں اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہے اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور ہراز کی نجاست کیوجہ سے اور اسلیے
کہ باب المرتد میں آویگا کہ فتوی نہیں دیا جاتا ہے مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر میں عالموں کا خلاف واقع ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ھم حرام لغیرہ کے
مستحل کی تکفیر پر فتوی نہیں بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہے جبکہ اوسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہو یا
حرام لعینہ اخبار احاد سے تو اوسکی حلت کا معتقد کافر نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر وہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پہر معلوم کرنا چاہیے
کہ جماع کرنا حیض میں گناہ کبیرہ ہے اگر قصد ہو اپنے اختیار سے حرمت کو جان بوجھکر لاجاہلا او مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہیں اگر اسکی حرمت کو
نہ جانتا ہو یا نہ اختیار ہو کسیکے جبر کرنے سے یا حیض کو بہولکر جماع کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے
ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہے اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کا ھم دینار ساڑھے چار ماشے سونے کا ہوتا ہے اصحاب
سنن کی ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے حائض سے جماع کیا اول خون میں اور حالانکہ خون سرخ
ہو تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون میں جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہو تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول
ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہے وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا اور کیا عورت
پر بھی خیرات کرنا مستحب ہے ضیا میں کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہیں ہے ودم استحاضۃ حکمہ کرعاف دائم وقتا کاملا لا یمنع استحاضہ کے خون
کا حکم نکسیر دائمی کی مانند ہے کہ نماز کے پورے وقت میں جاری ہو ھم خون استحاضہ چھ قسم ہے ایک وہ جو اقل حیض سے کم ہو ۲ یہ کہ اگر حیض سے

زیادہ ہو ۱۲ یہہ کہ حیض مبتداۃ سے زیادہ ہو اور اوسکا حیض دس روز کا ہی ہر مہینے مین ۴ یہہ کہ نفاس مبتداۃ سے زیادہ ہو اور اوسکا نفاس
۴۰ دن کا ہے ۵ یہہ کہ حیض اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاوی ۶ حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آیسہ
اور صغیرہ اور جو بقیۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہے کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہہ ہے کہ اوسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے
خون مین بدبو ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوماً و صلوٰۃ و لو نفلاً و جماعاً لحدیث توضئی و صلی و ان قطر الدم علی الحصیر
خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہین بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو
کیا کر اور نماز پڑہا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہی اور صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی النہر و
النفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ و شرعاً دم فلو لم تره هل تکون نفساء المعتمد نعم یخرج من رحم اور نفاس لغت عرب مین عورت کا جننا
ہے اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پہر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکہے کیا وہ نفسا یعنی زچا
ٹہریگی یا نہین جواب یہہ ہی کہ ہان معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچا ہی ہم تو اوسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اوس واسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی
نہین کذا فی البحر فلو ولدتہ من سرتہا ان سال الدم من الرحم فنفساء و الا فذات جرح و ان ثبت لہ احکام الولد پہر اگر عورت لڑکا
جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف مین زخم تہا وہ پہٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہی اور اگر خون وہان سے جاری نہین
ہوا تو وہ عورت زچا نہوگی زخم والی ٹہریگی اگرچہ اوس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہہ ہین کہ اوسکی مان کی عدت منقضی
ہوگی اور وہ ام ولد ٹہریگی اور اوسکی طلاق اگر ولادت پر معلق ہوگی تو اوسکے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ و عقب ولد
او اکثرہ و لو متقطعاً عضواً عضواً نفاس ثابت ہوتا ہی پورا لڑکا پیدا ہونے یا اکثر یعنی نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے
ہو کر نکلا ہو لا اقلہ فتتوضأ ان قدرت او تتیمم و تومی بصلوٰۃ و لا تؤخر فما عذر [illegible] نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے
یعنی اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہوگی تو اب وہ وضو کرے اگر وہ قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑہے اور نماز کو
تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہی ترک نماز کا چہٹکارا قادر شخص کو یعنی جب ایسی سخت حالت مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا
مرد کو کہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑہنا چاہیئے کہ اپنے نیچے ٹھیکری رکھے یا گڑہا کہود لے اور بیٹھکر نماز پڑہے تاکہ لڑکے کو
تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی و حکمہ کالحیض فی کل شیٔ الا فی سبعۃ ذکرتہا فی الخزائن و شرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کی مانند ہی ہر چیز
مین مگر سات چیزون مین حصکفی نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہی ہم وہ سات چیزین یہہ ہین بلوغ اور استبرا اور عدت
اور یہہ کہ اقل نفاس کی کچہہ حد نہین اور اکثر نفاس ۴۰ دن کا ہوتا ہی اور نفاس صوم کفارہ کی تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت
مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منہا انہ لا حد لاقلہ منجملہ ان سات چیزون کے ایک چیز یہہ ہی کہ اقل نفاس کی کچہہ حد مقرر نہین الا اذا
احتیج الیہ لعدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدرہ الامام بخمسۃ و عشرین یوماً مع ثلث حیض و الثانی باحد عشر
والثالث بساعۃ اقل نفاس کی حد نہین مگر جبکہ عدت کیواسطے اوسکی طرف حاجت پڑی چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اوسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب
تو جنے تو تجہکو طلاق ہی ہوا اوس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم نے اقل مدت نفاس کی اسصورت مین ۲۵ دن کی ٹہرائی ہی تین
حیضون کے ساتہ اور ابو یوسف نے گیارہ دن کی اور محمد نے ایک ساعت کی مدت ٹہرائی ہی ہم یہان امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی النہر تو اگر
عورت نے ولادت سے ۸۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام کے نزدیک اوسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور پندرہ دن
کا طہر نفاس اور حیض کے مابین مین اور تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف کے
نزدیک اوسکی مدت تصدیق کے ۶۵ دن مین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض نو دن کے اور اونکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے

اور محمد کے نزدیک اوسنے مدت تصدیق کے ۳۶ دن اور ایک ساعت ہی ایک مدت نفاس کی اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض نو دن کے اور ۲ میں کے
طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی واکثرہ اربعون یوماً کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی
۴۰ دن ہیں اسیطرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چار چند ہی ف اکثر حیض دس دن کا ہی تو اوسکا
چوگنا ۴۰ دن ہوئے چار چند ہونیکی یہہ وجہ ہی کہ چار مہینے کے بعد بچے مین جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اوسکی غذا ہوتا ہی اور جیسا جو
چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علی الاکثر استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنی
۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہی اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنی پہلی ہی پہل جنی ہی اوسکی عادت مقرر نہین ہوئی اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت
والی نہ جا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی یعنی اگر اوسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہی اور خون ۴۵ دن جاری رہا تو ۳۰ دن نفاس کے ہین
اور باقی استحاضہ ہی وکذا الحائض اور اسیطرح حائضہ کا حکم ہی یعنی اگر مبتداۃ ہی دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو زائد استحاضہ ہی اور عادت والی
تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی ما لم ینقطع علی الاکثر فیہما فالکل نفاس وکذا الحیض ان ولیہ طہر تام پہر اگر خون
بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہی اور حیض مین تمام حیض ہی اگر ہر ایک نفاس اور حیض کے بعد پوری
طہر کامل یعنی پندرہ دنکا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہی یعنی اگر اس خون کے بعد پندرہ دن کا طہر نہوا تو عادت کے موافق نفاس
اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہی ف حیض کیصورت یہہ ہی کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینے مین مثلاً پانچ دن کی سو اوسکو چھہ دن خون آیا تو
چھہ دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر پندرہ دن طہر رہا تو
اب چھہ دن کی اوسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کیصورت یہہ ہی کہ اوسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پہر اوسکو ایکبار ۴۱ دن خون آیا پہر جو وہ دن
طہر ہوا پہر خون آیا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی اور یوم زائد پندرہ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وبہ تثبت وتنتقل العادۃ
بمرۃ فی الصحیح وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہی اور بدلجاتی ہی ایکبار سے اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان منتقی الابحر
کی ہماری شرح مین ہی ف مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا پھر اوسکی عادت ٹھہری پہر جبکہ پانچدن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت
بدلگئی دوبار ایک طرح پر آنا اثبات اور انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہی اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین
ہوتی بدون دوبار کے والنفاس لام توأمین من الاول لو بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان کا نفاس
پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توأمین وہ دو بچے ہین جنکے مابین مین آدھی برس سے کم زمانہ ہے یعنی اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح
رحم ظاہر ہوا تو اوسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلاثۃ ولو بین الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسیطرح کا حکم تین بچون کا اگرچہ
مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے
کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونیکا اصح قول مین کچھہ اعتبار نہین مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد
آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہی تو وہ ولد اول کا نفاس ہی پوری ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد استحاضہ ہی تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع
ثانی کے وہو الصحیح انتہی والعدۃ من الاخیر اتفاقاً لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا پچھلے بچے سے ہی بالاتفاق بسبب متعلق
ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہوجانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا
یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوماً ولد حکماً اور سقط یعنی جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتھ یا پاؤن
یا اونگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرح مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط
کے ہی اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ف بحر الرائق مین ہی کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھہ حق ہی لفظاً ومعنی اسواسطے کہ

بسبب لازم ہے اسکا منحول نہیں آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہے خواہ آپ گرجاے یا اوسکو کوئی گرا دے فتصیر المرأة به نفساء والامة ام ولد وتحنث
به فی تعلیقه وتنقضی به العدة یعنی جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اوسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اوسکے سبب سے اپنی
تعلیق میں قسم توڑنیوالا ٹھہریگا اور اوس سے عدت منقضی ہو جاویگی ھ لونڈی اوسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اوسکا مولے دعوی کرے کہ یہہ میرے نطفہ سے
ہے اور تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ طلاق یا عتاق وغیرہما کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ
کی عدت آخر ہو گی خواہ وہ بیبی ہو یا لونڈی یا اوسکا شوہر مرگیا ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یظهر له شیء فلیس بشیء پھر اگر حمل ساقط میں کچھ اعضا
سے ظاہر نہیں تو وہ کوئی چیز نہیں یعنی نفاس وغیرہ کا حکم اوس سے متعلق نہیں والمرئی حیض ان دام ثلاثا وتقدمه طهر تام والا استحاضة اور جو خون کہ اوسکے
بعد دیکھا جاوے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اوس سے پہلے پورا طہر گذرا یعنی پندرہ دن کا والا استحاضة اور اگر ایسا نہیں یعنی تین دن جاری
نرہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہیں ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے ولو لم یدر حاله ولا عدد ایام حملها ودام الدم
تدع الصلوة ایام حیضها بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اوسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہیں مثلا اندھیرے
میں گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنوں کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہو گیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنوں میں پھر نہاوے
پھر نماز پڑھا کرے معذور کی مانند ولا یحد ایاس بمدة بل هو ان تبلغ من السن ما لا یحیض مثلها فیه فاذا بلغته وانقطع دمها حکم
بایاسها اور محدود نہیں نا امیدی حیض کی پیری کیوجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنی نا امیدی یہہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہنچے کہ ویسی عورت
کو اوس عمر میں حیض نہ آتا ہو پھر عورت جبکہ اوس عمر کو پہنچی اور خون اوسکا بند ہو گیا تو اوسکے ایاس کا حکم ہوگا ھ حلبی محشی نے کہا کہ یہہ امام سے روایت
ہے اور حکم ایاس کا فائدہ یہہ ہے کہ اوسکی عدت مہینوں سے ٹھہریگی اگر اثناء عدت میں خون نمود نہوا فما رأته بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد
بالاشهر وتفسد النکاح پھر جو خون کہ دیکھا اوسنے انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہو جاوینگے ھ
طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہے اور ایاس میں تین مہینوں سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہو گئی اب حیض سے عدت کرنا
چاہئے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہیں وقیل یحد بخمسین سنة وعلیه المعول والفتوی فی زماننا مجتبی
وغیرہ تیسیرا اور بعضوں نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۰ برس کے ساتھ محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانے میں چنانچہ
مجتبی وغیرہ میں ہے آسانی کیواسطے وحده فی العدة بخمس وخمسین قال فی الضیاء وعلیه الاعتماد اور مصنف نے باب العدة میں پچپن
برس کی حد ایاس بیان کی ہے ضیا میں کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے وما رأته بعدها ای بعد المدة المذکورة فلیس بحیض فی ظاهر المذهب
الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل به الاعتداد بالاشهر لکن قبل تمامها لا بعده حتی لا تفسد الانکحة وهو المختار
للفتوی جوهرة وغیرها وسنحققه فی العدة اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنی ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہیں ہے ظاہر مذہب میں
مگر جبکہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہے
نہ بعد تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کیواسطے مختار ہے چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہا میں ہے اور
ہم آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدة میں وصاحب عذر من به سلس بول لا یمکنه امساکه او استطلاق بطن او انفلات ریح او
استحاضة او بعینه رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرة اور صاحب عذر یعنی معذور وہ شخص ہے جسکو
سلس البول کی بیماری ہے یعنی جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہے اسطرح کہ اوسکو روک نہیں سکتا یا کہ اوسکا پیٹ چلتا ہے یعنی دست آتے ہیں یا ریح نہیں تھمتی
یا استحاضہ ہے یا اوسکی آنکھہ میں جوش ہے یعنی درد کے ساتھ یا آنکھہ چوندھی ہے کیچڑ بہتا ہے یا گوشہ چشم میں ناسور ہے اور اسطرح جو چیز یا پانی
بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہے ھ جوش چشم اور ناسور وغیرہ میں آنسو اور پانی کا نکلنا

ما تر شرط ہے عذر کی ابتدا میں استوعب عذرہ تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیع وقتھا زمنا یتوضأ و یصلی فیہ
خالیا عن الحدث بشرطیکہ گھیرے عذر اسکا نماز فرض کے تمام وقت کو اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ نہ پاوے جسمیں وضو کر کے
نماز پڑھے حدث سے خالی ہو کر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم اگرچہ استیعاب ادنیٰ حکما ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا
منقطع ہو جانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے ہم استیعاب حکمی کی یہہ صورت ہے کہ اسقدر انقطاع قلیل ہو کہ اوسمیں اداے نماز اوسی خالی ہو کر
نہو سکے کذا فی الطحطاوی وھذا ای شرط العذر فی حق الابتداء اور یہہ یعنی استیعاب عذر کا نماز کے تمام وقت میں شرط ہے تب کہ شروع ہونے
کے حق میں یعنی ثبوت عذر اولا اسیطرح ہوتا ہے وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر باقی رہنے کے حق میں عذر کا
پایا جانا وقت نماز کے کسی جزو میں کفایت کرتا اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنی ایکبار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط استیعاب
الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق میں استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت میں حقیقتا
شرط ہے اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے ہم انقطاع حقیقی یہہ ہے کہ تمام وقت میں اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے
وقت میں عذر موجود رہا تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا غسل ثوبہ ونحوہ لکل فرض
اور حکم معذور کا وضو کرنا ہے ہر نماز فرض کے وقت نہ دھونا کپڑے کا اور مانند اوسکی یعنی بدن اور مکان کا ہم وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو
سے ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسپر ہے کہ اگر یہہ حالت ہو کہ جو کپڑا دھویا جاوے تو نماز کے فراغت ہونے سی پہلے وہ ناپاک ہو جاوے تو اب کپڑا دہونا لازم
نہیں اور اسیطرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی لدلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض میں وقت کیواسطے ہے جیسا کہ قرآن
مجید میں لدلوک الشمس کا لام وقت کیواسطے ہی یعنی نماز کو قائم کر سورج ڈھلنے کیوقت چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کیلئے نکلتا تھا اگرچہ
ایکوقت میں چند فرض ہوں لہذا شارح نے جتا دیا کہ حرف لام کا بیان وقت کیواسطے ہے ثم یصلی بہ فیہ فرضا ونفلا مع فعل الواجب
ما لا وقت میں پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل اور واجب نماز بطریق اولےٰ داخل ہے یعنی جبکہ نفل باوجودیکہ ضرور نہیں جائز ہی
تو واجب بطریق اولے جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل
بالخروج فان المبطل الحدث لا الخروج پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہو گیا یعنی اگلا حدث ظاہر ہو گیا یعنی ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے
خروج وقت سبب نہیں تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہو جانیکے وقت پھر وہ انقطاع دائم رہا نماز کا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وہ وضو
باطل نہوگا وقت کے خارج ہونے سی جبتک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو ہم اس صورت میں خروج وقت سی اسواسطے
وضو باطل نہوا کہ سیلان کیوقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کما فی التحفۃ یہہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے
یعنی اگر معذور نے وضو کر کے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سی بعد ان نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر
میں وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کی مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وافاد انہ لو توضأ قبل الطلوع ولو
لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت کی قید نے اسکا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید الضحیٰ
کا قصد ہو تو وضو باطل نہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہو جانے سے یعنی یہہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سی مراد نماز فرض
کا وقت ہی اور طلوع کے بعد نصف النہار تک کوئی نماز فرض کا وقت نہیں تو بعد طلوع خروج وقت ظہور بطلان وضو ثابت نہوگا وان سال علی
ثوبہ فوق الدرہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ
ہو المختار للفتوی اور اگر معذور کے کپڑے پر درہم سی زیادہ نجاست روان ہوئی تو اوسکو اوسکا نہ دھونا جائز ہے جبکہ اسطرح ہو کہ اگر اوسکو
دھوئے تو پھر ناپاک ہو جاوے نماز کے فراغت ہونے سی پہلے اور اگر ناپاک نہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول پسندیدہ ہے

ہی کیواسطے ولذا من لیس لا یبسط ثوباً النجس فوراً له ترکه اوراسیطرح وہ مریض ہے کہ نہین بچھاتا کپڑے کو اگر فوراً ناپاک ہوجاتا ہے
ترک فرش جائز ہے ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ زمین پر پاک مکان نہین پاتا ہی نماز کیواسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہے تو اوسکی زخمون
کی نالیہ سی قبل از نماز ناپاک ہوجاتا ہے تواب اوسکو ترک بسط ثوب جائز ہے فوراً اس سی مراد ظاہرا قبل اتمام نماز ہی کذا فی الطحطاوی
وبما ینقض طهارته فی الوقت بسببین اذا توضأ لعذره ولم یطرأ علیه حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہین رہتی وقت
میں دو چیزون سی ایک یہہ کہ جب وضو کیا اپنی عذر کے سبب سی اور دوسری یہہ کہ اوسپر اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضأ لحدث
آخر منقطع ترسال او توضأ لعذره ثم طرأ علیه حدث آخر بان سال احد منخریه او جرحیه او قرحتیه ولو من جدری
ثم سال الآخر فلا تنقض طهارته لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سی اور اوسکا عذر سابق بند ہی پہر اوسکا عذر روان ہوا
یا عذر معلوم کے سبب سی پہر اوس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرحپر کہ اوسکا ایک نتہنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ
وہ پہر دوسرا نتہنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہوگیا تو طہارت اوسکی باقی نرہی ھم پہلی صورت مین نقض وضو عذر سے نہوا اسلیے
ہوا کہ کیونکہ جسسے نہوا تھا بلکہ اور وجہ سی واقع ہوا تھا چنانچہ منیہ اور اوسکی شرح مین ہی اور اگر دونون نتہنے یا دونون زخم ساتھہ ہی
جاری تھے پہر ایک بند ہوگیا تو اوسکا وضو باقی ہے جبتک کہ وقت نماز کا باقی ہے کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
ویجب رد عذره او تقلیله بقدر قدرته ولو بصلوته مومیا واجب ہی ہٹانا اور روکنا اپنی عذر کا یا اوسکا کم کرنا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ
کر کے عذر موقوف ہوسکی ھم یعنی اگر عذر مٹ سکتا ہو تو اوسکو ہٹادی نہین تو کم کردی بحر الرائق مین ہی کہ جب معذور قادر ہو رو
سیلان بہنی یا روکنی اندر کرنے سی یا اگر بیٹھکر پڑہے تو سیلان بند ہو تو روکنا واجب ہے یعنی فرض ہی تو بیٹہکر اشارہ سی نماز پڑھی
اگر سیلان ہوتا ہی اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہے حدث کے ساتھہ نماز پڑہنے سی وبرده لا یبقی صاحب عذر اور عذر کے
روک دینی سی وہ شخص معذور باقی نرہیگا یعنی تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض برخلاف حیض والی عورت کے یعنی اگر حائض حیض کا
سیلان روکدے کسی تدبیر سی تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ وہ معذور کی مانند ہی اور بعضون نے کہا کہ حائض
کی مانند ہے طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہی تو قول ثانی ضعیف ہی ولا یصلی من به انفلات ریح خلف من به سلس بول
لانه معه حدث ونجس اور نماز نہ پڑہے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اس شخص کے جسکا پیشاب نہین تہمتا اسواسطے کہ امام مین دو عذر ہین
ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی مین ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہہ باب ہے نجاستون اور ناپاکیونکے احکام مین ھم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سی فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اوسکو پاک کرنیکا بیان
شروع ہوا اور حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اوسکا وجوب ازالہ کسی
عذر سی ساقط نہین برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وهو لغة یعم الحقیقی والحکمی وعرفاً یختص بالاول انجاس جمع ہی
نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہے ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنی حقیقی کو خاص ہے ھم نجس بفتح جیم مخصوص
نجاسات ذاتیہ ہی اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل ہی تو وہ عام ہی مطلقاً تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون
کہین گے اور جس کپڑی مین نجاست لگ گئی اوسکو نجس بفتح جیم نہ کہین گے بلکہ اوسکو نجس بکسر جیم بولین گے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کی ساتھہ
اور حدث نجاست حکمی کے ساتھہ مخصوص ہی اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سی فرض ہے اگر بمقدار مانع صلوۃ ہو اور اوسکا ازالہ
بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھہ نماز پڑہے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہی تو اگر کشف عورت
لوگون مین کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصراً یجوز رفع نجاسة

یا نجاست کیواسطے ہے نہ واسطے تیمم کرنیکے لیے ہم نجاست کا اثر جیسا کہ رنگ اور بو اور اسیطرح فرمایا لان الیبس وذہاب الطہارۃ
واسطے کہ نماز کے لیے زمین کا پاک ہونا شرط ہے نہ مطہر ہونا اور تیمم کیواسطے مطہر ہونا شرط ہے نہ فقط پاک ہونا وحکم آجر
مفروش وخص بالخاء المعجمۃ سترۃ وشجر وکلاء قائمین فی ارض کذلک ای کارض فیطہر بالجفاف اور حکم پکی اینٹ
جو فرش مین لگی ہو کا جیسا کہ کچی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم اور اوس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہے
زمین کی مانند ہے کہ پاک ہوجاتی ہین یہہ سب چیزین نجاست کے خشک ہوجانے سے شارح نے کہا کہ محقق نجار مسجد چھت کی اوٹ
ہے بانس یا نرکل کا اور یہان مراد وہ سترہ یعنی اوٹ ہے جو چھتون پر ہوتی ہے یعنی ٹٹیان کھڑی کرکے
وکذا کل ما کان ثابتا فیہا لاخذہ حکمہا باتصالہ بہا اور اسیطرح خشک ہونے سے طاہر ہوجاتی ہے وہ چیز جو زمین
مین قائم ہے چنانچہ دہلیز اسواسطے کہ اوسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھہ اوسنے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل یغسل
الا اذا کان حجرا خشنا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہے چنانچہ غیر مفروش اینٹ یا زینہ چوبی تو وہ دہونے سے پاک ہوتی ہے مگر اسکے
پتھر جیسا کہ چکی وہ زمین کی مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے ہم بحر الرائق مین ہے کہ چکنا پتھر تو بدون دہونیکے پاک نہین ہوتا
ومنی یابس بفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہوجاتا ہے
اسکے اثر کا باقی رہنا کچھہ ضرر نہین کرتا بشرطیکہ سر ذکر کا پاک ہو اسطرح کہ پانی سے استنجا کیا ہو ہم ملا مسکین کافی ہے جسکے
طرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا متجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی اولج
فنزع فانزل لا یطہر الا بغسلہ لتلوثہ بالنجس انتہی ای برطوبۃ الفرج فیکون مفرعا علی قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ
اور جوہرۃ اور مجتبی مین ہے کہ ذکر فرج مین داخل کیا پھر نکال لیا پھر انزال ہوا تو یہہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دہونیکے
بسبب نجاست ہی انتہی کلام المجتبی یعنی ناپاکی ہوئی فرج کی رطوبت سے تو یہہ مجتبی کا قول متفرع ہے صاحبین کے قول پر کہ
اوسکی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم کے نزدیک تو وہ پاک ہے جیسی بدن کی باقی رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہین واذا لم
یکن یابسا او لا اثر لہا طاہرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علی المشہور اور اگر منی خشک نہو یا خشک پاک نہو تو دہوئی
جاتی ہے باقی ناپاک چیزین دہوئی جاتی ہین خشک ہون یا تر اگرچہ تازہ خون ہو موجب قول مشہور کے ہم غیر مشہور مجتبی کا یہہ قول ہے کہ اگر تازہ خون
کپڑے مین لگا اور خشک ہوگیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہوگیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیہ ولو رقیقا
لمرض بہ ومنیہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہوگئی ہو
اور درمیان منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہے نہ روایت
کی راہ سے ہم اور اسیطرح قہستانی مین بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہے اور فیض مین اسکو مصرح بیان کیا ہے حلبی نے کہا کہ
آدمی کی منی مین خلاف قیاس رخصت وارد ہے تو اوسپر غیر آدمی کا قیاس نہین ہوسکتا کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا او مبطنا
فی الاصح وبدن علی الظاہر من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح قول مین اور درمیان بدن کے
بنا بر ظاہر مذہب کے ہم یعنی در صورت طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دہونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ
کپڑے پر ہو یا بدن پر فرع ہل یعود نجسا ببللہ بعد فرکہ المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے
پھر ناپاک ہوتا ہے یا نہین جواب یہہ ہے کہ ناپاک نہین ہوتا معتمد قول مین وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسیطرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہوگیا
بدون سائل چیز کے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہین ہوجاتی ہے ہم مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیرہ ذلک کذا فی البحر الرائق مین ہے

الحاصل تصحیح اور اختیار طہارت کی ہر مسئلہ مین مختلف ہے مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت مین اولی ہے جیسا کہ اصحاب متون نے اوسکی تصریح کی ہے ہر مسئلہ مین
وقد انهیت فی الخزائن المطهرات الی نیف وثلثین وغیرت نظم ابن وهبان فقلت اور البتہ مین نے پہنچایا ہے خزائن الاسرار مین مطہرات
کو کچھ اوپر تیس تک اور بدل ڈالا مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے وغسل ومسح والجفاف مطهر ونحت وقلب العین
والحفر یذکر اور دہونا اور پونچھنا اور خشک ہونا پاک کرنیوالا ہے اور چھیلنا اور ذات کا بدلجانا اور کہود ڈالنا کو بھی مطہرات مین ہم دہونا جیسے
مثلا کپڑے مین اور پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدلجانا گدہے اور سور کے نمک ہوجانے مین اور کہود ڈالنا زمین
مین ظاہر کرتا ہے ودبغ وتخلیل ذکوة تخلل وفرک ودلک والدخول التغور اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک
وغیرہ ڈالکر اور ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا ملڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل
ہوناکہ وہ کچھ روان ہو جاوے اور کنوئے کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گہسنا اور دہس جانا طاہر کرتا ہے تصرفه فی البعض ندف ونزح وغلی ونار
وغلی غسل بعض تقور نصف کرنا بعض مین اور روئی کا دہننا اور کنوئے کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جل جانا اور اوبالنا اور بعض
کا دہونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گرا کر دینا ہم تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہے کہ اناج جب بھوسی سے جدا ہوتا ہے بیلون کے روندنے سے تو
انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہو جاتا ہے تو جب اوسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہے خواہ کہانے کیواسطے ہو خواہ بیع خواہ ہبہ
خواہ خیرات کیواسطے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دہننے سے پاک ہو جاویگی اور قنیہ مین ہے کہ تیل اور اسکی مانند
چنانچہ گھی یا شہد ناپاک ہوا پہر اوسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جل گیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہے تو
ایک طرف کے دہونے سے پاک ہو جاتا ہے اور گھی یا شہد یا راب گاڑہی ہے اور اوسمین چوہا گر کے مرگیا تو چوہے کو اور اوسکے گرد پیش کے گھی کو نکال ڈالے
اگر گاڑہا ہے تو باقی چیز پاک ہو گئی ویطهر زیت تنجس بجعله صابونا به یفتی للبلوی کتنور رش بماء نجس لا بأس بالخبز فیه اور پاک ہو جاتا ہے
ناپاک تیل اوسکو صابون بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتوی ہے بوجہ بلوی یعنی اوس سے بچاؤ دشوار ہے جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چہڑکا گیا اوسمین روٹی
پکانے کا کچھ ڈر نہین کطین تنجس فجعل منه کوز بعد جعله فی النار یطهر ان لم یظهر فیه اثر النجس بعد الطبخ ذکره الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ
ناپاک ہو گئی سو اوسکا کوزہ بنایا گیا آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اگر اوسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے
ہم یہ حلبی شارح ہے منیة المصلی کا اور دوسرا حلبی ابراہیم ہے در مختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درهم وان کره تحریما فیجب
غسله اور صاحب شریعت نے نجاست بقدر درہم کے معاف کر دی ہے اگرچہ اوسکے ساتھ نماز پڑہنا مکروہ تحریمی ہے تو بقدر درہم کے نجاست کا دہونا
واجب ہے ہم عفو سے مراد یہ ہے کہ قدر درہم کی نجاست کے ساتھ نماز صحیح ہے بدون اوسکے دہونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ
اوسکی کراہت ثابت ہے اور اگر نماز شروع کر چکا تو اوسکے دہونے کیواسطے نماز کا توڑنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وما دونه تنزیها فیسن وکرہ
تنزیہی جو درہم سے کم نجاست تو اوسکا دہونا مسنون ہے نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہے پہر اگر درہم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کر چکا تو
تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دہونا افضل ہے پہر نماز پڑہنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی مل سکتا ہو اور دوسری جماعت پا سکتا ہو دوسرے
مقام مین تو بھی دہونا افضل ہے ورنہ نماز قطع نکرے وفوقه مبطل فیفرض اور درہم سے زیادہ نجاست نماز کو باطل کرتی ہے تو اوسکا دہونا فرض
ہے والعبرة لوقت الصلوة لا الاصابة علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑہنے کیوقت کا ہے نہ نجاست لگجانیکے وقت کا
اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہے وهو مثقال وزنه عشرون قیراطا فی نجس کثیف له جرم وعرض مقعر الکف وهو داخل مفاصل
الاصابع فی رقیق من مغلظة کعذرة آدمی اور وہ یعنی درہم بوزن ایک مثقال کے ہے یعنی ۲۰ قیراط کی گاڑہی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی
قعر کف دست کے ہے پتلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہے انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ ہم نجاست غلیظہ ایک درہم

معاف ہی بعضون نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضون نے مساحت کا ہندوانی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست
گاڑہی ہے تو درہم کے وزن کا اعتبار ہی اور اگر پتلی ہے تو مساحت درہم کا اعتبار ہی بدائع مین کہا ہی قول مشائخ ما وراء النہر کے نزدیک مختار ہی اور زاہدی
اور زیلعی نے اسکو صحیح کہا ہی امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اور اونکے
سابقین کا اوسمین اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک وہ ہی جسمین دو نص متعارض ہون صاحبین نے کہا اور اوسکی ساتھ مجتہدین کا اختلاف ہی اور
غلیظہ کی تغلیظ مین اثنا زائد اور ہی کہ اوسکی اجتناب مین بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا کل ما خرج منہ موجبا لوضوء او غسل مغلظ
اور اسیطرح جو چیز کہ آدمی کے بدن سے نکلی وضو یا غسل کی موجب ہو کروہ نجاست غلیظہ ہی ھ چنانچہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے
منہ بھر کے اور خون حیض کا یہہ سب نجس بنجاست غلیظہ ہین لیکن اس کلیہ پر ریح کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہی پر طاہر ہے وبول غیر
ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا بول الخفاش وخرؤہ فطاہر اور چنانچہ جاندار غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیرخوار بچے کا پیشاب ہو
مگر چمگیدڑ کا پیشاب اور اوسکی بیٹ پاک ہی وکذا بول الفارۃ لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتوی کما فی التاتارخانیۃ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہی یعنی معاف
ہے بسبب نہو سکنے بچاؤ کے اوس سے اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی ھ حلبی نے کہا یہہ معافی کپڑون اور طعام مین ہی نہ پانی مین بزازیہ اور
فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو ظاہر الروایۃ کہا ہی لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوی عام ہے کذا فی الطحطاوی وسیجئی آخر الکتاب ان خرءہا لا یفسد ما لم
یظہر اثرہ اور آخر کتاب مین آویگا کہ چوہے کی مینگنی ناپاک نہین کرتی جبتک اوسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو ھ روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر درست
ہو تو اوسکو نکالڈالے اور روٹی کو کہاوے کہ وہ پاک ہی کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو علیہ الفتوی ھ اور اشباہ مین ہے
کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہی اور اسی پر فتوی ہی ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیہ وما بقی فی لحم
مہزول وعروق وکبد وطحال وقلب وما لم یسل ودم سمک وقمل وبرغوث وبق اور نجاست غلیظہ ہے خون روان تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون
پاک ہی جبتک اوسکے جسم پر ہے اور جو خون کہ دبلی گوشت اور رگون اور کلیجے اور تلی اور دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی اور جون
اور کھٹمل اور مچھر کا خون یہہ سب پاک ہین ھ جو خون کہ کلیجے وغیرہ مین باقی رہتا ہی وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھہ
حاجت نہین زاد فی السراج وکتان وہی کما فی القاموس کرمان دویبۃ حمراء لساعۃ اور سراج وہاج مین ہی اور خون کتان بروزن رمان کا چنانچہ
قاموس مین ہے چھوٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ ھ شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہے واللہ اعلم فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور
مستثنے ہین کہ وہ ناپاک نہین وخمر وفی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارۃ ورجح فی البحر الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی
شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہی اور اسکے سوا باقی مسکر شرابون مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہین بحر الرائق مین اول یعنی تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہی
اور نہر الفائق مین درمیان یعنی تخفیف رکہی کی ترجیح ہے ھ صاحب نہر نے منیہ کے اس مسئلہ سے استدلال کیا ہی کہ اگر نماز پڑہی اور اوسکی کپڑے مین شراب مسکر ہے
کثیر فاحش نہین تو قول اصح مین وہ کافی نہی ہی حلبی نے کہا یہہ نص ہے تخفیف نجاست مین تو صاحب نہر ہی کا قول صحیح اسواسطے کہ فرع منصوص کیطرف رجوع ہی
اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہی وخرء کل طیر لا یذرق فی الہواء کبط اہلی ودجاج اور نجاست غلیظہ جیسے بیخال ہر ایک اوس پرندے کی جو
ہوا مین نہین اوڑتا چنانچہ خانگی بط یعنی بطخ اور مرغ اما ما یذرق فیہ فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا مین اوڑا کرتا ہی تو اگر وہ حلال ہے
جیسے کبوتر اور گنجشک تو اوسکی بیٹ پاک ہی اور اگر حرام ہی تو اوسکی بیخال ناپاک بنجاست خفیفہ ہی چنانچہ باز اور شکرا اور چیل لیکن اونکی بیٹ سے کنوان ناپاک
نہین تا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہی کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر ھ بحر الرائق مین ہی کہ فضلہ
فرس اور حمار کو عرب مین روث یعنی لید کہتے ہین اور ثور گاو بیل بھینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ کو بعر یعنی مینگنی اور فضلہ انسان کو نجو یعنی
گوہ بولتے ہین افاد بہا نجاسۃ خرء کل حیوان غیر الطیور یعنی مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سوا ہی پرندون کے

کنوئین مین پیشاب کی چھینٹ گر گئی تو ناپاک نہوگا کذا فی الحلبی و فی القنیۃ لو اتصل و انبسط و زاد علی قدر الدرھم ینبغی ان یکون کالدھن
النجس اذا انبسط اور قنیہ مین ہے کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم ملگئین اور پھیل گئین اور درم کی مقدار سے زائد ہوگئین تو چاہیئے کہ ناپاک تیل کی
مانند مانع نماز ہون جبکہ وہ تیل پھیلجاوے ھم یہہ اُسصورت مین ہے جب گرنے کیوقت کپڑے پر نمودار ہو چنانچہ قہستانی مین ہے کہ مانی سے کذا فی الطحطاوی
عن الحلبی وطین شارع و بخار نجس وغبار سرقین ومحل کلاب وانتضاح غسالۃ لا تظھر مواقع قطرھا فی الاناء عفو اور کیچڑ شارع
عام یعنی بڑے راستہ کی اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا غبار اور کتون کے مقام کا اور چھینٹین وضو یا غسل کے پانی کی کہ اونکے قطرات کے مقامات
نمودار نہین برتن مین یہہ سب معاف ہین یعنی ضرورت کیوجہ سے ھم اصح قول یہہ ہے کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اُسکا غسالہ ناپاک نہین ہے
مگر محمد نے جو اوسکو نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالباً میت کا بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اوسکو نہ پونچھا اور ریح کا
اخراج ہوا تو اسکی نجاست مین اختلاف ہے لیکن اکثر علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دہوان اگر کپڑے مین لگا یا بدن مین اسمین بھی
اختلاف ہے صحیح یہہ ہے کہ وہ ناپاک نہین کرتا کذا فی الطحطاوی عن البحر وماء بالمد ورد ای جرٰی علی نجس نجس اذا ورد کلہ او اکثرہ
ولو اقلہ لا کمیتۃ فی نھر او نجاسۃ علی سطح لکن قدمنا ان العبرۃ للاثر اور جو پانی کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا ناپاک پر وہ ناپاک ہے بشرطیکہ
سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اُس سے گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہے
یا نجاست چھت پر ہے اور پانی بہتا جاتا ہے تو یہان تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک نہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہے کہ اثر
نجاست کا اعتبار ہے یعنی جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے ھم ورود عام ہے جریان اور ریختگی سے اور یہان حکم بھی عام ہے تو بہتر یہہ تہا کہ شارح
ورود کی تفسیر جریان نکرتا متن کو عام رہنے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر اسطرح ہے کہ ساری زمین ناپاک ہو یا پرنالے کے پاس نجاست پڑی ہو
بحر الرائق مین ہے کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرا ناپاک نہین ہوتا جب تک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہو یا پرنالے کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی
[illegible] ای اذا وردت النجاسۃ علی الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا یحکم بنجاستہ الا اذا لاقی المتنجس مالم ینفصل [illegible]
حاجت نہین نہادقی ناپاک ہوتا ہے یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے باجماع حنفی و شافعی لیکن اوسکی نجاست کا حکم نہین کیا جاتا کہ پانی
قاموس مین ہے چہوٹا سا گڑہا کہ نجاست سے جدا نہین ہوا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھم بحر الرائق مین ہے کہ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پانی ناپاک ہوجاے نجاست
ملتے ہی مین کہ وہ ناپاک نہین دیکہہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا تغار مین ہو اور پانی اوسپر ڈالا ہو یا پانی تغار مین ہو اور
شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہے اگرچہ ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنی محل مین طاہر ہے اور نجس ہے جبکہ وہان سے جدا ہو اور ناپاک کپڑے دہونے مین
اور نہر الفائق مین درمیان یعنی تخفیف رکہی بدون پانی کے پہر پانی اوسپر ڈالے نہ یون کہ پانی تغار مین اول رکہی پہر ناپاک کپڑا اوسمین ڈالے تاکہ امام شافعی
کنیز فاحش نہین تو قول اصح مین وہ کاکے نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہوجاتا ہے انتہی مختصرا لا یکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسۃ
اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے نہین ہوتی نجاست کی راکہہ چنانچہ گوبر اور لید اور آدمی کی گندگی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون
ہوا مین نہین اوڑتا چنانچہ خانگی پالو لیطا اور مرغ گران قیمت ہے و لا ملح کان حمارا او خنزیرا ورنہ وہ نمک ناپاک ہے جو اول گدہا یا سور تہا جو نمکسار مین
جیسے کبوتر اور کنجشک تو اوسکی بیٹ پاک ہے اور ادا حماۃ لانقلاب العین بہ یفتی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہے جو کنوئین مین گری پہر کالی مٹی ہوکر کیچڑ بنگئی بسبب
نہینگا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اُس سے بچنا مشکل ہے کہا ہے ھم انقلاب ذات تینون مسئلون کی دلیل ہے یعنی گندگی کی راکہہ کا اور گدہے اور سور کے نمک کا
فرس اور حمار کو عرب مین روث یعنی لید کہتے ہین الہ اونکی حقیقت بدلکر اور خیر بنگئی وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ محل لا منہ و
کرہ بہولنے مین آفاد بہا النجاسۃ حتی کل حیوان یعدبحر ھو المختار اور اُس کپڑے یا بدن کا دہونا جسکو ایک مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بہول
[illegible] ظن غالب سے دہویا ہے یہی قول مختار ہے ھم یہہ رد ہے بدائع اور اسبیجابی کے قول کا بدائع مین [illegible]

کپڑے کے دہونے کو واجب کہا ہے اور بعضون نے احتمال کرکے دہونا استحباب کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقولہم انہا ان وقعت احتمل میتۃ
الخلاصہ معزوّی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوۃ التی ہو فیہا ۔ اگر دہونیکے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف سے بدوہر
ہین دو ۔ یا تو دہونے کا اعادہ کریا کرے خلاصہ مین ہے کہ ان دونون ظہیریہ مین قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اوس نماز کا جسمین
اپنے نجاست کو دیکھا ہے ھ یہ غفلت ہے شارح سے صاحب نہر الفائق کی اتباع مین اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ مغایر ہے مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ
بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہے ظہیریہ مین یون ہے کہ نماز پڑہنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہے تو تمام
کی روایات مختلفہ مین قول مختار یہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اسی نماز کا جسمین وہ مشغول ہے کذا فی الحلبی کما لو بال حمر علی حنطۃ تختلط بولہا
الخ علی حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل او بیع کما مر چنانچہ اگر گدہون نے پیشاب کیا مثلاً اوس گیہون پر
جسکو وہ اندتے ہین یعنی روند کر بھوسی سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بٹ گئے یا تھوڑے سے دہوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کہانے یا بیع
کیوجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدہون کو خاص کرکے اسواسطے بیان کیا کہ اونکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق
ہے حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین
اور اسیطرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہو گئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنی ہو سکتا ہے کہ جسقدر گیہون بعد تصرف باقی
رہے ناپاک گیہون انہین مین ہون تو اسصورت مین بداہۃً پاک ٹہر سکے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ ناپاک گیہون اونہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہو گئے ہین تو اس
صورت مین باقی پاک ٹہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دہونے سے سب پاک ٹہرا نجاست دہو جانیکے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاسۃ
اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلث فی الاصح اور اسیطرح
خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہے اوسکو اکھاڑنے اور بالکل دور کر ڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اوسکے اثر کے زائل ہونے
سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو
قبول نہین کرتی ہے ھ غایۃ البیان مین کہا مرئی نجاست سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہوجانیکے بعد نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے
بعد نظر آوے وہ نمودار نہین اصح یہی ہے کہ ایکبار کے دہونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہے خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب
بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغار مین تین بار سے زیادہ دہونا اوسوقت ہے جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہہ قول ہے کہ بعد زوال عین دوبارہ
دہونا واجب ہے یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی ولم یقل بغسلہا لیعم نحو دلک وفرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا اوسکے دہونے
کو نہ کہا کہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنی تطہیر فقط دہونے پر منحصر نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت
حاصل ہوتی ہے ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین مضر نہین ہے
باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنی جسکا زوال دشوار ہو اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم
پانی یا صابون اور اسکی مانند اور چیز کیطرف ھ مانند اسکی وہ برتن ہے جسمین شراب تھی خواہ وہ برتن نیا ہو یا پرانا تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین
یعنی دہونیکے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المجتبی بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہے وہ جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا
ناپاک چیز سے چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اوسکو تین بار دہو ڈالنے سے ھ نجس سے مراد یہان متنجس ہے نہ نجس العین ۔ مثل مسئلہ چربی مردار تو اگر رنگ
یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اوسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہے رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہے اوسکا دہونا یہانتک کہ دہونیکا پانی صاف بے رنگ نکلے ولا یضر اثر دہن الا دہن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی
لا یدبغ بہ جلد ولا یستصبح بہ فی غیر مسجد اور مضر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر

طہارت ہی کیونکہ عین نجاست ہی یہانتک کہ اُس سی چمڑے کو دباغت نکیجے بلکہ مسجد کے سوا اور جگہہ اوسکا چراغ مین جلانا چاہیے وَيَطْهُرُ مَحَلُّ
غَيْرِهَا اي غير مرئية بِغَلَبَةِ ظَنِّ غَاسِلٍ لَوْ مُكَلَّفًا وَإِلَّا فَمُسْتَعْمِلٍ طَهَارَةَ مَحَلِّهَا بِلَا عَدَدٍ بِهِ يُفْتَى اور جو نجاست نمودار نہین اُسکا محل پاک
ہوتا ہے دہونے والیکے گمان غالب سی اوسکے محل کے پاک ہو جانیکو بلا تعیین عدد یہ اسیکا فتوی ہے یعنی جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل
ہوا تو محل نجاست پاک ہی بشرطیکہ دہونے والا مکلف یعنی عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہین یعنی صغیر یا مجنون تو اوسکی استعمال کرنیوالیکا ظن غالب
کا اعتبار ہی م دہونے کیحالت مین جبکہ طہارت محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار رگڑنے سی یہہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہی چنانچہ
کرخی نے اسکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی نے اسکو اختیار کیا ہی کذا فی الطحطاوی وَقُدِّرَ بِثَلَاثٍ لِمُوَسْوِسٍ بِغَسْلٍ وَعَصْرٍ ثَلَاثًا أَوْ سَبْعًا فِيمَا يَنْعَصِرُ مُبَالِغًا
بِحَيْثُ لَا يَقْطُرُ اور یہہ دہونا وسواس والیکے حق مین اندازہ کیا گیا ہے بساتہہ دہونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اُس چیز مین جو نچڑ سکتی ہی بحالت
مبالغہ اسطرح پر کہ پھر نچوڑنے سی بوند نہ ٹپکے م ازبسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت اوہام سی حاصل نہین لہذا اوسکی حق مین یہہ اندازہ شرع مین مقرر ہوا
فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تھا اور فقہاء بخارا کا تین بار دہونیکا صاحب سراج نے دونون قولون مین توفیق دی کہ اگر شخص وسواسی نہین تو ظن
غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دہونا کافی ہے سات بار کا دہونا واجب نہین مستحب ہی تا خلاف شافعی کا نہو اور اشتراط عصر علی العموم
نہین کہ بعضے برتنون مین نہین ہو نا بحر الرائق مین حاوی قدسی سی منقول ہے کہ برتن تین طرح ہین مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی
تطہیر چار طرح ہے جلانا اور چھیلنا اور پونچہنا اور دہونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہی اور نجاست اوسکے اجزا مین گہس گئی تو جلایا جاوی اور اگر پرانا ہو تو
دہویا جاوی اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل ڈالا جاوی اور اگر پرانی کا ہے تو دہویا جاوی اور اگر لوہے یا پیتل یا رانگ یا کانچ کا ہی اور چکنا صیقلدار
ہے تو پونچھہ ڈالا جاوی اور اگر چکنا نہین کہردرا ہے تو دہویا جاوی اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر زمین نجاست لگی تو تین بار پے درپے دہویا جاوی اسلیکہ
نچوڑنا متعذر ہے تو پے درپے دہونا قائم مقام نچوڑنے کے ہی کذا فی الطحطاوی وَلَوْ كَانَ لَوْ عَصَرَهُ غَيْرُهُ قَطَرَ طَهُرَ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ دُونَ ذَلِكَ
الْغَيْرِ اگر یہہ حال ہو کہ اگر دہونیوالیکے سوا غیر شخص اوسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہوگیا دہونیوالیکی نسبت غیر شخص کی نسبت م وجہ اسکی یہہ ہی کہ ہر شخص مخاطب ہے
بقدر اپنی طاقت کے تو دوسری کی قدرت سی یہہ شخص قادر نہ ٹہریگا وَلَوْ لَمْ يُبَالِغْ لِرِقَّتِهِ هَلْ يَطْهُرُ الْأَظْهَرُ نَعَمْ لِلضَّرُورَةِ اور اگر نچوڑنے مین مبالغہ نکیا
کپڑے کے باریک ہونے کیوجہہ سی تو پاک ہوگا یا نہین ظاہر تر جواب یہہ ہی کہ ہان پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے م فتاوی قاضیخان مین عدم
طہارت کو پسند کیا ہے وَقُدِّرَ بِتَثْلِيثِ جَفَافٍ أَيْ انْقِطَاعِ تَقَاطُرٍ فِي غَيْرِهِ أَيْ غَيْرِ مُنْعَصِرٍ مِمَّا يَتَشَرَّبُ النَّجَاسَةَ وَإِلَّا فَبِقَلْعِهَا
كَمَا مَرَّ اور ٹہرایا گیا ہے دہونے مین تین بار کا خشک ہو جانا یعنی تقاطر کا بند ہونا اوسکے غیر مین یعنی جو چیز نچڑ نہین سکتی اُس قسم سی کہ نجاست کو
سوکہتی ہے اور اگر سوکہتی نہین تو ازالہ نجاست سی پاک ہو جاتی ہی یعنی ایسی خشک کرنا شرط نہین کذا فی الطحطاوی وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا غُسِلَ فِي إِجَّانَةٍ
أَمَّا لَوْ غُسِلَ فِي غَدِيرٍ أَوْ صُبَّ عَلَيْهِ مَاءٌ كَثِيرٌ أَوْ جَرَى عَلَيْهِ الْمَاءُ طَهُرَ مُطْلَقًا بِلَا شَرْطِ عَصْرٍ وَتَجْفِيفٍ وَتَكْرَارِ غَمْسٍ هُوَ الْمُخْتَارُ اور یہہ سب
یعنی تین بار دہونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیز مین اور دہونا تین بار خشکی کے ساتہہ اوسکی غیر مین اُسوقت ہی جبکہ دہویا جاوی طاشت اور طغار مین لیکن
اگر چھیر اور تالاب مین دہویا جاوی یا اوسپر پانی بہت سا ڈالا جاوی یا اوسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک ہو جاتا ہی مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکہانے اور
چندبار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہی م فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا اسقدر کہ زوال نجاست کا گمان آیا تو وہ پاک ہوگیا کیونکہ
پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہی کذا فی الطحطاوی عن المحیط وَيَطْهُرُ لَبَنٌ وَعَسَلٌ وَدِبْسٌ وَدُهْنٌ يُغْلَى ثَلَاثًا اور پاک ہوتا ہی دودہ اور
شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینی سی م ان چیزون کے پاک کرنیکا یہہ طریقہ ہی کہ مثلا شہد کا جتنا حصہ پانی اوسمین ڈالکر جوش دے
کہ پانی جلجاوی اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی وَلَحْمٌ طُبِخَ بِخَمْرٍ يُغْلَى وَيُبَرَّدُ ثَلَاثًا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب مین وہ پاک
ہوتا ہی تین بار جوش دینی اور سرد کرنے سی مراد خشک کرنا ہی یہہ قول ہی ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہی دائما کذا فی الطحطاوی

من البر وكذا دجاجة ملقاة حالة الغلي للنتف قبل شقها فتح اور اسیطرح پاک ہوتی ہے تین بار دہونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے
جوش مین ڈالی گئی ہو اوسکا پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح ہم یہہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہو گی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہے
چنانچہ فتح القدیر مین ہے تو بہتر یہ ہے کہ ایسے گرم پانی مین ڈالنے سے اوسکی پیٹ کی آلائش نکالڈالی اور محل وسم مین جو خون کہ جاہو دہو ڈالی کذا
فی الطحاوی وفی التجنیس حنطة طبخت فی خمر لا تطهر ابدا یفتی اور تجنیس مین ہے کہ جو گیہون کہ پکایا گیا شراب مین وہ کبھی پاک نہین ہوتا اسیکا
فتویٰ ہے ہم یہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخت من بول نقعت و
جففت ثلثا اور جو گیہون پیشاب مین پہولا وہ پانی مین تین بار تر کیا جاوے اور سکہایا جاوے ولو عجن خبز بخمر صب فیه خل حتی یذهب ریحها
فیطهر اور جو گوندا گیا آٹا شراب مین اور روٹی پکی تو اوسمین سرکہ ڈالا جاوے یہانتک کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے ہم یعنی دہونے سے پاک
نہین ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اوسمین ڈالی جاوے **فروع** چہری بجہائی گئی ناپاک پانی مین وہ تین بار پاک چیز مین بجہائی جاوے
گوشت کے شوربے مین نجاست گری جوش کیحالت مین وہ تین بار اوبالا جاوے تو پاک ہوا اور اگر جوش کیحالت مین نہین گری تو تین بار گوشت دہویا جاوے
کذا فی الطحاوی

فصل یہ فصل ہے استنجا کے احکام مین ہم ایک نسخہ مین فصل ہے تنوین کے ساتھ اور دوسری نسخہ مین فصل فی الاستنجاء
ہے الاستنجاء ازالة نجس عن سبیل فلا یسن من ریح وحصاة ونوم وفصد استنجا دور کرنا ہے نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر
سے تو استنجا کرنا مسنون نہین ریح اور پتہر اور نیند کا اور فصد کے خون سے ہم اسواسطے کہ ریح اور پتہری اور نیند نجاست نہین اور خون فصد کا قبل اور دبر
سے نہین جو اسکا ازالہ مسنون ہو وهو سنة مؤكدة مطلقا اور استنجا سنت موکدہ ہے ہر حالمین یعنی خواہ نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا
ڈہیلون سے خواہ وضو کرے یا جنب یا حائض وما قیل من افتراضه لنحو حیض مجاز قہستانی اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہے مانند حیض اور
نحوہ سے پڑہنے مین سو قول تحقیقی نہین ہم حیض کی مانند چنانچہ جنابت اور نفاس و اثر کا ۱۲ ونیه شخص مستنجی وشئ مستنجی به وکیفیة وهو ما خرج من احد
السبیلین وکذا لو محلیه من خارج وان قام من موضعه علی المعتمد ارکان استنجا کے چار ہین ایک وہ شخص جو استنجا کرنیوالا دوسرا وہ چیز جس سے
استنجا کیا جاتا ہے جیسا کہ پانی اور تیسری نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح مسنون ہے استنجا اگر اوسکے سبیلین کو باہر سے نجاست لگجاوے اگرچہ وہ شخص قضاء حاجت کے
مکان سے اوٹھ کہڑا ہو قول معتمد پر جو شمار کرتی ہے نجاست نکلنے کا مقام زبر یا قبل بنحو حجر مما هو عين طاهرة قالعة لا قيمة لها كمدر منق استنجا سنت ہے تہر ایسی چیز
اوس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنیوالی ہے جسکی کچہ قیمت نہین چنانچہ صاف کرنیوالا ڈہیلا ہم ڈہیلے کی مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی
کہال ہے اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک سے بدون کرایہ استنجا جائز نہین بہتر طریقہ استنجا کا یہہ ہے کہ بدنکو نہایت ڈہیلا کرکے بیٹہے
مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا اوٹہنے سے پہلے کپڑے سے موضع استنجا کو پونچہ ڈالے اور کپڑا نہو تو اپنا ہاتھ
بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونون ہاتہونکو دہووے کذا فی الطحاوی لانه هو المقصود فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث
اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہے تو استنجا کرنیکو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنیوالی اور نہایت سلامت رکہنے
والی ہو آلودہ کرنے سے ولا تقیید باقبال وادبار شتاء وصیفا اور استنجا مقید نہین اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی مین ہم
اقبال یہہ کہ پیچہے کیطرف سے آگے ڈہیلا لاوے اور ادبار یہ ہے کہ آگے سے پیچہے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہے یہہ مسنون نہین کہ مرد
جاڑے مین پہلا ڈہیلا پیچہے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچہے اور تیسرا اول کی مانند اور گرمی مین اسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم
مین اول اقبال کرے یہہ اقبال اور ادبار کا قول قاضی خان کا ہے اور زیلعی اور قہستانی نے اسکو اختیار کیا ہے ولیس العدد ثلثا بمسنون
بل مستحب اور تین ڈہیلون کا شمار استنجا مین مسنون نہین بلکہ مستحب ہے ہم استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈہیلے
سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ اور تین ڈہیلون کا ذکر جو بعض احادیث مین ہے بنا بر غالب عادت کے ہے یعنی غالبا اسیقدر سے پاکی حاصل ہوتی ہے

والتسل بالماء الى ان يقع فى قلبه انه طهر الا ان يكون موسوسا فيقدر بالثلث كذا فى اور پانی سے دہونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالیکے دل
مین یہہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہوگیا یہہ اوسکے حق مین ہے جو شخص وسواسی نہین تو وسواسی کے حق مین تین بار کا دہونا
ٹھہرایا جاوے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین گذرا ایضاه ای المجی بلا کشف عورته عند احد پانی سے دہونا ڈہیلون کے بعد بدون شرمگاہ کہولنے
کے کسیکے روبرو یعنی اوس شخص کے روبرو جس سے جماع مستنجی کو حرام ہے ھم عمدہ مرتبہ یہہ ہے کہ ڈہیلون کے بعد پانی سے دہونا پہر اسکے بعد فقط پانی
پر اکتفا کرنا پہر اسکے بعد فقط ڈہیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما معه فتركه كما مر اور کشف عورت کے ساتھ تو دہونیکو ترک کرے چنانچہ
غسل کی سنتون سے پہلے مذکور ہو چکا فلو كشف له صار فاسقا تو اگر دہونے کیواسطے اوسنے بدن کہولا تو گنہگار ہو جاویگا ھم بحر الرائق مین ہے
کہ ایسی صورت مین ڈہیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا نکرے نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہین لا لو كشف لاغتسال
او تغوط كما فی الجنة ابن الشحنة گنہگار نہوگا اگر غسل واجب یا نہانے کیواسطے شرمگاہ کہولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے نہ
روایت کی راہ سے بیان کیا ہے سنة مطلقا به یفتی سراج ڈہیلون کے بعد پانی سے دہونا سنت ہے ہر زمانے مین اسیکا فتوی ہے کذا فی السراج ھم
یعنی ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین یکسان سنت ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہمارے زمانے مین سنت ہے صحابہ کرام کیوقت مین مستحب تھا
ويجب اى يفرض غسله ان جاوز المخرج نجس مانع اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دہونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست
جو نماز کی مانع ہے یعنی اگر قدر درم سے زائد ہے مخرج عام ہے قبل ہو یا دبر ويعتبر القدر المانع لصلوة فيما وراء موضع الاستنجاء
لان ما على المخرج ساقط شرعا وان كثر ولهذا لا تكره الصلوة معه اور مانع نماز کی مقدار نجاست ما ورای موضع استنجا مین معتبر ہے
اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہے وہ شرعا ساقط الاعتبار ہے اگرچہ وہان بکثرت ہو یعنی درم سے زیادہ ہو لہذا اوس نجاست کے ساتھ نماز
پڑہنا مکروہ نہین ھم قدر درم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہے کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت
تحریمی ہے نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ استنجا سنت ہے کذا فی الطحطاوی وكره تحريما بعظم وطعام وروث يابس كعذرة
يابسة وحجر استنجى به الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا ہڈی اور کہانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہے آدمی
خشک گوہ سے اور اوس ڈہیلے سے جس سے ایکبار استنجا کیا گیا مگر اوسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہین استنجا کرنا مکروہ نہین واجر
وخزف وزجاج وشیء محترم كخرقة ديباج ويمين ولا عذر بيسراه اور مکروہ تحریمی ہے پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے
ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اسحالت مین کہ اوسکی بائین ہاتھ مین کچھہ عذر نہین ھم اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے مین جراحت سوفتہ کا قدر
ہے اور محترم چیز سے اوسکی تضییع بیمحل ہے اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس ذکر حدیث مین منع ہے تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھ
سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہو سکے تو داہنے ہاتھ مین ڈہیلا لے اور اوسکو حرکت ندے بلکہ ذکر کو اوسپر رگڑے بائین ہاتھ سے
کذا فی البحر فلو شلتا ولم يجد ماء جاريا ولا صابا ترك الماء پہر اگر بایان ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نپاوے اور نہ اوس شخص کو
جو اوسپر پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے ھم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جسے شرعا پردہ نہین تو داہنے ہاتھ سے
استنجا کرے ولو شلتا سقط اصلا كمريض ومريضة لم يجد من يحل جماعه اور اگر دونون ہاتھ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہوگیا
یعنی ڈہیلون سے بھی اور پانی سے بھی اوس بیمار مرد اور عورت کی مانند جنہون نے اوس شخص کو نپایا جسکا جماع کرنا حلال ہے کہ انسے بھی استنجا مطلقا
ساقط ہے یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو انسے استنجا کروالے وفحم وعلف حيوان وحق غير وكل
ما ينتفع به اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار مدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو
اوس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاه مع الكراهة

لحصول الانقاء پھر اگر ڈہیلی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہے کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہوجانے صفائی کے ۱۲ قہستانی مین نظم سے منقول ہے کہ
کرنا چاہیے کہ تین ڈہیلون سے استنجا کرے پھر اگر زیادہ کی ضرورت ہو تو زیادہ کرے پھر اگر اوسکو بھی نہ پاوے تو مٹھی بھر خاک سے کرے اور ان تین چیزون کے سوا استنجا نہ کرے کہ
بموجب حدیث کے مورث فقیری ہے اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہے کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اوسکا پیٹ دھووے پھر بنصر کو اونچا
کرے اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو ۱۲ قول مین اور بعضون نے کہا یہانتک دھووے کہ ہاتھ کی
چکنائی دور ہوکر کھردرا ہوجاوے اور عورت کو اپنی بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر مرد کیطرح دھووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے اگر
ٹھنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کی مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وذکر
نظر بقیہ مرة بعد مستة لا غیر فینبغی ان لا یکون مقیما للسنة ۱۲ ه ترمصنف کے اس قول مین کہ ڈہیلی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہے خلل ہے سوا اسکے
مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہے کچھ اور تو لائق یہہ ہے کہ نہو آدمی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے ۱۲ صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ
مسنون تو ازالہ ہی نجاست کا اور ڈہیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہے غایۃ الامر یہہ ہے کہ اس شے مخصوص سے ازالہ ممنوع
ہے اس سے لیکن ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کیے مکان مین سنت پڑہنے سے سنت ادا ہوگی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کمافی البحر ۱۲ استقبال قبلة
واستدبارها لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہے قبلہ کا سامنا اور اوسکو پیٹھ دینا پیشاب کرنے یا پاخانہ کیواسطے ۱۲ قبلہ کسی جہت مین ہو
اوسکا استقبال اور استدبار ممنوع ہے اور یہہ جو حدیث مین وارد ہے کہ مشرق مغرب کیطرف بول براز کیواسطے بیٹھا کرو تو اونکے حق مین ہے جنکا قبلہ مشرق اور
مغرب کیطرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کیطرف ہے ولا لاستنجاء لو یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کیوقت استقبال یا استدبار قبلہ ہو تو مکروہ نہین
یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہے کیونکہ ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النہی استقبال اور استدبار قبلہ مکروہ ہی اگرچہ عمارت
کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین کراہت ثابت ہے فلو جلس
مستقبلا لها غافلا ثم ذكر يحرف ندبا لحديث الطبري من جلس يبول قبالة القبلة فذكرها فانحرف عنها اجلالا لها لم يقم من
مجلسه حتى يغفر له سو اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اوسکو یاد آیا تو پھر جاوے اوسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کے جو بیٹھا پیشاب کرنے کو
قبلہ کے سامنے پھر اوسکو یاد پڑا سو پھر گیا اوسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو کھڑا نہوگا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امكنه
والا فلا باس به اگر ممکن ہو قبلہ کیطرف سے پہرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم امکان سے کما کرہ هذه تعم التحريمية والتنزيهية للمرأة امساك
صغير لبول او غائط نحو القبلة اور اسیطرح عورتکو مکروہ ہے تہامنا صغیر کا پیشاب یا پاخانہ کیواسطے قبلہ کیطرف شارح نے کہا کہ یہہ کراہت کے اقسام
شامل ہین کراہت تحریمی اور تنزیہی دونونکو وكذا مد رجليه اليها اور اسیطرح پانون پھیلانا قبلہ کیطرف مکروہ ہے ۱۲ طحطاوی نے کہا کہ یہہ کراہت
تنزیہی ہے واستقبال شمس وقمر لهما لاجل بول او غائط اور مکروہ ہے سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا پاخانہ کیواسطے وبول وغائط فی
ماء ولو جاريا في الاصح وفي البحر انها في الراكد تحريمية وفي الجاري تنزيهية اور مکروہ ہے بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول
مین اور بحر الرائق مین ہے کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی ہے اور آب رواں مین کراہت تنزیہی ہے ۱۲ طحطاوی نے کہا مگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور
جہاز سے اوترنا ممکن نہو وعلى طرف نهر او بئر او حوض او عين او تحت شجرة مثمرة او في زرع او في ظل ينتفع بالجلوس فيه اور مکروہ
ہے بول اور براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پہلے درخت کے نیچے یا کھیت مین یا اوس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اوسمین
بیٹھکر ۱۲ یہہ سب کراہت تحریمی ہے کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہے کذا فی الطحطاوی انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے
دور ہو اوسکے نیچے بول یا براز مکروہ نہین وبجنب مسجد ومصلى عيد وفي مقابر وبين دواب وفي طريق الناس اور مکروہ ہے مسجد اور
عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چوپایون کے درمیان اور لوگونکی راہ مین ۱۲ قبرستان مین وجہ کراہت یہہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی

سے جس سو زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر اسمین کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہے کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث ہوئی ہو اوسمین چلنا
حرام ہے تو بول و براز بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفي مهب ريح وجحر فارة اوحية او نملة وثقب اور ہوا چلنے کے سامنے اور چوہے
یا سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر سوراخ مین مراد العینی وفي موضع يمر عليه احد او يقعد عليه وبجنب طريق او قافلة او خيمة وفي
المستقبل الارض التي اعلاها عینی مین اتنا زیادہ کہا ہے اور مکروہ ہے اُس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ
کی برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین کیطرف پیشاب کرنا مکروہ ہے یعنی عود نجاست کیوجہ سے والتكلم عليهما اور مکروہ ہے بولنا بول براز کرتے
ہم اسواسطے کہ حق تعالیٰ اسپر ناخوش ہوتا ہے اور بول براز کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد نہ کہے اور چھینکنے والیکو دعا نکرے اور سلام کا
جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور بول براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھنکارے اور چپ و راست
نہ دیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کیطرف سر نہ اوٹھاوے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ
لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ نمازی کپڑون کو وہان نہ لیجاوے اگر مقدور ہو نہین تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آب مستعمل
سے اور سر برہنہ نجاوے اور وہان داخل ہوتے کہے اللهم اني اعوذ بك من الخبث والخبائث واعوذ بك من الرجس النجس الخبيث المخبث الشيطان الرجيم
اور مکروہ ہے وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قران لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے بایان پانون اول بڑہاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے
اور دونون پانو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پانون پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے الحمد لله الذي دفع عني الاذى وعافاني کذا في
الطحطاوي وان يبول قائما او مضطجعا او متجردا من ثوبه بلا عذر اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹکر یا کپڑون سے برہنہ ہوکر بدون
عذر کے ہم بلا عذر کے قید سب سے متعلق ہے اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے الله عليه وسلم نے کھڑے
پیشاب کیا بیٹھنے کی درد کیوجہ سے کذا فی البحر او يبول في موضع يتوضأ هو او يغتسل فيه لقوله عليه السلام لا يبولن احدكم في مستحمه فان عامة الوسواس
منه یا مکروہ ہے پیشاب کرنا اُس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہو یا اوسمین غسل کرتا ہو اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص
تم لوگون مین سے اپنی غسل خانہ مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے ہم فصل مسائل ملتقطہ شارح کے يجب الاستبراء حتى يستقر قلبه
على انقطاع العود جب یعنی فرض ہے استبرا یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چلکر اور کھنکار کر اور بائین پہلو پر لیٹکر
ہم حدیث مین وارد ہے کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبرا عبارت ہے ازالہ خارج
تا اینکہ منقطع ہوجاوے کذا فی الطحطاوی ويختلف بطباع الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہے لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب یعنی کسیکو جلد پاکیزگی حاصل
ہوتی ہے کسیکو دیر سے کسیکو چلنے سے کسیکو کھنکارنے وغیرہ سے ومع طهارة المغسول تطهر اليد مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا
ہے یعنی جب دہونیکا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اوسکی ساتھ پاک ہوگیا اوسکی علیحدہ دہونے کی حاجت نہین خواہ محل دہونیکا استنجا ہو یا سوا اوسکے
ويشترط ازالة الرائحة عنها وعن المخرج الا اذا عجز والناس عنها غافلون اور طہارت مین شرط ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور
مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دہوتا ہے بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ اس شرط سے
غافل اور بیخبر ہیں ہم ہاتھ سے بو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی سے
استنجى المتوضئ ان على وجه السنة بان ارخى انتقض والا لا باوضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ پر کیا بطریقہ کہ مخرج کو ڈہیلا کرکے
استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نکیا تو وضو نہ ٹوٹا تمام او مشى على نجاسة ان كان عين النجس والا لا سو یا چلا
نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہو یعنی بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا اور نہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے
موضع مین اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وقعت في نهر فاصاب ثوبه ان ظهر اثرها تنجس

ولا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پہر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین
لَفَّ طَاهِرٌ فِي مُبْتَلٍّ بِمَاءٍ بِحَيْثُ لَوْ عُصِرَ قَطَرَ تَنَجَّسَ وَإِلَّا لَا پاک کپڑا لپیٹا گیا ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو پانی سے اگر پاک کپڑا اسقدر تر
ہے کہ جو اسکو نچوڑئے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہو گیا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین اگرچہ نم ہو گیا ہو وَلَفَّ فِي مُبْتَلٍّ بِنَحْوِ بَوْلٍ إِنْ ظَهَرَ نَدَاوَتُهُ أَوْ
أَثَرُهُ تَنَجَّسَ وَإِلَّا لَا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اس ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو پیشاب کی مانند نجس العین سے تو اگر اسکی تراوت یا اثر اسکا ظاہر
ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہو گیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فَأْرَةٌ وُجِدَتْ فِي خَمْرٍ فَرُمِيَتْ فَخُلِّلَ إِنْ مُنْتَفِخَةً تَنَجَّسَ وَإِلَّا لَا چوہا نکلا شراب
مین سو پھینکا گیا پہر وہ شراب سرکہ بنگئی اگر چوہا پہٹا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین هم لقسمو سی اجزاء ہو کے شراب مین ملگئے
تو شراب کے منقلب سرکہ ہو جانے سے جو ہو کر اجزاء نجسہ منقلب لطہارت نہین ہو سکتے وَقَعَ خَمْرٌ فِي خَلٍّ أَيْ قَطْرَةٌ لَمْ يَحِلَّ إِلَّا بَعْدَ سَاعَةٍ وَإِنْ كَثُرَ يَحِلُّ فِي الْحَالِ
شراب گری سرکہ مین اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کہانا حلال نہین مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب کوزہ بہر ہے تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہو هم وجہ اسکی
یہ ہے کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہے نہ بو جس سے انقلاب مین استدلال کیجیے تو کچہ توقف کرنا چاہیے اور اگر کوزہ بہر شراب سرکہ مین گری اور اسکا مزہ
اور بو باقی نرہا تو صاف معلوم ہو گیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہو گئی کذا فی الحلبی فَأْرَةٌ وُجِدَتْ فِي قُمْقُمَةٍ وَلَمْ يُدْرَ مَتَى مَاتَتْ فِيهَا أَمْ فِي جَرَّةٍ أُخْرَى
بَلْ يُحْمَلُ عَلَى الْقُمْقُمَةِ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گھڑے مین یا کنوئین مین تو اسکا مرنا لوٹے مین محمول ہوگا یعنی
اسواسطے کہ حادث کی اضافت اسکی اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثَلَاثٌ تَرَبَّى مِنْ سَمْنٍ وَعَسَلٍ وَدِبْسٍ أُخِذَ مِنْ كُلٍّ حِصَّةٌ وَخُلِطَ
فَوُجِدَ فِيهِ فَأْرَةٌ تَضَعُهَا فِي الشَّمْسِ فَإِنْ خَرَجَ مِنْهَا الدُّهْنُ فَمِنَ السَّمْنِ وَإِلَّا فَإِنْ بَقِيَ عَلَى حَالِهِ فَالْعَسَلُ أَوْ صَلُبَ فَالدِّبْسُ تین برتن شکنین مین گھی اور شہد اور
شیرہ تہا ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اسمین مردہ چوہا نکلا تو اسکو مخاطب ترا اس چوہے کو آفتاب مین رکہے پہر اگر اس چوہے سے چکنائی
نکلے تو گہی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی اور اگر بحال اپنے رہا تو شہد ناپاک ہے اور اگر سخت ہو گیا تو شیرہ ناپاک ہے یعنی اسلیئے کہ دہوپ سے گہی پگہل جاتا ہے اور شہد سخت ہی
اور شیرہ نرم ہو جاتا ہے يُعْمَلُ بِخَبَرِ الْحُرْمَةِ فِي الذَّبِيحَةِ وَبِخَبَرِ الْحِلِّ فِي مَاءٍ وَطَعَامٍ عمل کیا جاوے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین اور حلت کی خبر پر پانی اور کہانے
هم یعنی ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو خبرین متعارض مسموع ہوئین یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ
مین اسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ وہ حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور طعام مین اصل حلت ہے تو دونوں خبرون کو ساقط
الاعتبار کر کے اصل پر عمل کرنا چاہیے يَتَحَرَّى فِي ثِيَابٍ أَكْثَرُهَا طَاهِرٌ تحری کرے یعنی سوچ اور اٹکل دوڑا دے پاک کے دریافت کرنے مین ان کپڑون
مین جو آدہے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین هم جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہرا تو اسی مین نماز پڑہ لے کہ نفس تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ان اگر اسمین
نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا اسوقت اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وَإِنْ أَكْثَرُهَا طَاهِرًا لَا أَقَلُّهَا بَلْ يَحْكُمُ بِالْأَغْلَبِ إِلَّا لِلضَّرُورَةِ تحری کرے اور برتنوں
کے سو پانی کے ان برتنوں مین جنمین اکثر یعنی آدہے سے زیادہ پاک ہین نہ ان برتنون مین جو آدہے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سبکو ناپاک
جانے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بہی سوچ پر عمل کرے يَحْرُمُ أَكْلُ لَحْمٍ أُنْتِنَ لَا نَحْوِ سَمْنٍ وَلَبَنٍ حرام ہے کہانا اس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور
دودہ اور ایسی سڑی چیز کا هم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گھی ضرر نہین کرتا ہے بخلاف سڑے گوشت کے شَعِيرٌ فِي بَعْرٍ أَوْ رَوْثٍ صُلْبٍ يُؤْكَلُ
بَعْدَ غَسْلِهِ لَا فِي خِثْيٍ جو نکلے سو کہی مینگنی البعر مین تو دہونے کے بعد کہائی جاوین اور اگر گوبر مین نکلے تو نہ کہائی جاوین مَرَارَةُ كُلِّ حَيَوَانٍ كَبَوْلِهِ
وَجِرَّتُهُ كَزِبْلِهِ پتہ ہر جانور کا اسکی پیشاب کی مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اسکی سرگین کی مانند ہے یعنی جو بول ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ
اسکو بہی پاک کہتا ہے حُكْمُ الْعَصِيرِ حُكْمُ الْمَاءِ پہل اور گہاس کے رس کا حکم پانی کی مانند ہے یعنی جیسے نجاست حقیقی پانی سے دور ہوتی ہے ویسی
ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی رس بہی اگر دہ در دہ ہو تو ناپاک نہو گا رُطُوبَةُ الْفَرْجِ طَاهِرَةٌ خِلَافًا لَهُمَا
عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک الْعِبْرَةُ لِلطَّاهِرِ مِنْ تُرَابٍ وَمَاءٍ اختلاط یعنی اعتبار پاک کا ہے مٹی

یا پانی سے کہ باہم مخلوط ہو گئی اسیکا فتوی ہے یعنی پانی اور مٹی سے جو گارا بنا گرا نمین سے ایک بھی پاک ہو تو گارا پاک ہے ھم یہہ قول ضعیف ہے بحر الرائق مین ہے کہ
جب گارا بنا ناپاک پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہہ ہے کہ گارا ناپاک ہے دونون مین کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہے قاضی خان اور فقیہ ابو اللیث کا اور
خلاصہ مین جو طہارت کی یہہ توجیہ کی ہے کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بنگئی وہ ظاہر الفہم نہین اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جن کہا نونگا پانی یا گھی نجس
وہ پاک ہون کیونکہ ترکیب سے اور شئی ہو گئی وعلے ہذا سب مرکبات جسکے اونکی بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ یہہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الحلبی مختصرا
فی حمام وبحوہ لا ینجس مالم یعلم انہ نجس پیادہ یا چلا حمام اور اوسکی مانند اور مکا نمین چنانچہ غسل خانہ مین تو ناپاک نہوگا جبتک یہہ معلوم
نہو جاے کہ جو پانی پانو نمین لگا وہ نجاست کا ہو ورن ہے ھم مراد یہہ ہے کہ برہنہ پانون چلا تو بدون پانون دہوئے نماز جائز ہے اور احتیاط یہہ ہے
کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا یمنع اخذ الماء من الانبوبۃ لانہ یصیر الماء بہا کذا پانی لینا اوس نالی سے جسکا پانی حوض مین گرتا ہے
منع نہین اسواسطے کہ حوض کا پانی اسبب سے جاری ہو جائیگا ھم شاید کہ ہاتھ مین نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض مین نجاست واقع ہوگی یا مستعمل اوسمین
گریگا تو ناپاک ہوگا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہہ قول ظاہر اعلے سبیل الاولویۃ کے ہے یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہے التبکیر
الی الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ علے الصباح حمام مین غسل کیواسطے جانا مروت کے افعال سے نہین ہے یعنی بلے شرمی ہے
اسواسطے کہ اسمین مقلوب کنایہ کا اظہار ہے ھم مقلوب کنایہ نیک ہے یعنی جماع یعنی لوگون کے سامنے حمام مین جانا صبح کیوقت ظاہر کرتا ہے رات کے جماع کو
اور یہہ بیشرمی ہے طحطاوی نے کہا بہتر یون تہا کہ شارح بجاے مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب نیک ہے یعنی جماع ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ
طاھرۃ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین ھم یعنی اونکی مستعمل کپڑونمین نماز درست ہے تا وقتیکہ نجاست کا یقین نہوا اور تجنیس مین ہے کہ ذمیون
کے پاجامو نمین نماز مکروہ ہے حلبی نے کہا شاید اسوجہ سے کہ وہ استبرا اور استنجا نہین کرتے دیباج اھل فارس نجس لجعلھم فیہ البول لبریقہ
اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہے اوسمین پیشاب ڈالتے ہین چمک کیواسطے ھم فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہے لہذا اوسکو
ناپاک کہا اسیطرح جس اگر یزی کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اوسکو ترک کرنا چاہیئے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین اسواسطے کہ
کپڑون مین اصل طہارت ہے رأی فی ثوب غیرہ نجسا مانعا ان غلب علے ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہ وجب والا لا والامر بالمعروف علی ھذا
ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے مین نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہے یعنی درم سے زیادہ ہے اگر اوسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اوسکو خبر کریگا
تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب ہے یعنی فرض ہے اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی
تفصیل پر ہے ھم یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہین اور یہہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہے کہ
اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کرے چاہے نکرے اور نہی عن المنکر مین یہہ بھی ہے کہ جو مرتکب نہوتا ہو اوس فعل کا جو منہی عنہ ہے
اوسکو علم ہے اور جب فاسق پر بھی ثابت ہے اگرچہ اوسکا امر اور نہی نامہ مجلس نہین کذا فی الطحطاوی حمل الشجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا لما
ورد اول ما یسئل عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوۃ جانماز کا لئے رہنا ہمارے زمانہ مین بہتر ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث
شریف مین وارد ہے کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہوگی ھم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا
چاہیئے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلے اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

یہہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شرع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ
یعنی شروع ہے اصل مقصد مین کہ نماز ہے بعد بیان کرنے وسیلہ کے کہ طہارت ہے ولم تخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہین رہی کسی
رسول کی شریعت یعنی یہہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبھی منسوخ نہین ہوئی وانما صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لا
منہ بل ھی فرعہ اور چونکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان کے اجزا سے بلکہ وہ ایمان

کے نزدیک سے ہے ھم یعنی چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہین لہذا نماز ایمان
مین داخل نہین بلکہ اوسکی تابع ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اوسکے حکم کے یعنی اوسکو فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان مین داخل ہے اسواسطے
کہ ایمان عبارت ہے جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وھی لغۃ الدعاء منقولۃ شرعا الی الافعال المعلومۃ وھو
الظاھر لوجودھا بدون الدعاء فی الامی والاخرس اور نماز لغت عرب مین بمعنی دعا ہے پھر شرع مین منقول ہوئی افعال معلومہ یعنی رکوع اور
سجود وغیرہ کیطرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الانسب ہے بسبب موجود ہونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین ھم شارح نے اشارہ
کیا کہ صلوۃ منقول شرعی ہے منقول شرعی وہ ہے جسمین معنی لغوی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوۃ دعا مین حقیقت ہے افعال مخصوصہ کو صلوۃ
ھی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع ھم یعنی پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر
اسواسطے کہا کہ اونمین دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی
مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اہل اسلام ھم اہتمام نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہ اہتمام حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی
امت کو خاص ہے کسی نے نہین پڑھی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز مین اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے
اور نماز مین اللہم ربنا ولک الحمد کہنا اور نماز مین گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہے
چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور بعضون نے کہا کہ عشا کی نماز اول حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے
چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج مین بیان کیا ہے اور عینی شرح ہدایہ مین ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا اور صبح
اوسکا حصول ہوا کذا فی الطحطاوی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اونکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام
نے پڑھی جبکہ اونکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسی علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسی علیہ السلام نے
پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہے انتہی مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہے قرآن مجید کی اقیموا
الصلوۃ یعنی اے مسلمانو قائم کرو نماز کو وغیرہ ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان
قبل الہجرۃ بسنۃ ونصف وکانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا ھم یعنی نماز فرض ہوئی معراج مین شب شنبہ رمضان
شریف کی سترھوین تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے دو نمازین تھین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اوسکے
ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی ھم یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف مین ذکر کیا یہ ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ معراج رجب
مین ہوئی تھی اور یہی لوگون مین مشہور ہے اور امام نووی نے سیر روضہ مین اسکو ذکر کیا ہے وان وجب ضرب ابن عشر علیہا بید لا بخشبۃ
لحدیث مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع واضربوھم علیہا وھم ابناء عشر ھم یعنی نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگر یہ واجب ہے دس برس کے
لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین کہ وہ سات برس کے ہون اور انکو مارو
جبکہ وہ دس برس کے ہون ھم اگرچہ حدیث مین مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت مین وارد ہوئی اور صغیر محل جنایت
نہین لہذا اوسکی ضرب ہاتھ پر محمول ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے شروع ہوئی تاکہ اوسکو نماز کی
عادت پڑ جاوے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار ضرب متوسط سے مارنا چاہیے وتجب والصوم کالصلوۃ علی الصحیح کما فی صوم
القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یؤمر بالصوم والصلوۃ وینہی عن شرب الخمر لیألف الخیر ویترک الشر
ھم روزہ نماز کی مانند ہے حکم کرنے اور مارنے مین بنابر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم مین زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح
مختار کی کتاب الحظر مین ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اوسکو نیکی کی عادت پڑے اور بدی
کو چھوڑ دے ھم مراد یہ ہے کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور تمام منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوۃ اور شراب کی کچھ خصوصیت نہین

وَيُكَفَّرُ جَاحِدُهَا لِثُبُوتِهَا بِدَلِيلٍ قَطْعِيٍّ اور نماز کا انکار کرنیوالا کافر ہو جاتا ہی بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنی قرآن اور احادیث
اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمین کچھ احتمال نہین منح الغفار مین ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے وَتَارِكُهَا عَمْدًا مُجَانَةً
أَيْ تَكَاسُلًا فَاسِقٌ يُحْبَسُ حَتَّى يُصَلِّيَ لِأَنَّهُ يُحْبَسُ لِحَقِّ الْعَبْدِ فَحَقُّ الْحَقِّ أَحَقُّ وَقِيلَ يُضْرَبُ حَتَّى يَسِيلَ مِنْهُ الدَّمُ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يُقْتَلُ بِصَلَاةٍ
وَاحِدَةٍ حَدًّا وَقِيلَ كُفْرًا اور نماز کا عمداً چھوڑنیوالا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہے قید کیا جاوی یہانتک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ خلق
محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے تو خدا کے حق مین حبس کرنا بدرجہ اولٰی سزاوار ہی اور بعض یعنی امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوۃ مارا جاوے
یہانتک کہ اوسکا خون جاری ہو اور امام شافعی کے نزدیک تارک الصلوۃ قتل کیا جاتا ہی ایک نماز کے چھوڑنے سے یہہ قتل حد کی راہ سے اور دوسرا
قول یہہ ہی کہ قتل کفر کی راہ سے ہے ه اسیطرح رمضان کا تارک الصوم واجب الحبس ہو اور شافعی کی مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی منکر تارک
الصلوۃ متکاسل لازم القتل ہے مگر کسیکے نزدیک وہ کافر نہین سوای امام احمد کے کذا فی الطحطاوی وَيُحْكَمُ بِإِسْلَامِ فَاعِلِهَا بِشُرُوطٍ أَرْبَعَةٍ
أَنْ يُصَلِّيَ فِي الْوَقْتِ مَعَ جَمَاعَةٍ مُؤْتَمًّا مُتِمًّا اور حکم کیا جاتا ہی نماز پڑہنیوالے کے مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھ یہہ کہ نماز
پڑہی عین وقت مین جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ه اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی مین مخصوص ہی لہذا اوسکے فاعل پر اسلام کا
حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اوسمین نفل کا احتمال ہے یا اقتضا و فرضیت وقت
قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونونکو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے کہ اقتدا اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہی
برخلاف امام ہونے کے کہ اوسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہوگی اور اتمام صلوۃ سے مراد یہہ ہی کہ اوسکو فاسد نکرے کذا فی
الطحطاوی وَكَذَا لَوْ أَذَّنَ فِي الْوَقْتِ أَوْ سَجَدَ لِلتِّلَاوَةِ أَوْ زَكَّى السَّائِمَةَ صَارَ مُسْلِمًا اور اسیطرح اگر اوسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت
قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے چارپایون کی زکوۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ه اسواسطے کہ یہہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لَا لَوْ صَلَّى
فِي غَيْرِ الْوَقْتِ أَوْ مُنْفَرِدًا أَوْ إِمَامًا أَوْ أَفْسَدَهَا أَوْ فَعَلَ بَقِيَّةَ الْعِبَادَاتِ لِأَنَّهَا لَا تَخْتَصُّ بِشَرْعِنَا یعنی مسلمان نہ ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین
نماز پڑہی یا تنہا یا امام ہوکر نماز پڑہی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات اوسنے کین اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے
ساتھ مخصوص نہین ه باقی عبادات چنانچہ زکوۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر
حج کرنا اور قرآن کا پڑھنا بھی اس امت کی خصوصیات سے ہی تو انکو بھی مستثنے کرنا چاہئے کذا فی البحر وَنَظَمَهَا صَاحِبُ النَّهْرِ فَقَالَ شعر وَكَافِرٌ فِي
الْوَقْتِ صَلَّى بِاقْتِدَا ۞ مُتَمِّمًا صَلَاتَهُ لَا مُفْسِدَا ۞ أَوْ أَذَّنَ أَيْضًا مُعْلِنًا أَوْ زَكَّى ۞ سَوَائِمًا أَوْ كَانَ سَجْدَةً زَكَّى ۞ فَمُسْلِمٌ لَا بِالصَّلَاةِ
مُنْفَرِدَةً ۞ وَلَا الزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ الْحَجِّ زِدْ ۞ اور خصوصیات مذکورہ اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہی اور کافر نے عین وقت
مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اوسنے بھی اذان دی آشکارا یا چرندے چارپایونکی زکوۃ ادا کی یا مانند سجدہ تلاوت کرنیکے
پاک ہوکر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے سے اور نہ اور اموال کی زکوۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے
وَهِيَ عِبَادَةٌ بَدَنِيَّةٌ مَحْضَةٌ فَلَا نِيَابَةَ فِيهَا أَصْلًا أَيْ لَا بِالنَّفْسِ كَمَا صَحَّتْ فِي الْحَجِّ وَلَا بِالْمَالِ كَمَا صَحَّتْ فِي الصَّوْمِ بِالْفِدْيَةِ لِلْفَانِي
لِأَنَّهُمَا إِنَّمَا تَجُوزُ بِإِذْنِ الشَّارِعِ وَلَمْ يُوجَدْ اور وہ یعنی نماز صرف بدن کی عبادت ہی تو اوسمین نیابت نہین کسیطرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج
مین صحیح ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزہ مین درست ہی فدیہ دیکر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہی سو وہ
اذن نماز مین پایا نہین گیا ه نماز محض عبادت بدنی ہی یعنی مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب ہی اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب
کرنا ہرطرح درست ہی اور حج فرض مین بشرط عجز دائمی صحیح ہے اور صوم کے بدلہ مین بھی عجز دائمی تا موت شرط ہے منح الغفار مین ہے کہ نماز مین
نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہی سو وہ عبادات بدنیہ مین جان اور اعضا کی محنت کشی ہی انتہی

کے کرنے سے حاصل ہے اور آفتاب کے کرنے سے غیب کے نفس پر شفقت متحقق نہیں ہوتی تو نیابت مطلقا جائز نہیں نہ مجزی نہ قدرت میں انتہی سببہا
تادفت الشمس ثم الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب تو ہے ہوا ہر اسباب ربانی کا اور حکم قرانی ہر وقت نماز کا آنا ھم سبب عبارت ہے
یعنی آئے الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ میں تواتر نعمات ہے اور حکم قران مجید کا چنانچہ اقیموا الصلوۃ
وان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا اور سبب ظاہری وقت ہے واسطے کہ وجوب متجدد ہوا ہے اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہے
سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی ثم الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما یلی ابتداء الشروع من الوقت یتصل بہ الاداء والا
یتصل الاداء بالجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر وقت سبب ہے یعنی اوسکا پہلا جزء سبب ہے اگر اوسکے ساتھ ادا ہو نماز متصل ہوا اور اگر جزء اول میں
نماز نہ پڑھی تو وقت کے جس جزء سے ادا ہو نماز کا اتصال ہوگا وہی جزء سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا
جزء سبب ہوگا ھم خلاصہ مقام یہ ہے کہ وجوب نماز میں وسعت ہے تو جزء اول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر سے مثلا گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان
یہ ہے کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہے جس سے ادا متصل ہو ورنہ الا جملہ وقت سبب ہے کذا فی الطحطاوی ولو اتصلحتے تجب علی مجنون ومغمی
علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جزء سبب ہے اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر
میں پچھلے جزء کا زرد ہو جاتا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونوں ہوش میں آگئے پچھلے جزء میں اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر
کہ وہ دونوں پاک ہوگئیں اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جزء اخیر میں مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت میں نماز پڑھی ہو ھم
جزء اخیر سے مراد وہ جزء ہے جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا ہو وہ آن اور لحظہ جس میں اللہ اکبر کہا جاسکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام
کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہے تو اس وقت کی نماز اسپر واجب ہوگی اور نہیں تو نہیں اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہے اور نماز مرتد کی صورت یہ ہے کہ
وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر میں مثلا اوسنے فرض نماز ادا کی پھر معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت میں اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ
کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی الطحطاوی مختصرا وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الوجوب بصفۃ الکمال
ولانہ الاصل حتے یلزمہم القضاء فی کامل ہو الصحیح اور بعد نکلنے وقت کے مضاف ہوا ہے سبب جمیع وقت کیطرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی
صفت پر اور اسلئے کہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال یہی اصل ہے تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت میں نہ ناقص میں یہی قول صحیح ہے ھم
تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل بادشاہی آخر وقت عصر میں غروب سے پہلے تو اوس وقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص وقت ہے وقت صلوۃ الفجر
قدمہ لانہ لا خلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت ہمارے نے کہا مصنف نے فجر کیوقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اوسکے دونوں طرفوں میں یعنی
اول اور آخر میں خلاف نہیں اتفاق ہے امت کا بر خلاف ظہر وغیرہ کے ھم اور یہ جو بعضوں نے اول فجر میں اختلاف کیا ہے کہ اول جزء ہے اعتبار
اوسکا اور آخر وقت نہ رہے آفتاب کی کرن کے طلوع تک خواہ تیر انداز کے تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو سبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتبار
کے نہیں کذا فی الطحطاوی واول من صلاہا آدم والخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اوسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ
نماز کے پہلے واجب ہونے کی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی تو اوس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شب معراج میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ پانچ ٹھہر گئیں پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہیں بدلتی
تمکو پانچ وقت کی نماز میں پچاس وقت کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ وقدم محمد
الظہر لانہا اول ما ظہر ہو تبیانا اور امام محمد حسن شیبانی نے جامع صغیر میں ظہر کو اول ذکر کیا ہے اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلی ہے باعتبار
ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ھم یہ قول مبنی ہے اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کیوقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد
اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اور یہ دونوں روایتیں ہیں مشہور تر یہی روایت ہے کہ ابتداء امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی

ولا يتوقف وجوب الاداء على العلم بالكيفية فلذا لم يقض نبينا صلى الله عليه وسلم الصبح صبيحة ليلة الاسراء ۔ اور پوشیدہ
نہیں موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسی واسطے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا کی شب معراج کی صبح کو ۔ یہ جواب
ہے سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ
وہ واجب ہو گئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہ ہے کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدون اوسکے اوسکا ادا کرنا واجب نہیں اور یہ سوال وارد ہوتا ہے مشہور
روایت پر نہ غیر مشہور پر اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اس میں کچھ استبعاد نہیں اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب
میں اسلام لایا اور شرائع کو اوسنے مجملاً معلوم کیا تو اوسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بلا علم کیفیت واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی ثم هل كان
قبل البعثة متعبدا بشرع احد ام لا المختار عندنا لا بل كان يعمل بما ظهر له من الكشف الصادق من شريعة ابراهيم وغيره ۔ پھر اسکو دریافت
کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہیں جواب پسندیدہ ہم حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ کسی شریعت خاص
پر عمل نہ کرتے تھے بلکہ اوسپر عمل کرتے تھے جو کشف صادق سے آپکو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے وصح تعبده في حراء
اور صحیح ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا غار میں جسکا حرا نام ہے کذا فی البحر ۔ ابن اسحق وغیرہ نے ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام
ہر سال ایک مہینے حرا میں تشریف لیجاتے تھے عبادت کرنے کو بعضوں نے کہا عبادت آپکی ذکر تھی اور بعضوں نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فی
الطحطاوی من اول طلوع الفجر الثاني وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل نماز فجر کا وقت ہے ابتداء طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ
یعنے فجر ثانی سفیدی ہے جو پھیلی کنارہ آسمان میں عرض اور چوڑائی میں لمبی ہم فجر دو قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جسکو حدیث میں دنبالا
جیسے بھیڑیے کی دم وہ سفیدی مثل سیاہی ویران ہو جاتی ہے لہذا اوسکو صبح کاذب کہتے ہیں اوسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہے اور صائم کو سحر
کھانا درست ہے صبح کی نماز اوسوقت جائز نہیں اور فجر ثانی افق میں معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائین پھیلی اور چوڑی ہوتی ہے وہ بتدریج اسکی روشنی
زیادہ ہوتی جاتی ہے اوسکو صبح صادق بولتے ہیں وہی وقت ہے ابتداء نماز فجر کا اوسوقت صائم کو سحر کھانا درست نہیں الى قبيل طلوع
ذكاء بالضم غير منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہے آفتاب کے نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکا بالضم ذال معجمہ
غیر منصرف آفتاب کا نام ہے ثم چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز میں اصل ہے اور مشہور لہذا اوسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام
ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اس حدیث کو بہت صحابیوں نے روایت کیا ہے ازانجملہ ابن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ اور
عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسی اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہیں رضی اللہ عنہم سو
ابن عباس کی حدیث کو ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ان سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل
علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل شراک یعنی بند نعلین کی مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ
سایہ ہر چیز کا اوسکی برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشا پڑھی جبکہ شفق ڈوبا پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم
پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اوسی چیز کے برابر ہو گیا کل کی عصر کے وقت پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شے کا اوسکے دو چند تھا پھر مغرب
پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جبکہ زمین روشن ہو گئی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمد
یہ وقت ہے تجھ سے پہلے انبیا کا اور وقت ہے ما بین ان دونوں وقتوں کے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں
اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کذا فی البنایۃ شرح الہدایۃ للعینی ووقت الظهر من زواله
ذكاء عن كبد السماء الى بلوغ الظل مثليه ۔ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنی آفتاب کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شے کے سایہ کے
دو چند ہونے تک ہم ظہر کے اول وقت میں خلاف نہیں آخر وقت میں اختلاف ہے امام اعظم کے نزدیک مثلین تک ہے یعنی دونا سایہ ہونے تک

له صادق اسلئے کہتے ہیں کہ صبح دیتی ہے قرب طلوع آفتاب کی اور بعضے کہتے ہیں [illegible] ۱۲

محمد کی روایت ہین جو ینابیع مین کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہی اور محیط مین ہی کہ امام ہی کا قول صحیح ہے اور محبوبی نے اسکو مختار کہا اور نسفی نے
اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعۃ نے اسکو ترجیح دی اور غیاثیہ مین کہا وہو المختار اور شرح مجمع مین کہا کہ اصحاب متون نے اسکو پسند کیا اور شارحین
اسی پر راضی ہوئے کذا فی الطحطاوی عن البحر سنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر الاذکار
وہو المأخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے
ایک مثل کی روایت ہی یعنی حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اس چیز کے ہوگیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہی اور زفر
اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہین اور غرر الاذکار مین ہی کہ یہی قول
لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان مین ہی کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل اس باب مین نص
صریح ہے اور فیض مین ہے کہ اسی پر لوگون کا آج عمل ہے اور اسیکا فتوی ہے م بحر الرائق مین ہی کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہین کرتا کہ یہی مذہب
ہے صحیحان مقدم ہے کے ذکر ہونے کے بعد اور سراج وہاج مین ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسمین ہی کہ ظہر کی نماز مثل تک ادا کرے اور
عصر کی نماز نہ پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونون نمازین اپنے وقتون پر بالاتفاق ادا ہون کذا فی الطحطاوی سوی فیء الزوال
للاشیاء قبیل الزوال سوائے اس سایہ کے جو سب چیزون کا ہوتا ہی زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا ہم یعنی ٹھیک دوپہر ہونا آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز
کا سایہ باقی رہتا ہو وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہی مثل اور مثلین کے حساب مین داخل نہین اوسی سایہ کو فی الزوال کہتے ہین اور سایہ اصلی کہتے ہین
طحاوی نے کہا فی الزوال کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواقع مین ایام سرما مین اور گاہے دونا ہوتا ہی
تو اگر مثل کو اعتبار کیجئے ذی الظل کے پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جاوے نہ امام کے نزدیک یہہ حال ہی وہان کے لوگونکا جنکی سرون
پر آفتاب سامنے نہین آتا لیکن جن لوگون کے سرون کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہان مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہی یعنی اسواسطے کہ وہان
سایہ اصلی معدوم ہو جاتا ہو ویختلف باختلاف الزمان والمکان اور فی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہی زمان اور مکان کے اختلاف سے
ہم یعنی سرما مین سایہ اصلی بڑا ہوتا ہی اور گرما مین چھوٹا اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہین وہان سایہ چھوٹا ہے اور بعید مین
وہان بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی کی مانند ہی وہان سایہ اصلی ایکدن بالکل معدوم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطہ سرطان مین داخل ہو اور سال
بھر مین یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی سے کم ہوتا ہی وہان کا سایہ اصلی سال مین دوبار بالکل نابود ہو جاتا ہی چنانچہ مکہ معظمہ
اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے
واسطے وہ چیز نہ پاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھہ قدم کا ہوتا ہی اوسی شخص کے قدم سے انگوٹھے
کیطرف سے ہم یہہ کلام محذوف پر مرتب ہی اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ کی عبارت سے اور وسمین یون ہی کہ زوال کی شناخت مین چند روایات ہین
اور تین صحیح تر ہین ہے یعنی ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین مین چاشت کے وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم
ہوتا جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہین ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان سے تو یہہ وقت ہی ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا
وہ فی الزوال اور سایہ اصلی ہی اور جبکہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑھا اور لمبا ہوا تو معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھل گیا چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور مجتبی مین ہی کہ اگر
کوئی لکڑی گاڑنے کو نہ ملے فی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے قیاس کرے ساڑھے چھہ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہین
اور جسم مین التوفیق یون ہو سکتا ہی کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے ہوتا ہی اور ساڑھے چھہ قدم انگوٹھے کیطرف سے انتہی اور محمد سے دو قول منقول
ہے جو اس سے بھی زیادہ تر آسان ہی وہ یہہ ہی کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر جبکہ آفتاب ابروئے راست پر آیا تو ڈھل گیا کذا فی الطحطاوی مضمرات عینی
مین یون ہی کہ جب آفتاب بائین طرف سے ڈھلا تو یہی زوال کا وقت ہی انتہی ہم یمین اور یسار کا اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہی کما فی حاشیہ

العینی الحسن سراج الوہاج و وقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے آفتاب کے ڈوبنے تک لمحہ بھر پہلے طحطاوی نے کہا یہی قول معتمد ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہے فان غربت ثم عادت ھل یعود الوقت الظاہر نعم سو اگر آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ان وقت پھر آویگا ھم یہہ بحث ہی صاحب نہر کی بدلیل حدیث رد شمس یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علی مرتضی کی گود مین سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضی نے عصر کی نماز نہین پڑھی تو فرمایا کہ الہی علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہانتک کہ انہون نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہہ واقعہ خیبر مین ہوا تھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہی ازانجملہ طبرانی نے سند حسن سے اوسکو روایت کیا ہی اور جنہی اوسکو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے اونسے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکی مخالفت نہین کذا فی الطحطاوی وہی الوسطی علی المذہب اور یہی عصر کی نماز وسطی ہے بنا بر مذہب صحیح کے ھم قران مجید مین فرمایا کہ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی یعنی محافظت کرو نماز و نپر اور نماز وسطی پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطی کی تعیین مین تیئس قول ہین جو وہبانیہ اور اوسکی شرح مین مذکور ہین ازانجملہ ایک قول یہہ ہی جو شارح نے ذکر کیا واللہ اعلم و وقت المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عندہما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شروح المجمع وغیرہا وکان ہو المذہب اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب سے ہوتے ہی شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کیطرف رہتی ہی صاحبین کے نزدیک اور یہی کہا ہی تینون امامون نے اور اسی قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون مین مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول صحیح مذہب ٹھہر گیا ھم امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق مین ہوتی ہی اور یہی قول ہے صدیق اکبر اور انس اور معاذ اور عائشہ صدیقہ کا اور ایک روایت ہی ابن عباس اور ابوہریرہ سے اور یہی مذہب ہی عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابو داؤد مین حدیث ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہے جبکہ افق سیاہ ہو جاے ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح مین روایت کیا ہی اور ابو داؤد اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اوسوقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر مین امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے اول تو اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہی کہ افق غائب ہو جاے اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہی جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری مین کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح ہے انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہین مگر امام اعظم کے قول پر اور اوسکو چھوڑکر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا چاہئے نہین الا بضرورت ضعف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ مین اور سراج مین ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہی اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہہ جو درر مین ہے کہ یہان صاحبین کے قول پر فتوی ہے تو نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہے کہ اسپر اعتماد جائز نہین اور امام کے قول پر صاحبین کے قولکو ترجیح دینا درست نہین مگر بموجب ضعف دلیل کے یا بضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چار دن امور سے کوئی متحقق نہین تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ مین ہی لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان التعامل علی خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اوسکے دو جواب ہین ایک یہہ کہ یہہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور جو مجتہد نہین تو اصح یہہ ہی کہ امام ہی کے قول پر مطلقا فتوی دے چنانچہ سراجیہ مین مصرح ہے اور دوسرا جواب یہہ ہی کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور بعضون کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل بیجا ہے ازانجملہ صاحب ہدایہ ہی اونہی تجنیس مین کہا کہ میرے نزدیک واجب ہے کہ امام کے قول پر ہر حال مین فتوی دیا جاے کذا فی الطحطاوی ملخصا و وقت العشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت

له ... ۱۲

غروب شفق سے ہی صبح تک ولکن لا یقدم علیہا الوتر الا ناسیا لوجوب الترتیب لا لانہما من صاحب عند الامام لیکن صحیح نہیں
عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھول کر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون فرض ہین امام کے نزدیک لیکن عشا فرض قطعی ہے
اور وتر فرض عملی ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک وتر سنت ہی والدلائل فی المبسوط وفاقد وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر
قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانیوالا عشا اور وتر کیوقت کا جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار مین فجر طلوع کرتی ہی شفق کے
غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہی کہ بلغار ایک شہر ہے ملک صقالبہ کا جانب شمال کی شدید البرد اور پھر جو شارح نے چلہ
سرما ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ اقصر لیالی سال میں وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہی یعنی
اول صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہی راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب ہوتا ہے
عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانیوالا عشا اور وتر کا مکلف
ہے ان دونوں کا یعنی اوسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہے تو اندازہ کرلے ان دونون نمازون کیواسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب کے پیشتر
عشا اور وتر ہوتی تھی اوسیقدر مدت کے بعد دونونکو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء افتی البرہان
الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسیکا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا
اوسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت ہوجاوے اور یہاں وقت ہی نہیں تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنۃ فی الغازہ فصححہ فزعم
المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اوسکی پیروی
کی اپنی الغاز مین سو اسکی تصحیح کی ہے تو مصنف یعنی تمرتاشی نے اسی قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی واسطے اسکو متن مین داخل کیا مرخلاف کرنیکے اور کرنے
قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے بعد بصیغہ تمریض ذکر کریگا ہم شارح نے بھی تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح
مین اسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کیوقت کا نپانیوالا
مکلف ان دونوں نمازونکا نہین اونکے سبب کے نہونے کیوجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہی اور اسکا نہ ہونا مستلزم انتفاء مسبب ہے وبہ جزم فی الکنز
والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلٰثہ یعنی کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر مین وبہ افتی البقالی ووافقہ
الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اونکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی میں ہے
کہ برہان الائمہ کیوقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو پھر عشا کی نماز واجب ہی یا نہیں تو جواب یہ لکھا کہ
پھر واجب نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسیکا استفتا بقال سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنیکا عشا کا فتوی
دیا پھر خوارزم مین شیخ الائمہ بقالی سے یہی استفتا ہوا تو اونہوں نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اونکا جواب حلوانی کو پہنچا تو ایک شخص کو بھیجا او
پاس خوارزم ہی کہ مجمع میں اونسے سوال کرکہ کیا کہتے ہو اس شخص کے حق میں جو پانچ فرضون میں سے ایک فرض کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے یا نہین تو
شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ تم کیا کہتے ہو اوس شخص کی نسبت جسکے دونوں ہاتھ کہنیون سمیت یا دونوں پانون ٹخنون سمیت کاٹے گئے
اوسکو وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسیطرح پانچوین نماز بھی ساقط
ہے اوسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اونکے موافق ہوگئے کذا فی المنح ورجحہ الشرنبلالی
والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو
کی ہی اور نہیں مانا اوس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے ہم خلاصہ کلام محقق یہہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل
یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جلی مین جو وجوب خفی نفس الامری کی علامت ہی فرق صریح ہی علاوہ

اسکا اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہے اور اسیطرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین میں کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال کی برابر اور ایک دن مہینے کی برابر اور ایک دن ہفتے کی برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کی مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کی برابر ہے اوسمین ہمکو ایکدن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہیں اوسکے واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہے تو اُس دن میں ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل یا مثلین کے سایہ ہو جانے سے پہلی انتہے کلام الکمال خلاصہ جواب حلبی یہہ ہے کہ جیسی صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اوسیطرح وجوب کیواسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئی ہین کہ بدون انکے وجوب نہیں پایا جاتا ہے تو اگر صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھہ مراد ہے تو مسلم ہے اور تمکو مفید نہیں اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقا مراد ہے تو باطل ہے اسلئے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلا تو اوسپر اوسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے تو اُسپر غیر کو قیاس نہیں کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات علت ولا یساعدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلا قبل الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران مین کہتا ہون اور کمال الدین کی مساعدت نہیں کرتی دجال کی حدیث اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر سے مثلا زیادہ تر واجب ہوئی زوال آفتاب سے پہلے ہماری اِس مسئلہ کی مانند وہ دن نہین اسواسطے کہ یوم دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہیں اور بلغار کی عشا اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود ہین یعنی نہ علامت عشا کی موجود ہے اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کی برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بقدر مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہے م شارح کا یہہ کلام مسلم نہیں اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھہ ۲۴ گھنٹے کا ہے تو اوسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ یوم دجال کے ہو گیا مین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم وجوب عشا مین دونون قولونکی تصحیح ثابت ہے مگر یہہ کہ دلیل تقدیر کی مشرق ہے اور مجکو بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ چلہ ایام گرما مین شفق سرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار یا دو بار کہاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے بھی دور کے رہنے والے شخص نے مجسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہیں ہوتا اور بعضے بلاد مین ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے وہان روشنی نہیں مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہے شروع کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور ختم کرنا روشنی مین بھی قول مختار ہے اسطرح کہ ۴۰ آیت کو ادا حروف کے ساتھہ ٹھہر ٹھہر کے دونون رکعتون مین پڑھے پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت کے ساتھہ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو م فساد کی صورت یہہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھی یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا وقیل یؤخر جدا لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہے م بحر الرائق مین ہے لیکن اسقدر تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع ہو الا لحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقا مگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑھنا مستحب نہیں تو وہان اندھیری مین نماز افضل ہے جیسے عورت کو مطلقا خواہ حج مین یا غیر حج مین اندھیری مین نماز بہتر ہے یعنی اسواسطے کہ بنا حال نسوان پردہ داری مین ہے سو وہ اندھیرے مین حاصل ہے وفی غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازونمین عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنی جب مردونکی جماعت ہو چکے تب عورت مسجد مین نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقا کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہے دیر کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوارون کے سایہ مین چلے مسجد جانے کیوقت مطلقا ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقا کی تفسیر یہہ ہے کہ تاخیر مذکور مین شرط نہیں شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا م صیف کی قید مین اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی حد یہہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اسلئے کہ

ہوتا ہی کی اور سردی بہری کب ہوگی اور صیف وہ ہی جسمین دونون چیزونکی حاجت نہو اور ربیع اور خریف وہ ہی جسمین ایک چیز کی حاجت ہو
نہ دونون چیزونکی کذا فے الطحطاوی عن الخلاصۃ یلحق بہ الربیع وبالصیف الخریف موسم سرما کے ساتھ ربیع ملحق ہی اور موسم گرما کے
ساتھہ خریف ملحق ہے م یہہ بحث ہی صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہی اسواسطی کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سی نقل کیا کہ ربیع اور خریف
مین تعجیل ظہر کی مستحب ہی حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھہ اعتبار نہین کذا فے الطحطاوی وتعجیل عصر وعشاء یوم غیم اور مستحب ہی تعجیل عصر اور
عشا کی ابرکے دنمین یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے مکروہ وقت کے آجانیکا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے
اور کیچڑ کے خوف سی وتعجیل مغرب مطلقاً اور جلد پڑہنا مغرب کا ہر موسم شتا اور صیف مین مستحب ہی م اور اطلاق سی یہہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو
تعجیل مغرب کی مستحب ہی اسواسطی کہ ابر کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہے وتاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیہا اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے
مکروہ تنزیہی ہے وتاخیر غیرہا فیہ اور عصر اور عشا کے سوا ہر اور نماز مین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہی یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر
کے دن ہی افضل ہے سواسطی کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہہ خوف ہی کہ قبل از غروب مبادا واقع
ہو ہذا فی دیارہم لکثرۃ الغیم فیہا ونقل عن عاداتہ اوقاتہا یہہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر اونکے سوا ہی کا ابر کے دن آن ملکو نمین ہی جنمین جاڑا
بکثرت ہوتا ہی وہ رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سی کم ہوتی ہے چنانچہ بخارا وغیرہ ما وراء النہر کے ملک مین اما فی دیارنا فیراعی الحکم الاول
اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقاً اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما اور ابراد ظہر صیف ایسے
آخر تک م یہہ بحث ہی عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلاً وتاخیراً اور اذان کا حکم نماز کی
مانند ہی تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق وکرہ تحریماً وکل ما لا یجوز مکروہ صلوٰۃ مطلقاً ولو قضاء او واجبۃ او نافلۃ او علی جنازۃ
وسجدۃ تلاوۃ وسہو لا شکر قنیۃ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھہ مکروہ تحریمی ہی مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ کی
نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح نے کہا شکر کا سجدہ اوسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیۃ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے م یہہ جواب ہے
سوال مقدر کا وہ یہہ ہی کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو جو غیر منعقد کو بہی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہی نہ مکروہ خلاصہ جواب کیہ
کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارح غیر جائز کو مکروہ رکہتا ہی خواہ غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ یا صطلاح فقہ پہر معلوم کرنا
چاہیئے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہہ قول مختار ہے کہ جب تک آدمی
آفتاب کے دیکہنے پر قدرت رکہتا ہے وہ طلوع مین داخل ہے اوسمین نماز حلال نہین پہر جب عاجز ہوا اوسکی نظر کرنے سے تو نماز حلال
ہوگئی یہی تفسیر تغیر مصنح کی مناسب ہی چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء
الجائز عند البعض اولی من الترک اصلاً کما فی القنیۃ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اوسوقت کی نماز سی اسواسطی کہ وہ نماز چہوڑ دینگے
اور جواداکہ بعضون کے نزدیک جائز ہی وہ بالکل چہوڑ دینی سی اولی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہی م بعض سی یہان امام شافعی مراد ہین
کذا فی الطحطاوی واستواء الا النفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز
مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنی ٹہیک دوپہر کو مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف کے قول صحیح
معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہی اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سی نقل کیا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے وغروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ
لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی ہی آفتاب کے غروب ہونیکے
ساتھہ مگر روز غروب کی عصر تو اسکا پڑہنا اوسوقت مکروہ نہین بسبب اوسکو ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب ہوئی تہی برخلاف فجر کے اور
احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط العمل ہوگئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ نے اوسکو مشرح بیان کیا ہی م آسی دن کی عصر جائز ہی

یعنی آج کی عصر غروب کیوقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہو یعنی تغیر آفتاب کا وقت اور وہ ناقص ہی
یعنی عبادت کفار کا وقت ہو بر خلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل ہوجاویگی وقت
اوسکے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا بیان ہو کہ جماعہ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت
قبل غروب کے پائی اوسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اوسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین اور
اس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کیطرف رجوع کیا دفع تعارض کیواسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم
ہے تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے
ساتھہ منعقد ہوتی ہے نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سے یعنی تو اسکا قطع کرنا اور اوسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہو ہم جسکا نماز نام ہو اگرچہ
مجازاً اوسکو نماز بولتے ہین وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم عملی اور قطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہو اور عین سو فرض
کفایہ نماز جنازہ ہو اور فرض عین نماز پنجگانہ اور جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہو یعنی جو خدا کے واجب کرنیسے ہو یا واجب
لغیرہ ہو یعنی جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدہ تلاوت ہو اور واجب لغیرہ سجدہ
سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اوس نفل کی قضا جسکو اوسنے فاسد کردیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ اور
اسکو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے اور مابین نماز عصر کے آفتاب
کے زرد ہونے تک تو اوقات کی نوع اول مین جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہین ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اوس نفل کی جسکو
انہین اوقات مین فاسد کیا اور نماز اوس جنازہ کی جو انہین وقتون مین آیا اور سجدہ تلاوت اوس آیت کا جو انہین مین پڑہی گئی اور عصر اوسی دن کی منعقد
ہوتی ہین یہہ چہہ نمازین کراہت کے ساتھہ تو اونکو قطع کرنا اور کامل وقت مین پڑہنا واجب ہی مگر اوسی دن کے عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام
اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہو جاتی ہین سوا نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اوسکا انعقاد کراہت کے ساتھہ ہوتا ہو تو اوسکا قطع اور قضا کامل وقت مین
واجب ہے کذا فی الحلبی لا بفعل الفرض وما هو ملحق به کواجب لعینه کوتر وسجدة تلاوة وصلوٰة جنازة تليت الاية في كامل وحضرت
الجنازة قبل لو سوئه کالأدائیات ناقصا اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہی فرض اور جو فرض کے ساتھہ ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند
وتر کی اور سجدہ اوس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اوس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلی بسبب اسکے واجب ہونیکے کامل ہوکر
تو ادا ہونگا ناقص ہوکر فلو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما اے تحریما اور اگر سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ انہین اوقات مین واجب ہوئی تو انکا
فعل مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین ہم تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہو وفی التحفۃ الافضل ان لا توخر الجنازۃ
اور تحفہ میں ہے کہ بہتر یہہ ہے کہ اوقات ثلثہ میں جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ہم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہو کذا فی الطحطاوی
وبعمع الکراهة تطوع بدأ به فیها ونذر اداه فیها وقد نذره فیها وقضاء تطوع بدأ به فیها فافسده لوجوبا قضاء اور صحیح ہو
کراہت کے ساتھہ وہ نفل جسکو شروع کیا انہین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا انہین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی انہین مین
کی اور اوس نفل کی قضا جسکو انہین اوقات مین شروع کیا پھر اوسکو فاسد کردیا وجہ صحت نقصان وجوب ہو نظر ظاہر الروایۃ ووجوب القطع والقضاء
فی کامل کما فی البحر پس معلوم ہو کہ ظاہر الروایہ وجوب قطع اور وجوب قضا ہو کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفیه عن القنیة الصلوٰة
فیها علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من قراءة القرآن کانہ لانہا من ارکان الصلوٰۃ فالاولی ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق
مین قنیہ سے منقول ہو کہ اوقات مذکورہ مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قرآن کے پڑہنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہو کہ قرآن خوانی نماز
کے رکنون سے ہو تو جو نماز کا رکن ہو اوسکا ترک اولی ہے ہم قنیہ بالضم و بالکسر بمعنی مطلوب ہے اور یہان کتاب کا نام ہو جو قنیہ کا مختصر ہو کذا فی الطحطاوی

عن البحر وكره نفل قصداً ولو تحية مسجد وكل ما كان واجباً لا لعينه بل لغيره وهو ما يتوقف وجوبه على فعله كمنذور
كركعتي طواف وسجدتي سهو والذي شرع فيه في وقت مستحب او مكروه ثم افسده ولو سنة الفجر بعد صلوة فجر وصلوة عصر
اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہے اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہیں بلکہ واجب لغیرہ ہے واجب لغیرہ وہ ہے جسکا
وجوب ہمارے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتیں اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت
میں پھر اوسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو یہ حکم بعد رد ہے اس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہوا اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع
کرکے قطع کرے پھر اوسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہے کہ جس نفل کو فاسد کیا اوسکی قضا اسوقت میں مکروہ ہے علاوہ یہ ہے کہ قطع
کیواسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہے نفل میں قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہ ہے
کہ دوسری رکعت پڑھ لے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئی اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتی صحیح تر قول میں کذا
فی الطحطاوی ولو المجموعة بعرفة نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہے اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات میں کذا فی النہر عن المعراج
والقنیة لا یکره قضاء فائتة ولو وترا او سجدة تلاوة وصلوة جنازة مکروہ نہیں قضا فوت ہوگئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ
سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراهة نفل وواجب لغیره لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع
فجر سوی سنته لشغل الوقت به تقدیراً اور اسی طرح حکم ہے مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع
ہونے فجر کے سوا سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اسوقت یعنی تحیہ کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اسوقت میں نوافل اور واجب
کی گنجائش نہیں رکھی سوا سنت فجر کے حکم کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو ام المؤمنین حفصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہیں پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سے زیادہ نہیں پڑھتے
تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مستحب یہ ہے کہ سنت فجر میں خفیف قرات چاہیے بدلیل قول ابن عمر کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو سنا کہ دونوں رکعتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑھتے تھے کذا فی العینی حتی لو نوی تطوعاً کان سنة الفجر
بلا تعیین یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنے کے حکم یہ بنی ہے اس قول راجح پر
کہ تعیین نیت شرط نہیں سنت اور مستحب میں بلکہ اوسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحطاوی وقبل صلوة مغرب لکراهة تاخیره الا
یسیراً اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی سی تاخیر مکروہ نہیں حکم قضاء فائتة او
نماز جنازہ و اور سجدہ تلاوت اسوقت میں بلا کراہت جائز ہے اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شامیہ کا
یہ افضلیت کا بیان ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو پھر جب اسکی مغرب کی سنت
سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ موکد تر ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج امام من الحجرة او قیامه للصعود ان لم
یکن له حجرة لخطبة ما وسيجيء انها عشر الی تمام صلوته اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے خطبہ پڑھنے
کیواسطے یا امام کے کھڑے ہونے کیوقت منبر پر چڑھنے کے لئے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین میں آویگا کہ
خطبے دس ہیں یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید اضحے اور تین خطبے حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف
بخلاف فائتة فانها لا تکره برخلاف نماز فائتہ کہ اوسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہیں وقیدها المصنف فی المجتبی بواجبة
الترتیب والا فتکره وبه یحصل التوفیق بین کلامی النهایة والصغری اور مصنف نے فائتہ میں باب الجمعہ میں لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز
فائتہ لازم الترتیب نہیں تو اوسکی قضا خطبہ کیوقت مکروہ ہے اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعۃ کے دونوں

کلام میں ہے صاحب نہایہ کہتا ہے کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہیں اور شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کا یہ قول ہے کہ مکروہ ہے تو صاحب نہایہ کا قول لازم
الترتیب پر محمول ہے اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر ہے وکذا ای کرہ تطوع عند اقامۃ صلوۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ لحدیث
اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ اور اسیطرح نفل مکروہ ہے نماز فرض کی اقامت کیوقت دلیل اس حدیث سے کہ جب اقامت ہو نماز کی
تو سوا فرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے مذہب امام کی اقامت ہے ہم مفہوم کلام شارح یہ ہے کہ مخالف مذہب کے اقامت میں
نفل مکروہ نہیں خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہے یا معلوم نہو اور بحر الرائق میں یون ہے کہ جب مراعات معلوم ہو تو تعدد
مکروہ نہیں اور یہہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی الا سنۃ فجر ان لم یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہدہا فان خاف
ترکہا اصلا اقامت فرض میں نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہیں اگر جماعت کے فوت ہو جانیکا خوف نہو اگرچہ حصول جماعت اوسکو التحیات کے
پا جانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتوں کو ترک کرے اصل سے یعنی اوسکو قضا بھی نکرے قبل طلوع کے اور نہ بعد طلوع کے کہ ادا ہی
دن قبل از زوال قضا کرے اور یہہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام پر اعتماد کیا ہے لیکن صاحب
نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنی بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے مگر جبکہ یہہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ پاویگا کذا فی
الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضا سنت فجر کیواسطے مذکور کئے ہیں سو مردود ہیں مقبول نہیں ہیں ہم از انجملہ یہہ حیلہ ہے کہ سنت
کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہو گئی تو اوسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت مین شروع کرے پھر فرض مین شروع کرے یون
قطع کے پھر اوسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہہ ہے کہ شروع کسی امر کا قطع کیواسطے شرعا قبیح ہے اور دونون حیلون مین قطع ہے دوسری
وجہ یہہ ہے کہ اسمین نیت کے بعد فجر کیوقت نفل ہوگیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا ای کرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسیطرح
مکروہ ہے نفل وغیرہ سوا وقتی فرض کے وقت کی تنگی کیوقت ہم مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ
ٹہرین اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہے کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یون کہتا وکذا کرہ غیر الوقتیۃ
عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنی غیر وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کیوقت وقبل صلوۃ العیدین مطلقا
اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد میں بھی اور گہر مین بھی وبعدہا فی مسجد لا بیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد
مین نفل مکروہ ہے نہ گہر مین صحیح قول مین ہم یہہ رد ہے اوس قول کا کہ گہر مین نفل مکروہ نہیں نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل
مکروہ نہیں گہر مین نہ مسجد مین کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل ابین دو نمازون کے جو ملائی جاتی ہین عرفہ
اور مزدلفہ مین ہم یعنی عرفات مین ظہر کیوقت ظہر اور عصر ملا کر پڑہتے ہین اور مزدلفہ مین مغرب اور عشا پڑہتے ہین عشا کیوقت سو ان دو دو نمازون
کے درمیان نفل پڑہنا مکروہ ہے وکذا بعدہما کما مر اور اسیطرح نفل مکروہ ہے عرفات کی دو نمازون کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا مصنف کا قولہ
وقوله بعرفۃ ہم ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازون کیطرف راجع ہے فقط نہ مزدلفہ کی نمازون کیطرف بھی اگرچہ کلام شارح اوسکا بھی موہم
ہے اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازون کے بعد نفل مکروہ نہیں کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح اور مکروہ ہے نماز بول
اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کیوقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اوس کہانیکے حاضر ہونے
کیوقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو ہم بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کیطرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل البال عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان اور طعام کی مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال
سے باز رکہے اور نماز کی خشوع وخضوع مین خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنی ایسی چیز کے ہونے کیوقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور
حضور دل اہل دل کے نزدیک فرض ہے حدیث مین وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہین مگر بقدر حضور دل تو گاہی نماز کا دسوان حصہ اوسکو

لتا ہے یا کم ہا . یاد و کذا فی الطحطاوی فہذہ نیف وثلاثون وقتاً تو یہہ چند اوپر تیس وقت ہین جنمین نماز مکروہ ہے یعنی طلوع آفتاب اور استوا
اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور وقت خطبون کیوقت اور اقامت فرض کیوقت اور تنگی
وقت مین اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اوسکے بعد مسجد مین اور عید اضحیٰ کی نماز سے پہلے اور اوسکے بعد مسجد مین اور مابین جمع تقدیم کے
عرفات مین اور مابین جمع تاخیر کے مزدلفہ مین اور مدافعت بول کیوقت اور مدافعت براز کیوقت اور دونون کی مدافعت کیوقت اور مدافعت
ریح کیوقت اور آنے طعام کے حضور کیوقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہو اور اس چیز کے حضور کیوقت جو مانع حضور قلب ہو اور عشا پڑھنا آدھی رات کے
بعد اور تاخیر مغرب کی تارون کے چمکنے تک اور اگر عرفہ کی نماز دن کے بعد کا اور اوقات مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجیے چنانچہ مقابل اسفار کا
صبح مین اور مقابل ابراد کا ظہر صیف مین تو ان پر زیادہ ہوجاوین **فائدہ** طلوع اور استوا اور غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان
کے سبب سے ہے یعنی عبادت کفار کے اوقات ہین اور انکے سوا اور اوقات مین وجہ کراہت نقصان وقت نہین بلکہ اور وجوہ ہین کذا فی الطحطاوی
وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر اور اسیطرح
اوقات مذکور کی مانند نماز مکروہ ہے چند مکانون مین چنانچہ کعبہ معظمہ پر اور راہ مین اور جسپر گین گاہ اور جہان جانور ذبح ہوتے ہین اور قبرستان مین
اور غسل خانہ مین اور حمام مین اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بھیڑ بکری اور گاے بیل کے گھاٹ پر یعنی جہان پانی کو پیکر اوسکے پاس جو بیٹھتی
ہین زاد فی الکافی ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ او
مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ لمار کافی مین اتنا زیادہ کہا اور نماز مکروہ ہے چوپایون کے بندھنے کے مقامون مین اور گھوڑون کے اصطبل مین اور
اوس چکی کے پاس جسکو بیل یا گدھے گھماتے ہین اور پاخانہ مین اور انکی چھتون پر اور نالہ بہنے کے مقام مین یا چھینی ہوئی زمین مین یا بیگانی زمین مین
لیکن کھیتی بوئی یا جوتی ہو اور جنگل مین بدون سترہ یعنی جبکہ چلنے والے کے واسطے کوئی چیز اوٹ نہو ویکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہے
سونا نماز عشا سے پہلے هم یہہ اوسکے حق مین محمول ہے جسکو نماز کیواسطے جاگنے کا اعتقاد نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدہا اور مکروہ ہے
مباح کلام کرنا عشا کے بعد هم مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام سے کراہت لازم نہین آتی چنانچہ قرآن پڑھنا
اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھہ کذا فی البحر وبعد طلوع الفجر الی ادائہ ثم لا بأس بشیئ
لحاجتہ وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء وقیل الی ارتفاعہا فیض اور مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے
تک پہر نماز کے بعد کچہ ڈر نہین جیسے ہونے مین اپنی حاجت کے سیئے اور بعضون نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ ہے یعنے
وہی کلام جسکے طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضون نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہے کذا فی الفیض هم اور سنت فجر کے بعد کلام کرنے سے
سنت باطل نہین ہوجاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہوجاتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر ومطر خلافاً
للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نماز دن کا ایک فرض کیوقت مین جائز نہین سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک سفر اور
مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہے هم بخاری اور مسلم مین ابن مسعود سے مروی ہے کہ اوسکی قسم جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہین پڑھی مگر اوسکے وقت مین لیکن دو نمازونکو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات مین اور مغرب اور عشا کو مزدلفہ مین کذا فی النہر
وما رواہ محمول علی الجمع فعلاً لا وقتاً اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہے وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ جمع وقتی
هم جمع فعلی کی صورت یہہ ہے کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو درحقیقت یہہ جمع حقیقی نہین بلکہ صوری ہے اور ظاہری ہے
اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہے وہ قرب خروج پر محمول ہے چنانچہ فی قولہ تعالی فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن ای قاربن بلوغ الاجل
چنانچہ زیلعی مین ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغرب کو سفر مین آخر وقت تک تاخیر کرے تو اوسمین کراہت نہین کذا فی الطحطاوی فان جمع

ف یہہ اوقات مکروہ نماز
له اسفار روشنی مین پڑھنا اور ابراد کا مقابل تاریکی مین پڑھنا ہے کیونکہ ابراد ظہر مین بھی ٹھنڈا کرنے ... مقابل ... ۱۲

ف جن مکانون مین نماز مکروہ ہے

له ... ۱۲

فَلَوْ قَدَّمَ الْفَرْضَ عَلَى وَقْتِهِ پھر اگر دو فرضوں کو جمع کیا ایک وقت میں تو وہ فرض جس کو اوسکے وقت پر مقدم کیا یعنی اگر ظہر کے وقت میں
پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہو گئی وَحَرُمَ لَوْ عَكَسَ أَيْ أَخَّرَهُ عَنْهُ وَإِنْ صَحَّ بِطَرِيقِ الْقَضَاءِ اور حرام ہے پھر اگر اوسکا بالعکس کیا یعنی فرض کی تاخیر کی وقت سے چنانچہ
مغرب عشا کے ساتھ ملا کر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہے بطریق قضا کے إِلَّا لِحَاجٍّ بِعَرَفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ كَمَا سَيَجِيءُ مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفہ
میں اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ میں ثابت ہے چنانچہ کتاب الحج میں آویگا وَلَا بَأْسَ بِالتَّقْلِيدِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ اور کچھ مضائقہ نہیں اپنے امام کے سوا دوسرے
امام کی تقلید کرنے میں ضرورت کیوقت یعنی اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین الصلوتین میں مثلاً تقلید کرے تو جائز ہے جیسے کہ موسم سفر
حجاز میں کہ وہاں اہل قافلہ نہیں ٹھہرتے اور تنہا رہنے میں جان و مال کا خوف ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون
ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہیں اور یہہ ایک قول ہے مذہب ہمارا۔ دوسرا قول مختار یہہ ہے کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہے اگرچہ بدون ضرورت
کے ہو لیکن بعد وقوع اور نزول کے جیسا کہ خطبہ میں کتاب کے ہم ذکر کر چکے ہیں اور البتہ مسئلہ تقلید میں چند مسائل جو آئندہ تصنیف ہوگی
ہیں۔ ولو قوله بشرط انتهى ما في الطحطاوي لكن بشرط ان يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الامام لما قدمنا ان الحكم الملفق باطل بالاجماع لیکن
دوسرے امام کی تقلید میں شرط یہہ ہے کہ لازم پکڑے سب ان احکام کو جنکو اس عمل کیواسطے اس امام نے واجب ٹھہرایا ہے اسواسطے کہ ہم آگے ذکر
کر چکے ہیں کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہے پس جمع بین الصلوتین میں امام شافعی کے احکام یہہ ہیں کہ اگر جمع تقدیم ہو تو وہ تین
شرطیں ہیں پہلی نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونوں نماز [illegible] نہیں اسقدر جدائی کرے جسکو عرف میں جدائی
مانتے ہوں اور جمع تاخیر میں اسکے سوا کوئی شرط نہیں کہ نیت کرے [illegible] پہلی نماز کے وقت کے خارج ہونے سے پہلے اور جمع [illegible]
ہے مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہے چلنے کی حالت میں اور مسافر [illegible] ہونے کے اسی فعل کا [illegible] حاجی اور تقلید میں [illegible]
فی النہر الفائق

باب الاذان

یہہ باب ہے اذان کے بیان میں علم اذان بروزن زمان مصدر ہے اور بعضوں نے کہا
اسم مصدر ہے [illegible] اذن بالتشدید اور مصدر تاذین آتا ہے [illegible] اذان اسم ہے بمعنی اعلام یعنی آگاہ و خبردار کرنا و شرعاً
اعلام مخصوص لم يقل بدخول الوقت ليعم الفائتة وبين يدي الخطيب على وجه مخصوص بالفاظ كذلك اي مخصوصة و در شریعت میں
اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہے یعنی نماز سے بطریق مخصوص [illegible] مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص [illegible] دخول وقت [illegible]
اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا کی اذان میں وقت نہیں ہوتا اور خطیب والی اذان [illegible] اگرچہ وقت
[illegible] دخول وقت [illegible] تو اسواسطے اصل مشروعیت اذان کی [illegible]
اسوقت میں اذان [illegible] اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے یہہ اشارہ ہوا کہ فارسی میں اذان درست نہیں گو لوگ
جان لیں کہ اذان ہوتی ہے کذا فی الشامی ناقلا عن السراج وسببه ابتداء اذان جبريل ليلة الاسراء واقامته حين امامته عليه السلام
ثم رؤيا عبد الله بن زيد اذان الملك النازل من السماء في السنة الاولى من الهجرة شروع میں اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان
ہے اور اقامت اونکی شب معراج میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کیوقت یعنی جب بیت المقدس میں آپ امام ہوئے تمام حضرات
انبیا علیہم السلام کے دو رکعت نفل میں پھر اسکے بعد خواب میں دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری میں آسمانی فرشتے کی اذان جو آسمان
سے اترا تھا اعلم یہاں یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر انبیا کی خواب پر بنا احکام شرعی نہیں ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کی خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی
تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ وغیرہ کی خواب سے نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسلیئے عبد الرزاق
اور ابو داؤد نے مراسیل میں روایت کی کہ عمر رض نے جب اذان خواب میں دیکھی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی میں اسکا حکم موجود ہے اور
بلال کی اذان کان میں پہنچی پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان میں وحی تجھ سے سبقت کر گئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے

کہ کچھ حدیثیں اسبات پر دال ہیں کہ اذان مکہ معظمہ میں قبل ہجرت شروع ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں
مگر حق یہہ ہی کہ ان احادیث میں سے کوئی صحیح نہیں خبر صحیح یہہ ہے کہ شروع اذان کا مدینہ پاک میں ہوا جیسا کہ مسلم میں مذکور ہی کذا فی الشامی وهل هو
جبرئيل قيل وقيل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضوں نے کہا جبرئیل تھے اور بعضوں نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام وسببه
بقاء دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہی ہم شامی نے کہا کہ بقا تمیز ہے جسکا مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہے
یعنی سبب اوسکو باقی رہنے کا اسی یہہ مراد ہے کہ جس سبب کے حادث ہونے سی اذان از سر نو کہنی پڑے وہ دخول وقت ہی وهو سنة للرجال في مكان عال
مؤكدة هي كالواجب في لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردوں کیواسطی اونچے مکان میں سنت موکدہ ہی فرائض پنجگانہ کے لئے سنت
موکدہ واجب کی مانند ہی گنہگار رہنے میں اسکے چھوڑ دینے سی ہم محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کریں تو انکا قتال حلال ہی اور ابو یوسف نے
کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں اور وہ سنت کفایہ ہی یعنی شہر میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہی کذا فی الطحطاوی وفي وقتها ولو قضاء
لانه للصلوة حتى يبرد به لا للوقت اذان سنت ہی فرائض کیوقت میں اگرچہ فرض قضا ہو اسواسطی کہ اذان نماز کی سنت ہی نہ وقت کی یہاں تک
کہ گرمیوں کی ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہے یعنی تقدیم و تاخیر میں اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی لا لغيرها كعيد اذان مسنون
نہیں سوا فرض نمازوں کے اور نمازوں کے لئے مانند عید کی ہم عید کی مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن رواتب میں
اور وتر میں جو امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا میں ادا کیا جاتا ہی تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فيعاد اذان وقع
بعضه قبله كالاقامة خلافا للثاني في الفجر تو دوسری بار اذان کہی جاے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کیوقت سی پہلے واقع ہوئے ہوں
اقامت کی مانند برخلاف ابو یوسف کے فجر میں یعنی اونکے نزدیک آدہی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہی ہم اقامت اگر قبل وقت ہو تو اوسکا اعادہ
بالاتفاق ہی اور اگر امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر بیٹھے اور اوسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہیں تو سے معلوم
ہو گیا کہ اگر اقامت کے بعد فی الفور نماز نہ پڑھی تو اقامت باطل نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح وبتربيع تكبيره في ابتدائه ومن الثاني ثنتان
اذان سنت ہی چار بار تکبیر یعنے الله اکبر کہنے کے ساتھ شروع اذان میں اور ابو یوسف سی ایک روایت میں دو بار تکبیر ہے ہم یعنی اذان میں چار
بار الله اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز میں دو بار اور دوسری آواز میں بھی دو بار الله اکبر کہے یعنی چار آوازوں سے چاروں تکبیر کو علحدہ علحدہ نہ کہے
کذا فی الطحطاوی ويفتح راء اكبر والعوام يضمونها یعنی اکبر کی رے کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اوسکو پیش دیتے ہیں کذا فی روضہ ہم مضمرات میں
ہے کہ موذن کو اختیار ہی چاہے اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم اور اگر آتش زدگی میں الله اکبر چند بار مکرر کہے تو اسم ذات مرفوع ہی ہر بار اور
اکبر کا لفظ پہلی بار کی سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن في الطلبة معنى قوله عليه السلام
الاذان جزم اي مقطوع المد فلا يقول آلله لانه استفهام وانه لحن شرعي لیکن طلبہ میں ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام کے قول الاذان
جزم کا یہہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنی الله کے لفظ میں الف کو کشش نہیں تو اوسکے الف کو بڑہا کر نہ بولے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا الله
بڑا ہے اور یوں کہنا شرعاً غلط ہے ہم جبکہ یہہ شرعاً غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہی اور اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی الطحطاوی
و شامی میں ہی کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہی او مقطوع حركة الآخر للوقف
فلا يقف بالرفع فانه لحن لغوي فتاوى الصوفية من الباب السادس والثلاثين یا حدیث مذکور کا یہہ مطلب کہ آخر کی حرکت مقطوع ہی تو وقت
رفع یعنی پیش پر کہ وہ لغت عرب میں غلط ہی چنانچہ فتاوی صوفیہ کے چھتیسویں باب میں ہی یعنی اذان میں جتنے جملے ہیں سبکے آخر حرف پر وقف کرکے
حرکت نہ دی لیکن جیہہ الله اکبر جو اذان میں ہی اوسمیں سی اول اور تیسری اور پانچویں میں اکبر کی رے کو یا ہی ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ اگر
ملا دے اور اگر پیش سے ملادیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی ملخصا ولا ترجيع فانه مكروه ملتقى اور اذان میں ترجیع نہیں سلیکہ

کہنے والا اپنی دونون انگلیان کانون مین نہ رکھے اسواسطے کہ اقامت کی اواز پست تر ہوتی ہے اذان کی آواز سے ویحدر بفتح الدال ای یسرع فیہا اور
اقامت کہنی بہت جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نکرے شارح نے کہا کہ یحدر بضم دال بھی ہے یسرع سے یعنی سرعت کرے فلو ترسل لم یعد کالعکس
تو اگر اقامت مثل اذان کی ٹھہر ٹھہر کہے تو اسکا اعادہ نکرے صحیح تر قول مین هم لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کہیگا تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے
کیونکہ اذان مین تکرار شروع ہے چنانچہ جمعہ کے روز اور تکبیر مین تکرار شریعت مین ثابت نہین ویزید قد قامت الصلوٰۃ بعد فلاحہا مرتین اور اقامت
کے حی الفلاح کے بعد دو بار کہے قد قامت الصلوٰۃ (نماز قائم ہوگئی) وعند الثلاثۃ ہی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینون کے نزدیک اقامت
ایک ایک کلمہ ہے ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہما اور سوار کے سوا اور شخص اذان اور اقامت مین قبلہ رخ ہوجاوے هم جماعت کیواسطے سوار ہوکر
اذان کہی سفر کے حال مین سوار کو اسیواسطے اذان اور اقامت درست ہے اور استقبال قبلہ شرط نہین ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ مکروہ
تنزیہی ہے هم صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو احسن کہا صاحب بحر نے اس سے نکالا کہ اسکا ترک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہما
مؤخرًا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت مین موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنی اوسی لفظ کا اوسکی محل مین اعادہ
کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کہہ دیا تو اعادہ صرف انہین دونو کلمون کا صحیح طور پر کرے اور تمام اذان کا اعادہ ضرور نہین ولا یتکلم
فیہما اصلاً ولو رد سلام اور اذان اور اقامت مین اصلا کلام نکرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا هم یعنی سلام کا جواب نہ دے نہ اپنے دل مین اور
نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کھنکارنا بھی کلام مین داخل ہے مگر تحسین صوت کیواسطے جائز ہے کذا فی البرہان فان تکلم استانفہ
سو اگر اذان اور اقامت مین بولا تو پھر سر سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ اور موذن اذان
اور اقامت مین بلاوے سب نمازیوں کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون مین جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہو هم تثویب یعنی اعلام بعد الاعلام
کا لغت مین یہہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت پڑہنے کے ٹھہر جاوے پھر بلاوے اسطرح کہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے
بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت کہے کذا فی البحر مگر مغرب مین تثویب نہین چنانچہ نقایہ کی شرح مین مصرح ہے اور ماتن کے اگلے کلام سے بھی
نکلتا ہے ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیًا لوقت الندب اور موذن بیٹھ جاوے اذان اور اقامت مین بقدر آنے ہمیشہ آنیوالون
کے وقت مستحب کی رعایت کرکے هم جیسے صبح مین اسفار (روشنی ہو جانا) کا اور ظہر صیف مین ابراد (سرد کرنا) کا ملاحظہ موذن کو لازم ہے الا فی المغرب فیسکت قائما
قدر ثلٰث آیات قصار مگر مغرب مین تثویب اور جلوس نچاہیے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین آیتون کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعًا اور بلا توقف ملا
دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے هم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت مین توقف کر اسقدر کہ کہانیوالا اپنے کہانے سے
فراغت حاصل کرے **فائدہ** التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ
الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مین عشا کی نماز مین دوشنبہ کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازونمین سوا
مغرب کے پھر مغرب مین بھی دو بار سلام کہنا رائج ہوگیا اور یہہ امر بدعت حسنہ ہے هم یہہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی کے حسن المحاضرہ سے
نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع مین ہے کہ اسکی ابتدا رحدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ھ مین طحطاوی نے کہا
کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت مین رائج نہین اور نہ سیوطی کی اُس عبارت مین ہے جو نہر الفائق مین منقول ہے انتہی بر تقدیر حسنہ وہ ہے جو قواعد شریعت
کے مخالف نہو ویسن ان یؤذن ویقیم لفائتۃ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا ببیتہ منفردا اور مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا کی نماز
کیواسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل مین نہ اپنے گھر مین اکیلا اگر گھر مین بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان کہے
وکذا یسنان لاولی الفوائت لا لفاسدۃ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازونمین سے پہلی نماز کیواسطے نہ باقی نماز کیواسطے

سلے جسکا اعادہ کیا وقت مین یعنی ترجمہ ابدا بالاولی وفی مجلس فلہ ان یخیر للکل اور آدمی اذان اور اقامت مین مختار ہے قضا کی باقی نمازون
کیواسطے اگر ایک مجلس مین ہو اور اگر چند مجالس مین قضا انکو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان و اقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہے اور اقامت
کہے سب نمازون قضا میں اسواسطے کہ جنگ خندق میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی
العمادیہ ولا یسن ذلک فیما تصلیہ النساء اداءً وقضاءً ولو جماعۃ کجماعۃ صبیانٍ وعبیدٍ اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہین
اُس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی ہین ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہوں جیسے لڑکے اور غلاموں کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین
ہے اگر شارح بجا ہو تو جماعت کے اور منفرد کہتا تو بہتر تھا اسلئے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا یسنان
ایضا للظہر یوم الجمعۃ فی مصرٍ اور یہی اذان اور اقامت سنت نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین ہے اسواسطے کہ اسمین شبہہ ہے
مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانو مین اذان جمعہ کے روز مکروہ نہین ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجدٍ لان فیہ تشویشا
وتغلیطا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اُس نماز مین فوت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد مین اسواسطے کہ اسمین لوگونکی پریشان خاطری اور غلط
اندازی ہے یعنی وہ وقت کی اذان سمجھیں گے ویکرہ قضاؤھا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرھا بزازیۃ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین
مکروہ ہے اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیہ ہے یہہ وجہ جماعت مین ظاہر ہے نہ منفرد مین جیسا کہ منفرد
اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جبکہ ادا کرے مکروہ ہے خواہ جماعت مین ہو یا اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبیٍ مراھقٍ وعبدٍ
اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہے کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحر الرائق
مین خلاصہ سے منقول ہے کہ سوا انکے دوسرا شخص آدمی ہے تو انکی اذان مین ترک اولی ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیرٍ خاصٍ اور غلام کو
اذان جماعت کی حلال نہین مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کی مانند ملکہ اوسکو بھی اذان حلال نہین یا اذان مساجد کیونکہ مراعات اوقات میں نقصان
مولی اور مستاجر کا لازم آویگا اور اسیطرح سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین وکاعمی وولد زنا واعرابی ہے اور جیسے اذان اندھے اور ولد الزنا
اور دیہاتی کی وانما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسبٍ اور اذان کہنے والا مؤذنون کے
ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ بہ نیت
ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو محتاط کہ بعد آنکہ غیر محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال
کے بیان کیا ہے ویکرہ اذان جنبٍ واقامتہ واقامۃ محدثٍ لا اذانہ علی المذہب اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور
اوسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہے مکروہ سے مراد تحریمی ہے اور وجہ کراہت جنب کی اذان
کی یہہ ہے کہ وہ لوگون کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور خود اوسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امرأۃٍ وخنثی وفاسقٍ ولو عالما لکنہ
اولی بامامۃٍ واذانٍ من جاھلٍ تقیٍ اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم
اولی ہے جاہل پرہیزگار سے یعنی جہاں سوا اوس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباحٍ اور نشہ والے کی اذان مکروہ ہے نشہ والے
کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہو گیا ہو جیسا خراسانی ایرانی سے کمعتوہٍ وصبیٍ لا یعقل جیسے دیوانہ اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے وقاعدٍ
الا اذا اذن لنفسہ اور بیٹھنے والے کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکبٍ الا لمسافرٍ اور سوار کی اذان
مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین ویعاد اذان جنبٍ ندبا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاوے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون
نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرارھا دوبارہ نہ کہی جاوے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار
اذان کے جمعہ میں اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ جنب سے تکرار اذان درست ہے وکذا

ذکرہ المصنف وقواہ فی شرحہ ناقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علی الاول لا یرد السلام ولا یسلم ولا یقرأ بل یقطع و یجیب ولا یشتغل
بغیر الاجابۃ اور یہہ جو ماتن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہے حلوانی کے قول پر اور ظاہر قول واجب ہونا ہو اجابت کا زبان سے بدلیل
ظاہر امر کے جو اس حدیث مین ہی کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس قول کے جو موذن کہتا ہو چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہو بحر الرائق مین اور ثابت کیا
اسکو مصنف نے اپنی شرح مین اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہو نہر الفائق مین محیط وغیرہ سے نقل کر کے اسطرح کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی
پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسیکو سلام کرے اور نہ قران پڑہے بلکہ قرأت کو قطع کرے اور اذان کا جواب دیوے اور مشغول نہو کسی فعل مین بجز
اجابت کے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا بین یدی الخطیب ان یجیب بقدمہ اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی
بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان مین جمعہ کے دن اور یہہ کہ اجابت بالقدم کرے
باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان مین بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرانی سے ھم عدم اجابت لسانی کی یہہ وجہ ہے کہ جب خطیب منبر پر چڑہے تو امام کے
نزدیک مطلقا کلام مکروہ ہے لیکن باب الجمعہ مین آویگا کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ امام کے نزدیک ذکر کا جائز ہے خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہے
اجابت کا کذا فی الطحطاوی و فی التاتارخانیۃ انما یجیب اذان مسجدہ اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جواب نہ دے مگر اپنی مسجد کے اذان کا ھم یعنی جواب
قدم سے جو اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر پہلے اشارہ کر دیا کما یانی کہکر کذا فی الطحطاوی وسئل ظہیر الدین
عمن سمعہ فی آن من جہات ما ذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن مین اذان کئی
کئی طرفون سے سنی اسپر کیا واجب ہے کہا کہ اوسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چلکر واجب ہے ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان و
یقول عند قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کی مانند اور کہے قد قامت
الصلوۃ کے وقت اقامہا اللہ وادامہا ھم ان الفاظ کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اسقدر زیادتی کے ساتھ ما دامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی
اللہ تعالی نماز کو قائم و دائم رکہے جبتک آسمان و زمین رہین اور مجہکو زمین کے نیکبخت باشندو نمین کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضون نے
کہا کہ اقامت کا جواب نہ کہے اور اسی قول کا یقین کیا ہے شمنی شارح نقایہ نے ھم یہہ نفی اجماع سابق کی مخل نہین کیونکہ یہہ نفی وجوب پر محمول ہے اور نفی
ابہام استحباب پر ہے فروع مسائل ملحقہ شارح صلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعدہا لا یعیدہا بزازیۃ جسنے سنت نماز پڑہی اقامت کے
بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق و
مستحب ہے کہ اگر اقامت اور نماز مین مدت زیادہ ہو جاوے یا پایا جاوے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاوے درمیان اقامت اور نماز کے جیسا کہ کہانا تو اقامت
پہر سے کہی جاوے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ ایک شخص مسجد مین داخل ہوا اسحال مین کہ موذن اقامت کہتا ہے تو بیٹہہ جاوے
امام کے کہڑے ہونے تک اپنی جای نماز پر ولا ینتظر رئیس المحلۃ لکن الا اذا کان شریرا والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نکیا جاوے جبتک کہ وہ شریر نہو اور
نماز کا وقت فراخ یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہے تو اوسکی انتظار بہی جائز ہے اور اگر وقت تنگ ہو تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو مکروہ ہے
لہ ان یؤذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجد مین ھم یہہ کراہت اوسوقت ہے جبکہ موذن پہلے مسجد مین نماز پڑہ چکا ہو کذا فی البحر
ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بانی ہی کے واسطے ہے ہر طرح یعنی خواہ عادل ہو یا غیر عادل
اگرچہ لوگ اسکو پسند نہ کرین کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسیطرح مسجد کے بانی کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو الافضل
کون الامام ہو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے ھم امام ابو حنیفہ رحمہ بہی کیا کرتے تہے کذا فی الطحطاوی و فی الضیاء انہ علیہ الصلوۃ والسلام
اذن فی سفر بنفسہ واقام وصلی الظہر وحققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی مین ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر مین بذات مقدس
اذان اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑہی اور البتہ ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے خزائن الاسرار مین ھم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جسکو

آپ سوار تھے کذلک فی الطحاوی من فتاوی الحلبی اور آپ کا اذان کہنا سفر میں ترمذی کی حدیث میں مروی ہے اور نووی نے اوسپر یقین کیا ہے کہ
مسند احمد میں اوسی طریق سے یہ حدیث کی تخریج کی ہے اوسمین یون ہے کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا
ہاں عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہے کذا فی الشامی

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہے نماز کی شرطون کے بیان مین
ہم شرطین تین قسم ہے شرط عقلی جیسے زندہ ہونا بڑھنے کیواسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گہر مین جانا زوجہ کا جسکی ساتھ
طلاق مشروط ہو کذا فی الصیبنے تو بیان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرطین
ہیں نماز کے واجب ہونیکی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہے یعنی مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور انجملہ عاجز نہونا نماز سے اور انجملہ وقت ہے ھی ثلثۃ
انواع شرطین تین قسم ہین منہا شرط انعقاد ایک قسم شرط ہے انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہے جسکا وجود ضرور ہے ابتدا نماز مین پیشتر
موجود ہوکر آخر نماز تک موجود رہے یا نرہے کذا فی الحلبی کنیۃ وتحریمۃ ووقت وخطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کیواسطے
تو جستک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہو گا انمین نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہے اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہیں ومنہا دوام
کطہارۃ وستر عورۃ واستقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہے دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہے
جسکا وجود مشروط ہے اول نماز سے آخر تک ومنہا بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتداء وموالفتادۃ اور تیسری قسم شرط ہے بقا کی
جسکے نماز کی بعد موجود ہو جانے نماز کے تو اوسمین آگے ہونا اس شرط کا مشروط نہیں اور نہ ابتدا نماز سے اوسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقا
نماز کی شرط قرات ہے ہم شرط بقاء نماز وہ ہے جو اثنا نماز میں پائی جاے بطریق استمرار کے اور قرات ایسی ہی ہے کہ اثنا نماز میں اوسکا وجود
ہوتا ہے استمرار کے طور پر اور یہہ تینون شرطین ایک دوسرے مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم خصوص مطلق ہے شرط دوام خاص ہے اور شرط
انعقاد اور بقا عام مثلا طہارت جو شرط دوام ہے اگر ابتدا نماز مین اسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہو جائیگی اور اگر حالت بقا مین اسکے
وجود کو شرط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سواے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لئے صرف شرط انعقاد ہے کہ نہ اوسکا دوام شرط ہے اور نہ بقا اور صرف
شرط بقا کی مثال قرات ہے کہ اثنا نماز میں حادث ہوکر اتنا تک رہتی ہے گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرات کہ امام کی قرات گویا اوسکی قرات
ہے کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قرات بذات خود تو رکن ہے
اور اپنی غیر کے حق مین شرط ہے بسبب پائے جانے قرات کے تمام ارکان مین تقدیرا یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرات حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ موجود
ہم رکن اوسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہے جو ماہیت سے خارج ہو اور یہہ دونون ایکدوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح کا
ہوتا ہے ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہے جیسے قرات کہ مقتدی سے ساقط ہو جاتی ہے تو اس لحاظ سے ایک
حالت مین اوسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قرات کا سب
ارکان مین ضروری ہے امی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پہر معلوم کرنا چاہئے
کہ شرط بفتح اول وسکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو شئ کہ ایک ہی چیز مین پائی جاے دوسری چیز مین نہو وشرعا ما یتوقف
علیہ الشئ ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہے جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز مین داخل نہو یعنی اوسکا جز نہو خارج ہو اسی
ہم کسی چیز کا متعلق اگر اوسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہے تو رکن کہلاتا ہے جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو تو دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر
ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہے تو اوسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح علت کے لئے اور اگر موثر نہین تو پہر چیز کیطرف ہے الجملہ موصل ہے یا نہین اگر ہے تو
اوسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہے اور اگر موصل نہین تو چیز اوسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اوسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہے نماز کے
حق مین اور اگر چیز اوسپر موقوف بھی نہین تو اوسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکل گئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل

فیعاد اذان امرأۃ ومجنون ومعتوہ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہم لمشروعیۃ تکرارہا اور اسیطرح اعادہ کیا جاوے عورت اور دیوانہ اور
مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ اونکی اقامت کا بدلیل گزشتہ یعنی تکرار اذان شرعاً ثابت ہے تکرار اقامت ویجب استقبالہما
لموت مؤذن وغشیہ وخرسہ وحصرہ ولا ملقن وذہابہ للوضوء لسبق حدث خلاصہ اور واجب ہے شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا
بسبب مرجانے موذن کے اذان کہنے میں اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے میں اور بسبب اوسکو غش آجانے اور گونگا ہوجانے اور بکلا جانے اور بند
ہوجانے کے اور حالانکہ وہان کوئی بتانیوالا نہیں اور بسبب جانیکے وضو کیواسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصہ ھم موذن اور مقیم تا پانچوں صورتون میں
یکسان حکم ہے شارح نے فقط موذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہے شامی میں کہا کہ پچھلی صورت نہیں یعنی اثنا اذان واقامت
میں بیوضو ہوجانے میں موذن اور مقیم کو چاہئیے کہ بعد اذان واقامت کے وضو کو جاوے کیونکہ جب ابتدا ہی بیوضو ہو کر اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو لعلہ
اوسے تمام کرسکتا ہے لکن عبر فی السراج بیندب لیکن سراج وہاج میں لفظ یندب سے بیان کیا ہے یعنی کہا کہ پانچوں صورتون میں کہ شروع سے اذان
اور اقامت کا کہنا مستحب اور مندوب ہے واجب نہیں وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے صحیح نہونے
اذان مجنون اور مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات میں کہتا ہوں اور کافر اور فاسق کی بھی اذان
صحیح نہیں بسبب مقبول نہونے اونکے قول کے دین کے کامون میں شامی میں کہا کہ اوپر گذر چکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے اور یہان شارح نے عدم صحت کو
بیان کیا توجیہ برابری فاسق کی کافر کے ساتھ شارح کیطرف سے مناسب نہوئی وکرہ ترکہما معا لمسافر ولو منفردا اور مکروہ ہے مسافر کو اذان اور
اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو ھم یہان چار صورتین ہیں سے دو صورتین مکروہ ہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونونکو چھوڑدینا
دوسری یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتین مکروہ نہیں ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونو کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو
اذان اور اقامت میں دو فائدے ہیں ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز میں ان بندگان خدا کا جو نظر نہیں آتی وکذا ترکہا لا ترکہ لحضور الرفقۃ اور
اسیطرح مسافر کو مکروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے سب رفیقون کے یعنی اذان تو اعلام کیواسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہونگے
تو اعلام کی چندان ضرورت نہیں بخلاف مصل ولو بجماعۃ فی بیتہ بمصر او قریۃ لہا مسجد فلا یکرہ ترکہما اذ اذان الحی یکفیہ برخلاف اوس
نمازی کے جو اپنے گہر میں شہر کے اندر نماز پڑہتا ہے اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اوس گانو میں نماز پڑہتا ہے جسمین مسجد ہے تو وہان اذان یا اقامت کا ترک کرنا
مکروہ نہیں اسواسطے کہ اذان محلہ اوسکو کفایت کرتی ہے ھم اور اگر گانو میں مسجد نہو یا ہو مگر اوسمین اذان واقامت نہوتی ہو تو وہان کا نمازی اذان
اور اقامت ترک کرنے میں بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہے او مصل فی مسجد بعد صلوۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد علی طریق
فلا باس بذلک جوہرۃ یا برخلاف اوس نمازی کے جو مسجد میں نماز پڑہتا ہو اوسمین جماعت ہوجانیکے بعد بلکہ مسجد مذکور میں اذان اور اقامت
کہنا اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے مگر راہ کی مسجد میں اسکا کچھہ مضائقہ نہیں کذا فی الجوہرۃ یعنی راہ کی مسجد میں تکرار جماعت اذان اور اقامت کے
ساتھہ درست ہے لا باس کے لفظ سے یہ نکلا کہ اسکا نکرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقا اگر
کہی اوس شخص نے سوا اذان کہنے والے کے موذن کی غیبت میں تو مطلقا مکروہ نہیں یعنی خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش ہو وان بحضورہ کرہ ان لحقہ
وحشۃ اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی موذن کے سامنے تو مکروہ ہے اگر اوسکو وحشت اور ناخوشی ہو ھم اقامت کہنا موذن کا حق ہے بدلیل حدیث من
اذن فہو یقیم یعنی جو اذان کہے وہی اقامت کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسے مکروہ ہے اقامت کہنے میں چلنا ویجیب وجوبا وقال الحلوانی
ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا اور واجب ہے جواب دینا زبان سے اوسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور
حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنی اذان سنتے ہی مسجد میں جماعت کیلئے حاضر ہوجانا چاہئیے لا حائضا
ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلوۃ وجنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض

اور رہا اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دیوے اور جنازہ میں اور صحبت کرنے میں اور پاخانہ میں اور کھانا کھانے اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے میں
بخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے بأن یقول بلسانه کمقالته ان
سمع الاذان وہ جواب دے اور معلوم کر کہ اپنی زبان سے موذن کے کلام کی مانند بشرطیکہ موذن سنت اذان کہے مسنون اذان وہ ہے جو بطور عربیہ کے ہو
یعنے تغیر کلمات نہ ہوں اذان عربی ہو یعنی تغیر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوں سواے جو اذان بعض لوگ کہتے ہیں حروف اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر
وہ حرام ہے اس اذان کا جواب دینا نہ چاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد
کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الحیعلتین فیحوقل جو موذن کہے وہی جواب دے الا کہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح میں کہ لا حول
ولا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوۃ خیر من النوم میں یوں کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار
ہے اس کہنے میں کہ نماز نیند سے بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر هل یستمر الی فراغه
او یجلس اور بزازیہ نے یہہ ذکر نہیں کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے ولو لم یجبه حتی فرغ لم اره وینبغی تدارکه ان قصر الفصل
اور اگر سامع نے موذن کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا کتاب میں اور مناسب یہہ ہے کہ اسکا تدارک کرلے
اگر فصل تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو تو نہیں یہہ بحث صاحب بحر کی ہے اور ظاہر یہہ ہے کہ جواب دیوے مثلا موذن سے پیشتر کلمات جواب کے نہ کہے بلکہ ہر کلمہ کے
تمام ہونے پر اوسکا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ میں اسکی تصریح موجود ہے اور اس سے ظاہرا یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا چاہیے
ہیں کذا فی الشامی ویدعو عند فراغه بالوسیلة لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کیواسطے وسیلہ مانگے ہم دعا وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم موذن کو سنو تو کہو مثل اوس قول کی جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حق تعالی اوسکے بدلے اوسپر دس بار
رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ ہے بہشت میں کہ وہ لائق نہیں مگر ایک بندہ کو اللہ کے بندوں سے اور میں
امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں پس جو شخص میرے لئے وسیلہ مانگیگا تو میری شفاعت اوسکے لئے مقرر ہوگی انتہی یعنی اوسکی شفاعت واجب ہوگی
سے زیادہ و ترتیب اس مناسبت ہے کذا فی الطحطاوی عن المواہب وشرحہا اور دعا وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ میں جابر سے یوں مروی ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا
الذی وعدتہ تو اوسکے واسطے میری شفاعت حلال کریگی یعنی واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لا تخلف
المیعاد اس دعا میں زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج میں کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو والدرجۃ الرفیعۃ کہتے ہیں اور ختم میں یا ارحم الراحمین
ان دونوں کی کچھہ اصل نہیں اور یہی معلوم وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعه لیس
علیه الاجابة ولو کان خارجه اجاب بالمشی الیه بالقدم اور اگر اذان کو سنے اور مسجد میں ہو جبکہ اوسنے اذان سنی تو اوسپر جواب دینا لازم نہیں
اور اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب دے اوسکی طرف قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لا به لا یکون مجیبا وهذا بناء علی ان الاجابة المطلوبة بقدمه
لا بلسانه کما هو قول الحلوانی اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ
شرع میں قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی قول ہے حلوانی کا وعلیه فیقطع قراءة القرآن لو کان یقرأ بمنزله ویجیب لو اذان مسجده کما
یأتی ولو بمسجد لا لانه اجاب بالحضور اور موجب اسی قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو گھر میں اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اپنی
مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تا خانہ سے اور اگر مسجد میں قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد میں حاضر ہونے
سے وهذا متفرع علی قول الحلوانی واما عندنا فلا لما مر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر

اسلئے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین آتا اور نہ پایا وہ کہتا کہ ولا یؤثر فیہ ولا یؤثر میل الیہ نے الجملۃ یعنے نہ چیز مین موثر ہوا ور نہ اوسکی طرف کسیقدر موصل ہو
کذا فی الشامی عینی نے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہے کہ شرط وہ ہے جس کے نہونے سے مشروط کا نہونا لازم ہووے
اور شرط کی وجود سے مشروط کا وجود لازم نہو ھی ستۃ طھارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن فلیحفظ
شرطین نماز کی چھہ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہے نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہے بسبب شامل ہونے ہاتھہ پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے ش چونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھہ پانو بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھہ پانون کی بھی طہارت
ثابت ہو اگرچہ اردو زبان مین بدن ساری جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہے دونون قسم کی حدث یعنی حکمی ناپاکی سے
ش دونو قسم سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہے اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا
(ناپاک ہونا / بے وضو ہونا)
حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ غلیظ تر اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے ش یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف
نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہے وخبث مانع کذلک اور طہارت شرط ہے اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو
نماز کی مانع ہے ش دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سے مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہے اور مخففہ زائد از ربع ثوب وثوبہ وکذا ما
یتحرک بحرکتہ اور دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا اور اسیطرح پاک ہونا اوس چیز کا جو ہلے نمازی کے ہلنے سے ش یعنی ایسی چیز جو نمازی
کے بدن سے متصل ہو مثلا ایک چادر کا آنچل اوسکی بدن پر ہے اور دوسری آنچل پر ایسی نجاست ہے جو مانع نماز ہے تو اگر نمازی کی حرکت سے
ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اسکی بدن سے متصل نہین مثلا چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور پھر
دوسرے کنارہ نماز پڑھتا ہے تو یہہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک
بنفسہ منع والا لا یا نمازی اوس چیز کا اٹھانیوالا گنا جاوے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہے بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا
مانع ہے اور اگر لڑکا نمازی کے تھامنے کا محتاج نہو خود اوسکو چمٹا ہو تو نمازی اوسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا ش اور یہی حکم ناپاک چھت
اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہے جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح جسطرح
مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب آدمی اور کتا ہو اگر اسکا مونہہ باندہا ہو صحیح تر قول مین ش اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اوس سے لعاب وغیرہ مانع
نماز نہ بہی تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق مین ہے کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہے جو اندر سے خون ہوگیا تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ اپنی معدن
مین ہے برخلاف اوس شیشی کے جسمین پیشاب ہے یعنی وہ مانع نماز ہے ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدھما ان رفع الاخری وموضع سجودہ
اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلے کے مکان کا ہے یعنی اوسکی دونون قدمونکی جگہہ کا یا ایک قدم کی جگہہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم
اوٹھالیا اور سجدہ کی جگہہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ش موضع قدمین کی طہارت امام اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلاف اور
موضع سجود مین خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام کے نزدیک اوسکی طہارت بھی شرط ہے اگر نمازی کے کپڑون کی اطراف نجاست پر پڑی
اور نماز پڑھی تو کچھہ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لاموضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاھر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجیء شرط نہین پاک ہونا دونون
ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنی اوسوقت ہاتھہ کے مکان
کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہہ سجود کا مکان ٹھہرا ش فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اسکی
تصحیح کی ہے عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہے اگرچہ
دونون ہاتھہ ہون تو اوسکی مکان کی طہارت شرط ہے کذا فی الطحطاوی من الثالث ای الخبث لقولہ تعالی وثیابک فطھر فبدنہ ومکانہ
بالاولی لانہما الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہے ثالث یعنی نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالی وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر

تو جب کپڑے کا پاک کرنا لازم ہوا تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولی لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑے کے زیادہ لازم ہیں
اسواسطے کہ کپڑوں کا جدا ہونا متصور ہے برخلاف بدن اور مکان کے ہم اظہر یہ ہے کہ آیت کریمہ میں ثیاب سے ملبوس مراد ہیں اور نجاست سے پاک
کرنا قول ہے بعض فقہا کا اور اسکی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی والاستدلال بالآیۃ وجوبہ عام ولو فی الملاقی علی الصحیح لا الوضوء صح
اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور اوڑھنا ہے اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی التعمیم ہے اگرچہ آدمی خالی مکان میں ہو بنا بر قول صحیح
کے مگر غرض صحیح کے واسطے شرمگاہ کھولنا جائز ہے جیسے دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال ہم ستر عورت غیر سے واجب ہے اپنی ذات سے
جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہیں تو تعمیم میں اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چاروں طرف سے ہو نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان
نیچے سے برہنگی دیکھ سکے تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الطحاوی ولا یکمن ثوب نجس فی غیر صلوٰۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہے اور حال
میں سوائے نماز کے وھی للرجل ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہے دونوں گھٹنوں کے نیچے تک ہم
عورت کا لفظ نکلا ہے عور سے جو بمعنی نقصان اور عیب کے ہے تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب ہے اور جیسا تمام بدن
فی العورۃ اور وہیں عورت مرد کے مقابل کو کہتے ہیں فارسی میں زن اور ہندی میں لگائی اور جورو بولتے ہیں ویشترط اسمی ستر لحسبتہ
ایضاً اور امام احمد بن حنبل نے ذکر کیا ایک کندہ کا بھی نماز میں شرط کیا ہے ومن ملتہ ھی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت ہے
کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط قبل و دبر اور مقعد ہے ہم امام اعظم کے مذہب میں شرمگاہ کی حد یہ ہے کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق میں ہے
مستور کے حق میں کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہے اور جوان میں حکم زانو کا خفیف تر ہے ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اوسپر انکار نرمی سے
کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اوسپر زیادہ انکار نہیں اور جو اپنی ران کھولے ہو اوسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے
اگر اصرار کرتا ہو کذا فی العرنیہ وما ہو عورۃ منہ عورۃ من الامۃ ولو خنثی او مدبرۃ او مکاتبۃ او ام ولد مع ظہرھا وبطنھا اور جسقدر
کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہے اوتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہے اوسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو ہم مدبرہ وہ
لونڈی ہے جسکو مالک نے کہدیا ہو کہ میرے مرنیکے بعد تو آزاد ہے اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا مال دے تو تو آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی جس کے
آقا سے اولاد ہوئی ہو وما جنبہا تبع لہما اور لونڈی کا پہلو اوسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہے یعنی جسقدر پہلو پیٹ سے متصل ہے وہ پیٹ کا تابع اور
جسقدر پیٹھ سے وہ پیٹھ کا تابع ہے یعنی اسکے پہلو بھی شرمگاہ میں ولو اعتقہا مصلیۃ ان استترت کما قدرت صحت والا لا علمت
بعتقہا ولا علی المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت میں اگر اوسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہوگی اور
اگر نہ ڈھکا باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی موقوف ہے آزاد کرنیکو اوسنے جانا ہو یا نجانا ہو بنا بر مذہب درست کے ہم پردہ سازی
سے مقصد مراد ہے جسقدر بھی ہو پردہ چاہیے اور استتار میں یہ شرط ہے کہ بعمل قلیل ہو اور قبل ادا کے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز
باطل نہوگی قال ان صلیت صلوٰۃ صحیحۃ فانت حرۃ قبلہا فصلت بلا قناع ینبغی لغو القبلیۃ ووقوع العتق کما رجح فی الطلاق الدوری
مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہے نماز سے پہلے پس اوسنے بدون اوڑھنے کی نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دیا اور طلاق کا واقع ہونا
اوس سے جیسا کہ فقہا نے قبلیت کے لغو کرنے کو طلاق دوری میں ترجیح دی ہے ہم یہ مسئلہ روایت مذہب نہیں بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہے طلاق
دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھکو طلاق دوں تو تجھکو تین طلاق ہیں قبل از طلاق پھر اوسنے بلا شرط
طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقیں اس طلاق سے پہلے واقع ہونگی اور ان کا واقع ہونا یہ چاہتا ہے کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد
عورت محل طلاق نہیں رہتی تو جب بھی قبلیت کو لغو کر دیا تو ایسا ہو گیا گویا اوسنے یوں کہا کہ اگر میں تجھکو طلاق دوں تو تجھکو تین بار طلاق ہے تو ایک طلاق
اوسکو واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقیں تعلیق سے واقع ہونگی اور تیسری طلاق باطل ہو جاوے گی عدم محل کے سبب سے وصححنا ولو خنثی جمیع بدنہا

حتی شعرها النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بیبی کا تمام بدن شرمگاہ ہی جسکا چھپانا واجب ہی یہانتک کہ اوسکے لٹکتے بال بھی عورت ہین صحیح قول مین اگرچہ مرہ خشتے ہم لٹکتے بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہین وہ بالاتفاق عورت ہین خلا الوجہ والکفین فظھر الکف عورۃ علی المذھب والقدمین علی المعتمد بی بی کا تمام بدن عورت ہی مگر اوسکا چہرہ اور دونون ہتھیلیان اور دونون قدم عورت نہین قول معتمد پر توپشت کفدست کا چھپانا واجب ہی مذہب درست پر ہم اور اقوال نامعتمد یہہ ہین کہ پشت کفدست نماز مین عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقا عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہی کذا فی الطحطاوی وصوتہا علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہین راجح قول پر ہم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے تو بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضون نے کہا کہ اوسکی آواز کا بھی پوشیدہ کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہین مرجوح یعنی ضعیف قول پر ہم یہہ ابو یوسف کا قول ہی اور اختیار شرح مختار مین اسکو راجح کہا ہی لیکن مذہب راجح اور قوی یہہ ہے کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاتی ہی چہرہ کھولنی سی درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اوسکا عورت ہی بلکہ بخوف فتنہ منع کا حکم ہی کمسہ وان امن الشھوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاھرۃ کما یاتی فی باب الحظر یعنی مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہے اگرچہ شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سی اور اسی واسطے شہوت کے چھونے سی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہی چنانچہ باب الحظر مین آویگا ولا یجوز النظر الیہ بشھوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجھہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشھوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جائز نہین نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سی مانند چہرہ امرد کی یعنی بیریش لڑکے کی اسواسطے کہ حرام ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت کا شک اور تردد ہوا اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہی اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشھوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہی ساتھہ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاستتار نہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیئے اور شہوت کا خوف نہو تو نظر کرنا حلال ہے ورنہ حلال نہین وفی السراج لاعورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج مین ہی کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین یعنی ڈھکنے کے لائق نہین پھر جب تک کہ وہ قابل خواہش کے نہین تو بول اور براز کی راہ چھپانے کے لائق ہے پھر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد و نواح کے قابل چھپانے کے ہو جاتا ہے پھر دس برس کے بعد جوان کی مانند برہنگی کے چھپانے مین ہم نہایت صغیر سی مراد چار برسکا بچہ ہی لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن شیخہ وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ انتہی اور اشباہ مین ہی کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برسکی عمر تک ہم یہہ اسصورت مین ہی کہ اوسکا بلوغ بخبر کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سی اوسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سی پہلے بھی اوسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو عضو کہ عورت ہی بدن مین ملا ہوا اوسکا دیکھنا بدن سی جدا ہونے کے بعد بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب تھا اسلیے کہ لفظ سنۃ مؤنث ہی ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہی نماز کو یہان تک کہ انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سی معتمد قول پر ہم کشف ربع عورت مانع انعقاد نماز اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہو اگرچہ ادای رکن سی کم مدت ہو اور ادای رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے اور اگر کشف عورت بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ کمتر ہو ادای رکن کی مقدار سی والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول و براز کا محل ہی اور جو مکان کہ ان دونون کے آس پاس ہے اور عورت خفیفہ وہ ہی جو اوسکے سوا ہی ویجمع بالاجزاء لو فی عضو واحد اور چند جگہ سی کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سی اگر ایک عضو مین

ننگے کی ہو تو نماز میں تاخیر کرے جبتک کہ فوت وقت کا خوف ہو وھل یلزمہ الستر بثمن مثلہ ینبغی ذلک سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم اور
ضرور ہے خریدنا کپڑے کا اوسکی برابر قیمت سے جواب لائق یہہ ہے کہ خریدنا ضرور ہو ھم یہہ بحث ہے صاحب بحرالرائق کی مذہب کی روایت نہیں ولو وجد ما
اے ساتراً کلہ نجس لبس یا صلی بالنجاسۃ لم یلبس لانہ لایستر بہ فیہا اتفاقا بل خارجہا ذکرہ الوانی او اقل من ربعہ طاہر
ندب صلوتہ فیہ وجاز الایماء کما مر اور جو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اوسکا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہے اصلی ناپاک نہیں اصلی ناپاک جیسے مردار
کی کہال جسکی دباغت نہیں ہوئی تو یہہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے نماز میں بالاتفاق بلکہ خارج نماز کے اوس سے شرمگاہ چھپا دے ایسا ذکر کیا
ہے علامہ وانی محشی درر نے یا ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کمتر پاک ہے تو اوسکو اوسمین نماز پڑھنا مستحب ہے اور جائز ہے برہنہ نماز پڑھنا اشارہ سے جیسا کہ
نماز کا پڑھنا اشارہ سے گذر گیا وحتم محمد لبسہ واستحسنہ فی الاسرار وبہ قالت الثلثۃ اور محمد بن حسن نے اس ساتر کا جو تمام ناپاک ہے یا چہارم سے کمتر
طاہر ہے پہننا لازم کیا ہے نہ مستحب اور اسرار میں اس قول کو اچھا سمجھا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا ولو کان ربعہ طاہرا صلی فیہ حتما
اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اوسی ساتر میں بالضرور نماز پڑھے اسواسطے کہ چہارم کل کی برابر ہے ھم یعنی جو چوتھائی کا حکم
کل کا سا ہے مثلا محرم کو چوتھائی سر کا منڈانا کل کی برابر ہے اور چوتھائی برہنگی کا کھلنا نماز کا مانع ہے کذا فی الشامی ومثلہ اذا لم یجد ما یزیل بہ النجاسۃ
او یقللہا اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جبکہ نپاوے اس چیز کو جو نجاست کو دور کردے یا اوسکو کم کر ڈالے یعنی اگر مزیل نجاست پاوے تو ازالہ
واجب ہے کذا فی البحر ویتحتم لبس اقل ثوبیہ نجاسۃ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہے نماز میں پہننا اپنے دونوں ناپاک کپڑوں سے اوس
کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہو دوسرے سے والضابطۃ ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ
کلیہ اس مسئلہ کا یہہ ہے کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤں میں مثلا دو ناپاک کپڑوں میں سو اگر دونوں برابر ہوں منع نماز میں تو اوسکو اختیار ہے چاہے
اوسکو لے چاہے اسکو اور اگر دونوں مختلف ہیں یعنی ایک بلا کم ہے اور دوسری زیادہ تو وہ ہلکی کو اختیار کرے ھم مثلا زخمی اگر سجدہ کرتا ہے تو
زخم سیلان کرتا ہے اور نہیں تو نہیں تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہے بےوضو ہونے کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ
حالت اختیار میں بھی کرسکتا ہے مثلا سوار ہے پر نماز نفل اشارہ سے درست ہے تو حالت عذر میں ترک سجدہ کا مضائقہ نہیں کذا فی البحر ولو وجدت
الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنہا مع ربع رأسہا یجب سترہما فلو ترکت ستر رأسہا اعادت بخلاف المراہقۃ لانہ لما
سقط بعذر الرق فبعذر الصبا اولی اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکتا ہے اوسکے بدن کو اوسکے چوتھائی سر کے ساتھ تو
بدن اور چہارم سر کا ڈھکنا واجب یعنی فرض ہے دونوں کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ
عورت کے یعنی اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے نماز پڑھیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہیں اسواسطے کہ سر کا ڈھکنا جبکہ ساقط ہوگیا لونڈی ہونے کے عذر
سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولی ہے ھم شارح کو علت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈھانکنے کے
نہ پڑھے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہے کہ جن اعضا کا ڈھکنا لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہے انکا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہو حالانکہ یہہ کلیہ نہیں
کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الرأس لا یجب بل یندب اور اگر ساتر ڈھکتا ہو کمتر چوتھائی سر سے تو اوسکو ڈھکنا واجب نہیں بلکہ
مستحب ہے لکن قولہ ولو وجد المکلف ما یسترہ بعض العورۃ وجب استعمالہ ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ
مطلقا فتامل لیکن مصنف کا یہہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپا دے تو اوسکا استعمال واجب ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین
نے فتح القدیر میں حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہے وان قل یعنی اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہے ساتر کے استعمال کو مطلقا خواہ چوتھائی
کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کر اے مخاطب ھم یعنی مصنف کے دونوں قولوں میں تناقض ہے پہلا قول یہہ ہے کہ چہارم سر سے کمتر کا ڈھکنا واجب نہیں
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہے خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی درالمختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو سر کے سوا محمول کیجئے

اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہے باقی عورت سے اور یہ دلیل ہے کہ مقعد و مرا ہم سر کھلی کی بیمم ہے تو اب تا نعش باقی رہیگا ویستر
القبل والدبر اور لا اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور جا مرور کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدھما قیل یستر الدبر لانہ افحش
فی الرکوع والسجود وقیل القبل ح کما فی البحر لا ترجیح ہے اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپا دے بعضوں نے کہا دبر کو چھپاوے
اسواسطے کہ اوسکا کھلنا رکوع اور سجدہ میں فاحش تر اور قبیح تر ہے اور بعضوں نے کہا قبل کو چھپا دے یعنی اسلئے کہ وہ قبلہ رخ ہے اور کوئی مفسر
اوسکی آگے نہیں جیسے دبر میں مقعد کا حجاب ہے کذا فی الشامی نقل کیا ہے دونوں قولوں کو بحر الرائق میں بدون ترجیح کے وفی النہر ظاہر
ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید ان الاولی ستر القبل ثم الفخذ ثم بطن المرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الکعب
علی الترتیب اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہرا دونوں قولوں کا خلاف اولی ہونے میں ہے اور تعلیل یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود میں
اسکا مفید ہے کہ اگر بدون رکوع اور سجدہ کے اشارہ سے نماز پڑہی تو قبل کا چھپانا اولی ہوگا پھر اسکے بعد ران کا پھر عورت کے پیٹ اور پشت کا
پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہے ھم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہے نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل کے بعد ران کو پھر عورت
کے پیٹ اور پشت کو پھر زانو کو چھپا دے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف للمسافر ما یزیل بہ نجاسۃ او یقللہا لبعدہ مثلا او
لعطش صلی معہا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نہ پاوے ایسی چیز کہ جس سے نجاست کو دور کرے یا اوسکو کم کر دے
بسبب دور ہونے مزیل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور اوسپر اعادہ نماز کا نہیں وینبغی
لزومہا لو العجز عن مزیل وساتر بفعل العباد کما مر فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر
بندوں کے فعل سے ہو جیسا کہ تیمم میں گذرا۔ تاہم یہہ بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے ثم ہذا
للمسافر لا للمقیم لتیسر طہارۃ الساتر وان لم یکن لہ قہستانی پہر معلوم کر کہ یہہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے حق میں ہے اسلئے کہ
مقیم کیواسطے طہارت ساتر کی میسر ہے اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی میں ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے ساتھ بلا
وجہ ہے والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچویں شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہے بدلیل اجماع و اتفاق ھم یعنی اشتراط نیت کی دلیل
اجماع ہے نہ یہہ آیت (وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین) اسواسطے کہ عبادت سے یہاں توحید مراد ہے تو یہہ اخلاص یعنی خلوص ارادہ
و نیت اس آیت سے توحید میں پایا گیا نہ عبادت میں اور یہہ حدیث بھی دلیل نہیں ہے کہ انما الاعمال بالنیات اسواسطے کہ اسمیں تو نیت کا ثواب مراد ہے
اور صحت سے تعرض نہیں کذا فی الطحطاوی وہی الارادۃ المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہے ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر
چیزوں سے ھم دو چیزیں برابر جیسا کہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلا نماز پڑہنا اور نہ پڑہنا دونوں برابر ہیں کہ بذات خود نہ فعل اسکا
لازم اور محال ہے نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی
ارادہ مرجحہ کو نیت کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہیں بلکہ عبارت ہے اس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم
میں اس سے پہلے ہو ای ارادۃ الصلوۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ھم شارح نے اشارہ
کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہے یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہیں بلکہ یہاں ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ
کسیکو شریک نکرے عبادت میں نہ شرک جلی مشرکوں کی مانند نہ شرک خفی ریاکاروں کی طرح لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر
لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہے ارادہ سے نہ کہ مطلق دانست سے صحیح تر قول میں کیا تو نہیں دیکھتا کہ جسنے کفر کو جانا وہ کافر نہیں ہوتا
اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہے ھم مگر امام عبد الواحد کا یہہ قول ہے کہ نیت دانست کا نام ہے حالانکہ دونوں کے مفہوم متباین ہیں ارادہ کو
علم یعنی دانست لازم ہے اور دانست کو ارادہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر

باللسان وان خالف القلب لانه كلام لا نية اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہے جسکو ارادہ لازم ہو تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا
اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہین ہے ھ جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ
ضرر نہین مثلاً دلمین ارادہ ہوا ظہر کا اور زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطاء قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ
تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین کذا فی الاشباہ الا اذا عجز عن احضاره لهموم اصابته فيكفيه اللسان مجتبی مگر جبکہ
آدمی عاجز ہوا دل کے حاضر کرنے سے انکار اور تشویشات کے لاحق ہونے سے تو اب اوسکو زبان کا عمل بجای عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا
فی المجتبی وهو اي عمل القلب ان يعلم عند الارادة بداهة بلا تامل اي صلوة يصلي فلو لم يعلم الا بتامل لم يجز اور وہ یعنے
دل کا عمل یہہ ہے کہ جانے آدمی نماز کیوقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کونسی نماز پڑہتا ہے سو اگر نہ جانے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز
نہین ھ یہہ اعتبار فقط نیت کیوقت شرط ہے تمام نماز مین شرط نہین یعنی اگر اثناء نماز مین نہوگا تو کچھ حرج نہین اور اسمین کسیکو اختلاف نہین کذا فی الطحطاوی
مختصراً والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار اور ارادہ نماز کیوقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے ويكون بلفظ
الماضي ولو فارسيا لانه الاغلب في الانشاآت ويصح بالحال قهستاني اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھہ جو زمانہ
گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی مین ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاآت مین یعنی اُن الفاظ مین جو ایجاد اشیا مین
بولے جاتے ہین چنانچہ معاملات مین اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھہ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایہ
لفظ حال سے صیغہ مضارع کا مراد ہے جسسے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ ٹھہریگا نہ وقوع تو عربی مین نیت بلفظ
ماضی اسطرح ہے کہ نويت ان اصلي الفجر اور فارسی مین یون کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی مین نے نیت کی
اور بلفظ حال اسطرح کہ اريد ان اصلي الفجر اور فارسی مین یون کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہون وقيل
سنة اي احبه السلف او سنه علماؤنا اذ لم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعة اور بعضون نے کہا کہ زبان سے
نیت کرنا سنت غیر مؤکدہ دائم العمل ہے یعنی یہان سنت سے مراد یہہ ہے کہ پسند کیا ہے اوسکو یا اوسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالمون نے سنت شرعی یہان مراد نہین اسلئے
کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین بلکہ بعضے عالمون نے اوسکو بدعت کہا ہے ھ
بدعت سے یہان بدعت حسنہ مراد بقول معتمد ہے نہ بدعت سیئہ بحر الرائق مین کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے اور وجہہ سے یعنی
انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلئے زبان سے کہنا مستحسن ہوا کذا فی الطحطاوی وفي المحيط انه
يقول اللهم اني اريد ان اصلي صلوة كذا فيسرها لي وتقبلها مني ويسن في الحج اور محیط مین ہے کہ نماز کا پڑہنے والا یون کہے کہ الٰہی مین ارادہ
کرتا ہون فلانی نماز کے پڑہنے کا سو اوسکو میرے لئے آسان کر دے اور میری طرف سے اوسکو قبول کر اور عنقریب اسکا بیان کتاب الحج مین آویگا ھ یہہ شامل
ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق مین کہا کہ اکثر علما نے کہا ہے کہ یہہ نیت حج کیواسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ حج زمانہ دراز مین پورا ہوتا ہے اور اوسمین مشقتین
بہت ہوتی ہین برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقديمها على التكبيرة ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ
تقدیم نیت کی نماز کیوقت سے پہلے ہو ھ اور نماز کی مانند سب عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہے صحیح قول مین وفي البدائع من خرج من منزله يريد الجمعة
فلما انتهى الى الامام كبر ولم تحضره النية جاز ومفاده جواز تقديم نية الاقتداء ايضا فليحفظ اور بدائع مین ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت
کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہنچا تو اوسنے تکبیر تحریمہ کی اور نیت اقتدا کی اوسکو اوسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا
ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے لیکن قہستانی مین ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہین مالم يوجد
بينهما قاطعها من عمل غير لائق بصلوة تقدیم نیت کی جائز ہے جبتک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنیوالا نیت کا جو نماز کے

سا سبب نہین ہوتا یا سی طرح ہر ہم مثال قاطع نیت جانا پھر کہانا اور پینا اور کڑی خرید کرنا کذا فی البحر وبعمل کل مایمنع البناء کذا ورد وبنی عمل غیر منافٍ
نماز و عمل ہے جو فساد نماز کا مانع ہے ہم اگر اثناء نماز مین نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ جاوے اور دوسرا وضو کرکے بقیہ نماز
پڑھے اسی بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین پس اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نیت نہین
ہوتے تو نماز کے خارج جو بطریق اولے قاطع ہونگے وشرط الشافعی قرانها فهنا كذ بعندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ
شرط کیا ہے تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا ہم اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہین
ولا عبرة بنية متاخرة عنها على المذهب وجوزه الكرخي الى الركوع اور اُس نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو تا بر صحیح مذہب کے اور
کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہے ہم شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہین کی بلکہ علماء نے اونکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا
ہے کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے تسبیح تک ويكفي مطلق نية الصلوٰة وان لم يقل لله لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد
اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت موکدہ اور تراویح کیواسطے معتمد قول پر اگرچہ اوسنے نکہا ہو کہ
اللہ تعالے کیواسطے نیت کرتا ہون اسلئے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا متعین ہونا ثابت ہو جاتا ہے اونکے واقع ہونیسے شروع کرنے کیوقت ہم یعنی یون کہنا
یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلا یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہے پس جبکہ فجر کیوقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو
سنت کا ثواب حاصل ہوگا وقوله وان لم يقل لله بيان لاطلاق النية والتعيين احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہے یعنی تعیین میں بڑی
احتیاط ہے اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہے کذا فی البحر ولا بد من التعيين عند النية فلو جهل الفرضية لم يجز در مختار
نماز مین متعین کرلینا نیت کیوقت ضرور ہے تو اگر نماز کے فرض ہونیسے ناواقف ہوگا تو نماز اوسکی جائز نہوگی ہم ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز
پڑھتا ہے لیکن اونکا فرض ہونا نہین جانتا ہے تو اوسکی نماز جائز نہین اوسپر قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اوسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الخلاصة
ولو علم ولم يميز الفرض من غيره ان نوى الفرض في الكل جاز اور اگر اوسنے بعضی نماز ونکو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض
کو غیر فرض سے تو اگر سب نماز ونمین فرض کی نیت کی تو جائز ہے یعنی بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وكذا لو أمّ غيره فيما لا سنة قبلها
اوسیطرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اوس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہے ہم یعنی جو شخص فرض اور
نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت موکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز
صحیح ہے اشباہ مین قنیہ سے منقول ہے کہ نمازی چھ قسم ہین پہلی قسم وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ فرض وہ ہے
جسکے کرنے میں ثواب اور نکرنے مین عذاب ہے اور سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے اور نکرنے مین عذاب نہین سو اوسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی
ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہے اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر یہہ نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہے اور سنت کتنی اوسکی بھی
درست ہے ۳ وہ نمازی ہے جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو اوسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہے جو
یہہ جانتا ہے کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اونمین بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور نفل مین تو اوسکی نماز جائز نہین
اسواسطے کہ فرض مین نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ اوسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہے ۵
وہ نمازی ہے جسنے یہہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہے تو اوسکی نماز جائز ہے ۶ وہ نمازی ہے جو یہہ نہین جانتا ہے کہ خدا کی نماز بندہ پر فرض ہے
ولیکن وہ ہمیشہ نماز پڑھتا ہے اوسکی نماز جائز نہین ہے انتہی ملخصا للفرض الا ظهرا او عصرا قرنه باليوم او الوقت او لا هو الاصح یعنی
فرض ہے نیت کی تعیین فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن یا اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول
صحیح تر ہے ہم یعنی یون کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظهر اليوم یا ظهر الوقت یعنی آجکی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھہ ضرور نہین فقط ظہر یا

کی نیت کرتا بلا اضافت کافی ہے اصح قول میں اسواسطے کہ وہ وقت تو اسکی وجہ سے متعین ہوگیا ہے ولو الفرض قضاء نیت فرض کی تعیین کی ضرور ہے اگر وہ
فرض قضا ہو لکنه یعین ظهر یوم کذا علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرلے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے ھم یعنی قضا میں
فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہیں کرتا بلکہ معتمد قول یہہ ہے کہ کہے کہ فلانے دن کی ظہر پڑہتا ہوں خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہوگئی ہو یا نہوئی
ہو اور غیر معتمد قول یہہ ہے کہ نیت تعیین کی کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی والاسهل منه اول ظهر علیه او آخر ظهر اور تعیین نیت میں
در صورت بہت سی قضا نماز دن کے آسان تر طریقہ یہہ ہے کہ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں پہلی ظہر کی جو مجہپر واجب ہے یا پچہلی ظہر کی جو مجہپر واجب ہے ھم
آسانی کیوجہہ اس نیت میں یہہ ہے کہ شاید تاریخ اور دن قضا کے یاد نہوں وفی القهستانی عن المنیة لا یشترط ذلک فی الاصح وسیجیء آخر الکتاب
اور قہستانی میں منیۃ المصلی سے منقول ہے کہ قضا میں معین کرنا نیت کا شرط نہیں صحیح تر قول میں اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب میں یعنی مسائل شتی میں آویگا
والواجب انه وتر او نذر او سجود تلاوة او شکر اور ضرور ہے نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ
تلاوت کا ھم وتر کی تعیین ضرور ہے لیکن اوسکو واجب یا سنت کہنا لازم نہیں کیونکہ اسمیں اختلاف ہے اور نذر نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑہتا ہوں جو شفا
کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے میں نے نذر مانی تھی اسواسطے کہ تعیین نذر کی نہیں بدون ذکر کرنے اوسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا شکر
بخلاف سهو اور اسیطرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ شکر کی نیت کا بخلاف سجدہ سہو کے کہ اوسمیں تعیین ضرور نہیں ھم سجدہ شکر اور سجدہ سہو میں شارح سے
سہو واقع ہوا یوں کہنا ٹہیک تہا وکذا سهو بخلاف شکر یعنی اسیطرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ سہو کا نہ سجدہ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور
سجدہ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل میں تعیین نیت ضرور نہیں یہہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو میں واجب ہے نہ شکر میں کذا فی الطحطاوی
مختصرا دون تعیین عدد رکعاته لحصولها ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددها ضرور نہیں معین کرنا شمار رکعات
کا فرض اور واجب میں کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہیں یعنی تعیین رکعات تو حق تعالی کیطرف سے حاصل ہوچکی اوسمیں تو احتمال کمی بیشی کا
نہیں تو عدد رکعات میں جو کہنا کچہہ ضرر نہیں کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہیں تو اوسمیں خطا واقع ہونے سے کچہہ ضرر نہیں تو اگر ظہر میں مثلا تین رکعت کی
اور فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعة اور نیت کرے امام کے پیچہے پڑہنے والا امام کے پیچہے ہونے کی یعنے
یوں ارادہ کرے کہ امام کے پیچہے نماز پڑہتا ہوں لم یقل ایضا لانه لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوة الامام ولم یعین
الصلوة صح فی الاصح وان لم یعلمها لجعله نفسه تبعا لصلوة الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یوں نہ کہا کہ علاوہ
نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بہی کرے اسلئے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے اور نماز کو معین
نکرے تو صحیح تر قول میں اقتدا درست ہوجائیگا گو مقتدی امام کی نماز کو سمجہا نہو کیونکہ اوسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کردیا ہے تو اوسکی نماز
کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہیں ھم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوة الامام کی جگہہ اگر شارح تبعا للامام کہتا تو بہتر تہا جیسے زیلعی نے کہا ہے
اسلئے مترجم نے دوسرے لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوة الامام وان انتظر تکبیره فی الاصح لعدم نیة الاقتداء بخلاف
اس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اوسکی الله اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول میں اور یہہ صورت حکم سابق کے خلاف ہے بسبب نہونے
اقتدا کی نیت کے ھم یعنی اسصورت میں اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلئے کہ جب امام کی نماز کی نیت کی تو اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ اقتدا
کی نیت بہی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار کبہی اقتدا کے لئے ہوتا ہے اور کبہی عادت کیوجہہ سے تو دونو صورتوں میں شک کیوجہہ سے
مقتدی نہوگا کذا فی الشامی الا فی جمعة وجنازة وعید علی المختار لاختصاصها بالجماعة مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز میں مذہب مختار پر
نیت اقتدا ضرور نہیں اسلئے کہ یہہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں ھم یعنی تنہا نہیں پڑہی جاتیں تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا
ثابت ہوگی ولو نوی فرض الوقت مع بقائه جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہہ نیت کرنا جائز ہے یعنی

اگر نماز میں ہمیشہ یہ نیت کرے کہ فرض وقت پڑھتا ہوں تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل کہ جمعہ کی نماز میں فرض وقت کی
نیت سے جائز نہیں اس لئے کہ جمعہ کی نماز عوض ہے اوس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے نہ جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت
کما ھو رأی البعض فتصح مگر یہ کہ نمازی کے عقیدہ اور اعتقاد میں ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہیں چنانچہ بعض فقہا کی یہی رای ہے تو اس صورت
میں جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت کے ظہر کی نیت کی تو
اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ میں ہو ھم نیت الغفار شرح المختار میں ہے کہ اگر نیت وقت کے ظہر کی جمعہ کے سوا میں کریگا
تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اس لئے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے ولو فی الجمعۃ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم میں جمعہ اور غیر جمعہ برابر
ہیں کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وھو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہ ہونے کے ساتھ ہو یعنی
علاوہ کہ وقت نکل چکا ہوا اور نمازی وقت کے نکلنے کو نہ جانتا ہو تو صحیح تر قول میں درست نہ ہوگی ھم وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے
کو جان کر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہے حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت
کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نہ جانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول میں درست نہ ہوگی اور اشباہ میں جو درستی کا قول منقول ہے
وہ صحیح کے خلاف ہے کذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا فی الصحۃ القضاء بنیۃ الاداء وعکسہ ھو المختار پس بہتر یہ ہے کہ نیت آج کے
ظہر کی کرے واسطے اوسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت میں پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے اور اوسکے
عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے ھم یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی وہ نماز اوس روز کے
ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اوس وقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اسکا مطلب یہ
ہے کہ وقت کے گذرنے پر اگر مصلی ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہے جیسے کوئی قیدی اٹکل سے رمضان کے
روزے رکھے اور پیچھے معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اوسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل میں یہ خلل ہے کہ یہ اوسی وقت ٹھیک ہے کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑھے اور اگر اوسکی نیت کچھ نہ ہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اوس وقت یہ تعلیل نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی ومثلہ فی الشامی ومصلی الجنازۃ ینوی الصلوۃ
للہ تعالی وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالی کے لئے اور نیز دعا کی نیت کرے مردے کے لئے
لانہ الواجب علیہ اسلئے کہ میت پر نماز اور دعا نمازی پر واجب ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونوں کی نیت ہو تو یہ خلل رہیگا
کہ دعا جنازہ میں مسنون ہے نہ واجب اسلئے حلبی نے مرجع ضمیر کا صرف نماز کو قرار دیا ہے جو ینوی الصلوۃ سے سمجھا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا صحیح ہے
اس اعتبار سے کہ نماز جنازہ خود دعا ہی ہے کیونکہ اوسمیں قرات اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہیں اور اسکا موید وہ قول ہے جو نتف میں مذکور ہے
کہ نماز جنازہ امام اعظم اور اونکے اصحاب کے قول میں درحقیقت دعا ہے نماز نہیں فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یوں کہے کہ میں
نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالی کے لئے دعا کرتا ہوں [illegible] وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی
علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں امام کے ساتھ جس شخص
پر کہ امام نماز پڑھتا ہو وافاد فی الاشباہ وبحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی اوعکسہ لم یجز اور اشباہ میں بحث کرکے بعد افادہ
کیا ہے کہ اگر میت کی مذکر مرد کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا کہ مرد عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہ ہوگی ھم وجہ عدم
جواز کی یہ ہے کہ میت مثل امام کے ہے اوسکی تعیین میں جو کچھ غلطی ہوگی تو جیسے امام کی تعیین میں ہو کہ نماز درست نہیں ہوتی
ویسے ہی میت کے تعیین میں خطا ہونے سے درست نہ ہوگی مثلا اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہوں پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہ ہوگی ہاں اگر اشارہ
کرکے کہے کہ اس مردہ پر پڑھتا ہوں جو زید ہے پھر ظاہر ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام میں خطا کرنا لغو ہو جاتا ہے کذا فی الشامی

وانه لا یضر تعیین عدد الموتی الا اذا بان انهم اکثر لعدم نیة الزائد اور اشباہ میں یہہ بھی مذکور ہی کہ مردون کے عدد کا معین کرنا
مضر نہیں مگر جس صورت میں کہ ظاہر ہو کہ شمار اونکا نمازی کی تعیین سے زیادہ ہی بسبب پائے جانے نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس
جنازوں کی کی اور وہ درحقیقت دس ہیں یا کمتر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہیں انکی
نیت نہیں پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت میں دس کی جو نیت کی ہے انکی بھی درست نہوگی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہی تو ہر جنازہ زائد ہو سکتا
ہے اور زائد نیت میں داخل نہیں اسلیئے سبکی نماز باطل ہوگی والامام ینوی صلوته فقط اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے ھم یعنی کسیکے امام
ہونیکی نیت نکرے اسلیئے کہ وہ خاص اپنے حق میں تنہا پڑھنے والیکی طرح ہی اب یہاں ایک وہم ہوتا ہی کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیئے
یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیئے اس وہم کو مصنف اور شارح نے آیندہ قول میں دفع
کیا ولا یشترط لصحة الاقتداء نیة امامة المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد به لا قبله کما بحثه فی الاشباہ لو أمّ رجالا اور
مشروط نہیں اقتدا کی درستی کے لئے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت میں کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنیکے لئے امامت
مقتدی کی نیت شرط ہی جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ میں بیان کیا ہی ھم یعنی اقتدا کے صحیح ہونیکے لئے یہہ ضرور نہیں
کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیئے اور یہہ نیت اوسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے لیکن
یہہ بھی ضروری نہیں اگرچہ پہلے سے نیت کرلینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یؤم احدا ان لم ینو الامامة تو آدمی قسم میں جھوٹا نہوگا اس
قسم میں کہ کسیکا امام نہ ہونگا جبتک کہ امامت کی نیت نکریگا ھم شارح نے یہہ مسئلہ اسی قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لئے امام کو نیت امامت کی
ضروری نہیں اور صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ ایک شخص نے قسم کہائی کہ میں کسیکی امامت نکرونگا پہر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کہڑا ہوا تو لوگ اوسکے
پیچھے نماز پڑہنے لگے پس اس صورت میں اوسکی قسم نہ ٹوٹیگی اسلیئے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہیں
ہوئی اسلیئے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی مختصرا وان أمّ نساء فان اقتدت به المرأة محاذیة لرجل فی غیر صلوة جنازة فلا بد لصحة صلوتها
من نیة امامتها لئلا یلزم الفساد بالمحاذاة بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا امام ہو تو اگر کوئی عورت اوسکا اقتدا کسی مرد کی برابر کہڑے
ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا میں کریگی تو اوس عورت کی نماز درست ہونیکے لئے اوسکی امامت کی نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون
لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ھم صلوة جنازہ کو اسلیئے استثنا کیا کہ اوسکی اندر نیت عورت کی امامت کی بالاتفاق شرط نہیں اور محاذاة سو وہ برابر ہونا
ہی جو ان شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامت میں مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت امامت ہی اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہہ ہی کہ اگر عورت کا اقتدا
بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا یعنی اگر بالفرض عورت مرد کی برابر کہڑی ہوگئی
اور بدون نیت امامت کے اوسکا اقتدا صحیح ہوگیا تو چاہیئے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جاوے حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون
اوسکی لازم پکڑنے کے جائز نہیں اسلیئے عورت کی اقتدا کے لئے نیت اوسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تکن محاذیة اختلف فیه فقیل یشترط
وقیل لا کجنازة اجماعا وکجمعة وعید علی الاصح خلاصة واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہوکر اقتدا نکیا تو اسمین اختلاف ہی بعض نے
کہا کہ صحت اقتدا کے لئے نیت امامت کی شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ شرط نہیں جیسے جنازہ میں بالاتفاق شرط نہیں اور جیسے جمعہ اور عیدین اصح قول پر شرط
نہیں ھم جمعہ اور عید میں اصح کی قید اسلیئے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونون میں نیت امامت عورت کی شرط ہی کذا فی الطحطاوی وعلیه ان لم تحاذ احدا
تمت صلوتها والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لئے اوسکی امامت کی نیت شرط نہیں یہہ ہی کہ اگر عورت کسیکی محاذی یعنی برابر یا آگے کہڑی ہوئی
نہوگی تب تو اوسکی نماز پوری ہوگی اور اگر آگے کہڑی ہوجاویگی یا برابر ہوگی تو اوسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیة استقبال القبلة لیست بشرط مطلقا
علی الاصح اور نیت قبلہ کیطرف منہ کرنیکی شرط نہیں ہر حال میں یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل میں ہو یا مسجد میں بنا بر قول قوی کے

ھم مقابل قول قوی کا یہہ قول ضعیف ہو کہ چونکہ قریب شخص کے لئے عین کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہہ امر ممکن نہین کہ عین
کہ وہ عین نیت کرے اسلئے دور والے کو نیت قبلہ کیطرف منہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز منتقض
علی الکرخی صحیح توجہ جو کسی نے کہا ہو کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کو یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہہ مسئلہ قول ضعیف پر
متفرع ہے ھم یعنی جو لوگ نیت قبلہ ہونے کی شرط کہتے ہین اونکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت
کی جایز نہوگی اسلئے کہ کعبہ میدان خاص ہو جو اوسکا نام ہے نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کے بنانے کیوقت کھڑے
ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہے غرضکہ ان صورتون مین عین کعبہ کیطرف منہ کرنیکی نیت نہین پائی جاتی اسلئے اونکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی
اور یہہ قول ضعیف ہے اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلئے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھہ نقصان نہوگا کذا فی الشامی ملتقطا کتبہ
تعیین الامام لصحۃ الاقتداء فانہ لیس بشرط یعنی نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کوئی بھی شرط نہین فلو اتتم بہ یظنہ زیدًا فاذا
ھو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اوسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلئے کہ اوسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اوس کا
نام کچھ اور سمجھہ لیا تو کیا نقصان ہے کیونکہ اعتبار نیت کا ہے نہ سمجھہ کا کذا فی الحلبی الا اذا عیّنہ باسمہ فبان غیرہ مگر اسصورت مین اقتدا درست نہین
کہ امام کو اوسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنی اقتدا مین امام موجود کی نیت نکی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی تھی اوسکا نام لیکر نیت کی تھی اب اگر وہ
عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہے اور اوسنے امام حاضر کو غیر کا اقتدا کی نیت کی اسلئے صحیح نہوئی الا اذا عرّفہ بمکانہ
کالقائم فی المحراب او اشار الیہ کھذا الامام الذی ھو زید گر نام کے ساتھہ تعیین مین اوسوقت اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا جگہہ سے بتادے
مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہے یا اشارہ سے اوسکو بتادے کہ یہہ امام جو زید ہے تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھہ مضائقہ نہین اسلئے کہ
اشارہ ہو کر وہی سے نام لینیکا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کھذا الشاب فاذا ھو شیخ فلا یصح ان اگر کسی صفت خاص
سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہے تو اقتدا صحیح نہین بالعکس
یصح لان الشاب یسمی شیخا لعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہے یعنی اگر نیت کی کہ اس بڈھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہے کیونکہ جوان کو
اوسکے علم کی جہت سے بوڑھا کہا کرتے ہین وفی المجتبی نویٰ ان لا یصلی الا خلف من ھو علی مذھبہ فاذا ھو غیرہ لم یجز اور مجتبی مین ہے کہ مقتدی
نے نیت کی کہ اوسکے پیچھے نماز پڑھتا ہون جو میرے طریق پر ہے اور پھر وہ اوس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہوگا ھم وجہ عدم جواز کی یہہ ہے کہ جب اوسنے
اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اوسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی من الشبہ **فائدہ** یہہ ایک کام
کی بات ہے لما کان الاعتبار للتسمیۃ عندنا لم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ جو کہ
ہم حنفیوں کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہے (یعنی اوسصورت مین کہ اشارہ نہو) اسلئے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین
مخصوص اوس مقدار پر نہوگا جو آپکے عہد مبارک مین تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یعنی یہہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے روایت کی ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہے ہزار نماز سے اوسکے سوا دوسری مسجد مین سوا مسجد حرام
کے تو یہہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اوس مقدار مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمر نے اور حضرت عثمان نے
اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہے اوس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کی برابر ہوگی اسلئے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے
کہ جو مسجد اب موجود ہے وہ سب مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑہی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص
اوسی مقدار کے ساتھہ کیا ہے جو آپکے عہد مبارک مین تھی وہ یہہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوا نام لینے کے اشارہ بھی ہے کہ فی مسجدی ھذا فرمایا ہے یعنی میری
اس مسجد مین جسمین یہہ جگہہ خاص جو اوس روز موجود تھی مراد ہے پس بڑہی ہوئی مقدار مسجد مین داخل نہوگی اور اسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ

جواب دیتے ہین کہ یہہ اشارہ جگہہ کے خاص کرنیکے لئے نہین بلکہ اسلئے ہے کہ مسجد مدینہ مطہرہ کے سوا اور مساجد جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب
ہین وہ اِس فضیلت مین داخل نہین کذا فی الشامی تمت **والسادس استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکماً کالعاجز** اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ
کیطرف منہ کرنا ہی خواہ حقیقت مین ہو یا حکماً ہو جیسے عاجز یعنے وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ
رخ نہین ہو سکتا تو جس طرفکو مریض وخائف اپنا منہ کر سکتے ہین یا قبلہ کا سچانیوالا اٹکل سے کسیطرفکو قبلہ ٹھہراتا ہو وہ اونکا قبلہ حکمی ہے
والشرط حصولہ لا طلبہ اور شرط قبلہ رخ ہونا ہی نہ اوس کا طلب کرنا م یعنی شرط مستقبل اسقدر ہی کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاوے اِس مقابلہ کا طلب
کرنا شرط نہین یعنی سین اور تے استقبال مین بمعنی طلب نہین ہان جس صورتمین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اوسوقت طلب شرط ہوگی کذا
فی الشامی عن الحلبہ **وھو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز** اور کعبہ کیطرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندون کے امتحان کے لئے ساقط ہو جاتی ہی
عاجزی کے سبب سے م زائد شرط ہو یعنی عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہہ مراد ہی کہ عاقل بالغ شخص جو خداتعالی پر جہت کو محال جانتا ہی اور اوسکی
اصل پیدایش اسکی مقتضی ہے کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منہ نکرے اسلئے اللہ تعالی نے مکلف بندونکو ایسی بات کا حکم کیا جو اونکی مقتضای اصل
پیدایش کے خلاف ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی **حتی لو سجد للکعبۃ نفسہا کفر** یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ
کریگا تو کافر ہو جائیگا م یعنی جب کعبہ کیطرف منہ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہے تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فے
الشامی **فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتہا بالوحی اصابۃ عینہا یعم المعاین وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ**
وبینہا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا فالمراد بقولہ فللمکی مکی یعاین الکعبۃ تو مکہ کے رہنیوالے کا قبلہ اور اسی
طرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہی عین کعبہ کی سیدہ ہی یہہ قول ماتن کا عام ہی کعبہ کے دیکھنیوالے کو یعنی سب
اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سیدہ پر نماز پڑھنی چاہیئے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا بمعنی علی ہے یعنی مکی پر واجب ہی سیدہ باندھنی کعبہ
کی مگر بحر الرائق مین ہی کہ یہہ قول ضعیف ہی اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہی
یعنے اوسکا قبلہ جہت کعبہ ہی نہ عین کعبہ اور ثابت رکہا ہی اِس قولکو مصنف نے یہہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنیوالا ہی جو کعبہ کو دیکھتا ہو **ولغیرہ**
ای غیر معاینہا اصابۃ جہتہا اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنی اُس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدہ ہی کعبہ کی جہت کی **بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسامتا**
للکعبۃ او لہوائہا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط
یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح یعنی کچھہ چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہوا کعبہ کے باقی رہی اسطرح کہ جو شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو
منہ کئے ہی اوسکے چہرہ کی سیدہ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاوے اور ایک دوسرا خط اُس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اُس شخص
کے داہنے بائین قطع کرے تو یہہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی المنح م جہت کے معنی مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد
کا سمجھنا دشوار ہوگیا اسلئے تعریف جہت کی ایسی طرحپر کرتی جس سے مقصود معلوم ہو جاوے ضروری ہی سراج مین جہت کی تعریف یہہ لکھی ہی کہ جہت کعبہ وہ طرف
ہی کہ جب آدمی اوسکی طرف منہ کرے تو کعبہ کا یا اوسکی ہوا کا مقابل تحقیقاً ہو جاوے یا تقریباً اور مقابلہ تحقیقی سے یہہ غرض ہی کہ اگر ایک خط اوسکو چہرہ کی سیدہ سے
افق پر عمود کہینچا جاوے تو وہ کعبہ پر یا اوسکی ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہہ ہی کہ خط مذکور کعبہ یا اوسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اوس سے بالکل مقابلہ
جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اوسکی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنیکے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو
ہم تشریح سے لکہتے ہین فرض کرو کہ نقطہ ق پر ایک نمازی ہی جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہی تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اوسکی ہوا پر نقطہ ج مین
ملاقی ہوتا ہے اِس خط ق ج پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائین نکالو مثلاً اب تو خط اب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اِس خط پر سوا نقطہ
ق کے کسی جگہہ داہنے یا بائین ہو جائیگا تو وہ تقریباً مقابل کعبہ کا یا اوسکی ہوا کا ہوگا اسلئے کہ تھوڑے ہی فاصلہ مین تو ذرا سا داہنی بائین سرکنے سے مقابلہ

جاتا رہتا ہی اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہی تو اوسیکو مناسب مرکز سی مقابلہ پایا جاتا ہے تھوڑا سا داہنی بائین ہوتے سو نہین جاتا مثلاً چاند مرکز کو انسے بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکبارگی لوگ اپنے آگے ایک کے سر پر ایک جگہہ دیکھا تو اوس وقت سب شہر کے لوگونکو ہر جگہہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہو تو اس کے مقابلہ کی حقیقت کے مقدم ہونیکا سبب تہوڑا ادہر اودہر ٹلجانے سی مقابلہ زائل نہین ہوتا اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت پر ہین +

دوسرا طریق جہت معلوم ہونیکا یہہ ہی کہ نمازی کی آنکہون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کہینچیجائین کہ دایکدوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ ان دونو خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اوسکی صورت یہہ ہے کذا فی الشامی شرب +

کعبہ

مقام نمازی

کعبہ

نمازی

قلت فهذا معنى التيامن والتياسر في عبارة الدرر فتبصّر مین کہتا ہون کہ یہی معنی ہین داہنے بائین ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اسکو خوب دیکہہ لے کہ مطلب تین سے ہم یہی دور کا یہہ مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرے یا بائین طرف کہ اسصورت مین تو مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہہ ہے کہ خط جہت پر داہنے بائین ہونے سی مقابلہ بنا رہتا ہی جیسا ہمنی اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدليل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اوس علامت سے جو قبلہ کو بتائے وهى في القرى والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانو ونمین مسجدین صحابہ اور تابعین رضی الله عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرونمین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان سمت قبلہ کی انسی معلوم ہوسکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارونسے مثلا ہندوستان کے اکثر شہرونمین قطب نمازی کے دہنی شانہ پر رہتا ہی تو رات کو ہر جگہہ اسی سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی والا فمن الاهل العالم بها ممن لو صاح به سمعه اور نہین تو اوس جگہہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچہا جائے اور باشندہ انہین سی ہو کہ اگر نمازی اوسکو زور سی پکارے تو وہ اوسکی پکار سنے ہم یعنی اگر مسجدین نہون نہ قطب وغیرہ حال کہلے نہ کوئی آلہ مثل قبلہ نما کی پاس ہو تو سمت قبلہ کو اوس جگہہ کے باشندہ سی پوچہنا چاہیے اور دوسرے سے پوچہنے مین دو شرطین ہین ایک یہہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق مین کہا کہ اسکے ساتھ یہہ بھی چاہیے کہ مقبول الشهادة ہو تو اس سی معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین دوسری یہہ کہ نمازی کی پکار سنے طحطاوی نے کہا کہ مین لو صاح بدل بڑا ہوا اہل سے والمعتبر في القبلة العرصة لا البناء فهي من الارض السابعة الى العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہے نہ اوسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سی لیکر عرش تک ہی طحطاوی نے کہا کہ اس سی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوون مین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑہیگا تو اوسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چہت پر نماز جائز ہی چنانچہ قبلہ سمات ہوئی تو نماز صحیح نہوتی وقبلة العاجز عنها لمرض وان وجد موجها عند الامام وخوف مال وكذا كل من سقط عنه الاركان جهة قدرته ولو مضطجعا بايماء لخوف رؤية عدو اور قبلہ اوس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سی قبلہ رخ ہونے سی عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کر دینے والے کو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سی قبلہ کیطرف ہونے سی عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہوگئے ہون ہر ایک کا قبلہ اوسکی قدرت کی جہت ہی یعنی جدہر کو پڑہ سکتا ہو پڑہے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلئے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان ایسی صورتین بھی حاصل ہے اگرچہ دشمن کے دیکہنے کے خوف سی نماز لیٹکر اشارہ سی پڑہے ہم امام کے نزدیک اسلئے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سی قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور دوسرا اوسکی پاس موجود ہو تو اوسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے ہون اوسکی مثال بوڑہا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سی قیام وقعود نہین کرسکتا تو اوس سی قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے

متوطا ارکان کی دشمن کے دیکھہ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کر کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھہ لیگا تو دوسرے ارکان ساقط ہو جاینگے لیکن اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط ہے کذا فی البحر ولم يعد لان الطاعة بحسب الطاقة اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی بسبب عذر آسمانی ہے کسی مخلوق کی جہت سے نہیں یعنی مرض یا پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہے یہانتک کہ خوف بھی کسیکے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلیے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی الشامی ويتحرى هو بذل المجهود لنيل المقصود عاجز عن معرفة القبلة بما مر اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے ذریعہ اُن امور کے جو پیشتر گذرے یعنی نہ مسجد ہو نہ ستارہ نہ کوئی بتانیوالا شامی نے کہا کہ تحری کے معنی ہیں کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنیکے لیے اور مراد تحری سے یہاں اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ سے قبلہ کا پتا معلوم نہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرالے فان ظهر خطاؤه لم يعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اسوجہ سے کہ پیشتر گذری یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اوسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کرلیا تھا جو اوسکی طاقت میں تھا وان علم به في صلاته او تحول رأيه ولو في سجود سهو استدار وبنى اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اوسکی راے بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدہ میں بدلی ہو تو اوسیوقت پھر جاے اور بنا کرے یعنی اگر نماز کے اندر راے بدل گئی کہ قبلہ اسطرف نہیں دوسریطرف ہے تو دوسریطرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرے اسکا مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے ازسرنو نماز نہ پڑھے یعنی راے کی غلطی سے پہلی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم باقی کو اوسی پر بنا کرے حتى لو صلى كل ركعة لجهة جاز ولو بمكة او مسجد مظلم یہانتک کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ میں ہو یا کسی مسجد تاریک میں ہو صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اوسنے ایک طرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی اور دوسری رکعت میں اوسکی اٹکل دوسریطرف ہوگئی تو دوسری رکعت اُس طرفکو ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونیکی یہہ صورت ہے کہ مکہ میں مقید ہو اور اسکے پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پہر اٹکل سے نماز پڑھے اور اوسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا يلزمه قرع ابواب ومس جدران اور لازم نہیں نمازی کو لوگوں کے دروازوں کا ٹہوکنا کہ کوئی قبلہ بتا دے اور دیوار و نکو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندہیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجہے تو اٹکل کرلے لوگوں کے پاس قبلہ پوچہتا نہ پہرے اور نہ دیوار و نکو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندہیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمى فسواه رجل بعد قيامه ولم يقتد الرجل به اور اگر نمازی اندہا ہو اور اوسکو کسی شخص نے سیدہا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندہا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدہا کرنیوالا شخص اندہے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اوسکو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندہے کی قبلہ رخ نہیں تہی ولا بمتحر تحول اور نہ اُس اٹکل کرنے والیکا اقتدا کرے جو ایک طرفکو ترک کرکے نماز کے اندر ہی دوسریطرف پہر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمیں یہہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اوسکو معلوم نہو تو اقتدا میں کچھہ خرابی نہیں ولو ائتم بمتحر بلا تحر لم يجز ان اخطأ الامام اور اگر کسی تحری کرنیوالیکا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ اشتباہ کی صورتمیں بدون تحری کے نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹہیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اوسنے تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رأي مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستأنف اللاحق اور اگر امام نے سلام پہیرا پہر مسبوق اور لاحق کی راے بدل گئی یعنی اونکی راے میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی راے کی سمت کیطرف پہر جاے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز ازسرنو پڑھے ف مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا زیادہ رکعت اوسکو نملی ہو اوسکو پہرنیکا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑہنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر راے بدلکر جیسے پہرنا پڑتا ہے ویسے ہی مسبوق کو پہرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلاً وضو کے جاتے یا اور کسی عذر سے کچھہ نماز امام کے ساتھہ نملی آخر میں پہر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہہ ہے کہ نماز ازسرنو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز میں یہہ حکما امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اوسکو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے منہ کیطرف نہیں دوسریطرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کرسکتا اسلیے کہ اگر دوسریطرف کو منہ پہیرتا ہے تو امام کی مخالفت

لازم آتی ہے جو نماز کی منافی ہو اور اگر سینہ پہیر نا نہ جان تو جدہر قبلہ کے سوا اور طرفکو نماز پڑہتا ہے یہہ بہی مفسد نماز ہی تو بہی حال لاحق کو بہی ہے
کی اصلاح کچہہ ضروری نہین ہوسکتی اسلئے از سرنو پڑہے کذا فی الشامی والمحقق ومن لم یقع تحرّیہ علی شئ صلّی لکلّ جہۃ مرّۃ احتیاطاً اور جسکی اٹکل کسیہ
سمت کیطرف نہین قبلہ ہونے مین اور اوسکے نزدیک برابر رہین تو وہ ہر طرفکو ایکبار نماز پڑہے علمانے احتیاط کے حکم جب نمازی قبلہ کے لئے چارون طرف اٹکل
دوڑاوے اور کسیطرف نہ جمے تو اسمین تین قول ہین ایک یہہ کہ نماز مین تاخیر کرے جبتک کہ ایکطرف قبلہ اوسکی ہندیہ مین ظاہر ہو دوسرے یہہ کہ چارون طرف کو
ایک ایک نماز پڑہ وے تیسرے یہہ کہ اوسکو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے چاہے چارون نمازین پڑہے مگر فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ
درست دوسرا قول ہے اسیلئے شارح نے اوسکو اختیار کیا اور شرح منیہ نے بہی اوسیکو اخذ کیا ہے کذا فی الشامی ملخصاً ومن تحوّل رأیہ لجہۃ
الاخری استدار اور جس شخص کی رای پہلی طرف کو پہر جاوے تو وہ اوسی طرفکو پہر جاوے یعنی کچہہ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑہی پہر نماز مین
دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اوسطرف کو پہر گیا اوسکے بعد پہر اول ہی جانب پر رای آگئی تو اوسیطرف کو ہو جاوے اور خلاصہ مین ایک قول
یہہ ہے کہ از سرنو پڑہے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قولکو مقدم کہا ہے اور طحطاوی اور شامی نے بہی اوسکو اوپر ذکر کیا ہے ومن تذکّر ترک
سجدۃ من الاولی استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چہوٹ جانا یاد آیا وہ از سرنو نماز پڑہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے تحری
سے ایک رکعت ایک جانب کو پڑہی پہر رای بدلگئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑہنے لگا اوسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پہر سے
پڑہے اسلئے کہ اگر سجدہ مذکور اوس جانب کو کرتا ہے جسمین دوسری رکعت پڑہتا ہے تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلئے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہہ طرف نہ تہی اور
یہہ سجدہ رکعت مذکور کا جزو ہے اور اگر پہلی رکعت کی قبلہ کیطرف کو کرتا ہے تو جو طرف اب اوسکے نزدیک قبلہ ہے اوس سے پہرنا لازم آتا ہے اسلئے نماز از سرنو
پڑہے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحرّ لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحرّی اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو اگر وہ نماز کو
بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹہیک قبلہ کو پڑہتا ہو اسلئے کہ اوسنے فرض تحری کو چہوڑ دیا یعنی در صورت اشتباہ قبلہ کے
تحری فرض تہی اور اوسکو اوسنے چہوڑ دیا الّا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقاً مگر جب اپنے فارغ ہونیکے بعد ٹہیک قبلہ کو ہونا جانے
تو دوبارہ نماز نہ پڑہے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحرّیہ فانّہ یستانف مطلقاً بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑہنے والے کے کہ وہ
از سرنو پڑہے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایکطرف پر ہوئی اور اوسنے دوسریطرف نماز پڑہی تو نماز کو پہر سے پڑہے ہر حال مین یعنی خواہ نماز مین جانے کہ ٹہیک
قبلہ کیطرف پڑہی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچہہ بہی معلوم نہوا اور امام اعظم سے مروی ہے کہ اوس شخص پر خوف کفر ہے کذا فی الشامی کمصلٍّ علی
انّہ محدث او ثوبہ نجس والوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نمازی پڑہنے والا اوس گمان سے کہ وہ بے وضو ہے یا اوسکا کپڑا ناپاک ہے یا وقت
نہین آیا پہر اسکا خلاف معلوم ہوا تو اوسکی نماز درست نہوگی وہ بہی نماز از سرنو پڑہے وجہ ناجائز ہونیکی یہہ ہے کہ اوسکی ہندیہ مین نماز فاسد ہو چکی ہے
تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی صلّی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ وعلم تستبنہ ان اصاب جاز بالتحرّی مع امام
وتبیّن انّہم صلّوا الی جہات مختلفۃ فمن تیقّن منہم مخالفۃ امامہ فی الجہۃ او تقدّمہ علیہ حالۃ الاداء امّا بعدہ فلا یضرّ لم تجز صلوتہ
ایک جماعت نے نماز پڑہی قبلہ کے مشتبہ ہونے کیوقت تحری سے ایک امام کے ساتہہ اور ظاہر ہوا کہ اونہون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑہی تو جو
شخص کہ اونمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی العینی کہ اوسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑہی یا امام سے آگے پڑہنے کا یقین ہوا تو اوسکی
نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہوا اوسکو مضر نہین شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ تہا تو اگر نمازی ٹہیک طرفکو پڑہیگا تو درست ہوگی یعنی
اگر کوئی ایسا شخص موجود تہا جس سے قبلہ پوچہہ لینا ممکن تہا مگر بدون دریافت کے تحری سے نماز پڑہی تو اگر ٹہیک قبلہ کیطرف کو پڑہی ہوگی تو درست ہوگی
ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہے تیقّن مخالفۃ کا اور تقدّم کا اوس سے کچہہ علاقہ نہین اسلئے کہ آگے بڑہنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین
خواہ حالت ادا مین آگے بڑہنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لا عبرۃ بما اختارہ ولذا ترکہ فی المقام حالت ادا مین امام کی مخالفت معلوم ہو

کرنے والیکی نماز اسلئے نہوگی کہ اوسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہی یعنی اپنے عقیدہ مین امام کو خطا پر سمجھتا ہی پہر اوسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑہنے
کو معلوم کرنے والیکی نماز اسوجہ سے نہوگی کہ اوسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اوسکو امام کے پیچھے کہڑا ہونا فرض تہا آگے بڑہنے سے یہہ فرض چھوٹ
گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ والخ نشر مرتب ہی ومن لم یعلم ذلک فصلوٰتہ صحیحۃ اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑہنے
کا معلوم نہوا تو اوسکی نماز درست ہی کما لو لم یتعین الامام بان رأی رجلین یصلیان فائتم بواحد لا بعینہ جیسے امام کو متعین نکرے
نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصونکو نماز پڑہتے دیکہا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہوگا ھ ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تشبیہ صحت
نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اوسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیۃ عندنا شرط مطلقاً نیت ہمارے نزدیک
شرط ہے سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہی البتہ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہی کہ اوسکو بعضنے رکن بھی کہا
ہے مگر صحیح یہی ہے کہ وہ شرط ہے ولو عقبہا بمشیئۃ فلو مما یتعلق باقوال کطلاق وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر
انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز ان کامون سے ہوگی جو زبانی قولون سے متعلق ہین جیسے طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل
ہو جائیگی اور اگر ایسی نہین جو قول سے متعلق ہین جیسے روزہ ہی تو انکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہوگی لیس لنا من ینوی خلاف
ما یؤدی الا علی قول محمد فی الجمعۃ وھو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک ایسا کوئی نہین جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے
قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہی ھ صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہی کہ ان کے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک
رکعت نملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہہ فرماتے ہین کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے
فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اسصورت مین نیت تو کچہہ اور تہی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز ظہر اسصورت کے سوا دوسری
ایسی نہین کہ نیت اور کچہہ ہو اور ادا اور کچہہ کذا فی الشامی والمعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہہ ہی کہ
عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت ان سب افعال پر کہنچ جاتی ہے یعنی اوسکے ہر فعل ورکن کے لئے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین کافی
ہے جیسے اس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا خلاف اوسکے اول مین نیت کر لینا کافی ہے افتتحہا خالصاً ثم خالطہ الریاء اعتبر
السابق شروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھہ پہر اوس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھہ ہی رہیگا
شامی نے کہا کہ اسکی وجہ شاید یہہ ہی کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالی کے لئے ہو اور بعض غیر کے لئے ہان اگر بعض
کو دکہانے کے لئے بنا سنوار کر پڑہیگا تو اس بنانے سنوارنیکا کچہہ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی اور ریاء کا بیان یہہ ہے
کہ اگر نمازی لوگون سے علحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑہتا فلو مع الناس یحسنہا ولو وحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوٰۃ پس اگر لوگون کے ساتھہ ہو کر نماز کو اچھی
طرح پڑہے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اوسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا اچھی طرح پڑہنے کا ثواب نہ ملیگا بظاہر یہہ حکم فرض اور نفل دونوکو شامل ہی کذا فی الطحطاوی
ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موھوم اور نماز یا دوسرے نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلئے کہ ریا کا داخل ہونا
ایک وہمی بات ہی تو وہمی بات کے لئے نیک کام کیون چھوڑا جائے ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہین ہی فرضون مین واجب کے
ساقط ہونے کے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہی کہ مذہب مستقیم یہہ ہی
کہ ریا اصل ثواب کو نہین کہوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہی تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھہ نماز پڑہ لیگا تو اوسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا بسبب
جاننے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لمشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بھذہ النیۃ ینبغی ان تجزئہ ولا یستحق الدینار اگر ایک
شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑہ لے تجکو ایک دینار ملیگا سو اوسنے اسی ارادہ سے نماز پڑہی تو چاہیئے کہ یہہ نماز اوسکو کافی ہو اور وہ مستحق دینار کا نہو

ھ نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ فرض مین ریا کو دخل نہیں اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے کہ نمازی کے ذمہ واجب تھی واجب چیز پر اجرت
کا استحقاق نہیں ہوتا مثلا باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لئے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلئے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہے کذا فی الشامی
الصلٰوۃ لارضاء الخصوم لا یفید بل یصلی للہ تعالی فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنیکے لئے مفید
نہیں بلکہ نماز اللہ تعالی کیواسطے پڑھے پھر اگر اسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا ھ شارح
اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نکیا بلکہ یہہ کہا کہ مفید نہیں لیکن مختارات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہیں یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑھے
کہ خدا کیواسطے پڑھتا ہون تاکہ وہ حقدارون کو مجھسے راضی کرے تو درست نہوگی اسلئے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی جاء انہ یؤخذ لدانق ثواب
سبعمائۃ صلٰوۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی مین آیا ہے کہ ایک دانگ کے لئے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا ھ دانگ درہم کے چھٹے حصہ کو کہتے
ہین اور نماز باجماعت سے فرض نمازین مراد ہین کہ جماعت اونہین مین ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حالکے سکہ کے اعتبار سے
دو آنے کے قریب ہوتا ہے تو اسکے عوض آخرت مین سات سو فرضون کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلٰوۃ ولم یدر افرض
ام تراویح ینوی الفرض فان ھم فیہ صح والا تقع نفلا اھ اگر نمازی نے لوگوں کو نماز مین پایا اور یہہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہین یا تراویح تو یہہ شخص
فرض کی نیت سے اُن کا شریک ہو جاوے پھر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد
فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضونکی یعنی فرض عین اور فرض
کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی جیسے فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلئے کہ فرض وقت قوی ہے اور حقیقت مین نماز
اسیکا نام ہے کہ اسمین رکوع اور سجدہ وسب ارکان ہین بخلاف نماز جنازہ کے ھ قاعدہ کلیہ اسطرحکی نیت کا یہہ ہے کہ جب دو عبادتونکو ایک نیت کے
ساتھ جمع کریگا تو اگر اُن دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اوسیکی ہو جائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا
نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض وقت کی نیت کی یعنی ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت ابھی نہین
ہوا مثلا ظہر کے وقت مین ظہر اور عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اوسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلئے کہ عصر کی نیت ظہر کیوقت مین درست نہیں اگرچہ نمازی عرفات
مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اھل الترتیب اور اگر دو قضا
نمازون کی نیت کی تو انمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو ھ اہل ترتیب اوسکو کہتے ہین جسکی ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ
نمازین قضا باقی نہون تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازونکی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہہ نیت پہلی کی ہوگی اسلئے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی
جبتک پہلی کو ادا کرلے کذا فی الشامی والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازونکی ایک ساتھ نیت کرے تو یہہ نیت لغو
ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیئے ھ وجہ لغو ہونے کی یہہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہیں کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل
جدا چاہیئے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولویت ترتیب معتبر نہیں رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی اسیلئے نیت
لغو ہوئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکٹھی
کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجائش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کرسکے طحطاوی نے کہا کہ وقت مین گنجائش ہونیکے سوا یہہ
بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کے لئے ہوگی خواہ صاحب
ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے
ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنھما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کیطرف
سے کافی ہوگی یعنی دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلئے کہ نفل حقیقت

نماز ہو اور نماز جنازہ و نحو ہو ولا تبطل بنیۃ القطع مالم یکبر بنیۃ مغایرۃ اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سے جب تک دوسری نیت سے تکبیر نہ کہی ہو یعنی ایک شخص نے فرض شروع کیا پھر یہہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہون نفل پڑہتا ہون تو جب تک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا اور نیت مین جو غیر ہونیکی قید لگائی اس سے یہہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑہکر پہر اوسی ظہر کی نیت سے دل وزبان سے کچہہ کہے کر لی تو پہلی رکعت باطل نہو گی کذا فی الطحطاوی ولو نوی فی صلوتہ الصوم صحتا اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ جس فعل مین مشغول ہو اوسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

باب صفة الصلوٰة

یہہ باب ہے نماز کی کیفیت مین شرع فی المشروط عقیبۃ بیان الشرط شروع ہے مشروط کے بیان مین بعد شرط کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرطا کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان شروع ہوتا ہے ہی لغۃ مصدر وعرفا کیفیۃ مشتملۃ علی فرض وواجب وسنۃ ومندوب صفت لغت مین مصدر ہے یعنی جسکے معنی ہین بیان کرنا اُس چیز کا جو موصوف مین ہو اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر م یعنی تعریف عرفی مطلق صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز کی ہے اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزا فرض ہین اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب مین فرائضہا التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائماً نماز کے اُن فرضون مین سے جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام مین م تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے مثل اللہ اکبر تحریم کے معنی ہین کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہو جاتی ہین اسلئے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائض مین یہہ قید جو شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی یہہ ظاہر کرنیوالی صفت ہے کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ حالت قیام مین چاہیئے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کہڑے ہونے کے قریب تہا تب تو نماز صحیح ہوگی اور جہکے ہوئے کہیگا تو درست نہوگی اور اسکو پہلی شرطون کے ساتھہ اسلئے ذکر نکیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھہ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گہر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وہی شرط فی غیر جنازۃ علی القادر بہ یفتی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازہ کے سوا اور نمازون مین اور فرض ہے قدرت والے پر یعنی گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہین بلکہ جو کہہ سکتا ہے اوسپر فرض ہے اسی پر یعنی تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمد کا اور جنازہ کو اسلئے استثنا کیا کہ اوسمین یہہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیرون کے کذا فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان کرہ لا عکسہ جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسرے پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے م یعنی چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کیلئے کہڑا ہو گیا تو دونو صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بنا نفل اسلئے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے قوی پر بنا ضعیف کی ہو سکتی ہے اسکا عکس صحیح نہین اور وجہ مکروہ ہونیکی ان دونو صورتونکی یہہ ہے کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہے دوسری ابتدا دوسری نفل کی تحریمہ سے نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی فرض او نفل علی الظاہر نہین جائز ہے بنا فرض کی دوسرے فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے م اسمین یہہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو چاہیئے یون تہا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہے اسیطرح اور شرطون کا حال ہے کہ انمین خصوصیت خاص نماز کی نہین پہر تحریمہ ایک فرض کی دوسرے کیلئے کافی کسلئے نہین اسکا جواب یہہ ہے کہ فرضونمین معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ ہر عبادت علیحدہ ہو اور اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونون ملکر ایک عبادت ہو جائین جو خلاف مقصود ہے وانما اعتبر فیہا ما اعتبر فی الارکان لا تصالہا بہا لہا الشرط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھہ مراعات کی گئی ہین اوسکے لئے شرطین م یہہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اوسکے لئے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہے شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے جواب دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلئے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنی جو شرطین رکن مین ملحوظ

نہیں دو بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ ہوتی ہیں یہہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوتی ہوں وقد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر
تحریمہ کے لئے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنی امام شافعی جو اسکے رکن ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تکبیر کے لئے
ہیں انکی جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہہ گمان ہے کہ جو شرطیں نماز کے لئے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لئے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اوٹھاکر
تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہوکر نجاست ڈالدی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپالی تو نماز درست
ہوگی حالانکہ نماز میں یہہ امور مفسد نماز ہیں تو بغیر انکے نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں قد رجع الیہ بقولہ ولئن سلم پھر زیلعی نے مراعات شرط
کیطرف رجوع کیا انتہی اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیجاوے تو ہم یہہ کہینگے کہ یہہ مراعات اسلئے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ
اسوجہ سے ہے کہ قیام تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمین کلام ہے اسلئے کہ یہہ قول بر سبیل فرض
وتنزل ہے نہ بطور یقین وجزم اور رجوع دوسرا کہلاتا ہے نہ پہلا اقول تحقیق التلویح نقلہ بعد التسلیم علی التسلیم اوسنے تلویح میں ہے کہ
مراعات شروط کے کرنے کو رعایت شرائط کی مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاوے
ورنہ جو مصنف میں زیلعی نے لکھی ہیں وہ بن سکیگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہہ نکلتا تھا
کہ شاید وہی قول معتمد ہو اسلئے تلویح کے اس کلام سے اس وہم کو دور کردیا لکن نقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم یہہ کہتے ہیں کہ احتیاط
اسکے خلاف ہے یعنی ہر چند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعاۃ کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کیواسطے یہہ ہے کہ مراعاۃ شروط کو مان لیا جاوے
طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہہ ہے کہ عدم مراعاۃ پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان والمراعاۃ شروط
لہا لا مشروطۃ للصلوٰۃ لا باعتبار رکنیتہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہہ ہے کہ تحریمہ کے لئے
جو چیزیں شرط ہوئی جو نماز کے لئے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کے نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے
ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لا ینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونو
ہاتھ پھیلاوے تو انسے گھٹنوں کو نہ پہنچیں یعنی اگر نماز میں خوب سیدھا نہو گا کسیقدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ
گھٹنوں تک لگ جائیں تو فرض ادا نہوگا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومستحبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کی فرض اور واجب
اور مسنون اور مستحب ہونے کی سمجھ ہے اسکے اندر قرات کی مقدار پر یعنی قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورہ فاتحہ اور دوسری
سورت یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے اور وتر میں اتنا قیام جسمیں سورہ اعلی اور کافرون اور اخلاص پڑھی جائیں مسنون ہے اور فجر میں
طوال مفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز میں جسقدر قرات فرض یا واجب وغیرہ ہے اوسیقدر قیام بھی فرض وواجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما
فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیہ پس اگر کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر
اور رکوع کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہوگیا اسلئے کہ جتنا قیام اوسنے رکوع میں پہنچنے تک کیا اوسیقدر کافی ہے کذا فی القنیہ
ہ یعنی رکوع میں جھکنے کیوقت بھی جبتک گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہنچینگے قیام ہی میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت اوس شخص کے
حق میں ممکن ہے جسپر قرات نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا کہ وہ ادنی قرات پر اقتصار کرے مثلاً ثم نظر کہہ لے
فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہے چنانچہ نماز نذر اور سنت فجر صحیح تر
قول میں یعنی فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو انکے وجوب کی رعایت سے جو انکو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو انمیں فرض
کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھکر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم سے بناء بر حدیث
لو علی السنین قیام فرض ہے اوس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعدا پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو سجدہ پر

تو مستحب ہی اشارہ سے پڑھنا بیٹھکر اسلئے کہ قیام ذریعہ ہی سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہین تو ذریعہ کو بھی ترک کری طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ مین
اشارہ سے کہڑے ہوکر پڑہنا بھی جائز ہے ذکرہ ابن امیر حاج الحلبی اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھکر پڑھنا مستحب ہی اُس شخص کو کہ اگر سجدہ
کرے تو اوسکا زخم بہنے لگی کیونکہ ایسا شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہی اسلئے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہی تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط
ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحه اذا قام او یسلس بوله او یبدو ربع عورته او یضعف عن القراءة اصلا او
عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھکر پڑھنا مثلا کہڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب جاری ہو جاوے یا چوتھائی سترگاہ
کہلجاوے یا قرارت سے بالکل عاجز ہو جاوے یعنی قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتون مین بیٹھکر پڑھے
کیونکہ کہڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قرارت یا روزہ اور انکا کوئی بدل نہوگا اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو ضعف
عن القیام للخروج الی الجماعة صلی فی بیته قائما به یفتی خلافا للاشباه اور اگر جماعت کے لئے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کردی
یعنی جماعت مین جانے سے اتنی طاقت نہین رہتی کہ پہر کہڑا ہوکر جماعت کا شریک ہو تو اپنی گہر مین کہڑا ہوکر نماز پڑھے جماعت مین نجاوے
اسیکا فتوی ہی اسلئے کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت موکدہ تو اوسکے لئے فرض کو نہ چہوڑنا چاہیے بخلاف قول اشباہ کے ھم اشباہ مین مجتبی
سے اسکی تصحیح کی ہے کہ جماعت کے لئے جاوے اور بیٹھکر شریک ہو ومنها القراءة لقادر علیها کما سیجئ اور ایک فرض نماز کا قرارت ہی اُس
شخص کے لئے جو قرارت پر قادر ہی چنانچہ فصل آئندہ مین مذکور ہوگا وهی ركن زائد عند الاكثر اور قرارت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے نزدیک م
رکن کی دو قسمین مین ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہین ہوتا مثل قیام کے اور زائد وہ
کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتون مین ساقط ہو جاتا ہی اور اوسکا کوئی قائم مقام بھی نہین ہوتا جیسے قرارت لسقوطه
بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنی مقتدی سے قرارت ساقط ہو جاتی ہی اور اوسکا خلیفہ کچھ
نہین ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہین تو دوسری چیز اونکا عوض ہوتی ہے مثلا جس شخص پر سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہے تو
اشارہ اون دونون کا قائم مقام ہوتا ہے ھم یہان پہلا اعتراض ہے کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہوسکتا ہی اوسکا جواب یہ ہے
کہ رکن ہونا اور حالت مین ہی اور زائد ہونا دوسری حالت مین یعنی جب ایسی حالت ہو کہ قرارت کے ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو
تب تو اس کو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز پڑہنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرارت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہی تو اُس وقت اسکو زائد کہینگے کذا فی
الطحطاوی والشامی ومنها الركوع بحيث لو مد يديه نال ركبتيه اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنی اسطرح جہکنا کہ اگر اپنے دونون
ہاتھہ پھیلاوی تو دونو زانو کو پکڑلے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا جھکانا رکوع مین کافی نہین اور یہہ صورت کہڑے ہوکر رکوع کرنے کی ہی اور اگر بیٹھکر
رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے کذا ذکرہ ابو السعود ومنها السجود بجبهته وقدميه ووضع اصبع واحدة منهما
شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونو قدمون سے اور ایک اونگلی کا لگانا دونون پاؤن سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونے
کی یعنی اگر دونو پانو زمین سے بالکل اٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا وتكراره تعبد ثابت بالسنة كعدد الركعات اور مکرر کرنا سجدہ
کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتون کی شمار کے ھم یعنی سجدہ کے دوبارہ کرنیکی کوئی وجہ عقلی نہین صرف متعلق بعبادت ہی اور
بعضون نے کہا کہ دو بار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنیکے لئے ہوا کہ اوسنے ایکبار نہ کیا ہم دوبار کرتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا
تکرار نہین مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا انہین دونو سے ثابت ہی ومنها القعود الاخير اور ایک فرض نماز کا
قعدہ اخیرہ ہی والذی يظهر انه شرط لانه شرع للخروج كالتحريمة للشروع اور جو بات ظاہر ہی وہ یہہ ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلئے کہ
وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود بالذات نہین فدلیم

ضعیم ہو طحطاوی نے کہا کہ بوجہ علت شرط ہونے کے اسکا فی نہیں کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہے مثلاً کہ وہ رکن ہے نہ شرط ہم قعدہ اخیرہ
مین اختلاف ہو بعض کے نزدیک رکن اصلی ہے اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہو کہ فرض ہو یا واجب
مگر اصح یہی ہو کہ فرض ہے اور رکن ہو وصحح فی البدائع انہ رکن حتی ان الحنث من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع میں
تصحیح کی ہے اسبات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن زائد ہو اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کہا ہو کہ نماز نہ پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اوٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہو
اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہو چکتا قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہو کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر
نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اوسکی فرضیت کا منکر ہے اسلئے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہو البتہ اگر اوسکی اصل مشروع ہونیکا منکر
ہو تو کافر ہونا چاہیے کیونکہ اوسکا ثبوت حق ہے بالاجماع ثم المراد فی قراءۃ التشہد الی عبدہ و رسولہ بلا شرط موالاۃ وعلیہ
فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہے مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ و رسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنیکے ہم یعنی قعدہ اخیرہ اتنی
دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کیساتھ التحیات پوری عبدہ و رسولہ تک پڑہسکو اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط نہین
لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثلثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستان قدر التشہد صحت والا
موالات کی شرط اسلئے نہین کہ ولوالجیہ مین یہ مسئلہ ہو کہ ایک شخص چار رکعتین پڑہکر ایک لحظہ بیٹھا پھر اونکو تین رکعتین سمجھکر اٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا
پھر بولچالا تو اگر دونو بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اوسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اسمین بیٹھنا پیہم اینے
بیچ مین اوٹھنا بھی موجود ہو ومنہا الخروج بصنعہ کفعلہ المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا
ہے اپنے کام سے چنانچہ اوسکا کرنا وہ کام جو مخالف ہو نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہے ہم مراد
خروج سے بصنعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہے کہ لفظ السلام کہنا واجب ہو اور اسکی جگہہ دوسرا فعل قصداً مخالف نماز کرنا مثل کہانے اور پینے
اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہو بسبب ترک کرنے واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی آور نماز کی تمامی کی قید اسلئے لگائی کہ اگر
ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلاً قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا
قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف فی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہہ ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کہا ہو اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہو کہ اسی پر ہین تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام
اعظم سے صراحۃً نہین ثابت ہو کہ فرض ہے بلکہ احمد بن حسین بردعی نے ان بارہ مسئلون سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی
ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہو
حالانکہ بردعی کی رای غلط ہے کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ نہ پایا گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے
بطلان ہو کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض اوسکا اوڑھ جاتا ہو چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی من الفروض
تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض ذکر کئے اونہین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا ہم حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے
غرض ہے کہ پنجگانہ نمازین اوسپر فرض ہین اونکو تمیز کرے آن سے جو فرض نہین یہان تک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو
مگر اونکے اوقات مین اونکو پڑہ لیا کرتا ہو تو بھی پڑہنا اوسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہہ معنی کہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلی سجدہ سے
جدا کرے یعنی سجدہ اول فرض ہو تو دوسری کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اوٹھا دے اگر بدون سر اوٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کریگا تو نماز نہوگی و ترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے نہین بیان کیا ترتیب
ہو نماز کے ارکان مین یعنی مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اوسکو پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر شارع

سبکو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یون کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے
خلاف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی واتمام الصلوٰۃ تیسرا فرض جو باتن کے بیان سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی ایسی طرح ادا
کرنا کہ اسکا کوئی فرض نہ چھوٹے هم طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے موخر
کرنا اسکی حاجت نہین کہ نماز کے اتمام کو جدا فرض کہا جاے کیونکہ اوس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی اٰخر چوتھا فرض ایک
رکن سے دوسرے رکن کیطرف جانا ہے ومتابعته لامامه فی الفروض پانچوان فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضون کے اندر یعنی ہر رکن مین
امام کے ساتھہ یا اوسکے بعد شریک ہو اوس سے پیشتر ادا کرے ورنہ نماز نہوگی اور فرضون کی قید اسلئے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نماز والی مین
متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحة صلوٰة امامه فی رأیه چھٹا فرض یہہ ہے کہ اپنے عقیدہ مین اپنے امام کی نماز کو صحیح جانے
ہو مثلا شافعی مذہب امام نے اپنی نائزہ یا عورت کو چھو لیا اور اوسکے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اوسکے نزدیک حکم
دونون مین نا نقض وضو نہین وعدم تقدمه علیه ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہے امام پر یعنی ایڑیان امام سے آگے قبلہ کیجانب نہ بڑھین وعدم
مخالفته فی الجهة آٹھوان فرض جہت مین امام کے مخالف نہونا یعنی اقتدا اور ادا کیوقت یہہ سمجھتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہے ورنہ نماز نہوگی جیسا کہ ہم
کہدینگے وعدم تذکر فائتة وعدم محاذاة امرأة بشرطهما نوان فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا ہے جب شرط
ان دونون کے یعنی قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت مین یہہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت مین گنجائش ہو اور عورت کو برابر نہونے مین شرط
سے جو امامت کے بیان مین مذکور ہوگی وتعدیل الارکان عند الثانی والائمة الثلاثة گیارہوان فرض ارکان مین تعدیل ہے امام ابو یوسف اور
باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک هم تعدیل لغت مین برابر کرنیکو کہتے ہین اور شرعًا اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور
جلسہ مین یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھہ ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وهو المختار واقره المصنف وبسطناه فی الخزائن
عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے اور اسکو مصنف نے ثابت رکہا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین مفصل لکہا ہے وشرط فی ادائها
هذه الفرائض اور شرط ہے ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لئے اختیار یعنی بیداری هم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اور اسکا نائب فاعل لفظ الاختیار
بعد نظم کے ذکر سے قلت وبه بلغت نیفا وعشرین وقد نظم الشرنبلالی فی شرحه للوهبانیة للتحریمة عشرین شرطا ولغیرها ثلٰثة عشر
مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھہ شرطین کچھہ اوپر بیس یعنی اکیس ہوگئین اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین تحریمہ کے لئے بیس شرطین اور اوسکے
سوا باقی نماز کے لئے تیرہ شرطین منظم کی ہین چنانچہ کہا ہے ع شروط لتحریم حظیت بجمعها مهذبة حسنا مدی الدهر تزهر کچھہ شرطین ہین تکبیر
تحریمہ کی بہرہ ور ہوا مین اونکو اکٹھا کر دینے سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے اور زمانہ بہر چمکتے ہین ع دخول لوقت واعتقاد دخوله
وستر وطهر والقیام المحرر وہ شرطین یہہ ہین داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونیکا کیونکہ دخول وقت مین شک
کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تنقیح کیا ہوا یعنی قدرت
والے کو لئے اسطرح کھڑا ہونا کہ ہاتھہ اوس کے گھٹنے نہ پکڑ سکے ع ونیة اتباع الامام ونطقه وتعیین فرض او وجوب فیذکر اور نیت امام
کی متابعت کی مقتدی کے حق مین اور بولنا تکبیر کا ایسی طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سنلے اور تعیین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر یا ادا
ہے یا قضا پہر نمازی ذکر کرے یعنی اگلی شعر مین جو ذکر خالص مذکور ہے اوسکو تنہا ادا کرے ع بجملة ذکر خالص عن مراده وبسملة عرب علی
ان هو یقدر بولے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اوسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفر لی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ
یہہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی تحریمہ صحیح نہین چنانچہ غنایہ مین ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر
قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ شروع کرنا نماز کا سوا عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق

اگر یہ نمازی عربی پر قادر ہو ان فارسی مین قرارت میم نہین ہے ؏ وعن ترک ہاء او مد لام الجلالہ ؏ وعن مد ہمزات وباء باکبر اور خالی ہو لفظ اللہ
اکبر پڑھنے نے مد وادی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو پڑھنے ار لفظ اللہ ست اور خالی ہو دونو ہمزون کے یعنی اللہ کے ہمزہ پر مد ہونہ
اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے یعنی کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ؏ وعن فاصل فعل کلام مباین ؏ وعن سبق تکبیر ومثلہ آت
نیت سے اور خالی ہو وہ جملہ میم مین آنیوالے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہو گی اور خالی
ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلا نیت کر کے کچھ کلام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہو گا اور خالی ہو اللہ اکبر کہے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو
کہ اول اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہو گی اور مثل تیرا ہو مخالف معذور رکہتا ہو تمہید جملہ ناظم نے اپنی انکسار کے لئے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ
میں دیکھے تو ناظم کا عذر قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی پیچیدہ ہو جاتی ہے ؏ فدونک مہدی مستقیما تشاؤ لذات تخطی بالقبول وتشکرین ان
باتون کو بے تشبیہ و باندھی والا قبلہ کیفیت یعنی شرط اخیر قبلہ رخ ہونا ہے بیعنہ والے کے حق مین تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گذار
اللہ تعالے کا کہ اوسنے ایسی نعمت دی یا شکر گذار ہو ناظم کا کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ؏ فجملتہا العشرون بل بذ غیرہا ؏ وناظمہا
یرجو الجواد فیغفر تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا زیادہ بھی کی گئی ہین مثلا مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض
اور ناظم کرنیوالا ان شرطون کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالی بہت جود کرنیوالے سے کہ وہی اوسکی مغفرت فرمائیگا ؏ واخری صلوٰۃ مع سلام المصطفے
ذخیرۃ خلق اللہ دین یحصر اور حمد و درود وسلام کے ساتھ مخصوص ہے سرور کائنات حضرت مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جو ذریعہ ہین اللہ
کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ؏ والحقتہا من بعد ذاک لغیرہا ؏ ثلثۃ عشر للمصلی المحرر اضافہ کیا مین نے بعد بیان ان شرطون
کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لئے تیرہ شرطو کو جو نمازیون کے لئے ظاہر ہوتی ہین ؏ قیامک فی المفروض مقدار آیۃ ؏ وتقرء فی ثنتین منہا
اور وہ شرطیں یہ ہین کھڑا ہونا بقدر ایک ایت کے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہو یعنی واجب اور سنت فجر ہے اور فرض کی دو رکعتون میں قرأت
لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو مین پڑھ چاہے پچھلی دو مین ؏ وفی رکعات النفل والوتر کلہا ؏ ومن کان موتما فعن ذلک
یحظر اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرأت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اوسکے حق میں قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے
کیونکہ امام کی قرأت اوسکی قرأت ہے بموجب حدیث کے ھ نفل کی سب رکعتون مین قرأت اسلئے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اوسکا نماز علحدہ ہے اور وتر کی
مشابہ سنتون کے ہے اس اعتبار سے کہ اوسکے لئے اذان وتکبیر نہین ہوتی کذا فی الشامی ؏ وشرط سجود فالقرار بجبہۃ ؏ وقرب قعود حد
فصل تحرر اور سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھیر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اوسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکھا تھا اوسی حالت پر رہے
اس سے معلوم ہوا کہ اگر چاول یا سوٹ غیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اسصورت مین قرار
ممکن ہے اسیطرح روئی اور گدیلے پر درست نہو گا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہوجانا حد فاصل
دونون سجدون کی منقسم ہوئی ہے یعنی ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لئے اتنا اوٹھ کر بیٹھنے کے قریب ہوجاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعد
فقہا نے جو ادنے سرا اوٹھانیکو حد ٹھہرایا ہے وہ قول صحیح نہین ہے ؏ وثالثہ قیام فالرکوع فسجدۃ ؏ وثانیۃ قد صح عنہا تأخر اور بعد قیام
فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ساتوان فرض ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدے سے موخر کرنا
صحیح ہے یعنی دونون سجدون مین ترتیب فرض نہین بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے ؏ علی طہر کف اوعلی فضل ثوبہ
اذا طہر الارض الجواز المقرر جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلا آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے
ھ خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھوان فرض سجدہ کی جگہہ کا پاک ہونا ہے گو سجدہ ہتھیلی یا زائد کپڑے پر ہو ؏ ببعض ذلک
فی غایۃ فظہر مشارک بسجدۃ ثنا عنہ ؏ اذا حاف ینفر سجدہ کرنا تیرا اوسی جگہہ مین اور اس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک

وقت شبہ وغیرہ اور بہیڑ کے معاف ہو ہم یہہ بیان ہو چکے ہیں فرض کا یعنی سجدہ بالشت بہر زمین سے اونچی جگہہ پر نہو اور اگر بہیڑ کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو
تو معاف ہے اسیطرح اگر کثرت آدمیونکی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی وہی نماز پڑہتا ہو جو نمازی پڑہتا ہے تو سجدہ صحیح
ہے کذا فی الشامی ﴿و﴾ اداءت افعال الصلوۃ بیقظۃ ﴿و﴾ تمیز مفروض علیک معقود اور اکرنا تیرا نماز کے افعال کو بیداری میں اور تمیز مفروض
کی تمیز مقرر ہے ﴿و﴾ یختم افعال الصلوۃ فتفسدہ وفی حشیۃ عنہا بالخروج بصنعہ اور ختم کرنا ہے نماز کے افعال کو قعدہ کر کے نمازی کا اور باہر
آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منع ہے شامی نے کہا کہ فی بمعنے تب ہے اور عنہا متعلق خروج ہے اور ضمیر صلوٰۃ کیطرف ہے بالاختیار ای الاستیقاظ
ادا ہو فرائض کے لئے اختیار شرط ہے یعنی ہوشمیں ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ میں وشرط فی ادائہا الاختیار ہے چونکہ ماتن کے قول میں وشرط
فی ادائہا گذر چکا ہے تو شارح کا مکرر لانا فضول ہے لیکن البتہ بسبب دور پڑجانے قول ماتن کے اعادہ اُسکا خالی فائدہ سے نہیں فاما لو رکع
او سجد ذاہلا کل الذہول اجزاہ تو اگر رکوع کیا یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت میں تو اوسکو کافی ہوگا یعنی غفلت اور بہول مخالف اختیار کے نہیں
بلکہ سونا اوسکے مخالف ہے چنانچہ ماتن کہتا ہے فان اتی بہا او باحدہا بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بما اتی
بل یعیدہ ولو القراءۃ والقعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا انمیں سے ایک کو سونے کی حالت میں اسطرح کہ سونے میں قیام کیا یا قرارت
کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ وغیرہ کیا تو جو رکن سوتے میں ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ اوسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرارت یا قعدہ ہو صحیح قول کے بموجب ہم قول غیر
اصح قرارت اور قعدہ کے باب میں فقیہ ابو اللیث کا قول ہے کہ اونکے نزدیک یہہ دونوں رکن سونے کی حالت میں بہی معتبر ہوتے ہیں کذا فی الشامی وان
لم یعدہ تفسد لصدورہ لا عن اختیار فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون اور اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اوسکو نہ دہراویگا
تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب سرزد ہوتے اوس رکن کے بے اختیاری سے تو اُسکا وجود اور عدم برابر ہوگیا اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ
نہیں پڑہتے جنکو سونے کی حالت میں ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلاتہ لانہ زاد رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پہر اگر سونیوالے نے
ایک رکعت پوری ادا کی تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلئے کہ اوسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ رکعت ترک کو قبول نہیں کرتی یعنی سوتے میں جو رکعت ادا
کی وہ غیر معتبر ہوئی اوسکی عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز میں ایک رکعت بڑہ گئی اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا
جائے جیسے چار رکعتوں کی جگہہ کوئی پانچ پڑہ دے تو نماز درست نہیں ہوسکتی اسیطرح یہہ نماز بہی درست نہیں ولو رکع او سجد فنام فیہ اجزأہ لحصول
الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ میں سو گیا تو اوسکو کافی ہوگا اسلئے کہ پائی جاتی ہے سر اوٹھانے
رکہنے کی اختیار کے ساتھہ یعنی رکوع کے لئے جہکنا اور سر اوٹہانا اور سجدہ کے لئے زمین پر سر رکہنا اور اوٹہانا افعال اختیاری ہیں انکے بیچ میں سو جانا مضر نہیں ولہا
واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچہہ واجب ہیں جنکی ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہیں ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو رد کیا کہ اوسنے ذکر
کیا ہے کہ واجب کی ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہیں ہوتی وجہ رد یہہ ہے کہ آئمہ فقہا عبارات میں فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی میں بولتے ہیں تو پہر اسکے
کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہے باطل نہیں ہوتی البتہ معاملات میں فاسد اور باطل جدا جدا معنی میں مستعمل ہیں فاسد اوسکو کہتے ہیں جسمیں کوئی وصف مرغوب جاتا رہے
اور باطل وہ ہے جسمیں سے کوئی رکن مفقود ہو جائے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز میں واجب ترک ہوا ہو وہ دوبارہ پڑہی جائے
بطور وجوب کے دانستگی میں اور بہول میں بشرطیکہ بہول کا سجدہ نکیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہیں کیا تو دونوں صورتوں میں اُس نماز کا
دوبارہ پڑہنا واجب ہے وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اُس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اسلئے کہ ترک واجب مکروہ تحریمی ہے
اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گنہگار ہوتا ہے وکذا کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کہ کراہت تحریمی کے
ساتھہ ادا کیجائے مثلاً بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے میں تصویر ہو اوسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے والمختار انہ جابر للاول
لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہہ ہے کہ دوبارہ پڑہنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنیوالا ہے اسلئے کہ فرض مکرر نہیں ہوتا ہم قولہ تجب فی الاصح

تیسرا قول یہہ ہی کہ پہلی دو رکعتونکو قرات کے معین کرنا افضل ہے نہ واجب اور یہہ قول ضعیف ہی و تقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ کذا اور واجب ہے
مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنی اگر دوسری سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑہی تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے
مراد اتنی دیر پڑہنا ہے جسمین ایک رکن ادا ہو تو اگر ادا ہو رکن سے کم دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وکذا اذا کرّرہا قبل سورۃ
الاولیین اور اسیطرح واجب ہی مکرر نہ پڑہنا الحمد کا پہلی دو رکعتونمین سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو واجب
ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانیکے اور پہلی رکعتون کی اسلئے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا
نے الطحطاوی و رعایۃ الترتیب بین القراءۃ والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مرّ فی کل رکعۃ کالسجدۃ او فی کل
الصلوٰۃ کعدد رکعاتہا اور واجب ہے لحاظ رکہنا ترتیب کا درمیان قرات اور رکوع کے اور درمیان ان افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے
ہین جیسے سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو انمین ترتیب فرض ہے چنانچہ اونکی ترتیب کا بیان گذر چکا یا ترتیب واجب ہی ان
افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد نماز کی رکعتون کے ہم ترتیب رکعات کی صورت مسبوق مین ظاہر ہوتی ہے مثلا چار رکعتون مین اگر
اوسکو ایک رکعت آخر کی ملی تو اب وہ کہڑا ہوکر اول قرات والے دوگانہ کو ادا کریگا پہر بلا قرارت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال استقصا کی
ہے یعنی بجز اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد
ثم یسجد للسہو ثم یتشہد لانہ یعنی یہانتک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بہولگیا تو اوسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پہیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر
قضا کرے یعنی اسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑہے پہر سجدہ سہو کرے پہر التحیات اور درود اور دعا
پڑہکر سلام پہیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والتلاویۃ تشہد اسلئے پڑہے کہ التحیات معہ قعدہ باطل ہوجاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت
کیطرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اوسکا جز ہی اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز مین
ترتیب شرط ہے یعنی جب کل ارکان ہوچکین اوسوقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیئے تو جب سجدہ صلبی چہوٹ گیا اور قعدہ کے بعد اوسکو ادا کیا تو قعدہ قعدہ
اخیرہ نہوا تو وہ اور اوسکا تشہد باطل ٹہہرے اسلئے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونیکی یہہ وجہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت نماز
کے اندر واقع ہوا تو اوسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویۃ فترفع التشہد لا القعدۃ حتی لو سلم بمجرد رفعہ منہا
لم تفسد بخلاف تلک السجدتین کہ لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر مجرد سر اوٹہانیکے سجدہ سہو سے سلام پہیریگا
تو نماز فاسد نہوگی بخلاف ان دو سجدون کے کہ اونکے بعد سلام پہیرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی بسبب نپائی جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تہا کہ شارح تلک کی جگہہ تینک کہتا بصیغہ تثنیہ وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع
والسجود وکذا فی الرفع منہما علی ما اختارہ الکمال اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضا کا بمقدار سبحان اللہ کہنے کے
رکوع مین اور سجدہ مین اور اسیطرح واجب ہی تعدیل سر اوٹہانے مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر اوس قول کے کہ پسند کیا ہی اوسکو
اور کمال الدین محقق نے ہم بحر الرائق مین کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اوسپر تو وہ چارون چیزون یعنی رکوع اور سجدہ
بطور وجوب کے داخل ہونگی یعنی سب مین شریک ہونگا کذا حققہ فی الشامی لکن المشہور ان مکمل الفرض واجب ومکمل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہہ قاعدہ ہی کہ
دو بارہ پڑہنا واجب ہی وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اوس نماز کو نہ پہیرا چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین انمین تعدیل
اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گناہگار ہوتا ہی وکذا کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم ہم یہہ شارح کا اعتراض ہے کمال الدین چلپی نے اسکا
ساتھ ادا کیجاے مثلا بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اوسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا کذا فی الشامی وجعلہ الثانی لا الاول
لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہہ ہی کہ دوبارہ پڑہنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنیوالا ہی اسلئے کہ فرض مکرر نہین ہوتا ہم یعنی نفل ہے لا الاصح

اور واجب ہی اول قعدہ گو نفل میں ہو یہی صحیح تر قول ہی هم امام محمد نفل میں ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہیں اسواسطے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے
تو اوسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ نفلو نمیں بھی قعدہ اول واجب ہے کیونکہ جب بعد قعدہ کے تیسری رکعت کو اٹھا تو معلوم ہوگیا
کہ وہ قعدہ اخیرہ نہیں اسلیے فرض نہ ہوا کذا فی الشامی وکذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد اور اسیطرح واجب ہے قعدہ اول میں التحیات سے زیادہ
نہ پڑہنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول میں التحیات تمام کر کے مقدار اللہم صل علی محمد کی کوئی چیز پڑہیگا تو واجب فوت ہو جائیگا واراد بالاول
غیر الاخیر اذ مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو هم یہہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل کی رکعتوں کو ایک
تحریمہ سے پڑہیگا تو سواے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدون کا بھی حکم ہے یعنی واجب ہونگے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر سبقہ
الحدث مقیما فان القعود الاول فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیر مراد لینے پر یہہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو
ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اس صورت میں اس مقیم پر پہلا قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہے اور اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ فرضیت عارضی
ہے اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت میں ملا تو بوجہ متابعت امام کے اوسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اوسکے حق میں اخیر
نہیں والتشہدان ویسجد للسہو بترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح اور واجب ہیں دونوں تشہد یعنی دونوں قعدون
میں التحیات کا پڑہنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنی اگرچہ بعض سے کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے
اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ میں صحیح تر قول میں هم اور قول ضعیف یہہ ہی کہ سواے اخیر قعدہ کے اور میں تشہد سنت ہی اس قول سے شارح
نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچہا تہا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق
میں اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سہو فتشہد معہ وتشہد
ثم تذکر سجدۃ تلاوۃ فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسہو وتشہد معہ ثم قضی الرکعتین بتشہدین وفعلہ کذلک وجوبا تشہد کی
ہر قعدہ میں اسلیے لگائی کہ بعض اوقات تشہد دس بار مکرر ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدو نمیں امام کا اقتدا کیا یعنی پہلے قعدہ میں
اوسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سجدہ سہو تہا تو اوسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑہا پہر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی
نے بھی اوسکے ساتھ سجدہ کر کے تشہد چہارم پڑہا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدہ اور تشہد باطل ہوگئی تو امام نے پہر سجدہ سہو کو دوبارہ
اور مقتدی نے اوسکے ساتھ تشہد پنجم پڑہا پہر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہدو نسے پڑہا تو سات تشہد ہوئے اب جو امر امام کو پیش آیا
تہا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنی ان دو رکعتون میں اسکو سہو ہوا تو سجدہ سہو کر کے آٹھوان تشہد پڑہا پہر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اوسکے
ذمہ ہو گیا تہا تو اوسکو ادا کر کے نوان تشہد پڑہا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدے اور تشہد بیکار ہو گئے اور سجدہ سہو بعد قعود اخیرہ کے ہے تو
اسلیے سجدہ سہو کر کے دسوان تشہد پڑہا تو یہہ سب تشہد واجب ہیں خصوصیت دو تشہد کی نہیں قلت ومثل التلاوۃ تذکر الصلبیۃ
ولو فرضنا تذکرھا ایضا لہما زید اربع اخر میں کہتا ہوں اور سجدہ تلاوت کی مثل ہے یاد ہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض
کریں اوسکا بھی یاد پڑنا امام و مقتدی دونوں کو تو چار تشہد اور بڑہجاوینگے اسوجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پہر سجدہ سہو کرنا پڑیگا
هم صورت اوسکی یہہ ہی کہ امام نے صورت مذکورہ بالا میں پانچویں تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اوسکو ادا کر کے چہٹا تشہد پڑہا پہر
سجدہ سہو کر کے ساتوان تشہد پڑہا تو امام کے سات تشہد ہوئی اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز میں بھی اسیطرح سات تشہد پڑہنی پڑینگے اور سات
امام کے ساتھ پڑہ چکا ہی تو اوسکی چودہ تشہد ہوئی اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑہجاوینگے یعنی پہلے دس تہی اور اس صورت میں چودہ ہونگی
ولو فرضنا تعدد التلاویۃ والصلبیۃ لہما ایضا زید ست ایضا اور اگر فرض کریں تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام و
مقتدی کے لئے تو چہہ تشہد اور بھی بڑہجاینگی هم صورت اوسکی یہہ ہی کہ صورت مفروضہ بالا میں امام کو ساتویں تشہد کے بعد ایک سجدہ

صلبی اور یاد پڑا تو اوسنے اوسکو ادا کرکے آٹھوان تشہد پڑہا پہر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اوسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑہا اب سبکی بعد سجدہ سہو کیا اور دسوان تشہد پڑہا
تو اسصورتمین جیسے دس تشہد امام کو ہوئی اسیطرح مقتدی کو ہونگی تو مقتدی کو ۲۰ تشہد ہو جاوینگی حلبی نے کہا کہ اگر اسصورت مین امام دوسری سجدہ صلبی کے بعد تشہد پڑہکر سجدہ سہو بھی کرلے
اور تشہد نوان پڑہکر پہر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسوان تشہد پڑہی پہر سجدہ سہو کرے اور گیارہوان تشہد پڑہی تو کل تشہد مقتدی کے بائیس
ہونگے یعنی پہلے کی نسبت کر آٹھ تشہد زیادہ ہونگے۔ شامی نے کہا کہ در مختار کے اکثر نسخو نمین ست کی جگہہ ستون ہے یعنی ساٹھ تشہد زیادہ
ہو جاوینگے ساٹھہ کے ہونے کیصورت یہہ ہی کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اوسکو ادا کرکے ایک تشہد پڑہا پہر سجدہ سہو کرکے
دوسرا تشہد پڑہا پہر اوسجدہ صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑہے تو چار تشہد ہوئی اب سجدہ تلاوت تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور
ہر ایک کیمین سجدہ سہو دو دو تشہد پڑہتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کر چکا تہا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدون مین اس حساب سے
۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوئی اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہونگے تو مقتدی کے کل ساٹھہ تشہد ہو جاوینگے اور
جب ان ساٹھہ پر چودہ وہ بڑہاؤ جو پیشتر ہو چکے تھے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۴ ہونگے اور ان پر چار وہ بڑہاؤ جنکو شارح اگلے قول مین ذکر
کرتا ہے تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور انہین ۷۸ کا حوالہ شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہے جہان کہ کہا ہی کہ ۱۳ کو ضرب دو ۷۸ مین جیسا اوسکا
بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہے وہی صحیح ہے ولو فرضنا ادراکه للامام ساجدا ولم یسجدهما معه فمقتضی القواعد
انه یقضیهما فتزاد اربع اخر فتامل اور اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کیحالت مین اور مقتدی نے ان
دونو سجدونکو امام کے ساتھہ نہ ادا کیا تو مقتضای قواعد یہہ ہی کہ مقتدی اونکو ادا کرے تو اسصورتمین چار تشہد اور ہو جاوینگی سو اسکو سمجھہ لے
ھم طحطاوی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہی کہ امام مسبوق کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تہا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک
نہوا بلکہ بیٹہکر تشہد مین شریک ہوا اور مراد شارح کی قواعد سے مذہب ایک قاعدہ ہی وہ یہہ ہی کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز مین سے کچھہ فوت
ہو جاوی تو وہ فوت ہوئی ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کرتا ہی جتنی نماز رہجاتی ہی اوسکو دہراتا ہی لیکن شامی نے کہا کہ یہہ صورت اسطرح سے کہ طحطاوی
نی فرض کی نہین بنتی اسلئے کہ مقتدی پر ہر چند متابعت امام کی دونو سجدونمین واجب تہی مگر اب جو اوسنے وہ سجدے نکئے اور بعد فراغت امام کے
دوسری رکعت کو مع اوسکے دونو سجدون کے پڑہلیا تو اوسکی نماز مین کسیطرحکا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین تصریح موجود ہی کہ اگر امام کو سجدہ
مین پایا اور اقتدا کرکے سجدہ مین شریک نہوا بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑہ لی تو نماز درست ہی پہر ان دونون
سجدونکو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہہ ذکر نہین کیا کہ ایسی صورتمین مقتدی اوس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہاے
کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونون سجدون کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہی ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک نہین ہوا
تو اپنی نماز پڑہنے کے بعد اونکو استحسان کی رو سے ادا کرلے انتہی بتصرف ولم ار من نبه علی ذلک واللہ اعلم اور مین نے کسیکو نہ دیکھا کہ اس
تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم ھم اگر کثرت تشہد کے لئے شارح اتنا بکھیڑا نکرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہو سکتے ہین چنانچہ کوئی
ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اوسمین پانسو تشہد ہو سکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا ولفظ السلام مرتین
فالثانی واجب علی الاصح برهان دون علیکم وتنقضی قدوة بالاول قبل علیکم علی المشهور عندنا وعلیه الشافعیة
خلافا للتکملة اور واجب ہی لفظ السلام دو بار یعنی دوسرا بھی واجب صحیح تر قول مین کذا فی البرہان نہین واجب ہی لفظ علیکم اور ہو چکتا ہے
اقتدا پہلی سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اوسنے دوسری سلام پر اقتدا
کا تمام ہونا صحیح کہا ہی ھم ابن نے جو لفظ السلام کہا اسمین اشارہ ہی کہ اور کوئی لفظ اسکو قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکو بولنے پر قادر ہو
امداد دوسری سلام کو بعضون نے مسنون کہا ہی اسلئے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اقتدی به بعده قبل قوله علیکم لم یصح

تنقطع التحریمة بالاول ام بالثانی فجزم فی الجوهرة والبرهان وغیرهما بالاول وصحح شارح التکملة الثانی وعلیه فیصح الاقتداء به
فیه والمعتمد عند الشافعیة انه لو اقتدی به بعد شروعه فی السلام وقبل علیکم لم یصح القدوة ذکرہ الرملی الشافعی
فی باب سجود السهو پس اگر اقتدا کیا امام کا بعد سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز ہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول پر
منقطع ہو جاتی ہے یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونو کے سوا اور کتابوں میں تو اول پر یقین کیا ہے یعنی سلام اول پر تحریمہ تمام ہو جاتی
ہے اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہے کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہے اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر درست
ہوگا اور شافعی مذہب والوں کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح
نہوگا ذکر کیا ہے اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب میں ہم شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو ائتم سے آخر تک درمختار کے بعض نسخوں میں ہے
وقراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء وکذا تکبیرة قنوته اور واجب ہے پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہے یعنی ہر ایک دعا سے
حاصل ہوتا ہے خصوصیت اللهم انا نستعینک الخ کی نہیں کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اسیطرح واجب ہے قنوت وتر کی الله اکبر کہنا بعض
نے اس الله اکبر کہنے کو سنت کہا ہے کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہے کہ اسکو ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے کذا فی الشامی وتکبیرة رکوع الثالثة من الوتر اور واجب
ہے الله اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الحلبی ہم زیلعی میں اس مسئلہ کا وجود نہ پایا ہے نہ سجود سہو کے بیان میں اس سے معلوم ہوا کہ
شارح کا بیان صحیح نہیں یعنی یہ تکبیر رکوع کی واجب نہیں بلکہ سنت ہے وتکبیرات العیدین وکذا احدها اور واجب ہیں تکبیریں دونو عید
کی جو چھ بار الله اکبر کہنا ہے ہر رکعت میں تین تین بار اور اسیطرح واجب ہے انمیں سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہے یہ نہیں کہ چھون ملکر واجب ہوں
طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہیں تکبیریں ایام تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعته الثانیة کلفظ التکبیر فی
افتتاحه اور واجب ہے تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے واجب ہے الله اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع میں یعنی اگر سوا الله
اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبه وجوبه فی کل صلوة بحر فلیحفظ لیکن مشابہ تر یہ
ہے کہ الله اکبر کہنا ہر نماز کے شروع میں واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے والجهر للامام والاسرار للکل فیما یجهر فیه ویسر
اور واجب ہے پکار کر پڑھنا امام کو اُن نمازوں میں کہ پکار کر پڑہا جاتا ہے یعنی صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ میں اور واجب ہے
آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول میں اُن نمازوں میں کہ آہستہ پڑہی جاتی ہیں چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت
مغرب کی وغیرہ وبقی من الواجبات اتیان کل واجب او فرض فی محله اور باقی رہے واجبات میں سے جو واجبات آیندہ یعنی ایک تو واجب
ادا کرنا ہر واجب یا فرض کا اوسکے محل میں فلو اتم القراءة فمکث متفکرا سهوا ثم رکع او تذکر السورة راکعا فضمها فاعاد
الرکوع وسجد للسهو تو اگر نمازی قراءت کو تمام کرکے بھولنے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ
کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے میں اوسکو یاد ہوا اسواسطے سورہ کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت
مثال ہے فرض کی تاخیر کی اوسکی موقع سے یعنی بعد قراءت کے رکوع فوراً فرض تھا تو اوسنے رکوع کو اوسکی محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال
ہے واجب کو اوسکی جگہہ سے ٹالنے کی یعنی ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اوسمیں ایک رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت
میں ضعف ہے واعاد الرکوع وسجد للسهو کہتا تو خوب تھا یعنی اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اعادہ رکوع اور سجدہ سہو دونو مسئلوں سے
متعلق ہے حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہے اور سجدہ سہو دونوں سے وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود اور واجب
ہے ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنی اگر دو بار رکوع کرکے پھر اعادہ اوسکا کریگا یا دو سجدوں کی جگہہ تین کریگا
تو سجدہ سہو لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیة او رابعة اور واجب ہے ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی

رکعت مین قعدہ کریگا یا چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا وَکُلُّ زِیَادَةٍ تَتَخَلَّلُ بَیْنَ فَرْضَیْنِ ورد بہ
ہے ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضون کے بیچ مین پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضون کی کچھ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا
یہی حکم ہے مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اوٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی مین چپ رہنا بھی
داخل ہے وَالْاِنْصَاتُ لِلْمُقْتَدِیْ اور واجب ہی چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت مکروہ تحریمی ہوگی
مگر صحیح قول مین نماز فاسد نہوگی اور اگر بھولکر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہوتا وَمُتَابَعَةُ الْاِمَامِ یَعْنِیْ فِی الْمُجْتَهَدِ
فیہا اور واجب ہی امام کی پیروی ان افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین ہے مجتہد فیہ سے یہ مراد ہی کہ جسکی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو کہ
کسی مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو سجدہ سہو کے سلام
سے پیشتر کئے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہی اسیطرح جن امور مین اتفاق ہی ان مین متابعت
بطریق اولے واجب ہی لَا فِی الْمَقْطُوْعِ بِنَسْخِهٖ نہین واجب ہی متابعت اُس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ مین امام نے
پانچ تکبیرین کہین تو پانچوین کا اتباع نکرے اسلئے کہ ہرچند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین
مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیرین ہین تو یہہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد اَوْ بِعَدَمِ سُنِّیَّتِهٖ کَقُنُوْتِ فَجْرٍ یا یقین ہو
اُس فعل کے غیر مسنون ہونیکا تو اُس مین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنی اسصورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک
قوم پر بد دعا ایک مہینے تک کی تھی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہو گیا تو اسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر
پہلے سنت تہا اب منسوخ ہو گیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہو سکتی ہے وَاِنَّمَا یَفْسُدُ بِمُخَالَفَتِهٖ فِی الْفُرُوْضِ کَمَا بَسَطْنَاہُ فِی الْخَزَائِنِ اور نماز
صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سے فاسد ہوتی ہے چنانچہ ہمنے اوسکو خزائن الاسرار مین بشرح بیان کیا ہی شامی نے کہا کہ فساد نماز دائم
مین فرض کے ترک سے ہوتا ہی نہ متابعت کے ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہی اسلئے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا
اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قُلْتُ فَبَلَغَتْ اُصُوْلُهَا نَیِّفًا وَاَرْبَعِیْنَ مین کہتا ہون کہ اصول
واجبات کے کچھہ اوپر چہل ہو گئے فللہ یعنی چودہ ۱۴ واجب مصنف نے بیان کئے تھے اور ۲۸ شارح نے زائد کئے تو کل ۴۲ ہو گئے اور انکی
تفصیل شامی نے یون بیان کی ہی کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چہون آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین
بڑھے اسیطرح عیدین کی چہون تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح نے ہر ایک کو علحدہ کہا تو پانچ انمین زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان کو
ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین چار جگہہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوئے
تو کل تیرہ ۱۳ ہوئے چودہوان ۱۴ نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرہوان ۱۵ ترتیب قرارت اور رکوع مین سولہوان ۱۶ ترتیب عدد رکعات مین
سترہوان ۱۷ بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارہوان ۱۸ تکبیر قنوت انیسوان ۱۹ تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسوان ۲۰ تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی
اکیسوان ۲۱ عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان ۲۲ ہر فرض و واجب کو اپنی محل پر ادا کرنا تیئیسوان ۲۳ ترک کرنا تکرار رکوع چوبیسوان ۲۴
ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان ۲۵ ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر چھبیسوان ۲۶ ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے
ستائیسوان ۲۷ چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان ۲۸ پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین حاجت ضرب اور تفصیل کی نہین اسلئے شارح نے انکو
اصول واجبات کہا انتہی وَبِالْبَسْطِ اَکْثَرُ مِنْ مِائَةِ اَلْفٍ اِذَا عَدَدْتَهَا یَنْتِجُ ۹۶۳ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِیْ عَدَدِ الْمَغْرِبِ بِسِتَّةٍ وَهٰکَذَا وَتَرْکُ
نَقْصٍ مِنْهُ وَزِیَادَةٍ فِیْهِ اَوْ عَلَیْهِ فِیْ ۸ کَمَا مَرَّ اور پہیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھہ سے زیادہ ہو جائیگی اسلئے کہ ایک واجب یعنی
تشہد ۴۹ واجب پیدا کرتا ہی یعنی پانچ واجب منفصلہ ذیل کے ضرب کرنیسے ۸ تشہد دو نین جنکا بیان اوپر گذرا یعنی جہان شارح نے کہا کہ

کو تشہد کبھی دو بار مکرر ہوتا ہے الخ اور دو پانچ واجب یہہ ہین اول قعدہ ضرب دوم اوسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا
چہارم اوسکے کلمات کے اثنا مین زیادتی نکرنی پنجم اوسکے تمام کرنے پر کچھہ زیادہ نکرنا تو چونکہ ہر تشہد مین ۸ تشہدون سے یہہ پانچون واجب
ضرور ہونے چاہئین اسلئے پانچ کو ۸ مین ضرب کیا ۴۰ ہوے هم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا مین سو سے زیادہ یہہ ہین اور سجدہ
مین تین واجب ہین تعدیل اور دونو ہاتہہ کا زمین پر رکہنا اور دونو زانو کا رکہنا ان تین کو سو مین ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہین اور پہلو واجبات
مین ملانے سے ... کے قریب ہو جاتے ہین اور جب اس قسم کو بقیہ ۴۴ واجبات مین ضرب کر دینگے تو ۳۵ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی
متابعت کچھہ اوپر ۳۰ فرضون مین اور کچھہ اوپر ۴۰ واجبات مین واجب ہے یعنی کچھہ اوپر ۷۰ جگہہ واجب ہے تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۷۰ مین ضرب کرو تو ۲۵
لاکہہ سے زائد واجب ہوسکتے ہین حالانکہ ابھی اور واجب باقی ہین مثلا ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع مین قرارت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر
کچھہ نہ ہونا وغیرہ پس انمین ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑہ جائیگی اسلئے شارح نے کہا التتبع ینفی الحصر فتدبر اھ تلاش واجبات کی نفی کرتی
ہے حصر کو یعنی تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ لا تعد ولا تحصی ہین تو اسکو خوب دیکھہ بھال لو هم شامی نے کہا کہ ان واجبات مین سے اکثر صورتین فرضی
اور عقلی ہین کہ کبھی خارج مین نہین پائی جاتی اور انکی تلاش سے بجز تضییع اوقات اور کچھہ فائدہ نہین اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی
نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے سکوت ہی کیجاتی انتہے مترجم نے بھی اسلئے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت مین بہت کچھہ تصرف کیا تاکہ مختصر
مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاوے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے فیلغز ای واجب یستوجب ۳۹ واجبا تو
چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۳۹ واجبون کا مستوجب ہوتا ہے یعنی جس سے ۳۹ واجب لازم آتے ہین هم جواب اسکا
چیستان کا وہی قاعدہ اول مضروبہ کا ہے مقتدی کے حق مین تفصیل مذکورہ بالا وسننہا اور نماز کی سنتین یہہ ہین جو آگے مذکور ہوتی ہین ترک
السنۃ لا یوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا
بلکہ اساءت یعنی برا کرنیکا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو هم یعنی اگر ترک سنت نادانستگی مین ہوا تو کچھہ برائی
بھی نہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلئے کہ حق
نجاننا حقیر سمجہنا ہے وقالوا الاساءۃ ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اساءت کم ہے بہ نسبت کراہت کے هم شامی نے
کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنی اساءت مین ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کم ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلئے کہ اولی یہ
ہین جو کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ حکم سنت کا یہہ ہے کہ اوسکی ترک پر ملامت کیجاوے اور کسیقدر گناہ بھی ہو
اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنی ترک اولے ہین تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی ثم علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پہر یہہ سنتین
بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہین اور واقع مین زیادہ ہین چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ
اثم سنت ہے اوٹہانا دونو ہاتہون کا تحریمہ کے لئے یعنی تکبیر سے پیشتر اور بعضون نے کہا کہ تکبیر کے ساتھہ اوٹہاوے خلاصہ مین ہے کہ اگر ہاتہہ
اوٹہانیکا عادی ہوگا تو گنہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گنہگار نہوگا ونشر الاصابع ای ترکہا علی حالہا اور سنت ہے تکبیر کیوقت پہیلا
رکہنا انگلیون کا یعنی انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہون نہ بہت پہیلی وان لا یطاطی راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے
تکبیر کیوقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اوسوقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا تمام قیام مین سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر
بقدر حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اوسکی حاجت کے
خبردار کرنیکے لئے دخول اور انتقال پر یعنی اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیون کو نماز مین داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کیطرف جانے کی خبر ہو جاوے
اور اسیطرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا هم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے

کہا کہ مکروہ اُس صورتمین ہو کہ حاجت سے زیادتی نہایت درجہ کو ہو مثلا اوسکے پیچھے ایک صف ہو اور وہ اتنا چیخا ہو کہ دس صفون مین آواز جاوے تو
مکروہ ہوگا پھر یہہ معلوم کرنا چاہیئے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اوسکی نیت صرف لوگونکو خبردار کرنیکی ہوگی تو اوسکی نماز نہوگی اور نہ کسی
مقتدی کی ہوگی بلکہ خبردار کرنیکے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح مکبر جو امام کی آواز دوسرے لوگونکو پہنچاتا ہے وہ بھی اگر فقط
خبردار کرنیکی نیت سے اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اوسکی ہوگی اور نہ اُس شخص کی جو اوسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا
تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے مکبر کا اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہے وَاَمَّا المُؤتَمُّ وَالمُنفَرِدُ فَيُسمِعُ نَفسَهٗ اور مقتدی اور تنہا پڑہنے والا اللہ
اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنے آپ سن لے وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ وَالتَّسمِيَةُ وَالتَّأمِينُ وَكَونُهُنَّ سِرًّا اور مسنون ہے سبحانک اللہم پڑہنا اور اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہے اور ہر ایک کا
پڑہنا سنت جداگانہ وَوَضعُ يَمِينِهٖ عَلٰى يَسَارِهٖ وَكَونُهٗ تَحتَ السُّرَّةِ لِلرِّجَالِ لِقَولِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ مِنَ السُّنَّةِ وَضعُهُمَا تَحتَ السُّرَّةِ
وَلِخَوفِ اجتِمَاعِ الدَّمِ فِي رُؤُوسِ الاَصَابِعِ اور مسنون ہے رکھنا اپنے داہنے ہاتھ کا بائین پر اور مسنون ہے مردون کو رکھنا اونکا ناف کے نیچے بسبب
فرمانے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کہ سنت ہے رکھنا دونو ہاتھونکا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہوجانیکے اونگلیونکے پورون مین یعنی حکمت ہاتھون
کے کہلے رکھنے مین یہہ ہے کہ زیادہ دیر کہڑے رہنے سے اونگلیون مین خون نہ اوتر آوے وَتَكبِيرُ الرُّكُوعِ وَكَذَا الرَّفعُ مِنهُ بِحَيثُ يَستَوِي قَائِمًا وَ
التَّسبِيحُ فِيهِ ثَلَاثًا وَاِلصَاقُ كَعبَيهِ وَاَخذُ رُكبَتَيهِ بِيَدَيهِ فِي الرُّكُوعِ وَتَفرِيجُ اَصَابِعِهٖ لِلرَّجُلِ وَلَا يُندَبُ التَّفرِيجُ اِلَّا هُنَا وَلَا الضَّمُّ
اِلَّا فِي السُّجُودِ اور مسنون ہے رکوع کے لئے اللہ اکبر کہنا اور اسیطرح مسنون ہے رکوع سے سر اوٹہانا اسطرحپر کہ برابر کہڑا ہو جاوے اور مسنون ہے
رکوع مین تین بار سُبحَانَ رَبِّيَ العَظِيمِ کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونون ٹخنون کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہوسکے اور مسنون
ہے پکڑنا اپنے دونو زانو کا اپنے دونو ہاتھون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پھیلانا اپنی اونگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہے کشادہ رکہنا
اونگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور نہ ملا ہوا رکہنا مگر سجدہ کے اندر وَتَكبِيرُ السُّجُودِ وَكَذَا الرَّفعُ مِنهُ بِحَيثُ يَستَوِي جَالِسًا وَكَذَا
تَكبِيرُهٗ وَالتَّسبِيحُ فِيهِ ثَلَاثًا وَوَضعُ يَدَيهِ وَرُكبَتَيهِ فِي السُّجُودِ اور مسنون ہے سجدہ کے لئے اللہ اکبر کہنا اور اسیطرح مسنون ہے سجدہ سے
اوٹہنا اسطرح کہ برابر بیٹھہ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ سے اوٹھنے کو اللہ اکبر کہنا اور مسنون ہے سجدہ مین تین بار سُبحَانَ رَبِّيَ الاَعلٰى
کہنا اور مسنون ہے دونو ہاتھون اور زانوون کا رکہنا سجدہ مین ہم اکثر فقہا نے ہاتھون اور زانوون کا زمین پر رکہنا مسنون کہا ہے
اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر مین اسکو واجب کہا ہے اسوجہسے کہ مطابق حدیث کے ہے اور
اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ یہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور مشہور
ہے بسبب اوسکی موافق ہونیکے اصول سے کذا فی الشامی فَلَا تُفتَرَضُ طَهَارَةُ مَكَانِهِمَا عَلٰى مَا فِي المَجمَعِ پس لازم نہین پاک ہونا ہاتھ اور زانو
کی جگہہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجمع یعنی جب انکا رکہنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہہ پر رکھے جاوینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم
شامی نے کہا کہ ان دونو اعضا کے مکان کی طہارت کا شرط نہونا روایت ضعیف ہے صحیح یہہ ہے کہ اگر انکی جگہہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی
کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اوٹھانا اِلَّا اِذَا سَجَدَ عَلٰى كَفِّهٖ كَمَا مَرَّ مگر جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا
اوسوقت پاک ہونا اوسکی جگہہ کا شرط ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا وَافتِرَاشُ رِجلِهِ اليُسرٰى فِي تَشَهُّدِ الرَّجُلِ اور مسنون ہے بچہانا اپنے
بائین پانو کا مرد کے تشہد مین یعنی التحیات پڑہنے مین مرد بائین پانون کو بچہاوے وَالجَلسَةُ بَينَ السَّجدَتَينِ اور مسنون ہے بیٹھنا دونو
سجدون کے درمیان مین طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اوٹہانا سجدہ سے مسنون کہا تہا شارح نے اوسمین یہہ قید لگائی کہ اسطرح
سر اوٹہاوے کہ برابر بیٹھہ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرتا ہے لیکن اگر شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اوٹہانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا

او وضع الیدین فیہا علی الفخذین کالتشہد للتوارث اور مسنون ہی رکھنا اپنے دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون رانون پر جیسی التحیات
مین ہاتھونکا رکھنا رانون پر مسنون ہے بسبب توارث کے یعنی اکابر سے اسیطرح پہونچا ہے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون
کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح کما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات
کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہو کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہے قلت و یاتی متعوذ با
للمتنبہ فافہم مین کہتا ہون اور یہہ ذکر منصوب حبیہ کیطرف آگے آویگا تو اسکو سمجہ لے ہم شاید فافہم سے یہہ اشارہ ہو کہ کلام فقہا سے اس
جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے حمل سکتا ہے اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچہہ مخالفت ہوتی تو اوسکو بیان کر دیتے جیسی جلسہ اخیرہ مین دونو
پانو کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ جلسہ مثل جلسہ تشہد ہی کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی
فی القعدۃ الاخیرۃ وفرضہا الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہی درود پڑہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور
فرض کہا ہی امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنی اونکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہے ونسبوہ الی الشذوذ
ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اِس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہے طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن
منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہے لیکن بحرالرائق مین منقول ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی
ہے تو مصنف نے شاذ کہنا بلا وجہ ہو کذا فی الشامی والدعاء بما یستحیل سوالہ من العباد اور مسنون ہے درود کے بعد اور قبل
سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ احادیث مین مسنون ہی اسکا ذکر فصل آیندہ مین آویگا وبقی بقیۃ
تکبیرات الانتقالات حتی تکبیر القنوت علی قول اور سنتون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنی رکن
کے بدلنے کے لئے اللہ اکبر کہنا مسنون ہو یہانتک کہ قنوت کے لئے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اِس تکبیر کے مسنون ہونے
کا قول ضعیف ہو بلکہ وہ واجب ہے جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا
ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنی مقتدی اور تنہا پڑہنے والیکو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پہیرنا مُنہ کا داہنے اور بائین
سلام کیوقت ثم اور مسنون ہے سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتونکی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا
بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی ولہا آداب اور نماز کے کچہہ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن
فعلہ افضل ادب کا ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہونے کا موجب ہے اور نہ عتاب کا باعث جیسی چہوڑنا سنت زوائد کا عتاب و کراہیت کا
موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہے ہم نماز مین ادب اوسکو کہتے ہین جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور
اوسپر مداومت نفرمائی ہو جیسی رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ مین کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب
اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اوسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسی
آپکی سیرت لباس اور نشست و برخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہُدی ہی یعنی سنت موکدہ جیسی اذان اور جماعت ہی کذا
فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حالۃ قیامہ والی ظہر قدمیہ حالۃ رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حالۃ سجودہ والی حجرہ حالۃ قعودہ
والی منکبہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہی دیکہنا نمازی کا کہڑے ہونے کیوقت اپنے
سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کیوقت اپنے دونون پانوون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کیطرف اور قعود کی حالت مین
اپنی گود کیطرف اور پہلے سلام پہیرتے کیوقت اپنے داہنے شانہ کیطرف اور دوسرے سلام کیوقت اپنے بائین شانہ کیطرف یہہ سب ادب اسلئے ہین
واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل بٹے تو اونکی طرف دیکہنا

مستحب نرہیگا کیونکہ اُس سے انکسار جاتا رہیگا جو مستحب سے بڑھکر ہے وامساکُ فمہٖ عند التثاؤب ولو باخذ شفتہٖ بسنّہٖ فان لم یقدر
غطّاہ بظہر یدہٖ الیسریٰ وقیل بالیمنی لو قائمًا والّا فیُسراہ مجتبیٰ اور مستحب ہے اپنا مُنہ بند کرنا جمائی لینے کیوقت اگرچہ ہونٹہ کو دانت
کے پکڑنے سے بند ہو پہر اگر منہ بند نہو سکے تو اوسکو اپنی بائیں ہاتھہ کی پیٹہہ سے چھپا دے اور بعضوں نے کہا کہ اگر کہڑا ہو تو داہنے کی پیٹہہ سے چھپاوے
اور نہیں تو بائیں کی پیٹہہ سے کذا فی المجتبی م وجہ منہ کے بند کرنے کی یہہ ہے کہ جمائی لینا نماز میں اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کہڑے ہونے
میں داہنا ہاتھہ اسلئے کہا تاکہ حرکت ایک ہی ہاتھہ کی ہو ورنہ بائیں ہاتھہ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے میں دونو ہاتہونکو حرکت ہوگی اور بعض
نسخونمیں لفظ شفتیہ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چونکہ دونو ہونٹہ کا دبانا جمائی کے دفع کے لئے دانت سے دشوار ہے اسلئے صیغہ مفرد درست ہے کذا فی
الشامی اوکمّہٖ یا مُنہ کو چھپا دے اپنی آستین سے لانّ التغطیۃ بلا ضرورۃ مکروھۃ ہاتھہ یا آستین سے مُنہ اوسوقت چھپا دے کہ جب بلا مدد ہاتھ
اور آستین کے منہ نہ بند ہو اسلئے کہ مُنہ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر ہونٹہ کو دانت سے دبا کر جمائی روک سکتا تھا مگر اسطرح نروکا

بلکہ ہاتھہ یا آستین سے مُنہ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ **فائدہ** ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہہ بہت عمدہ ہے کہ اپنے دلمیں سوچے کہ
انبیا علیہم السلام نے جمائی نہیں لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہوگئی واخراج کفّیہ من کمّیہ
عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونو آستینونمیں سے دونو ہاتہونکا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کیوقت یعنی شروع نماز میں
مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتہونکا مستحب نہیں رہتا ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہے
دفع کرنا کہانسی کا اپنی مقدور بہر اسلئے کہ کہانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جبکہ اوس سے حروف پیدا ہوں کذا فی العینی تو اُس سے اجتناب کرے
والقیام للامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہ عند حی علی الصلوٰۃ ابن کمال اور مستحب ہے کہڑا ہونا امام اور
مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ اونکے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کہنے کیوقت کہڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن
کمال شامی نے کہا کہ یہہ نقل قول زفر کی درست نہیں بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہہ ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ کہنے کیوقت کہڑا ہووے ان کان
الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتہی الیہ الامام علی الاظہر حی علی الفلاح کیوقت کہڑا ہونا اوسوقت مستحب ہے کہ امام
محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفوں کے پیچہے سے اپنی جگہہ جانا چاہے جس صف میں امام پہونچے وہی کہڑی ہو جائے ظاہر قول میں
وان دخل من قدّام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے کیجانب سے داخل ہو تو لوگ اُسوقت کہڑے ہوں جب انکی نظر امام
پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسہٖ فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریۃ مگر جبکہ امام خود مسجد میں تکبیر کہے تو مقتدی کہڑے نہوں
یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریۃ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد الف لام کے ساتھہ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا
بصیغہ نفی وان خارجہ قام کل صف ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک پہونچے وہ کہڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا
کہ اس قول کو میں نے بحر الرائق نپایا بلکہ نہر الفائق میں مذکور ہے وشروع الامام فی الصلوٰۃ قبل قد قامت الصلوٰۃ ولو اخّر حتی
اتمّہا لا بأس بہ اجماعا وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی معزیا للخلاصۃ
انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوٰۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے میں تاخیر کی یہانتک کہ موذن
نے اقامت تمام کرلی تو اسکا کچہہ مضائقہ نہیں بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی درست ترمذاہب
کا ہے جیسا کہ شرح مجمع میں اوسکی مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی میں منسوب بخلاصہ یوں ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلئے کہ اس سے نمازیوں
پر اشتباہ نرہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھہ نماز شروع کرسکیگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح لو لم یعلم ما فی الصلوٰۃ من فرض وسنن
اجزأہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہہ نجانا کہ جو فرض مثلاً ادا کرتا ہے اوسمیں فرض کیا افعال ہیں اور سنت کیا تو یہہ نماز اوسکو کافی

ہو گی کذا فی التتمہ۔ **فصل** اس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اس طریق پر ہے جو سلف سے منقول چلا آیا ہے
واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبر لو قادرا للافتتاح ای قال وجوبا اللہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے
تو شروع نماز کے لئے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی براہ وجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ
اکبر کہنے کے وجوب سے یہہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ الاکبر کہیگا تو واجب ادا نہوگا ولا یصیر شارعا بالمبتدا او فقط کالا بہ
ولا بالکبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع کرنیوالا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط لفظ اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے
شروع کرنیوالا ہوگا یہی قول مختار ہے شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہ
ہونے کی یہہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائیگی فلو قال اللہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک
الامام راکعا فقال اللہ قائما واکبر راکعا لم یصح فی الاصح پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام
فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنی ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہیں کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی نے امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ
کو کھڑے ہو کر کہا اور اکبر رکوع میں تو دونوں صورتوں میں اوسکا اقتدا درست نہوگا صحیح قول میں ہم پہلی صورت میں اقتدا اسلئے صحیح نہوا کہ امام پر جب تمام
ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنیوالا نہیں ہوا تھا کہ مقتدی نے اوسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری صورت میں شرط
تحریمہ مفقود ہے یعنی حالت قیام میں پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلئے اقتدا بھی صحیح نہو شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہیں ویسے ہی مقتدی خود
اپنی نماز کا شروع کرنیوالا بھی نہوگا کیونکہ اوسنے قصد شریک ہو کر پڑھنے کا کیا تھا یعنی تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من
اللہ قبل الامام جیسے اقتدا صحیح نہیں جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنی امام نے تکبیر تحریمہ ابھی
شروع نہیں کی کہ مقتدی اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافا لمحمد اور اگر صرف اسم ذات
کو یعنی لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنے اکبر کے تو صحیح ہے امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود
مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہیں کذا ذکرہ الحلبی اللہم اگر پہلی صورت کو یعنی صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے
کو منفرد یا امام کے لئے محمول کریں اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو تکرار نہیں ہوتا وبالحذف اذ مد احدی الہمزتین مفسد وتعمدہ کفر
وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر جو دو ہمزہ ہیں ان کے حذف کرنیکے ساتھہ یعنی اللہ اور اکبر کے ہمزوں کو بڑھا کر کہے اسلئے کہ کھینچکر پڑھنا ان دو ہمزوں
سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی میں بڑھا کر پڑھا ہو اور جانکر اونکو مد کرنا کفر ہے اور اسیطرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول
میں مفسد ہے ہم مقابل اوسکا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ میں ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑھانا مفسد نہیں کذا فی الطحطاوی ویشترط کونہ قائما فلو
وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیتہ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہے اللہ اکبر کہنا کھڑے ہو کر
یعنے فرض نماز میں باوجود قدرت کھڑے ہو کر تحریمہ کرنا چاہئے پس اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہا تو اگر یہہ جھکنا قیام سے
قریب ہو گا یعنی اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہو گی ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ
مقتدی نے جو اللہ اکبر کہا اوس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہو گی اسلئے کہ تکبیر تحریمہ
فرض ہے اور تکبیر رکوع کی تکبیر نفل ہے اور چونکہ یہہ نفل فرض کے محل میں واقع ہوئے اسلئے فرض کیطرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصرا فرع مسائل متعلقہ شتی
کو گئے عن غیر عالم بتکبیر امامہ ان اکبر ان اکبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہہ نہیں جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہیں تو اگر اوسکی اکثر غالب یہہ ہو کہ
یعنی امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنی اگر گمان غالب یہہ ہوگا کہ امام کے ساتھہ یا اوسکے بعد اللہ اکبر کہا ہے یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے
تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرۃ التعجب او متابعۃ المؤذن لم یصر شارعا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے

قصد تعریج کیا یا موذن نے جواب نہ کہا اور وہ کیا تو نہ ہوگا نماز کو نہو گا کیونکہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دینا مبنی باتین ہین اور تکبیر تحریمہ
کی بعد مین قرات بھی شروع ... درست نہو گا وَيَجْزِمُ الرَّاءَ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَذَانُ جَزْمٌ وَالْإِقَامَةُ جَزْمٌ وَالتَّكْبِيرُ جَزْمٌ
هُوَ مَرْوِيٌّ فِي الْأَذَانِ اور اللہ اکبر کی رے کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے اور اقامت جزم ہے اور
اور اللہ اکبر کہنا جزم ہے کذا فی المنح اور یہہ حدیث باب الاذان مین گذری ہم اذان جزم ہے یعنی اوسکے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہین
یہہ حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہے وَإِنَّمَا يَصِيرُ شَارِعًا بِالنِّيَّةِ عِنْدَ التَّكْبِيرِ لَا بِهِ وَحْدَهُ وَلَا بِهَا وَحْدَهَا بَلْ بِهِمَا اور یہ
بیان ہے کہ شروع ہو کر نماز والا نیت سے ہوتا ہے اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونو چیزون سے ہم یعنی چونکہ نیت
بھی صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کہانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس
سے یہہ وہم ہوتا ہے کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلئے ماتن نے تصریح کردی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی وَلَا يَلْزَمُ الْعَاجِزَ
عَنِ النُّطْقِ كَأَخْرَسَ وَأُمِّيٍّ تَحْرِيكُ لِسَانِهِ وَكَذَا فِي حَقِّ الْقِرَاءَةِ هُوَ الصَّحِيحُ لِتَعَذُّرِ الْوَاجِبِ فَلَا يَلْزَمُهُ غَيْرُهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ فَتَكْفِي النِّيَّةُ اور نہ لازم ہے
کہ بولنے سے عاجز جیسے گونگا اور امی اوسکو اللہ اکبر کہنے کے لئے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسیطرح قرات کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین
یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلئے نیت کافی ہوگی ہم یعنی اللہ اکبر
کہنا اور قرات واجب ہے اور یہہ واجب عاجز سے ادا نہین ہو سکتا تو دوسری چیز یعنی زبان ہلانے کو اوسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہو
اسلئے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہے لَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يُشْتَرَطَ فِيهَا الْقِيَامُ وَعَدَمُ تَقْدِيمِهَا لِقِيَامِهَا مَقَامَ التَّحْرِيمَةِ وَلَمْ أَرَهُ لیکن سزاوار یہہ ہے
کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ نیت اسصورت مین قائم مقام تحریمہ کے ہے اور مین نے اسکو دیکھا نہین ہم یعنی چونکہ
عاجز کے حق مین نیت کافی ہے تحریمہ کی کچھہ ضرورت نہین اس سے یہہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق
کے کہتا ہے کہ تحریمہ کی شرطین یعنی قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز
کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونو دو شرطین علٰحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے
ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہوگئی نَعَمْ فِي الْأَشْبَاهِ فِي
قَاعِدَةِ التَّابِعُ تَابِعٌ فَالْمُفْتَى بِهِ لُزُومُهُ فِي تَكْبِيرَةٍ وَتَلْبِيَةٍ لَا قِرَاءَةٍ پہر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہے
یہہ ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرات مین ہم شامی مین محیط سے منقول ہے
کہ قرات فرض قطعی ہے اور تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولی لازم نہو وَرَفْعُ يَدَيْهِ قَبْلَ التَّكْبِيرِ وَقِيلَ مَعَهُ مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ
شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ اور اٹھاوے اپنے دونو ہاتھ اللہ اکبر کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھہ ہی اوٹھاوے لگانیوالا دونو انگوٹھون
کو دونو کانون کی لو سے ہم اللہ اکبر سے پہلے ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہے طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہے اور خلاصہ اور محیط
مین ہے کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اوسیوقت ہاتھ کا اوٹھانا شروع کرے اور جب اوسکو تمام کرے اوسیوقت اوسکو تمام کرے اور تیسرا
قول یہہ ہے کہ بعد اللہ اکبر کہنے کے اوٹھاوے اور یہہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی ہین کذا فی الشامی هُوَ الْمُرَادُ بِالْمُحَاذَاةِ لِأَنَّهَا لَا
تَتَيَقَّنُ إِلَّا بِذَلِكَ کانون تک ہاتھون کا اوٹھانا ہی مراد ہے محاذات سے جو ظاہر الروایہ اور بعض احادیث مین وارد ہے اسلئے کہ محاذات بدون
اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی ہم یعنی بعض احادیث مین حَذْوَ أُذُنَيْهِ آیا ہے یعنی دونو کانون کے برابر ہاتھ اوٹھاوے تو اس سے مراد یہی ہے
کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اوٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک اوٹھانا مروی ہے تو
وہ اوسحالت پر محمول ہے کہ ہاتھہ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونو حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہے کہ کلائیون کو

مونڈھون کے برابر کرنے سو کانون کی محاذات انگوٹھون سو ہو جاتی ہے کذا فی الشامی تعبد ویستقبل بکفیه القبلة وقیل خدیه
دونون ہتھیلیونکو قبلہ کیطرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیون کا رخ دونون رخسارون کیطرف کرے والمرأة ولو أمة كما في البحر
لكن في النهر عن السراج انها كالرجل في عشرة كالحج اور عورت اگرچہ لونڈی ہو جیسا کہ بحر الرائق مین ہو لیکن نہر الفائق مین سراج
سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام مین یعنی رفع یدین مین مرد کی برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ وغیرہ مین مثل آزاد عورت کے ہے
وترفع بحيث يكون رؤس اصابعها حذاء منكبيها وقيل كالرجل اور عورت اپنے ہاتھ اسطرح اوٹھاوے کہ اوسکی اونگلیون کے سرے برابر اسکے
دونون شانون کے ہو جائین اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ عورت مثل مرد کے ہاتھ اوٹھاوے مگر اول قول کو صحیح کہا
وصح شروعه ايضا مع كراهة التحريم بتسبيح وتهليل وتحميد وسائر كلم التعظيم الخالصة له تعالى ولو مشتركة كرحيم وكريم في الاصح
اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہکر اور لا الہ الا اللہ کہکر اور الحمد للہ کہکر اور سب اللہ تعالی کی خالص تعظیم کے
کلمات سے اگرچہ مشترک ہون مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول مین ہم تعظیم مین خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہون دعا اور حاجت
پر وہ نکل جائین شامی نے کہا کہ لفظ تعالی متعلق تعظیم سے ہے نہ خالص سے ورنہ اوسکے بعد ولو مشترکۃ نہ بنیگا اور اصح قول کا مخالف ذخیرہ اور
تاتارخانیہ مین ہو کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہو وخصه الثاني بأكبر وكبير منكرا ومعرفا زاد في الخلاصة والكبار مخففا
ومثقلا اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف لام کے ساتھ خلاصہ مین
کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ہم کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہے یعنی ابو یوسف کے نزدیک
اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جائیگا اور الفاظ سے صحیح نہو گا شامی نے کہا کہ
اسبابین صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے كما صح لو شرع بغير عربية اي لسان كان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا
عربی کے سوا دوسری زبان مین کوئی سی زبان ہو وخصه البردعي بالفارسية لمزيتها بحديث لسان اهل الجنة العربية والفارسية
الدرية بتشديد الراء قهستاني اور خاص کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اوسکی فضیلت ہونیکے اس
حدیث سے کہ زبان جنت والونکی عربی ہے اور دری فارسی اور لفظ دری راء مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی ہم محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہین
ہوتی اور دری منسوب ہے در کیطرف یعنی دروازہ اور یہ زبان اُن لوگونکی ہے جو بادشاہی دروازہ پر رہتے ہین اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی
طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگونکی زبان عربی کے بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزه اور صاحبین
نے دوسری زبان مین شروع نماز کے صحیح ہونے کے لئے عاجز ہونا نمازی کا عربی مین تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلى هذا الخلاف الخطبة
وجميع اذكار الصلوة اور اسی خلاف پر ہین خطبہ اور سب اذکار نماز کی یعنی امام اعظم کے نزدیک اور زبانون مین خطبہ اور تشہد اور دوسری
دعائین درست ہین اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت مین درست ہین طحطاوی نے کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذكره
بقوله او آمن او لبى او سلم او سمى عند ذبح او شهد عند حاكم او رد سلاما ولم ار لو شمت عاطسا او قرأ عاجزا
فجائز اجماعا اور جو امور کہ نماز کے ذکر مین داخل نہین اور اونکو مصنف نے اپنے قول مین ذکر کیا ہے یعنی خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا
یا سلام کیا یا ذبح کیوقت خدا تعالی کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قراءت پڑھی عربی سے عاجز ہوکر تو یہ سب
امور باتفاق امام اور صاحبین کے غیر زبان مین جائز ہین شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان مین دیا تو اسکا حکم مین نے نہین دیکھا
شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا فقيد القراءة بالعجز لان الاصح رجوعه الى
قولهما وعليه الفتوى مصنف نے قراءت مین عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کیطرف ہے

اسی پر فتوی ہو قلت وجعل العینی الشروع کالقراءة لاسلف له فیه ولا سند یقویه بل جعله فی التاتارخانیة کالتلبیة یجوز
اتفاقا فافاد ظاهره کالمتن رجوعهما الیه لا هو الیهما فاحفظه فقد اشتبه علی کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبه تنبه
اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قراءت کی مانند کیا ہی یعنی غیر زبان مین اوسکو صحیح ہونے کی لئی بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہی نہ تو اسباب مین عینی
کا کوئی سلف ہی جسنی پیشتر ایسا کہا ہو اور نہ کوئی سند اوسکی دعوی کو قوت دیتی ہی بلکہ شروع کو تاتارخانیہ مین تلبیہ کی مانند ٹھہرایا ہی کہ غیر زبان
مین باتفاق جائز ہے پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا مثل متن تنویر الابصار کے یہہ ہی کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہی نہ یہہ کہ امام نے
صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کرلے کہ بہت سی کم توجہ کرنیوالون پر یہہ امر مشتبہ ہوگیا ہی یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اوسکی سب کتابون
مین مشتبہ ہوگیا ہی سو خبردار ہو جا ف صاحبین کے نزدیک نماز کے سب ذکر اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان مین اوسوقت درست ہوتے ہین کہ نمازی
عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قراءت کے سب اذکار و تحریمہ باوجود قدرت عربی کے غیر زبان مین جائز ہین تو فقط امام صاحب نے
قراءت کے باب مین صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہی اسوجہ سے کہ قران ایک خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل متواتر ہم تک پہنچا ہی تو فارسی
وغیرہ مین وہ منقول خاص باقی نرہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اوسمین امام صاحب کی دلیل قوی ہے یعنی وہ یہہ فرماتے ہین کہ شروع مین مطلوب ذکر
اور تعظیم ہے یہہ ہر زبان مین حاصل ہوسکتا ہے خصوصیت عربی کی نہین پس عینی نے جو شروع کو قراءت کی مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ امام نے
صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ مین شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہی جو بالاتفاق دوسری زبان مین درست
ہے اور اس متن مین بھی شروع نماز مین قید عاجزی کی نہین لگائی ہی تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کے عدم تقیید اس
بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہی نہ یہہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی تنبیہ
لا یصح ان اذن بها علی الاصح وان علم انه اذان ذکره الحدادی واعتبر الزیلعی التعارف نہین صحیح ہی اگر اذان دی غیر عربی مین صحیح تر
قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہہ جانین کہ وہ اذان ہی ذکر کیا ہے اوسکو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہی یعنی اگر اذان فارسی مین ہوا ور
لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے مقصود خبر کرنا نماز کا ہی وہ حاصل نہین ہوا فروع مسائل متفرقہ شاذہ
کے قرا بالفارسیة او التوراة او الانجیل ان قصة تفسد وان ذکرا لا قراءت پڑھی فارسی مین یا قران کی جگہہ توریت یا انجیل پڑھی اگر
کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی ھم ہدایہ مین کہا کہ فارسی مین قراءت سے نماز فاسد نہین بلا خلاف بشرطیکہ جسقدر
قراءت سے نماز درست ہو جاے اوسقدر عربی مین پڑھ لی ہو اور قاضیخان نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے فتح القدیر مین ان دونو
قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہہ یا امر و نہی کی جگہہ سے پڑھیگا تو فاسد ہوجائیگی اور اگر ذکر او تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور
اوسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قراءت سے خالی رہجائیگی اور کسیقدر قران اوسکے ساتھہ ملالیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق به
فی البحر الشاذ اور بحر الرائق مین فارسی مین قراءت پڑھنے کے ساتھہ قران کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہی یعنی روایت شاذ کا حکم بھی اوسی تفصیل سے
ہے جیسا فارسی قراءت مین مذکور ہوا لکن فی النهر الاوجه انه لا یفسد ولا یجزی کالتسبیح لیکن نہر الفائق مین ہی کہ موجہ تر یہہ ہی کہ روایت شاذ نماز
کو فاسد نہین کرتی اور نہ قراءت واجب کو کافی ہوتی ہی چنانچہ تسبیح کر کے پڑھنا قران کا مثلا یون کہنا ال ح م د ل ل ا ہ کہ وہ بھی مفسد نہین اور نہ مقدار واجب کو کافی
ہو ھم قران مجید کی روایات مشہور سات ہین اور آئمہ قراءت دس ہین تو متواتر روایتین دس تک ہوسکتی ہین پس جو روایت کہ ان دسون روایتون
سے خالی ہوگی وہ شاذ ہی نہر الفائق مین کہا کہ وجہ اسکی مفسد نہونیکی یہہ ہی کہ روایت شاذ کے قران ہونے مین شک ہی تو شک سے نماز فاسد نہین
ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قران نہین کیونکہ عرف مین قران عربی زبان ہی کو کہتے ہین ویجوز کتابة آیة او آیتین بالفارسیة لا اکثر
اور درست ہی لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ اسکی وجہ یہہ ہی کہ ایک یا دو آیت قلیل ہے اور

قلیا سات جو کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر سات نہو گا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے لکہنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین دیگر کتب تفسیر
بحث مین ہے اور مکروہ ہے لکہنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے بیچ فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ شریعت مین حکم ہے قرآن کے خالی رکہنے کا غیر قرآن
سے اور قوم التدریبین کا یہی مقول ہے کہ لکہنا قرآن کا اور تفسیر حرف حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکہنا جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ کراہت سے غرض بھی کراہت
مراد ہے اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہے تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہہ ہے کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ حاشیہ پر لکہین تاکہ اس کراہت
سے بچے ولو شرع بمشوب بحاجۃ کتعوذ وتسمیۃ وحوقلۃ واللھم اغفرلی او ذکرھا عند الذبح لم یحل اور اگر نماز کو شروع کیا ان لفظون
سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہو گا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہہ قائم مقام دعا کے ہے گویا کہ یہہ کہا
کہ الٰہی مجکو پناہ دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہہ بھی برکت کیواسطے ہے تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر
اور جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہہ بھی دعا ہے تو گویا یون کہا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت
دے کہ سوا تیرے اور کسیکو یہہ طاقت نہین اور جیسے اللھم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہے مغفرت کی سو ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللھم اغفرلی
اور ذبح کیوقت تو ذبح درست ہوگا بخلاف یا اللھم فقط فانہ یبنی فیہما فی الاصح کما لو قال اللہ بخلاف صرف لفظ اللھم کے کہ شروع اور ذبح دونو
مین جائز ہے صحیح تر قول مین مثل یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہے باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول
نقل کیا جو عدم صحت شروع اور ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہے اور اللھم بمعنی یا اللہ ہے ووضع الرجل یمینہ علی
یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بخنصرہ وابہامہ ھو المختار اور رکہے مرد یعنی بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتہہ بائین پر نیچے اپنی ناف کے پکڑ کر
بائین ہاتہہ کی کلائی کو داہنی چہنگلی اور انگوٹہے سے یہی مختار ہے یعنی چہنگلی اور انگوٹہے کا حلقہ کرکے بائین ہاتہہ کی کلائی کو پکڑے اور باقی تین انگلیان
پہیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پونہچے پر رکہے مگر مختار اول طرح ہے اور وجہ مختار ہونے کی یہہ ہے کہ بعض
احادیث مین ہاتہہ کا رکہنا دوسرے ہاتہہ پر مروی ہے اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکہنے مین دونو باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف و
تضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور رکہے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتہیلی کو بائین ہتہیلی پر اپنی دونو پستان کے نیچے
شامی نے کہا کہ متن کے بعض نسخون مین تحت ہے اور بعضون مین علی یعنی پستان کے اوپر رکہے مگر بہتر تہا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکہے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر
رکہنا لکہا ہے نہ پستان پر ہم خنثی اوسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت دونو کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اوسکو حکم مردون کا
ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اوسکا حکم عورتون کا سا ہے اور اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہے کما فرغ
من التکبیر بلا ارسال فی الاصح اور ہاتہہ رکہے مجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتہہ لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت
یہی ہے اور اسکا مقابل قول اور مین امام محمد سے مروی ہے کہ ثنا پڑہنے کیوقت دونو ہاتہہ لٹکا رکہے جب سبحانک اللھم الخ سے فارغ ہو جاوے تو ہاتہہ
باندہ لے ہم کہتے کہ فرغ کا محاورت کا کاف کہلاتا ہے وھو سنۃ قیام اور ہاتہون کا باندہنا سنت ہے قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام
محمد کے نزدیک قرات کی سنت ہے اسلیے ثنا مین انکے نزدیک ہاتہہ لٹکانا اور انکے نزدیک باندہنا اوسوقت تک درست ہے کہ قرات شروع کرے ظاہرہ
ان القاعد لا یضع لم اراہ اور ہاتہون کے باندہنے کو سنت قیام ٹہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹہنے والا اپنے ہاتہہ نہ باندہے اور مین نے اسکو صریح نہین
دیکہا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ھو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پہر مین نے مجمع الانہر مین دیکہا کہ مراد قیام سے وہ ہے جو عام
ہے حقیقی اور حکمی سے اسلیے کہ بیٹہنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہے یعنی ہاتہہ وہ بھی باندہتا ہے تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہاتہون کا باندہنا اسکی
سنت ہے حکمی قیام جیسے نفل مین بیٹہنا اور فرضون مین عذر کی جہت سے بیٹہنا کہ یہہ نشست قائم مقام قیام کے ہے فی قیام فیہ ذکر مسنون فیضع
حالۃ الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ ہاتہہ کا باندہنا اوس قیام کی سنت ہے جسمین طول ہو اور اوسمین کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جیسے پڑہنے کا

حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہہ نکلا کہ ہاتھہ باندہے ثنا پڑہنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیرون مین کیونکہ ان قیامون مین
ذکر مشروع ہے یا ہماہم ہے سیدہ و خطبہ پڑہنے کے وقت ہاتھہ باندہے چاہئین کہ وہ بھی ذکر مشروع سے خالی نہین لَیْسَ فِیْھَا مَعَنٰی لَایَتَّصِلُ بَیْنَ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ
لِعَدَمِ القَرَارِ وَلَا بَیْنَ تَکْبِیْرَاتِ العِیْدَیْنِ لِعَدَمِ الذِّکْرِ المَطْلُوْبِ لِلْقِیَامِ فَیَضَعُ یعنی نہین مسنون ہی ہاتھہ باندہنا رکوع اور سجدہ تک کے درمیان کے قیام
مین بسبب نہ ہونے قرار کے یعنی اگرچہ قومہ مین ذکر مسنون موجود ہی کہ سمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا ولک الحمد کہنا پڑتا ہی مگر چونکہ اس قیام مین طول نہین تو
ہاتھہ باندہنا مسنون نہین اور نہین مسنون عیدین کی تکبیرون مین ہاتھون کا باندہنا بسبب نہونے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول نہ ہو اور اگر طول دے تو ہاتھہ باندہ
لے کذا فی السراج طحطاوی نے کہا تو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ صلوٰۃ التسبیح کے قومہ مین ہاتھہ کا باندہنا مسنون ہو یعنی اس وجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنو
دونون ہین وَقَرَأَ کَمَا کَبَّرَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ تَارِکًا وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ اِلَّا فِی الجَنَازَۃِ مُقْتَصِرًا عَلَیْہِ فَلَا یَضُمُّ وَجَّھْتُ وَلَا فِی النَّافِلَۃِ وَلَا تَفْسُدُ بِقَوْلِہٖ وَاَنَا اَوَّلُ
المُسْلِمِیْنَ فِی الاَصَحِّ اور پڑہے مجرد تکبیر کہنے کے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک کلمہ وجل ثناؤک کو چھوڑکر لیعنی بعد تعالی جدک کے
وجل ثناؤک کبہی سوا نماز جنازہ کے کہ اوسمین اس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون ہے در حالیکہ اکتفا کرنیوالا ہو اسی ثنا پر یعنی اوسمین وجہت وجہی الخ نہ ملاوے
بجز نماز نفل کے کہ اوسمین اوسکا ملانا ثنا کے ساتھہ جائز ہے اور نماز فاسد نہین ہوتی صحیح تر قول مین نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنی مین پہلا
ہون سب مسلمانون کا هم منیہ مین کہا کہ اگر جل ثناؤک بہی کہیگا تو نماز مین کچہہ حرج نہوگا اور وجہت وجہی پوری اسطرح ہے وجہت وجہی للذی فطر السموات
والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اسکو نفل نماز مین ثنا
کے ساتھہ ملالے اور متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہی کہ تحریمہ سے پہلے اسکو کہہ لے اور اصح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہی اسلئے کہ
انا اول المسلمین اوسکی طرف سے جہوٹ ہوتا ہی بحر الرائق مین کہا کہ احادیث صحیحہ مین اسکا پڑہا جانا ثابت ہی تو مفسد نماز نہین ہو سکتا علاوہ اسکے جہوٹ جب ہوتا
ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہوا اوسکی غرض تو صرف قصد تلاوت ہی تو جہوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی ملتقطا اِلَّا اِذَا شَرَعَ الاِمَامُ فِی القِرَاءَۃِ سَوَاءٌ
کَانَ مَسْبُوْقًا اَوْ مُدْرِکًا وَسَوَاءٌ کَانَ اِمَامُہٗ یَجْھَرُ بِالقِرَاءَۃِ اَوْلَا فَاِنَّہٗ لَا یَاْتِیْ بِہٖ لِمَا فِی النَّھْرِ عَنِ الصُّغْرٰی اَدْرَکَ الاِمَامَ فِی القِیَامِ یُثْنِیْ مَالَمْ یَبْدَءْ
بِالقِرَاءَۃِ تکبیر تحریمہ کہتے ہی ثنا پڑہے مگر جب امام قرات پڑہنے لگا ہو تو اوسوقت مقتدی ثنا نہ پڑہے خواہ مقتدی کچہہ نماز ہو جانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہو
اور برابر ہے کہ اوسکا امام قرات پکارکر پڑہتا ہو یا آہستہ اسلئے کہ نہر الفائق مین صغری سے منقول ہی کہ امام کو مقتدی نے قیام مین پایا تو ثنا پڑہے جبتک کہ امام نے قرات شروع کی ہو
طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تہا کہ جب امام آہستہ پڑہتا ہو تب ہی شروع کرتے ہی ثنا کا پڑہنا جائز ہی اسلئے شارح نے متن کی عبارت کو قول صحیح کی طرف پہیر دیا
وَقِیْلَ فِی المُخَافَتَۃِ یُثْنِیْ اور بعضون نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑہنے کیصورت مین ثنا پڑہ لے هم حلبی نے اس قول کے ضعف کی وجہ بیان کی ہے کہ جب
مقتدی سے امام کے پیچہے قرات ساقط ہوگئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہے بطریق اولے ساقط ہونی چاہیئے وَلَوْ اَدْرَکَہٗ رَاکِعًا اَوْ سَاجِدًا
اِنْ اَکْبَرُ رَأْیِہٖ اَنَّہٗ یُدْرِکُہٗ اَتٰی بِہٖ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑہکر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑہ لے طحطاوی
نے شرنبلالی سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا تو تحریمہ کہہ کے رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ مین پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑہے اور
سجدہ مین شریک ہوا اور یہی حال قعدہ کا هو وَکَمَا اسْتَفْتَحَ تَعَوَّذَ بِلَفْظِ اَعُوْذُ عَلَی المَذْھَبِ اور جب ہی کہ دعا شروع یعنی ثنا کی پڑہ چکے
شیطان سے پناہ مانگا اعوذ کے لفظ سے بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑہے بدون اسبات کے کہ ثنا مین اور اوسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑہے
اور اعوذ باللہ کہے استعیذ باللہ نہ کہے اگرچہ ہدایہ مین استعیذ لکھا ہی سِرًّا قَیْدٌ لِلاِسْتِفْتَاحِ اَیْضًا فَھُوَ کَالتَّنَازُعِ اعوذ پڑہے آہستہ شارح نے کہا
کہ سرًّا ثنا پڑہنے کی بھی قید ہی یعنی دونو کو آہستہ پڑہے تو یہہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل
اور مفعول ہونے مین ویسے ہی لفظ سرًا دو فعلون قرأ اور تعوذ کے بعد دونو کی قید واقع ہوا هے تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلئے
نہ کہا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال مین نہین ہوتا اور سرًا یہان حال هے یا مفعول مطلق فعل محذوف کا لِلْقِرَاءَۃِ فَلَا یَتَعَوَّذُ التِّلْمِیْذُ کَمَا بَعْدَ الفَاتِحَۃِ

ترکہ وقیل لا کما لو سہا عن الثناء ذکرہ الحلبی اعوذ پڑھے قرارت کے لئے اسی سبب سے نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا پڑھنا یاد
پڑا تو اوسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے سے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہئے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہو اوسکو حلبی نے
ھم شامی نے کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ مین مذکور ہو حلبی نے اوسکو بہر تم سمجھ لیا اسلئے ایسا لکہا یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ قرارت کو جو فرض ہے چھوڑ کر اعوذ
پڑھے جو سنت ہے پس تحقیق یہ ہے مین وہ ہو جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہو کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کر دی اور ثنا اور تعوذ کو
بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلئے کہ انکے پڑھنے کا موقع جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرۃ ای لا یسن فلیحفظ اور
اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرہ یعنی اعوذ پڑھنا اوسکو مسنون نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا
قرارت قرآن کے لئے مسنون ہے اسلئے اور عبارت سے پہلے پڑھنا مسنون نہ ہوگا فیاتی به المسبوق عند قیامه لقضاء ما فاته لقرائته لا المقتدی
بعدہ اسی پس اعوذ پڑھے مسبوق جس وقت کھڑا ہوا اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلئے کہ اوسکو باقی نماز مین قرارت پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے
مقتدی بسبب پڑھنے قرارت کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءته بعدها اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچھے پڑھے جب
قرارت پڑھنے کے بعد تکبیرون کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع تو ان کے نزدیک ثنا کے
بعد پڑھنا چاہئے اسصورت مین تکبیرون کے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ مین اسیکو اصح کہا ہے مگر قاضی خان اور ہدایہ اور کافی وغیرہ کا مختار طرفین
کا قول ہے اور شرح منیہ مین کہا کہ اسیکو ہم لیتے ہین کذا فی الشامی وکما تعوذ سمی غیر المؤتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ ووضوء
سراً فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ اور بعد اعوذ پڑھنے کے غیر مقتدی یعنی امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم مطلق
ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہے خصوصیت بسم اللہ کی نہین بسم اللہ کہے ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی
کی قید اسلئے لگائی کہ مقتدی قرارت نہین پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع مین اسلئے بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہے اور جہری کی قید منیہ کے
قول کے رد کرنے کے لئے ترک بسم اللہ سری نماز مین پڑھے نہ جہری مین حالانکہ یہ قول غلط ہے کذا فی الطحطاوی لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقاً
ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقاً نہین مسنون ہے بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو
اور نہین مکروہ ہے بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ھم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونے کی یہ ہے کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کی آیت ہے
تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہے وما صححه الزاهدی من وجوبها
ضعفه فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنی الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہے اوسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہے یعنی اسوجہ سے
کہ مخالف ظاہر مذہب کے ہے جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہے اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہ ہے کہ دونون قول مرجح ہین وهی آیۃ واحدۃ
من القرآن کله انزلت للفصل بین السور اور بسم اللہ ایک آیت ہے تمام قرآن مین سے اوتری ہے سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ
تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لئے مذکور ہے فما فی النمل بعض آیۃ اجماعاً تو جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ آیت کا ٹکڑا ہے
بالاتفاق یعنی شروع آیت انہ من سلیمان سے ہے اور انتہا واتونی مسلمین پر ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا
جز نہین اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول مین ہم شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تاکہ حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ اونہون نے کہا
ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہے اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو اونکے خلاف دفع کرنیکو فی الاصح
کہنا فقہا کا دستور نہین فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوۃ بها احتیاطاً پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین
جائز ہے صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ھم شامی نے کہا کہ احتیاطاً دونون مسئلون کی علت ہے یعنی چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانیکے
قرآن کا جز معلوم ہوتی ہے اسلئے احتیاطاً اسکا پڑھنا جنب کو حرام ہوا اور اسوجہ سے کہ امام مالک اسکو قرآن نہین کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹھہرا

احتیاط اسمین ہوئی کہ اس سے نماز جائز نہو کیونکہ فرضیت قرأت یقینی ہے و مشکوک چیز کے پڑہنے سے ادا نہو گی ولم یکفر جاحدها لشبهة اختلاف مالك
فیها اور بسم اللہ کا منکر کافر نہین اسوجہ سے کہ اسمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہے یعنی اس شبہہ سے قطعی قران نرہا کہ اوسکا منکر کافر ہوتا اوکا سن
قرأ المصلی لو امامًا او منفردًا الفاتحة اور بسم اللہ پڑہتے ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑہے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑہے وقرأ بعدها
وجوبًا سورة او ثلث ايات ولو كانت الاية او الايتان تعدل ثلث ايات قصار انتفت كراهة التحريم ذكره الحلبي لا تنتفي
التنزيهية الا بالمسنون اور پڑہے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورہ قران کی یا تین آیتین اور اگر ایک آیت یا دو آیتین برابر ہون تین چہوٹی
آیتون کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہے اوسکو حلبی نے اور کراہت تنزیہی دور نہو گی مگر مسنون قرأت سے م سورة کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے
بعد فرضون مین افضل ایک ہی سورہ کا پڑہنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑہیگا تب بہی کراہت نہین اور قرأت مسنون یہہ ہے کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑہے
اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی وامّن بمدّ وقصر وامالة اور آمین کہے الف کے مد کے ساتھہ اور قصر کے ساتھ
اور امالہ کے ساتہہ م آمین مد کے ساتھہ بروزن یاسین ہے اور قصر کے ساتھہ امین بروزن قرین ہے اور امالہ کے ساتھہ ایمین بروزن نے کہین ان تینون
طرح سے کہنا جائز ہے ولا تفسد بمد مع تشديد او حذف يا بل بقصر مع احدهما او بمد معهما وهذا مما تفردت بتحريره اور نماز فاسد
نہین ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھہ یا حذف ی کے ساتھہ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھہ اور مد سے دونون کے ساتھہ اور یہہ وہ
تنقیح ہے کہ اسمین مین ہی تنہا ہون اور کسی نے نہین بیان کی م حاصل یہہ ہے کہ آمین کی آٹھہ صورتین شارح نے بیان کی پانچ سے نماز فاسد نہین ہوتی اور تین
سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے نہین ہوتی اونمین سے تین تو اوپر بیان کر دین ہے اونکی وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے ساتھہ اور میم کو مشدد پڑہنا
یعنے آمّین بروزن ضالین پانچوین صورت الف کو ممدود پڑہنا اور ی کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچون صورتمین نماز فاسد نہو گی
اسلئے کہ قران مین یہہ الفاظ یعنی آمین اور آمّین اور آمن موجود ہین اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتین نماز کی مفسد ہین اول الف مقصور پڑہنا مع تشدید
میم یعنی اَمّین دوسرے الف کو مقصور پڑہنا مع حذف ی یعنی اَمن تیسرے الف کو مد پڑہنا تشدید اور حذف دونو کے ساتھہ یعنی آمّن یہہ الفاظ قران مین نہین
ہین اسلئے مفسد ہین حلبی نے کہا کہ ایکصورت مفسد نماز اور رہگئی یعنے الف کو مقصور پڑہنا مع تشدید اور حذف دونو کے یعنی اَمّن تو اگر شارح یون کہتا او بمد
او بقصر معهما تو سب. وامّن الامام سرًّا كمأموم ومنفرد ولو في السرية اذا سمعه ولو من مثله في نحو جمعة وعيد اور آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی
اور تنہا پڑہنے والے کی اگرچہ مقتدی نماز سری مین ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی سے بالواسطہ سنے مثل جمعہ اور عید مین یعنی انبوہ
کثیر کی جماعت مین امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے م امام مالک کے نزدیک آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک
امام و مقتدی دونون پکار کر کہین اسلئے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہین اور بعضون نے کہا کہ مقتدی نماز سری مین آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین
سنے کذا فی الشامی واما حديث اذا امّن الامام فامّنوا فمن التعليق بمعلوم الوجود فلا يتوقف على سماعه منه بل يحصل بتمام الفاتحة
بدليل اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا آمين اور یہہ جو صحیحین کی حدیث مین آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا فرشتون کے
آمین کہنے سے موافق پڑیگا اوسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمین مقتدیونکا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہے اسلئے امام سے سننے پر موقوف نرہیگا
بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہو گا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہین سو جسکی آمین موافق
ہو گی فرشتونکی آمین کے اوسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے م یعنی صحیحین کی حدیث
سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہین اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہین حالانکہ یہہ حدیث کے
مخالف ہے تو شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہے یعنی جگہہ آمین کہنے کی مقرر کر دی ہے بدلیل
دوسری حدیث کے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہہ غرض ہے کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے

ستر پر موقوف نہیں بلکہ الحمد کی تمامی معلوم کرنے پر ہے خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وکبر ع
تکبیر ہے مع الانحطاط للرکوع یعنی بعد قرات سے فارغ ہونے کے ہی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہہ ہے کہ جھکنا اور اللہ
اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہوں ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیرۃ الرکوع اور مکروہ نہیں قرات کا ملا دینا رکوع کے اللہ اکبر میں یعنی آخر حرف
قرات کو لام اللہ اکبر میں ملانا مکروہ نہیں مثلاً سورہ والشرح کا خاتمہ فارغب پڑھے تو اگر اسکی ب کو اللہ اکبر میں زیر سے ملاکر پڑھیگا تو مکروہ نہوگا
شامی نے تاتارخانیہ سے اسباب میں یہہ تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر آخر سورہ میں ثنا ہو مثلاً وکبرہ تکبیرا تو ایسی صورتمیں ملانا بہتر ہے ورنہ جدا کرنا بہتر ہے
جیسے سورہ کوثر کا اخیر کہ اسکو ملانا بہتر نہیں ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحناء لا بأس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر
قرات میں سے کوئی حرف ایک باقی رہا اور اسکو جھکنے کیحالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہہ
قول ضعیف ہے معتمد وہی ہے کہ سب قرات کو پوری کرکے رکوع کرے ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے
دونوں ہاتھوں کو دونوں زانو پر سہارا دیکر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا دے تمکن کے لئے یعنی تاکہ گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھوں
کا رکھنا اور ان سے گھٹنوں کا پکڑنا اور انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے ویسن ان یلصق کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ بعجزہ غیر
رافع ولا منکس رأسہ اور مسنون ہے رکوع میں اپنے دونوں ٹخنوں کا ملانا اور دونوں پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا اور اپنی
پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کی برابر رکھنا بدون سر کے اونچا رکھنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کی برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیوں کو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہیں مکروہ ہے اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ یسن کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ دونوں زانوں کے پکڑنے
وغیرہ سنتوں کو شامل ہوتا اور یہہ سب سنتیں مردوں کے حق میں ہیں اور عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں اور انگلیاں نہ پھیلا دیں بلکہ ملی رکھیں
اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیں یعنی پکڑنا انکو مسنون نہیں اور اپنے گھٹنوں کو جھکالیں اور بازوؤں کو علحدہ نکریں ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ
او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع میں تسبیح کہے اور کمتر تسبیح تین بار ہے پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا امام احمد کے نزدیک
ایک بار تسبیح واجب ہے اور حلبی بھی وجوب کیطرف مائل ہیں تو تسبیح ضرور کہنی چاہئے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او
قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا بأس بہ اور مکروہ تحریمی ہے رکوع یا قرات کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز میں ملجائے
یعنی اگر امام اسکو پہچانکر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اسعد نے طول القعدہ یہہ کہ دوسرے مقتدیوں پر بار نہو اور
لفظ لا بأس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہے ولو اراد التقرب الی اللہ تعالیٰ لم یکرہ اتفاقاً لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریاء فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قرات یا رکوع سے صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خالص
تقرب الٰہی کی نیت ہونی کمیاب ہے اور یہہ مسئلہ مسمی بہ مسئلہ ریا ہے تو ایسے احتراز چاہئے واعلم ان مما ینبنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان
انہ لو رفع الامام رأسہ من الرکوع او السجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک
رکوعین اور جان کہ ارکان میں امام کی پیروی لازم ہونے پر یہہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا پیشتر اس سے کہ
مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہے یعنی جسقدر تسبیح رہگئی ہو اسکو ترک کرکے امام کے ساتھ ہی سر اوٹھالے اور
اسیطرح حکم ہے اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحیں پوری ہونے سے پیشتر سر اوٹھالیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہے یعنی
پھر سے رکوع میں چلا جاوے اگر نجاویگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا رکوع پہلے کی تکمیل کے لئے ہے نہ جدا
مستقل کذا فی الحلبی بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز بخلاف
امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کو اٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کر لینے کے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو تمام

کہ یہ بسبب واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری کریگا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیگا یا تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگا تو جائز ہوگا اسوجہ
سے کہ جیسی التحیات واجب ہے متابعت بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کرکے دوسرے کا لانا بلاکراہت درست ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر حلبی نے کہا
نماز درست ہوگی کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل نجائیگی بلکہ اسمین تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے
التحیات کا بقیہ فوت ہوجائیگا اور پوری تقریر شامی مین ہے ولو سلم والمؤتم فی ادعیة التشہد تابعه لانها سنة والناس عنها غافلون
اور اگر امام سلام پھیر دے اور مقتدی تشہد کی دعائین پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائین واجب نہین ہین انکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ
اس امر سے غافل ہین یعنی دعائین پڑھتے رہجاتے ہین امام کے ساتھ سلام نہین پھیرتے سنت کیلئے واجب مین تاخیر کرتے ہین شامی نے کہا کہ دعا
مین درود بھی داخل ہے ثم یرفع راسه من رکوعه مسمعا پھر رکوع سے اپنا سر اٹھاوے سمع الله لمن حمده کہتا ہوا یعنی سر اٹھانیکے ساتھ
ہی یہہ الفاظ شروع کرے نہ جھکی ہوئی نہ سیدہا ہوکر وفی الولوالجیة لو ابدل النون لاما تفسد ولوالجیہ مین ہے کہ اگر نون کو لام سے بدلا کریگا
یعنے لمن حمدہ کی جگہہ لل حمدہ کہیگا تو نماز فاسد ہوگی اسلئے کہ بے معنی لفظ ہوگیا شامی نے کہا کہ منیة المصلی مین ہے کہ غالبا فاسد نہوگی حلبی شارح منیہ نے
کہا کہ اسکا حکم توتلے آدمی کا سا ہے یعنی اگر قادر نہوگا صحیح کہنے پر تو فاسد نہوگی وهل يقف بجزم او تحريك قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی
ہ پر جزم سے یا حرکت سے اسمین دو قول ہین یعنی جو لوگ اس ہ کو سکوت کیلئے کہتے ہین وہ جزم پر وقف کرتے ہین اور جو ضمیر کہتے ہین وہ ضمہ اشباع
کے ساتھہ کہتے ہین کذا فی الشامی ویکتفی به الامام وقالا يضم التحميد سرا ويكتفي بالتحميد المؤتم اور کفایت کرے سمع الله لمن حمده پر امام اور صاحبین
نے کہا کہ اسمین ربنا لک الحمد آہستہ سے ملادے اور کفایت کرے ربنا لک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ حدیث مین وارد ہوا ہے
کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو وافضله اللهم ربنا ولك الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللهم فقط اور تحمید کے کلمات
مین سے افضل اللهم ربنا ولک الحمد ہے پھر حذف کرنا واؤ کا یعنی اللهم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللهم کا بدون حذف واؤ کے یعنی ربنا ولک الحمد
شامی نے کہا کہ اسکے بعد چوتھی صورت یہہ ہے کہ اللهم اور واؤ دونو محذوف ہون یعنی ربنا لک الحمد اور واؤ مین اختلاف ہے بعض زائد کہتے ہین اور بعض واو
عطف وجمع بينهما لو منفردا على المعتمد يسمع رافعا ويحمد مستويا اور ان دونو کو جمع کرے اگر تنہا پڑہتا ہو مذہب معتمد پر یعنی سمع الله
لمن حمده کہے سر اوٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدہا ہوکر ويقوم مستويا لما مر انه سنة او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدہا برابر اسوجہ
سے کہ پیشتر گذر چکی کہ یہہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنے سنت ہے بقول طرفین اور واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض
ہے بقول امام ابو یوسف کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور ویسجد واضعا رکبتیه اولا لقربهما من الارض ثم یدیه الا لعذر ثم وجهه
مقدما انفه لما مر بين كفيه اعتبارا لآخر الركعة باولها ضاما اصابع يديه لتتوجه للقبلة پھر الله اکبر کہے جھکنے کے ساتھہ ہی اور سجدہ کرے
اسطرح کہ اپنے دونو گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب رہے ہین پھر اپنے دونون ہاتھہ رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنون سے
تو مضائقہ نہین پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک رکھے اوسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک بنسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو رکھے
دونو ہتھیلیون کے بیچ مین اسی طور پر کہ انگوٹھے کانو کی لو کے برابر ہوجاوین واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اوسکے اول پر یعنی جیسے شروع
رکعت اول مین تحریمہ کیوقت سر دونو ہتھیلیون کے بیچ مین تھا آخر مین بھی ویسا ہی ہوجاوے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتون کو اول پر قیاس کرلیا
جسمین تحریمہ ہے اور اپنے ہاتھہ کی انگلیون کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کیطرف متوجہ رہین ویعکس نهوضه اور عکس کرے سجدہ سے اٹھنے مین یعنی سجدہ سے سر اٹھانے
مین اول پیشانی اٹھاوے پھر ناک پھر ہاتھہ پھر گھٹنے وسجد بانفه اي على ما صلب منه وجبهته وحدها طولا من الصدغ الى الصدغ وعرضا من اسفل
الحاجبين الى القحف اور سجدہ کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اوسمقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ مین
اکتفا کریگا تو جائز نہوگا بالاتفاق اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول مین ایک کنپٹی سے دوسری تک ہے اور عرض مین دونو بھوون سے لیکر

الانخفاض

بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لئے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلئے کہ یہ فعل تکبر ہے شامی نے کہا کہ اگر بقصد تکبر بچھائیگا
تو مکروہ تحریمی ہوگا والا یکن ترفعا فاذا الوجہ اذی لا باس بہ فیکرہ تنزیہا وان خافہ کان مباحا اور اگر بچھانا بقصد تکبر نہو تو اگر
مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نڈر ہو تو کچھ مضایقہ نہیں اور اس صورت میں بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف کرے تو مباح ہوگا وفی
الزیلعی ان لم یخف من التراب عن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا اور زیلعی میں ہے کہ اگر بچھانا اسلئے ہو دور کرنے مٹی کے ہے اپنے چہرہ سے تو مکروہ
ہے اسلئے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنیکو ہے تو مکروہ نہیں کہ مال کی حفاظت ہے وصحح الحلبی عدم کراھیۃ بسط الخرقۃ
اور حلبی نے تصحیح کی ہے نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانیکی سجدہ کے لئے ہم یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
لئے ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ
کیا ایک شخص نے اونکو منع کیا امام نے پوچھا کہ تو کہاں کا ہے اوسنے کہا کہ خوارزم کا آپنے فرمایا کہ کیا خوب مجھی سے سیکھتے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو
کیا تم چٹائیوں پر نماز نہیں پڑھتے اوسنے کہا کہ پڑھتے تو ہیں آپنے فرمایا کہ گھاس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پر ناجائز غرض کہ زمین پر
ایسی بچھی ہوئی چیز پر سجدہ میں بالاجماع کراہت نہیں جو نمازی کے ہلنے سے نہ ہلے ولو بسط القباء جعل کمہ تحت قدمیہ وسجد علی
ذیلہ لانہ اقرب للتواضع اور اگر نماز کے لئے قبا کو بچھاوے تو اوسکی آستین کو اپنے پانون کے نیچے کرے اور سجدہ اوسکے دامن پر کرے اسلئے
کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا وسوسہ ڈالا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وان
سجد للزحام علی ظہر ھل ھو قید احترازی لم اراہ مصلی صلوتہ التی ھو فیہا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سجدہ کرے پشت پر پڑھنے
اوسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہو اوسیکے پڑھنیوالے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ سے شارح نے کہا کہ پشت
کی قید احترازی ہے یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث رانون پر درست ہے
یعنی تو قید مذکور اتفاقی ھو وان لم یصلہا بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا او کان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ اسکے
سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہے مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لئے موجود ہے تو ان صورتون
میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علی الارض
فالشروط خمسۃ اور شرط کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنیوالے کے دونون گھٹنون کا ہونا زمین پر اور مجتبی میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اوس شخص کا زمین پر
جسپر سجدہ کیا جائے تو کل شرطیں جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنے اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لئے نہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت
پر ہونا سوم سجدہ کرنیوالے اور سجدہ کئے گئے کا ایک نماز میں شریک ہونا چوتھے سجدہ کرنیوالے کے گھٹنون کا زمین پر ہونا پانچوین مسجود علیہ کا
سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی علی ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر
کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے گو دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنیوالے کی پشت پر کرے
بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونون رانون پر عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرض کہ قہستانی
کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنیکے لئے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے حلبی سے نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں تاخیر
کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اوس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع القدمین بمقدار
لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدمونکی جگہ کی نسبت کر دو کھڑی اینٹون
کی برابر اونچی ہو تو اوسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث سے جیسا کہ
مذکور ہوا کہ انبوہ کیحالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹون کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے والمراد لبنۃ بخاری

کراہت تحریمی کے ساتھ وصحح فی الہدایۃ انہ ان کان الی القعود اقرب صح والا لا وصححہ فی النہر والشرنبلالیۃ اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ سر اٹھانے
میں اگر بیٹھنے کے قریب ہو جائیگا تب تو سر اٹھانا صحیح ہوگا ورنہ درست نہوگا اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں اس قول کو ترجیح دی ہے وتتم السجدۃ
الصلاتیۃ بتمام الرفع عند محمد وعلیہ الفتوی پھر نماز کا سجدہ پورا ہوتا ہے سر اوٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو یوسف کے
نزدیک سجدہ پورا ہو جاتا ہے فقط سر رکھنے سے تو اگر سجدہ میں کوئی بے وضو ہو جاوے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کا اعادہ اوسپر چاہیے اور امام
ابو یوسف کے نزدیک سجدہ ورکن پورا ہو گیا اسکا اعادہ نہیں چاہیے کذا فی الطحطاوی کالتلاوتیۃ اتفاقا جیسے سجدہ تلاوت سر اوٹھانے سے پورا ہوتا ہے باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی المجمع طحطاوی نے کہا کہ تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدہ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیوں نہیں ہوتا اور نماز کا سجدہ کیوں ہو جاتا ہے ویجلس بین
السجدتین مطمئنا لما مر ویضع یدیہ علی فخذیہ کالتشہد منیۃ المصلی اور بیٹھے دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کر یعنی بقدر ایک بار سبحان اللہ کہنے کے
اوس دلیل کے باعث کہ مذکور ہو چکی یعنی یہ جلسہ سنت ہے یا واجب یا فرض اور رکھ لیوے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر جیسے التحیات میں رکھتے ہیں کذا فی منیۃ المصلی
ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یأتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذہب وما ورد محمول علی
النفل اور دونوں سجدوں کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں اور اسیطرح رکوع سے سر اوٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہیں اور ایسا ہی اپنے رکوع اور سجدہ میں تسبیح کے سوا
اور کچھ نہ کہے موجب معتمد مذہب کے اور جو ذکر یا دعائیں کہ ان مواضع میں وارد ہیں وہ نفل نماز پر محمول ہیں ہم دعاء دونوں سجدوں کے درمیان ابو داؤد کی حدیث میں یہ وارد ہے
اللہم اغفرلی وارحمنی وعافنی واہدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اوٹھانے کے بعد یہ دعا ہے اللہم ربنا لک الحمد ملأ السموات وملأ الارض وملأ ما بینہما وملأ ما شئت من شیء بعد
اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد روایت کیا ہے اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور عین رکوع کی
دعا کو مسلم نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو فرماتے تھے اللہم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی و
عصبی اور اسی حدیث میں دعا سجدہ مذکور روایت کیا ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللہم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ و
صورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہے کہ یہ دعائیں نفل پر محمول ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلوں
میں پڑھا کرتے تھے تو نفل نمازوں میں یہ دعائیں مستحب ہیں فرض میں شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرر نہیں مگر مشائخ نے اسکی تصریح نہیں
کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرات اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا
حرج ہے ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض علی صدور قدمیہ بلا اعتماد وقعود استحبابا
ولو فعل لا بأس به اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہہ اوٹھنے کے لیے اپنے دونوں پاؤں کی چھاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دیتے اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر
سہارا دیگا تو کچھ مضایقہ نہیں شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہی چاہیے بحر الرائق میں ہے مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹھنا بھی ہو سکتا ہے لیکن اس میں یہ
الجھن ہے کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آئیگی ولکن قید بما اذا لم یکن عذر عند النہوض اور کبر وہی اوٹھنے کے وقت اپنا ایک پاؤں
آگے بڑھانا والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یأتی بثناء ولا تعوذ فیہا اذ لم یشرعا الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہے ان باتوں میں جو گذر
گئیں یعنی ارکان اور واجبات اور سنن میں دونوں یکساں ہیں بجز اسکے کہ دوسری رکعت میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار
مشروع ہوئی ہیں ولا یسن مؤکدا رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظرا للسعی اور مسنون نہیں تاکید کے ساتھ
اوٹھانا اپنے دونوں ہاتھوں کا مگر سات جگہہ میں چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہیں اھ رفع یدین حدیث میں سات
جگہہ مذکور ہے اور کلام مصنف اور نظم آیندہ میں آٹھہ شمار کی ہیں اسلیے شارح نے دونوں میں مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث میں
ایک فرمایا ہے اسلیے سات جگہہ ہوئیں اور مصنف اور ناظم نے ان کو دو شمار کر کے آٹھہ کیا ہے اور سنت میں موکدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ سلام
ہو کر دعا وغیرہ میں رفع یدین مستحب ہے نہ سنت موکدہ ثلثۃ فی الصلوۃ تکبیرۃ افتتاح وقنوت وعید وخمسۃ فی الحج استلام الحجر والصفا

والمروۃ وعرفات والجمرات میں تو تمام میں ہاتھ اٹھانا یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید کی تکبیروں کے لیے اور پانچ حج میں ہیں یعنی حجر اسود کو
بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات ومزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمرات پر کنکر مارنے کے وقت وجمعہا علی ہذا الترتیب بالنظم
فقعس صمعج وبالنظم لا بالتفصیل کے فقعس عیدا استلام الصفا مع مروۃ عرفات الجمرات + اور جمع کیا ہے ان مواضع کو اس ترتیب مذکور
تر میں بیچ کلمہ فقعس صمعج یعنی یہ آٹھ حرف ہیں جن میں سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم میں ان جگہوں کو
ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنی شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کی ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیہ
کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول واما فی الثانی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ
اور ہاتھوں کا اٹھانا اول کے تین مقاموں میں یعنی تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیروں میں برابر دونوں کانوں کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول
اور وسطی جمروں کے کنکر مارنے میں ہاتھوں کو اپنے دونوں شانوں کے برابر لے جاوے اور ہاتھوں کے اندر کی طرف یعنی ہتھیلیاں بوسہ میں حجر اسود کی طرف اور کنکر
مارنے میں کعبہ کی طرف کرے شارح نے مثل تحریمہ کے اسلئے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقاموں میں وہ بھی داخل ہے اور جمرہ اولی اور وسطے کو اسلئے مخصوص کیا کہ
جمرہ اخیر کے پاس دعا نہیں اسلئے کہ دعا اسی کنکر مارنے کے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ وعرفات فیرفعہما کالدعاء و
الرفع فیہا وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں ہاتھوں کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا اور مینہ کی طلب میں
ہاتھ اٹھانا مستحب ہے فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان کیطرف پھیلاوے
اسلئے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنی جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ ہم مثال جہت سے دعا مانگتے ہیں [illegible] کے جانب
کذا فی الطحطاوی اور دونوں ہاتھوں میں دعا کے وقت کسیقدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحتہ لعذر یکفی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا
دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنی ایک [illegible] دعاء تضرع میں جو آگے آتا ہے اوسمیں خنصر اور بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور
انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہا علی وجہہ سنۃ فی الاصح شرنبلالیۃ
بعد دعا کے ہاتھوں کا اپنے مونہہ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول میں کذا فی الشرنبلالیہ وفی وتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ
یجعل کفیہ لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق [illegible] ودعاء الخفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ اور
بحر الرائق کے باب الوتر میں ہے کہ دعا چار طرح کی ہے اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی جیسے جنت کی طلب میں تو دعاء رغبت میں کرے جیسا پہلے گذرا یعنی ہاتھوں کو آسمان کے
طرف پھیلاوے دوسری دعاء رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمیں ہتھیلیوں کی پشت اپنے مونہہ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہے
شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ظہر کفیہ ہے اور یہی صواب ہے شاید شارح کی قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا ہے اسلیے مترجم نے ترجمہ میں لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعاء
تضرع ہے کہ اوسمیں نہ کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الہی میں تیرا بندہ
عاجز مسکین ذلیل وحقیر ہوں تو ایسی دعا میں اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے
چوتھی دعاء پوشیدہ ہے جو اپنے دل میں دعا مانگے یعنی اس دعا میں ہاتھ اوٹھانا نہیں [illegible] اوٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ [illegible] کذا فی الشامی

ویبسط فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسری فیجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہا
فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد فراغت ہونے کے دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے مرد اپنا بایاں پاؤں بچھا دے اور سرین
اپنے دونوں سرین کے تلے کرے اور اوسپر بیٹھ جاوے اور دہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیاں کھڑے پاؤں میں قبلہ کے طرف کرے یہی سنت ہے فرض اور نفل میں
حلبی میں قہستانی سے منقول ہے کہ بچھے پاؤں کی انگلیوں کو بھی حتی الوسع قبلہ رخ رکھے جسقدر رہ سکیں اور نفل میں مسنون ہونیکی قید اسلئے لگائی کہ اوسمیں ضعیف
قول ہے کہ جیسے چاہے اوسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا

جاعلا اطراف اصابعه عند ركبتيه ولا ياخذ الركبة هو الاصح لتتوجه للقبلة اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائین ران پر اور پھیلادے
اپنی اونگلیان ہاتھون کی تھوڑی سی فرجہ رکھکر اور کرے اونگلیون کے سر دونو گھٹنون کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہی اسلئے نہ پکڑے تاکہ انگلیان
سب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین زمین کے طرف متوجہ ہوجائینگی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہی مگر افضل نہ پکڑنا ہی كذا فی الشامی عن البحر

ولا يشير بسبابته عند الشهادة وعليه الفتوى كما فی الولوالجية والتجنيس وعمدة المفتی وعامة الفتاوی لكن المعتمد ما صححه الشراح
لاسيما المتاخرون كالكمال والحلبی والبهنسی والباقانی وشيخ الاسلام الجد وغيرهم انه يشير لفعله عليه الصلوة والسلام ونسبوه لمحمد
والامام بل فی متن درر البحار وشرحه غرر الاذكار المفتی به عندنا انه يشير باسطا اصابعه كلها اور شارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہدان
لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوی مین ہے مگر قول معتمد وہ ہی جسکی تصحیح کی ہی شارحین نے خصوص
متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور اونکے سوا اورون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور نسبت کیا ہی ان لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کے طرف بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار مین ہی کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہی کہ اشارہ
کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیونکو کھولکر ہم شامی نے کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان سب کھلی ہون بلکہ غرر الاذکار
مین تصریح ہی کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہی سبابہ سے ترپن کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الہ کہنے کے وقت اوٹھاوے اور
الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے یا اور یہی قول ہی امام اعظم اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اسکیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ شرح سے نقل کرنا
غلط ہی خلاصہ یہہ کہ اس مقام پر حنفیون مین دو ہی قول ہین ایک یہہ کہ تمام التحیات مین اشہد ان لا الہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیان کھلی رکھے اور جب اس
کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اوٹھاوے اور الا اللہ پر رکھدے یہہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہی اسلئے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ مین ثابت ہوا ہی اور ہمارے تینون اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہی اور یہہ جو شارح نے لکھا ہی کہ کھلی انگلیان رکھکر
اشارہ کرے اور اس بات کو عوام مین بھی مروج ہو رہا ہی تو مین نے کسیکو نہین سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بہ تبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام
جمہور شارحین کے قول اور عملون کے مخالف ٹہرا تو جمہور علما مین عمل اوسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیون کو کھلی رکھکر
وفی الشرنبلالية عن البرهان الصحيح انه يشير بمسبحته وحدها يرفعها عند النفی ويضعها عند الاثبات واحترزنا بالصحيح عما قيل لا يشير لانه
خلاف الدراية والرواية وبقولنا بالمسبحة عما قيل يعقد عند الاشارة انتهى اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ تنہا انگشت شہادت
سے اشارہ کرے یعنی دونو سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اوٹھاوے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے
کے وقت رکھدے اور ہم نے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہمنے اوس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اور اسکے صحیح نہونیکی یہہ وجہ ہی کہ اشارہ نکرنا
خلاف ہی عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہمنے اسلئے کہا کہ اوس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا ہم اوپر
معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہی بلکہ اسی طرح اشارہ کرنے کا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نکرنا خلاف عقل ہے یعنی اس لیے کہ
اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہی اوسمین نفی اور اثبات کے موافق ہوجاتا ہی جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہی اور یہہ امر یعنی مطابقت قولی اور
فعلی عقلا عمدہ ہی اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف پڑتا ہی اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہی کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہین جو کچھہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اور کتاب الامالی مین منقول ہے کہ
امام ابو یوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینون امام اشارہ پر متفق ہوگئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہوگیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے مذہب کی
ثابت سی کسی روایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ نکرے تو وہ قطعا تارک سنت ہوگا وفی العينی عن التحفة الاصح انها مستحبة وفی المحيط انها سنة
اور عینی مین تحفہ سے منقول ہی کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہی اور محیط مین ہے کہ وہ سنت ہے ہم علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہی کہ متفق ہین

اسم مبارک سے شروع کرے اللھم ارحم محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم کہنا تو مکروہ ہے جیسا کہ سیوطی نے اگر دونو جملہ درود مذکور الصدر پر وارحم محمدا وآل محمد زیادہ کیا
تو جائز ہو گا بعض نے کہا کہ اس جملہ کا ترک کرنا بہتر ہے احتیاطا اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کا پڑھنا بدعت ہے اور اسکی وجہ غالبا یہ ہے کہ دعا رحمت
کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی معتبر طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصرا وندب السیادة لان زیادة الاخبار بالواقع
عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہے سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلئے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب کا چلنا ہے پس سیدنا کہنا بہ نسبت اوسکے چھوڑنے کے افضل ہے ذکر کیا اسکو
رملی شافعی وغیرہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہے اسیلیے مترجم نے اسکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب
کی راہ کا چلنا ہے اس سے یہ غرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں تو آپکے لیے سیدنا کہنا مطابق نفس الامر کے اور مقتضای ادب ہے
اسی سے معلوم ہوا کہ درود وغیرہ پر کہ جو اور اسم اشہد ان محمدا سیدنا بڑہا دے کیونکہ چار جا آپکا نام مبارک ہے اور چار جگہہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دیکھا قاله
فی الصلوة ولکن قال لا تسیدونی فی الصلوة فلحن ایضا والصواب بالواو اور یہ جو منقول ہے کہ نماز میں مجھکو سید مت کہو تو یہ حدیث جھوٹی ہے اور بعض
جو لا تسیدونی یا تحتانیہ سے نقل کیا وہ جھوٹ ہونیکے سوا لفظ بھی غلط ہے اور صحیح واو سے ہے کیونکہ اس کا مصدر واوی ہے حتی ابراہیم السلام علینا ولانہ سمانا
المسلمین ولان المطلوب صلوة یتخذہ بہا خلیلا درمختار میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں اسیلئے کہ سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر اسلئے کہ
حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان کہا اسوجہ سے کہ مطلوب رحمت ہے جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرلے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا
تقریر سوال کی یہ ہے کہ صلوة وبرکت میں تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیوں دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی
اس سوال کے تین جواب دیئے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ کا سبب یہ ہے کہ آپ نے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو سلام
کہنا دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا تعالی خبر دیتا ہے (هو سماكم المسلمين) تو انکے عوض میں ہماری طرف سے یہ تشبیہ مجری ہوئی سوم
یہ کہ مطلوب اس صلوة سے یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرلے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہے اور بعض لوگوں نے اور جواب
دیئے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ تشبیہ آپ کے ساتھ اسوجہ سے ہے کہ آپ جد امجد ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فضائل میں تشبیہ باپ دادا کے ساتھ مرغوب تر
ہے اور ایک یہ ہے کہ آپ باقی رسولوں سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دی گئی اور ایک یہ ہے کہ اہل اسلام کی ملت آپ کی ملت سے ملتی جلتی ہے چنانچہ اللہ تعالے
فرماتا ہے (ملة ابيكم ابراهيم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اتباع کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہے (ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا) کذا فی الشامی
وعلی الاخیر فالتشبیہ ظاهر والا فلا یجب کون المشبہ بہ اقوی فقد یکون ادنی مثل مثل نورہ کمشکوة [illegible] اخیر یعنی جب صلوة سے مطلوب صلوة
خلیل ہو تو تشبیہ ظاہر ہے یعنی وجہ تشبیہ خلت ہے اور تشبیہ رجوع کرنے والی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ کہا
نور خدا کی جیسے قندیل میں چراغ ہم یہ بھی جواب ہے سوال مشہور کا جو علمائے قدیم وجدید کرتے ہیں اور اسکی تقریر یہ ہے کہ قاعدہ اکثر یہ ہے کہ مشبہ مشبہ بہ سے وجہ شبہ
میں اعلی ہوتا ہے اور یہاں یہ بات نہیں اسلئے کہ جو رحمت وبرکت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور انکی آل کی رحمت
اور برکت سے اعلی ہے اسلئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو کوئی مجھ پر ایکبار درود بھیجے اللہ تعالی اوس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اسکی دس برائیاں دور کرتا ہے
اور دس درجہ بلند کرتا ہے اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح نے اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ تشبیہ مقدمہ ہے جو
موجب خلت ہے یا یہ کہ تشبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا یہ کہ مشبہ بہ کبھی کمتر ہوا کرتا ہے جیسے قرآن مجید
میں مشابہت نور الہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اوس نور سے کچھ نسبت نہیں مگر چونکہ نور چراغ محسوس اور واضح تر وجہ تشبیہ میں ہے
اسلیے اسکو مشبہ بہ کر دیا اسی طرح یہاں از بسکہ ابراہیم وآل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت وبرکت کا نزول عالمین میں واضح اور مشہور تھا اسوجہ سے مشبہ بہ کر دیا گیا
کذا فی الشامی وہی فرض عملا بالامر فی شعبان ثانی الهجرة مرة واحدة لا تفاقا فی العمر اور درود فرض ہے عمر بھر میں ایکبار بالاتفاق واسطے

عمل کرنیکے امر پر جو شعبان سنہ ۲ ہجری میں ہوا اطلاع دی ہے کہا کہ ملا مقصود لکھ ہی یعنی فرضیت درود کی اسوجہ سے ہی کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہوا اور اس سے
یہ نکلا کہ اسکی فرضیت قطعی ہے صرف عملی نہیں تو اسکا منکر کافر ہوگا اور یہ امر اس آیت سے ہی (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) جو دوسرے
سال ہجری میں نازل ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ سنہ ۲ ہجری میں فلو بلغ وصلى به نابت عن الفرض هر چنانچہ اگر نمازی اپنی نماز میں بالغ ہوا اور قعدہ اخیرہ
میں درود پڑھا تو یہی درود قائم مقام فرض کا ہوگا یعنی اسکے ذمہ درود فرض نہ رہیگا كذا في النهر چنانچہ في المجتبى لا يجب على النبي صلى الله عليه وسلم ان
يصلي على نفسه ۱۲ اور مجتبی میں ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں کہ خود اپنے اوپر صلوة بھیجیں هر نهر الفائق میں ہے کہ اسکی وجہ یہی ہے کہ يا ايها الذين آمنوا
میں رسول علیہ السلام شامل نہیں بخلاف يا ايها الناس اور يا عبادی کے کہ ان میں سب شامل ہوتے ہیں چنانچہ اصول میں معلوم ہو چکا ہی اور حکمت آپ پر واجب
نہونے کی یہ ہی کہ درود دعا ہی اور دعا اپنے نفس کیلیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہی اور اپنی خیر مناتا ہے تو اس میں کچھ تکلف اور مشقت نہیں اور خطاب شرعی کا
وجوب ایسی امر میں ہوتا ہی جس میں کچھ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا في الشامي واختلف الطحاوي والكرخي في وجوبها على السامع والذاكر كلما ذكر
صلى الله عليه وسلم والمختار عند الطحاوي تكراره اي الوجوب كلما ذكر ولو اتحد المجلس في الاصح هر اور اختلاف کیا ہی طحاوی اور کرخی نے درود کے
واجب ہونے میں سننے والے اور ذکر کرنیوالے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ہو اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوة کا
ہی جتنے بار کہ ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس میں ہو صحیح تر قول میں هر شامی نے کہا کہ وجوب صلوة میں اختلاف ذکر کیا سلام کو ذکر نکیا حالانکہ
آیت میں صلوة اور سلام دونو میں امر ہی کہ مراد تسلیم سے آیت میں حکم ماننا ہے اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی میں تصحیح اسکی ہی کہ اتحاد مجلس کی صورت میں ایکبار
صلوة کافی ہی اور شرح مقدمہ ابی اللیث میں وجوب کے مکرر ہونیکو طحاوی کے نزدیک بطور کفایہ کہا ہی نہ بطور عین یعنی اگر بعض صلوة پڑھ لینگے تو کل پر سے وجوب
ساقط ہوگا لا ان الامر يقتضي التكرار بل لانه تعلق وجوبها بسبب يتكرر وهو الذكر فيتكرر بتكرره وتصير دينا بالترك فتقضى لانها حق عبد كالتشميت
یہ وجوب کا مکرر ہونا اسلئے نہیں کہ صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اسلئے ہی کہ وجوب صلوة ایک سبب مکرر سے متعلق ہی یعنی ذکر سے تو جب سبب مکرر ہوگا وجوب بھی مکرر
ہوگا اور درود ترک کرنے سے ذمہ پر قرض ہو جائیگا تو اسکی قضا ہوگی اسلئے کہ صلوة حق عبد ہے جیسے جواب دینا چھینک کا بندہ کا حق ہی اور اسکی قضا ہوتی
ہی هر یہاں ایک سوال ہوتا تھا کہ وجوب صلوة امر کے سبب سے ہی حالانکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہی کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہیں تو تکرار صلوة کا پڑھنا کس
طرح واجب ہوا شارح نے جواب دیا کہ یہ تکرار امر کے مقتضا سے نہیں بلکہ سبب کے مکرر ہونے سے اور سبب صلوة ذکر اسم شریف کا تو جب اسم شریف مکرر ہوگا وجوب صلوة بھی مکرر
ہوگا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا میں ہے نہ باقی احکام میں کذا في الشامي والطحطاوي بخلاف ذكره تعالى بخلاف ذکر اللہ تعالی کے کہ وہ حق پروردگار ہی
اسکی قضا نہوگی طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا خوب ہی کہ جو حق اللہ تعالی کا ہو اسکی قضا نہو مثلا نماز روزہ حق اللہ میں اور انکی قضا ہوتی ہے تو مراد شارح کی
یہ ہی کہ خدا عزوجل شانہ کا نام سنکر ثنا کرنا واجب هر اور ایک مجلس میں نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہی لکھتے لمخالف
المذهب استحبابه اي التكرار وعليه الفتوى اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہی تکرار کا یعنی ایکبار صلوة واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے صلوة
مستحب ہی اور اسی پر فتوی هر والمعتمد من المذهب قول الطحاوي كذا ذكره الباقاني تبعا لما صححه الحلبي وغيره اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہی کہ ہربار
صلوة واجب ہی ایسا ذکر کیا ہی اسکو باقانی نے بہ تبعیت تصحیح حلبی وغیرہ ورجحه في البحر باحاديث الوعيد كرغم وابعاد وشقاء وبخل وجفاء
اور ترجیح دی ہی قول طحاوی کو بحر الرائق میں وعید کی حدیثوں سے جیسی وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخل اور ستم کے ہیں یعنی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوة نہ پڑھنے والے پر ان الفاظ سے وعید احادیث میں آئی ہی اس سے معلوم ہوا کہ صلوة ہر بار آپ کے اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے
وعید رغم کی حدیث اسطرح ہی رغم انف رجل ذكرت عنده فلم يصل علي اور ابعاد کی یہ ہی من ذكرت عنده فلم يصل علي فابعده الله اور شقا کی یوں ہے من ذكرت عنده
فلم يصل علي فقد شقي اور بخل کی حدیث کی یہ الفاظ ہیں البخيل من ذكرت عنده فلم يصل علي اور جفا کے الفاظ یوں وارد ہیں من الجفاء ان اذكر عند الرجل فلم يصل
علي كذا في الطحاوي عن الحلبي ثم قال فتكون فرضا في العمر وواجبا كلما ذكر على الصحيح بہر صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہی عمر بھر میں

[illegible]

منه تعالی عنه ذنوب خمسین سنة فقبلت المأمول بالقبول اور باجی نے تشریح کی ہے کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہیں ہوتا جیسے کلمہ توحید لا اله الا الله بدون اخلاص کے مقبول نہیں ہوتا باوجودیکہ کلمہ توحید درود شریف سے بزرگ اور افضل ہے کیونکہ جزو ایمان ہے درود شریف کے مقبول ہونے کی یہہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھ پر ایکبار درود پڑھا اور وہ درود مقبول ہوا تو اللہ تعالیٰ اوسکے اسی برس کے گناہ مٹا دیگا اس حدیث میں ثواب متوقع کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہے کہ کوئی درود نامقبول بھی ہوتا ہے ہم درود پڑھنا بھی ایک عمل ہے تو جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہیں اسیطرح درود شریف کا بھی حال ہے مگر بعض محققین نے فرمایا کہ درود شریف دو تعلق رکھتا ہے ایک ثواب کا ہونا پڑھنے والے کو تو اس تعلق میں درود کا حکم اور اعمال کا سا ہے کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے آپ کے درجات زیادہ کرنیکے حق میں تو اس اعتبار سے درود شریف نامقبول نہیں ہوا کذا کذا فی الطحطاوی بتصرف ودعا بالعربیة وحرم بغیرها نهر لنفسه ولابویه واستاذه المؤمنین اور قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد دعا پڑھے عربی میں اور حرام ہے دعا پڑھنا عربی کے سوا دوسری زبان میں دعا کرے اپنے لیئے اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لئے جو مسلمان ہوں ہم دعا درود کے پیچھے اسلئے ہوئی کہ جو کوئی دربار شاہی میں جاتا ہے تو بادشاہ کے خواص کو ضرور سلام کرتا ہے اور شاہنشاہ علی الاطلاق کا خاص الخاص اوسکا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں دعا کی حرمت نہر الفائق میں مذکور ہے اس تعلیل سے کہ دوسری زبان میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو منافی تعظیم ہوں مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبان میں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی کذا فی الطحطاوی شامی نے بعد تحقیق کہا کہ غیر زبان میں دعا مکروہ ہے نہ حرام وتحریم سؤال العافیة مدی الدهر او خیر الدارین ودفع شرهما والمستحیلات العادیة کنزول المائدة قیل والشرعیة اور حرام ہے مانگنا تندرستی کا عمر کے سب وقتوں میں یعنے سب مرضوں سے یا بہتری دونوں جہان کی اور دور ہونا دونوں جہان کی برائیوں کا یا ان چیزوں کا جو عادۃً محال ہیں جیسے اترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال چیزیں شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں ہم سب مرضوں سے عافیت کا مانگنا اسلئے حرام ہوا کہ خدا تعالیٰ نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی میں امراض کو پیدا کیا ہے جسکا فائدہ اوسی کیطرف عائد ہوتا ہے تو دعا سے آدمی اوس حکمت کو باطل کیا چاہتا ہے اور خیر دارین کی طلب اسلئے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہے بعض شر او صغیرہ ضرور آدمیکی تلافی کرنے کی سمجھی ہاں اگر خیر سے یہہ ارادہ کریگا کہ جو امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکے حق میں خیر ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے اللهم انی اسئلك من الخیر کله ما علمت منه وما لم اعلم واعوذ بك من الشر کله ما علمت منه وما لم اعلم کذا فی الطحطاوی بتصرف والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للکافر لا لکل المؤمنین کل ذنوبهم بحر اور حق یہہ ہے کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیئے حرام ہے نہ سب مومنین کے واسطے اونکے سب گناہوں کے بخشے جانیکی کذا فی البحر یہہ جو امام قرافی وغیرہ کا جو کہتے ہیں کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اونکی عدم مغفرت کی خبر دیتا ہے پھر دعای مغفرت سے اللہ تعالیٰ کا اس خبر میں جھوٹا کرتا ہوا اور وہ یہہ بھی کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اسلئے کہ اس میں تکذیب اون صحیح حدیثوں کی لازم آتی ہے جن میں تصریح ہے کہ کچھ مومنین دوزخ میں اپنی گناہوں کے سبب ضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہے کہ دعای مغفرت کافر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ گناہ گار ہوتا ہے کہ دشمنان خدا اور رسول کے لیئے بہتری چاہتا ہے اسلیئے دعا مذکور حرام ہے نہ کفر اور مومنین کے کل گناہوں کی مغفرت عقلاً جائز ہے بموجب آیت ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء اور ان الله یغفر الذنوب جمیعا کے تو بالفرض ہر کہ فرط شفقت برادران دینی کی جہت سے اون کے لیئے ایسی دعا مانگے جو جائز الوقوع ہو گو نفس الامر میں واقع نہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیة المذکورة فی القرآن والسنة لا بما یشبه کلام الناس دعا پڑھے اون دعاؤں سے جو مذکور ہیں قرآن اور حدیث میں نہ اون سے کہ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہیں طحطاوی نے کہا کہ قرآن کی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن ہونیکی اوس سے نکرے اسلئے کہ قراءت قرآن سوای قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے ہم دعا جسکو نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے مشکوۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجکو ایک دعا تعلیم فرمایئے کہ نماز میں اوسکو پڑھوں آپ نے یہہ دعا تعلیم فرمائی

سے الٰہی میں سوال کرتا ہوں تجھ سے سب بہتری کا جسکو میں نے جانا اور جسکو نہیں جانا اور پناہ مانگتا ہوں سب برائیوں سے جنکو میں نے جانا اور جنکو نہیں جانا ۱۲ منہ

یعنی اس آیت میں ان امور لا یغفر ان یشرک به یعنی اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا ہے اسکو کہ شرک کرے ساتھ اوسکے اور بخشتا ہے جسکو چاہے ۱۲ منہ

بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہوں کو ۱۲

نماز سے باہر ہوگا بلکہ اوسپر سلام پھیرنا واجب ہے اور قہقہہ اور قصداً حدث نماز کے مفسد ہیں تو جو کچھ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلیئے کچھ ضرر نکرینگی اور سلام کا
پھیرنا بھی واجب ہوگا نہ امام پر نہ مقتدی پر کذا فی الشامی ولو اتمه قبل امامه فتکلم جاز وکره فلو عرض مناف تفسد صلوٰة الامام فقط اور اگر مقتدی
نے تشہد کو امام سے پہلے پورا کرلیا پھر بول پڑا تو نماز درست ہوگی اور یہہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کی کلام
کرنیکے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو درپیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد ہو جائیگی مقتدی کی نہو گی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلی ہی نماز سے علیحدہ
ہوگیا ہے کالتحریمة مع الامام وقالا الافضل فيهما بعده سلام پھیرے مثل تکبیر تحریمہ کے امام کے ساتھہ ہی نہ پیچھے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام
مین یہی ہے کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمة الله هو السنة سلام پھیرے یہہ کہتا ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصرح
الحدادي بكراهة عليك السلام وانه لا يقول هنا وبركاته اور حدادی نے تصریح کی ہے علیکم السلام کے مکروہ ہونیکی اور یہہ بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ
کے نکہی یہاں سلام پھیرنے مین بلکہ یہہ لفظ التحیات مین کہے وجعله النووي بدعة ورده الحلبي اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت قرار دیا ہے اور حلبی
شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہہ کہکر کہ سنن ابی داؤد مین بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہہ لفظ وارد ہے پہر بدعت کیسے ہو سکتا ہے وفي الحاوي
انه حسن اور حاوی قدسی مین ہے کہ یہہ لفظ کہنا بہتر ہے ويسن جعل الثاني اخفض من الاول وخصه في المنية بالامام واقره المصنف اور مسنون
ہے دوسرے سلام کو بنسبت اول کے پست کہنا منیہ مین یہہ بات کو امام کے لیئے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونوں طرف یکسان آواز سے سلام پھیرے اور
اسکو برقرار رکہا ہے مصنف نے اسکے قول کو وينوي الامام بخطابه السلام على من في يمينه ويساره ممن معه في صلوته ولو جنا ونساء اما سلام التشهد
فيعم لعدم الخطاب الحفظة فيهما بلا نية عدد كالايمان بالانبياء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام اون لوگوں پر جو اوسکے داہنے اور
بائیں طرف اوسکی نماز مین شریک ہیں گو جن یا عورتیں ہوں اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا عام ہے سب مسلمانوں پر کیونکہ نہیں ہے خطاب کے اور نیت کرے فرشتوں محافظ
کی دونوں سلاموں مین بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہے ہم محافظ فرشتوں کی تعداد مین اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ
ہر مومن کے ساتھہ دو ہیں اور بعضوں کے نزدیک چار اور کسیکے نزدیک پانچ اور کسیکے دس اور کسیکے ایک سو ساٹھہ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحوں مین ہے
كذا في الشامي وقدم القوم لان المختار ان خواص بني ادم وهم الانبياء افضل من كل الملائكة وعوام بني ادم وهم الاتقياء افضل من عوام
الملائكة والمراد بالاتقياء من اتقى الشرك فقط كالفسقة كما في البحر عن الروضة واقره المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیوں کو مقدم کیا
فرشتوں سے اسلیئے کہ مختار یہہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہیں وہ سب فرشتوں سے افضل ہیں اور بنی آدم مین کے پرہیزگار عوام فرشتوں سے افضل ہیں اور
مراد پرہیزگاروں سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق چنانچہ بحر مین روضہ سے منقول ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہے ہم کتاب
روضة العلما امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اوسمین لکہا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیا سب مخلوق سے افضل ہیں اور انمین سے افضل سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیا کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہیں یعنی جبرئیل اور اسرافیل اور میکائیل اور عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان
اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتوں سے افضل ہیں اسکے بعد اختلاف ہے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام
باقی فرشتوں سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانوں سے افضل ہیں غرضکہ بشر تین قسم ہیں خواص مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ
صلحا اور عوام مثل باقی لوگوں کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوئے اور عوام جو ان کے سوا ہیں تو فضیلت باتفاق تین درجہ تک ہے یعنی سب
مین افضل خواص بشر ہیں پہر خواص ملائکہ پہر اوساط بشر اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائکہ سے اور صاحبین کے نزدیک
عوام ملائکہ افضل ہیں کذا فی الشامی بعد سطر قلت وفي مجمع الانهر تبعا للقهستاني خواص البشر واوساطه افضل من خواص الملائكة واوساطها
عند اكثر المشائخ مین کہتا ہوں اور مجمع الانہر مین بتبعیت قہستانی کے مذکور ہے کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائکہ سے اور اوساط بشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے
اکثر مشائخ کے نزدیک اور علامہ شامی نے کہا کہ ان عبارتوں مین لفظ اوساط بشر جو ہے تو اس سے مراد عوام ہیں اور مذہب کی عبارت مین کچھ منافات نہیں اتنا فرق ہے کہ یہہ اولی

حاشیہ: اسپر ہم سے حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب دو آدمی اکٹھے ہوتے ہیں ... کی عبادت الٰہی ... کہتا ہے ... ملکی بحث کو آسمان اور زمین مین ... ہو کتنا ہی ۱۲

اسکا ساتھی شیطانون سے یعنی جو برائی پر دلالت کرتا ہو اور اوسکا ساتھی فرشتون سے جو خیر پر دلالت کرتا ہے لوگون نے عرض کیا اور آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھپر بھی میرا قرین مقرر ہے لیکن اللہ تعالے نے مجھکو اوسپر غالب کردیا ہے تو وہ مسلمان ہوگیا ہے یعنی سوائے خیر کے اور بات مجھسے نہین کہتا
شارح نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونو سے مروی ہے میم کے زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمیر مستتر قرین کے طرف ہوگی جسکا ترجمہ اوپر لکھا گیا
اور میم کے ضمہ سے صیغہ واحد متکلم مضارع سلامتی سے ہوگا تب یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالے نے میری اعانت فرمائی تو مین اوس سے بچا رہتا ہون ویزید المؤتم
السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام فیہا والا ففی الثانیۃ وینواہ فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتون کی نیت پر زیادہ کرے سلام اپنے
امام پر داہنی طرف کے سلام مین اگر امام اوس طرف ہو ورنہ بائین طرف کے سلام مین نیت امام کی کرے اور اگر امام اوسکے سامنے ہو تو دونو سلامون مین امام کی نیت
کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط بدل الکتبۃ لیعم الممیز اذ لا کتبۃ معہ اور منفرد صرف محافظ فرشتون کی نیت کرے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے کتبہ کے بدلے
حفظہ کہا تاکہ عام ہو وے ممیز دار لڑکے کو بسبب کہ اوسکے ساتھ کاتب اعمال نہین شامی نے کہا کہ اس صورت مین مراد محافظون سے محافظین ذات ہین نہ محافظین اعمال
لیکن صحیح یہ ہے کہ لڑکے کی حسنات لکھی جاتی ہین اور اون کا ثواب اوسکو ملیگا اور ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی اللقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے کے لیے کاتب
حسنات ہوتا ہے ولعمری لقد صار ھذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا یکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر اور قسم ہے اپنی جان کی کہ یہ نیت سلام مین
قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ شریعت کے طرح ہوگئی ہے گویا کوئی کچھ نیت ہی نہین کرتا بجز علما کے اور اونمین بھی کلام ہے یعنی احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہون
یقینی نہین ہے واقعی شارح کا قول درست ہے اگر لاکہ آدمیون سے پوچھو کہ تمنے اپنے سلام مین کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیگا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر
اللھم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضون کے بعد سنتون کی تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللھم انت السلام الخ کے ۵۲ پوری دعا اسطرح ہے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت
یا ذا الجلال والاکرام یعنے فرض پڑھنے کے بعد صرف اسقدر دیر کرے جسمین یہ دعا یا اوسکے برابر کوئی اور پڑھ لے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اسوجہ سے کہ مسلم اور ترمذی
مین حضرت عایشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمالین شامی نے کہا کہ احادیث مین جو فضایل بعد
نماز کے آئے ہین اون حدیثون مین یہ نہین ہے کہ سنتون سے پہلے اونکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہین کہ بعد سنتون کے پڑھی جائین کیونکہ سنتین فرضونکی تابع ہین
اوس سے اجنبی نہین تو جو کہ سنتون کے بعد ہوگا وہ فرضون کے بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید الکراہۃ
التنزیھیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضایقہ نہین فرضون اور سنتون مین وظیفون کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے
حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجائے تو خلاف دور ہوجاے یعنی جو لوگ کہ فصل کو مکروہ کہتے ہین اونکی قول اور حلوانی کے قول مین اختلاف جاتا رہیگا دونو
قائلون کے نزدیک مقدار اللھم انت السلام الخ سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ مین کہتا ہون اور میری یاد مین حلوانی کے قول کا محمول
کرنا ہے تھوڑے وظائف پر یعنی حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا باس کہا ہے تو اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہین بقدر اللھم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف
جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویھلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان
ربک اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورہ ناس اور سورہ فلق اور سورہ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳
بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ تینون کلمہ ملکر ۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنے کو ایکبار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر تمام کرے ۵۳ کیفیت
استغفار کی امداد الفتاح مین یون ہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ اور سو پورا کرنیکے لئے بعض احادیث مین یون وارد ہے ۵۴ لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیئ قدیر اور ان چارون کلمات کا سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الجوھرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم اور جوہرہ
مین ہے کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہہ مین نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ خانیہ کی عبارت سے ثابت ہے کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضون
نے کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیئے صفون کا چیرنا شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ مین اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہے اور محیط مین تصریح کی ہے
صفون کا چیرنا سنت ہے اور حلیہ مین کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہے کہ نفلین اپنے گھر مین پڑھے اگر کسیطرح کا خوف ہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ

۵۲ یعنی تو سلامت ہے اور تجھی سے سلامتی ہے تو بابرکت ہے اے بزرگی اور تعظیم والے ۱۲
۵۳ مغفرت چاہتا ہون اللہ تعالے سے عظمت والا ہے جسکے سوا کوئی معبود نہین زندہ قائم ہے ۱۲
۵۴ نہین کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اوسکا کوئی شریک نہین اوسکی سلطنت ہے اور اوسیکو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

ہیں یسار الامام فی الیمنی اور قریب اور مانند یہ ہے کہ مستحب ہے امام کو یہ بات کہ اپنی طرف پیٹھ نمازی کے بائیں طرف میں ہو منہ پھیر کر بیٹھے و حدۃ قولہ المنیۃ
بین یدیہ بیان حتماً لانہ اما ماماً وخلفاً وذھابہ یمنۃ وایسرۃ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دونہ صف الا ان یکون فی الصف مصلٍ فلیصل بحذاء لعلیہ
اور بیہ میں امام کی تنہا ہی ہی جاتی ہے کہ جب چاہے دہنی طرف چاہے بائیں اور چاہے پیچھے کو یا سب ہے گھر کو جاوے چاہے لوگوں کے طرف منہ کر کے اگرچہ جماعت والے کم ہوں
بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو کہ وہ نماز پڑھتا ہو نظاہر مذہب ہے سوء ادب میں اختیار دیا ہے کہ وہ جو چاہے مستحب مذہبوں کے بعد سنتیں ہوں اور لوگوں کی
طرف موہنہ کرنیکی وہ صورت ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں نہوں اور دس مردوں سے کم کی قید جو لگائی ہے کہ جن لوگوں نے کہا ہے کہ دس مردوں کی جماعت ہو تو موہنہ کرے
نہیں تو کرے ان لوگوں کا قول بے اصل ہے اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے مگر حلیہ میں یوں
کہا ہے کہ جب ہے اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پیٹھ نمازی کی طرف ہے تو امام کے موہنہ کرنے میں کچھ کراہت نہیں ہے اس شخص کے بیچ میں آڑ ہو جانیکا
چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص کے موہنہ کی طرف نماز پڑھے اور دونوں کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پیٹھ نمازی کی طرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر
مذہب میں امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونے کی اسلئے قید نہیں لگائی کہ اسکا حال تو معلوم ہی ہے انتہیٰ کذا فی الشامی **فصل** یہ فصل ہے قراءت کے
احکام میں چونکہ اور ارکان کی نسبت کہ قراءت میں زیادہ احکام متعلق ہیں اسلئے اوسکو جدا گانہ بیان کیا ویجھر الامام وجوباً بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء
اور پکار کر پڑھے امام بطور واجب کے موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو برا کریگا اور وجہ جہر کی مواظبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ اوبعضہا سرّاً اعادھا جہراً بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد
الفاتحۃ یجھر بالسورۃ ان قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کی کسی نے بعد سورۂ فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو
جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ میں ہے کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اوسکو ضرور
نہیں ہم بحرالرائق میں ایسے جہر سے اعادہ کرنیکی یہہ لکھی ہے کہ دوسرے کی اقتدا کی سبب جہر اوسپر واجب ہو گیا اب اگر صرف باقی قراءت کو پکار کر پڑھتا ہے تو ایک
رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہو جاتا ہے حالانکہ یہ برا ہے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے اسلئے
اعادہ جہر ضرور ہوا اور اس قول کو غدنسہ سے نقل کیا ہے اور خلاصہ میں اصل سے منقول ہے پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہے اور یہہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد
کرے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتوں کے امام ہونیکے اور کسی جا نہیں کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولی العشائین اداءً وقضاءً وجمعۃ وعیدین
وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے نماز فجر میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونوں عید کی نماز
اور تراویح میں اور تراویح کے بعد وتر میں یعنی صرف رمضان میں پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہے قلت فی تقییدہ بعدہا
نظر لجھرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر میں کہتا ہوں کہ مصنف نے جو وتر میں بعدہا کی قید لگائی تو ہمیں کلام ہے اسلئے کہ امام وتر میں جہر کریگا اگرچہ
اوسنے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر میں ہے یعنی مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہے کہ جہر اوسی صورت میں ہے کہ وتر بعد تراویح پڑھے حالانکہ بغیر تراویح
اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اوس میں جہر واجب ہے شامی نے تتارخانیہ کا جواب دیا کہ تراویح رمضان میں ہوتی ہے اور اوسکے بعد وتر بھی رمضان میں ہونگے تو بعدہا سے
یہہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے اور وتر میں یعنی القہستانی تبعاً للقاعدی لانہ ہو المخافتۃ فی غیر الفرائض کعید و وتر نعم للجھر افضل ای فی
قہستانی میں بنسبت قاعدی مذکور ہے کہ سوائے فرضوں کے اور جہری نماز وں میں آہستہ پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں ہے مثل عید اور وتر کے ہاں جہر افضل ہے ہم شامی اور
طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کی یہہ کہا ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ عید اور وتر میں بھی جہر کرے یہی وجہ ہے چنانچہ اکثر کتب مذہب میں ہے وسنیہ یخفیہما وکان علیہ
السلام یجھر فی الکل ثم ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار کافی اور آہستہ پڑھے ان نمازوں اور رکعتوں مذکورہ بالا کے سوا میں اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نمازوں میں کفار کی ایذا دور کرنے کے لئے چھوڑ دیا کذا فی الکافی ہم آپ ترک میں سب نمازوں میں جہر فرماتے تھے اور
مشرکین لغو بکا کرتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے تو اسوقت یہ آیت نازل فرمائی (ولا تجھر بصلاتک) تا آخر

(تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا) یعنی نہ کل نماز دن میں جہر کرو نہ کل میں آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو بعد اس کے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دونوں وقتوں میں ایذا دینے کو مستعد رہتے تھے اور مغرب میں چونکہ کفار کھانے میں مشغول رہتے اور عشا اور فجر میں سوتے ہوتے ہیں اسلیے ان تینوں وقتوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عیدین آپ نے مدینہ منورہ میں قائم کی ہیں وہاں کفار کا زور نہ تھا اسلیے پکار کر پڑھی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی كمتنفل بالنهار فانه يسر جیسے نفل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے ويخير المنفرد في الجهر وهو افضل ويكتفي بادناه ان ادى اور مختار ہے تنہا پڑھنے والا جہر میں اور جہر کرنا اوسکے لیے افضل ہے اسلیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنے زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اوس صورت میں ہے کہ منفرد ادا نماز پڑھے وفي السرية يخافت حتما على المذهب اور نماز سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یعنی اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا كمتنفل بالليل منفردا فلو ام جهر لتبعية النفل للفرض زيلعي جیسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں رات کا نفل پڑھنے والا تنہا پس اگر امام ہو یعنی نوافل کی جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنے جہر میں نفل فرضوں کی تابع ہے کذا فی الزیلعی ويخافت المنفرد حتما اي وجوبا ان قضى الجهرية في وقت المخافتة كان صلى العشاء بعد طلوع الشمس كذا ذكره المصنف بعد عد الواجبات قلت وهكذا ذكره ابن الملك في شرح المنار من بحث القضاء على الاصح كما في الهداية اور آہستہ پڑھے منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلا عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اوسکو مصنف نے بعد واجبات کے شمار کرنے کے میں کہتا ہوں اور اسیطرح ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے شرح منار میں قضا کی بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھے صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ ہدایہ میں ہے ہم وقت مخافتہ کی قید اسلیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا في الحلبي لكن تعقبه غير واحد ورجحوا التخيير كمن سبق بركعة من الجمعة فقام يقضيها يتخير لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتوں نے اور ترجیح دی ہے منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں جیسے وہ شخص کہ جمعہ کی ایک رکعت نہ پاوے اور کھڑا ہو کر اسکو پڑھنے لگے کہ اوسکو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشا اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہے اسلیے کہ مسبوق مثل منفرد کے ہے فقہا کے اقوال میں وادنى الجهر اسماع غيره وادنى المخافتة اسماع نفسه ومن بقربه اور ادنے درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اوسکے قریب نہو کذا فی الشامی اور ادنے درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو فلو سمع رجل او رجلان فليس بجهر والجهر ان يسمع الكل خلاصة پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قرارت کو سنا تو جہر نہوگا جہر یہہ ہے کہ سب سنیں كذا في الخلاصة ہم قہستانی نے اسپر یہہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سبکو آواز نہ پہونچے تو چاہیے کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب میں یہہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہونچتی تو بہتر یہہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو ويجري ذلك المذكور في كل ما يتعلق بنطق كتسمية على ذبيحة ووجوب سجدة تلاوة وعتاق وطلاق واستثناء وغيرها فلو طلق او استثنى ولم يسمع نفسه لم يصح في الاصح اور جاری ہے یہہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہہ ہے کہ آپ سنے اور پاس والا سنے ہر ایک بات میں جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہے مثلا بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدہ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاءاللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا انشاءاللہ طلاق دیکر خواہ آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہوگا صحیح تر قول میں ہم استثنا کی صورت یہہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق ان شاء الله یعنی تو طالق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر ان شاء الله یعنی تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور ان شاءاللہ اسیطرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا صحیح نہوگا اور زوجہ مطلقہ ہو جائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور صحیح کی قید اسلیے لگائی کہ کرخی نے ادنی درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا ٹھیرایا ہے گو اپنے آپ سنے یا نہیں تو کرخی کے قول کے بموجب استثنا مذکور صحیح ہوگا كذا في الشامي قيل وفي نحو البيع يشترط سماع المشتري اور تصریح کیا ہے کہ بیع جیسے تصرفات میں سنانا مشتری کا شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل بیع کے مراد وہ معاملات ہیں جنمیں مبادلہ ہو یا قول غیر پر موقوف ہوں ولو ترك سورة اولي العشاء مثلا

سعایتون مین گو بہتر یہی ہی کہ روایت غریب معلم کے سامنے نہ پڑہے واسطے حفاظت اوسکی دین کے ہم یعنی ہرچند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب
روایت عوام کے سامنے نہ پڑہنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی کہ اوسکو منکر عوام سمجھتے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی ہم
اسلئے اونکے دین کے بچانیکے لیے روایت غریب نہ پڑہے و تطال اولی الفجر علی ثانیتہا بقدر الثلث وقیل النصف ندبا فلو فحش لا باس به فقط اور زیادہ
لمبای پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے ازراہ استحباب کے پس اگر پہلی رکعت مین زیادتی بہت کریگا
مثلا پہلی مین دس گنی قراءت پڑہی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضایقہ نہین ہم یعنی پہلی رکعت مین اتنی قراءت پڑہے کہ اوسکی زیادتی دوسری رکعت کی
قراءت سے بقدر سوم حصہ دونو قراءتون کے ہو جاے مثلا پہلی رکعت مین ۲۴ آیتین پڑہین اور دوسری مین ۱۲ تو دونو مین ۳۶ آیتین ہوئین اور اول مین ۱۲ زیادہ
ہین دوسری سے اور دو تہائی مین ۲۰ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑہین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین تیس زیادہ ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل
قراءت کی اور تفاوت سے یہ مراد ہی کہ یہ حکم صرف فجر کی نماز مین ہی نہ دوسری نمازون مین وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور
امام محمد نے فرمایا ہی کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہی یہان تک کہ تراویح کی بہی کہتے ہین کہ فتوی اسی قول پر ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ خلاف
جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازون مین ہی اور ان دونو مین بالاتفاق دونو رکعتین برابر پڑہنی چاہیین اور حلبی نے امام محمد اور شیخین کی دلیلین نقل کر کے
کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے واطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلث آیات ان تقاربت طولا وقصرا والا فالاعتبار بالحروف
والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہی بالاتفاق اگر آیتین
رکعتون کی بڑی اور چھوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایسی آیتین نہون تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت مین دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہی نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑہنی چاہیے واستثنی فی
البحر ما وردت به السنۃ واستظہر فی النفل عدم الکراہۃ مطلقا اور بحر الرائق مین استثنا کیا ہی اون سورتون کو جو حدیث مین وارد ہین یعنی اونکو پڑہنے مین کراہت
نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری مین ہل اتیک پڑہنا حالانکہ پہلی مین انیس آیتین ہین اور دوسری مین چھبیس اور ترجیح دی ہی نفل مین
عدم کراہت کی مطلقا یعنی حدیث مین وارد ہو یا نہو وان باقل لا یکرہ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین
آیتون سے کم ہو تو مکروہ نہین اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑہی ہی معوذتین سے یعنی فجر کی اول رکعت مین سورہ فلق اور دوسری مین سورہ ناس پڑہی حالانکہ
دوسری مین چھ آیتین ہین اور اول مین پانچ ولا یتعین شیء من القرآن لصلوۃ علی طریق الفرض بل تعین الفاتحۃ علی وجہ الوجوب اور نہین متعین ہی قرآن
مین سی کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اوسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہی فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب ہونیکے ویکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی
لفجر کل جمعۃ بل یندب قراءتہما احیانا اور مکروہ ہی معین کرنا کسی سورہ کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورہ دہر
پڑہنا بلکہ کبھی کبھی ان دونو کا پڑہنا مستحب ہی ہم طحطاوی اور اسبیجابی نے یہ قید لگائی ہی کہ اگر معین سورہ کے پڑہنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اسطرح
کی تعیین مکروہ ہی اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے معین کو پڑہے اور بعض اوقات دوسری سورتون کو بہی پڑہے یا سوا معین سورتون کے دوسری اوسکو
یاد نہون یا دوسرا پڑہنا اوسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین اور ہدایہ مین وجہ کراہت کی یہہ لکہی ہی کہ معین کرنے سے چہوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل
ہونیکا لازم آتا ہی کذا فی الشامی مختصرا ولا یقرأ المؤتم مطلقا ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقا وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قراءت
نہ پڑہے جہری نماز مین نہ سری مین اور نہ الحمد پڑہے سری نماز مین باتفاق علماء اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کیطرف منسوب ہی کہ سری نماز مین مقتدی کو احتیاطا
الحمد کا پڑہنا مستحب ہی وہ ضعیف ہی چنانچہ اسکو کمال نے شرح بیان کیا ہی ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین لکہا ہی کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہی کہ امام کے پیچہے
پڑہنا ہمارے نزدیک کچھ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرأ کرہ تحریما وتصح فی الاصح پس اگر مقتدی قراءت پڑہیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح
ہوگی صحیح قول مین وفی درر البحار عن مبسوط خواہر زادہ انہا تفسد ویکون فاسقا وہو مروی عن عدۃ من الصحابۃ فالمنع احوط اور درر البحار

میں مبسوط خواہر زادہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرات پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور قرات کا ممنوع ہونا چند صحابہ سے مروی ہے
اسلیے منع کرنے میں زیادہ احتیاط ہے هم خزائن اور کافی میں ہے کہ مقتدی کو قرات سے منع کرنا اسی صحابہ سے ماثور ہے جنمیں حضرات علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن عباس
اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور فساد نماز کا قول مقابل ہے اصح قول کا کہ اصح یہ ہے نماز صحیح رہتی ہے بل یستمع اذا جهر
وینصت اذا اسر لقول ابی هریرة رضی الله عنه کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا بلکہ مقتدی قرات امام کی
سنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو
اسکو سنو اور چپ رہو هم اس قول سے وجہ استدلال کی یہ ہے کہ آیت میں دو باتیں مطلوب ہیں ایک قرآن کا سننا دوم سکوت کرنا تو سننا تو جہری نمازوں کے لیے مخصوص ہے مگر
سکوت خاص نہیں اسلیے کہ وہ دونوں نمازوں میں مطلقا واجب رہیگا کذا فی الشامی وان وصلیة قرأ الامام آیة ترغیب او ترهیب وکذا الامام لا یشتغل بغیر
القرآن وما ورد حمل علی النفل منفردا کما مر مقتدی کچھ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت ترغیب پڑھے یعنی جسمیں ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑھے جسمیں
ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسیطرح امام بھی سوا قرآن کے آیت ترغیب و ترہیب کے پڑھنے کی دوسری
دعا میں مشغول نہو اور جو کچھ اسباب میں حدیث میں وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد میں نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسے کہ پیشتر اسکی نظیر واجبات کے بیان میں گذری ہے یہہ مسئلہ
خاص شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہے نہ شرطیہ هم یعنی ابوداؤد میں بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت
رحمت پر گذرے وہاں توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہاں وقفہ کرکے پناہ مانگی تو یہہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی وکذا الخطبة
فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابة او رد سلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی الله علیه وسلم الا اذا قرأ آیة صلوا علیه فیصلی المستمع سرا
فی نفسه وینصت بلسانه عملا بامری صلوا وانصتوا اور اسیطرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت آدمی وہ بات نکرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ
لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطیب پڑھنے والا ہو نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و دیکھو یعنی اسوقت بھی سکوت کرے مگر جب کہ خطیب یہ آیت پڑھے صلوا علیه
وسلموا الخ تو سننے والا خطیب کا پوشیدہ اپنے دل میں درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونوں امر دین پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیه کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل میں درود
کہنے سے دونوں کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب میں سکوت واجب ہے اور ظالم حاکموں کے
نام اور تعریف خطبہ میں داخل نہیں والبعید عن الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہیں سکوت کرنیکی فرض ہونیمیں
هم شارح نے سکوت کو فرض کہا بہ تبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق میں اسکو واجب کہا ہے طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہے اسلیے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہے **فروع مسائل**
لحجہ شارح کی یجب الاستماع للقراءة مطلقا لان العبرة لعموم اللفظ واجب ہے سننا قرات قرآن کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز سے اسلیے کہ اعتبار عموم لفظ کا
ہے هم یعنی آیت فاستمعوا اگرچہ خاص نماز کے باب میں نازل ہوئی تھی چنانچہ پیشتر بیان ہوا مگر احکام میں اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہے نہ سبب کے خاص ہونیکا پھر یہہ حکم وجوب استماع کا
بے عذری میں ہے اور عذر کی صورت میں سننا واجب نہیں مثلا گھر میں لڑکا تلاوت کرتا ہے اور آدمی اپنے کاروبار میں پہلے سے مصروف ہیں تو ان پر سننا واجب نہوگا اسی
طرح جو شخص بازار میں تلاوت کرے تو بازار والوں اور کاروبار کرنے والوں پر سننا واجب نہ ہوگا کذا فی الشامی ملتقطا لا باس ان یقرأ سورة ویعیدها فی الثانیة
کچھ مضائقہ نہیں اسبات کا کہ پڑھے ایک سورة ایک رکعت میں اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری میں هم لا باس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولی یعنی مکروہ تنزیہی
ہے اور ضرورت کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے مثلا پہلی رکعت میں سورة ناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری میں پھر اسیکو پڑھے ورنہ اولٹا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی
وان یقرأ فی الاولی من محل وفی الثانیة من آخر ولو من سورة ان کان بینهما آیتان فاکثر اور اسمیں بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور
دوسری میں دوسرے مقام سے اگرچہ وہ دونوں مقام ایک ہی سورت میں ہوں بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو
مکروہ ہوگا ویکره الفصل بسورة قصیرة اور مکروہ ہے دونوں رکعتوں کی قرات میں چھوٹی سورہ کا فاصلہ کرنا مثلا پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری
میں تبت پڑھے اور سورہ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا لیکن اگر بیچ میں بڑی سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہیں وان یقرأ منکوسا اور مکروہ ہے یہ کہ قرآن کو

اکیا پڑہی مثلاً پہلے رکعت مین سورۂ اخلاص اور دوسرے مین تبت پڑہے ہم وجہ کراہت یہہ ہے کہ ترتیب سورتون کی تلاوت کے واجبات میں سے ہی اور لڑکون کو جو
ترتیب بدلکر پڑہاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہی کذا فی الشامی ۱۲ الا ذا ختم فیبقرء من البقرۃ اور ثنا پڑہنا مکروہ ہی مگر جب قرآن کو ختم کرے تو سورۂ
بقرہ مین سے پڑہے اسلئے کہ حدیث مین سلسلہ ختم کی خوبی وارد ہے وفی القنیۃ قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانیۃ الم تر او تبت ثم ذکر یتم وقیل
یقطع ویبتدئ ۱۲ اور قنیہ میں ہی کہ اول رکعت میں سورۂ کافرون پڑہی اور دوسری مین سورۂ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چہوٹی سورت کا
فاصلہ چہوڑکر شروع کی پہر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چہوٹی سورہ رہگئی تو اب نہیں سورت تو اسکو تمام کرے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اوسکو چہوڑ دے اور دوسری سورت
پڑہے جس میں بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہواً ترتیب بدلجاے یا چہوٹی سورہ کا فاصلہ رہجاے تو مکروہ نہیں ولا یکرہ فی النفل
شیٔ من ذلک اور نفل میں ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہیں ہم یعنی بے ترتیب پڑہنا اور چہوٹی سورہ کا فاصلہ چہوڑنا نفل میں درست ہی حلبی نے اسپر اعتراض کیا
کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہی تو جیسا کہ فرض کے باہر بے ترتیبی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیون نہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل میں چونکہ گنجایش زیادہ ہی اسلیے
اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑہنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑہی اور چپ ہوگیا تہوڑی دیر کے بعد دوسری آیت دوسرے
اوپر کی پڑہی جسے اسطرح کا پڑہنا مکروہ نہیں اسیطرح نماز نفل میں بہی مکروہ نہیں دلالت تلک نذا اقصر سورۃ افضل من اٰیۃ طویلۃ اور تین آیتین کہ بمقدار چہوٹی
سورت کے ہوجاتیں بڑی ایک آیت سے افضل ہیں ہم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہی اور ثلاث مبتدا ہی تقدیر معنا یعنی قرأۃ ثلاث اور بعض نسخون مین
بثلاث ہی تو اوسصورت میں تقدیر الصلوٰۃ بثلاث ہوگی وفی مستویۃ وبعض مساواۃ العبرۃ للاکثر وبسطناہ فی الخزائن اور یہہ ہی سورت اور تہوڑی سی آیتین
مین اعتبار اکثر کا ہی باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین بڑی ہونگی تو سورہ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور شارح نے کہا کہ خزائن الاسرار میں مشرح بیان کیا ہی **باب**
الامامۃ یہہ باب ہی امامت کے بیان میں ہی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہے
ایک چہوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہی خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام میں مذکور ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف میں یہہ خلل ہی کہ استحقاق تعریف
امامت کا اثر ہی اوسکی حقیقت بلکہ حقیقت اوسکی وہ ہی جو مقاصد میں مذکور ہی کہ امامت ریاست عامہ ہی لوگون کی دین و دنیا کے مسائل کی جناب کے ایک نیابت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلطنت اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امراء نکل گئے کہ اونکی ریاست اہل اسلام پر عام نہیں اور نبی کی نیابت سے ان سلاطین پر ہوتی ہی اور خلق
سے مراد مسلمان ہین اور جو اونکے حکم مین ہین مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اھم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہی اسلیے
کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہیں اور یہین وجہ عقائد نسفیہ مین کہا ہی کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ اون مین احکام جاری کرے اور سزاوار کو
سزائین اعمال بد کی دے اور دشمنون کو اون پر سے روکے اور اونکے لشکرون کو سامان دے اور اون سے صدقات وصول کرے اور سرکشون کو سر دبائے
اور چورون اور رہزنون کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق کے ثابت کرنیکی گواہیان سنے اور جن بچون کے ولی نہین اونکے نکاح کردے اور مسلمانون مین
غنیمتون کے مال تقسیم کردے انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے
خلیفہ مقرر کرنیکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہم یعنی وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدہ کی رات خواہ دن مین دفن ہوئے
کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہہ سنت ابتک باقی ہی کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوا جب تک کہ دوسرا اوسکی جگہ قائم نہین ہوچکا وشرطہ کونہ مسلماً حراً ذکراً عاقلاً
بالغاً قادراً قرشیاً اور شرط ہی ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریش کے نسب سے ہم مسلمان ہو وجہ یہہ کہ کافر کو مسلمان پر ولایت
نہین اور آزاد ہونا اس وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلئے کہ عورتون کو گہر مین بیٹہنے کا حکم ہی اور عقل کی ناقص ہین تو
ان سے واجبات شرعی کی تعمیل نہوسکیگی اور عاقل وبالغ اسلیے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہین اور قادر سے یہہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور
مصالح اہل اسلام کے قائم کرنے پر قدرت رکہتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنیکی غرض فوت ہوجائیگی اور قریشی ہونا اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ الائمۃ من قریش یعنی امام قریش مین سے ہین کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بہی شرط کیا ہی اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط قرار دیا ہی لاکتفاء

ولا معصوما یعنی شرط نہیں ہے امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی مرتضے رضی اللہ عنہ کی ہونا یا ان ہونے معصوم ہونا ہم سید قیدین شیعون نے لگائی ہین کہ امام کو ہاشمی
ہونا ضرور ہی اس سے یہہ مطلب نکالا کہ خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ہی اگر علوی کہتی سی یہہ مدعا کہ خلافت عباسیون کی
باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعون اور اسماعیلیون کا قول ہی حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ تعید لا تینون جگہہ لاتا یعنی یون کہتا لا ہاشمیا ولا علویا ولا
معصوما تاکہ یہہ تینون قیدین شیعون کے تین فرقون کے قول جدا جدا ہین یہہ اکثر احتمال ہو ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہی حاکم بنانا بدکار کا مکروہ کہتی ہی
اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل بہ الا لفتنة اور امام قابل معزولی ہو جاتا ہی فسق سے یعنی اگر اثناء حکومت مین اوس سے فسق ظاہر ہو گیا تو اوس سے
معزول ہو جائیگا بلکہ مستحق عزل ہو گا مگر بسبب خوف فساد کے اوسکو معزول کیا جاوے ویجب ان یدعی له بالصلاح اور واجب ہی کہ ایسے امام کے حق مین دعا
نیک بخت ہونیکی کیجاوے وتصح سلطنة متغلب للضرورة اور صحیح ہی سلطنت زبردستی حاکم بنے والیکی بسبب ضرورت کے ہم عقد امامت دو طرح سے منعقد ہوتا ہی
اول یہہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہہ دوسرے کو امام کر دے جیسے حضرت ابو بکر رض نے حضرت عمر رض کو خلیفہ کیا تہا دوسرے یہہ کہ زمرہ علما اور صاحبان رای و تدبیر کسیکے ہاتھ
پر بیعت کرین تو اگر یہہ دونو صورتین نہون اور کوئی شخص زبردستی والی ہو جاوی تو اوسکی سلطنت صحیح ہو گی ضرورت کی وجہ سے یعنی تاکہ اہل اسلام مین فتنہ نہو وکذا
صبی وینبغی ان یفوض امور التقلید علی وال تابع له والسلطان فی الرسم ہو الولد وفی الحقیقة ہو الوالی لعدم صحة اذنه بقضاء وجمعة کما
فی الاشباہ عن البزازیة اور اسیطرح درست ہی سلطنت لڑکی کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کر دین جو تابع سلطان کا ہو
اور بادشاہ ظاہر مین تو وہ لڑکا ہی اور حقیقت مین والی مذکور کیونکہ اوسکی اجازت قضا اور جمعہ مین درست نہین چنانچہ اشباہ مین ہی بزازیہ سے یعنی اگر والی مذکور
حقیقت مین بادشاہ نہین تو اوس کا حکم دینا قضا اور جمعہ کیلئے درست نہو گا کیونکہ ان دونو مین ایسے شخص کا اذن صحیح نہین جسکو ولایت نہو لیکن یون کہنا چاہیئے کہ یہہ شخص ایک
خاص وقت تک حقیقت مین سلطان ہی یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہہ فائدہ ہو گا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونیکے بعد حاکم مستقل ہو گا تو اوس والی کے معزول
کرنیکی حاجت نہو گی کذا فی الشامی وفیہا لو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ مین ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہووے تو حاجت پڑیگی سر
سرے سے اوسکو حاکم بنانیکی والصغری ربط صلوة المؤتم بالامام بشروط عشرة اور امامت صغرے وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہی امام کی نماز سے دس
شرطون کے ساتہہ جس شارح نے جو دس شرطین مذکور کی ہین سو اقتدا کی ہین نہ امامت کی البتہ نور الایضاح مین چہہ شرطین امامت کی علیحدہ لکہی ہین تندرست مرد کیلئے
اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذرون سے سلامت ہونا جیسے نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور تتلا ہونے وغیرہ سے ششم موجود ہونا
شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر چونکہ امامت بدون اقتدا کے ہو نہین سکتی اسلئے جو شرطین شارح نے اقتدا کی لکہی ہین وہ امامت کی بہی ہو سکتی
ہین بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسیطرح یہہ چہہ شرطین اقتدا کی بہی ہو سکتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطین امامت اور اقتدا کی سولہ ہین مگر چونکہ دس مقتدی کے
ساتہہ قایم ہین اور چہہ امام کی تو بہتر ہی کہ دس کو شرطین اقتدا کی ٹہیرایا جاوے اور چہہ کو امامت کی کذا فی الشامی نیة المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی
مقتدی کو واتحاد مکانهما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہو گا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ مین
آڑ ہو تو کچہہ حرج نہین اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہو وصلوتهما اور تیسری شرط متحد ہونا دونو کی نماز کا بحر الرائق مین کہا کہ اس سے یہہ غرض ہی کہ اگر مقتدی امام کی
نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہو جاوے یہہ تعبیر اسلئے کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑہنے والیکے پیچہے اس عبارت مین داخل ہو جاوے اس شرط کو نور الایضاح مین خوب
لکہا ہی کہ مقتدی سوای امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑہتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحة صلوة امامه اور چوتہی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے
گمان مین تو اگر مقتدی کی دانست مین امام کی نماز فاسد ہو گی تو اوسکا اقتدا صحیح نہو گا وعدم محاذاة امرأة اور پانچوین شرط یہی ہے برابر ہونا عورت کا کیونکہ
عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتہہ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہی وعدم تقدمه علیه بعقبه اور چہٹی شرط یہی نہ آگے بڑہنا مقتدی کا اپنے امام سے بلحاظ ایڑیون کے
تو اگر ایڑیان برابر ہی ہونگی تو اقتدا درست ہو گا اگرچہ پاؤن بڑا ہونیکی جہت سے مقتدی کی اونگلیان آگے بڑہی ہوئی ہون وعلمه بانتقالاته اور ساتوین شرط یہی جاننا
مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو خواہ دیکہنے سے یا آواز سنکر یا دوسرے مقتدیونکو دیکہکر یہہ علم حاصل ہو وبحاله من اقامة وسفر اور آٹہوین

شروع ہو جانا مقتدی کا امام کے حال کو یعنی اوسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز میں دو پر سلام پہیر دیا اور لوگوں کو معلوم نہوا کہ اوس نے بہولکر دو پڑہیں یا سفر کی جہت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہے شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھہ ارکان نماز میں یعنی ہر رکن کو اوسکے ساتھہ ادا کرتا ہو تو اگر کسی رکن کو چہوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نرہیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا و فی الشرائط کما بسطہ فی البحر اور دسوین شرط ہے ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اوس سے کم ارکان میں اور نماز کی شرطوں میں چنانچہ شرح مذکور ہے بحر الرائق میں ہم ارکان میں برابر ہی ہونیسے یہہ غرض ہے کہ دونوں آدمی ہیں برابر ہوں مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہو تو اقتدا درست ہے کیونکہ دونو ارکان کے ادا کرنے میں یکسان ہیں اور کم تر کی مثال یہہ ہے کہ اشارہ والے نماز پڑہنے والا رکوع اور سجود کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط میں یکسان ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطوں کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطوں میں کم ہونیکی یہہ مثال ہے کہ امام میں سب شرطیں ہوں اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوین شرطیں اصل نسخہ بحر الرائق میں نہیں بلکہ بعض نسخوں کے حاشیہ پر بخط سلف پائی جاتی ہیں قیل ثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہیں کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالوں کے ساتھہ یعنی تم جماعت ہو اس صورت میں جماعت سنت موکدہ نرہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضوں نے مثل قاضی بیضاوی کے اس کے معنی یہہ کہے ہیں کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالوں کے ساتھہ تو اس صورت میں ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتوں میں سے ہے الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے سیکہنا یعنی جماعت کے مشروع ہونے میں یہہ حکمت ہے کہ پانچ وقت محلہ والوں اور ہمسایوں سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نجانتا ہوگا وہ دوسرے کو کرتے دیکھکر اوس سے سیکہہ لیگا اور ایک حکمت یہہ بھی ہے کہ تنہا پڑہنا نفس پر شاق ہوتا ہے جماعت میں دل نہیں گہبراتا کذا فی الطحطاوی

ہی افضل من الاذان عندنا خلافاً للشافعی قالہ العینی امامت ہم حنفیوں کے نزدیک اذان سے افضل ہے یعنی امامت میں زیادہ ثواب ہے بخلاف امام شافعی کے کہ اون کے نزدیک اذان کہنے میں زیادہ ثواب ہے کہا ہے اسکو عینی نے اور بعض علما دونوں کو برابر کہتے ہیں کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ لجمعہ افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو میں اذان کہا کرتا اسکے یہہ معنی ہیں کہ امامت کے ساتھہ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے یعنی حضرت عمر کے قول سے فضیلت اذان کی نہیں پائی جاتی کیونکہ اوسکے معنی یہہ ہو سکتے ہیں کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونوں باتوں کے جمع ہونے میں بلاشبہہ فضیلت ہے خلافت کو مانع اس لئے فرمایا کہ کار وبار خلافت میں مشغول ہونے سے انتظار اوقات نماز کا نہیں ہو سکتا اسلئے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال بعضہم اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی وان قراتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ اور بعض علما نے لکہا ہے کہ مجکو خوف ہے کہ اگر میں فاتحہ کو حالت اقتدا میں چہوڑ دوں تو امام شافعی مجہپر عتاب کریں اور اگر اسکو پڑہوں تو امام اعظم تنبیہ فرمائیں اسلئے میں نے امامت کو اختیار کیا یہہ گویا دوسری دلیل ہے امامت کے افضل ہونیکی کہ امامت کی وجہہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہے والجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ سنت مؤکدہ کہتے ہیں اونکے قول میں اور جو لوگ واجب کہتے ہیں اونکے قول میں کچہ فرق نہیں دونوں کا مآل ایک ہی ہے کیونکہ تاکید سے غرض وجوب ہی ہے مگر جمعہ اور عیدین میں جماعت شرط ہے اون دونوں کے صحیح ہونیکی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ محلہ میں کچہہ لوگوں نے ادا کر لی تو سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہے اور رمضان کے وتروں میں جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے بموجب نہیں بلکہ وتر اونکو مکان میں ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوع علی سبیل التداعی مکروہۃ اور رمضان کے سوا اور وتروں میں اور نماز نفل میں جماعت مکروہ ہے بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اوسکی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے یہہ غرض ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچہے نماز پڑہیں کذا فی الطحطاوی اور قہستانی میں ہے کہ اگر چار مقتدیوں سے کم ہوں اور مسجد کے کسی گوشہ میں جماعت کر لیں تو مکروہ نہیں ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن اور مکروہ ہے مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھہ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں یا ایسی مسجد میں جسکا امام

موذن هم نکرده سے مراد کروہ تحریمی ہے سلطنی کافی نے کہا ہے کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور مجمع میں ہے کہ جماعت مکرر مباح نہیں اور شرح جامع صغیر میں ہے کہ جماعت
اور مسجد محلہ سے یہہ مراد ہے کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو اور درر میں کہا کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع عام پر ہو تو دوسری
جماعت جائز ہوگی بالاتفاق جیسے اوس مسجد میں جسکا امام اور موذن نہیں اور آدمی گروہ گروہ اگر نماز پڑھتے ہوں تو فضل یہہ ہے کہ ہر گروہ اذان اور اقامت
جداگانہ سے نماز پڑھے تبیین میں کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اوس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جاوے کہ اس طرح
پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ ہونیکی یہہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرا دینے کو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد میں تشریف
لائے جس میں جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کر کے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر
آپ گھر میں کیوں نماز پڑھتے علاوہ بریں کے جماعت ثانی کے جائز رکھنے میں جماعت کی کمی بھی متصور ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دیر کر کے جانے میں بھی جماعت فوت نہوگی
اگر اول نملیگی دوسری ملجائیگی تو اول جماعت میں اکھٹے نہونگے تو اس تعلیل سے یہہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہے اور اسکا موید ظہیریہ
میں ہے کہ اگر کچھہ لوگ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی ہے تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیوجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں
ذکر کیا ہے کہ یہہ جو اہل حرمین جدا جدا امام کے پیچھے جماعتیں ایک ہی وقت میں پڑھتے ہیں یہہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو ۵۵۱ھ میں حج کو گئے تھے تو ان جماعتوں کے
باب میں انکار صریح کیا تھا اور بعض مالکیوں نے فتوی دیا ہے کہ تکرار جماعت مسجد محلہ میں چاروں مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہے مگر اس میں مشکل یہہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں تو اونکو مسجد محلہ کیسے کہہ سکتے ہیں بلکہ اون کا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار
جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہو تو مکروہ نہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول
صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور بزازیہ میں ہے کہ محراب سے ہٹ کر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدل جاتی ہے کذا فی
الشامی مختصراً چونکہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اس لئے مترجم نے استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور مجکو کراہت و عدم کراہت جماعت دوم میں
تردد تھا کہ اکثر خود بخود صلوٰۃ خوف کا خیال دل میں گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھہ پڑھتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری
جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھہ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھہ پڑھنے کا حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہوتی اس رمز سے مجکو وہ تردد
رفع ہوگیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہے واقلها اثنان واحدهما الامام ولو مميزا او ملكا او جنيا في مسجد او غيره اور کم سے کم جماعت دو شخص
ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھہ اگرچہ وہ مقتدی لڑکا تمیزدار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں ہو کم سے کم جماعت دو آدمیوں سے ہونیکی وجہ وہ حدیث ہے جسکو
سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور دو سے زیادہ جماعت ہیں اور بحر الرائق میں وجہ عقلی بیان کی ہے کہ جماعت اجتماع سے ماخوذ ہے چونکہ دو میں بھی اجتماع
ہے اسلیے جماعت بھی پائی جاوے گی اور یہہ حکم اور فرضوں میں ہے سوائے جمعہ کے کیونکہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونے کے مقتدی ہونے چاہییں کذا فی الشامی وفي
تصحيح امامة الجني اشباه اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباه اسلیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں کیونکہ فرشتہ مکلف نہونیکی جہت سے
نفل پڑھیگا اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم کے لیے مخصوص تھا اور یہہ بھی
احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وقيل واجبة وعليه العامة اي عامة مشائخنا وبه جزم في التحفة و
غيرها قال في البحر هو الراجح عند اهل المذهب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہیں اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ وغیرہ میں بحر الرائق
میں کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں ٹھیک اور قوی تر ہے اور اسی لیے اجناس میں کہا ہے کہ
جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اوسکی گواہی مقبول نہیں اور بعضوں کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے فتسن او تجب ثمرته تظهر في الاثم
بتركها مرة على الرجال العقلاء البالغين الاحرار القادرين على الصلوة بالجماعة من غير حرج پھر جماعت مسنون ہو یا واجب ہے مردوں عاقل اور بالغ آزاد
اور جماعت کی نماز پر بدون کسی دقت کے قدرت رکھنے والوں پر شارح نے کہا کہ واجب و مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر جماعت کو ایکبار چھوڑیگا تو وجوب کے

قول پر گنہگار ہوگا اور سنن میں چونکہ قول پر گنہگار نہوگا اصح سے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ والمراد الایضاح
میں ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہو اگر اسکی نیت میں یہ ہو کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتته ندب
طلبها فی مسجد اٰخر الا المسجد الحرام فصلی اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نملی تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد میں کرے مگر مسجد حرام
اور اوسی جیسی دوسری مسجدیں ہیں اگر جماعت نملی تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں پس انہی کو ان مسجدوں میں جماعت کی نماز سے اون کے مسجد میں نماز پڑھنی زیادہ ثواب کھتی ہے
بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں
پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد جامع میں پانسو کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں ایک لاکھ کا
ثواب ہے کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع ید ورجل من خلاف او رجل فقط ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز
واعمی وان وجد قائدا اجماعت واجب ہے ان پر جس کو اوس سے نکلا کہ واجب نہیں بیمار اور اپاہج اور مدت کے بیمار پر اور جس کا ایک ہاتھ اور ایک پانوں مخالف جانب
کٹا ہو یا فقط ایک پانوں ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ اور بہت بڈھے پر کہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور واجب نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی
ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا موجود ہو اور یہی حال ہے عاجز کا اگرچہ اوسکے پاس سواری موجود ہو تو اوس پر بھی جماعت واجب نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق
ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہیں جنکا سہارا نہوا الا شیخ ہوا اور صاحبین کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی ولا علی من حال بینه
وبینها مطر وطین وبرد شدید وظلمة کذلک اور نہ واجب ہے جماعت اوس شخص پر جس میں اور جماعت میں مینہ اور کیچڑ اور شدت کا جاڑا اور سخت اندھیرا
حائل ہوا ہو یعنی مانع ہو مراد یہ ہے کہ مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہیں ہوگی اسیطرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا سخت ہونا اسطرح
کہ رستہ نسوجھے ویرید بیلا کا تمار او خوف علی مالہ او من غریم او ظالم او مدافعة الاخبثین اور اسی بات کیوقت مانع ہے دن میں یا مال ہو خوف
اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار کا یا کسی ظالم سے یا مانع ہو پاخانہ و پیشاب دونوں چیزوں کا یعنی بول وبراز کا اسیطرح سے عذر گنا گیا کذا فی الشامی واراده سفر وقیامه
بمریض وحضور طعام تتوقه نفسه ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہوا ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانیکا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر
لینی یعنی جس صورت میں کہ مریض کو اوسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے کھانا ہونیکا کہ جسکے طرف تمام نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے وکذا اشتغاله بالفقه لا بغیره
کذا جزم به الباقانی تبعا للبهنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یعنی بحبسه عنه مدة اور اسیطرح مانع وجوب جماعت کے
مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے اسکو باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی مگر اوس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مواظبت کرے کا
کسل کی راہ سے تو عذر وہ منظور ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا مال کے لینے سے ہو یعنی اوسکے مال کو چندے روز اوس سے روک دیا جاوے هم نقیہ سے مراد مسائل فقہ
دین میں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے سے حلبی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنیکی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا و
لا تقبل شهادته الا بتاویل بدعة الامام او عدم مراعاته اور قبول کیجائیگی گواہی جماعت کو ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے
هم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر یہ بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلئے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا ان امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے
کے ہیں تو ان عذروں سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا مجمع الانهر الاعلم باحکام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش
الظاهرة وحفظه قدر فرض وقیل واجب وقیل سنة اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں بلکہ ہمیشہ کے امام مقرر کرنے میں کذا فی مجمع الانہر وہ شخص ہے جو کہ نماز کے
کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور علوم میں فاضل ہو یا نہیں نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اوسکے پرہیز کے ظاہری گناہوں سے اور بشرط یاد کرنے مقدار فرض
نماز کے اور بعضوں نے کہا مقدار واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہے هم طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہوں سے بچنے کے شرط یہ تو کہا ہے کہ امام کے دین پر کوئی طعنہ کرتا
ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا قول کافی کا ہے اور مقدار واجب کا یاد کرنا بحر الرائق میں بطور بحث مذکور ہے اور زیلعی نے مقدار سنت کو لکھا ہے اور یہی مبسوط اور فتح القدیر
میں ہے اور یہی ظاہر ہے اسلئے کہ بیان امام کے آخر ہونیکا ہے تو امام کو لحاظ رکھنا سنت کا مناسب ہے ثم الاحسن تلاوة وتجویدا للقراءة ثم الاورع ای الاکثر

اتقاءً للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر علم میں برابر ہوں تو پھر مستحق امامت کا وہ ہے جو تلاوت اور قراءت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو پھر زیادہ احتیاط والا
یعنی جو شبہوں سے بہت بچے اور تقوی حرام چیزوں سے بچنا ہے ہم تلاوت اور تجوید سے یہہ غرض ہے کہ حروف اور مخارج اور مد اور شد وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور
قاری کو دوسرے مرتبہ میں اسلیے رکھا کہ قراءت کی احتیاج صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی احتیاج سب رکنوں میں ہے شارح نے ورع اور تقوی میں فرق
بتایا کہ ورع شبہوں سے بچنے کو کہتے ہیں اور تقوی حرام چیزوں سے بچنے کو اور شبہہ اسکو کہتے ہیں جسکی حلت اور حرمت میں شک ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاماً فیقدم
شاب على شيخ اسلم پھر مستحق امامت زیادہ عمر والا ہے یعنی جو اسلام میں پیشتر ہو پس مقدم کیا جاے جوان اوس بوڑھے پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو وقالوا یقدم
الاقدم ورعاً وفی النهر عن الزاد وعليه يقاس سائر الخصال فيقال يقدم اقدمهم علماً ونحوه وحينئذ قلما يحتاج للقرعة اور فقہا نے کہا ہے کہ
مقدم کیا جاے وہ شخص جو پیشتر ہو ورع میں یعنے جس کا ورع سبب دونوں کا برابر ہو وہ اوسپر مقدم ہے جسکا ورع کم مدت کا ہے اور نہر الفائق میں زاد الفقیر سے منقول ہے کہ ورع
اوپر سب خصلتوں کا قیاس ہوگا یعنی یوں کہا جاے گا کہ مقدم کیا جاوے وہ جس کا علم سب سے پیشتر ہو اور مثل اوسکی یعنے مثلاً جسکو فن قراءت مدت سے آتا ہو وہ اوس سے مقدم
جس کو چند روز سے آتا ہے اور اس وقت میں یعنی جبکہ ہر خصلت کے پیشتر ہونے کا لحاظ کیا جاے تو قرعہ ڈالنے کی احتیاج کمتر ہوگی ہم متن نے آگے بیان کیا ہے کہ اگر چند مستحق امامت
سب خصلتوں میں برابر ہوں تو اون میں قرعہ ڈالا جاے شارح کہتا ہے کہ جب خیال میں لحاظ پیشتر ہونے کا کیا جاے تو اب ضرورت قرعہ ڈالنے کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا
کہ چند آدمیوں میں ورع اور علم اور قراءت ایک ہی مدت سے ہوئے ہوں ثم الاحسن خلقاً بالضم الفة بالناس پھر مستحق امامت وہ ہے جو خوش خلق زیادہ
ہو شارح نے کہا کہ خلق بضم خا معجمہ لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں ثم الاحسن وجهاً ای اكثرهم تهجداً پھر زیادہ خوبصورت یعنی لوگوں میں زیادہ تہجد گذار ہم یہہ تفسیر شارح
نے رحم ساتہہ کی اسلیے کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑہے گا دن کو اوسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا کہ اسکی تکلف
کی کچھ حاجت نہیں خوبصورتی ظاہر کی مراد لینی چاہیے کہ خوبصورت کی امامت سبب سے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحهم ای اسمحهم وجهاً
زاد الفقیر میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ پھر سب میں کا زیادہ صبیح یعنی چہرہ میں زیادہ بشاش مستحق ہے ہم اصبح مشتق ہے سماحت سے سماحت کے معنی یہہ ہیں کہ جس سے ملے کشادہ
پیشانی اور ہنس مکہہ ملے تو یہہ بات خلق ظاہری سے علاوہ ہے گر خوش خلقی میں اور اسمین ظاہرا کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا ثم اکرمهم حسباً پھر مستحق وہ ہے جو حسب میں زیادہ
ہو حسب کی رو سے ہم بعض نسخوں میں حسناً نون کے ساتہہ ہے گر چونکہ اسکا ذکر پیشتر ہو چکا پہلا یا موحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے قاموس میں ہے کہ حسب بزرگی ہے جسکو
آدمی اپنے آبا یا مال یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسباً پھر وہ مستحق ہے جو خاندان میں زیادہ شریف ہو مثلاً سید مقدم ہے اور لوگوں پر زاد فی
البرهان ثم الاحسن صوتاً برہان میں یہہ زیادہ کیا ہے کہ پھر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنے اگر صفات گذشتہ میں برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جاےگا قال
فی الاشباه قبیل ثمن المثل ثم الاحسن زوجة اور اشباہ میں تہوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہے کہ پھر مستحق وہ ہے جسکی بی بی زیادہ اچھی ہو اسلیے کہ بی بی
کے اچھے ہونے سے مضمون محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہہ ضرور نہیں ہے کہ لوگوں یا عالموں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہہ مطلب نہیں کہ بقیہ صفات
برابری کیوقت ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے کذا فی الشامی ثم الاکثر مالاً ثم الاکثر جاهاً پھر وہ مستحق ہے جو زیادہ ہو مال میں یعنے مال حلال جسکے
پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی پھر وہ جو زیادہ ہو جاہ میں یعنی لوگوں کے دلوں میں اسکی جگہہ زیادہ ہو ثم الانظف
ثوباً پھر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں اسلیے کہ یہہ امر بھی موجب کثرت جماعت ہے ثم الاکبر رأساً والاصغر عضواً پھر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں
کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضا کا متناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی مگر کلانی سر کی موقع سے ہو بے موقع نہو کذا فی الطحطاوی ثم المقيم على المسافر
پھر مقدم کیا جاے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ صورت میں ہے کہ مقتدی سب مقیم ہوں یا بعض مقیم اور بعض مسافر سب ملے جلے ہوں اور جس صورت میں کہ سب مسافر
ہوں صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولے ہونے مقیم کی ظاہر نہیں اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں کسیکو اولویت
نہیں ثم الحر الاصلی علی المعتق پھر مقدم کیا جاے آزاد اصلی اوس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات میں دو شخص مساوی ہیں مگر ایک
اصل سے آزاد ہے اور دوسرا غلام تہا آپ آزاد ہو گیا ہے تو اصلی مقدم ہوگا اسلیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہیں ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتيمم

عن محدث علی الصحیح و من جنابة پہر مقدم کیا جاوے وہ جس نے حدث سے تیمم کیا ہو اوس شخص پر جس نے جنابت سے تیمم کیا ہو اسلیے کہ بے وضو ہونا خفیف ہے بہ نسبت
جنابت کے **فائدہ** ایک کام کی بات ہے لا یقدم احد فی التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی میں ایک دوسرے سے مزاحم ہوں تو کسی کو بدون
مرجح مقدم کیا جاوے و منه السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور اسباب ترجیح میں سے ہے پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو یا قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنے کو
ہم سبق دو طالب علم ایک استاد سے پڑھتے ہیں تو اول اسکو پڑہا دے جو پیشتر آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہاں فتوی پوچھنے والوں میں تقدیم اسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے
کہا اگر بہتر یہ تہا کہ آنا کی جگہہ استفتا ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ میں معنی استفتا ہی کے لکہے ہیں قال اِن استووا فی المجیء اقرع بینهم انتهی کلام الاشباہ پہر اگر آنے میں برابر
ہوں یعنی سب ایک ساتہہ آئے ہوں تو ان میں قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پہلے نکلے اوسکو مقدم کیا جاوے تمام ہوا کلام اشباہ کا و فی الفصل الثانی والثلثین من
حظر التاتارخانیة و فی طلبة العلوم یقدم السابق فان اختلفوا و ثمه بینة فبها والا اقرع کمجیئهم معاً کالغرقی والحرقی اذا لم یعرف الاول فیه
یجعل کانهم ماتوا معاً اور تیسویں فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ طالب علموں کے سبق میں مقدم کیا جاوے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایک دوسرے کے بعد آئے ہوں
اور ان کچہہ دلیل پیشتر آنیکی ہو تو اوسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جاوے گا جیسے سب کے ایک ساتہہ آنے میں قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتہہ جلنے والوں
اور ڈوبنے والوں میں جب اول نہیں معلوم ہوتا اور یہہ ٹہرا لیا جاتا ہے کہ گویا وہ سب ساتہہ ہی مرے ہیں تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا ہم تشبیہ جلنے والوں اور ڈوبنے
والوں کی صرف یہیں ہے کہ درصورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتہہ ہیں اور قرعہ ڈالنے میں تشبیہ نہیں اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والوں میں قرعہ
نہیں ہوتا کذا فی الشامی و فی محاسن القراء لابن وهبان و قیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء واکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق
والاول من سنه ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القراء میں ہے کہ بعض علما کا قول یہہ ہے کہ اگر استاد کو طالبعلموں کا حال معلوم نہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے
مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی تقدیم پر ہیں اور اول جس نے یہہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر تھے ہم سمہودی نے جواہر العقدین میں یہہ روایت کی ہے کہ ایک
انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچہہ پوچہنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اوسکے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ انصاری تجہہ سے پہلے سوال کر چکا ہے آنا ہے
کہ تیری حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اس میں متابعت اونکی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا
یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم پس اگر مستحقین امامت برابر ہوں یعنی کسی میں وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو
تو برابر صفات والوں میں قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیوں کو اختیار ہے کہ جسکو چاہیں امام بنائیں پہر اگر اختیار میں مقتدی مختلف ہوں کچہہ کسیکو چاہیں کچہہ دوسرے کو تو جو
اونکی اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کریں وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام
کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہہ سے برا کرینگے اور گنہگار نہونگے واعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی
بالامامة من غیره مطلقا الا ان یکون معه سلطان او قاض فیقدم علیه لعموم ولایتهما و صرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جاننا چاہیے کہ
گہر کا مالک امامت کے واسطے بہتر ہے دوسرے لوگوں سے ہر حال میں یعنی گو دوسرا اوس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بہی مالک مکان افضل ہے اور مالک کی مانند ہے
امام معین مسجد کا یعنی وہ بہی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اوس سے صفات گذشتہ میں فائق ہو مگر اوس صورت میں کہ ہو وہی مالک یا امام معین کے ساتہہ بادشاہ یا
قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت اور تسلط بادشاہ اور قاضی کے تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنیکی امام پر
والمستعیر والمستاجر احق من المالک لما مر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت مالک کے اوس دلیل سے کہ پیشتر گذری ہے شامی نے
کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب تہا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر اور کرایہ دار کی ولایت عام نہیں تو یوں کہنا چاہیے تہا لان الولایة لهما فی هذا المحل
دون المالک یعنی اسوقت اون دونوں کا تصرف ہے الخ ولو ام قوما وهم له کارهون ان الکراهة لفساد فیه او لانهم احق بالامامة منه
کره له ذلک تحریما لحدیث ابی داود لا یقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له کارهون وان هو احق لا والکراهة علیهم اور اگر کوئی شخص
ایک قوم کا امام ہوا اور وہ لوگ اسکو برا جانتے ہیں تو اگر اونکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لیئے ہے یا اسوجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام کے زیادہ مستحق امامت ہیں

اوس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالیٰ اوس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جو نایاب قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اوس سے
نفرت رکھین اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اوسکے حق مین امام ہونا مکروہ نہین اور مقتدیون کو اوس سے نفرت کرنا مکروہ ہے ویکرہ
تنزیہاً امامۃ عبدٍ ولو معتقاً قہستانی عن الخلاصۃ ولعلّہ لما قدمناہ من تقدم الحرّ الاصلی اذ الکراہۃ تنزیہیۃ فتنبّہ اور مکروہ تنزیہی ہے
امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا نقلہ القہستانی عن الخلاصہ اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولیٰ
ہے کیونکہ کراہت اس مسئلہ مین تنزیہی ہے اور وہ ترک اولیٰ سے ہوا کرتی ہے پس خبردار ہو جاؤ ایک نسخہ مین بجائے لما قدمناہ کی جگہہ والعلۃ ما قدمناہ ہے یعنی وجہ اسکی
وہی ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہین واعرابیٍّ ومثلہ ترکمان واکراد وعامیٌّ اور مکروہ ہے امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی کی
یعنی ان سب کی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگون کا نفرت اونکی امامت سے وفاسقٍ واعمٰی ونحوہ الاعشٰی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور
اندھے کی اور مثل اندھے کی ہے وہ شخص جسکو رات اور دن مین کم سوجھتا ہو کذا فی النہر اندھے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہے صاحب نہر الفائق نے
بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر مین کم سوجھنے آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فہو اولیٰ مگر یہہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصون سے سوائے
فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت مین اوسکا امام ہونا اولیٰ ہے ہم فاسق کا استثنا پہلے کیا کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اسکی امامت خالی کراہت سے نہین کیونکہ امامت
مین اسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مقتدیون پر اوسکی اہانت واجب ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد یہہ ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندھے کی
امامت مین ہر چند عالم ہو سو علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہے مگر اوسمین نص صریح کے ہونے سے کراہت جاتی رہی یعنی ابن ام مکتوم اور عتبانؓ باوجود
اندھے ہونے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اونکو مدینہ منورہ مین اپنا نائب کیا تھا نماز پڑھانے کو کیونکہ مردون مین اون سے زیادہ لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحطاوی [illegible]
ومبتدعٍ ای صاحب بدعۃٍ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃٍ بل بنوع شبہۃٍ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی بدعت والے کی اور بدعت
اعتقاد کرنا ہے خلاف اوس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بروجہ عناد کیونکہ بروجہ عناد اعتقاد مخالف کا کرنا قطعاً کفر ہے بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم کے
شبہہ سے ہم شمنی نے تعریف بدعت کی یہہ کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ یا استحسان سے پیدا ہو مخالف اوس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے خواہ وہ حق بات
علم ہو یا عمل یا حال اور اوس چیز کو دین اور صراط مستقیم ٹھیرا لیا ہو اس تعریف مین بدعت صرف اعتقاد کا نام نہین جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے وکلّ من کان
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلّون دماءنا واموالنا وسبّ اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالیٰ وجواز
رؤیتہ لکونہ عن تاویلٍ وشبہۃٍ اور جتنے لوگ کہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین وہ بدعت سے کافر نہین ہوتے یہان تک کہ فرقہ خارجیون کا بھی کافر نہین جو ہماری جان اور
مال حلال جانتے ہین اور گالی دینا اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے اور اوسکے دیدار جواز کے منکر ہین یہہ لوگ کافر نہین بسبب اونکے اعتقاد
تاویل اور شبہہ سے ہم تاویل عبارت ہے معنی بنا لینے سے یعنی ان کا اعتقاد اس جہت سے بگڑا کہ معانی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معانی سلف صالحین سے مروی تھے اونکو
پابند نہوئے طحطاوی نے کہا کہ انکار صفات الہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیون کا ہان اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہل سنت سے خارج ہو تو شارح کا قول اونکے انکار
صفات الہی کا درست ہوگا بدلیل قبول شہادتہم الا الخطّابیّۃ خارجی کافر نہین بدلیل مقبول ہونے اونکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی
مسلمان پر مقبول نہین اونکی بھی نہوتی حالانکہ اونکی گواہی مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہین لیکن بدعتی ہین بجز فرقہ خطابیہ کے کہ اونکی گواہی مقبول نہین
طحطاوی نے کہا کہ وجہ اونکی گواہی مقبول نہونیکی یہہ نہین کہ وہ کافر ہین بلکہ یہہ وجہ ہے کہ وہ اپنی ساتھ والون کے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہین ومنّا
من کفّرہم اور ہم حنفیون مین بعض ایسے ہین جو خارجیون یعنی بدعتیون کو کافر کہتے ہین ہم شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہے چنانچہ بحر الرائق مین علامہ نے بعض
فروع ایسی ذکر کیے ہین جن سے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہے مگر اونکے بعد کہا کہ مذہب معتمد یہہ ہے کہ اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نہ کہنا چاہیے وان انکر بعض ما علم من الدین
ضرورۃً کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالیٰ جسمٌ کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصحّ الاقتداء بہ اصلاً فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایسی بات کا
جو دین مین ضروری جانی گئی ہے تو وہ اوس بدعت سے کافر ہو جاویگا مثلاً اوسکا یہہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے مانند اور جسمون کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر

الاعشٰی

رضی اللہ عنہ کا یعنی جس کی عبارت قرآن مجید میں ہے (اذ یقول لصاحبه لا تحزن) کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں تو یاد رکھو اور کہنا چاہیے
و ولد الزنا اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے هذا ان وجد غيرهم والا فلا كراهة بحر بحثا یہ مکروہ ہونا ان لوگوں
کی امامت کا اوس وقت ہے کہ ان کے سوا دوسرا امام اون سے بہتر موجود ہو اور اگر ان سے بہتر کوئی اور وہاں نہیں تو کراہت بھی نہیں ایسا ذکر کیا ہے بحر الرائق میں بحث
کی راہ سے وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھی پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا
ثواب پاویگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے اوسکے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیه اور اسی طرح مکروہ ہے نماز پیچھے
بے ریش کے اور ایسے کم عقل کے ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد جو بعمر [illegible] ہو کہ محل فتنہ ہوا ہو اور جب سب میں زیادہ عالم وہی ہو اور خوف شہوت الخ
کی نفرت کا نہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اسکو کہتے ہیں جو تصرف بمقتضائے شرع یا عقل کے موافق نہ کر سکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصه اور
مکروہ ہے نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جس کا برص پھیل گیا ہو ہم برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اوسکے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہیں اور جذام کا
وہی حکم ہے وشارب الخمر وآكل الربوا ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانے والے اور چغل خور اور ریاکار اور تکلف والے کے ہم شامی
نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچوں فاسق میں آگئے انکو علیحدہ کہنا تکرار بیفائدہ ہے اور فرق ریاکار اور متکلف میں یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے کہ جس کا مقصود لوگوں کی نمائش ہو
خواہ طاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہیں اور متکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہے بہ نسبت ریاکار کے ومن ام باجرة
قهستانی اور مکروہ ہے نماز اوس کے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القهستانی ہم یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے کہ وہ اجرت لینا باطل ہے اور مفتی بہ قول
کے نزدیک جائز ہے کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہے ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہیں کرتا تو اگر ان پر اجرت لینی
ناجائز کہا جاوے تو یہ باتیں بالکل موقوف ہو جائیں زاد ابن ملك ومخالف كشافعي لكن في وتر البحر ان تيقن المراعاة لم يكره او عدمها لم يصح
وان شك كره ابن ملک نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ مکروہ ہے نماز پیچھے مخالف مذہب مثلا شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی تیقن کرے
مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ وہ وضو میں جو شرطیں اور رکن مقتدی کے اعتقاد میں ہیں امام اونکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے
تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کرے گا مراعات اور عدم مراعات میں تو اوس صورت میں اقتدا مکروہ ہوگا ہم ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اهتداء فی الاقتداء میں کہا کہ
ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلا شافعی کے پیچھے جائز ہے بشرطیکہ شافعی خلاف کی جگہوں میں احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر مثلا کے بعد وضو کرے اور اگر
احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنے والے کے پیچھے بلا کراہت درست ہے ورنہ مکروہ ہے شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہے
کہ محققین کا میلان اسی طرف ہے اور قواعد مذہب بھی اسکے شاہد ہیں ويكره تحريما تطويل الصلوة على القوم زائدا على قدر السنة في قراءة واذكار
رضى القوم او لا لاطلاق الامر بالتخفيف نهر اور مکروہ تحریمی ہے طول دینا نماز کا قوم پر قراءت اور ذکروں میں مقدار سنت سے زیادتی کر کے قوم راضی ہو
یا نہیں یہ بڑھانا مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النهر صحیحین میں ہے کہ جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے
کیونکہ لوگوں میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اسلئے کہ شارع نے ترک تخفیف یعنی
تطویل کو مکروہ تحریمی کہا وفي الشرنبلالية ظاهر حديث معاذ انه لا يزيد على صلوة اضعفهم مطلقا ولذا قال الكمال الا لضرورة اور
شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قراءت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقا یعنی اگرچہ قراءت مسنون سے کم ہو اور اسی
وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی جہت سے ہم مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ رض نے سورہ بقرہ
عشاء کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی حضرت معاذ رض کی جناب کی تو آپ نے اون کو
فرمایا کہ تم کیا لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحیها اور سبح اسم اور اقرا اور واللیل پڑھا کرو شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے
یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زائد نکرے گو قدر مسنون سے کم ہو جاوے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ مختصر

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورہ والشمس اور سبح اسم ربک وغیرہ پڑھا کرین جو عشا مین مسنون ہین باوجودیکہ قوم معاذ رضی کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب کتاب کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہہ نہین کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ مسنون سے کم ہوجاے جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہے وصح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز مین معوذتین پڑہین جبکہ رونا ایک بچہ کا سنا ہم نماز فجر مین طوال مفصل کا پڑہنا مسنون ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار معوذتین پڑہین سلام کے بعد لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ مین نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہین اوسکی ماں نہ گہبراوے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو جایز ہے ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوٰۃ جنازۃ لانہا لم تشرع مکررۃ فلو انفردن تفوتہن بفراغ احداہن اور مکروہ تحریمی ہے جماعت صرف عورتون کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سوای نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ مین اونکی جماعت مکروہ نہین اسلیے کہ نماز جنازہ دوبارہ مشروع نہین تو اگر تنہا سب نماز پڑہین گی تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتون کو نماز فوت ہوجائیگی کہ دوبارہ پڑہنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے اسلیے اونکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز مین مکروہ نہوئی ہم نماز جنازہ فرض ایک ہی بار ہے دوسری بار پڑہنا نفل مکروہ ہے تو جب ایک عورت تنہا نماز پڑہیگی تو فرض ادا ہوجائیگا باقی عورتین اوس سے محروم رہ جائینگی اسلیے جماعت سے پڑہنی مین سبکو فضیلت فرض کی فوت نہوگی اور یہہ مسئلہ اوس صورت مین ہے کہ جنازہ پر صرف عورتین حاضر ہون ولو امّت فیہا رجالا لا تعاد لسقوط الفرض بصلاتہا الا اذا استخلفہا الامام وخلفہ رجال ونساء فتفسد صلوٰۃ الکل اور اگر نماز جنازہ مین مردونکی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑہی جاوے بسبب ساقط ہونے فرض کے عورت کی نماز سے یعنی مردون کی نماز تو سرے سے منعقد نہین ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اوسی سے فرض ساقط ہوگیا کذا فی الحلبی مگر اوس صورت مین اعادہ نماز کا چاہیے جبکہ عورتکو امام خلیفہ کرے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتین ہون کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہوجائیگی ہم شیخ رحمتی نے وجہ سب کی نماز فاسد ہونیکی یہہ بیان کی کہ جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہین تو خود وہ اوسکا مقتدی ٹہرا اسلیے اوسکی نماز فاسد ہوئی اور اوسکی نماز کے فساد کے سبب مقتدیونکی نماز فاسد ہوگئی فان فعلن تقف الامام وسطہن فلو تقدمت اثمت الا الخنثی فیتقدمہن پہر اگر عورتین باوجود کراہت کے جماعت کرین تو عورت امام اونکے بیچ مین کہڑی ہو تو اگر آگے بڑہکر کہڑی ہوگی تو گناہگار ہوگی بجز خنثے کے کہ وہ عورتون سے آگے بڑہ کر کہڑا ہو۔ بیچ مین ہم لفظ امام مین مذکر و مونث برابر ہین اور بیچ مین کہڑی ہونے سے یہہ مراد ہے کہ صف کے برابر ایسی طرح کہڑی ہو کہ اوسکی ایڑیان صف کی ایڑیون سے آگے نکلی رہین اور خنثے کے آگے بڑہنے کی یہہ وجہ ہے کہ اگر اوسکو مرد فرض کرین تو عورتون کی برابری سے اوسکی نماز فاسد ہوجائیگی اسوجہ سے کہ اوسکی نماز نہوگی کذا فی الطحطاوی کالعراۃ فیتوسطہم الامام ویکرہ جماعتہم تحریما جیسے ننگے آدمی کہ امام اونکے بیچ مین کہڑا ہو اور اونکی جماعت مکروہ تحریمی ہے کذا فی الفتح ہم بیچ مین کہڑی ہونیکی قید سے افادہ کیا کہ تشبیہ ننگون اور عورتون کی جماعت مین صرف بیچ مین کہڑے ہونے مین ہے ہر وجہ سے نہین کیونکہ ننگونکو بیٹھکر نماز پڑہنا افضل ہے بخلاف عورتون کے کذا فی البحر اور وجہ کراہت جماعت کی غالبا دیکہنا دوسرے کی برہنگی کا ہے ویکرہ حضورہن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا العجائز المتفانیۃ اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتون کا جماعت مین اگرچہ حاضر ہونا جمعہ مین اور عید مین اور وعظ مین ہو مطلقا یعنی اگرچہ بوڑہی عورت ہو یا جوان رات کو مجمع مین حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہے مذہب مفتی بہ پر بسبب خرابی زمانہ کے اور مستثنا کیا ہے اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑہی عورتون فانی کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین عورتین جماعت مین حاضر ہوتی تہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتونکو مسجدون مین جانے سے منع فرمایا عورتون نے اونکی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی آپ نے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمر رض کو معلوم ہوا تو تمکو اجازت مسجد مین جانیکی نہ دیتے اسی واسطے متاخرین نے فتوی دیا کہ عورتون کا نکلنا جماعتون مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ الرجل لہن فی بیت لیس معہن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ او زوجتہ او امتہ اما اذا کان معہن واحد ممن ذکر او امہن فی المسجد لا یکرہ بحر جیسے مکروہ ہے امام ہونا مرد کا عورتون کو ایسے گہر مین کہ امام کے سوا کوئی مرد عورتون کے پاس نہو اور نہ کوئی محرم امام کی عورتون مین ہو مثلا امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتون کے ساتھہ ان تینون مین جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد انکی امامت مسجد مین کرے تو مکروہ نہوگا کذا فی البحر ہم یعنی مرد اگر عورتون کا امام ہو تو خلوت کے مکان مین نہو یہانتک کہ مسجد مین ہو تو دروازہ مسجد کا کہلا ہونا

ہی اور اگر کسی عذر سے کھڑا ہوا مثلاً وہ شخص تکبیر ہو اور طاق پر چڑھنے سے آواز سب صفون میں پہونچیگی تو اس صورت میں مکروہ نہیں اور نمازی نے بعد نیت کی اگر
اپنے سامنے کی صف میں جگہہ چھوٹی دیکھی اور اپنی جگہہ سے چلکر اگلی صف میں کھڑا ہو گیا تو اوسکی نماز فاسد نہوگی پہر فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے یا
تنزیہی اسکی تنقیح چاہیے مگر حدیث شریف میں جو وعید آیا ہے کہ جو شخص صف کو قطع کرے اوسکو خدا قطع کرے اس کا مؤید ہے کہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی قلت
وبالکراہۃ ایضاً صرح الشافعیۃ میں کہتا ہون کہ فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑے ہونیکی کراہت کو شافعیون نے بھی صرح کردیا ہے قال السیوطی فی بسط الکف فی
اتمام الصف وھذا الفعل مفوت لفضیلۃ الجماعۃ الذی ہو التضعیف لا لاصل برکۃ الجماعۃ فتضعیفہا غیر برکتہا وبرکتہا ھی عود برکۃ الکامل
منہم علی الناقص انتہی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف میں بیان کیا ہے کہ صف میں جگہہ چھوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہے ثواب سو گنا
کئی گنا ہوتا ہے نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہیں کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہے برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہہ ہے کہ نمازیون میں سے کامل شخص کی رحمت
ناقص پر پہنچتی ہے انتہی یعنی یہہ جو وارد ہے کہ جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنی زیادہ ہے فرجہ چھوڑنے سے یہہ ثواب نہیں ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی
جو کامل شخصون کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہے اوسمین حاضرین شریک ہوجاتے ہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ صفیون کے نزدیک تضعیف بھی ملتی ہے مگر ثواب
کی ساتھہ ولو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی لہ خرق الثانی لتقصیرہم اور اگر نمازی اول صف میں فرجہ پاوے نہ دوسری میں تو اوسکو جائز ہے چیر کر دوسری
صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے هم یعنی جب کوئی شخص نماز میں داخل ہونا چاہے اور اگلی صفون میں جگہہ دیکھے تو پچھلی صف والون کے سامنے کو یا اون کو
چیر کر اوس جگہہ میں جا کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والون کا قصور ہے کہ اونہون نے جگہہ کو نہ بھرا اسلیے اونکو چیر جانا یا اونکی نماز کے آگے کو گذرنا کچھہ مضائقہ نہیں کسلیے کہ حدیث میں وارد ہے
کہ جبکہ کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اوسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اوسکی گردن پر ہوکر چلا جاوے کہ اوسکی کچھہ تعظیم نہیں ہے اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس
فی الحدیث من سد فرجۃ غفر لہ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہوگی وصح خیارکم الینکم مناکب فی الصلوۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی حدیث صحیح
آیا ہے کہ تم میں سے بہتر وہ ہین جو نماز میں زیادہ نرم شانہ ہون یعنی اگر کوئی صف میں داخل ہونیکے لیے اونکے شانہ پر ہاتھہ رکھے تو وہ شانہ کو نرم کردین اور اسکو جگہہ دیدین وبھذا یعلم
جہل من یتمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انہ ریاء کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہے جہالت اوس شخص کی جو رک رہتا ہے جب
کوئی صف میں داخل ہونیوالا اسکی برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہے کہ دوسرے کو جگہہ دینی نمود کی بات ہے جیسا مشرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں هم بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا
ہے کہ ریا کا گمان اسلیے ہے کہ نمازی دوسرے کیلیے حرکت کرتا ہے حالانکہ یہہ بات نہیں بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہے اور فرجہ کو بند کرکے حکم کی تعمیل کرتا ہے
لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرہا ما یخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگون نے قنیہ اور اور کتابون سے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مخالف نقل بحر الرائق کے
ہے هم یعنی مصنف وغیرہ نے بحث صاحب قنیہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیکو ہٹایا اور وہ اوسکے لیے جگہہ دینے کو ہٹگیا تو اوسکی نماز فاسد ہوجائیگی اسلیے کہ اوس نے
نماز میں خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس استدراک کا مذکور کرنا بہتر تہا اسلیے کہ مخالف حدیث کی ہے یعنی جب حدیث سے ثابت ہوگیا کہ دوسرے کو جگہہ دینے کیلیے
ہٹنا افضل ہے تو پھر فساد نماز کے کیا معنے ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتأخر فهل ثم فرق فلیحرر پھر مصنف نے نہ فاسد ہونے
نماز کے تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صف میں سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا اس میں اور پہلے مسئلہ میں کچھہ فرق ہے اسکی تنقیح چاہیے هم مسئلہ قنیہ کی یہہ
صورت ہے کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑھہ وہ آگے بڑھگیا یا دوسرے نے صف میں ملنے کیلیے اول کو ہٹایا اور اوس نے جگہہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد
ہوگی کہ مخلوق کے امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون اسکے امر کے نمازی نے جگہہ دی تو اس مسئلہ میں اور اسمین کچھہ فرق نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل وار
بیان کیا جاوے تو خوب ہے یعنی دونو مسئلون میں اگر ہٹنے والا یہہ سمجھے کہ میں اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونو جگہہ فاسد نہوگی اور اگر خیال امر
شرعی کا نکرے صرف نماز میں شریک ہونیوالے کی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ لا یعم العبید صف باندہین امام کے پیچھے مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول
مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلامون کو کہ مرد آزاد ہون یا غلام یہہ قید اسلیے لگائی تا کہ معلوم ہو کہ حلیہ میں جو لڑکون کو بالغ غلامون پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہیں
اسلیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مجہہ سے قریب بالغ عاقل رہین اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحداً دخل الصف

پیچھے صحیح ہے درست نہیں کذا فی الحلبی وصح اقتداء بالمماثل الا ثلثۃ الخنثی المشکل والضالۃ والمستحاضۃ ای لاحتمال الحیض فلو امنی
صحیح اور جو کہ مجتبےٰ میں مذکور ہے کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنے مثل کے درست ہے مگر تین شخصوں کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں اول خنثی مشکل کا اقتدا دوسرے خنثی مشکل کے
پیچھے درست نہیں اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنی مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے یہہ دونوں
ناجائز ہیں بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگر یہہ احتمال دور ہو جاوے اسطرح کہ یقین ہو مستحاضہ کا تو اقتدا درست ہوگا ہم ضالہ اور متحیرہ
اوس عورت کو کہتے ہیں جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں شبہہ ہیگا کہ جس روز وہ امام ہی وہ کہیں
حیض کا نہو مگر مستحاضہ میں یہہ صورت مشکل ہے اسلیئے کہ خون استحاضہ پر احتمال حیض نہیں ہو سکتا ہاں یون ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چھہ روز کے حیض کی تھی پھر مثلاً ایک
بار بڑھ گئی تو چھہ سے دس تک کے دنوں میں دو احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع ہوگا تو یہہ دن حیض کا ہوگا اور اگر دس سے بڑھ جائیگا تو استحاضہ کا
ہوگا تو ایسی مستحاضہ کی امامت درست نہوگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ میں نے مجتبےٰ کی عبارت میں یہہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا
اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں اور اس نسخہ میں اسطرح کا اشکال نہیں اور لفظ الخنثی مبتدا ہے اور اسکی خبر قول شارح ای لاحتمال ہے یعنی مفسر کلہ یعنی مجتبی کے قول کی تفسیر اسی
طرح ہے کذا فی الشامی ولا حافظ اٰیۃ من القراٰن بغیر حافظ لھا وھو الامی اور نہیں درست ہے اقتدا اوس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اوسکے
جسکو ایک آیت بھی یاد نہو اور وہی امی کہلاتا ہے ولا امی باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فصح عکسہ اور نہیں جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر
ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہوگا اوسکا عکس یعنے اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہو تو
اوسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہوگا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نرہی ولا مستور عورۃ بعار فلو امّہم العاری عریانا ولابسین
فصلوۃ الامام وممَاثلہ جائزۃ اتفاقا وکذا ذو جراحۃ بمثلہ وبصحیح اور نہیں صحیح ہے اقتدا برہنگی کے چھپانیوالے شخص کا پیچھے ننگے کے تو اگر امام ہوا برہنہ شخص
برہنوں اور کپڑے پہنے ہوؤں کا تو امام کی نماز اور اسکی مثل کی یعنی برہنہ مقتدیونکی جائز ہے بالاتفاق اور اسیطرح درست ہے نماز زخم والے کی ساتھ دوسرے زخمی اور
تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہوا ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونوں زخمیوں کی جائز ہے ہم بالاتفاق کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریوں کا
تو امام کے نزدیک سبکی نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسا نہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کر کے سبکی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں
میں بحر الرائق میں یون بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قراءت کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کر کے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے حدیث کی
رو سے تو جب اوس نے ایسا نکیا تو نماز اوسکی فاسد ہوئی اسلیئے سبکی نماز فاسد ہوگی اور ستر عورت اور طہارت کا یہہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیئے
کافی ہو اسیواسطے کپڑے پہنے والونکی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہوگی کذا فی الشامی وبمعذور ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنھما لبناء
القوی علی الضعیف اور نہیں درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والیکا پیچھے اوس شخص کے جو رکوع اور سجدے سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب
بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر رکوع وسجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض
فرضا آخر لان اتحاد الصلوتین شرط عندنا اور نہیں صحیح ہے اقتدا فرض پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والیکے اسلیئے کہ دونو
نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک ہم پیشتر اس باب کی شروع میں کہہ چکے ہیں کہ اتحاد امام ومقتدی کی نماز سے یہہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز میں
داخل ہو سکے یعنی اگر یہہ نیت کرے کہ میں امام کی نماز پڑھتا ہوں تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے
وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے ہم یہہ جواب امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہے کہ حضرت معاذ رض
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر وہ نماز عشا پڑھا یا کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والیکا اقتدا پیچھے
نفل والے کے درست ہے کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑھ جاتے تھے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھتے تھے وہ نفل ہوتی تھی اور مقتدی اونکے پیچھے فرض پڑھتے تھے

اعتبار نہیں تا لتنہ قطع عشرۃ آپس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونیکی شرطین وہ ہین جنانچہ مترجم نے اونکو شمار کے ساتھہ لکہا ہے اور اگر شرکت در تحریمہ اور شرکت
وما داکو دو قرار دے تو گیارہ ہو جاتی ہین اور پیچھے بیٹھنے کے لیے امام کے اشارہ کرنے کو بعد شرط ٹہیراؤ تو بارہ ہوتی ہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی
محاذات سے تین مردون کی نماز فاسد ہو سکتی ہے ایک اوسکی جو عورت کی داہنی طرف ہو ایک بائین طرف والے کی ایک پیچھے کھڑے ہونیوالے کی اس سے زیادہ کی نماز فاسد
نہو گی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہو نگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیون کے دھاذا ۃ لا مرد الصبی المشتہی لا یفسد ھا علی المذھب تضعیف
لما فی جامع المحبوبی و درر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الھمام اور محاذی ہونا بڑی ریش لڑکے
خوبصورت لائق شہوت کا مارکو فاسد نہیں کرتا یہی مذہب ہے شارح نے کہا کہ ماتن کا یہہ کہنا ضعیف بتانا ہے اوس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار مین مذکور ہے یعنی نماز کا
فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہہ ہے کہ نماز کے فاسد ہونیکی علت عورت مین شہوت نہیں تاکہ اوسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹہیرایا جاے بلکہ وجہ فساد چہوڑنا
فرض مقام کا ہے جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے ثابت کیا ہے مرجمہ اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات مین شہوت ہوتی تو چاہیے تہا کہ بڑہیا اور مائیں اور دوسری محرم
کی محاذات سے بہی فساد ہوتا حالانکہ اون سے بہی ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہان عورت کو کہڑا کرنا فرض تہا اوس جگہہ نہ کہڑا کیا و لا یصح اقتداء
رجل بامرأۃ و خنثی و صبی مطلقا و لو فی جنازۃ و نفل علی الاصح اور نہین صحیح ہے اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز مین اگرچہ نماز جنازہ
اور نماز نفل مین ہو صحیح تر قول کے بموجب مرجمہ طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت مین خلل ہے اسلیے کہ اگر مراد رجل سے بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا
پیچھے عورت اور خنثے کے درست ہے اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ اقتدا نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہین حالانکہ
دونو باتین غیر واقع ہین تو بہتر یہہ تہا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہین اقتدا مرد کا عورت اور خنثے کے پیچھے اور نہ بالغ کا لڑکے کے پیچھے کذا فی الحلبی اور
علی الاصح راجع ہے صرف مرد بالغ کے اقتدا کو نفل نماز مین ہدایہ میں کہا کہ تراویح اور سنتوں مین مشایخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہے اور مختار یہہ
کہ کسی نماز مین لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہین خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف و خسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہین اسکو حکم نماز کا صرف
عادت پڑنے کے لیے کیا جاتا ہے اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا اوس پڑہنے والے کے پیچھے لازم آویگا اور یہہ بہی درست نہیں اور نفل کو
اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ کی نفل قوی تر ہے کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے کہ نہ لڑکے کی نفل و کذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع فی غیر حالۃ افاقتہ
و سکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسیطرح درست نہین اقتدا پیچھے مجنون اطبق یا مجنون منقطع کے سواے حالت افاقہ کے اور پیچھے متوالے کے یا بے ہوش کے ذکر کیا ہے
اسکو حلبی نے مرجمہ مطبق بضم میم و کسر موحدہ وہ جنون جسمین کبہی ہوش نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبہی افاقہ ہوتا ہو اور کبہی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہہ ہے کہ مجنون مکلف
نہیں اور متوالے اور مدہوش مین نیت کا نہیں و لا طاہر بمعذور ھذا ان قارن الوضوء الحدث او طرء علیہ بعدہ و صح لو توضأ علی الانقطاع
و صلی کذلک اور نہیں صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہہ شرط ہے کہ جب وضو کے ساتھہ ہی حدث جاری ہو یا بعد وضو کرنیکے یعنی نماز سے پیشتر حدث اور بیماری
طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہے بشرطیکہ عذر نہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑہی ہو یعنی تمام نماز مین عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور کے پیچھے درست
ہو جاویگا مرجمہ طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تہا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ٹہرانے سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہین حالانکہ شرعا وہ
طاہر ہے و کا اقتداء مفتصد امن حرج الدم و کا اقتداء امرأۃ بمثلھا و صبی بمثلہ و معذور بمثلہ و ذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات
ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا و نجاسۃ جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کہلوانیوالے کے کہ خون نکلنے سے مامون ہو اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا پیچھے
ایسی مثل مثل دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے کے پیچھے اور اقتدا عذر والے کا اپنے مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والے کا ایک عذر والے کے پیچھے نہین
صحیح ہے اس کا عکس یعنے اقتدا کرنا ایک عذر والے کا دو عذر والے کے پیچھے مثلا اقتدا کرنا بای والے کا اوس شخص کے پیچھے جسکو سلس البول ہو درست نہین اسلیے کہ امام
یعنی سلس البول والے کے ساتھہ دو عذر ہین ایک بے وضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی مین صرف ایک عذر ہے یعنی بای سے بے وضو ہونا مرجمہ نہر الفائق
مین کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اسوقت صحیح ہے جب کہ دونو کا عذر متحد ہو تو اس صورت مین یہہ جو شارح نے کہا کہ دو عذر والے کا اقتدا ایک عذر والے

دوسری اقوال [illegible] ہو اور مذکور ہوئیں تو نہیں صحیح شروع کرنا مقتدی کا نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ جہت مختلف ہونے سے دونون کی شرکت کا نقصان ہے
شرکت میں ہو جاتا ہے بسبب تنہائی کی نماز کا نہیں صحیح شروع قول صحیح پر کذا فی المحیط اور بحر الرائق میں عدم صحت شروع کو مذہب کہا ہے اور عدم صحت شروع
یہ ہے کہ جب امام عورت کی امامت کی نیت نہ کرے اور عورت نے اقتدا کیا تو اسکا شروع صحیح نہوا تو پھر اس کا فساد بھی صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام العلامۃ یفید ان ہذا
قول محمد خاصۃ تصنیف کہا لیکن صاحب کافی کا کلام بیان کا سبب ہے کہ عدم صحت شروع قول صرف امام محمد کا ہے خلاصہ میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ پر [illegible]
ترک کیا مقتدی نے خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو یا امر یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں اور شیخین کے نزدیک ہوجاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی البحر
بعد تصحیح الشیخین لم جالہ ان المذہب انعقادہا نفلا فتامل میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں دعوی
کیا ہے کہ مذہب یہی ہے کہ نماز کا نفل ہے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو صاحب بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا ہے اگر
مرد مقتدی ہو اور عورت نے ظہر کی نیت سے اسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا اسکا ہر چند فرض میں صحیح نہوا مگر نفل میں موجب
درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل میں اقتدا باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھیرا ورنہ نماز مرد کی
کیوں فاسد ہوتی اور یہاں دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونوں مقام میں صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ فالاشبہ ما فی الزیلعی انہ متی فسد
لفقد شرط کطاہر بمعذور لم تنعقد اصلا وان لاختلاف الصلوتین تنعقد نفلا عند ہما وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ اور اس وقت بہت
جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب میں مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ وہ قول ہے جو زیلعی میں ہے کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائی جانے کسی شرط کے
چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز نفل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نماز کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی نفل
ٹھیرے موافق مذہب شیخین کے یعنی نفل کا فاسد کرنیسے قضا اوسکے ذمہ لازم ہوگی اور شروع خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہی ٹھٹھے سے یہی صحت شروع کا قول ہے وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ ایسی نماز میں پایا جائیگا اور عدم صحت کا قول پر وضو نہ ٹوٹیگا اور زیلعی کی تفصیل سے دونوں قولوں میں توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح کا
صورت پر محمول ہو کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونیسے ہو اور صحت کی تصحیح اوس پر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں فاسد ہوا اصل میں باقی رہے ولا یفسد الا قدر
صف من النساء بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور صف کامل ہو اقتدا ہو عورتوں کی صف بدون ایسے حائل کے
جو مقدار ایک ہاتھ کے ہو یا بدون اونکے مرتفع ہونیکے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ اور عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مرد ونکی اونکے پیچھے
ہونگی سبکی نماز فاسد ہوگی اور اگر تین عورتیں ہونگی تو مردونکی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہونگی تو برابر اول
صف کے دو مردونکی نماز فاسد ہوگی جو اونکے پیچھے ہیں اور اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے کے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے آخر صفوں تک اور قیاس یہ
مقتضی ہے کہ اگر عورتیں پوری صف ہوں تب بھی اونکے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں کی نماز نہ فاسد ہو پہلی اس لیے کہ اونکی
صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردونکے لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے ایک یا دو عورتوں میں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمر رض سے
موقوفاً اور مرفوعاً ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان اور اسکے امام کے بیچ میں نہر یا رستہ یا عورتوں کی صف
حائل ہو [illegible] ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتوں کے لیے ہی صف میں بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار
[illegible] اتوا رستہ عام یا نہر جس میں گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے تاتارخانیہ کہا کہ نہا بعض تحقیق یہ آیا ہے کہ
[illegible] زوردار ولو فی المسجد یا ایسا اقتدا ہے نہر جس میں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی کشتی یعنی ڈونگی ہو اور اگرچہ نہر مسجد
[illegible] فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر او تصلت الصفوف فیصح مطلقا کاقتداء من فی الطریق ثلثۃ وکذا الثانی عند الثالث
لا واحد ومثنی اتفاقا لانہ لکراہۃ صلوتہ صار وجودہ کعدمہ فی حق من خلفہ یا ایسا اقتدا ہے یعنی اتنا میدان جنگل میں یا بہت بڑی مسجد میں مثل مسجد
قدس کے کہ اس میں گنجائش دو صفوں یا زیادہ کی ہو مگر مسجد میں مانع نہیں جبکہ صفیں ملی ہوئی ہوں تو صحیح ہے اقتدا مطلقاً یعنی اگرچہ بیچ میں نہر یا راہ ہو مثل اس

تین شخص کھڑے ہو جائیں تو صفیں متصل ہو جائینگی اور اسیطرح اگر دو کھڑے ہوں امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ایک شخص بالاتفاق اسلیے کہ بسبب مکروہ ہونے نماز اکیلے شخص کے
اوسکا وجود مثل عدم کے ہوگیا اون لوگوں کے حق میں جو اوسکے پیچھے ہیں یعنی ایک شخص کے رستہ میں کھڑے ہونے سے صفوں کا اتصال ثابت نہوگا جیسا دو کا کھڑا
ہونا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے ھ اور نہر میں صورت اتصال یہہ ہی کہ پل پر صفیں ہوں یا کشتیاں باندھکر اون پر لوگ کھڑے ہو جائیں اور صحرا کی
قید اسلیے لگائی کہ گھر اور مسجد میں جگہہ کا چھوٹنا مانع اقتدا نہیں اور گھر صحیح تر قول میں مثل مسجد کے ہی یعنی اوسمیں بھی بدون اتصال صفوں کے اقتدا صحیح ہی اور
بڑا مکان مثل جنگل کے ہی اور حد بڑے کی یہہ ہی کہ جسکا صحن چالیس ہاتھہ یا زیادہ کا ہو اور بعضوں نے ساٹھہ ہاتھہ کہا ہی مگر قول اول مختار ہی کذا فی الشامی والحائل لا یمنع
الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع اور رؤیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنے آڑ کا ہونا درمیان امام اور مقتدی کے
مانع اقتدا نہیں بشرطیکہ مقتدی پر حال اوسکے امام کا اوسکی آواز سننے یا اوسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ کھڑکی جھنجری دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے
کا ہو صحیح تر قول میں ھ طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکساں ہے اور دیکھنا عام ہے اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو دیکھے
ولم یختلف المکان حقیقۃ کمسجد وبیت فی الاصح قنیۃ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہیں بشرطیکہ مکان مختلف نہو حقیقت میں جیسے مسجد
اور گھر ہی صحیح تر قول میں کذا فی القنیۃ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفوں کے ملنے کیوقت یعنی اگر درمیان میں رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونوں کنارے رستہ نہر کے مکان مختلف ہیں
مگر صفوں کے اتصال کیصورت میں حکما ایک ہی مکان ہیں اسلیے مانع اقتدا نہیں ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر وبحر و
اقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرھان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواھر الجواھر و
مفتاح السعادۃ ومجمع الفتاوی والنصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النھر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اوس مکان کی
چھت سے جو مسجد کے ساتھہ ملا ہوا ہی تو جائز نہوگا بسبب اختلاف مکان کے کذا فے الدرر والبحر وغیرہا اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہی اس قول پر شرنبلالیہ میں اور
برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہی نہ اختلاف مکان کا میں کہتا ہوں اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادہ
اور مجمع الفتاوی اور نصاب اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق میں زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہی ایک جماعت متاخرین کا ھ فتاوی
عالمگیری میں ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر میں اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اوسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو یا ہو مگر صفوں سے بھر گیا ہو
وصح اقتداء متوضئ لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئ بسؤر حمار مجتبی بحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتھہ پانی نہیں تیمم والے کے اگرچہ ساتھہ
وضو کرنیکے گدہے کے جھوٹے پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر ھ مقتدی کے ساتھہ پانی نہونیکی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اوسکے ساتھہ ہوگا تو امام کو پانی مل سکنے کا معلوم ہونے میں
اقتدا صحیح نہوگا کیونکہ تیمم امام کا اسکے عقیدہ میں باطل ہے اور یہہ اسوقت ہی کہ امام نے تیمم پانی کے نہونیکی سبب سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست
ہوگا گدہے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنیکے ساتھہ تیمم کرنیکے یہہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض بھی ادا کرلیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑہے تو اقتدا
درست نہوگا اسلیے کہ ادائے فرض میں شک آگیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہی اقتدا دھونیوالے کا پیچھے مسح کرنیوالے کے اگرچہ مسح شکستہ
عضو کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پانوں کو دہوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالے کا اقتدا کر سکتا ہی اور جو شخص غسل یا وضو میں تمام اعضا کو دہوتا ہی وہ ایسے شخص کا اقتدا کر سکتا
ہی جسکے ایک عضو پر کھپاچ بندہی ہیں وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلوتہ قاعدا وھم قیام وابو بکر یبلغھم تکبیرہ
وبہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتھم فی جمعۃ وغیرھا یعنی اصل الرفع اما ما تعارفوہ فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام
فتح اور درست ہی اقتدا کھڑے شخص کا پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑہتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی آخر نماز بیٹھکر پڑھی اور مقتدی
کھڑے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رض لوگوں کو آواز آپ کی اللہ اکبر کی پہنچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہنچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنوں کی آواز کے بلند کرنیکا جمعہ وغیرہ
میں یعنی اصل بلند کرنا جائز ہی اور یہہ جو ہمارے زمانہ میں موذنوں نے رائج کرلیا ہی سو بعید نہیں کہ مفسد اون کی نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتھہ ملحق ہی کذا فی فتح القدیر
ھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اسطرح پڑہائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپنے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں جب حضرت صدیق نے تحریمہ

کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانیکے بعد کہا کہ وہ شخص کافر ہے تو یہ قول اسکا نمانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونیکی دلیل ہے اور امام پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونیکے لیے کیونکہ اوس کلام سے وہ مرتد ہو گیا بالقدر الممکن بلسانہ او بکتابتہ او رسولہ علی الاصح لو معیّنین والا لا یلزمہ بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاوی عدمہ مطلقًا لکونہ عن خطاءٍ معفوٍ عنہ لکن الشروح مرجحۃ علی الفتاوی امام کے ذمہ خبر دینا جسطرح کہ ہو سکے یعنی زبان سے کہکر یا خط لکھکر یا قاصد بھیجکر لازم ہے صحیح قول کے بموجب اگر مقتدی معین یعنے معلوم ہون اور اگر معلوم نہون تو خبر دینا اوسپر لازم نہین کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑی معلوم ہون اور تھوڑی نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تصحیح کی ہے مجمع الفتاوی مین نہ خبر دینے کی مطلقًا یعنی خواہ نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب ہونے اس فعل امام کے خطا کے طور پر جیسے گذر گئی ہے لیکن شرحون ترجیح دی گئی ہے فتاوون پر یعنی خبر دینا معراج الدرایہ شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین مذکور ہے تو مجمع الفتاوی کا قول انکے سامنے قابل التفات نہین شامی نے کہا کہ بالقدر متعلق اخبار سے ہے اور علی الاصح متعلق ہے یلزم سے

واذا اقتدی امیٌّ وقاریٌ بامیٍّ تفسد صلوۃ الکل للقدرۃ علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ اولا نواہ اولا علی المذھب او استخلف الامام امیًّا فی الاخریین ولو فی التشھد اما بعدہ فتصح لخروجہ بصنعہ تفسد صلوتہم لان کل رکعۃ صلوۃ فلا تخلو عن القراءۃ ولو تقدیرًا اور جبکہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سبکی فاسد ہوگی بسبب قادر ہونے امیون کے قراءت پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نکی ہو بنا بر مذہب قوی کے شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہہ ہے کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہین تو جب علم شرط نہوا تو نیت بھی بطریق اولے شرط نہوگی انتہے یا خلیفہ کر دے امام کسی امی کو پچھلی دو رکعتون مین اگرچہ تشہد مین خلیفہ کرے فاسد ہوگی نماز بسبب اسکے کہ ہر رکعت نماز علیحدہ ہے تو خالی نہوگی کوئی رکعت قراءت سے اگرچہ قراءت تقدیری ہو اور امی مین قراءت تقدیری بھی نہین کیونکہ وہ اہل ہی نہین تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جس مین صلاحیت امامت کی نہین اسلیے نماز مقتدیونکی فاسد ہوئی اور امام کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیونکی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل یعنے استخلاف سے وصحت لو صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھی ہر ایک یعنی امی اور قاری نے تنہا قول صحیح مین ہم قول صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت مین بھی جائز نہین بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ مین قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفردًا فانہا تفسد فی الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نکرے اور تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہوگی صحیح تر قول مین اوس وجہ کے سبب سے کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قراءت کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اوسکی قراءت اسکی بھی قراءت ہو جاتی فاعلم ان المدرک من صلاھا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے جس نے نماز کی پوری رکعتین امام کے ساتھ پڑھی ہون اور لاحق وہ مقتدی ہے جس نے کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتین امام کے ساتھ نہ پڑھی ہون مگر اقتدا کرچکنے کے بعد یہہ رکعتین فوت ہوئی ہون بعذر کغفلۃ وزحمۃ وسبق حدث وصلوۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلاً غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے رہنے سے یا خوف کی نماز یا مقیم کا اقتدا کرے مسافر کے پیچھے ہم غفلت کی صورت یہہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہان تک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھلی اور انبوہ کی صورت یہہ ہے کہ مثلاً جمعہ مین اقتدا کیا اور لوگون کی کثرت کی باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بے وضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونو لاحق ہو سکتے ہین امام کے لاحق ہونیکی یہہ صورت ہے کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اوس نے اس اثنا مین کل یا بعض رکعات پڑھ لین اور خوف کی نماز اسطرح ہوتی ہے کہ امام فوج کے دو حصہ کرکے ایک کو نماز پڑھا دے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوۃ خوف مین بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہے وہ مراد نہین اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعتون والی نماز مین مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتین اور پڑھنی پڑینگی اون دونو مین مقیم کا حکم لاحق کا ہے وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوع وسجود فانہ یقضی رکعۃ اور اسیطرح ہے فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر

ایک رکوع اور سجدہ کرنے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑھنے میں لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلا یاتی بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامۃ
وبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کی طرح ہے یعنی فوت شدہ رکعت میں قرات نہ پڑھے اور اگر اوسکے پڑھنے میں کچھ سہو ہو جاوے تو سجدہ سہو نکرے اور
اوسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہو گیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے میں نیت اقامت کی کرلی تو دو ہی رکعت اوسکے ذمہ رہیں گی چار
نہو جاوینگی اور شروع کریگا ادا کرنا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہو گئیں پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق یعنی مسبوق کے برعکس یعنی
ما فوق مذکور دیا لاحق مسبوق کے برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز میں قرات پڑھیگا اور اگر اوس میں سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے
اوسکا فرض بدل جائیگا دو کی جگہ چار رکعتیں پڑھنی ہونگی اور اول امام کی متابعت کریگا بعد اوسکے فارغ ہوکے باقی نماز پڑھیگا ثم تابع امامہ ان فرغ
ادرکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت
کرے اگر امام کا پالیا اوسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قرات پڑھے جسمیں مثلا سو گیا تھا اوسکے بعد وہ پڑھے
قرات کے ساتھ جس میں مسبوق ہوا ہو صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہے کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت میں شریک ہو کر لاحق ہو گیا یعنی تیسری اور چوتھی
رکعت میں اوسکو نیند آگئی تو وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قرات پڑھے پھر اول رکعت کو قرات کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت ثم صلی ما سبق بہا سے بہتر
تعبیر یوں تھی کہ شارح یوں کہتا وبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم تابع الامام ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضا کی ما فات کو بغیر قرات
کے برعکس مسبوق کے پھر متابعت امام کی کرے اگر اوسکو نماز میں پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمیں مسبوق ہو گیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح ہو لیکن
غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ ممنوع ہے اسکی تصریح نہ کا ترجمہ اوپر لکھا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اس کا عکس کرے یعنی اول وہ
رکعت پڑھے جس میں مسبوق ہوا پھر وہ جس میں لاحق ہوا تو نماز صحیح ہوگی اور گناہ گار ہوگا بسبب کہ ترتیب رکعات کی خود واجب اور امام زفر کے نزدیک اوسکی نماز
صحیح ہو گی کیونکہ ترتیب رکعات اوسکے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے امام
سب رکعتیں یا بعض رکعتیں پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہو گا تو سب رکعتوں میں مسبوق ہوگا ورنہ بعض میں ہم غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہونگے
اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد فیما یقضی ویثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد
بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم اور اعوذ اور قرات پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ ہو لے قرات
پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قرات مکروہ ہونیکی جہت سے وہ سکا کچھ شمار نہیں وجود و عدم برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ
لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد اوس نماز میں کہ قضا کرے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اوسکے پڑھنے میں منفرد ہے شارح کہتا
کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت لینے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت کے یعنی اثنائے متابعت میں پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا
فاسد ہونا ہے اسلئے کہ منفرد ہونا اقتدا کی محل میں درست نہیں ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ و آخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر
یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ و تشہد بینہما و برابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قرات کے باب میں اول اپنی نماز کا اور تشہد
کے باب میں آخر اپنی نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرات کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملا لیوے اب مسئلہ کی تصریح
کرتا ہے کہ پانیوالا ایک رکعت کا بجز فجر کے سوا دوسری نمازوں میں بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتیں اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ اور اونکے درمیان میں تشہد کے ساتھ
ادا کرے یعنی ایک رکعت مع الحمد و سورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہے اور اوس نے ایک امام کے ساتھ پڑھ لی ہے پھر تیسری رکعت مع الحمد و سورہ پڑھے
اور چوتھی رکعت چار رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اوس سے پیشتر یعنی تیسری کے آخر میں نہ بیٹھے ہم فیض میں مستصفی سے ہے کہ امام محمد کے نزدیک
مسبوق اسطرح پڑھے کہ پہلی دو رکعتیں مع قرات پڑھکر تشہد کرے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہر اعتماد قول شیخین پر ہے جسکو
شارح نے بیان کیا ہے الا فی اربع فکمقتد احدہا لا یجوز الاقتداء بہ وان صح استخلافہ فی حد ذاتہ لا حالۃ القضاء فلا استخلافہ

کما زعم فی الاشباہ مسبوق منفرد ہی ہو گر چار مسئلون مین کہ وہ بالکل مقتدی ہی ہو اول مسئلہ یہ ہے کہ اقتدا مسبوق کے پیچھے جائز نہین اور منفرد کے پیچھے درست ہی اگرچہ
صحیح ہی خلیفہ کرنا مسبوق کا حالت مسبوقیت مین نہ حالت قضای مافات مین تو استثنا نہین ہر گز جیسا کہ اشباہ مین کہا ہی ہم اشباہ مین کہا ہی کہ مسبوق کے پیچھے
اقتدا جائز نہین اس سے استخلاف کا مسئلہ مستثنی ہی یعنی اگر امام کو حدث ہوا اور وہ مسبوق کو خلیفہ کر دے تو درست ہی شارح کہتا ہی کہ یہہ استثنا نہین اسلیے کہ استخلاف
مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر ہی اور عدم جواز اقتدا بعد سلام امام کے ہی جب مسبوق اپنی نماز پڑہے کذا فی الحلبی نعم لو نسی احد المسبوقین المستویین
کمیۃ ما علیہ فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء جاز ثانی اگر دو مسبوق جو ایک ساتھہ شریک جماعت ہوے اونمین سے ایک بھول گیا کہ کتنی رکعتین باقی ہین اور اوس نے باقی کو ادا کیا
دوسرے کو دیکھہ دیکھہ کر بدون اقتدا کے تو درست ہو گا طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کے لکھنے کی ضرورت نہتی کیونکہ اسمین اقتدا ہی نہین وثانیہا یاتی بتکبیر التشریق
اجماعا اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسبوق تکبیرات تشریق کہے بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرہوین کی عصر تک ہر فرض باجماعت کے بعد جو تکبیر واجب ہے مسبوق بھی
اوس کو کہے حالانکہ منفرد امام ابو حنیفہ کے نزدیک تکبیر نہ کہے وثالثہا لو کبر ینوی استیناف صلوتہ وقطعہا یصیر مستانفا وقاطعا للاولی بخلاف
المنفرد کما سیجی اور تیسرا مسئلہ یہہ ہی کہ اگر مسبوق بقیہ نماز تھوڑی سی پڑہکر اللہ اکبر کہے نیت کرکے از سر نو پڑہنے اپنی نماز کی اور اوسکے قطع کرنیکی تو از سر نو
پڑہنے والا اور پہلی نماز کو توڑنے والا ہو جائیگا بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہین ہو جاتا جیسا کہ عنقریب آویگا ورابعہا لو قام الی قضاء ما سبق بہ وعلی الامام
سجدتا سہو قبل ان یقیدہا بسجدۃ فعلیہ ان یعود وینبغی ان یصبر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام اور چوتہا مسئلہ یہہ ہی کہ مسبوق مقتدی کے مانند ہی یہہ ہے
کہ اگر مسبوق کہڑا ہوا اپنی نماز کو پڑہنے کو جو اوس سے پیشتر ہو چکی ہے حالانکہ امام پر دو سجدے سہو کے ہین اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر
واجب ہے کہ عود کرے یعنی امام کے ساتھہ سجدہ سہو مین شریک ہو جاوے اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہان تک کہ سمجہے کہ امام کے ذمے سہو نہین تب قضا
مافات کے لیے اوٹھے اور جلدی نہ کرے جب امام دوسری طرف سلام پہیرے اوس وقت اوٹھے ولو قام قبل السلام ہل یعتد باداۓہ ان قبل قعود الامام قدر التشہد لا
وان بعدہ نعم اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کہڑا ہو گیا تو کیا معتبر ہو گا اوس کا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اوسکا جواب یہہ ہی کہ اگر بقدر تشہد امام کے
بیٹھنے سے پیشتر کہڑا ہو کر پڑہنے لگے گا تو اوس کا ادا کرنا معتبر نہین اور اگر بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کہڑا ہوا ہو گا تو معتبر ہو گا وکرہ تحریما الا لعذر کخوف حدث
وخروج وقت فجر وجمعۃ وعید ومعذور وتمام مدۃ المسح ومرور مار بین یدیہ اور مکروہ تحریمی ہی کہڑا ہو جانا مسبوق کا بعد مقدار تشہد بیٹھنے امام کے
مگر کسی عذر کی جہت سے مکروہ تحریمی نہین جیسے خوف بے وضو ہو جانیکا در صورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھہ سلام
تک ٹہرنے اور پہر اپنی باقی نماز پڑہنے مین آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہیگا یا عذر والے شخص کو وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت
مسح موزون کا اور خوف گذرنے کسی گذرنے والے کا اوسکے سامنے کہ ان صورتون مین اگر مسبوق کہڑا ہو جاویگا تو کہڑا ہونا مکروہ تحریمی نہوگا ہم تردون
کہڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیے ہوا کہ امام کی متابعت سلام مین واجب ہے کہڑا ہو جانیسے وہ چہوٹ جائیگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ خروج اور تمام اور مرور کا اطلاق
حدث پر ہی اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامہ وتابعہ فیہ صحت پہر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے سلام
سے پیشتر پہر سلام مین اوسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہو گی ہم بعض فقہا نے کہا ہی کہ اس صورت مین نماز فاسد ہو گی کیونکہ مسبوق جب کہڑا ہو گیا تو بقیہ کے پڑہنے مین منفرد
ہو گیا اب پہر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہی کہ نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ اقتدا کیا ہی بعد فراغت پانیکے ارکان سے تو ایسا ہوا کہ گویا جان بوجہکر بیچ مین حدث
کیا کذا فی البحر والفتح ولو لم یتابعہ کان علیہ ان یسجد للسہو فی آخر صلوتہ استحسانا اور اگر مسبوق عود نکرے اور امام کے ساتہہ سجدہ سہو مین شریک نہو
تو اوسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر مین سجدہ سہو کرے برا استحسان قیدنا بالسہو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ فرضت المتابعۃ مستحسنے
قید لگائی سہو کی یعنی اوپر کے قول مین کہ امام پر سہو کے سجدے ہین اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا یاد ہو گا تو اوس سجدہ مین مسبوق کو
متابعت امام کی فرض ہی ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سجدہ صلبی فرض ہی اور سجدہ تلاوت گو واجب ہے مگر چونکہ یہہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو منعدم کر دیتا ہی اسلیے اس
بعد کا قعدہ فرض ہوتا ہی تو متابعت امام کی فرض مین فرض ہی اوسکے نکرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الحلبی وہذا کلہ قبل تقییدہ فان قام الیہ بسجدۃ انفرد

بلکہ تفسد فی صلبیۃ مطلقا وکذا التلاوتیۃ وسہویان تابع ۷۶۶؎ اور سبب یعنی مسبوق کا سہو کرنا اور سجدہ سہو اور صلبی اور تلاوت مین امام کی
متابعت کرنی اور سو تب تک ہی کہ جس رکعت کو مسبوق پڑہنے کو کہڑا ہوا ہو اوسکو سجدہ کے ساتھہ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ مین نماز
مطلقا فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہوگیا حالانکہ اوس نے دو رکن سجدہ اور قعدہ رکہا اور بعد رکعت پورا کرنیکے متابعت جائز ہو لہذا
نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور اسیطرح نماز فاسد ہوگی سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو مین اگر مسبوق متابعت کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت
انفراد مستحکم ہوچکی اب وہ منفرد نہین ہوسکتی اور متابعت سے اوسکا ترک لازم آتا ہی کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ سجدہ سہو
اور سجدہ تلاوت سے جو قعدہ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پکا منفرد ہوچکا تہا اور مسبوق پر لازم نہوگا اور یہین وجہ نماز فاسد نہوگی کذا فی الحلبی و لو
سلم ساہیا ان بعد امامہ لزمہ السہو ۷۶۷؎ اور اگر مسبوق نے بہولکر سلام پہیرا تو اگر بعد امام کے پہیرا تب تو اوسپر سجدہ سہو لازم ہی کیونکہ وہ اسحالت مین
منفرد ہی اور اگر ایسا نہین یعنے امام کے پیشتر پہیرا یا اوسکے ساتھہ ہی پہیرا تو سجدہ سہو لازم نہین کیونکہ وہ دونو صورتون مین مقتدی ہی اور مقتدی کے سہو سے مقتدی
پر کچہہ لازم نہین وتم امامہ خامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ ۷۶۸؎ اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو
کہڑا ہوگیا اور مسبوق نے اوسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ کے کہڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہہ مین اقتدا کریگا اور اگر
امام نے قعدہ اخیرہ نہین کیا اور کہڑا ہوگیا تو نماز مسبوق کی فاسد نگیگی اسلیے کہ امام کی نماز ابہی پوری ہی نہین ہوئی تو متابعت سے کچہہ ضرر نہین جب تک کہ امام پانچوین رکعت
کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کو سجدہ کرنے سے امام کی نماز نفل ہوجائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ
فبان ان لا سہو فالا شبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمے سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کر لیا اور مسبوق نے اوسکی متابعت
کی پہر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تہا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہی بسبب اقتدا کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہہ مین اور شامی نے فیض

باب الاستخلاف

سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ مین قاریون پر جہالت غالب ہے
یہہ باب ہے خلیفہ کرنیکے احکام مین یعنی اگر امام کو اثنای صلوۃ مین مانع صلوۃ پیش آوے اور وہ دوسرے شخص کو اپنا نائب کردے اوسکے احکام اس باب مین مذکور ہین
طحطاوی نے کہا کہ سین اور تے استخلاف مین زائد ہین کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہی نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اوس حدث کے ہونے پر مشروط
جو بنا کا مانع ہو اسلیے شارح نے عنوان مین بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کرنا جائز ہونیکے لیے تیرہ شرطین ہین کون
الحدث سماویا پہلی شرط یہہ ہی کہ حدث کا ہی آسمانی یعنی حدث مین اور اوسکے سبب مین بندہ کو اختیار نہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سر سے
پڑہنی پڑیگی مین بدنہ دوسری شرط یہہ ہی کہ حدث نمازی کے بدن سے ہو یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگی غیر موجب لغسل تیسری شرط یہہ ہی کہ وہ حدث
موجب غسل کا نہو مثلا سوچنے سے انزال نہوگیا ہو ولا نادر الوجود چوتہی شرط یہہ ہی کہ حدث کا نادر الوجود نہونا اسی کہلکہلاکر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یؤد
رکنا مع حدث اور پانچوین شرط یہہ ہی کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھہ نہ ادا کیا ہو مثلا سجدہ مین حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اوٹہایا تو نماز از سر نو
پڑہنی ہوگی او مشیا اور چہٹی شرط یہہ ہی کہ کوئی رکن چلنے کی ساتھہ نہ ادا کیا ہو مثلا جب نماز مین سے وضو کرنے گیا اور وہان آنے مین قراءت پڑہتا آیا تو بنا نہو
ولم یفعل منافیا اور ساتوین شرط یہہ ہی کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلا کہانا کہایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑہے او فعلا لہ منہ بد
اٹہوین شرط یہہ ہی کہ کوئی کام ایسا نکیا ہو جسسے نمازی کو چارہ ہو مثلا پانی پاس تہا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمۃ اور نوین
یہہ ہی کہ بدون عذر کے دیر نکی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا رکن کے توقف کریگا مثلا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور بنا جائز نہ
ولم یظہر حدثہ السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسوین شرط یہہ ہی کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کے
مسح کی کہ اس صورت مین بہی نماز فاسد ہوجائیگی ولم یتذکر فائتۃ وہو ذو ترتیب اور گیارہوین شرط یہہ ہی کہ اوس نے کوئی نماز قضا یاد نکی ہو اور
صورتین کہ وہ صاحب ترتیب نہو کیونکہ ترتیب والے کو فائتہ کا یاد آنا مفسد اوسکی حال کی نماز کا ہو ولم یتم المؤتم فی غیر مکانہ اور بارہوین شرط یہہ ہی کہ مقتد

من خلیفہ کردیگا تو اوسکی نماز فاسد ہوگی واستینافہ افضل تحرزا عن الخلاف اور از سرنو پڑہنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے امام
شافعی کے نزدیک استخلاف جائز نہیں اوس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اسیلیے کہا کہ نماز کو نئے سرے سے پڑہنا افضل ہے تاکہ سب کے نزدیک نماز ہوجاوے اور
استیناف کی یہہ صورت ہے کہ کوئی کام نماز کے مخالف کرکے پہلے نماز کو قطع کرے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی ویتعین الاستیناف
ان لم یکن تشہد لجنون او حدث عمدا او خروجہ من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او تفکر او نظر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ
لندرتہا اور متعین ہے از سرنو پڑہنا اگر بقدر تشہد نہ بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنیکے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہوجانیکے
سونے سے یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھہ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہیں اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم
ندرت ہے چنانچہ مذکور ہوا وکذا یتعین لو استخلف اذا حصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فانہ
لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءۃ فتأخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوۃ فلو لم یکن جائزا لما فعلہ
بدائع اور ایسا ہی جائز ہے امام کو خلیفہ کرنا جب کہ بند ہوجاوے بقدر فرض قراءت کے پڑہنے سے بسبب حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے کہ اونہوں نے
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قراءت سے بند ہوئے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑہکر نماز کو تمام کیا تو اگر یہہ امر جائز نہوتا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نکرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید ایسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑہنے مقدار فرض کے رکیگا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ
وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قراءت فرض سے رکجانے کے باعث نماز فاسد ہوجائیگی تو ان کے نزدیک خلیفہ نکرے ہم وجہ فساد کی یہہ سمجھے کہ یہہ عذر نادر الوجود ہے اور
شرط استخلاف یہہ ہے کہ نادر نہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہے اگر امام بحاجت پیشاب یا پاخانہ کے نماز سے رکجائے
یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود ہل یستخلف کالقراءۃ لم ارہ اور اگر امام عاجز ہو رکوع
اور سجود سے تو کیا خلیفہ کرے جیسے قراءت کے رکجانے میں کرتا ہے اس مسئلہ کا حکم میں نے نہیں دیکھا علامہ شامی نے کہا کہ یہہ شارح کی بات ہے کا لکہا خزائن الاسرار کے حاشیہ
دیکھا کہ ظاہر کلام سے ایسا یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہے یعنی بسبب عمل کثیر ہونیکے تو جہاں وارد ہوا ہے اوسی جگہہ جائز
ہوگا دوسری جگہہ نہیں لخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراہ فان قراءت سے رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی
القراءۃ اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی المنفی بول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعا اگر
بہولجاوے قراءت کو سرے سے اسلیے کہ امام اس صورت میں امی ہوگیا اور قوم کی نماز باطل ہوگئی تو اگر منفرد کو یہہ صورت پیش ہوگی تو وہ بنا کر سکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاوے امام کو
پیشاب بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اپنے حدث سابق کے سوا ایسی تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگی تو بنا کرلے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہے منفی پر یعنی
لو نسی پر ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ امام کو مثلا نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درم اوسکے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہوگی وضو کے ساتھہ کپڑا دہو کر بنا کر سکتا ہے
ہاں اگر خارج سے کوئی نجاست مانع لگی تو مفسد ہوگی او انکشف عورتہ فی الاستنجاء او المرأۃ ذراعہا للوضوء اذا لم یضطر الیہ فلو اضطر لم تفسد اگر کہولے
اپنی بدن کی استنجا کرنے میں یا عورت کہولے اپنا ہاتہہ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہوگی اور استخلاف اور بنا درست نہوگا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہو پس اگر ناچار کہولنا پڑے
یعنی ناچاری ہوئی استنجا یا وضو ممکن نہو تو نماز فاسد نہوگی او ادی حالۃ الذہاب او الرجوع لا انہ رکنا مع حدث او مشی یا پڑہے قراءت وضو کے لیے جانیکی حالت میں
یا واپس آنیکی حالت میں تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھہ جانیکی صورت میں یا چلنے کے ساتھہ واپس آنیکی صورت میں حالانکہ شرط بنا یہہ
ہے کہ ادا ہو رکن حدث کے ساتھہ نہ چلنے کے ساتھہ غرضکہ ان صورتوں میں بھی استخلاف و بنا درست نہیں بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے
صحیح تر قول میں کہ اوس سے نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قراءت اور تسبیح دونوں سے متعلق ہے اور اصح کا مقابل قراءت میں زیلعی کا قول ہے کہ جب
قراءت پڑہیگا تو فاسد ہوگی اصح یہہ ہے کہ بوقت پڑہیگا تو فاسد نہوگی او طلب ماء بالاشارۃ او شراءہ بالمعاطاۃ بلا مسافۃ یا پانی مانگا اشارہ سے یا اوسکو
خریدا بالمعاطاۃ ہی تو نماز فاسد نہوگی بسبب مخالف ہونے ان دونوں باتوں کے نماز سے ہم شرنبلالی نے پہلے مسئلہ میں یہہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے

دیدی ہو تو کسیکے نزدیک اوسکی نماز فاسد نہیں ہو گی اور جو کہ پانی کو شمار سے مانگنے مین نماز فاسد ہو شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا منزلہ عقد بیع کے
ہو اپنے مشبہ ہی بخلاف رد سلام کے اور تعاطی کے بیع کے کہ دام سامنے بائع کے رکھدے اور بیچنے والا اوٹھالیا زبان سے ایجاب قبول کچھ نکرنا تو جب نماز تعاطی سے
فاسد ہو گی تو ایجاب قبول کے ساتھہ تو بدرجہ اولیٰ بطریق اصلے فاسد ہو گی غرضکہ ان دونو صورتون مین بھی استخلاف و بنا جائز نہیں او جاوز ماء الی آخر الا
قدر صفین او لنسیانہ او ترماۃ دکونہ بئرا الا ان الاستقاء یمنع البناء علی المختار یا بڑھگیا قریب کے پانی سے دوسرے پانی کے طرف اگر متعدد دو صفون کی
تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو بھولنے کے سبب سے یا اوسپر انبوہ کثیر ہونیکی جہت سے یا اوسکے کنوان ہونیکی جہت سے دوسرے پانی پر جانا بنا کا مانع نہیں اسلیے کہ پانی
کنوئین سے نکالنا مانع بنا ہے بنا بر مختار درمختار پھر معنی جب قریب کا پانی کنوان ہو تو اوسکو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیونکہ کنوئین سے پانی کھینچنا مانع بنا ہوتا ہے
اور مختار کی قید اسلیے لگائی کہ بعضون نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہو تو کنوئین سے پانی نکالنا مانع بنا نہیں یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن وان لم ینو
الاداء بعد سبق الحدث الا لعذر کنوم و رعاف یا توقف کیا مقدار ادای رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا نکیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی
جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہیں جیسے نیند یا ناک کہیر باعث مثلا توقف کرا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار ادای رکن کے توقف کرنا مانع استخلاف اور بنا کا
واذا ساغ له البناء توضأ فورا بكل سنة وبنى على ما مضى بلا كراهة ويتم صلوته ثمة وهو اولى تقليلا للمشي او يعود الى مكانه ليتحد مكانها
كالمنفرد فانه متخير وهذا كله ان فرغ خليفته والا عاد الى مكانه حتما لو بينهما ما يمنع الاقتداء كالمقتدي اذا سبقه الحدث اور جب کہ درست
ہوا امام کو بنا کرنا بسبب نپائے جانے موانع بنا کی تو وضو کرے فورا یعنی بلا توقف بقدر رکن ساتھہ ہر سنت کے وضو کی سنتون سے اور بنا کرے اوس نماز پر جو پڑہ چکا ہے بدون
کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اوسی جگہہ جہان وضو کیا اور وہان تمام کرنا بہتر ہے بوجہ کم ہونے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہہ پر تاکہ جگہہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کے
کہ وہ بھی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہہ پر پڑہے چاہے اسجگہہ چلا آوے جہان پڑہ رہا تہا اور یہہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اوسوقت ہے کہ امام کا خلیفہ اس امام کی
نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہہ پر یعنی جس جگہہ پڑہتا تہا اوسی جگہہ یا اوسکے قریب جہان سے اقتدا درست ہو چلا آوے ہی
وجوبا بشرطیکہ امام مین اور اوسکے خلیفہ مین کوئی امر مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت مین کہ اوسکو حدث پیش ہو تو وضو کرکے اوسکو بھی اپنی جگہہ چلا جانا واجب ہے
بشرطیکہ مانع اقتدا اوس مین اور امام مین ہو ورنہ وضو کی جگہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے واعلم انه ان تعمد عملا ينافيها بعد جلوسه قدر التشهد
ولو بعد سبق حدثه تمت لتمام فرائضها لعدم نيابة لترك واجب السلام اور جان کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرے بعد اپنے بیٹھنے کے
مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو ہو جانے کے کرے تو نماز اوسکی تمام یعنی درست ہو جائیگی بسبب پورا ہونے فرضون نماز کے ہان یہہ نماز اعادہ کیجائیگی بسبب
چہوٹنے واجب سلام کے حم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنے صحت کے ہیں کیونکہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان کچھ نہوتا واجب کا ترک نہوا ولو وجد المنافي بلا صنعه قبل القعود بطلت
اتفاقا اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے مقدار تشہد بیٹھنے سے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہو گی حم شامی نے کہا
کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث سماوی مذکور الصدر کے سوا ہو کیونکہ حدث بھی قیاس کے رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اوسکو مخالف نہیں اعتبار کیا ولو بعده بطلت
في المسائل الاثني عشرية عند الامام وقالا صحت ورجحه الكمال وفي الشرنبلالية والاظهر قولهما بالصحة في الاثني عشرية اور اگر فعل مخالف
بے اختیار بعد بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہو گی مسائل دوازدہ گانہ مین امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہو گی اور ترجیح دی ہے کمال نے صاحبین کے
قول کو اور شرنبلالیہ مین ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ مین حم وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہہ ہے کہ نماز سے باہر آنا
باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے موجب تخریج بردعی کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا نپایا جائیگا اوسوقت تک جو فعل مخالف نمازی کے بے اختیار
سرزد ہو گا وہ نماز کے اندر ہو گا اسلیے نماز باطل ہو گی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہین تو قعدہ اخیرہ بعد الفعل نماز تمام ہو جائیگی اسلیے نماز
صحیح ہو گی اور کرخی کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہین تو اس صورت مین وجہ بطلان نماز یہہ ہے کہ فرض مین تغیر واقع
ہوتا ہے مثلا تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر قدرت پائی تو اوسکے حق مین پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہو کر وضو ہو گیا کذا لمنہ

شامی وھی مذکورۃ بقولہ ولا تبطل لو تذکر بالفائتۃ کالی الدرر لکان اولی بالقدرۃ المتیمم علی الماء اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جو مصنف اسی قول آئندہ میں
ذکر کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب دریافت تیمم کرنے والے کے پانی پر یعنے باعث ملنے پانی کے یا استعمال کر سکنے کے تیمم کرنے والا نماز
پڑھی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی دیکھا یا نکل آگیا یا اوسکے استعمال پر قادر ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک
صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کا کی جگہ ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر میں ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کاف سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اوس پر باطل
نماز کا مذکور ہو وان مسائل کے سوا ہیں حالانکہ وہ انہیں مسائل میں منصوص ہے ہم یہ پہلا مسئلہ دربارہ تیمم کا ہے و امامۃ ای رؤیۃ المتوضی المؤتم
متیمم الماء فیہا خلاف زفر فقط وتغلیب نقلا اور مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے انہیں میں خلاف زفر کا ہے کہ اونکے نزدیک
نماز فاسد نہیں ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اوسکا وصف باطل ہو جاتا ہے یعنی نفل ہو جاتی ہے ہم یہ جواب ہے زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا
کہ اول مسئلہ میں جو قدرت متیمم کی ہے اس کو کچھ فائدہ نہیں اسلیے کہ اگر وضو کرنے والا تیمم والے کے پیچھے بیٹھا ہوا ہو اور وہ پانی دیکھے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ
اوسکے مذہب میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست ہوگی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا کہ ذکر ان مسائل کا ہے جنمیں خلاف ائمہ
امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ میں تینوں میں کچھ اختلاف نہیں سب کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے کہ وہ فاسد نہیں کہتے کذا فی الشامی و
منقضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من البرد لان التمضی الی الاصل کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ میں گذر جانا مدت کا نمازی کے
مسح کا ہے جسصورت میں کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کی پوری ہو گئی پر پانی نپاوے یا پانی ہو مگر سردی سے
مارے جانے کے تو جلد پڑھی جاوے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح میں گذرا و تعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنیع ولو کان الامی مقتدیا
بقارئ علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ فتح الصحۃ قال الفقیہ وبہ نأخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہوگئی
بدون اختیار کے اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنابر اوس قول کے جسپر اکثر فقہا ہیں لیکن ظہیریہ میں صحت نماز کی صحیح
ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہیں ہم بحرالرائق میں کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قراءت اسکی قراءت ہے تو اوسکی نماز کا شروع
کامل طور پر تھا تو آخر میں آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہیں آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا و وجد
العاری ما یستر عورتہ تجوز بہ الصلوٰۃ چوتھا مسئلہ پانا ننگے کا ایسا لباس کہ جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کو کافی ہو ومثلہ لو صلی بنجاسۃ
فوجد ما یزیلہا او اعتقت الامۃ ولم تتقنع فورا اور اسیکے مانند ... کہ اسے یہ کہ امام نجاست وغیرہ
صورتوں میں بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی بعد تشہد کے ادا ... بھی ہم یہ دونوں مسئلہ شامی نے
بیان کئے ہیں ونزع الماسح خفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقا پانچواں مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالے کا ہے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً
موزہ ڈھیلا تھا ادنی حرکت سے پاؤں سے نکل گیا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اگر عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر میں نماز
سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرۃ موم علی الارکان چھٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر بعد نماز کے امام صاحب
کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وھو صاحب ترتیب والوقت متسع ساتواں مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے
اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ جسکے ذمہ قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہو اور وقت وسیع ہے یعنے
فائتہ اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز بالاتفاق تمام ہو جائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے
نزدیک نماز قطعاً باطل نہیں ہوتی بلکہ اوس کا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اوسکے پانچ نمازیں وقتی ادا پڑھ لے گا یاد رہتے قضا کے یاد ہونے کے
تو وہ نماز بھی جائز ہو جائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کر دیگا تو باطل ہو جائیگی نہ بیان باطل ہے کے ذیل میں مصنف کا اسکو ذکر کرنا اس اعتبار سے
ہے کہ قضا نمازوں کے بیان میں اسکی تفصیل آویگی کذا فی الحلبی وتقدیم القاری امیا مطلقا وقیل لا فساد لو کان استخلافہ

بعد التشهد بالاجماع وهو الاصح كما فى الكافى لانه عمل كثير آٹھوان مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقا خواہ تشہد کے پہلے ہو یا بعد اور
بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کیا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہوگی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ کافی میں ہے اور وجہ
عدم فساد کی یہہ ہے کہ استخلاف عمل کثیر ہے یعنی اوس سے نماز پوری ہو جائیگی ہم چلپی نے کہا کہ شارح کو مطلقا کہنا زیبا نہ تہا اس لیے کہ
یہہ مسائل تو بعد قعود تشہد کے بعد ہین علاوہ اسکے قبل تشہد استخلاف امی کا بالاتفاق مفسد ہے نہ فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہان منظور بیان کرنا
اون صورتون کا ہے جنمین امام اور صاحبین مین اختلاف ہے اور وہ صرف بعد التشہد کے ہے اور جب امی اس باب مین بعدم فساد ہے تو معلوم ہوا کہ بعد تشہد
خلافی نہین ہے کیا ... الاستقبال وطلوع الشمس فى الفجر نوان مسئلہ آفتاب کا نکلنا فجر کی نماز مین بعد تشہد کے کہ امام کے نزدیک مفسد ہے وزوالها فى العيد
ودخول وقت من الثلاثة على مصلى القضاء اور ڈہل جانا آفتاب کا عید کی تشہد کے بعد اور قضا پڑہنے والے پر تین وقتون مین سے ایک کا آجانا یعنی
طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد ہم یہہ صورتین شارح نے زیادہ کی ہین ودخول وقت العصر بان بقى فى قعدته الى
ان صار الظل مثليه فى الجمعة بخلاف الظهر فانها لا تبطل دسوان مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز مین اسطرح کہ امام قعدہ مین ٹہیرا رہا یہان
کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز فاسد ہو گی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہین ہوتی ہم کافی مین اس مسئلہ پر
اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ مین داخل ہونے سے خلاف کی صورت
کیسے ہنگی شارح نے اوسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یون ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ مین بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم يعد فى الوقت
الثانى گیارہوان مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت مین پہر نہ عود کرے ہم معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکہنا چاہیے کہ اگر عذر
مذکور آیندہ نماز کے وقت کامل تک موقوف رہا تو امام علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہوا تہا فاسد ہو گئی اوسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے
دوسرے وقت مین عود کیا تو نماز صحیح ہے کذا فی البحر وكذا خروجه ثم دقيقه شارح نے یہہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز کا
جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہو گی اسلیے کہ وقت کے نکل جانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبيرة عن برء بارہوان مسئلہ گر جانا جبیرہ کا
اچہا ہونیکے بعد ہم جبیرہ وہ کہپاچین ہین جن سے ٹوٹے عضو کو باندہتے ہین تو اگر نمازی نے وضو کرنے مین مثلا جبیرہ پر مسح کر لیا تہا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو
مسح جاتا رہیگا اور نماز بہی فاسد ہو جائیگی واعلم انه لا تنقلب الصلوة فى هذه المواضع العشر نفلا اذا بطلت الا فى ثلث فيما اذا تذكر فائتة
او طلعت الشمس او خرج وقت الظهر فى الجمعة كما فى الجوهرة زاد فى الحاوى والمومى اذا قدر على الاركان وزاد مسئلة المقتدى بمتيمم
كما قدمنا والظاهر ان زوالها فى العيد ودخول الاوقات المكروهة فى القضاء كذلك ولم اره جاننا چاہیے کہ نماز ان بیس جگہون مین جب باطل
ہو جاتی ہے تو نفل نہین ہو جاتی بجز تین صورتون کے ایک اوس صورت مین کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز مین نکل آوے ۳ یا وقت ظہر جمعہ مین جاتا رہے
چنانچہ جوہرہ مین ہے حاوی قدسی مین چوتہی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑہنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اوسکی نماز بہی نفل ہو جائیگی شارح کہتا ہے اور
مسئلہ باوضو مقتدی کا پیچہے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنے اون نمازون مین جو نفل ہو جاتی ہین گو خلافی نہون کذا فی الطحطاوی چنانچہ ہمنے پیشتر بیان کیا ہے اور
ظاہر یہہ ہے کہ آفتاب کا ڈہلنا عیدین مین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا مین ایسا ہی ہوا اور مینے اسکو مصرح نہین دیکہا ہم شارح نے بیس جگہہ مسئلے کہا کہ بارہ مسئلے
ماتن نے لکہی تہے آٹہ شارح نے زیادہ کیے اول پانا اوس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑہتا ہو دوم سر کا نکلنا لونڈی کا سوم یاد کرنا مستعد کا امام کی
فوت شدہ نماز کو جب کہ امام صاحب ترتیب ہے چہارم آفتاب کا ڈہلنا عیدین مین پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا مین ششم ٹہیک دوپہر کا ہو جانا قضا مین ہفتم وقت غروب
آجانا قضا مین ہشتم معذور کے وقت کا نکلجانا اور بحر الرائق مین ان سب صورتون کو بہی بارہ مین داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم کو پہلے مسئلے مین اور چہارم اور پنجم
اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع مین اور اخیر صورت کو تیمم کے گذر جانے مین باقی رہی تیسری صورت اوسکو محشی نے ساتوین مسئلہ مین داخل کیا ہے شامی نے کہا داخل
کرنے مین صریح تکلف ہے چلپی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کیا ہے اونمین مصرح دیکہنے کی حاجت نہین اون کا حکم وہی ہے جو شارح نے لکہا اسلیے کہ جب وقات

لیکن یہی اسکو کہتے ہیں جیسا کہ شارح نے تحریمہ کا اوٹھا دینا وہ لا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونیکے وقت جیسے سلام پھیرنا اور خروج بصنعہ ہو اور قہقہہ اور حدث عمداً مفسد ہیں کیونکہ
ان سے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے تو نماز امام کے جس جز سے ہو ہے ہیں مٹینگے ہمکو فاسد کر دینگے اور اوتنے قدر مسبوق کی نماز کا جز فاسد ہو جائیگا اب جو
اپنی نماز پڑھیگا تو جزو فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوتی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوئی کذا فی الشامی بخلاف المدرک فانه کالامام اتفاقاً بخلاف
مدرک کے کہ مثل امام کے ہے بالاتفاق یعنی امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اسکی نماز فاسد نہیں ہوتی ولو لاحقاً ففی فساد صلوته تصحیحان صحح فی السراج الفساد
وفی الظهيرية عدمه وظاهر البحر والنهر تائيد الاول اور اگر مقتدی لاحق ہو اور امام بعد تشہد کے قہقہہ یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے فاسد ہونے میں دو تصحیحین ہیں
سراج میں فساد کو صحیح کہا ہے اور ظہیریہ میں عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنے فساد نماز کی تائید کرتا ہے مضمون بحر الرائق کا اس مسئلہ میں
یہہ ہے کہ امام کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ اوس ہنگام کے ذمہ کچھ نماز باقی نہیں بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہر ایسی مفہوم ہوتا ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو ولو احدث
الامام لا خصوصية له فی هذا المقام فی ركوعه او سجوده توضأ وبنى واعادها فی البناء علی سبيل الفرض مالم یرفع راسه منهما مریداً للاداء اما
اما اذا رفع راسه مريداً به اداء ركن فلا يبنى بل تفسد ولو لم يرد الاداء فروايتان كما فى الكافى وفى المجتبى ويتأخر محدودباً ولا يرفع
مستویاً فتفسد اور اگر امام بے وضو ہو گیا اپنے رکوع یا سجدہ میں شارح نے کہا کہ اس مقام میں امام کی کچھ خصوصیت نہیں اگر مقتدی یا منفرد ہو اوس کا بھی یہی حکم ہے
یعنی وضو کرکے نماز سابق پر بنا کرے اور بنا میں اوس رکوع یا سجدہ کو بطور فرض پھیر کرے جس میں حدث ہوا تھا کرے جب تک کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے
بارادہ ادا نہ اوٹھایا ہو اور جس صورت میں کہ سر اوٹھایا ہو بہ ارادہ کرکے کہ سر اوٹھانیسے رکن ادا کرے تو اب بنا نکرے بلکہ نماز فاسد ہو جائیگی اگر سر تو اوٹھایا ہو اور اگر
سر اوٹھانیسے اوسکا ارادہ نہیں کیا تو دو روایتیں ہیں چنانچہ کافی میں ہے یعنی ایک کی بموجب بنا کرے اور دوسری روایت کے بموجب نماز فاسد ہوگی اور مجتبی میں ہے کہ جب کوئی
بے وضو ہو تو کبڑا اور جھکا ہوا پیچھے ہٹے اور سر اونچا نکرے خوب سیدھا ہو کر ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہہ ہے کہ خاص اوسی جگہ سے اوٹھا
نکرے یعنی اگر رکوع سے ہٹ کر سیدھا ہو جائیگا تو نماز فاسد ہوگی ولو تذكر المصلي فی ركوعه او سجوده انه ترك سجدة صلبية او تلاوية فانحط من ركوعه
بلا رفع او رفع من سجوده فسجدها عقب التذكر اعادهما اي الركوع والسجود ندباً لسقوطه بالنسيان وسجد للسهو ولو اخرها الى اخر الصلوة
قضاها فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ میں کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اوٹھانیکے جھک پڑا یا سجدہ سے سر اوٹھایا
اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنیکے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اوس رکوع اور سجدہ کو دوبارہ کرے جس میں چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے بھول
کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اوسکو قضا کرے یعنی اس صورت میں اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے
نہ مستحب ہاں سجدہ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدوں میں حلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اوسکی تقریر یہہ ہے
کہ اعادہ رکوع یا سجدہ کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو
سے اوسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کی طرف ہے جو مذکور نہیں ولو ام واحداً فقط فاحدث الامام ای خرج من المسجد والا فهو علی امامته کما مر تعین المؤتم
للامامة لو صلح لها ای للامامة الامام بلا نية لعدم المزاحم والا يصلح كصبي فسدت صلوة المقتدي اتفاقاً دون الامام على الاصح لبقاء الامام اماماً والمؤتم بلا امام هذا
اذا لم يستخلفه فان استخلفه فصلوة الامام والمستخلف كليهما باطلة اتفاقاً اور اگر ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بے وضو ہو گیا یعنی
ہو کر مسجد سے باہر ہوا متعین ہوگا مقتدی بدون نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہو گا بسبب نہ پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونیکی
قید اسلیے لگائی کہ اگر امام مذکور مسجد سے خارج نہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہیں ہو جائیگا اور اگر مقتدی میں صلاحیت امام کی امامت کی نہوگی مثلاً لڑکا مقتدی
ہو تو اس مقتدی لڑکے کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہہ فائدہ تب ہے کہ مقتدی کا وہ فاسد ہونا امام کی نماز کا اوس
صورت میں ہے کہ امام نے اسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونوں کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم اصح قول کا مقابل یہہ ہے
کہ بعضوں کے نزدیک صورت مذکورہ میں امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونوں کی اور خلیفہ کرنے میں یہہ قید ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہوا اور اگر بعد قدر تشہد کے

مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہے کہ اس اثنا میں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ ایک شخص نے لوگوں میں سے چھینک لی میں نے یرحمک اللہ
کہا لوگوں نے مجھکو گھورنا شروع کیا میں نے کہا کہ تمکو کیا ہوا مجھے کیوں دیکھتے ہو انہوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے میں نے جب جانا کہ مجھکو چپ کرتے ہیں میں خاموش
ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجھکو بلایا پس فدا ہوں آپ پر میرے والدین میں نے آپ سے بہتر تعلیم کرنیوالا نہ پیشتر دیکھا تھا نہ آپ کے بعد کہ بخدا
نہ مجھکو ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا بلکہ یہہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز میں کوئی کلام آدمیوں کا مناسب نہیں ہے یہہ تو صرف تکبیر اور تسبیح اور قراءت قرآن ہے الحدیث ۱۲ لا
السلام ساهیًا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامها علی ظن اکمالها فلا تفسد مگر سلام سہوًا ہو کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے باہر آنیکو پیشتر اوس
پورا ہونیکے بخیال اوسکے کامل ہو جانیکے کہ یہہ سلام مفسد نماز نہیں بخلاف السلام علی انسان للتحیۃ او علی ظن انها ترویحۃ مثلًا او سلّم قائمًا فی
غیر جنازۃ فانه یفسدها مطلقًا وان لم یقل علیکم ولو ساهیًا فسلام التحیۃ یفسد مطلقًا وسلام التحلیل ان عمدًا بخلاف سلام کے کسی
آدمی پر تعظیم کے لیے یا سلام اس خیال سے کہ نماز تراویح ہے مثلًا یا سلام کیا حالت قیام میں سوای جنازہ کی نماز کے کہ یہہ تینوں سلام مفسد نماز ہیں مطلقًا اگرچہ لفظ
علیکم کہا ہو اور اگرچہ بھولکر سلام کہا ہو پس سلام تحیت کا مفسد ہے مطلقًا خواہ دانستہ ہو یا بھولکر اور سلام نماز سے باہر آنیکا مفسد ہے اگر دانستہ ہو ہم فساد نماز
سلام تحیت سے اسلیے ہے کہ وہ کلام میں داخل ہے اور بگمان تراویح اسلیے مفسد ہے کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اسلیے مفسد ہے کہ قیام
اوس کا محل نہیں اور چونکہ جنازہ میں سلام کھڑے ہونیکی حالت میں ہوتا ہے اسلیے جنازہ میں سلام سہوًا کرنا معاف ہے جیسے سلام تحلیل بعد میں سہوًا معاف ہے ورد السلام ولو
سهوًا بلسانه لا بیده بل یکره علی المعتمد نعم لو صافح بنیۃ السلام قالوا تفسد لانه عمل کثیر اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگرچہ بھولکر
ہو نہیں فاسد کرتا ہاتھہ سے جواب دینا بلکہ مکروہ ہے معتمد مذہب پر ہاں اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے تو فقہا نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہے غالبًا اسوجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہے
وفی النهر عن صدر الدین الغزی انه قال اور نہر الفائق میں صدر الدین غزی سے یہہ نظم نقل کی ہے جسمیں ان لوگوں کو جمع کیا ہے جنپر سلام کرنا مکروہ ہے صدر الدین نے
کہا ہے سلامک مکروہ علی من ستسمع + ومن بعد ما ابدی یسن ویشرع + سلام کرنا تیرا مکروہ ہے اون لوگوں پر جنکو تو سنیگا اور بعد اوسکے کہ ظاہر
کرتا ہوں میں مسنون اور مشروع ہے یعنی جنکو میں نے اب ذکر کیا ہے اونکے سوا اور لوگوں پر سلام کرنا مسنون ہے مصل وتال وذاکر ومحدث + خطیب ومن یصغی الیهم
ویسمع + نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور وعظ یا ذکر الٰہی میں مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے والا اور جو شخص ان پانچوں کی طرف کان لگائے اور سنے
ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہے مکرر فقه جالس لقضائه + ومن بحثوا فی العلم دعهم لینفعوا + تکرار کرنیوالا فقہ کا اوسکے یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی
بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعا علیہ اوسپر سلام نکریں کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہے اور یہہ لوگ ملاقات کو نہیں جاتے کذا فی الشامی اور جو لوگ بحث کریں
علم شرعی میں چھوڑ انکو تا کہ فائدہ اوٹھاویں یعنی اون پر سلام مت کر مؤذن ایضًا او مقیم مدرس + کذا الاجنبیات الفتیات امنع + اذان دینے والا
یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانیوالا اسیطرح اجنبی عورتیں جوان سلام کے حق میں ممنوع تر ہیں اس سے یہہ نکلا کہ بوڑھی عورتوں کو سلام کرنا بدون کراہت جائز ہے
ولعاب شطرنج وشبه بخلقتهم + ومن هو مع اهل له یتمتع + اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ اونکی عادت کے مشابہ ہوں یعنی جو فسق اور معصیت میں اونکی مثل یا
بڑھکر ہوں جیسے جواری اور شرابخوار اور غیبت کرنیوالا اور کبوتر اڑانیوالا اور گانیوالا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھہ بوس وکنار میں مصروف ہو ودع کافرا
ایضًا ومکشوف عورۃ + ومن هو فی حال التغوط اشنع + اور چھوڑ کافر کو بھی یعنی بدون حاجت ابتدا بسلام مت کر اور چھوڑ کھلی ہوئی شرمگاہ کو اور اوس شخص کو
جو حالت براز یا بول میں ہو کہ اوسپر سلام کرنا اوروں سے زیادہ برا ہے ودع آکلًا الا اذا کنت جائعًا + وتعلم منه انه لیس یمنع + اور چھوڑ کھانیوالے کو مگر صورت
میں کہ تو بھوکا ہو اور اوسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدوں کے ساتھہ اوسپر سلام کر وہ نہیں ورنہ مکروہ ہے وقد زدت علیه المتفقه
علی استاذه کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام والحصۃ فقلت کذلک استاذ مغن مطیر + فهذا ختام والزیادۃ تنفع + صاحب نہر کہتا ہے
کہ میں نے شمار مذکورین میں تین شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑھانے میں ہو دوم گانیوالا سوم کبوتر اڑانیوالا اور میں نے انکو ایک شعر میں ذکر کیا بعد
مذکورہ بالا ابیات میں اور یا تو یوں کہا کہ یہی حکم ہے استاد اور مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہہ خاتمہ ہے اون لوگوں کا جنپر سلام مکروہ ہے اور یہہ میرا زیادہ کرنا مفید ہے اور

یعنی ان لوگوں کو بھی بُرا یا بیہودہ آدمی شبہا کر سنیوالا اور لہو گو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار میں بیٹھ کر لوگوں کی برائیوں پر مسخرا پن کرے اور جو لوگوں کو گالیاں دے وا
جو لبیک کہتا ہو کذا فی العالمگیریۃ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی بعضہا وبعدمہ فی قولہ سلام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی میں تصریح کی
ہے واجب ہونے جواب سلام کی بعض ان صورتوں میں اور نہ واجب ہونے جواب کی سلام علیکم کہنے میں میم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا صرح
کہ السلام علیکم یا یوں ہے کہ سلام علیکم ان دونوں کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہیں سلام ہوگا اور نہ اوسکا جواب واجب ہے تاریخ خزائن الاسرار میں جلال الدین سیوطی کی نظم
لکھی ہے جس میں وہ لوگ منضبط کیے ہیں کہ جن پر جواب سلام واجب نہیں چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب ان لوگوں پر واجب نہیں جو نماز میں مصروف ہے جو کہانے میں یا پینے میں یا قرات
یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے میں یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان میں مشغول ہو یا سلام کرنیوالا لڑکا یا متوالا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا اونگھنے والا ہو یا
جماع کی حالت میں ہو یا حکم کا خواہاں ہو یا حمام میں ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشأ من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو
لتحسین صوتہ او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہے نماز کو کھنکارنا دو حرفوں سے بدون عذر کے یعنی اح اح
کرنا بلا عذر مفسد نماز ہے اور اگر زیادہ حرف نکلیں تو بطریق اولے مفسد ہے اور دو حرف سے کم کھنکارنا بلا عذر مفسد نہیں بلکہ مکروہ ہے کذا فی الشامی اور کھنکارنا عذر کے
ساتھ یہ مطلب ہے کہ نمازی کی طبیعت سے خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہیں یعنی نماز ہی کھنکارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکار
یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جاوے کہ غلطی کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ میں نماز میں ہوں تو ان صورتوں میں فساد نہیں ہے کیونکہ ان سب
صحیح یہ ہے کہ قیاس یہی کو مقتضی ہے کہ کھنکارنا مفسد ہو کیونکہ وہ کلام ہے اور کلام مفسد ہے مگر غرض صحیح میں کھنکارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن
ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو بار حاضر ہوتا تھا ایکبار دن میں اور ایکبار رات میں تو جب میں آتا اور آپ
نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کھنکارنا مفسد نہیں کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی اور فاسد
کرتا ہے نماز کو دعا مانگنا اون الفاظ سے جو مشابہ ہے آدمیوں کی گفتگو کے برخلاف امام شافعی کے اور دعا مشابہ لوگوں کی گفتگو کے وہ ہے جو نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور اوس کا
مانگنا بندوں سے محال نہو جیسے الہی مجھکو کپڑے یا تیل وغیرہ دے تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث میں ہے یا اوسکا طلب کرنا بندوں سے محال ہو تو اوس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر
والانین ہو قولہ اہ بالقصر والتاوہ ہو قولہ آہ بالمد والتافیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا
لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کالعطاس والسعال والجشاء والتثاؤب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہے نماز کو انین یعنی اہ کہنا
ہمزہ کو الف کے بغیر قصر سے اور تاوہ یعنی مد الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہے تافیف یعنی اف کرنا یا تف کرنا اور مفسد ہے رونا ایسی آواز سے کہ اوس سے حروف پیدا ہوں بسبب درد
یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چاروں کی قید ہے یعنی انین اور آہ کرنا اور اف کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہے مگر اوس
مریض کے لیے مفسد نہیں جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہیں روک سکتا اسلیے کہ اوسکا آہ کرنا تو ایسا ہے جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ
حروف پیدا ہوں کیونکہ یہ امور مفسد نہیں ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی نہی یعنی تنگ مت کر اور اسمیں بہت سے لغت ہیں یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ فا کی تینوں
حرکتیں مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہیں نہر الفائق میں کہا کہ رونا آنسوؤں سے بلا آواز یا آواز کے ساتھ جسمیں حروف نہوں مفسد نماز نہیں کذا
فی الشامی لا لذکر جنۃ او نار فلو اعجبتہ قراءۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیۃ لدلالتہ علی الخشوع نہیں مفسد ہے آہ وغیرہ
کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اچھی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قرات اور رونے لگا کہنے لگا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہ ہوگی کذا فی السراجیہ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ
کے خشوع پر جو نماز میں مطلوب ہے ہم یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہنا ہے کہ الہی میں جنت مانگتا ہوں اور مجھکو دوزخ سے بچا تو چونکہ یہ ایسا حکمی دعا ہے مفسد نہیں
پس آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہوگا اور خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی خوش لہجہ ہونیکی جہت سے مزہ لیکر رویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد اور مصیبت کے لیے آہ
کیا تو ظاہر ہے ان کا افسوس ہے تو لوگوں کی کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ہے کذا فی الشامی وتفسدہا تشمیت عاطس لغیرہ بیرحمک اللہ ولو من العاطس لنفسہ لا
اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینکنے والے کو یعنی اپنے سوا دوسرے کو لفظ یرحمک اللہ سے یعنی خدا تجھ پر رحم کرے اگر جواب چھینکنے والا نمازی اپنے واسطے اپنے نفس کے لیے تو

نہیں ھ شامی نے کہا کہ لیغیرہ و بیل ہو حاضرین سے بیان کہ تشمیت حاضرین اضافت بمعنی لام ہے اور یہ لفظ مشائخ نے صرف لنفسہ کے مقابلہ کو ترک دیا ہے یہ بہتر ہے
کہ عبارت سے ساقط کیا جاوے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہوا اور معمول حاضرین ہوا لیغیرہ کی کیا حاجت ہے اور تشمیت کے دعا خیر کرنے کے ہیں اور وجہ فساد کی یہ ہے کہ غیر
کی طرف خطاب کی جہت سے یہ جملہ لوگوں کے کلام میں داخل ہو گیا اسلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کر کے یرحمک اللہ کہیگا تو غیر کو خطاب نہونیکی جہت سے کلام ہوگا نہ مفسد
بخلاف التامین بعد التشمیت اور یہی اظہر ہے آمین کہنا بعد جواب چھینک کے یعنی خود اپنے لیے آمین کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد نہو گی
ھ سو اس مسئلہ کی تطہیر یہی یون ہے کہ مثلا حامد اور محمود نماز پڑھتے ہیں اور حامد نے چھینک لی تو خالد نے جو خارج نماز تھا کہا یرحمک اللہ یہ سنکر حامد اور محمود دونوں نے کہا
آمین تو اس صورت میں نماز حامد کی فاسد ہو گی کہ اس نے خود اپنے حق میں دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہو گی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الطحطاوی وجواب خبر سوء بالاسترجاع
علی المذہب لانہ بقصد الجواب صار ککلام الناس اور مفسد ہے جواب خبر بد کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر موجب ہوئی ہے سبب یہ جملہ پڑھنا جواب کے
ارادہ سے مثل لوگوں کے کلام کے ہو گیا ھ علی المذہب کی قید سے ظہیریہ کے قول کا رد ہوا کہ اس میں عدم فساد کی تصحیح کی ہے اور یہ تصحیح مخالف متون اور شروح کی ہے کذا فی الحلیۃ والبحر
وکذا یفسدھا کل ما قصد بہ الجواب کان قیل أمع اللہ الٰہ فقال لا الٰہ الا اللہ وما مالک فقال الخیل والبغال والحمیر او من این جئت فقال
وبئر معطلۃ وقصر مشید اور اسیطرح فاسد کرتا ہے نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلا اگر کسی نے کہا کہ کیا ہے
خدا کے ساتھ کوئی معبود تو نمازی نے جواب میں کہا لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدا تعالی کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہے تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے اور
خچر اور گدہے یا کسی نے کہا تو کہاں سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئیں بیکار اور محل گچگیری کے تو ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی ھ نماز کا فاسد ہونا استرجاع
اور قرآن کے جملوں سے طرفین کے نزدیک ہے نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ ثنا یا قرآن میں کا ہو وہ نیت سے نہیں بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا
ہے اور طرفین کے نزدیک بدلجاتا ہے یعنی کلام ہو جاتا ہے اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا او خاطب من اسمہ یحیی او موسی بالیحیی
خذ الکتب بقوۃ او ما تلک بیمینک یموسی مخاطبا لمن اسمہ ذلک او لمن بالباب ومن دخلہ کان آمنا یا قصد کیا جاوے اس جملہ سے خطاب تب بھی مفسد
ہے نماز کا کہنا اس شخص سے جسکا نام یحیی ہے یہ آیت یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسی ہے اسکو یہ کہنا وما تلک بیمینک یا موسی یعنی اور
کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسی یہ آیتیں کو مخاطب کر کے ان سے جنکا نام ہے یعنی یحیی یا موسی یا دروازہ پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی اسمیں داخل ہو گا وہ بیخوف
ہوگا ھ خطاب کی صورتوں میں سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی ہے امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت میں قرآن کو لوگوں کے کلام میں تصور کرتے ہیں کیونکہ قرآن اس شخص سے خطاب
کے لیے موضوع نہیں جسکے لیے نمازی خطاب کرتا ہے کذا فی الشامی **فروع** مسائل ملحقہ شارح سمع اسم اللہ تعالی فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی
علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ نمازی نے خدا تعالی کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اسکی یا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑہا یا امام کی قراءت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد کیا ھ
یعنی اگر بقصد تعظیم او ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہو گی اور کہنا اسقدر بہتر ہے کہ اپنے آپ سنے اور اگر اسیطرح کہا کہ خود ہی سنا تو نماز فاسد نہو گی کذا فی الشامی والطحطاوی
فلو تعلم ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہو گی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہو گی ولو حوقل
لدفع الوسوسۃ ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرۃ اور اگر نمازی نے لا حول پڑہی وسوسے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہو تو فاسد
ہو گی امور آخرت کے لیے ہو تو نہیں ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چھت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ
یا کسی کے لیے دعا خیر یا دعا بد ہوئی اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولھما عملا بقصد المتکلم اور نہیں فاسد ہوتی
ہے نماز کل صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول طرفین کا ہے بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر ھ چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن میں ہیں یا ثنا اور یہ دونوں بغیر خطاب کی صورت
کے ابو یوسف کے نزدیک قصد متکلم سے متغیر نہیں ہوتے اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شارح کا قول
بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہو گی مگر کوئی محشی اسکے درپے نہیں ہوا احتمل لو المتکلم

اول شروع کیا تھا وہ فاسد ہو جائیگی مثلاً فجر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد جو اللہ اکبر کہا اوس سے نیت عصر کی کر لی تو فجر کی نماز فاسد ہو جائیگی بخلاف نیت ظہر کی
بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پچھلی نماز فاسد نہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد پھر اوسی ظہر کی نیت
کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر اوس صورت مین کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو اس صورت مین از سر نو پڑھنے والا ہو جائیگا مطلقاً یعنی خواہ غیر نماز کی نیت کرے خواہ
اوسیکی کرے تلفظ نیت سے پچھلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا تلفظ کلام ہے اور کلام نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی وقراءته من مصحف ای ما فیه قرآن مطلقاً
لانه تعلّم اور مفسد نماز ہی نمازی کا پڑھنا مصحف کو دیکھکر یعنی جسمین قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اوس مین سے دیکھکر پڑھنا مفسد ہے مطلقاً خواہ تھوڑا
پڑھے یا بہت امام ہو یا منفرد بدون دیکھے پڑھنا اوسکو ممکن ہو یا نہین ہر صورت مین مفسد ہے اسلیے کہ یہہ پڑھنا تعلم ہے امام اعظم کے نزدیک دیکھکر پڑھنے مین وجہ فساد
کی دو طرح سے ذکر کی گئی اول جو ضعیف ہے وہ یہہ ہے کہ اسمین قرآن کا اوٹھانا اور اوسکو دیکھنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہے یہہ عمل کثیر ہو اور دوسری وجہ جو کافی
ہو بسبب شرح سی تصحیح کی ہو یہہ ہو کہ اسطرح پڑھنا تعلم ہے یعنی گویا قرآن سکہایا جاتا ہو اور نمازی سیکھتا ہو اور تعلم و تعلیم نماز کی مفسد ہو کذا فی الشامی
الا اذا کان حافظاً لما قرأه وقرأ بلا حمل یعنی اگر حافظ ہو اوس کا جسکو دیکھکر پڑھا اور بدون قرآن اوٹھانیکے پڑھا تو اس صورت مین نماز فاسد نہوگی کیونکہ
وجہین فساد کی اسمین تھین مفقود ہین وقیل لا تفسد الا بآیة واستظهره الحلبی اور ایک قول یہہ ہے کہ نماز فاسد نہوگی مگر ایک آیت ہو اور ظاہر کہا ہو اوسکو حلبی نے
یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوّزه الشافعی بلا کراهة وهما بها للتشبه باهل الکتاب ای ان قصده فان التشبه
بهم لا یکره فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد به التشبه کما فی البحر اور جائز کہا ہو دیکھکر پڑھنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اوسکو جائز
رکھا ہو کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز مین توریت و انجیل دیکھکر پڑھتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہوگی کیونکہ مشابہ ہونا اہل
کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلاً کہانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت سے کچھ حرج نہین بلکہ بری بات مین مشابہت
مکروہ ہی اور اوس چیز مین مکروہ ہے جس سے قصد مشابہ ہونیکا کیا جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہے ویفسدها کل عمل کثیر لیس من اعمالها ولا لاصلاحها اور فاسد
کرتا ہو نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو جسم نماز کے اعمال مین سے ہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کر لیا تو مفسد نہوگا
اگرچہ عمل کثیر ہے مگر نماز کے اعمال مین سے ہی اسیطرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بیوضو ہو جانیسے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیه اقوال خمسة اصحّها ما لا یشک
بسببه الناظر من بعید فاعله انه لیس فیها اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین اون مین سے صحیح تر یہہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ جسکے سبب سے دور کا دیکھنے والا
اوسکے کرنیوالیکو اسبات مین تردد نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہے ہم دور سے دیکھنے والے سے یہ مراد ہو کہ جسکے سامنے نماز شروع کی ہو حاصل یہہ کہ عمل کثیر وہ ہی کہ اوسکا
کرنیوالا دیکھنے والیکی نظر مین بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہین پڑھتا یہہ ایک قول ہو اور دوسرا قول یہ ہو نماز مقید عبادات مین دونون ہاتھون سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی
ایکہی ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندہنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو کے آخر مین آویگا وکلی اور ہاتھون سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اوتارنا تیسرا
قول یہہ کہ تین حرکتین متصل پیہم کثیر ہین ورنہ قلیل چوتہا قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ کرنے والیکا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جدا لگانا مجلس کا ہو پانچوان قول یہہ ہے کہ عمل
کثیر وہی جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصراً وان شک انه فیها ام لا فقلیل لکنه یشکل بمسألة المس والتقبیل فتأمل اور اگر دیکھنے والا تردد
کرے کہ کام کرنیوالا نماز مین ہی یا نہین تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہو مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے سو اسکو سوچ لے ہم صورت مس اور تقبیل کی یہہ ہے کہ ایک عورت نماز
پڑھتی ہو اوسکے شوہر نے اوسکو شہوت سے چھو دیا خواہ بدون شہوت کے اوسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت مین کوئی فعل سرزد نہین
ہوا چنانچہ یہہ مسئلہ ہو اوسکے جواب کے شارح فروع مین ذکر کریگا فلا تفسد برفع یدیه فی تکبیرات الزوائد علی المذهب وما روی من الفساد فشاذ پس نہین فاسد
ہوتی ہی نماز نمازی کے اوٹھانی سے دونون ہاتھون کو رکوع کرنیکے وقت اور رکوع سے سر اوٹھانیکے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کی روایت کیا گیا ہو وہ
مخالف ہی روایت اور درایت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور رکوع سے سر اوٹھانیکا وقت ہی اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح
فقہا ہی اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح مین تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہین اور روایت فساد کی جو مکحول نے حضرت امام اعظم سے کی ہے کہ ہر کہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اوٹھانے

مشابہت اہل کتاب کی ہر چیز مین مکروہ نہین

اوس وقت ہاتھوں کا اوٹھانا سنت ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونیکی یہہ ہے کہ عمل کثیر اصح قول کے بموجب وہ ہی جو دیکھنے والے کی نظر میں معلوم ہو کہ اوسکا کرنے والا نماز
میں نہیں ہے وہ کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جاوے کذا فی الشامی ویفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر
اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اوسکو پاک چیز پر دوہرا لیا ہو بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر اونکو نجس پر رکھا ہوگا تو
نماز فاسد نہوگی ظاہر روایت پر ہم فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسلیے اگر اوسکا
پھر پاک پر سجدہ کر لیگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی اور طرفین کے نزدیک جب بھی صحیح نہیں کیونکہ اونکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں جب
اوسکا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ اونکا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں کذا فی
الشامی ویفسدہا اداء رکن حقیقۃ اتفاقا او تمکنہ منہ بسنۃ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او زحمۃ
فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ احوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام
ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادا ئے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے
نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا مانع نماز کی نجاست کے لگ جانیکی صورت میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے
کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب صورتوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے حاصل یہہ ہے کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کی
مانع نماز ہی کھل گئی پس اگر حقیقت میں اوس نے کوئی رکن ادا کر لیا تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر
ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس قدر سے
کم دیر تک برہنگی کھلیگی تو نماز کسیکے نزدیک فاسد نہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتنا نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف
میں کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کر لیگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھیرا کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو
یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب وملبوس علی
نجس ان لم یظہر لون او ریح اور نہیں فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہو بخلاف بے سی ہوئی کے اور بخلاف بچھے ہوئے کپڑے پاک
کے نجس پر اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہو کہ اس صورت میں نماز فاسد ہوگی ہم کہتے ہیں اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اوس
میں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اوس جگہہ حائل شمار نہوگا
جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہہ ہوگی کیونکہ اس [illegible] وہ قیام نجاست پر ہوگا ورنہ مطلق ہو کا اما مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید ہو
وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر [illegible] اور فاسد کرتا ہے پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ہم شامی نے کہا
کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہی مفسد نہیں اسی طرح سے [illegible] فلو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد
وبعدہ فسدت پس اگر نمازی نے اپنا بے وضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر مذکور کے پھر جانا کہ حدث نہیں ہے تو اگر یہہ علم مسجد
سے نکلنے کے پیشتر ہوا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر مسجد نکلنے کے بعد ہوگا تو فاسد ہوگی بسبب مختلف ہو جانے مکان نماز کے **فرع** مسائل کے یہہ
شارح کے مشی مستقبل القبلۃ ہل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی ووقف کذلک وہکذا لا تفسد وان کثر
ما لم یختلف المکان وقیل لا تفسد حالۃ العذر ما لم یستدبر القبلۃ کذا فی القہستانی نمازی چلا قبلہ کو منہ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا
نہیں جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پھر بقدر ایک رکن کے ٹھیرا پھر چلا اور پھر ٹھیرا اوسیطرح یعنی ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسیطرح چلا گیا تو فاسد نہوگی
اگرچہ بہت دفعہ چلا اور ٹھیرا ہو جب تک کہ مکان مختلف نہوگا یعنی اگر مسجد میں ہے تو جبتک مسجد میں سے باہر نہوا ہوگا اور جنگل میں ہے تو جب تک صفوں سے
باہر نہوا ہوگا فاسد نہوگی ورنہ فاسد ہو جائیگی جیسے ایکہی دفعہ میں دو صفوں کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہے کذا فی الشامی اور بعض نے کہا

کہا کہ حالت عذر میں چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہہ مختلف ہو جاوے جب تک کہ قبلہ کیطرف پشت نکرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہی اوسکو
قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی میں حالت عذر یعنی جہاد ہی، حالت عذر و ھل یشترط فی المفسد الاختیار فی الخانیۃ نعم وقال الحلبی
لا اور کیا شرط ہے عمل مفسد میں نمازی کا قابو ہونا اختیار یہ میں ہے کہ ہاں شرط ہی اور حلبی نے کہا کہ عمل مذکور میں اختیار کا ہونا شرط نہیں ھم طحطاوی نے
کہا کہ ظاہر انہ مشروط ہونا معتمد ہے جیسے کہ شارح اسی پر اگلا قول متفرع کرتا ہے فان من دفع او جذبتہ الدابۃ خطوات او وضع علیہا او
اخرج من مکان الصلوۃ او مص ثدیہا ثلاثا او مرۃ ونزل لبنہا او مسہا بشہوۃ او قبلہا بدونہا فسدت کیونکہ جس نمازی کو دھکا لگا یا اسکو
سواری کے جانور نے کھینچا اور اوس کے یا گھسیٹنے سے دو چند قدم چلا یا اپنی جگہہ سے اوٹھا کر سواری پر رکھدیا گیا یا نماز کی جگہہ سے نکالدیا گیا یا نمازی
عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایکبار چوسی گئی اور اوس کا دودہ اوتر آیا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے
اوس کا بوسہ لیا تو سب صورتوں میں نماز فاسد ہو گی حالانکہ عمل اختیاری کسی میں نہیں پایا جاتا شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ مسہا اور قبلہا
کی جگہہ مُسّت اور قُبِّلت بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال ہیں لا لو قبلتہ ولم یشتہہا والفرق ان فی تقبیلہ معنی الجماع نہیں
فاسد ہو گی نماز مرد کی اگر عورت نے اوسکا بوسہ لیا اور مرد کو اوسکی خواہش نہتھی اور فرق دونو مسئلوں میں یہ ہے کہ مرد کے بوسہ لینے میں جماع کے
معنی ہیں ھم یعنی اگر عورت نماز پڑہتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اس لیئے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب دواعی جماع
میں سے کوئی عورت کے ساتھہ کریگا تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر مرد نماز پڑہتا ہو اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہیں اسلیئے
اس کی طرف سے دواعی جماع کا پایا جانا داخل جماع نہیں جب تک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی مع تغییر ما ورمی بہ طائرا لم تفسد ولو انسانا تا
مفسدۃ تفسد نی ولو حبناۃ لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وھو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی کے پاس ایک پتھر ہے اوس نے اوسکو ایک
پرند پر پھینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیئے کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر
یا باہم خصومت ہی یا ادب دینا یا چہل کرنا بہر حال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہی اسکو حلبی یعنی شارح منیہ نے ھم طحطاوی نے کہا کہ منیہ میں یوں ہی کہ اگر پتھر
زمین سے اوٹھاکر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہرا پرند و انسان میں فرق نہیں معلوم
ہوتا اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہو جائیگی بقی من المفسدات ارتداد بقلبہ باقی رہی مفسدات
نماز سے شمار آیندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل میں یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنیسے نماز جاتی رہتی ہے وموت دوسرا مفسد نماز کا مر جانا ہی نمازی کا
شامی نے کہا کہ اس کا ثمرہ اس مسئلہ میں معلوم ہوتا ہی کہ اگر بعد قعدہ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیوں کی باطل ہوگئی نئے سرے اونکو پڑہنی چاہیئے و
جنون و اغماء اور مفسد نماز ہی جنون اور بیہوشی اور ان کا حکم مفصل جلدہ مریض کے آخر میں آویگا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز کا
ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ھم شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھدیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہیں چنانچہ
استخلاف اور بنا کے بیان میں مذکور ہو چکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یوں کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ھم وترک
رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہی چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلا ایک سجدہ چھوڑ دیا اور سلام پھیرنے تک اوسکو ادا نکیا تو نماز فاسد ہو جائیگی
او شرط بلا عذر اور مفسد نماز ہی چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلا وضو یا ستر عورت یا استقبال قبلہ بلا عذر نکیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے
ساتھہ ان باتوں کا نکرنا مفسد نہیں ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ لا معہ
او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہی پہلے کر لینا مقتدی کا کسی رکن کو جس میں اوسکا امام اوسکا شریک نہوا ہو مثلا مقتدی نے رکوع امام
پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اوٹھا لیا اور پھر اوس رکوع کو امام کے ساتھہ یا اوسکے بعد دوبارہ نکیا اور امام کے ساتھہ سلام
پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی ھم طحطاوی نے کہا کہ امام کے ساتھہ سلام پھیرنے کی قید کی کچھہ حاجت نہیں ومتابعۃ المسبوق امامہ سے

تجوز الا انہ یعد تارکا للانفراد انما سالہ فیجب متابعتہ اور مفسد نماز سے یہ بھی ہے کہ مسبوق کا اپنے امام کو سجدۂ سہو میں بعد مستحکم ہونے انفراد
مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہوئے انفراد کے تو متابعت واجب ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پیشتر یا بعد سلام کے
کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کر لیا اس وقت امام نے سجدۂ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ میں امام کا شریک ہوگا تو اوسکی
نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ عمل انفراد میں اقتدا کرنا ہے اور جب تک اپنے رکعت کا سجدہ نہیں کیا تب تک انفراد پختہ نہیں ہوا اس وقت اگر
امام سجدۂ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادتہ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ تذکرہا بعد الجلوس اور
مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا قعدۂ اخیر کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے ہم اسلیے کہ سجدۂ صلبی اور سجدۂ تلاوت سے
قعدہ باطل ہو جاتا ہے تو اگر دوبارہ نہ کریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدۂ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت
ترک رکن میں داخل ہے اسکو جدا لکھنا ضرور نتھا وعدم اعادۃ رکن اداہ نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نہ کرنا نمازی کا اوس رکن کو جسکو سونے کی
حالت میں ادا کیا طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک شرط میں داخل ہے یعنے نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار میں شرط نماز ہے اور سونے کی حالت
میں یہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کہتا ہے کہ ترک شرط میں بلا عذر کی قید تھی وہاں متحقق نہیں اسلیے یہ صورت جدا ہے وقہقہۃ امام
المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدۂ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدۂ اخیرہ
میں زور سے ہنس پڑیگا تو اوسکی اور مدرکوں کی نماز پوری ہو جائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی کہ یہ فعل امام کا اوسکی نماز کے درمیان میں
واقع ہوگا جیسا کہ اسکی تفصیل پہلے باب میں گذر گئی ومد الہمزۃ فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے میں چنانچہ
پیشتر گذرا ہے یعنی اللہ اکبر رکوع و سجدہ کے لیے بہ ہمزہ اگر کھینچیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور تکبیر تحریمہ میں تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہیں اور اگر
شروع کے بعد ہوا کرا ہے کذا فی الشامی وبعینہا القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین اذا فحش والا لا بزازیہ اور ایک
مفسد نماز قراءت کا پڑھنا الحان سے ہے یعنی زیر و زبر پیش کو سروں کی رعایت سے گا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنے کو بدل دے
مثلا رب العلمین کو رابالعلمین پڑھے اور اگر معنے نہ بدلیں تو مفسد نہیں مگر حروف مد اور لین میں اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنے نہ بدلنے کے نماز
فاسد ہو جائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ ہم واو الف ی تین حرف علت کے مدہ کہلاتے ہیں ان کے پہلے کی حرکت اگر ان کے
موافق ہوتی ہے یعنے واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر ہو تو ان کو حروف مد کہتے ہیں اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو اور ی کے
پیشتر یا ی کے پہلے زبر ہو مثلا تو حرف لین کہلاتے ہیں تو حرف لین صرف دو ہیں کیونکہ الف سے پہلے سوای زبر کے اور کچھ نہیں ہوتا غرضکہ
حروف علت میں اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومبادلۃ الفاظ ای اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے ہم جاننا چاہیے کہ قراءت میں
غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہیں کہ اگر اون کو جان لیا جاوے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اوس سے نماز فاسد ہوئی یا نہیں تو ان
قواعد کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ غلطی یا تو اعراب میں ہوگی یعنے زیر زبر پیش سکون میں اور اسی میں داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور
اسکا عکس اور مد والے کو قصر سے پڑھنا اور اس کا عکس یا غلطی حروف میں ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم
کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات میں ہوگی کہ ایک کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملوں میں ہو اسی طرح یا غلطی
وقف میں ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاوے اور وقف کی جگہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنے ایسے بگڑ جائیں
کہ اونکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اوس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنے ایسے نہیں بگڑے جنکا اعتقاد
کفر ہو لیکن بہت سی تبدیلی معنوں میں آجاتی ہے جیسے الغراب کی جگہ ہذا الغبار پڑھنا یا بالکل بے معنے لفظ ہو جاتا ہے جیسے سرائل پڑھنا سرائر کی جگہ
تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر غلطی سے معنوں میں بہت تبدیل نہیں ہوئی مگر مطلب سے دور پڑ جاتے ہیں تو اس صورت میں

دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن میں ہے تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول
احوط ہے اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنے نہ بگڑیں اور ویسا لفظ قرآن میں نہو تو نماز طرفین کے نزدیک فاسد
نہوگی جیسے قوامین کی جگہہ قیامین پڑہنا کہ دونو کے معنے ایک ہیں حالانکہ قیامین قرآن میں نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوجائیگی
یہہ قاعدے متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسمٰعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا
اسپر اتفاق ہے کہ اعراب میں غلطی کرنیسے کسیطرح کی ہو نماز کی مفسد نہیں اگرچہ اوس کا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کرسکتے
اور اگر غلطی حرف کی تبدیل میں ہو تو اگر دونون حرفون میں فرق باسانی معلوم ہوسکتا ہو مثلاً ص کی جگہہ ط پڑہنا تو متاخرین کا اتفاق
ہے کہ نماز کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہہ س پڑہنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن
متاخرین کے قواعد منضبط نہیں اسلیے نماز کے باب میں متقدمین کا قول اختیار کرنیمیں زیادہ احتیاط ہے کہ اونکے قواعد بھی درست ہیں اور
اکثر فروع فتاوٰی دن میں اونہیں کے قول پر محمول ہیں کذا فی الشامی عن شرح المنیہ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسه او بزیادة
حرف فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمة نحو ایاک نعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی به یفتی
بزازیة پس اگر غلطی اعراب میں ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑہنا یا تخفیف ہو پڑہنی میں مشدد کے جیسے قتّلوا کی جگہہ قتلوا پڑہنا اور مشدد پڑہنی میں
مخفف کے جیسے نبئنا کو نبّئنا پڑہنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے بڑہا دینی کی جیسے الصراط الذین بجای صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی
سے پڑہنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانیکی دوسرے کلمہ میں جیسے ایاک نعبد میں ایا جدا پڑہکر ٹھہرنا اور ک کو نعبد میں وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے
اور ابتدا کرنیکی جیسے لا الٰہ پر مثلاً وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتون میں نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنے بدلجائین اسی کا فتوٰی دیاجاتا ہے
کذا فی البزازیہ ہم شامی نے لکھا کہ شارح کے ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مسائل میں عدم فساد پر فتوٰی ہے بزازیہ میں منقول ہے حالانکہ ایسا
نہیں بلکہ بزازیہ میں صرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنے بگڑجائین فتوٰی عدم فساد کا مذکور ہے اور باقی صورتون میں جو صورت بگڑ جانے
معنے کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیساکہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اوسی میں ہے الا تشدید رب العلمین وایاک
نعبد فترکه مفسد مگر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ اوسکے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہے ولو زاد کلمة او نقص کلمة او
نقص حرفا او قدمه او بدله باخر نحو من ثمره اذا اثمر واستحصد تعالی جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد
مالم یتغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر میں کلمہ واستحصد زیادہ کر دیا یا ناقص کیا کلمہ کو اوسکی مثال شارح نے نہیں لکھی شامی
کہا جیسے جزاء سیئة سیئة مثلها میں جزاء سیئة مثلها پڑہا دوسری سیئة کو چھوڑکر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالی جد ربنا میں ی کے آخر میں یا مقدم کیا ایک حرف کو
دوسرے سے جیسے انفرجت عوض میں انفجرت کے یا بدلا کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہہ اواب کے تو نماز فاسد نہوگی جب تک (یعنی الف مقصورہ ۱۲)
کہ معنے نہ بدلین ہم شارح کے کلام میں لف ونشر مرتب ہے اسلیے مترجم نے تسہیل کے واسطے ہر مثال کو اوسکے موقع پر ترجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ
تغیر معنے کی صورت میں نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اوس صورت میں کہ لفظ متغیر قرآن میں نہو فاسد ہوگی
ورنہ فاسد نہوگی الا ما یشق تمییزه کالضاد والظاء فاکثرهم لم یفسدها حرف کے بدلنی سے جو صورت بدلجانے معنے کے نماز فاسد
ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے سوا جن میں تمیز دشوار ہے مثلاً ضاد اور ظا کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہیں کہتے ہم شامی نے حاشیہ میں
منقول ہے کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہیں جانتا تو فاسد نہوگی بزازیہ
میں کہا کہ یہہ قول سب اقوال سے درست تر ہے اور یہی مختار ہے وکذا لو کرر کلمة وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب رب العلمین
للاضافة کما لو بدل کلمة بکلمة وغیر المعنی نحو ان الفجار لفی جنات وتمامه فی المطولات اور اسیطرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر کرر کی

کسی کلمہ کو ادر تقسیم کی ہو یا فانی نے فساد نماز کی گر سے بدلجائین جیسے رب العالمین بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہے نماز اگر جلدی ایک کلمہ کو دوسرے
اور سے بگڑ جائین جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھتا لفی جحیم کی جگہہ اور یوہ بیان اسکا بڑی کتابون مین ہے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ کے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اوس صورت مین مفسد ہے کہ پڑھنے والا مضاف و مضاف الیہ کو جدا کرتا ہوا ور اگر نہ جدا کرتا ہو تو فاسد نہ
کیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہو اور مفسدات نماز سے دو صورتین بھی ہین
جو اس باب سے پیشتر ہو چکین مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہو اور امام کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ
کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثناء نماز مین کسی فعل منافی
نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالبا ماتن و شارح نے ان کو اسلیے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے ولا یفسد نظرہ الی مکتوب وفہمہ
ولو مستفہما وان کرہ اور نہیں فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اوس کا اگرچہ دلسے سمجھا ہو ہر چند دلسے سمجھنا
کروہ ہی اسلیے کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقا نظر لکھی پر پڑ گئی اور سمجھ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ
بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے
والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہہ مین کو صحیح قول مین ہے یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہہ تک مین سے کسی کا
گذر جانا مفسد نماز نہین اور اس کا مقابل قول تمرتاشی کا ہے کہ قدمون سے لیکر اوس جگہہ تک گذرنا مفسد نہین جہان تک نمازی کی نظر پڑے
جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونو صورتون مین نہین لیکن گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول مین قدمون سے لیکر
سجدہ تک کی جگہہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اوس جگہہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تکنے کی
حالت مین کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقا ولو امراۃ او کلبا
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اور اسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل
ایک مکان کے ہین یعنی مقدار دو صفون کے فاصلہ کا ہونا ان دونون مین مانع اقتدا کا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہے مفسد نماز
نہین گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہم شامی نے کہا کہ اسمین رد ہے ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا
مفسد ہے اور اشارہ ہے اس امر کے طرف کہ اس باب مین جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہے چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہے او مرورہ اسفل
من الدکان امام المصلی لو کان یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاء المار بعض اعضاءہ وکذا سطح وسریر
وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کما فی غررہا لا اذکار مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والیکا دوکان کے نیچے نمازی کے
سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرطیکہ برابر آجانے بعض اعضاء گذرنے والیکے بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم عدم فساد کا ہے چھت
اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والیکے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ
غرر الاذکار مین ہے ہم بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہے اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے کو
مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالبا ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہے کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار ماذا علیہ من الوزر
لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور ولو بحائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنے والا گنہگار ہوتا
ہو بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اوسپر کیا گناہ ہے تو ٹھیرا رہے چالیس برس اور گناہ اوسوقت ہے کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو اگرچہ
ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو ہم حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین مین اول یہ
کہ گذرنے والیکو گنجایش ہے کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے رستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذریگا تو گنہ خاص

گذرنے والے پر ہوگا دوم یہہ کہ اور طرف کو رستہ نہین اور نمازی نے رستہ روک لیا ہو تو اس صورت مین گناہ خاص نمازی پر ہوگا سوم یہہ کہ
نمازی نے رستہ روکا ہو مگر گذرنیوالا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہو تو اب گذرنے سے دونو گنہگار ہون گے چہارم یہہ کہ نمازی نے رستہ
نہین روکا اور گذرنے والیکو اور طرف راہ نہین تو اس مین کسی پر گناہ نہین اور صورت سترہ کی یہہ ہے کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رستی
یا کوئی اور چیز جیب مین لٹکتی ہو جب نمازی سجدہ کرتا ہو تو وہ سر کی حرکت سے اسکی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہو اور جب کھڑا ہوتا ہو پہر بدستور ہو جاتی ہو تو اسطرح کی آڑ سے بھی گذرنیوالے پر
کچھ گناہ نہین اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت مین ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجة فللداخل
ان یمر علی رقبة من لم یسدها لانه اسقط حرمة نفسه فتنبه اور اگر صف مین کوئی جگہہ خالی ہو تو نماز مین آنیوالے کو جائز ہے کہ جس شخص نے
اوس جگہہ کو بند نہین کیا اوسکی گردن کو پہلانگ کر چلا جائے کیونکہ اوس نے اپنی عزت آپ کہو دی تو خبردار ہو یعنی اوسکے سامنے سے گذرنا گناہ
نہین ہم شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرا چاہتا ہو اور اوسکے ساتہہ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہے تو اوسکو نمازی کے
سامنے رکہدے اور دوسری طرف جاکر اوسکو اوٹہا لے اور اگر دو شخص ہون تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جائے دوسرا اوسکی آڑ سے نکل جائے پہر
دوسرا کھڑا ہو جائے تاکہ اول شخص اوسکی آڑ سے گذر جائے ان دونو مسئلون سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا ہاتہہ بڑہا کر
اوسکے سامنے سے چیز کا اوٹہا لینا موجب گناہ کا نہین ویغرز ندبا بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء ونحوها سترة بقدر ذراع طولا فی
غلظ اصبع لتبدو للناظر بقربه دون ثلثة اذرع علی حذاء احد حاجبیه لا بین عینیه والایمن افضل اور کھڑا کرلے امام بطور استحباب کذا فی
البدائع اور اسیطرح تنہا پڑہنیوالا جنگل مین اور مثل جنگل مین یعنی بڑی مسجد مین کھڑا کرلے ایک سترہ مقدار ایک ہاتہہ کے لنبائی مین اور ایک انگلی کے
موٹائی مین تاکہ دیکھنے والے کو یعنی گذرنے والیکو سوجہے قریب اپنے تین ہاتہہ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونون آنکہون کے بیچ کے سامنے اور
داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہے کہ مطابق سنت ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ دون ثلثة اذرع کی جگہہ قدر ثلثة اذرع کہتا کیونکہ
حلبی مین ہے کہ سنت یہہ ہے کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتہہ سے زیادہ نہو اور ایک ہاتہہ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل مقدار کا
ہے کہ اس سے کم نہو اور بحرالرائق مین کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچھہ اعتبار نہین ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل
کالمحراب اور کفایت نہین کرتا رکہدینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہے خط کہینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو
تو خط کہینچنا کافی ہے تو خط کہینچے نمازی طول مین یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کہینچے ہم فتح القدیر مین درصورت
نہونے سترہ کے خط کہینچنے پر یقین کیا ہے اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہے علاوہ اسکے خط کچہہ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہہ قول امام
محمد سے مروی ہے اس سے یہہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے سامنے رکہہ لے تو اب بھی سترہ ہو جائیگا ویدفعه هو رخصة فترکه افضل بدء الحال
الباقانی فلو ضربه فمات لاشیء علیه عند الشافعی رضی الله عنه خلافا لنا علی ما یفهم من کتبنا بتسبیح او جهر بقراءة او اشارة
ولا یزاد علیها عندنا قهستانی لا بهما فانه یکره اور ہٹا دے نمازی گذرنیوالے کو یعنی جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرنا چاہتا ہو
سبحان الله کہنے یا پکار کر پڑہنے سے اگر جہری نماز ہو یا اشارہ سے ہاتہہ یا آنکہہ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہے عزیمت نہین لیکن ترک دفع بہتر ہم
اسلیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہین کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ مر گیا تو اوسپر کچھہ نہین نہ دیت
نہ قصاص امام شافعی کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجہا جاتا ہے ہماری کتابون سے تسبیح رخصت فقط اشارہ ہے نہ جنگ و محاربہ
اور نہ زیادہ کیا جائے ان باتون پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہین کذا فی القہستانی نہ دفع کرے سبحان الله
کہنے اور اشارہ دونو سے کہ دونو باتون کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہے ہم یہہ جو حدیث مین آیا ہے کہ گذرنیوالے سے جنگ کرے
کہ وہ شیطان ہے تو یہہ منسوخ ہے چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہہ حکم ابتدای اسلام مین تہا جب نماز کے اندر کام کرنا مباح تہا [illegible]

اشارہ نہیں کرتا کذا فی الشامی مختصرا والمرأة تصفق لا بظہر علی بطن اور عورت گذرنے والے کو ہٹانے کے لیے تالی بجاوے اس طرح کہ ہتھیلی ہتھیلی
پر نہ مارے بلکہ پیٹ تالی بجانے کی بحر الرائق میں یوں منقول ہے کہ پشت داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی بائیں ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتھیلی میں مارے شامی اور طحطاوی
نے کہا کہ اس طرح تالی بجانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی اور اس واسطے اپنی جگہ سے مل جانے میں اس سے قریب بہتر ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور
داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر طرف کو بائیں کی پشت پر مارے کہ اس میں عمل تھوڑا ہے ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنة
تنزیہیة اور اگر ہٹانے کے لیے مرد نے تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن دونوں نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی التبیین
وکفت سترة الامام للکل اور کافی ہے سترہ امام کا کل مقتدیوں کے لیے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے کو
گذریگا وہ گنہگار نہ ہوگا ولو عدم المرور والطریق جاز ترکہ وفعلہ اولی اور اگر گذرنا ہو [illegible] یعنی ایسی جگہ نماز پڑھی جہاں کوئی گذرتا نہ ہو اور
نہ رستے کی طرف ہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہے اور رکھ لینا سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہے [illegible] رستے کے طرف [illegible] قید لگائی کہ رستے
کی طرف کو نماز پڑھنا بدون سترہ کے [illegible] مکروہ [illegible] رستہ چلنے کے لیے بنا ہے تو اوس پر ایسی چیز بچھانا جو اوس کے
مناسب نہ ہو کذا فی البحر وکرہ تحریما [illegible] التنزیہیة التی مرجعها خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نهیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیة و
الا فتنزیهیة اور مکروہ [illegible] شارح کہتا ہے کہ کراہت [illegible] تنزیہی کو جس کا مآل ترک اولی ہے پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور
تنزیہی میں دلیل ہے یعنی اگر دلیل کراہت کی ممانعت شرعی ہو جسکا ثبوت ظنی ہے اور کوئی پھیرنے والا [illegible] استحباب کیطرف نہ ہو تب تو کراہت تحریمی
ہے ورنہ کراہت تنزیہی ہے [illegible] بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ دو قسم ہے ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے [illegible] میں ہے یعنی جس طرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے
اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے [illegible] اور تنزیہی جو ایسا نہ ہو تو جب فقہا کی عبارت میں لفظ مکروہ پایا جاوے تو اوسکی دلیل کو دیکھنا
چاہیے اگر دلیل مذکور ظنی ہو تو تحریمی ہے ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل دیکھے بھی اوس کا حال معلوم ہو سکتا ہے اس طرح کہ اگر وہ مکروہ
ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل ثوبه ای ارساله بلا لبس معتاد وکذا القباء
بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہے لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب چھوڑنے کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمولی کے اور ایسی ہی [illegible]
قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اوسکی [illegible] بغلوں میں سے ہاتھ نکال کر آستینیں پیچھے کو ڈالنا بھی سدل میں داخل اور مکروہ ہے کذا
فی [illegible] حلبی طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریما الخ کے بعد ثوبہ کے لکھتا تا کہ لفظ سدل جو مضاف ہے اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہے ان
دونوں میں [illegible] اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہے کہ مثلا چادر یا دوسرا کپڑا سر پر یا شانہ پر رکھ کر اوسکے کنارے چھوڑ دے [illegible] کرتہ کے
دامنوں کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا [illegible] داخل نہیں کذا فی الشامی کشمله ومنديل يرسله من كتفيه فان جعله على [illegible]
[illegible] صلوة فی [illegible] اور وہاں کے [illegible] اوسکو اپنی دونوں مونڈھوں سے لٹکادے تو مکروہ ہوگا [illegible] اگر ایک مونڈھے سے لٹکا لیگا تو
مکروہ نہ ہوگا جیسے [illegible] حالت [illegible] نماز سے باہر [illegible] قول میں سدل مکروہ نہیں [illegible] ایک کپڑا ہے جسکو مونڈھوں پر ڈالتے
ہیں اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہیں [illegible] کذا فی الشامی عن النهر وفی الخلاصة اذا لم يدخل يديه فى كمي الفرجي المختار
انه لا يكره وهل يرسل الكم او يمسك خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ میں ہے کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین میں نہ ڈالے تو مختار
یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور کیا اس صورت میں آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ رہے اسمیں اختلاف ہے زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہے کذا فی القہستانی ہم
شامی نے کہا کہ خلاصہ میں جو عدم کراہت کو مختار کہا ہے [illegible] سوائے بزازی کے اوسکی موافقت نہیں کی بلکہ صحیح وہ قول ہے جو قاضی خان اور
جمہور فقہا کہتے ہیں کہ فرجیہ کو بدون آستین میں ہاتھ ڈالے پہننا مکروہ ہے کیونکہ سدل اس صورت میں بھی موجود ہے وکرہ کفه ای رفعه ولو لتراب
کمشمر کم او ذیل وعبثه به ای بثوبه وبجسده للنهی الا لحاجة ولا بأس به خارج صلوة اور مکروہ تحریمی ہے کپڑے کا اوپر اٹھانا

اگرچہ مٹی مین بھرنے کے سبب سے ہو جیسی کردہ وہی داخل ہو نماز مین آستینین یا دامن چڑہائی اور کردہ تحریمی ہے کھیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے
بسبب منافعت کے مگر حاجت کے لئے مکروہ نہین مثلا بدن کو خارش کے سبب سے کھجلایا یا پسینا تکلیف دیتا تھا اوسکو پونچھ ڈالا تو عمل قلیل سے یہہ امور
مکروہ نہوں گے اور کچھ مضایقہ نہین کھولنے کا کپڑے اور بدن سے نماز کے باہر ہم شامی نے کہا کہ آستین چڑہائی نماز شروع کرنے مین یہہ صورت بھی
داخل ہے کہ آستین اور کام کے لیے چڑہائی تھی یا وضو کے لئے چڑہائی تھی اور رکعت ملنے کے لئے جلدی مین آستین نہ اوتاری شریک جماعت ہوگیا تو ایسی صورت
مین فیصل یہہ ہے کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اوتار لے اور عبث کے باب مین نہی وہ حدیث ہی جسکو قضاعیہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمھارے لیے تین چیزین مکروہ کین نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ مین فحش باتین کرنی اور قبرستان
مین ہنسنا وصلوته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته و مهنة ای خدمة ان له غیرها والا لا اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر نماز پڑھنا نمازی کا میلے
کچیلے کپڑون مین جنکو گھر مین پہنتا ہے اور کام کرنیکے کپڑون مین بشرطیکہ اوسکے پاس اور کپڑے ہون ورنہ مکروہ نہوگا ہم بذلہ بار موحدہ مکسورہ اور سکون
ذال معجمہ سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہے اور مہنہ بفتح میم وسکون ہا عطف تفسیر ہے یعنی وہ کپڑے جنکو پہنکر دوسرون کے پاس نجاوے کذا فی الشامی
واخذ درهم ونحوه فی فیه لم یمنعه من القراءة فلو منعه تفسد اور مکروہ ہے درم اور اوس جیسی چیز کا مونہہ مین لینا جو نمازی کو قرارت
مانع نہو اور اگر قرارت کی مانع ہو یعنی اسطرح کہ بالکل پڑہ نسکے یا ایسے الفاظ نکلین جو قرآن کے الفاظ نہون تو نماز فاسد ہوجائیگی ہم شامی نے قاضی خان
نقل کیا کہ کسی چیز کا مونہہ مین لینا جو مانع قرارت نہو مکروہ تنزیہی ہے وصلوته حاسرا ای کاشفا راسه للتکاسل ولا باس به للتذلل واما
للاهانة بها فکفر اور مکروہ ہے نماز پڑھنا نمازی کا سر کھولکر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضایقہ نہین سر کھولنے کا انکسار کے لئے اور نماز کی اہانت کے لئے
تو سر کھولنا کفر ہے ہم شامی نے بعض علما سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا
اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر اور اگر گرجاے نمازی کی ٹوپی تو اوسکا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہے مگر جس صورت مین کہ محتاج ہو لپیٹنے
کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہین وصلوته مع مدافعة الاخبثین او احدهما او الریح للنهی اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا بول و
براز کے دباؤ کے ساتھہ یا دونون مین سے ایک کے دباؤ کے ساتھہ یا ہوا کے روک رکھنے کے ساتھہ اور یہہ کراہت بباعث ممانعت کے ہے
یعنی ابو داؤد کی حدیث کے باعث کہ نہین حلال ہے کسیکو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالی اور روز آخرت پر کہ نماز پڑہے اس حال مین کہ پیشاب کو
دبائے ہو یہان تک کہ اوس سے ہلکا ہو جاے اور اوسی جیسا ہے پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعره للنهی عن کفه ولو
بجمعه او ادخال اطرافه فی اصوله قبل الصلوة اما فیها فیفسد اور مکروہ ہے بالون کا جوڑا کرنا بسبب منع کے اون کے اوپر اٹھانے
سے اگرچہ جوڑا کرنا اون کے اکٹھا کرنے سے ہو یا اونکے سرونکو جڑون مین کرلینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز مین جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہے ہم عقص
بفتح اول بالون کے گوندہنی کو کہتے ہین یہان یہہ مراد ہے کہ بالون کو سر پر جمع کرکے گوند سے چپکا لے یا ڈوری سے باندہ لے خواہ مینڈیان
گوندہ کر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر سب کو باندہ لے تو کہ سجدہ مین زمین پر نہ گرین تو یہہ سب باتین مکروہ ہین کیونکہ طبرانی کی حدیث مین
اس سے ممانعت وارد ہے اور حلیہ مین نقل کیا کہ ہرچند بموجب مضمون احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہئے مگر اجماع اسپر ہے کہ یہہ فعل مکروہ
تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ بالاجماع عمل کثیر ہے کذا فی الشامی وقلب الحصا للنهی الا للسجود
التام فیرخص مرة وترکها اولی اور مکروہ ہے کنکرون کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ نہین سو ایکدفعہ ہٹانیکی
اجازت ہے اور ترک ایکدفعہ کا بھی بہتر ہے ہم صحاح ستہ مین معیقیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکرون کو مت ہٹاؤ جب کہ تو
نماز پڑہتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایک بار ہٹالی اور پورا سجدہ کرنیکی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر بالکل سجدہ نہو سکے بدون ہٹائے تو پھر کنکرون کو
ہٹادے گو ایکدفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑین کذا فی الشامی وفرقعة الاصابع وتشبیکها ولو منتظرا الصلوة او ماشیا الیها للنهی ولا یکره

خارجہا لغیر حاجۃ اور مکروہ تحریمی ہے انگلیاں چٹکانی اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے
والا نماز کے طرف تب بھی مکروہ ہے بباعث نہی کے اور مکروہ نہیں نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ہم ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی انگلیاں
مت چٹکا جب کہ تو نماز پڑھتا ہو اور مجتبیٰ میں حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیاں چٹکائے جس وقت کہ مسجد
میں نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جس وقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابو داؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے
اور خارج نماز سے یہ مراد ہے کہ نماز کو جاتا ہو اور نہ مسجد میں اوس کا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑوں کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون
حاجت کھیل کے طور پر انگلیوں کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے میں ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرۃ للنھی
ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھ کا کوکھ پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے ہم صحیحین وغیرہما میں
مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہے صاحب بحر کی کذا فی الشامی
والالتفات بوجہہ کلہ او بعضہ للنھی اور مکروہ تحریمی ہے سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز میں دیکھنا بسبب نہی کے ہم ترمذی نے انس سے
روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز میں التفات سے کیونکہ التفات نماز میں موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی وببصرہ یکرہ
تنزیہا وبصدرہ تفسد کما مر اور بدون موںہہ پھیرنے کے آنکھ سے ادہر ادہر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے
مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز میں بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان تفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہے کہ نماز فاسد ہوتی ہے
موںہہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے واقعاؤہ کالکلب للنھی اور مکروہ تحریمی ہے نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے
بسبب نہی کے ہم اقعا کی تفسیر طحاوی نے یہ بیان کی ہے کہ دونوں سرین پر بیٹھے اور رانوں کو کھڑا کرکے دونوں گھٹنے چھاتی سے لگا لے اور دونوں
ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اسلیئے یہی صحیح تر ہے اور حدیث میں اسی نشست کی ممانعت ہے اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہے
کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کرکے اونکی ایڑیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمہ نہیں بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون
کے ہے اسلیئے مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنھی اور مکروہ تحریمی ہے بچھا دینا مرد کا اپنے دونوں ہاتھوں کو واسطے نہی کے
یعنی حدیث مسلم میں ممانعت وارد ہے وصلوتہ الی وجہ انسان ککراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ و
الا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے موںہہ کی طرف جیسے مکروہ ہے موںہہ کرنا نمازی کے طرف
پس اگر موںہہ کرنا نمازی کے طرف سے ہوگا تو کراہت اوسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کے طرف کو موںہہ کریگا اگرچہ موںہہ کرنے والا دور ہو
اور نمازی میں اور اوس میں کوئی آڑ نہو ہم طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کے طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کے طرف مضاف ہے اور آڑ نہ
ہونیکی قید حلبی لگائی کہ آڑ کی صورت میں کراہت نہیں رہتی مثلاً نمازی کا موںہہ دوسرے کے موںہہ کی طرف ہے مگر دونوں کے بیچ میں ایک اور شخص ہے جسکی پشت نمازی
کی طرف ہے تو مکروہ نہوگا ورد السلام بیدہ لا او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات
میں گذرا **فرع** مسئلہ محیط شارع کا لا بأس بتکلم المصلی واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شیٔ او اری درھما وقیل اجید فاوما بنعم
او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہیں نمازی کے بولنے یا جواب دینے میں اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے
کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہاں یا نہیں کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور اوس نے
ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ ہم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں ہم لفظ لا بأس سے اشارہ ہے اسکے بہتر یہی ہے کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی اما لو
قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع لہ فورا فسد ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا للمأمور عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ
آگے بڑھ جا پس وہ بڑھ گیا یا کوئی شخص صفوں میں داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہو جائیگی ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے برخلاف

اور اس قول کے جو گذرا بحر الرائق سے ہم بحر الرائق مین کہا کہ اس صورت مین نماز فاسد نہین ہوتی اور طحطاوی نے کہا کہ یہی قول عدم فساد کا معتمد ہے اور قول
نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہے چنانچہ پیشتر شرنبلالی سے اسکی تضعیف گذر چکی وکرہ التربع تنزیہا لترک الجلسۃ المسنونۃ بغیر عذر ولا یکرہ
خارجہا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان جل جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور مکروہ تنزیہی ہے چار زانو بیٹھنا
نماز کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسۂ مسنون کے اور مکروہ نہین پالتی مار کر بیٹھنا نماز سے باہر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست صحابہ
کبار کے ساتھہ اکثر چار زانو ہوتی تہی اور اسیطرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تہی نقل کیا ہے اس حدیث کو شرح منیہ مین ابن ہمام سے اور اس مین رد
ہے ادن لوگون کے قول کا جو کہتے ہین کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگون کی نشست ہے کذا فی الشامی والتثاؤب
ولو خارجہا ذکرہ مسکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہے جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین نے
اس لئے کہ جمائی لینا شیطان کے طرف سے ہے اور انبیا علیہم السلام اس سے محفوظ ہین ہم صحیحین مین مروی ہے کہ جمائی لینا شیطان کے طرف سے ہے تو جب
کوئی تم مین سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو حتی الوسع روکے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہہ نہین لکہا کہ تحریمی ہے یا تنزیہی مگر ظاہرا
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو گی کیونکہ یہہ فعل عبث ہے اور عبث مکروہ تحریمی
ہوتا ہے وتغمیض عینیہ للنہی الا لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھون کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا
مکروہ نہین ہم نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع مین وجہ کراہت یہہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا مسنون ہے اور آنکھون
کے بند کرنے سے یہہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو اسی لیے حلیہ اور بحر الرائق مین کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ
فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا
اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہے کہڑا ہونا امام کا محراب مین نہ سجدہ کرنا امام کا محراب مین حالانکہ دونو پانو اوسکے محراب کے باہر ہون اسلیے کہ اندر اور
باہر ہونے مین اعتبار قدم کا ہے امام کا کہڑا ہونا محراب مین مطلق مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر مشتبہ نہو خواہ محراب مسجد مین سے ہو یا نہو اگر علت مکروہ
ہونیکی اہل کتاب کی شباہت کو ٹہیرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونیکو کہا جاوے اور محراب مین کہڑا ہونے سے کچہہ اشتباہ نہوتا ہو تو مکروہ نہونے
مین کچہہ شبہہ نہین ہم حاصل یہہ ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر مین امام کے محراب مین کہڑا ہونیکو مکروہ لکہا ہے اور کچہہ تفصیل نہین کی اس لئے اس کراہت کے سبب مین
مشائخ نے اختلاف کیا بعض نے تو یہہ کہا کہ محراب ایک جداگانہ حجرہ کی طرح ہے تو اوس مین کہڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہونا ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان
جداگانہ بناتے ہین اور ہدایہ مین اسی پر اکتفا کیا ہے اور مختار امام سرخسی بھی یہی ہے اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور
بائین کے مقتدیون پر مشتبہ رہیگا اسلیے مکروہ ہے تو شارح کہتا ہے کہ اگر وجہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہے مقتدیون پر
اشتباہ ہو یا نہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال امام ہے تو جس صورت مین اشتباہ نہوگا مکروہ بھی نہ رہیگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان
للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا بأس بما دونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہے کہڑا ہونا امام کا
تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ امام کہڑا ہو اونچے پر اور لوگ اوسکے پیچھے نیچے ہی رہین کذا فی
الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہے بلندی ایک ہاتہہ کی اور کچہہ مضائقہ نہین ایک ہاتہہ سے کمتر بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع مین یہہ ہے کہ جس سے امتیاز ہو جاوے
اور یہی قول موجہ زیادہ ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین محقق وغیرہ نے ہم بدائع مین کہا کہ ظاہر الروایۃ یہی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے
طحطاوی نے کہا کہ دکان بفتح دال وتشدید کاف وہ اونچی جگہہ جو بیٹہنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضا ہی حدیث یہہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی
وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہے اوس کا عکس صحیح تر قول مین یعنی کہڑا ہونا مقتدیون کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی مین ہونا ہم طحطاوی نے
ذکر کہا کہ غالبا کراہت تنزیہی ہے اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت مین وارد ہے اور وجہ کراہت یہہ ہے کہ اس مین امام کی حقارت ہے اور اصح قول یہی ظاہر الروایۃ ہے اور مکا

مقابل قول طحاوی کا ہی کہ یہہ صورت مکروہ نہین کذا فی الشامی وهذا كله عند عدم العذر كجمعة وعيد فلو قاموا على الرفوف والامام على
الارض او في المحراب لضيق المكان لم يكره كما لو كان معه بعض القوم في الاصح وبه جرت العادة في جوامع المسلمين اور یہہ کراہت تہیں
مسئلون مین وقت ہونے عذر کے ہی مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بہیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانون پر کہڑے ہون اور امام زمین
یا محراب مین کہڑا ہو بسبب تنگی جگہہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت مین مکروہ نہیں کہ امام کے ساتھہ مقتدیون مین سے بعض ہون صحیح تر قول مین یعنی اگر امام
چبوترہ پر ہو اور اوسکے ساتھہ کچہہ مقتدی بہی ہون تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہوگئی ہے جامع مسجدوں اہل اسلام مین یعنی اگر تنگی کے
باعث امام کو محراب مین یا بلندی پر کہڑا ہونا ہوتا ہے تو اوسکے ساتھہ دو ایک مقتدی بہی کہڑے ہوجاتے ہین ومن العذر ارادة التعليم او
التبليغ كما بسط في البحر اور عذر مین سے یہی ہے ارادہ کرنا امام کا تعلیم کر مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہنچانیکو اوسکے مقتدیون تک چنانچہ مفصل بیان کیا
ہی اسکو بحر الرائق مین هم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کہڑا ہو کہ مقتدی اوسکے احوال دیکھکر سیکھین یا مقتدی اسلیے کہڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کہے تو مکروہ نہوگا اس سے
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کہڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی وقدمنا كراهة القيام في صف خلف صف فيه
فرجة للنهي وكذا القيام منفردا وان لم يجد فرجة بل يجذب واحدا من الصف ذكره ابن الكمال لكن قالوا في زماننا تركه اولى
فلذا قال في البحر يكره وحده الا اذا لم يجد فرجة اور ہم پہلے بیان کر چکے باب الامامت مین کہ مکروہ ہونا قیام کا ایک صف مین پیچہے ایسی صف کے جسمین
مین فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسیطرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف مین جگہہ نپاوی بلکہ ایک نمازی کو صف مین سے اپنے برابر کہینچ لے ذکر کیا ہے اسکو
ابن کمال نے لیکن کہا ہے صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے مین نہ کہینچنا بہتر ہے یعنی لوگون مین جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے
ہین اور یہی وجہ بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ ہے تنہا کہڑا ہونا مگر اس صورت مین کہ صف مین جگہہ نپاوے تو تنہا کہڑا ہونا مکروہ نہین یعنے دوسرے
نمازی کے کہینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین کیا ولبس ثوب فيه تماثيل ذي روح وان يكون فوق رأسه او بين يديه او بحذائه يمنة او
يسرة او محل سجوده تمثال ولو في وسادة منصوبة لا مفروشة اور مکروہ ہے نمازی کو پہننا اوس کپڑے کا جسمین تصویرین جاندار کی ہون
اور مکروہ ہی کہ ہو نمازی کے سر پر یعنی چہت مین یا سامنے یا برابر داہنے خواہ بائین یا سجدہ کی جگہہ مین کوئی تصویر اگرچہ کہڑی گدی مین ہو جسپر تکیہ لگاتے ہون لیکن تکیہ
کرتے ہون نہین مکروہ ہی اگر بچہے ہوی گدی پر تصویر ہو تمثال صورت جاندار کی صورت کو کہتے ہین اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بے جان کی اور
جاندار کی تصویر کا گہر مین رکہنا مکروہ تحریمی ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ فرشتے داخل نہین ہوتے اوس گہر مین جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی
النہر برابر ہی کہ تصویر کپڑے مین ہو یا برتن مین یا دیوار مین واختلف فيما اذا كان التمثال خلفه والاظهر الكراهة اور اختلاف ہے اوس صورت
مین کہ تصویر نمازی کے پیچہے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے اسلیے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اوسکی کراہت کی تصریح کی ہے اور یہہ کتاب اونکی اخیر
تالیف ہی تو غالبا اسمین اون امور کو لکہا ہوگا جو منقح ہو چکے ہونگے کذا فی البحر ولا يكره لو كانت تحت قدميه او محل جلوسه لانها مهانة
او في يده عبارة الشمني بدنه لانها مستورة بثيابه اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونو پاؤن کے نیچے یا بیٹہنے کی جگہہ مین ہو کیونکہ
اس صورت مین تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتہہ کے اندر ہو تب بہی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑون مین پوشیدہ ہے شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت
مین فی یدہ کی جگہہ فی بدنہ ہے یعنی اوسکے بدن مین تصویر کا ہونا مکروہ نہین هم یعنی متن کی عبارت مین یہہ اشکال ہے کہ اگر ہاتہہ مین تصویر ہوگی
تو ایک ہاتہہ کو دوسرے پر رکہنی کی سنت ادا نہوسکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پہر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہان اگر تصویر ہاتہہ مین لٹکی ہو یا
گڑی ہوئی ہو تو ہوسکتا ہے کذا فی شرح التنویر او على خاتمه بنقش غير مستبين قال في البحر ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس او
صرة او ثوب آخر واقره المصنف او كانت صغيرة لا تتبين تفاصيل اعضائها للناظر قائما وهي على الارض ذكره الحلبي یا تصویر نمازی کی
انگوٹہی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بہی مکروہ نہوگی بحر الرائق مین کہا کہ اس کا مفاد یہہ ہی کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تہیلی یا بدرہ

یا دوسری کپڑے میں چھپی ہو اور ثابت رکھا ہو کہ مصنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اوسکے اعضا کی تفصیل دیکھنے والے کو نہ سوجھتی ہو جب وہ کھڑا ہو
اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلے سے اوسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہوں تب بھی مکروہ نہوگی ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے او مقطوعة
الرأس او الوجه او ممحوّة عضو لا تعيش بدونه او لغير ذي روح لا يكره لانها لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اوس کا ایسا
عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اوس صورت کا جاندار زندہ نرہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہوگی کیونکہ یہہ سب مذکور چیزیں عبادت نہیں
کی جاتیں ہم شامی نے کہا کہ سر کا کاٹنا عام ہے اس سے کہ اوسکو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہو یا بنا کر لکیروں سے کاٹ دیا ہو یا کہرچ ڈالا ہو یا سیاہی
خواہ سرخی پھیر دی ہو سب صورتوں سے کراہت زائل ہوگی وخبر جبريل مخصوص بغير المهانة كما بسطه ابن الكمال اور حدیث جبریل علیہ السلام
کی مخصوص ہے اوس تصویر کے باب میں جو ذلیل نہو چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو ابن کمال نے ہم یہہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہے کہ
اگر تصویر کی کراہت اس وجہ سے ہے کہ جس جگہہ میں نماز ہوتی ہے وہاں فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبریل میں جسکو مسلم نے
روایت کیا ہے مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلان ساعت میں حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی
تو جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے اور اوس کا رسول اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا اور عصا جو آپ کے ہاتھ میں تہا اسکو زمین پر ڈالا پہر جو دیکھا تو
ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تہا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہہ کب آگیا اونہوں نے عرض کیا کہ مجکو خبر نہیں پہر وہ بچہ نکالا گیا اوسوقت جبریل
تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے وعدہ کا منتظر تہا تم وعدہ پر نہ آئے اونہوں نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے
گھر میں تھا ہم ایسے گھر میں نہیں جاتے جسمیں کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونو صورت میں کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث میں
لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہے تو جس صورت میں تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسیوقت مکروہ ہونی چاہیے
نہ داہنے بائیں ہونے میں شارح جواب دیتا ہے کہ کراہت کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی جگہہ میں فرشتوں کا گذر نہیں ہوتا اور حدیث جبریل میں ہر چند لفظ
تصویر عام ہے مگر وہ اوسی تصویر سے مخصوص ہے جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہے جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے
کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ اندر آؤ اونہوں نے عرض کیا کہ میں اندر کیسے آؤں آپ کے
گھر میں تو ایک پردہ ہے جسمیں تصویریں ہیں اگر آپ کو ان کا رکھنا منظور رہے تو اونکے سر کاٹ ڈالیے یا اونکے گدے ہی اور بچہونے بنوالیجیے انتہے کذا نقله
الشامی واختلف المحدثون في امتناع ملائكة الرحمة بما على النقدين فنفاه عياض واثبته النووي اور اختلاف کیا ہے اہل حدیث نے رحمت کے
فرشتوں کے نہ آنے میں بسبب اون تصویروں کے جو روپیہ اشرفی پر ہوتی ہیں تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہے اور نووی شافعی نے اسکو
ثابت رکہا ہے ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی نے بھی تصریح کی ہے چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر میں مکروہ
نہیں یعنی جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اوس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اوس کا رکھنا گھر میں مکروہ نہیں اور جو نماز میں کراہت پیدا کرتی ہو اوس کا رکھنا
بھی مکروہ ہے فائدہ یہہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہے لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے حرام ہے کہ اوسمیں مشابہت اللہ تعالے
کی پیدا کرنے سے ہے چنانچہ نووی نے شرح مسلم میں اسپر اجماع نقل کیا ہے وكره عدها الآي والتسبيح باليد في الصلوة مطلقا ولو
نفلا اما خارجها فلا يكره كعدّه بقلبه او بغمزه انامله وعليه يحمل ما جاء من صلوة التسبيح اور مکروہ تنزیہی ہے شمار کرنا آیتوں اور سورتون
اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنی انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لیکر کذا فی البحر مطلق نماز میں اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہیں ہے شمار کرنا باہر نماز سے
جیسے مکروہ نہیں شمار کرنا نماز ہی کا اپنے دل میں یا پوروں کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہے صلوۃ التسبیح جو حدیث میں مذکور ہے یعنی اوس میں
بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جائے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا بأس باتخاذ المسبحة بغير رياء كما بسط في البحر کچھ مضائقہ نہیں
تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیسا کہ مشرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں ہم سبحہ بکسر سین تسبیح آلہ کا نام ہے اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ میں سبحہ بضم سین ہے جسکو

اصلی عورتوں میں تسبیح کہتے ہیں جسمیں گرہ دینے ایک ڈوری میں پروئی ہوتے ہیں اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی اور
نسائی وغیرہم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے چھوہارے
کی گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن پر وہ وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھکو اس سے آسان تر اور افضل بتائے دیتا ہوں اسطرح پڑھ سبحان اللہ عدد
ما خلق فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو خالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر
مثل ذلک ولا الٰہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذلک تو اس حدیث میں اونکو کنکروں اور گٹھلیوں پر شمار کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ
طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح میں اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی
ہوئی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک رشتے میں پرو لیتے ہیں اسطرح کی زیادتی منع میں کچھ اثر نہیں کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے
منقول ہے ہاں اگر نمود اور شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی لایکرہ قتل حیۃ او عقرب ان خاف الاذیٰ اذ الامر للاباحۃ
لانہ منفعۃ لنا فالاولیٰ ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذیٰ مکروہ نہیں نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ ان کے قتل کا حکم مباح
کرنیکے لیے ہے اس لیے کہ ہمارے فائدہ کے واسطے ہے تو بہتر ہے چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے ہم صحیحین میں ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزوں کو
قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہاں اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم ان کے مارنیکا ہے تو چاہیے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا
کیا شارح اوس کا جواب دیتا ہے کہ یہ امر حدیث میں اباحت کے لیے ہے کہ اسمین ہمارا ہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنیکی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اسکو
منع فرمایا ہے جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے اوس کا نہ مارنا اولے ہو کر اوسکے مارنے میں ہمارا ضرر ہے اور نہایہ میں ہے کہ بدون خوف ایذا
کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی لتقتلنا مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر لکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا
نماز میں مطلق مکروہ نہیں اگرچہ عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر تر ہے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے فاسد ہونیکی کی ہے در صورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوٰۃ
الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہیں نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کے طرف اگرچہ وہ
باتیں کرتا ہو مگر جس صورت میں کہ خوف بہک جانیکا ہو اوسکی باتوں سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد
لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہیں نماز قرآن کے طرف یا تلوار کے طرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم
کی بتی کیطرف یا چراغ کے طرف یا آگ کے طرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہیں نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ مع طحطاوی نے
کہا کہ یہ حیلہ ہے اور چراغ اور آگ تینوں کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمیں صرف شعلہ ہو اور بند ہے آگ خواہ کوئلہ یا چنگاری ہی ہو گی تو خالی
کراہت سے نہیں کذا فی البنایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا لما مر اور مکروہ نہیں نماز اوس فرش پر جسمیں تصویریں ہوں بشرطیکہ تصویروں
پر سجدہ نکرے مکروہ نہیں بسبب اوس وجہ کے کہ پہلے گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اوسکی ذلت کا باعث ہے **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے تکرہ
اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتخمر مکروہ ہے اشتمال صما یعنی چادر کو بدن میں اسطرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نکلے اور مکروہ
ہے اعتجار یعنی رومال یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونوں امر کی یہ ہے کہ حدیث میں ان سے نہی وارد ہے اسلیے
کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور منہ ڈھک جاوے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت
ایسا ہی کرتے ہیں اور مکروہ ہے زور کی سانس کے ساتھ رینٹھ نکالنا مع تخمر [illegible] دونوں [illegible] ہے اور بعض نسخوں میں تختم ہے یعنی انگوٹھی کا
پہننا نماز میں عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہے طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ ڈاڑھی کا [illegible] مکروہ تحریمی ہے اور تخمر ذکر کر کے رینٹھ نکالنے کا حکم مثل کھنکارنے
کے ہے چنانچہ اوسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض لعمامۃ وقبل الاذیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے
مثلا جوں کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے وترک کل سنۃ ومستحب اور مکروہ تنزیہی ہے چھوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت ترک [illegible]

ہوگی تو عجب نہیں کہ اوسکا ترک مکروہ تحریمی ہو دیکھا بدائع وما ورد نسخ بحدیث ان فی الصلوٰۃ لشغلاً اور مکروہ ہے بدون حاجت اوٹھالینا بچہ کا نماز
میں اور جو قصہ کہ حدیث میں وارد ہے وہ منسوخ ہوا اس حدیث سے کہ ان فی الصلوٰۃ لشغلاً یعنی نماز میں ایک شغل ہے جو اور باتون کا مانع ہے ہم یہہ
جواب ہی سوال سے رکا کہ بچہ کا اوٹھانا مکروہ کیسے ہو سکتا ہے یہہ امر تو صحیحین میں بروایت ابو قتادہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں
اپنی نواسی بی بی امامہ کو اُٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو اون کو اتار دیتے تھے اور کھڑا ہونیکے وقت پھر اوٹھا لیتے تھے اس سوال کا جواب ایک تو
یہی ہے جو شارح نے دیا کہ یہہ حکم منسوخ ہے مگر یہہ جواب کام کا نہیں اسلیے کہ حدیث ان فی الصلوٰۃ لشغلاً ہجرت سے پیشتر کی ہے اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت
کے بعد ہی تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اور ایک جواب بدائع میں مذکور ہے کہ یہہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لیے تہا کہ آپ کو اسکی
ضرورت تہی کیونکہ ایسا شخص کوئی نہ تہا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت میں مبتلا ہو تو اوس کو بچہ کا اوٹھانا
مکروہ نہیں البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیّۃ وندّ دابّۃ وفور قدرٍ وضیاع ما قیمتہ درہم لہ او لغیرہ
اور مباح ہی نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان جیسے عذروں سے مثلاً سانپ کا مارنا اور سواری کا بہاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا
جسکی قیمت ایک درہم یعنی پانچ آنہ ہوں خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے کی ہم اسیطرح اگر خوف ہو کہ بہیڑیا کوئی بکری اوٹھا لیجائیگا تو جائز ہے کہ نماز
توڑ کر بہیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین وللخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقتٍ او جماعۃٍ اور مستحب
ہی نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کے واسطے اگر خوف نہو وقت کے جانے کا یا جماعت کے نکلنے کا ہم شامی نے
کہا کہ بول وبراز کے دباؤ کے ساتہہ نماز پڑہنی مکروہ تحریمی ہے تو اوسکے توڑنیکو واجب کہنا چاہیے تہا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جاوے اور خلاف
نکلنے کی یہہ صورت ہے کہ نماز پڑہنے میں کسی عورت اجنبی نے مثلاً ہاتہہ لگا دیا تو مستحب ہے کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک
نماز نہو گی ویجب لاغاثۃ ملہوفٍ وغریقٍ وحریقٍ اور واجب ہے نماز کا توڑ دینا واسطے فریادرسی فریادی خواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے ہم علامہ شامی
نے کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ ایسے امور کے لیے نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اسکے ہی اندہے کو کنوئین میں گرتے دیکہنا لا لنداء احد ابویہ بلا
استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلّی لا باس ان لا یجیبہ وان لم یعلم اجابہ نہیں جائز ہے نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں باپ کے
بدون فریادخواہی کے مگر نفل نماز میں اگر ماں باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہے گو فریادخواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پہر اگر ماں باپ کو معلوم
ہو کہ وہ نماز پڑہتا ہے تو کچہہ مضائقہ نہیں جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہو تو جواب دے ہم ماں باپ سے مراد اصول ہیں گو اوپر کے ہوں یعنی دادا یا نانا یا
نانی یا دادی ہو تب بہی یہی حکم ہے یہان تک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تہا اب مصنف وہ مکروہات بیان کرتا ہے جو نماز کے باہر ہوں
مگر نماز کے توابع میں سے ہوں وکرہ تحریماً استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء بالمد بیت التغوط وکذا استدبارہا فی الاصح اور مکروہ
تحریمی ہے بول وبراز کے وقت شرمگاہ کا موہنہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے پشت پہیرنا قبلہ کے طرف کو صحیح تر
قول میں شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف ممدودہ کے ساتہہ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہیں ہم وجہ کراہت یہہ ہے کہ صحاح ستہ میں مروی ہے کہ جب تم پاخانہ
پہرو تو قبلہ کے طرف موہنہ نہ کرو نہ پشت بلکہ اوسکو داہنی طرف کرلو یا بائین اور یہہ حکم مرد وعورت دونو کو یکسان ہے اور کراہت بول وبراز کے
وقت ہی پانی سے استنجا کرنیکے وقت کراہت تحریمی نہیں اور استقبال فرج کی قید سے یہہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کے جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ
سے پہیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا کذا فی الشامی کما کرہ لبالغٍ امساک صبیٍ لیبول نحوہا جیسی مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کراتا بچہ کا
قبلہ کے طرف کو اسلیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتہہ ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونیکے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا
فی الشامی وکما کرہ مدّ رجلیہ فی نوم او غیرہ الیہا ای عمداً لانہ اساءۃ ادب قالہ منلا باکیر اور جیسے مکروہ ہے دونو پانو کا پہیلانا سونے
میں یا سوای سونیکی حالت کے قبلہ کے طرف یعنی پانو پہیلانا دانستہ مکروہ ہے اسلیے کہ یہہ بےادبی ہے کہا ہے اسکو منلا باکیر نے ہم علامہ شامی نے کہا کہ

ہو اسکے یہ معنی کہ بدون عذر اور بے سبب کے پہیلاوے تو اگر عذر سے پہیلا کر پہیلاویگا تو مکروہ ہوگا اور دونو پانو کے مانند ہی حکم ایک پانو کے پہیلانیکا اور
بالغ اور لڑکا اس حکم میں برابر ہیں شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کی
طرف پانو پہیلانے سے آدمی کی گواہی مقبول نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہے او الی مصحف او شیء من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون
علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پانو پہیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کے طرف یعنی تفسیر وحدیث وفقہ اور ان کے
اصول کی کتاب کیطرف مگر یہہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہہ پر ہو پانو کی سیدہ سے تو پانو پہیلانا مکروہ نہو گا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر
اگر کتاب بہت دور رکہی ہو تب بہی کراہت نہو گی وکما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ
کو مگر اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگاوے تو مکروہ نہیں اسی پر فتوی ہی م شامی نے کہا کہ غلق کی جگہہ اغلاق کہنا چاہئیے تہا کیونکہ قاموس میں ہی کہ غلق باب لغت
مرات ہی اغلاق امام صحیح ہی اور وجہ کراہت یہ ہے کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیوں کو نماز سے روکا پایا جاویگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ومن اظلم
ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف متاع کی صورت میں بہی اوقات نماز میں بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطء فوقہ و
البول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر وصرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا
مسجد کی چہت پر اور بول وبراز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کے سطح تک اور مکروہ ہی ٹہہرا لینا مسجد کو رستہ بدون عذر کے اور قنیہ میں تصریح
کی ہی آدمی کے فاسق ہوجانیکی مسجد کو رستہ بنالینے کی عادت کرنے سے یعنی اگر عادت کریگا کہ رستہ مسجد ہی میں کو چلے تو فاسق ہو جائیگا وادخال نجاسۃ
فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد فیہ ولو فی اناء اور مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا
مسجد میں اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہیں چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد
کہلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاوے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جسکے ہاتہ
میں ناپاک پانی پڑا ہو اوسے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور حرام ہی داخل کرنا لڑکوں
اور مجنونوں کا مسجد میں جسکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا اون کا مکروہ ہے م شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے سے
مکروہ تحریمی ہے اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکوں اور دیوانوں کی یہہ ہے کہ حدیث مرفوع میں آچکا ہی کہ اپنی مساجد کو لڑکوں اور دیوانوں اور بیچ اور خرید
اور شور وغل اور تشہیر کشتی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکہو اور جمعون میں اونکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس ہونے
کے لڑکوں کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہے وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفیہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد میں جانیوالے کو چاہئیے دیکہہ بہال لینا
اپنی جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست نہوں اور نماز پڑہنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہنکر البتہ بلکہ طاہر ہوں افضل ہے م وجہ افضلیت یہہ
ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑہو جوتوں کو پہنکر اور یہود کی مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی میں ہے کہ جوتا پہنکر مسجد میں
جانا اس زمانہ کے عرف میں داخل بے ادبی ہی اور خوف مسجد کے فرش کی آلودگی کا بہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہہ خوف نہ تہا
کیونکہ مسجد شریف میں اوس وقت کنکریں بچہی ہوئی تہیں لا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا مکروہ نہیں
اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اوس گہر کی چہت پر جسمیں نماز پڑہنے کی جگہہ بنائی گئی ہے بلکہ خود اوس جگہہ میں یہہ چیزیں مکروہ نہیں اسلیے
کہ وہ مسجد شرعی نہیں ہے یعنے مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہی اور گہر میں ایک جگہہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہیں ہو
جاتی واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ
بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاوے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونیکے حق میں اگرچہ صفوں میں انفصال ہو جاوے
اقتدا میں اوسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگوں پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہیں ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزوں کے حق میں کذا فی النہایہ م بحر الرائق

مین کہا کہ ظاہر اس سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین تو اوسمین بول وبراز و جماع جائز ہو حالانکہ باقی نے اسکا
نہین ہونا یا تو لائق یہہ ہی کہ یہہ امور درست نہون اگرچہ ہم اسکو مسجد کہین اور مقابل قول مفتٰی بہ کا وہ قول ہی جسکی تصحیح محیط مین کی ہی کہ مکان
نماز جنازہ کے لیئے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعة نے کی ہے کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکہتی ہی کذا فی الشامی فصل
دخول الجنبی حائض فناء مسجد و رباط و مدرسة و مساجد حیاض و اسواق لا قوارع ہیں حلال ہے داخل ہونا عیدگاہ اور مکان
جنازہ مین جنب اور حائضہ کو جیسے حلال ہے انکو داخل ہونا مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازار کی مسجدون
مین نہ شارع عام کی مساجد مین فنا مسجد وہ مکان ہی جسکے اور مسجد کے بیچ مین راستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو حوض کے
پاس بنا دیتے ہین تاکہ جو کوئی وضو کرے وہ اوسپر تحیة الوضو یا اور نماز پڑھ لے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو غیر نافذ بازار مین نماز کے لیے
بنا لیتے ہین جیسے سوداگرون کی سرای مین ہوا کرتے ہین غرض کہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجد مین جنمین جماعت معین نہین
وہ در حکم مسجد ہین مگر ان مین اعتکاف نکیا جاوے کذا فی الشامی ولا باس بنقشه خلا محرابه فانه یکره لانه یلهی المصلی و یکره التکلف بدقائق
النقوش ونحوها خصوصا فی جدار القبلة قاله الحلبی و فی حظر المجتبی و قیل یکره فی المحراب دون السقف والموخر انتهی وظاهره ان
المراد بالمحراب جدار القبلة فلیحفظ اور کچھ مضایقہ نہین مسجد کے نقش کرنے کا سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہی
یعنی خشوع کو محل ہے اور مکروہ ہی تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور اوسکے مثل سے خصوصًا قبلہ کی دیوار مین کہا ہی اسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر
مین ہی کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہی نہ چہت اور پچہلی دیوار مین تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہہ ہی کہ محراب سی مراد قبلہ
کی دیوار ہی تو اسکو یاد کرلینا چاہیئے تم یعنی پچہلی دیوار اور چہت کو کراہت سی مستثنی کرنے سی اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوا
ہی کہ محراب سی غرض مصلے کے سامنے کی دیوار ہی اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا جیسا امام کو برا ہے ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بہی برا ہے کیونکہ
خشوع سبکے لیے مستحب ہی اور اوسکو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت سی تنزیہی ہی کذا فی الشامی بجص وماء ذهب
لو بماله الحلال لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متولیه لو فعل النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمة فلا باس به کافی والا
اذا کان لاحکام البناء او الواقف فعل مثله لقولهم انه یعمر الوقف کما کان وتمامه فی البحر مضایقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے
پانی سی اگر نقش کرنیوالا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سی نقش کرنا حرام ہی اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار
یا سفیدی مال وقف سی کریگا مگر جب کہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہو اور ڈر ہی کہ ظالم چہین لینگے تو اوس وقت نقش کرنیکا مضایقہ
نہین کذا فی الکافی اور مگر اوس صورت مین ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیئے ہون یا خود وقف کرنے والے نے اوسی طرح کی
نقش بنوائی ہون تو اس صورت مین بہی ضمان نہ دیگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوے جیسی پہلے تہی اور اس کا پورا بیان بحر الرائق
مین ہی ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہی اس سے معلوم
ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہی کذا فی الشامی عن البحر وغیرہ مسائل متفرقہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مکة ثم المدینة
ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ ہے کیونکہ اوسمین کعبہ ہے جسکی شان مین اللہ تعالے فرماتا ہے
ان اول بیت وضع للناس پہر مسجد مدینہ منورہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین برابر ہی ہزار
نماز ون کے اوسکے سوا دوسری مسجد مین بجز مسجد حرام کے پہر مسجد قدس یعنی بیت المقدس ہے کہ تصریح ثواب کی زیادتی کی اوسکے اندر حدیث مین
موجود ہی پہر مسجد قبا بضم قاف والف مقصور و ممدود وہ ہے جسکی شان مین آیت لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم الآیہ ہی ان چارون مسجدون کے
بعد افضل وہ مسجد ہی جو قدیم ترین ہو پہر وہ جو زیادہ بڑی ہو پہر وہ جو قریب تر ہو ہم یہہ ترتیب حلبیہ مین اقتباس سے نقل کی ہی اور بحر الرائق

نیز تید بیت المقدس ہے جامع مسجدون کو اوراون کے بعد محلہ کی مسجدون کو اوراون کے بعد شارع عام کی مسجد کو کہا ہو اور شارع عام کی
مسجدون سے وہ مسجدیں مراد ہیں جن کا امام اور موذن معین نہیں اور جامع مسجدون سے یہہ غرض ہو کہ جنمیں وسعت زیادہ وبغرض جماعت ہوتی ہو
اوراون میں سے افضل وہ ہی جو زیادہ وقدیم ہو جیسے مسجد قبا ہو پہر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پہر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی ومسجد استاذہ
للدرسہ اوالسماع الاخبار افضل اتفاقاً اور مسجد اپنے استاد کی درس پڑہنے کے لیے یا حدیث سننے کے واسطے افضل ہے یعنی قدیم تر اور بڑی
اور اقرب سے باتفاق اسلیے کہ اوسمین دو ثواب ہیں ایک جماعت دوسرے تحصیل علم ومسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل
ہے مسجد جامع سے ہم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہہ ہے کہ جسکی جماعت بنسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ میں ہے کہ اگر محلہ کی مسجد
میں کوئی موذن نہو تو نمازی اوسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑہے اگرچہ تنہا ہو اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اوسکے ذمہ حق ہے اور اگر محلہ میں دو
مسجدیں ہون تو جو بیشتر بنی ہو اوسمیں جاوے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد میں جاوے والصحیح ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی
الفضیلۃ بعم تحری الاول اولی ذہو ماکان فی زمانہ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہہ ہے کہ مسجد مدینہ منورہ میں جسقدر
توسیع کی گئی ہو وہ ثواب میں اصل مسجد کے ساتھہ لاحق ہو یعنی مقدار لاحق میں بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہے ہاں اول مسجد کی اتکل کرنی بہتر ہی اور
اصل مسجد سو ہاتہہ کا طول اور اتنا ہی عرض ہے ذکر کیا ہے اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم ان دونون میں اصل مسجد کی مساحت
لیکن سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکہوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرے کہ مسجد مبارک جسقدر تہی اور اس مسئلہ کا ذکر متر وطہ صلوۃ مین قبلہ
کی بحث سے پیشتر گذر چکا وہان دیکہنا چاہیے ویحرم فیہ السؤال ویکرہ الاعطاء مطلقاً وقیل ان تخطی اور حرام ہے مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہے
سائل کو مسجد مین دینا ہر حال میں اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پہلانگے تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے بالحظر والاباحۃ
اسی پہلے قول پر اکتفا کیا ہو چنانچہ کہا کہ مکروہ ہے سائل مسجد کو دینا مگر جسوقت کہ وہ لوگونکی گردنین نہ پہلانگے قول مختار یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
اپنی انگوٹہی نماز کے اندر دی اللہ تعالے نے اونکی تعریف کی اس آیت میں (ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون) یعنی دیتے ہین خیرات اوس وقت مین کہ وہ
رکوع کرتے ہوں کذا فی الطحطاوی ونشاد ضالۃ اونشد الاما فیہ ذکر اور مکروہ ہے کہوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہے مسجد مین شعر پڑہنا مگر
اشعار مین ذکر ہو اوسکا پڑہنا مکروہ نہیں ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکہو
کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈہونڈہتا ہے تو کہو کہ خدا تعالے تجہکو تیری چیز واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجہکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر میں
یہہ تفصیل کی کہ اگر شعر مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو اون کا پڑہنا بہتر ہے اور اگر
اونمین ذکر زمانہ اور امتون کا ہو تو مباح ہے اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودگی کی باتین ہون تو حرام ہے اور اگر خط وخال کا وصف ہو تو پڑہنا
مکروہ ہے اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی بری اشعار پر محمول ہے کذا فی الشامی ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ
اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکہنے سکہانے والون کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر جہری مین قید ساتہہ کی ہونی چاہیے
کہ جس مین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر ان سے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہے اسلیے کہ اوس کا فائدہ سننے
والون کو بہی ہوتا ہی اور خود ذاکر زیادہ بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہے اور اکثر علماء ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہے
خیر الذکر الخفی یعنی بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہو کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہے مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے
کہ اوسکے پانی سے گہن آتی ہی کو اگرچہ تبرک اور ریث سے خالی نہیں ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اوس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ
نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہی حکم ہے بدون جنابت کے نہانے کا ہی وغرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز وتکون للمسجد اور مکروہ ہے مسجد مین بونا
اشجار کا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی اونکی لکڑی اور پہل مسجد کا ہوگا ہم نز بفتح نون وتشدید زاء ہمزہ زمین کی

رطوبت کو کہتی ہین خلاصہ مین کہا کہ جب مسجد کے ستون باعث رطوبت کے نہ ٹہرتے ہون تو اس رطوبت کے کم کرنیکو درختون کے لگانے کا مضایقہ نہین اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر لوگون کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اون سے مسجد تنگ نہو اور جماعت مین خلل نہ پڑے تو کچہہ مضایقہ نہین اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگا دے کہ اون کے پہل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفون مین خلل ہوتا ہو یا درختون کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے وأكلٌ ونومٌ الا لمعتكفٍ وغريبٍ اور مکروہ ہے مسجد کے اندر کہانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہین ودخولُ آكلِ نحوِ ثومٍ ويُمنع منه وكذا آكلُ موذٍ ولو بلسانه اور مکروہ ہے مسجد مین آنا کہانیوالے لہسن جیسی چیز کا یعنی کچا پیاز اور مولی وغیرہ جن مین بدبو آتی ہے اور منع کیا جاوے ایسا شخص مسجد مین گہسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے هم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت بدبو مین سے کہاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ بیٹہے اسلیے کہ جس چیز سے انسانون کو ایذا ہوتی ہے اوس سے فرشتون کو ایذا ہوتی ہے انتہی اور ایذا دینے والے سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہے یا جس کے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہے کذا فی الطحطاوی وكلُّ عقدٍ الا لمعتكفٍ بشرطه اور مکروہ ہے مسجد مین ہر معاملہ یعنی بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہے بموجب اوسکی شرط کے هم شرط یہہ ہے کہ اوس چیز کی حاجت اوسکو یا اوسکے عیال کو ہو اور ایک یہہ کہ متاع کو مسجد مین نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی والكلامُ المباحُ وقيّده في الظهيرية بانه يجلس لاجله لكن في النهر الاطلاق اوجه اور مکروہ ہے مسجد مین کلام مباح کرنا اور ظہیریہ مین قید لگائی ہے کہ کلام ہی کی خاطر مسجد مین بیٹہے یعنی اگر مسجد مین عبادت کے لیے بیٹہا اور اوسکے بعد کلام دنیا کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہے کہ کراہت کو مطلق رکہنا موجہ تر ہے یعنی کلام کے لیے بیٹہا ہو یا عبادت کے لیے دونو صورتون مین کلام مباح مکروہ ہے هم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمین حرج بہی بہت ہے وتخصيصُ مكانٍ لنفسه وليس له ازعاجُ غيره منه ولو مدرسا واذا ضاقَ فالمصلّي ازعاجُ القاعد ولو مشتغلا بقراءةٍ او درسٍ بل ولأهلِ المحلة منعُ من ليس منهم عن الصلوة فيه اور مکروہ ہے خاص کرنا کسی جگہہ کا اپنے لیے اور نہین جائز ہے اوسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اوس جگہہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹا دینا بیٹہنے والے کا گو بیٹہنے والا قراءت یا درس مین مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت مین اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اوس محلہ والون سے نہو اوسکو مسجد مین نماز سے منع کرین هم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹہنے سے صف مین خلل پڑتا ہو تو اوس کا اوٹہا دینا بہی نمازیون کو جائز ہے ولهم نصبُ متولٍّ وجعلُ المسجدين واحدًا وعكسُه لصلوةٍ لا لدرسٍ او ذكرٍ اور جائز ہے محلہ والونکو مقرر کرنا متولی مسجد کے کامون کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہے دو مسجدون کا ایک کرلینا اور ایک مسجد کا دو کرلینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدین درس اور ذکر کے لیے نہین بنائی گئین اگرچہ درس اور ذکرا وہین جائز ہے کذا فی القنية في المسجد عظةٌ وقراٰنٌ فاستماعُ العظة اولى مسجد مین وعظ اور تلاوت قرآن ہے تو سننا وعظ کا بہتر ہے هم شامی نے کہا کہ یہہ حکم عوام کے لیے ہے اور جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجہہ سکتے ہون اونکے حق مین قرآن کا سننا بہتر بلکہ ضرور ہے ولا ينبغي الكتابةُ على جدرانه اور مناسب نہین لکہنا قرآن اور اوسکے مثل کا تعظیم کا مسجد کی دیوارون پر هم یعنی اسلیے کہ گر کر پامال ہونگے کذا فی البحر اور مثل اسکے ہے رقعون پر کچہہ لکہکر دروازون پر چپکانا کذا فی الطحطاوی ولا بأس بهدمِ عشّ خفاشٍ وحمامٍ للتنقية اور کچہہ مضایقہ نہین چمگادڑ اور کبوتر کے گہونسلے کا پہینکدینا واسطے مسجد کی صفائی کے هم طحطاوی نے کہا کہ للتنقية جواب سوال ہے اوسکی تقریر یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندون کو اونکے گہرون مین تو دور کرنا گہونسلون کا مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعا مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

یہہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان مین هم وتر بفتح اور کسرہ واو لغت مین طاق عدد کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین تین رکعتون کا نام ہے چنانچہ آگے آتا ہے اور نفل کے معنے لغت مین زیادتی کے ہین اور شرعا نفل اوس عبادت کو کہتے ہین جسکے کرنے سے ثواب ہو اور نکرنے سے عذاب نہو کل

باب الوتر والنوافل

سنۃ نافلۃ ولا عکس یعنی سنت نفل ہے اور اس کا اولٹا نہیں یعنے ہر نفل سنت نہیں ہوتی یہہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ سہاب مین ذکر سنتون کا
ہی ہے حالانکہ عنوان مین صرف وتر اور نوافل مذکور ہین سنتون کی تصریح نہیں کی تو تصریح کرنے کا عذر کر دیا کہ سنتین نفل ہوتی ہین وہو فرض
عملا وواجب اعتقادا وسنۃ ثبوتا وبہذا وفقوا بین الروایات وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے
ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتون مین ہم عملا فرض ہے اسکے یہہ معنے کہ عمل مین اوس کا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے
سے گناہگار ہونا اور اوسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضون مین ہے ویسے ہی وتر مین ہے اور اعتقادا واجب ہونیکے یہہ معنی کہ اوس کے
واجب ہونیکا اعتقاد ہر شخص پر ضروری اور ثبوتا سنت ہونیکے یہہ غرض کہ ثبوت اوسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی
وتر پڑہو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کیلیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہہ مراد کہ امام اعظم سے وتر کے
باب مین تین روایتین مروی ہین ایک فرض ہونیکی دوسری واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے
اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی متفق وعلیہ فلا یکفر بفتح فسکون ای لا ینسب الی الکفر جاحدہ اور اس قرینہ سے
یہہ متفرع ہوا کہ کافر کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہیں ہوتا اور نہ ملیہ کی محشیون نے توفیق کیطرف
پھیری ہے اور باقانی نے شرح ملتقی الابحار مین فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہے وتذکرہ فی الفجر مفسد لہ کعکسہ بشرطہ خلافا
لہما ولکنہ یقضی ولا یجوز قاعدا ولا راکبا اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہہ ہے کہ فجر کے فرضون مین اوسکا یاد آنا صاحب
ترتیب کے فجر کا مفسد ہے مثل اوسکے عکس یعنی اگر وتر مین یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جب کہ وقت
تنگ نہو اور نمازین چھہ نہو گئی ہون کہ ان صورتون مین ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک وتر ان
یاد ہونیسے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ وتر اونکے نزدیک سنت ہین لیکن وتر قضا کیے جاتے ہین اور بیٹھکر اور سوار ہوکر درست نہین ہے بالاتفاق یعنی
ہر چند سنتون کی قضا نہین اور بیٹھکر اور سواری پر جائز ہین مگر صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونیکے ان باتون مین سنت سے علیحدہ ہین وہو
ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود ولو عاد ینبغی الفساد کما سیجیء اور وتر تین رکعتین ہین ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ
اگر بیچ کی قعدہ کو بہول کر کہڑا ہوگیا تو پہر نہ بیٹھے اور اگر بیٹھ جائیگا تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو جاوے چنانچہ آگے آویگا ہم مثل مغرب سے یہہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے نہیں تو وتر
اور نماز کے فاسد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ قیام فرض کو چھوڑ کر واجب کیلیے بیٹھنا نہیں چاہیے اور نماز نفل مین چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسلیے اگر کہڑا بھی ہو جاوے تب بھی بیٹھ جاوے
کذا فی الظہار ولکنہ یقرأ فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطا وتر مثل مغرب کی ہین لیکن نماز کی ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورۃ ایمن آہستہ چاہیے
پڑہیں وجہہ احتیاط کی یہہ ہے کہ صاحبین وتر کے سنت ہونیکے قائل ہین تو اسکے لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتون مین قراءت پڑہی جاوے والسنۃ السور الثلث وزیادۃ
المعوذتین لم یختر ہا الجمہور اور مسنون تین سورتین ہین یعنی اول مین سورۃ اعلی اور دوسری مین سورۃ کافرون اور تیسری مین اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور نے پسند
نہین کیا یعنی تیسری رکعت مین بعد سورۃ اخلاص کے سورۃ فلق اور ناس پڑہنا مختار نہیں ویکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعا یدیہ کما مر ثم یعتمد وقیل کالداعی وقنت فیہ ای دعا
اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کی رکوع کرنیکے اپنے دونو ہاتہونکو اوٹہا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانون تک تب ہاتہ اوٹہا دے پھر ہاتہ باندہ لے اور بعض نے کہا کہ کہلے
رہنا مگر دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چہاتی تک اونچا کرے اور ہتیلیان آسمان کیطرف کرے مگر یہہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے اور یہین ہم شافعی کہا کہ تیسری رکعت مین قنوت رکوع کے
ای قبل رکوعہ ویسن الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی
فتوی ہے ہم دعاء قنوت مشہور یہہ ہے اللہم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من
یفجرک اللہم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق اور حضرت
امام حسن بن علی مرتضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجکو یہہ دعا سکہائی اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن

تولّیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شرّ ما قضیت انک تقضی ولا یُقضی علیک وانّه لا یذلّ من والیت ولا یعزّ من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک
ونتوب الیک) طحطاوی اور شارح منیہ نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ ان دونو دعاؤنکو قنوت مین ملا لیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق مین کہا کہ مثل التحیات کے
درود کے ہی اور نووی اور حلبی نے کہا کہ مستحب یہہ ہے کہ یون کہے وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم اور نسائی کی روایت مین ان الفاظ سے وارد ہے وصلی اللہ علی النبی بہر حال درود
پڑھنا بہتر ہے کیونکہ طبرانی مین حضرت علی مرتضی سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے جبتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت
پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ اوسکی جگہہ یہہ آیت پڑہے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) یا تین بار اللہم اغفر لی کہے یا تین بار یارب کہے
وقوله الجِدّ بالکسر بمعنی الحق وملحق بمعنی لاحق وتحفد بدال مهملة بمعنی نسرع فان ابدل الدال بمعجمة فسدت خانیه کانه لانه کلمة مهملة اور صحیح ہوا ہے یعنی
کی حدیث مرسل مین وارد ہے الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے دو جگہہ اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنی والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور ضمہ دال مہملہ کے
اسکی معنی ہین ہم جلدی کرتے ہین پس اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلیے ہے کہ یہہ کلمہ بمعنی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ
کلمہ بمعنی نہیں اسلیے کہ براق کی صفت حدیث مین کو ہے تحفد بہا یعنی سبقت لیتا تہا چلنے پر اپنے دونو بازون سے ومخافتاً لی الاصح مطلقاً ولو اماماً لحدیث خیر
الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑہے آہستہ صحیح تر قول کی بموجب مطلقاً اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کے کہ بہتر دعا آہستہ ہے ہم اس بات کے بیان کرنیسے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب
نہین اور مطلقاً سے یہہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا رمضان کے وتر ہون یا غیر رمضان کے سب صورتون مین آہستہ پڑہے کذا فی الشامی وصح الاقتداء
فیه بشافعی وغیرہ اولی ان لم یتحقق منه ما یفسدها فی اعتقادہ فی الاصح کما بسطه فی البحر بشافعی مثلاً لم یفصله بسلام لا ان فصله علی الاصح فیهما
للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر مین اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی کے مثلاً جو وتر کو سلام سے جدا نکرے یعنی دو رکعت پر سلام پہیر دے تو وتر کے غیر مین اقتدا
بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہو جو نماز کا مفسد ہو مقتدی کی اعتقاد مین صحیح تر قول مین چنانچہ شرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق مین نہین درست
ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پہیرنیسے صحیح تر قول کی بموجب دونون یعنی اقتدا مین اور فاصلہ سلام ہونے مین اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام
اور مقتدی کا مختلف ہے امام سنت ہونیکا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونیکا مگر نیت دونو کی وتر ہی پڑہنی کی ہے ہم غیر وتر مین وجہ اولویت کی یہہ ہے کہ نفل اور فرض مین نیت
دونو کی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب خلاف کے ساتھہ اقتدا درست ہوا تو اتحاد مین بطریق اولی درست ہونا چاہیے اور مثل
شافعی سے یہہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونیکا معتقد ہوا اور قول اصح کا مقابل اقتدا مین یہہ ہے کہ اقتدا درست نہین اسلیے کہ نفل والیکے پیچھے اقتدا واجب پڑہنیوالیکا درست
نہین اور سلام سے فاصلہ کرنے مین قول اصح کا مقابل یہہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب کما فی العیدین للاختلاف اور اسی وجہ سے
یعنی بوجہ خلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین مین بسبب خلاف واجب اور مسنون ہونیکی نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت واجب کی اگر نکریگا تو امام اور
مقتدی کی نیت متحد ہوجائیگی ویاتی المؤتم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانه مجتهد فیه لا الفجر لانه منسوخ بل یقف ساکتاً علی الاظهر مرسلاً
یدیه اور مقتدی دعاء قنوت پڑہے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے بعد دعا پڑھتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑہنی کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ مین متابعت امام غیر
حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑہے نماز فجر مین اسلیے کہ فجر مین قنوت کا پڑہنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز مین اقتدا درست نہین بلکہ چپکا کہڑا رہے ظاہر تر قول کی بموجب ہاتھ نکو لٹکائے ہوے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز مین عرب کے چند قبیلون پر جنہون نے ستر یا اسی قاریونکو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد بددعا فرماتے تھے جب آپ نے اونپر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس سے معلوم
ہوا کہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد وطحاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت مین اب بہی فجر کی نماز مین اگر کوئی دعا پڑہے تو کچھہ مضایقہ نہین ولو نسیه ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا
یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بہول گیا پہر رکوع مین اسکو یاد کیا تو رکوع مین اسکو نہ پڑہے
بسبب جاتے رہنے اوسکے محل کے یعنی اوسکا پڑہنا محض قیام مین ہے وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح تر روایت مین یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑہنی کیلیے پہر نہ کہڑا ہو اسلیے کہ اسمین
واجب کیلیے فرض رکوع کا چھوڑنا ہے ہم دوسری روایت امام سے یہہ ہے کہ پہر قیام کرکے قنوت پڑہے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیه وقنت و
لم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قراءة تامة وسجد للسهو قنت او لا لزواله عن محله پس اگر نمازی قیام کے طرف عود کیا اور قنوت

پھر دوبارہ رکوع کیا تو اسکی نماز فاسد ہوگی لیکن جو دوسرے رکوع سابق کے پوری قراءت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو سبب
فوت جانے قنوت کے اپنی جگہہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہہ کہ رکوع میں قنوت پڑھے دوسری یہہ کہ رکوع سے سر اوٹھاکر پڑھا اور رکوع پھر نہ
کیا تیسری یہہ کہ سر اوٹھاکر پڑھا اور رکوع دوبارہ کیا چوتھی یہہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا اور رکوع میں یا اوس سے کہڑا ہوکر تو چاروں صورتوں میں سجدہ سہو اس وجہ سے
ہو کہ قنوت اپنی جگہہ پر نہ ادا ہوا کذا فی الحلبی۔ ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرء منہ شیئا ترکہ ان خاف فوت
الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا درّ۔ امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونے کے
قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت میں سے کچھہ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈر ہو کہ امام کے ساتھہ رکوع
نملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھہ باقی رہگیا ہو تو اوسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت اون امور میں جو ارکان
میں یا شرائط نماز کے مفسد ہیں بخلاف غیر ارکان و شرائط میں مخالفت کرنی کذا فی الدر۔ رحمۃ شامی نے کہا کہ یہہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت
مذکورہ واجب ہے حالانکہ متابعت دونوں آخیر ارکان فرائض و واجبات میں واجب ہے جہاں کوئی دوسرا واجب نہیں ہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت میں یہہ بھی
چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع میں امام کی متابعت واجب تو جب ادای سنت میں جو ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا
پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہیں قنت فی اولی الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ اما
لو شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کرّرہ مع القعود فی الاصح۔ والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک درّ و حلبی
اگر بھولکر وتر کی پہلی رکعت یا دوسری میں قنوت پڑھ لیا تو تیسری رکعت میں قنوت نہ پڑھے اور اگر اوسنے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت ہے یا
تیسری تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھے کے ساتھہ صحیح قول میں یعنی قنوت پڑھکر قعدہ کرے پھر کہڑا ہوکر ایک رکعت اور پڑھے اور اوسمیں قنوت پڑھے کیونکہ دو رکعتوں میں
احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہو گا بخلاف
شک کرنے والے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑھنے کی دونوں میں بہولنے اور شک کرنے والے کو ہم شامی نے کہا کہ حلبیہ اور
بحر الرائق میں بھی موافق حلبی کے قول کے ہے۔ واما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ اور مسبوق
صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھہ کیونکہ اسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایک بار امام کے ساتھہ پڑھ چکا تو دوبارہ نہ پڑھنا مشروع ہے اور ہو جاوے گا
پانے والا قنوت کا تیسری رکعت وتر کے رکوع پانے سے مثلا جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو گویا کل رکعت شکول گئی اب باقی دو رکعتوں میں
اگر قنوت پڑہیگا تو بے جگہہ پڑہیگا اسلیے کہ اسکی جگہہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی
الجہریۃ وقیل فی الکل۔ اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز میں مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازوں میں اور بعض
فقہا کا قول یہہ ہے کہ سب نمازوں میں پڑھے جہری ہوں یا سری ہم نماز جہری میں قنوت پڑھنا بحر الرائق میں شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر
اشباہ میں غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر میں قنوت پڑھے اور عبارت شارح مسبوط سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا
ہو کہ حنفیوں کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز میں ہے اور کسی نماز جہری یا سری میں بلکہ سری نمازوں میں تو سوا امام شافعی
اور کوئی قائل قنوت پڑھنے کا نہیں اور بحر الرائق میں اسکو محدثین کا مذہب لکھا ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کردیتا کہ سری نماز کے
قنوت کو کوئی روایت مذہب نہیں ہے پھر قنوت کا موقع نماز فجر میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہے چنانچہ حموی نے
اسکی تصریح کی ہے کما فی الشامی مختصرا فائدہ یہہ ایک کام کی بات ہے خمسۃ یتبع فیہا الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدۃ تلاوۃ
وسہو واربعۃ لا یتبع فیہا زیادۃ تکبیر عید وصلاۃ جنازۃ ورکن وقیام لخامسۃ پانچ امر ہیں جن میں امام کی متابعت کیجاتی ہے یعنی اگر امام اونکو کرے
تو مقتدی بھی کرے اور اگر نکرے تو وہ بھی نکرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑھنا دوم قعدہ اولی سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان چیزوں کو کرے تو مقتدی

بہی کرہی اور اگر سہوًا اوس سے رہجائین تو مقتدی بہی چہوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزین ایسی ہین کہ اون مین متابعتًا امام کی نکیجاویگی یعنی اگر امام اون کو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چوتھے بار تکبیر کہے تو مقتدی اوس کا ساتہہ نہ دے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام چار تکبیرون سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دوبار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کہڑا ہوجانا امام کا پانچوین رکعت کے لیے م شامی نے کہا کہ چوتہی صورت رکن کے زیادہ کرنے مین داخل ہے تو اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہتی وثمانیۃ تفعل مطلقا الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر الانتقال والتسمیع والتسبیح والتشہد والسلام وتکبیر التشریق اور آٹھہ باتین ہین کہ مطلق کیجائین یعنے امام اونکو کرے یا نکرے مقتدی اونکو کرے اول ہاتہون کا اوٹہانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم ثنا سبحانک اللہم الخ سوم تکبیر انتقال یعنے ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا کہ اگر امام نکہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہہ لے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اوس صورت مین کہ امام بیٹہہ سجاوے لیکن اگر قعدہ اولے مین امام نہ بیٹہے تو مقتدی کو اوسکی متابعت چاہیے چنانچہ پہلے گذرا ہفتم سلام پہیرنا یعنے اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکل جاوے تو مقتدی سلام پہیر لین کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسنّ مؤکدًا اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدہا بتسلیمۃ ولو بتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولذا لو نذرہا لا یخرج عنہ بتسلیمتین وبعکسہ یخرج اور سنت موکدہ ہین چار رکعتین پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے پڑہیگا تو سنت کے قائم مقام نہون گی اور اسیلیے اگر چار رکعتون کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلامون کے ساتہہ پڑہنے سے اور اسکی عکس مین یعنی نذر کی دو سلامون سے پڑہنے کی اور ایک سلام سے چار نکو پڑہا تو نذر سے باہر ہوجائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت موکدہ ہین دو رکعتین صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان مشروع ہوئی ہین بعد کی سنتین واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض مین کسی عذر مثلاً نسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخر مین بعد کی سنتین اوسکی کمی کو پورا کردینگی اور مشروع ہوئی ہین پہلی کی سنتین واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتونکو پڑہیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اوسپر فرض نتہی اوسکو تو اوسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو کیسے ترک کریگا م ان سنتون کے موکد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونپر مواظبت فرماتے تہی چنانچہ مسلم مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آپ ظہر کے پیشتر چار رکعتین اور بعد ظہر دو رکعتین اور بعد مغرب دو اور بعد عشا دو اور قبل فجر کے دو پڑہا کرتے تہے اور بحر الرائق مین لکہا ہے کہ سنت موکدہ مثل واجب ہے کہ اوسکے ترک کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور تارک مستحق ملامت ٹہرتا ہے بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی وندب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدہا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین وکذا بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہین چار رکعتین پہلی عصر کے اور چار پہلی عشا کی اور چار بعد عشا کی ایک سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتین پڑہے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑہے چاہے دو رکعتین پڑہے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت کرے چار رکعتون پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اوسکو آگ پر حرام کردیتا ہے یعنی اوسکو دوزخ مین نڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من الاوابین بتسلیمۃ او ثنتین او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہین چہہ رکعتین مغرب کے بعد کہ نمازی اوابین سے لکہا جاوے یعنی رجوع کرنیوالون مین اللہ تعالی کیطرف چہہ رکعتین ایک سلام سے مستحب ہین یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑہنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہے م وجہ اوسکے مشکل ہونیکی یہہ ہے کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر تک رکنا پڑتا ہے شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہہ ہے کہ ہر شفعہ پر سلام پہیرا جاوے وہل تحسب المؤکدۃ من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمۃ واحدۃ اختار الکمال نعم اور کیا شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحب سے اور ادا کیجاویگی دونو ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہے کہ ہان م کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے کہ چار رکعتین جو بعد ظہر یا عشا کے مستحب ہین اسمین اختلاف ہے کہ وہ چار زائد جداگانہ مستحب ہون سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا اونکے ساتہہ شمار کیجاتی ہین پہر اگر سنت موکدہ کے ملکر چار شمار ہوتی ہین تو اونکے ساتہہ ایک ہی سلام مین ادا ہوجاتی ہین یا نہین تو اکثر علما نے یہہ کہا ہے کہ ایک سلام سے دونو ادا نہونگی اور خود کمال الدین نے یہہ اختیار کیا کہ جب نمازی چار رکعتین ایک سلام خواہ دو سے پڑہیگا تو سنت موکدہ اور مستحب دونو کافی ہونگی کذا فی الشامی وکرہ الا رکعتین خفیفتین قبل المغرب

واذا قرأ فی الطریق المعروف اور کمال الیقین نہایت عمدہ تنقیح کو ساتھ ثابت کیا ہے مباح ہونا دو رکعتوں کا مغرب سے پیشتر اور ثابت کہا ہے کہ بحر الرائق میں اور
مصنف زعم حاصل یعنی تحریر کمال کا یہ ہے کہ قبل مغرب کی دو رکعتیں مستحب نہیں مکروہ ہے بلکہ خفیفا ادا ساتھ اگر پڑھیں باتیں تو مباح ہیں کذا فی الشامی متعلقا والسنن
اکد اجماعا فی الغرفات ثم الاربع قبل الظهر لانه صلى الله عليه وسلم قال من ترکها لم تنله شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتوں میں مؤکد زیادہ فجر کی سنتیں ہیں بالاتفاق
پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول میں بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی ظہر کی سنتوں کو چھوڑیگا نہیں پہونچیگی اوسکو میری شفاعت پھر سب سنتیں برابر ہیں مگر فجر کی سنتیں
زیادہ موکد ہیں کیونکہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی
فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہے جو زیادتی درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سب کے لیے عام ہوگی وقیل
بوجوبها فلا تجوز صلوتها قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کو واجب ہونیکو کہا ہے تو نہیں جائز ہے پڑھنا اوسکا بیٹھکر اور سواری کی
حالت میں بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کی بموجب ہم واجب ہونیکی صورت میں بیٹھکر اور سواری پر ناجائز ہونا ظاہر ہے اور سنت ہو کر کہ کیفیت میں بیٹھکر ناجائز ہے
کیونکہ سنت ہم پلہ واجب کے ہیں کذا فی الحجة ولا یجوز ترکها لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن فله ترکها لحاجة الناس الیه فتوی اور نہیں جائز ہے چھوڑنا فجر کی
سنتوں کا اوس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہوں بخلاف باقی سنتوں کے کہ ایسکو انکا ترک کرنا درست ہے بسبب حاجت لوگوں کے اسکی طرف کذا فی الحجة ھم شامی نے کہا کہ یہ حکم
ہے جب کہ فتوی نویسی کی حالت میں لوگوں کے ہجوم کم باعث اور سنتوں کو ترک کرے اور بعد فراغت پڑھ لے اور جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک کرنا درست ہے وتخشی الکفر
علی منکرها اور خوف کفر ہے سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اوسکی مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہے اوسکا
منکر ہونا کفر ہے کذا فی الشامی ونقضی اذا فاتت مع الفرض الی الزوال اور سنت فجر قضا پڑھی جائے جبکہ فوت ہوگئی ہوں فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتوں کے کہ اونکی قضا نہیں
ھم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتوں کا زوال سے پیشتر ہے تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائیں اگرچہ فرض کے ساتھ ہوں اور اگر تنہا فوت ہوئی ہوں تو طلوع آفتاب سے
پیشتر قضا انکی نہ چاہیے ولو صلی رکعتین تطوعا وهو یظن ان الفجر لم یطلع فاذا هو طالع او صلی اربعا فوقع رکعتان بعد طلوعه لا تجزیه عن رکعتیه علی
الاصح تجنیس لان السنة ما واظب علیه الرسول صلی اللہ علیه وسلم بتحریمة مبتدأة اور اگر نماز پڑھی دو رکعتیں نفل اس گمان سے کہ فجر نہیں طلوع
ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتیں اور دو رکعتیں بعد آفتاب نکلنے کے ہوئیں تو انکو دو رکعتیں فجر کی سنتوں کی کافی نہ ہونگی قول اصح پر کذا فی التجنیس اسلیے کہ
سنت وہ ہے جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہو ھم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلہ سے ہے اور مسئلہ اول خلاصہ میں مذکور
ہے اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہے اور تجنیس میں پہلے مسئلہ میں سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہے اور نہر الفائق میں اوسیکو اوجہ بیان کیا ہے کذا فی
الشامی وتکره الزیادة علی اربع فی نفل النهار وعلی ثمان لیلا بتسلیمة لانه لم یرد والافضل فیهما الرباع بتسلیمة وقالا فی اللیل المثنی
افضل قیل وبه یفتی اور مکروہ ہے زیادہ پڑھنا چار رکعتوں سے ایک سلام میں دن کی نفلوں کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلوں کو اسلیے
کہ اس قدر سے زیادہ حدیث میں وارد نہیں اور افضل رات دن دونوں میں چار چار رکعتوں کا پڑھنا ہے ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ
دو دو کا پڑھنا افضل ہے کہتے ہیں کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہے ھم اس فتوی کو معراج میں عیون کے طرف منسوب کیا ہے اور نہر الفائق
میں علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہے کذا فی الشامی منتمزا ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی القعدة
الاولی فی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلی ناسیا فعلیه السهو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں ظہر اور جمعہ کے پیشتر کی چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر بھولے سے درود پڑھ لیا تو
اوس پر سجدہ سہو ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سجدہ سہو نہیں کذا فی الشمنی ھم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے
سجدہ سہو کا لازم آنا مسلم نہیں کیونکہ اونکا حکم اور سنتوں کا سا نہیں اسلیے اونکو دو سلاموں سے پڑھنا درست ہے ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة منها لانها
لیست کالفریضة اور جب تیسری رکعت کیلیے ان سنتوں کو ... کھڑا ہو تو دعا استفتاح یعنی سبحانک اللهم الخ نہ پڑھے اسلیے کہ یہ سنتیں بمنزلہ ایک نماز کے ہیں مثل فرض کے ہوگئی ہیں

(وفي الجواتي من ذوات الاربع يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويستفتح ويتعوذ ولو نذرا لان كل شفع صلوة وقيل كالاولى في الكل وصححه في العتابية) اور باقی نوافل چار رکعت والیوں میں درود پڑھے قعدہ اولی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں ثنا و استفتاح پڑھے اور اعوذ پڑھے اگرچہ وہ نماز نذر ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب سنتوں میں دعا اور درود نہ پڑھے اور صحیح کہا ہے اس قول کو قنیہ میں ہم نماز نذر کو سنتوں پر قیاس کیا کہ اسکا وجوب عارضی ہے درحقیقت وہ بھی نفل ہے کذا فی الطحطاوی (وكثرة الركوع والسجود احب من طول القيام كما في المجتبى ورجحه في البحر لكن نظر فيه في النهر من ثلاثة اوجه) اور بہت رکوع اور بہت سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبی میں ہے اور ترجیح دیا ہے اسکو بحر الرائق میں مگر عذر اس میں ہے اوسمیں نہر الفائق کے اندر تین وجہوں سے ہم وجہ اول یہ ہے کہ قیام ہر چند پست ہے مگر اوسکے طول کی خوبی بباعث اسی کے ہے کہ اسمیں قراءت بہت ہوگی اور قراءت اگرچہ تمام قرآن کو بھی جامع ہے سنت ہی ہوگی بخلاف رکوع اور سجدوں کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہ ہے کہ قراءت رکن اہم ہے انکو فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں قراءت واجب ہے کذا فی الشامی (ونقل عن المعراج ان هذا قول محمد وان مذهب الامام افضلية القيام وصححه في البدائع قلت وهكذا رأيته بنسخة المجتبى معزيا لمحمد فقط فتنبه) اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع و سجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں میں کہتا ہوں اور ایسا ہی دیکھا ہے مجتبی کے اپنے نسخہ میں منسوب بامام محمد کیطرف فقط پس خبردار رہنا ہم ملتقی کہا کہ مسئلہ مضاف ہو یا متکلم کیطرف اور مجتبی اوس سے بدل واقع ہوا ہے (وهل طول قيام الاخرس افضل كالقاري لم اره) اور نہ کیا کہ گونگا کا زیادہ قیام کرنا افضل ہے مثل قاری کے اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ گونگا چونکہ حکماً قاری ہے تو اوسکا قیام بلاشبہ افضل ہے (وسن تحية رب المسجد وهي ركعتان واداء الفرض او غيره وكذا دخوله بنية فرض او اقتداء ينوب عنها بلا نية) اور سنت ہے تحیۃ المسجد یعنی تحفہ رب مسجد کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم ہوجاتا ہے تحیۃ المسجد کے بدون نیت کے ہم رب کی قید سے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد تحفہ میں مضاف ہے کذا فی الحلیۃ (وتكفيه لكل يوم مرة ولا تسقط بالجلوس عندنا بحر) اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لئے ایکبار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جب کسی عذر سے مسجد میں چند بار جاوے تو تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھلے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر ہم اور یہہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہہ بیان امر بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ابوذر کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو رکعتیں ہیں سو اوٹھ اور اون کو پڑھ لے کذا فی الشامی (قلت وفي الضياء عن القوت من لم يتمكن منها لحدث او غيره يقول ندبا كلمات التسبيح الاربع اربعا) میں کہتا ہوں اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہو تحیۃ المسجد پر بسبب بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کو مستحب طور پر چار تسبیحوں کے الفاظ چار بار یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو چار بار کہنا تحیہ ہے اگر مسجد میں تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے (ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها وقيل تسقط وكذا كل عمل ينافي التحريمة على الاصح قنية) اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہوجاتی ہیں یعنی اونکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو تحریمہ کے مخالف ہو صحیح تر قول کی بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ (وفي الخلاصة لو اشتغل ببيع او شراء او اكل اعادها وبلقمة او شربة لا تبطل) اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کہانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ میں تو سنتیں باطل نہونگی (ولو جيء بطعام ان خاف ذهاب حلاوته او بعضها تناوله ثم سن الا اذا خاف فوت الوقت) اور اگر کہانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اوسکے مزہ کا یا تھوڑی لذت جاتے رہنے کا تو اسکو کہا لے پھر سنتیں پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتیں پڑھے پھر کہانا کہاوے ہم یعنی عمل مخالف عذر کی جہت سے سنتوں کو ساقط نہیں کرتا چنانچہ کہا انکا عمرہ ہو جاتا ہے

پڑہیگا وہی افضل ہوگی چنانچہ ابن حجر مکی نے بخاری کی شرح مین افادہ کیا ہے ہم ابن حجر نے کہا ہے کہ اکثر اور افضل مین فرق اوس سے معلوم نہین ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑہے
اور اگر عدد ایسا پڑہیگا تو آٹہہ رکعتین مستحب ٹہہرینگی اور باقی نفلین ہوجاینگی تو ظاہر ہے کہ مستحب نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام
ہمارے مذہب کے موافق نہین کیونکہ چار رکعتون سے زیادہ دن کی نفلون کو ایک سلام سے پڑہنا مکروہ ہے ومن المندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ اور مستحبات
مین سے ہین دو رکعتین سفر کرنیکی اور سفر سے آنیکی ہم طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گہر والون مین دو رکعتون سے بہتر
نائب نہین چہوڑا جنکو وہ سفر کے ارادے کے وقت اپنے گہر والون مین پڑہتا ہے اور مسلم مین کعب بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ
سفر سے دن ہی مین چاشت کے وقت تشریف لاتے تہے نہ رات مین اور آتے ہی مسجد مین قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتین پڑہکر وہین بیٹہہ جاتے کذا فی الشامی وصلوۃ
اللیل واقلہا علی ما فی الجوہرۃ ثمان ولو جعلہ اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہے نماز تہجد اور اوسکی کمتر رکعتین بموجب بیان
جوہرہ کے آٹہہ ہین اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کیلئے افضل ہے اور اگر آدہے آدہے دو کرے تو اخیر کی آدہی شب افضل ہے ہم جاننا چاہیے کہ نماز تہجد دن کی
نوافل سے افضل ہے اور اوسکی فضیلت شریعت مین بہت کچہہ وارد ہے چنانچہ مسلم مین مروی ہے کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہے پہر اس مین خلاف ہے کہ
نماز مذکور مستحب ہے یا سنت کیونکہ قولی دلیلون سے تو مستحب معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسپر مواظبت فرمائی اوسکی رو سے سنت معلوم ہوتی
ہے شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرض تہا اور ہمارے حق مین سنت معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حلیہ مین کہا کہ
اشبہ یہہ ہے کہ تہجد سنت ہے پہر اوسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہے نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث مین مروی ہے کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنے گہر
والی کو جگا دے پہر دونو دو رکعتین پڑہین تو وہ دونو اللہ کے بہت ذکر کرنیوالون مین لکہے جاینگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقل تہجد دو رکعتین ہین اور ابوداؤد
کی حدیث مین معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتین تہین اور حاوی قدسی مین ہے کہ آپ کا اقل تہجد دو رکعتین تہین اور زیادہ آٹہہ
رکعتین شامی نے کہا کہ اس صورت مین یون کہنا چاہیے کہ کمتر تعداد تہجد کی دو رکعتین ہین اور اوسط چار ہین اور اکثر آٹہہ ہین پہر اگر تمام رات مین یہہ چاہے کہ ایک تہائی
شب کی جاگے اور دو تہائی سوئے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی مین جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف مین جاگے اور بہتر یہہ ہے کہ رات کے چہہ حصہ کرکے پہلے تین
حصہ مین سوئے اور چوتہے اور پانچوین مین جاگے اور چہٹے مین سوئے کیونکہ صحیحین مین مروی ہے کہ اللہ تعالے کو سب نمازون سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہے کہ وہ آدہی رات سوتے
پہر تہائی رات جاگتے پہر چہٹا حصہ سوتے کذا فی الحلبیہ واحیاء لیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ
وتکون بکل عبادۃ تعم اللیل او اکثرہ اور مستحب ہے جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتونکا اور مستحب ہے جاگنا پندرہوین شب شعبان کا اور مستحب ہے جاگنا
دس راتون اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتون پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے ہر رات مین عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر
ہے جسمین تمام شب یا اکثر شب عبادت عام ہے کہ نماز نفل پڑہے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر وتسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑہے یا سنے اور حضرت ابن عباس
سے مروی ہے کہ جو کوئی نماز عشا پڑہے اور اوسکی نیت یہہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑہونگا تو اوسکو شب بیداری کا ثواب ملے گا کذا
فی الشامی ومنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہین دو رکعتین استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اوسکے کرنے اور نکرنے مین
مترددہو تو چاہیے کہ دو رکعتین نفل پڑہے اور پہر دعاء استخارہ پڑہے اللہم انی استخیرک الخ چنانچہ دعاء مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر ہم لکہدی ہے اور مستحب ہے
دعا کے اول وآخر مین حمد وصلوۃ کا پڑہنا اور بہتر ہے کہ اول رکعت مین سورہ کافرون پڑہے اور دوسری مین اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہے کہ پہلی
رکعت مین یہہ بہی پڑہے وربک یخلق ما یشاء ویختار الخ یعلنون تک اور دوسری مین وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ آخر آیت تک اور چاہیے کہ سات بار اس عمل
کو کرے پہر بعد اوسکے جو بات اوسکے دل مین آوے اوسی پر کاربند ہو کہ خیر اوسی مین ہے اور شرعۃ الاسلام مین ہے کہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے
پس اگر خواب مین سفیدی یا سبزی دیکہے تو وہ کام کرے کہ اچہا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکہے تو نکرے کہ برا ہے کذا فی الشامی واربع صلوۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ
وفضلہا عظیم اور مستحب ہین چار رکعتین صلوۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتہہ اور ثواب اسکا بہت ہے ہم صلوۃ التسبیح پڑہنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہین اول جو ترمذی مین مروی

عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے یہہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ فاتحہ کے دس بار پھر رکوع میں دس بار
پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسیطرح چاروں رکعتوں میں پچھتر پچھتر بار پڑھو کل تین سو دفعہ
ہو جاینگی اور حضرت ابن عباس سے اسیطرح مروی ہے کہ الحمد و سورت کے بعد پندرہ بار اور رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدہ اول اور جلسہ اور سجدہ دوم میں
دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار کہکر دوسری رکعت کو اٹھے پس دونو طور میں اتنا فرق ہے کہ اول میں صرف قیام میں پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار
قراءت سے پیشتر اور دس بار قراءت کے بعد اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قراءت کے اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدہ دوم کے بیٹھا نہیں کرتے
اسلئے شرح منیہ اور قنیہ میں اول ہی روایت کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس میں حاجت دوسرے سجدہ کے بعد جلسہ کی نہیں پڑتی مگر جب معلوم ہو گیا کہ دونو طور
حدیث سے ثابت ہیں تو مناسب یہہ ہے کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح اب کئی باتیں اور قابل سننے کے ہیں اول یہہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے
لیے کچھ سورتیں معین آپکو معلوم ہیں تو فرمایا کہ اول میں الہاکم التکاثر دوسری میں سورہ والعصر تیسری میں کافرون چوتھی میں اخلاص دوم یہہ کہ اس نماز کا
وقت کوئی معین نہیں سوای اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری میں ... سوم اس نماز میں اگر سہو
ہو جاوے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہہ خود تسبیح کم ہو جاوے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرلے مثلاً رکوع میں
بھول جاوے تو قومہ میں نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہے بلکہ سجدہ اول میں بیس بار پڑھے اگر شمار ترکیب میں کچھ ہو جاوے چہارم یہہ کہ رکوع اور سجدہ میں اول
سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیوں پر نکرے بلکہ دل میں گنتا جاوے یا انگلی سے
پور دبا کر دبا جاوے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ومناصحة
اھل التوبة وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیة وطلب اھل الرغبة وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافک اللھم انی
اسئلک مخافة تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق به رضاک وحتی اناصحک بالتوبة خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحة حبا لک
وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحان خالق النور ہفتم اسکی تسبیح میں ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم بھی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب
بہت ہوتا ہے ہشتم اسکی حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہونچ گئی ہے اور بہت علماء نے اسکو روایت کیا ہے نہم شارح نے
جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے یہہ اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھو گے تو اللہ تعالی تمہارے گناہ پہلے
اور پچھلے اور پرانے اور نئے و نسیانا اور دانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف دریا کے برابر ہونگے
تو اللہ تعالی معاف فرمادیگا (انتہی الشامی بتصرف) واربع صلوۃ الحاجة وقیل رکعتان وفی الحاوی انها اثنا عشر بسلام واحد وبسطنا فی
الخزائن) اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ بارہ رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور تحقیق
بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں ہم تجنیس اور ملتقط اور خزانة الفتاوی وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں بلکہ تجنیس میں یہہ بھی نقل کیا ہے
کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیة الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار
پڑھے اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبد اللہ بن
ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالی سے یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو
کرے پھر دوگانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالی کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہہ دعا کرے (لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب
العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمة من کل بر والسلامة من کل اثم لا تدع لی
ذنبا الا غفرته ولا ھما الا فرجته ولا حاجة ھی لک رضا الا قضیتها یا ارحم الراحمین) انشاء اللہ تعالی روا ہوگی مطلب اور کہا کہ اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ و نماز حاجت
میں کیا فرق ہے تو ہم کہتے ہیں جوابا نہر الفائق میں یہہ لکھا ہے کہ استخارہ حاجت آئندہ کیلئے ہے اور نماز حاجت موجودہ کیلئے ... روایت

اور شارح کے قول ان نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہیں سے یہی مراد ہے جیسا کہ یلزم الشارع + نخلہ الذی الک ما قالہ الشارح
صوم صلاۃ طواف حج عمرۃ رابع ہے کہ وقوف ہی ہو احرام الشارع + نفلوں میں سے سات ہیں جو شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہیں یہ حاصل ہوا ہے اس
قول سے کو زبانی یہ ہے کہ اسکو شریعت مقرر کرنے والے علیہ الصلوۃ والسلام نے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کہ شرط
ششم عمرہ نفل ہفتم احرام نفل ہم طواف شروع کرنے سے ساتہ پھیری پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اسوقت ہو سکتی ہے جب اسکی
نفل ایکدن ہو یعنی جن لوگوں کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے ان کے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہ ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں
تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا اس صورت میں قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف میں جسقدر دیر لگیگی اسقدر ہی اعتکاف ادا ہو جائیگا ان میں آخر
میں ہو کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے تو اسپر اسکو اوسپر محمول کر سکتے ہیں اور احرام کی صورت یہ ہے کہ اندون تعیین
حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہو جائیگا پھر اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں جسکے لیے چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی وقضی رکعتین

لو نوی اربعا غیر مؤکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع الاول او الثانی ای وتشہد للاول والا یقضی الکل اتفاقا او اربعا
کہ ہو دو رکعتیں اگر نیت چار رکعتوں غیر مؤکدہ کی کی ہو بموجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دی نماز کو اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح
کہا کہ دوسرے میں توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنی بمقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونوں دوگانے فاسد ہو جائینگے بالاتفاق
اس لیے کہ دوگانہ اول اوسوقت صحیح ہوتا کہ اس کا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ جسکو غیر مؤکدہ نفلوں کا ہو اور اگر مؤکدہ
سنتوں میں سے چار رکعت والی کی نیت کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیا تو بالاتفاق چار رکعتیں قضا کرے کیونکہ وہ ایسی ہی ہیں جیسے ظہر کی سنت
ہیں اور ان سب دونوں دوگانوں کو حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیان کی قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑ دیا تو کچھ لازم نہوگا والاصل ان کل شفع
صلوۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑ دینے قعدہ اول کے ہر دو میں
تین صورتوں میں ہر دوگانہ جدا نہیں چاروں کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ مثلا ظہر کے پڑھنے والے کے پیچھے نیت نفل کی کرکے توڑ دی تو چار رکعتیں قضا کرنی چاہییں کذا

فی الشامی ہم کا یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول او الاول
واحدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فلا یشفع صحح او لازم ہے کہ دو رکعتیں قضا کرے اگر قراءت ترک کر دی دونوں دوگانوں
میں یا قراءت ترک کر دی صرف اول کے دوگانہ میں یا دوسرے دوگانہ میں یا دوسرے کی ایک رکعت میں یا پہلے کی ایک رکعت میں پہلے دوگانہ میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں
انکے سوا اور صورتوں میں ان صورتوں میں قضا دو رکعتیں اسلیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہو گیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اوسپر درست نہوا تو یہ صورتیں
ہیں دو رکعتوں کے لازم ہونیکی وقضی اربعا فی ست صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول وبصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ
ستۃ عشر اور قضا کرے چار رکعتیں چھ صورتوں میں اگر ترک کرے قراءت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانہ میں اور ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت میں قراءت
کی صورت ملانے سے سولہ صورتیں ہو جاتی ہیں ہم ان صورتوں کا تمام مسائل ثمانیہ سے جن میں سے چھ میں قضا دو رکعتوں کی لازم
آتی ہے اور دو میں قضا چار کی چنانچہ ماتن نے انہیں آٹھ کو ذکر کیا ہے گرچہ صورتیں حقیقت میں بموجب تقسیم عقلی کے نو ہیں اور دو صورتیں جو کو چار کی
ہیں اس حساب سے کل صورتیں پندرہ ہوتیں اور اگر چاروں رکعتوں میں قراءت پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجائے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر میں قضا لازم
نہیں قضا لازم ہونیکی پندرہ وہی صورتیں ہیں اور مزید توضیح کے لیے ہم اس کا نقشہ لکھ دیتے ہیں چار رکعتوں کے لیے چار خانے مقرر کرکے قراءت
کی علامت ق اور ترک قراءت کی جگہ صفر دینگے اور ترتیب بھی رکھتے ہیں جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہیں کہ
قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی میں ہے جو چاہے اوسکو
ملاحظہ کرے فلم نکن ماذا لم یتعد لکن دو صورتیں باقی رہی جن میں چار کی قضا ہ

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
۰	۰	۰	۰	دو رکعتیں لازم ہونگی
۰	۰	ق	ق	〃

نکیا ہو اوسکی صورت یہہ ہی کہ اول دوگانہ کی دونو رکعتون مین قراءت نہ پڑہی اور پہلا قعدہ بہی نکیا اور دوسرے
دوگانہ کو فاسد کردیا اس کا حکم یہہ ہی کہ چار رکعتین قضا کرے اجماعاً کذا فی النہر او قعد ولم یقم
للثالثۃ یا بیٹھا اور تیسری رکعت کیلیے نہ اوٹھا ہو اسکی صورت یہہ ہی کہ دوگانہ اول مین قراءت ترک
کی اور قعدہ اولے کیلیے بیٹھا اور تیسری کے لیے نہ اوٹھا تو اسمین صرف دو رکعتین قضا کرے کذا فی
النہر او قام ولم یقیدہا بسجدۃ او قیدہا فتنبہ ومیز المتداخل یا تیسری کے لیے اوٹھا اور اوسکو
سجدہ سے مقید نکیا یا مقید کیا سجدہ سے پس خبردار ہو اور متداخل صورتونکو تمیز کرے یعنی پہلے دوگانہ قراءت
ترک کرکے تیسری رکعت پہلی سجدہ کرنے سے فاسد کردی یا بعد سجدہ کرنیکے تمام صورتونکا اسکا حکم یہہ ہی کہ
طرفین کے نزدیک دو رکعتین قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد دو
صورتین ہین جو ظاہر مین مختلف ہین اور ان دونکا حکم متحد ہے چنانچہ بات متداخل کو ملاکر آٹہہ صورتین لکہی ہین
اور ان سب کا واقع مین سولہ ہین دستکو ہو مثالہ لو نوی تشہد امام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد مین اقتدا کیا ہو
مثل اوسکے ہی یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑہتا ہی اور اوسکی اقتدا کسی نے کیا تو جن صورتون مین امام کو چار کی
قضا لازم آویگی مقتدی کو بہی چار کی لازم ہوگی گو اوسنے اقتدا تشہد مین کیا ہو ولا قضا لو نوی
اربعا وقعد قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہین قضا اگر نیت کی چار رکعتونکی اور بیٹھا
مقدار تشہد کے پہر توڑ دیا نماز کو اسلیے کہ اوسنے شروع نہین کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہوچکا

۱	۲	۳	۴	
ق	ق	.	.	〃
ق	ق	ق	.	〃
ق	ق	.	ق	〃
ق	.	ق	ق	〃
.	ق	ق	ق	〃
.	.	ق	.	〃
.	.	.	ق	〃
ق	.	ق	.	چار کی قضا لازم ہوگی
.	ق	.	ق	〃
ق	.	.	ق	〃
.	ق	ق	.	〃
ق	.	.	.	〃
.	ق	.	.	〃
ق	ق	ق	ق	چاروں صحیح ہونگی

شارع فی فرض ظانا انہ علیہ فذکر اداءہ لانقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لا ملتزما یا قضا نہین اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض
مذکور اوسکے ذمے ہی پہر یاد آیا اوسکا ادا کرنا تو یہہ فرض نفل ہوجاویگا بدون قضا لازم آنیکے درصورت فاسد کرنیکے اسلیے کہ اوسنے نماز کو شروع کیا تہا اپنی
اوپر سے فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینیکو او وصلی اربعا نفلا ولم یقعد الا فی آخرہا استحسانا لانہ بقعدتہ جعلہا صلوۃ واحدۃ فتبقی
واجبۃ والخاتمۃ ہی الفریضۃ یا قضا نہین اگر پڑہین چار رکعتین یا زیادہ یعنی چہہ یا آٹہہ اور بیچ مین نہ بیٹہا قضا نہین استحسان کی وجہہ سے اسلیے کہ نماز صحیح ہوگئی
ہوجانیسے ہر دوگانہ کو جدا نرکہا بلکہ ایک نماز کردیا تو قعدہ اولے واجب ہوگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹہیرا ہم یعنی قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ
ہر دوگانہ نماز جدا ہی تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہین ہوتی مگر جب یہہ دوگانہ کے بعد پہر کہڑا ہوگیا تو اوسنے سب نماز کو ایک
کردیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحسانا فرضونکو قعدہ کیطرح واجب ہوگیا اور اخیر قعدہ فرض ٹہیرا وفی التوشیح صلی الف رکعۃ ولم یقعد الا فی آخرہا صح خلافا لمحمد
ویسجد للسہو ولا یبتنی ولا ینبغی ان یحفظ اور توشیح مین ہے کہ نماز پڑہی ہزار رکعتین اور نہ بیٹہا مگر سب سے آخر مین تو صحیح ہوگی بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک قعدہ ترک کرنیسے
شفع باطل ہوجاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب کہ واجب بیچ کا قعدہ ترک ہوا اور دعاء استفتاح اور عوذ نہ پڑہے کسی دوگانہ کی شروع مین کیونکہ یہہ تو ابتدا نماز مین ہوتی ہین اسکو یاد
رکہنا چاہیے ہم نے ایک نسخہ مین بجای ترشیح کے تشریح بتقدیم شین لکہا ہے اور ایک نسخہ مین توشیح لو او ہی شامی نے کہا کہ دا دوسا یہہ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف
سراج ہندی کی ویتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر وفیہ اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ
وسلم علی النصف الا بعذر اور نفل پڑہے بیٹہکر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑہے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بہی پڑہے نفل بیٹہکر پڑہے وقت ابتدا کرنیکے اور اسیطرح وقت بنا
کرنیکے بعد شروع کرنیکے یعنی شروع دوگانہ کہڑا ہوکر کرے اور تمام بیٹہکر کرے بلا کراہت کے صحیح تر قول مین مثل اوسکی عکس کے یعنی بیٹہکر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کہڑا ہوکر تمام کرنا جائز
ہے بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹہکر نفل پڑہنے مین ثواب اور لوگونکا سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدہا ہوتا ہی مگر عذر کی جہت سے آدہا نہین ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے فی الاصح ام
ہی بلا کراہت کے اتفاقا اور یہی مقابل در اور وقایہ وغیرہ کا قول ہی کہ اونہون نے کراہت پر یقین کیا ہی بنا کیے قصور مین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیے

ہستت نا کیا کہ امید کا ثواب قیام اور قعود میں کم ہیں ہے بسبب اس کی شرارت کے کذا فی العطاوی ولا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا فی القراءۃ او فی
الجماعۃ یا در نمازی نہ پڑہے بعد فرض نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قرات میں یا جماعت میں ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی سے یہہ ہی الفاظ روایت
کی کہ لیس لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا یعنی نہ پڑہی جاوے بعد نماز کے کوئی نماز مثل اسکی اور ظاہر کلام امام محمد کا یہہ ہے کہ یہہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث کا
مراد نہیں کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑہی جاتی ہے کہ اون کے پیشتر ویسی ہی سنتیں ہیں اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص معنی پر حمل کیا جاوے
یعنی مثل ہونا مطلقا مراد نہیں بلکہ قرارت یا جماعت میں مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتیں اسطرح پڑہی کہ اول کی دو میں قرارت پڑہی اور دوسری
دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑہنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا تعاد عند توہم
الفساد للنہی اور نہ دوہرائی جاوے نماز وقتی بوجہ وسوسہ کے بسبب منع ہونے کے یعنی اگر ایکبار نماز پڑھ لی پہر وسوسہ ہوا کہ شاید یہہ نماز فاسد ہوئی تو اس نماز کا
اعادہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلا کوئی واجب چھوٹ گیا تو سہو میں اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو ابہی گذری کذا فی
البحر وما نقل ان الامام قضی صلوٰۃ عمرہ فان صح نقلہ کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنی عمر
کی نماز قضا کی تو اگر یہہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتیں تین قعدہ سے پڑہا کرتے تہے یہہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہہ ہے کہ
امام صاحب نے اپنی عمر کو قضا کیا احدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو ہوا ہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پیشتر کی نمازوں میں کوئی واجب چہوڑ دیا ہو یا کسی
مکروہ کے مرتکب ہوئے ہوں تا کہ اعادہ اونکا واجب ہو جاوے بلکہ غالبا اون کی قضا منظر احتیاطا اور توہم فساد تہی تو یہہ قضا حدیث مذکور کے مخالف
ٹہیری اور اگر یہہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتوں میں آپ نے قرارت پڑہی تا کہ نفل ہو جاویں تو مغرب اور وتر کی تین رکعتیں نفل ٹہیرینگی حالانکہ نفل
تین رکعت مشروع نہیں تو اس کا جواب شرح نے یہہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہیں اور اگر صحیح ہو تو وتر اور مغرب کو آپ چار
رکعتیں تین قعدوں سے پڑہتے تہے یعنی تیسری رکعت پر بیٹہکر تشہد پڑہتے تہے تا کہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہہ نماز نفل ہو جاوے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہیں کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہ ہوئی ہو تو یہہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہیں کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست
ہے کہ یہہ روایت صحیح نہیں ویقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹہے ہر دو تمام نفل میں جیسے تشہد میں بیٹہتا ہے یہہ قول مختار ہے رحم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ آخر
نفل میں ہے اور بعضوں نے کہا کہ چار زانو بیٹہکر نفل پڑہے اور بعضوں نے کہا کہ گوٹ مارکر اور یہہ اختلاف فضیلت میں ہے نہ جواز میں یعنی مختار یہہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹہکر پڑہنا
افضل ہے گو اور طرح پر پڑہنے سے بہی ادا ہو جاویگی مگر تشہد میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک اس میں بہی التحیات کے لیے اسی طرح بیٹہے جیسے فرضوں میں
بیٹہتے ہیں کذا فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر علی الظاہر مومیا فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت
ولو ابتداء او عندنا او علی نجاسۃ مختلف فیہا لا اکثر اور نفل پڑہے مقیم بحالت سواری میں شہر کے باہر یعنی ایسی جگہہ کہ وہاں مسافر کو قصر کرنا درست
اشارہ سے لیکن اگر وہ کسی چیز یا زمین پر سجدہ کریگا تو یہہ سجدہ بہی اشارہ میں معتبر ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑہے
جس طرف کو اسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع کرنیکے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑہنے میں استقبال قبلہ
شرط نہیں نہ نیت کے وقت نہ درمیان میں بخلاف امام شافعی کے کہ اون کے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی
یا اگرچہ اوسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بہی نفل درست ہوگی لیکن کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور
یا رکاب پر نجاست ہو تب بہی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیرہا بعمل قلیل
لا باس اور اگر سواری کے جانور کو تہوڑے سے عمل سے ہانکا تو اس کا مضایقہ نہیں یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی ولو افتتح النفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان
الاول ادی اکمل مما وجب والثانی بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری میں پہر اتر پڑا تو اوسی پہلی نماز کو پورا کرلے جتنی باقی ہو اور اگر
عکس میں یعنی شروع کیا زمین پر پہر سوار ہو گیا تو بنا نہ کرے اسلیے کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بنسبت نماز واجب کے اور دوسری اوسکی عکس ہے

پہلی صورت مین نیت ایسی نماز کی ہوئی جس مین رکوع اور سجدہ اشارہ سے ہوتا اور جب اُتر کر اوسکو ادا کیا تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر ادا کیا اور دوسری
صورت مین تکبیر تحریمہ اوس نماز کی ہے جس کا پڑھنا رکوع و سجدہ کے ساتھہ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو چھوڑ نہین سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج
المصر ثم دخل المصر اتم على الدابة بايماء وقيل لا بل ينزل وعليه الاكثر قاله الحلبي وقيل يتم راكبا ما لم يبلغ منزله قہستانی اور اگر نماز نفل کو
شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر مین داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہہ ہے کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی کو اُتر کر تمام کرے اور
اسی قول پر ہین اکثر فقہا کہا ہے اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جب تک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے اُتر کر
تمام کرے کذا فی القہستانی وبنى نازلا الى القبلة او قاعدا اور بنا کرے قبلہ کے طرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھکر ہم یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اتر پڑا
تو اب باقی نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھکر ولو ركب بطلت لانه عمل كثير بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد
ہو جاویگی اسلیے کہ سوار ہونا عمل کثیر ہے بخلاف اترنیکے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہے اسطرح کہ دونو پانو ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے ہم یہہ مسئلہ شارح
نے مکرر اسلئے بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کر کے ضعیف طور پر ادا درست نہو گا اور یہان علت فساد عمل کثیر کو ٹھہرایا ہے کذا فی
الشامی ولو صلى على دابة في شق محمل وهو يقدر على النزول بنفسه لا تجوز الصلوة عليها اذا كانت واقفة الا ان تكون عيدان المحمل على الارض
بان ركز تحته خشبة اور اگر نماز پڑہی اونٹ پر محمل کے ایک طرف مین حالانکہ وہ اپنے آپ سے اُتر سکتا ہے تو اوسکی نماز اونٹ پر درست نہو گی جب اونٹ
ٹھیرا ہوا ہو مگر یہہ کہ پایے محمل کے زمین پر ہون مثلا محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جاے اور اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہان سے نماز فرض
اور واجب کا بیان ہے سواری پر سو جاننا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہین اور ضرورتین یہہ ہین کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اُترنے
کی حالت مین یا زمین پر گارا وغیرہ ہو چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل مین نماز کا حال ایسا ہی ہے جیسا خود سواری پر تو ٹھیری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑہے بشرطیکہ اوسکو
ٹھیرا سکے قبلہ کے طرف کو اگر ممکن ہو ورنہ حتی الوسع قبلہ جانب رکہنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھیرا لینے پر قادر ہو تو نماز درست نہین اور اگر خوف وغیرہ
عذر کے باعث ٹھیرا نہ سکے تو جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کیوقت اس نماز کا اعادہ اوسکے ذمہ نہین جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہین کذا فی
الشامی وانما الصلوة على العجلة ان كان طرف العجلة على الدابة وهي تسير او لا تسير فهي صلوة على الدابة فتجوز في حالة العذر المذكور في التيمم
لا في غيرها اور گاڑی پر نماز کا یہہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جوا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ چلتی ہو تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہو گی حالت عذر مین
جسکا ذکر تیمم مین ہوا نہ دوسری حالت مین ہم عجلہ بفتحتین بوجہ لادنیکی گاڑی کو کہتے ہین جو کراچی کی طرح کی ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم مین ہوا
خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطين يغيب فيه الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لا تركب الا بعناء او بمعين ولو
محرما لان قدرة الغير لا تعتبر اور عذر مین داخل ہے مینہ کا برسنا اور گارا جسمین منہ غائب ہو جاوے یعنی لتہڑ جاے اور چلا جانا رفیقون کا اور جانور کا ایسا ہونا
جسپر بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہین ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس
سواری نہین اور زمین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہین کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑہے حتى لو كان معه امه مثلا في شق محمل واذا نزل لم تقدر ان تركب
وحدها جاز له ايضا كما افاده في البحر فليحفظ یہانتک کہ اگر کسی مرد کیساتھہ اوسکی ماں ہے ساتھہ محمل کے ایکطرف مین اور جب وہ اُترا ہے تو اوسکی اکیلی سوار نہین ہو سکتی تو اوس
مرد کو بھی نماز پڑہنا محمل مین درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم یعنی محمل کے دو سوارون مین سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا تھم نہ سکے
دوسرے کے حق مین عذر ہے وان لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز لو واقفة لتعليلهم بانها كالسرير اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اسمین جائز ہے اگر وہ کھڑی
چلتی نہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہان ریل کے اندر نماز پڑہنے کا حکم بیان کرنا ضرور ہے کہ اسمین علماء ہند مختلف ہین بعضے
کہتے ہین کہ چلتی ریل مین نماز فرض و واجب درست نہین اور بعضے درست کہتے ہین جو درست نہین کہتے اونکی تقریر یہہ ہے کہ ریل ہر جگہہ پر اتنی دیر ٹھہرتی ہے کہ اسمین آدمی چار نماز
چھوٹی سورتون سے مسافر کی طرح پڑہ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت مین اتنی وسعت ہے کہ اسقدر عرصہ مین ریل کسی جگہہ ضرور ٹھہرتی ہے تو ریل کے سوار کو کوئی عذر نہین کہ ریل

ریل کی نماز کا بیان

پڑھی اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہیں اور جو درست کہتے ہین انکی دلیل یہہ ہی کہ نمازی کا عذر وقت ارادہ نماز اور اوسکے شروع کرنیکے
معتبر ہی گو قبل خروج وقت کے اوس کا عذر جاتا رہنا متوقع ہو جیسا چلتی ریل پر سے اوترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہی پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی
تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی مل جائیگا تو اوسکی نماز ہو جائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جسوقت مین نماز ادا
کی اوسوقت پانی پر قادر نتھا یہہ دونو طرف کی دلیلین ہین پہر جو ہمنے کتب فقہ کے طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والونکا درست ہی
چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکہی ہی کہ مسافر قافلہ حجاج مین جو عذر کے سبب اوتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکہتا ہو کیا اوسکو درست
ہی کہ مثلا عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑھ لے یا اوسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لئے اوترے پس میرے نزدیک ظاہر یہہ ہی کہ اول وقت
پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہے گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی مل جائیگا انتہے مختصرا تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچہہ تردد نہین ہان اگر
وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹہہرنے پر نماز پڑھے تو یہہ صورت احتیاط کی ہے چنانچہ حلیہ کے باب التیمم مین حنفیہ سے منقول ہی کہ اولی یہہ کہ تیمم سے
اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہان تک کہ جب وقت جاتا دیکھے اوسوقت پڑھے هذا کله فی الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط
ایقافها للقبلة ان امکنه والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرها المکان یہہ سب یعنی نہ قادر ہونا اوترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکہنا یا گاڑی کا
جو بیلوں پر ہو نماز فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کیلئے ہی بشرطیکہ کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کیجانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو
جتنا ہو سکے کھڑا کرنا اسلیئے شرط ہوا کہ مکانِ نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہہ کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوای نفل کے اور
نمازوں مین شرط ہی اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونو امر ساقط نہون گے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہی
قبلہ رخ نہین کرسکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے تاکہ اتحاد مکان سب نماز مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہے اور کھڑا نہین کر سکتا تو حلیہ مین
مذکور ہی کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہوا اور شارح کے قول بقدر امکان سے بہی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور جس نماز نفل کی
قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی واما فی النفل فیجوز علی المحمل والعجلة مطلقا فرادی لا بجماعة الا علی دابة واحدة اور نفل کا حال یہہ
ہی کہ درست ہی نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقا خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہو اوترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہی جماعت سے
مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بہی درست ہی خواہ مقتدی پیچہے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا فی الشامی ولو جمع بین نیة فرض و نفل او
تحیة رجح الفرض لقوته وابطلها محمد والائمة الثلثة اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیة المسجد ہو یا تحیة الوضو ہو تو ترجیح
دیا جائیگا فرض بسبب اوسکے قوی ہونیکے اور باطل کیا ہی اوس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک واحمد وشافعی رحمہم نے یعنی فرض و نفل کی نیت ایک
ساتھ کرنیسے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نملیگا بخلاف اوس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلا تحیة المسجد اور تحیة الوضو اور نماز
چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی ولو نذر رکعتین لغیر طهر لزماه به عندکالو ای لو
کما لو نذر بغیر قراءة او عریانا او رکعة وکذا نصف رکعة عند ابی یوسف وهو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے
تو لازم ہونگی اوسپر طہارت کے ساتھہ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے
ساتھہ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدہی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار
ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عنده کی بیموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہہ ٹہیری ہوئی ہی کہ عنده کی ضمیر امام کیطرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو
واهدره الثالث ای محمد اور باطل کیا ہی اس نذر کو امام سوم یعنے محمد رح نے تو ان کے نزدیک اس نذر سے اوسپر کچہہ لازم نہوگا کیونکہ
نذر معصیت کی ہی اور ابو یوسف کی دلیل یہہ ہی کہ نماز کا لازم کرنا اوس چیز کا لازم کرنا ہے جس کے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عذر رواج
کرتی مین نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہی تو نذر معصیت نہوئی کذا فی الشامی ولا تعاد ثانیة فی مکان کذا ای ذا ولا قل من

بشرفه جاز لان المقصود القربة خلافا لزفر والثلاثة یا نذر کی عبادت کی کسی مکان معین مین پہر اوسکو ادا کیا ایسے مکان مین جس کا شرف بنسبت مکان نذر کے
کم تہا تو اوسے نذر درست ہوگا اسلیئے کہ مقصود قربت ہے اور وہ ہر جگہہ کی نماز سے حاصل ہے بخلاف زفر اور تینون اماموں کے و
لو نذرت عبادة كصوم وصلوة في غد فحاضت فيه يلزمها قضاؤها لانه منع الاداء لا الوجوب اور اگر کسی عورت نے
کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے روز مین پہر اوس روز مین وہ حائضہ ہوگئی تو لازم ہوگی اوس عورت کو قضا اوس عبادت کی اسلیئے کہ حائضہ
ہونا ادائے عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا ہم شامی نے کہا کہ ضمیر لانہ کی حیض کے طرف ہے جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہے ولو نذرت ایام حیضہا
لا لانه نذر بمعصية اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن مین کی یعنی یون کہا مثلا کہ جس دن مین حائضہ ہون او سمین دو رکعتین نفلین
پڑہون یا روزہ رکہون تو اوسپر قضا لازم نہوگی اسلیئے کہ یہہ نذر ہے معصیت کی یعنی یوم حیض عبادت نماز و روزہ کا منافی ہے تو یہہ نذر ہی درست
نہوی التراويح سنة موكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء اجماعا تراویح سنت موکدہ ہے بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے
مردون اور عورتون کو بالاجماع ہم خلفاء راشدین سے اکثر مراد ہین کیونکہ تراویح کی ابتدا عہد مبارک حضرت عمر رض کو در میانا ہوئی اور اوسکے بعد سے آجتک صحابہ اور علما سب اوسپر متفق چلے آئے
کسی نے انکار نہین کیا اور شرح منیہ مین ہے کہ اکثر علما اسکے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اسکے سنت موکدہ ہونے کی تصحیح ہدایہ وغیرہ مین کی ہے اور اجماع کی قید اسلیئے لگائی کہ روافض کا قول لائق اعتبار نہین جو
صرف مردونکے حق مین سنت بتاتے ہین یا سیری سے سنت ہی نہین کہتے اور سعید بن منصور نے بر وایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ابی بن کعب رض
کو امام مردون کا کیا تہا اور تمیم داری عورتونکو نماز پڑہایا کرتے تہے کذا فی الشامی ووقتها بعد صلوة العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعده فی الاصح اور وقت تراویح
نماز عشا کے بعد ہی فجر تک وتر سے پہلے اور وتر کے بعد صحیح تر قول مین ہم وقت تراویح مین تین قول ہین اول یہہ کہ تمام شب اوس کا وقت ہے تو اس صورت مین اوسکا آخر
وقت طلوع صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا قول یہہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے یعنی عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو متن مین
ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی نے نہین کی اور دوسرے کو خلاصہ مین صحیح کہا ہے اور غایۃ البیان مین کہا کہ متواتر اور ماثور یہی ہے اور تیسرے قول کو ہدایہ
خانیہ اور محیط مین صحیح کہا ہے اور کافی مین اسکو جمہور کے طرف نسبت کیا ہے کذا فی الشامی فلو فاته بعضها وقام الامام الی الوتر اوتر معه ثم صلی ما فاته
پس اگر نمازی کو کچہہ تراویح نکلی ہون اور امام وتر دینے کیلیئے کہڑا ہوجائے تو وہ شخص امام کے ساتہہ وتر پڑہ لے پہر وہ تراویح پڑہ لے جو فوت ہوگئی ہوں ہم یہہ تفریع تیسرے
قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام کے ساتہہ پڑہنے سے وقت تراویح کا تمام ہوجائیگا اور دونو قولون پر یہہ مسئلہ متفرع ہے کہ جس شخص نے فرض
عشا نہ پڑہے ہون تو وہ بعد فرض پڑہے جماعت تراویح مین شریک ہو ویستحب تأخيرها الى ثلث الليل او نصفه ولا تكره بعده في الاصح اور
مستحب ہے دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اوسکے نصف تک اور نہین مکروہ ہے تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف
یہہ ہے کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہے کیونکہ تراویح تابع عشا کے ہے تو جب اصل عشا مکروہ ہے تو تابع بہی مکروہ ہونی چاہیئے اور وجہ مکروہ نہونے
کی یہہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور افضل نماز شب مین یہی ہے کہ آخر شب مین ہو کذا فی الشامی مختصرا ولا تقضی اذا فاتت اصلا ولا وحدة في
الاصح فان قضاها كانت نفلا مستحبا وليس بتراويح كسنة مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہوجائے تو قضا نکی جائے مطلقا یعنی نہ
جماعت مین اور نہ تنہا صحیح تر قول مین پس اگر تراویح کو قضا پڑہیگا تو نفلین مستحب ہوجائینگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتین فوت ہوجانے
سے قضا نہین کیجاتین ہم طحطاوی نے کہا کہ ولا وحدہ بیان ہے اصلا کا یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا اور اصح قول کا مقابل یہہ ہے کہ دوسری تراویح
کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑہ سکتا ہے والجماعة سنة على الكفاية في الاصح فلو تركها اهل مسجد اثموا الا لو ترك بعضهم اور جماعت
تراویح مین سنت کفایہ ہے اصح قول مین اس سے یہہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گناہ گار ہونگے جب کہ جماعت
کو اون مین سے بعض نے چہوڑا ہو ہم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح سب کے حق مین جدا گانہ سنت ہے اگر کوئی تراویح
کو چہوڑیگا تو گناہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہہ کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے وكل ما شرع بجماعة فالمسجد فيه افضل قاله الحلبی اور جو

باوجود قادر ہونیکے کہڑا ہونے پر ہم یعنی اگر کہڑا ہوکر پڑہنے کی طاقت ہو تو بیٹہنا مکروہ نہین اور بیٹہکر پڑہنا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہے اسلیے کہ خلاف سلف کے فعل کے ہے کذا فی الشامی کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبیہ بالمنافقین جیسے مکروہ ہے دیر کرنا قیام مین امام کے رکوع تک واسطے مشابہت کے منافقون کے ہم یعنی مقتدی کا بیٹہا رہنا اور امام کے رکوع کیوقت نماز کا شروع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ یہہ علامت کسل کی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے منافقون کی حال مین واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یعنی جب نماز کو کہڑے ہوتے ہین تو کہڑے ہوتے ہین سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہہ حرکت مکروہ ہے ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تبع فمصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اور اگر لوگون نے جماعت فرض مین نکی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑہین اسلیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہے جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑہی ہون وہ تراویح کو امام کے ساتہہ پڑہے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑہا تراویح کو امام کے ساتہہ یا تراویح کو دوسرے امام کے ساتہہ پڑہا تو نمازی کو جائز ہے کہ وتر کو امام کے ساتہہ پڑہے ہم مراد اس سے یہہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتہہ پڑہا اور تراویح کو جماعت سے نہین پڑہا تو وتر جماعت سے پڑہ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑہے ہون تو وتر کو جماعت سے نہ پڑہے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہہ مسئلہ کہ اگر تراویح کی جماعت سب نے نہ کی ہو تو کیا سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑہین اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہراً وتر کو جماعت سے نہ پڑہے اسلیے کہ وتر مین جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہے تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کی ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہر اور نہ پڑہا جاوے وتر اور نہ نفل جماعت سے رمضان کے سوا اور دونون یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دونون مین مکروہ ہے بشرط کثرت کی اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچہے ہون چنانچہ درر مین ہے اور خلاف نہین اقتدا کے صحیح ہونے مین کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہین کذا فی النہر ہم چار مقتدیون کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہونگے تو بلا کراہت درست ہے شامی نے کہا کہ ہرچند اقتدا نفل مین درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہین ملتا وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوۃ رغائب وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ مین بزازیہ سے ہے کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوۃ رغائب مین اور صلوۃ براءت اور صلوۃ قدر مین مگر جب مقتدی یون کہے کہ مین نے اتنی رکعتین اس امام کے پیچہے جماعت سے نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا مین کہتا ہون کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہہ ہے کہ نہین چاہیے یہہ کل تکلف ایک امر مکروہ کیلیے ہم رجب کے پہلے جمعہ کی شب مین نماز نفل صلوۃ رغائب کہلاتی ہے یہہ نماز سنہ ۴۸۰ مین ایجاد ہوئی اور علما نے اسکی برائی اور اسکے پڑہنے والونکی حماقت مین کتابین تالیف کین اور منیہ کے شارحون نے تصریح کی کہ جو کچہہ اس باب مین مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اسکی جماعت کیلیے اہل روم یہہ حیلہ کرتے ہین کہ رکعتونکو نذر کر لیتے ہین تاکہ جماعت نفل کی نرہے واجب کی ہوجاوے اور صلوۃ براءت سے مراد پندرہوین شب شعبان کی نفلین ہین اور صلوۃ قدر سے ستائیسوین شب رمضان کی نفلین ہین اور نہین بہی جماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنیکے لیے نذر کا تکلف نکرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اہ تاتارخانیہ مین ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نہ کریگا تو اسکے حق مین کراہت نہو گی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ویدیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیامہ بہا اور رمضان مین پڑہا جاوے وتر اور قیام رمضان جماعت سے ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہے یعنے وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑہے وہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر مین جماعت سے ہے یا گہر پر پڑہنا دونو قولون کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جسکا مقتضا یہہ ہے کہ گہر پر پڑہنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اسکو ثابت رکہا ہے مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو اوپر قاعدہ لکہا تہا کہ جو کام جماعت سے مشروع ہین ان کو مسجد مین پڑہنا افضل ہے اسکے رد سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب ادراک الفریضۃ

یہہ باب ہے حاصل کرنے جماعت فرض کا ہم طحطاوی نے کہا کہ

مناسب تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا ہے یعنی کہ سوای کیفیت جماعت میں ادراک کے اور مسائل بھی اس مین مذکور ہیں من شرع فی الفریضۃ منفردا ثم اقیمت اداء و القضاء فانہ لا یقطعہا ثم اقیمت ای شرع و الفریضۃ و مصلاہ لا اقامۃ المؤذن ولا الشروع فی مکان و ہو فی غیرہ لیقطعہا ادراکا للجماعۃ
شروع کیا نماز یعنی فرض کو ادا کے طور پر پھر اوسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اوسکی نماز پڑھنے کی جگہ مین تو وہ اپنی فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح
نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکل گئی کہ اگر اوسکو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جاوے تو ان کو قطع نکرے اور اقامت سے غرض
اوسی جگہ مین شروع فرض ہونا ہے مؤذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان مین کہ نماز سے وہ اوسکے غیر مین ہو ہم یعنی مؤذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہین بلکہ
امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نماز اپنے گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد مین شروع ہو تب بھی توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضۃ بصیغہ مجہول ہے اور
اقامۃ المؤذن مرفوع ہے عطف ہی شرع کے حاصل یہ یعنی مراد اقامت سے شروع ہونا اقامت مؤذن کا ولو کان فی النفل قطعہ لاعادتہ او فات قیمۃ درہما او خاف ضیاع
درہم من مال او کان فی النفل فی الجنازۃ و خاف فوتہا قطعہ لامکان قضائہ چنانچہ قطع کرے اگر بھاگ جاوے اوسکی سواری کا جانور یا اوس قدر کی چوری کی
یا خوف کرے تلف ہونے کا ایک درم کا مال سے یا ہو وہ نماز نفل نماز میں اور جنازہ لایا جاوے اور خوف ہو فوت ہونے نماز جنازہ کا تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا
کر سکنے نفل کے ہم یعنی اگر فرض نماز پڑھتا ہو مین جنازہ کی نماز کے نکلنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی و
یجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق آور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے کے اور واسطے مثل کے ولو دعاہ احد
ابویہ فی الفرض لا یجیبہ الا ان یستغیث بہ وفی النفل ان علم انہ فی الصلوۃ فدعاہ لا یجیبہ والا اجابہ اور اگر پکارے نماز کو اوسکا
ماں باپ فرض مین تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اوس سے یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور یہی ماں باپ اور غیر برابر ہین کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز مین اگر ماں باپ
کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہے پھر اوسکو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہی
مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح خوف ترک
مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی قال الا ان القعود شرط لتحلل وہذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمۃ واحدۃ ہو
الاصح غایہ ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلیے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور یہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے
نماز توڑنے مین ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایہ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے ہم یعنی اپنی نماز کو حالت قیام مین ایک سلام سے توڑ کر امام کا
اقتدا کرے وہذا ان لم یقید الرکعۃ الاولی بسجدۃ او قیدہا فی غیر رباعیۃ او فیہا و لکن ضم الیہا رکعۃ اخری و جوبا ثم یاتم احرازا
للنفل والجماعۃ اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اوس صورت مین ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز مین یعنی فجر اور
مغرب کی نماز مین یا چار رکعتوں والی مین سجدہ کیا ہو لیکن اوس رکعت مین دوسری رکعت ملا دے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل
اور جماعت کے ہم حاصل اوس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑھنی شروع کی پھر اوسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہیں کیا
تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اور ملا کر توڑ دے
اور اقتدا کرے تا کہ دو رکعت نفل ہو جائین اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب مین اوس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اوسکو پورا کرے اور نہ اقتدا کرے کذا فی الشامی فان صلی ثلثا
منہا ای الرباعیۃ اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراہۃ النفل بعدہا اور اگر چار رکعتوں والی
نماز سے تین پڑھ چکا ہو تو اوسکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر مین اقتدا نکرے واسطے مکروہ ہونے
نفل کے بعد عصر کے ہم یعنی چار مین سے اگر تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارع فی نفل لا یقطعہ
مطلقا ویتمہ رکعتین وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام یتمہا اربعا علی القول الراجح لانہا صلوۃ واحدۃ ولیس القطع
للاکمال بل للابطال خلافا لما رجحہ الکمال اور شروع کرنے والا نفل میں نہ قطع کرے کسی حال میں یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتیں اور اسیطرح سنت

ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت ظہر شروع ہو جاوے یا امام خطبہ پڑہنے لگے تو اونکو چار رکعتین پڑہے قول غالب کے بموجب اسلیے کہ وہ سنتین ایک نماز ہین اور قطع کرنا اونکا
کامل کرنیکے لیے نہین ہے بلکہ باطل کرنیکے لیے ہے بخلاف اوس قول کے کہ ترجیح دی ہے اوسکو کمال نے ہم قطع کرنا اکمال کے لیے نہین اسکی یہہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور
پھر پڑہیگا تو پہلی ہی طرح پڑہیگا بخلاف فرض کے قطع کرنیکے کہ اوسکو دوبارہ جماعت مین پڑہتا ہے تو اوسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے
اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعتون پر قطع کردے اور ہدایہ مین ظاہر ہے اسکو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی وکرہ تحریما للنهی خروج من لم یصل من مسجد
اذن فیه جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیه اولا اور مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اوس شخص کا جسنے نماز نہین پڑہی اوس مسجد سے جس مین
اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ اذان غالب اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ وقت نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے
خواہ مسجد مین اذان ہوئی ہو یا نہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد مین نماز کا وقت ہو جاوے تو بدون نماز پڑہے اوس مین سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت
مراد لینا بحث ہے صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ جسنے مسجد مین اذان کو پایا پہر نکل گیا اور کسی کام کو نہین نکلا اور پہر نکلنا
ارادہ نہین رکہتا تو وہ منافق ہے الا لمن ینتظم به امر جماعة اخری او کان الخروج لمسجد حیه ولم یصلوا فیه او لاستاذه لدرسه او لسماع الوعظ
او لحاجة ومن عزمه ان یعود نہر مگر نکلنا اوس شخص کو مکروہ نہین جسسے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن ہو یا یہہ کہ نکلنا اپنے
محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اوس مین لوگون نے نماز نہ پڑہی ہو یا نکلنا اپنے اوستاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑہنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے یا کسی حاجت
کے لیے ہو اور اوسکا ارادہ ہو کہ پہر آویگا تو مکروہ نہین کذا فی النہر ولا لمن صلی الظهر والعشاء وحده مرة فلا یکره له الخروج بل ترکه للجماعة الا عند
الشروع فی الاقامة فیکره لمخالفته الجماعة بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اوس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑہ
لی ہے تو اسکو نکلنا مکروہ نہین بلکہ چہوڑنا جماعت کا یعنی یہہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑہ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہے اوس
شخص کو نکلنا بسبب اسکی مخالفت کرنیکی جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑہنے والا بسبب اوس وجہ کی کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونو حاصل کرنیکی لیے
کذا فی الطحطاوی ولا لمن صلی الفجر والعصر والمغرب مرة فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراهة النفل بعد الاولین وفی المغرب احد المحظورین
البتیراء او مخالفة الامام بالاتمام اور مگر اس شخص کو مکروہ نہین جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑہ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال مین اگرچہ تکبیر ہو جاوے
بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کے نماز کی یعنی اگر ان دونو نمازونکو پڑہکر امام کا شریک بہ نیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑہنا ان دونو کے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی
مین اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتون مین ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے ہم بتیراء التصغیر ہے بتراء کی اور بتراء اوس ایک رکعت کو کہتی
ہین جسکی ساتھہ دوسری نہو یعنی اگر مغرب مین اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اوس سے یہہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت تنہا رہجاوے اور اگر یہہ فرض کیا جاوے کہ مقتدی امام کے سلام
تین رکعتین پڑہکر اٹہین چوتہی اور ملاوے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے وفی النهر ینبغی ان یجب خروجه لان کراهة مکثه بلا صلوة اشد اور نہر الفائق
مین ہے کہ مناسب یہہ ہے کہ جماعت ہونیکے وقت اوس کا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹہرنا اوس کا مسجد مین بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت
نفل پڑہنے کے ہم تیسے مجلسین کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی قلت افاد القهستانی ان کراهة التنفل
بالثلاث تنزیهیة وفی المضمرات لو اقتدی فیه لاساء مین کہتا ہون کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتین نفل پڑہنے کی کراہت
تنزیہی ہے اور مضمرات مین ہے کہ اگر اقتدا کریگا مغرب مین تو برا کریگا ہم قہستانی نے اپنے قول کی تائید مین مضمرات کا یہہ قول نقل کیا
ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کردی ہے اور غایة البیان مین کہا ہے کہ تین رکعتون
نفل کا پڑہنا بدعت ہے اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ ان کا پڑہنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے
کہا کہ حدیث مین بتیراء سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ ان کا پڑہنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وان خاف
فوت الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها لکون الجماعة اکمل اور جب نماز پڑہی فوت ہو جماعت دوگانہ فرض فجر سے بسبب اپنے مشغول ہونے کی اوسکی سنتون مین تو سنتون کو

ترک کرے وہ جو حاضر ہونے جماعت کے کامل ثواب یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا زیادہ واسطے
بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الاتحاف وکذا لو رجا ادراک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر
لکن ضعفہ فی النہر ولا یاتی بہا الا بحیث یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے
فوت ہونیکا نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے ملنے کا ظاہر مذہب میں اور ایک قول یہہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف
اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق میں تو اس صورت میں سنتوں کو ترک نکرے بلکہ اونکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ
پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتوں کو ترک کرے اسلیے کہ مکروہ کا ترک سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتوں کو جماعت کے پیچھے میں پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنت
مسنون تو مقدم یہہ ہے کہ فعل مکروہ کو نکرے مترجم شامی نے کہا کہ تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر میں اسیکو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات ہو سکے
تو سنتوں کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان میں اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ میں بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد سے یہہ غرض ہے کہ مسجد
باہر پڑھے اگر جگہہ ہو اور اگر باہر جگہہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ میں پڑھے اور سب سے زیادہ مکروہ یہہ ہے کہ فرضوں کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اسمیں کم کراہت
ہے کہ صف کے پیچھے بدون کسی آڑ کے پڑھے اور اگر سنتیں امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہانتک چاہے پڑھے کچھ کراہت نہیں ثم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ
او ثم یقطعہا ویقضیہا مردود بان درء المفسدۃ مقدم علی جلب المصلحۃ یہہ جو کہا گیا ہے کہ سنتوں کو شروع کرکے پھر فرضوں کے لیے اللہ اکبر کہے یا اول سنتوں کو شروع
کرے پھر اونکو توڑ دے تو پیچھے قضا کرے تو یہہ قول مردود ہے اسلیے کہ خرابی کا دفع کرنا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے پر سوم بعض نے اسمیں یہہ حیلہ بتایا ہے کہ فجر کی سنتوں کو شروع کرکے توڑ دے تاکہ اونکی قضا واجب
ہو جاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب اونکو پڑھے کیونکہ وہ اب واجب ہیں سنت نہیں کیونکہ قبل طلوع اونکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے کہ یہہ واجب کچھ نذر کی نماز سے کم نہیں
حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو قصدا فاسد کرکے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعا ممنوع ہے تو اس امر کا دور
کراہت کی مشروعیت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ
علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتوں کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت اونکے فرضوں کی قضا کے زوال سے پیشتر اور اسکے بعد صحیح تر قول میں نہیں اسلیے کہ حدیث میں اونکا قضا کرنا مہمل وقت میں خلاف قیاس وارد
ہوا ہے تو غیر اوسکا اوس وقت مذکور پر قیاس کیا جائیگا مہمل وقت اسکو کہتے ہیں جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور حنفیوں کے نزدیک سوا
اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہیں اور حدیث سے مراد قصہ لیلۃ التعریس کا ہے جو مسلم میں مفصل مروی ہے مجملا یہہ کہ آخر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت
بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دو وہ بھی سو گئے یہانتک کہ سبکی نماز قضا ہو گئی آپ اوس جگہہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتیں پڑھکر فرض بجماعت
پڑھے تو شارح کہتا ہے کہ یہہ قضا صرف اسی وقت پر منحصر رہیگی اور وقت کو اس پر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تنہا قضا
درست ہے اور کافی میں ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعا قضا نہیں بخلاف سنۃ الظہر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا
ویقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعہ عند محمد وبہ یفتی جوہرہ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی
اصلا بخلاف سنت ظہر الا اسیطرح جمعہ کی سنتوں کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے جانے کا تو سنتوں کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر اونکو پڑھے وقت ظہر میں اور وہ
سنتیں بالاتفاق اونکو پڑھے بعد کی دو سنتوں سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتیں کہ عشا کی پیشتر ہیں وہ مستحب ہیں
انکی قضا نہیں ہے ہرگز ولا یکون مصلیا جماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو ادرک التشہد
اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتما حکما نہیں
ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتوں والی نماز سے اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز میں لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا
اگرچہ جماعت میں التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اوس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے اقتدا کرنیوالے کی نسبت کم ہوگا بسبب فوت ہونے تکبیر اولی کے اور لاحق یعنی جسکی
پیچھے کی نماز امام کے ساتھ نہیں ہوئی مثل مدرک کے ہے ثواب پانے میں بسبب ہونے لاحق کے مقتدی حکم کی راہ سے ہم حاصل یہہ کہ ثواب جماعت سب سے زیادہ

مدرک کو ملتا ہی جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کرے اور لاحق مدرک کی برابر ہے اور مسبوق کو ان دونوں سے کم ثواب ہی شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنے کی قید جو رباعی نمازوں کی ہے وہ
اکثر قول وکذا مدرک الثلاث کے لیے ہی ورنہ حکم دو اور تین رکعتوں والی نماز کا بھی یہی ہے کہ اگر رکعت ملنے سے جماعت نہیں ملیگی وکذا مدرک الثلاث لا یکون
مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسطرح تین رکعتوں کا پانیوالا جماعت کے ساتھ نماز کا پڑھنیوالا نہوگا
بموجب ظاہر تر قول کے اور امام سرخسی نے کہا ہی کہ اکثر کو حکم کل کا ہی یعنی تین رکعتوں کو پانے سے جماعت کا پانیوالا ٹھہریگا اور ضعیف کہا ہی اسکو بحر الرائق میں
بحر الرائق نے کہا ہی کہ اگر ایک شخص نے قسم کہائی کہ میں یہہ روٹی کہاؤنگا تو بالاتفاق اوسکی قسم جب ہی ٹوٹیگی جبکہ وہ کل روٹی کہانے اکثر کے کہانے سے نہ ٹوٹیگی
اس سے معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہیں کیا جاتا کذا فی الشامی واذا امن فوات الوقت تطوع ما شاء قبل الفرض والا لا بل یحرم التطوع
لتفویتہ الفرض اور جب نمازی بیخوف ہو وقت کے جانے سے تو نفل پڑہے جسقدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑہے
بلکہ نفل پڑہنا حرام ہی واسطے فوت کرنے فرض کے ویاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات واما فی حقہ علیہ الصلوۃ
والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑہے سنتوں کو ہر حال میں اگرچہ فرض تنہا پڑہی صحیح تر قول کے بموجب اسلیے کہ سنتیں فرضوں کی تکمیل کرنیوالی ہیں اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں زیادتی درجات کے لیے ہیں ہم جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہی ایک سنت موکدہ جو بارہ رکعتیں ہیں پانچوں نمازوں
میں اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پیشتر کی رکعتیں یا اور نوافل پہر نمازی دو حال سے خالی نہیں یا فرض جماعت سے پڑہیگا یا تنہا اگر جماعت سے
پڑہے تو سنت موکدہ قطعًا پڑہے یعنی بلا عذر ان کو ترک کرنے کا اختیار نہیں اور اگر تنہا پڑہنا چاہتا ہی تب بہی ایک روایت میں یہی حکم ہے
اور ایک روایت میں اسکو اختیار ہی اسلیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑہے تاہم سنتیں پڑہے صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ نقل شرع کے
میں جب تفریق منفرد اور جماعت کی نہیں تو احوط یہی ہی کہ اختیار ترک کا مطلقا نہو ہاں اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو اونکو ترک کرسکتا ہو ثم قال فی
الدرر وان فاتتہ الجماعۃ مشکل بما مر آنفا فتدبر پہر قول درر کا اگرچہ فوت ہوجاوے نمازی کو جماعت مشکل ہی اوس مسئلہ سے کہ گذرا اسوا اسکو
خوب سوچ لے جو یعنی پیشتر بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نملنے کا خوف ہو وہ سنتیں فجر یا ظہر کی ترک کرے تو اب یہہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سنتوں کو پڑہے
اگرچہ اسکو جماعت نملے جیسا صاحب درر نے کہا ہی یہہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار میں کیا ہی اور واقع میں اعتراض نہیں بلکہ درر کی عبارت کا مطلب
غلط سمجھ لیا ہی اور اسکے شروع کو خیال نہیں کیا اسمیں مسئلہ یون لکھا ہی کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہوگئی اوس نے فرض تنہا پڑہنی چاہے تو یہہ شخص سنتیں
پڑہے یا نہیں بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑہے اسلیے کہ سنتیں اسیوقت پڑہی جاتی ہیں کہ فرض جماعت سے پڑہی جاویں مگر صحیح یہہ ہے کہ سنتیں پڑہے اگرچہ جماعت اسکو نملی پس مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اسکا
مطلب یہہ سمجھ لیا کہ سنتیں ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے اسکو جماعت نہ ملے حالانکہ اسکا مطلب یہ تہا کہ گو جماعت اس سے فوت ہوگئی ہو مگر تاہم سنتیں پڑہے کذا فی الشامی بتصرف ولو اقتدی
بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرک الموتم الرکعۃ لان المشارکۃ فی جزء من الرکن شرط ولم توجد فیکون
مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا قبل الفراغ اور اگر اقتدا کیا
نمازی نے پیچہے امام رکوع کرنیوالے کے اور توقف کیا یہانتک کہ اوٹہا لیا امام نے اپنا سر تو مقتدی نے اوس رکعت کو نہیں پایا اسلیے کہ شرکت ایک جزو میں کسی
رکن کے اقتدا کی شرط ہی اور وہ نہیں پائی گئی تو مقتدی اس صورت میں مسبوق ہوگا یعنی اس رکعت کو امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑہے بخلاف اوس صورت کے
کہ اگر امام کو قیام میں پایا اور توقف کیا اور اوسکے ساتھ رکوع نکیا تو وہ اوس رکعت کا پانیوالا ہوگا یعنی مقتدی کو اوس رکعت کے حق میں لاحق ہوگا تو اسکو پڑہے امام کے
فراغ سے پیشتر یعنی پہلے اسکو ادا کرے پہر متابعت امام کی بقیہ نماز میں کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ میں بعد الفراغ کہا تہا اوسکی مناسبت سے یہاں بہی
قبل الفراغ کہدیا حاصل یہہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق میں ابتدائً اسیوقت ثابت ہوتا ہی جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت میں جزو قیام میں شارکت ہوئی نہ رکوع
میں اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت میں اقتدا تو ثابت ہوگیا مگر رکوع میں ساتھ نہ دیا سو لاحق ہوگیا کذا فی الشامی مختصرا ومتی لم یدرک الرکوع معہ تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم تحتسبا
لہ ولا تفسد بترکہما اور جب اوپر کے مسئلہ میں مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نپایا تو واجب ہے امام کی متابعت دونوں سجدوں میں اگرچہ یہہ دونوں سجدے اوسکے حق میں شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دو سجدوں کے پڑہنی ہوگی اور

فاسد ہوگی نماز ان دونوں سجدوں کے ترک سے ہم نہیں جانتے واقف جب رکوع نہیں پاتا تو نیت توڑ دیتے ہیں کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ماتن نے آگاہ کردیا کہ اگر کر
لیا تو اقتدا صحیح ہوگئی امام کی متابعت سجدوں میں واجب ہے گو اون کے ترک سے نماز فاسد ہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ انما سلم الامام قام و
اتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا ہر من التجنیس پھر اگر مقتدی نے رکوع پایا اور امام کی متابعت سجدوں میں کی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اوس نے
اوٹھکر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اوسکی پوری ہے اور اوس نے ترک واجب کیا یعنی شروع اقتدا میں متابعت امام کی سجدوں میں واجب تھی اور یہ تارک ہوا کذا فی النہر
عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان قرا الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام اوسکو
رکوع میں جا لیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو ورنہ مکروہ تحریمی اس وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھ سے پہلے مت کرو اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اوٹھاتا ہے اوسکو یہہ خوف نہیں کہ خدا تعالی اوسکا سر
گدھے کا سر نہ بدلدے اور مقدار فرض سے مراد قراءت واجب یعنی امام تین آیتیں پڑھ چکا ہو اوسوقت مقتدی اوس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا
لا تجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ میں جا لیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اوٹھا لیا تب امام نے رکوع کیا اسلیے مقتدی نے اوسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قراءت واجبہ پڑھ چکا تھا
تو رکوع مذکور اسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو سجد للمقتدی مرتین والامام فی الاولی لم تجزہ السجدۃ عن الثانیۃ
وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ میں ہو تو مقتدی کو اوسکا سجدہ اوس کے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ میں ہے
مثلاً اگر مقتدی نے دو سجدے کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہیں اسکو سجدہ دوبارہ کرنا واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہہ باب ہے احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازوں کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل
بالتوبۃ او الحج مصنف نے فوائت کہا متروکات نہ کہا واسطے بہتر ہی کے گمان کرنیکے مسلمانوں پر کیونکہ نماز میں بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ وہ نہیں جاتا قضا
پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوٹی ہوئی نمازیں مراد ہوتیں جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جانکر اور چونکہ جانبوجھکر چھوڑنا گناہ کبیرہ
اسلیے فوائت کہا یعنی جو نمازیں مسلمان کی رہ گئیں جو اوسکی نہیں چھوڑیں اور حج سے گناہ کبیرہ دور ہونا اوس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہے
چنانچہ کتاب الحج میں آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام اخرھا یوم الخندق اور عذر میں
سے دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مرجانے سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن یعنی جسوقت کہو
اوسی روز چار نمازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہوئیں یہانتک کہ کچھ رات گذر گئی آپ نے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اونہوں نے اذان کہی پھر تکبیر کہی
آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوائی مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز میں تاخیر درست
ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع مسائل باب کے چند اصطلاحیں فقہی بیان کرتا ہے ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ ای الذی یعنی بالوقت یکون اداء
عندنا او برکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے یہہ معنے ہیں کہ واجب کو اوسکے وقت میں کرنا اور بسبب صرف تحریمہ کرنے کے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے
نزدیک اور ایک رکعت وقت میں ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہہ ضرور نہیں کہ ادا میں سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیوں کے نزدیک نماز
کی تحریمہ اگر وقت میں ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت میں ہو جانے سے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ
لخلل غیر الفساد لقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہہ معنے ہیں کہ مثل واجب کو وقت
واجب میں کرنا بسبب کسی خلل کے سوای فاسد ہونے کے یہہ تعریف اسلیے کی کہ فقہا کا قول ہے کہ جو نماز ادا کی جائے کراہت تحریمی کے ساتھ
وہ اعادہ کی جائے یعنی اوس کا اعادہ واجب ہے وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہے ہم شامی نے کہا کہ یہہ تعلیل مشائخ کی
قبیل سے ہے اسلیے کہ اس سے یہہ نہیں معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اوس کا اعادہ نکیا جاوے حالانکہ تعریف میں غیر فاسد مذکور ہے اور نہ یہہ کہ
اعادہ خاص ہے وقت کے اندر بلکہ خود ولنصریح کر دی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب

باب قضاء الفوائت

ہونے کی وقت مین اور مستحب ہونیکی بعد وقت کے صرف ہے دلیل ہی بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہے حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہے
کہ واجب ہے کہ بحر الرائق کے اس قول پر اعتماد نکیا جاے کیونکہ فقہا کا قول کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھہ ادا کی جاوے اوسکا اعادہ لازم ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونو صورتون مین واجب ہے اور یہی قول راجح ہے والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ
علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر مجاز اور قضا کے یہہ معنی ہین کہ واجب کو اوسکے وقت کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پہلے کی سنتون کی
قضا کا کہنا مجاز ہے یعنی قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہے اور سنت پر قضا کا بولنا مجاز ہے حقیقۃ الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداءً وقضاءً
لازم یفوت الجواز بفوتہ للخبر المشہور من نام عن صلوٰۃ وبہ یثبت الفرض العملی ترتیب درمیان پانچون فرض اور وتر کے ادا مین اور قضا مین لازم ہے
فوت ہوتا ہے صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوٰۃ کے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے ترتیب کا فرض عملی ہونا اور ترتیب کو
صدر شریعہ نے فرض کہا ہے اور محیط مین شرط اور معراج مین واجب اور چونکہ فرض عملی کا اعتقادی کو بولا کرتے ہین اور ترتیب فرض عملی ہے اور شرط حقیقی ہے جسکے فوت ہونے سے ساقط
نہین ہوتی اور ترتیب ساقط ہوجاتی ہے اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہین ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم کہا تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم
کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ پوری اسطرح ہے جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جاوے اور اوسکو یاد نہ آئے مگر اوسوقت کہ وہ امام کے ساتھہ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ امام
کی نماز کو پڑھ لیوے اور اوسکے بعد اوسکو پڑھے جسکو یاد کیا تہا پہر اوسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھہ پڑھا تہا انتہی فتح القدیر مین کہا کہ دعوی اوسکے مشہور ہونیکا مقبول نہین
کیونکہ اوسکے مرفوع ہونے مین بہی اختلاف ہے کہ بعض موقوف کہتے ہین چہ جاے کہ مشہور ہو کذا فی الشامی وقضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ
لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہے شارح نے کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہے یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہے اور واجب فوت شدہ
کی قضا واجب ہے اور سنت کا قضا پڑہنا سنت ہے اور واجب نماز جیسے نذر کی یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا ہو اور وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی بتصرف وجمیع اوقات العمر
وقت للقضاء الا الثلثۃ المنہیۃ کما مر اور تمام اوقات عمر کے وقت ہین قضا پڑہنے کے لئیے بجز تین وقتون منع کئے ہوئے کے جیسا گذرا یعنی اوقات نماز مین بیان ہوچکا ہے کہ طلوع اور زوال اور غروب آفتاب
کے وقت مین نماز مکروہ تحریمی ہے اور سوا ان تین وقتون کے اور وقتون مین قضا نماز صحیح ہے اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تفریع علی اللزوم فجر من تذکر انہ لم یوتر
لوجوبہ عندہ الا استثناء من اللزوم فلا یلزم الترتیب اذا ضاق الوقت المستحب حقیقۃ اذ لیس من الحکمۃ تفویت الوقتیۃ لتدارک الفائتۃ
پس نہین جائز ہے فجر اوس شخص کی جسکو یاد ہوا کہ اوسنے وتر نہین پڑہی بسبب واجب ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہہ تفریع ہے لزوم ترتیب پر درمیان فرض
اور واجب کے مگر جب تنگ ہوجاے وقت مستحب واقع مین نہ نمازی کے گمان مین یعنی یہہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہے اسمین ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہین
وقتی نماز کا فوت کردینا واسطے تدارک فوت شدہ کے ہم نہ جائز ہونے کے یہہ معنے کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہیگا چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے
تنگ ہوجانے سے یہہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑہتا ہے تو وقت مستحب وقتی کے لئیے نہین رہتا مثلا عصر مین آفتاب زرد ہوجاتا
ہے تو اس صورت مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہے کیونکہ وقتیے کو فائتہ کردینا اور فائتہ کو ادا کرنے مین کچہہ حکمت نہین ولو لم یسع الوقت
کل الفوائت فالاصح جواز الوقتیۃ مجتبی اور اگر وقت گنجایش نرکہتا ہو سب فائتہ نمازون کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہے کذا فی المجتبے ہم
صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا ایک شخص کے ذمہ نماز عشا معہ وتر ہے اور صبح کا وقت اتنا ہے کہ اوس مین وتر اور نماز صبح ہوسکتی ہے تو فقہائے اسکو ترجیح دی
ہے کہ جب تک وتر نہ پڑہ لیگا صبح کی نماز درست نہوگی اور مجتبی مین اصح اسکو ٹہیرایا ہے کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الحلبے وفیہ ظن من علیہ العشاء
ضیق وقت الفجر فصلاہا وفیہ سعۃ یکررہا الی الطلوع وفرضہ الاخیر اور مجتبی مین ہے کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہے اوسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑہا فجر کی نماز کو
اور وقت مین وسعت ہے تو نماز فجر کو مکرر پڑہے طلوع آفتاب تک اور فرض اوسکا سب سے پچھلا ہوگا ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ نمازی نے یہہ خیال کیا کہ وقت مین
اتنی گنجایش نہین کہ عشا اور فجر دونو ہوجائین اسلیے اوسنے صرف فجر کی نماز پڑہی پڑہنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہے اور اسمین بہی یہی خیال کیا کہ دونو نمازین
نہونگی تو فجر کی نماز پہر پڑہی اسیطرح جتنی بار گنجایش نہو فجر کو پڑہے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلین ہونگی اور جب یہہ خیال ہو کہ وقتمین گنجایش دونو نمازون کی ہے تو اول عشا پڑہے

بهر عمر كذا في البحر والشامي او نسيت الفائتة لان عذر ایا ہو جاوے نماز فوت شدہ تب بھی ترتیب لازم نہیں اسلیے کہ بہولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ آدمی بندہ
کو اختیار نہیں اور فائتہ کا وقت یاد پڑنے سے ہوتا ہے جب تک یاد نہ آوے گی اوسکا وقت نہو گا کذا فی البحر او فاتت ست اعتقادیۃ لدخولہا فی حد التکرار
المقتضی للحرج یا فوت ہو جاویں چہ نمازیں فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے اونکے شمار میں کہ چاہتی ہے تکرار ہونیکو اور پہنچانیوالی
ہے تنگی کیطرف یعنی چہ سے کمتر نمازوں میں ہوسکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازیں اور اگر فائتہ نمازیں چہ ہو نگی تو بالضرور ایک نماز
مکرر ہوگی اور تکرار کی صورت میں ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تہا اسلیے چہ نمازوں کو جن میں قطعا تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا
سبب ٹہیرایا اور اعتقادی کی قید اسینے لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکل جاوے ہر چند ترتیب اوس میں اور دوسری نمازوں میں فرض ہے
مگر وتر کا شمار فوائت میں جداگانہ نہیں اور شاید اسلیے نہیں کہ اوس کا کوئی وقت مستقل نہیں پھر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی میں یا
دو فوت شدہ نمازوں میں ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازوں میں ترتیب ساقط نہیں ہوتی مثلا جسکی چہ نمازیں فوت ہو گئی ہیں تو عشا اور وتر
کی ترتیب اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ متی اختلف التصحیح
رجح اطلاق المتون بحر چہ نمازوں کے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتہ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ یہ
نمازیں متفرق ہوں یا قدیم ہوں اوپر مذہب معتمد کے اسلیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دی جاتی ہے کذا فی البحر
قول اصح کا مقابل یہہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونیکا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہہ کہ مثلا چہ نمازیں مہینے بہر کی فوت ہو گئیں اور اونکی بیچ کی نمازیں پڑہ لیں یا ادا
اور فوائت کے پڑہ لین اور قدیم کی مثال یہہ کہ ایک شخص نے مثلا ایک مہینا برابر نماز نہ پڑہی پہر اوسنے کوئی نماز قضا نکی اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہو گی اور باوجود یاد کے
دوسری نماز پڑہیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہہ فائتہ پہلے کی نمازوں فوت شدہ میں ملجائیگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ چھ نمازیں نئی اس کی فوت ہو جانی سے ترتیب
ساقط ہو جاتی ہے پہلی فوائت کا اعتبار نہیں اور تجنیس میں اسی پر فتوی لکہا ہے اور مجتبی میں اول کو صحیح کہا ہے اور معراج میں اسپر فتوی دیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فتوی اور تصحیح مختلف ہیں
لہذا چونکہ متون میں مطلق چہ نمازوں فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہوں یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق کو دیا جاوے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر وظن ظنا معتبرا
او یسقط لزوم الترتیب بظن ای نطن المعتبر کمن صلی الظہر ذاکرا لترکہ الفجر فسد ظہرہ فاذا قضی الفجر ثم صلی العصر ذاکرا الظہر جاز العصر اذ لا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال
اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بہی مثلا کسی نے ظہر کی نماز پڑہی یاد کر کے کہ میں نے فجر نہیں پڑہی تو اوسکی نماز ظہر کی فاسد
ہو گئی پہر جب اوسنے فجر کو قضا پڑہ لیا اور اسکے بعد عصر کو پڑہ لیا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اسکی نماز عصر کی درست ہو گی اسلیے کہ اسکے گمان میں عصر کے ادا کرتے وقت اوسپر کوئی نماز قضا نہیں اور
وہ گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہہ مسئلہ خلافی ہے یعنی اگر اپنے گمان میں ترتیب کو واجب نہیں جانتا اور بعد اسکے نماز وقتی پڑہنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم
نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہیں تو اوسکا گمان غیر معتبر نہ ٹہیرا اسلیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی میں ہے وفی المجتبی من جہل فرضیۃ
الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخارا وعلیہ یحمل ما فی القنیۃ صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظہر مع تذکرہ جاز اذ لا یلزم الترتیب
بغیر العذر اور مجتبی میں ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بہولنے والے سے یعنی عذر جہالت سے بہی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے
اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ میں ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اوس نے ظہر کی نماز پڑہی باوجود فجر کے یاد
ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہو گی اور اس عذر سے اوسپر ترتیب لازم نہو گی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالبا اس عمر میں نہیں ہوتا تو جہالت کے عذر کی وجہ
اوس پر سے ترتیب ساقط ہو گی کذا فی النہر فہم ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونے کا تصور کرنا بیجا ہے اسلیے کہ جب جہالت
بہول میں داخل ہے اور ظن معتبر بہی جہالت کی قسم ہے تو یہہ بہی نسیان میں داخل ہوا چنانچہ صاحب بحر الرائق نے ان کو نسیان سے لاحق کیا ہے پس سبب
سقوط ترتیب کے وہی تین رہے جو متن والوں نے لکھے ہیں یعنے وقت کا تنگ ہونا اور بہولنا اور فوائت کا چہ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی
ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضہا علی المعتمد لان الساقط لا یعود

اور یہ نہیں کہا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہو جانیکے فوت کی کثرت کی وجہ سے بسبب ہوجانے فوائت کے اقل چھ کی تعداد پر پھر وہ بعض فوائت کے
سبب حقیقتہ یہ عود نکرنے کی یہ ہے کہ ساقط چیز دوبارہ نہیں آتی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازیں تھیں ان میں تو ظاہر ہے
کہ لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہو گیا اب اس شخص نے ان نمازوں کو قضا پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ مثلاً ایک ہی فائتہ اسکی
ذمہ رہ گئی تب بھی لزوم ترتیب عود نکریگا یعنی اس نماز باقی کو یاد کرکے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اسلئے لگائی کہ غیر معتمد
قول یہ ہے کہ جب فوائت چھ سے کم ہو جائیں تو ترتیب عود کر آتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ میں پسند کیا ہے اور کافی میں اسکو رد کیا ہے اور محیط اور معراج
اور کافی میں فتویٰ اول قول پر ہے اور بعض کے قضا پڑھنے کی قید اسلئے کی کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز بھی اسکے ذمہ نہ رہیگی تو سبکے نزدیک
صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الشامی ولكن لا يعود الترتيب بعد سقوطه ببعض المسقطات

باب ق

السابقة من النسيان والضيق حتى لو خرج الوقت في خلال الوقتية لا تفسد وهو مؤيد هو الاصح مجتبى اسیطرح عود
نہیں کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونیکے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیز کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط
ہو جائیگی تب بھی عود نکریگی یہاں تک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور یہ نماز ادا ہی ہوگی اور الا ہوگا یہی صحیح ہے کذا فی
المجتبى هـ یعنی تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نکریگی یہاں تک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جاتا رہیگا تو
فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط ہو گئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نکریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت میں
ہوگی اوسقدر ادا ہوگی اور جتنی وقت سے خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر اصح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً لكن
في النهر والسراج عن الدراية لو سقط للنسيان والضيق ثم تذكر واتسع الوقت يعود اتفاقا ونحوه في الاشباه في بيان الساقط
لا يعود فليحرر لیکن نہر الفائق اور سراج میں درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت میں گنجائش
ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ میں اس قاعدہ کے بیان میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہئے هـ تنقیح یہ ہے کہ
وقت کی تنگی میں خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی میں عدم عود کی تصریح اوس صورت میں ہے کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ میں عود کی تصریح اوس صورت میں ہے
کہ وقت میں گنجائش ہو دونوں کو جمع کرنیکی تو دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں اور اسیطرح بھولنے کے بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی میں اوس پر
محمول ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ میں اوس پر محمول ہے کہ نماز وقتی کے شروع ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی الحلبی و

فساد اصل الصلوة بترك الترتيب موقوف عند ابي حنيفة سواء ظن وجوب الترتيب او لا فان كثرت وصارت الفوائت
مع الفائتة ستا ظهر صحتها بخروج وقت الخامسة التي هي سادسة الفوائت لان دخول وقت السادسة غير شرط لانه
لو ترك فجر يوم وادى باقي صلواته انقلبت صحيحة بعد طلوع الشمس اور فاسد ہونا وصف نماز کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے لازمی ہے
امام ابوحنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہو جائیں اور سب نمازیں جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کو
ملاکر چھ ہو جائیں تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچوں کی پانچویں نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار میں چھٹی ہو نمازوں سے اسلئے کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا
شرط نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازیں اوسدن کی ادا کیں فجر کو یاد کرکے تو یہ نمازیں دوسرے دن کے آفتاب کے طلوع ہونے پر
صحیح ہو جائینگی هـ یعنی اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتیں شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق فساد اصل کہا حالانکہ
امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنی نماز فرض نہیں رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف کہتا چنانچہ
مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہیں رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونو قطعاً فاسد ہو جاتے ہیں اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فقط وصف قطعاً فاسد ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ سادسة الفوائت کہنا مناسب نہیں بلکہ سادسة الصلوات درست ہے اسلئے کہ پہلی پانچوں فوت نہیں ہوئیں

کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت سے ہی گئی ہے یعنی ان تینوں کو جب چاہے ادا کرے اور اگر تنگ کیا حلوانی نے
کذا فی المجتبی ص یعنی حلوانی کا قول ہے کہ وجب علی الفور ہیں اور نذر میں مطلق کی قید اسلئے لگائی کہ نذر معین کا اسکے وقت میں ادا کرنا واجب ہے کذا فی الشامی ویعذر
بالجھل حربی اسلم ثمہ ومکث مدۃ فلا قضاء علیہ لان الخطاب انما یلزم بالعلم او دلیلہ ولم یوجدا اور معذور رکھا جائیگا جہالت سے وہ حربی
کہ مسلمان ہوا دار الحرب میں اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اوس پر قضا نہوگی اسلئے کہ خطاب شریعت کا صرف لازم ہوتا ہے علم سے یا دلیل علم سے اور یہ دونو پائی نہیں گئے ص
دلیل علم سے مراد دار الاسلام میں ہونا ہے کہ دار الاسلام میں اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہے تو یہان نہونے سے عذر جہالت مسموع نہوگا اور جسقدر نمازیں فوت ہوئی
ہونگی اونکو قضا پڑھنا پڑیگا کذا فی الشامی کما لا یقضی مرتد ما فاتہ زمن ردتہ ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی جیسے
نہ قضا پڑھے مرتد ان نمازون کو کہ فوت ہوئی ہوں زمانہ ردت میں اور نہ اونکو کہ ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہوں بجز حج کے کہ اسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد
ہونے سے مثل کافر اصلی کے ہوجاتا ہے تو جیسے کافر پر قضا کفر کے وقت کی نمازونکی نہیں ہے اور حج اسلام بشرط قدرت فرض ہے اسیطرح مرتد کو تصور کرنا چاہیے
ولذا یلزم باعادۃ فرض اداہ ثم ارتد عقبہ وتاب ثم اسلم فی الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالی ومن یکفر بالایمان فقد
حبط عملہ اور اسی لئے یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند ہونے سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پھر اوسکے پیچھے مرتد ہوگیا اور توبہ کی
یعنی مسلمان ہوا اوسی فرض کے وقت میں کیونکہ فرض مذکور باطل ہوگیا مرتد ہونیکی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے اور جو شخص منکر ہو ایمان کو تو اوسکا عمل باطل ہوجاتا
ہے وخالف الشافعی بدلیل فیمت وھو کافر وقلنا افادت شرطین وجزائین احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ و
الخلود بالموت علیہا فلیحفظ اور خلاف کیا ہے امام شافعی نے دلیل فیمت وھو کافر سے ہم کہتے ہیں کہ آیت میں دو کامون اور دو جزاون کا افادہ
فرمایا ہے عمل کا باطل ہونا اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا دو جزائیں ہیں سو اول جزا ردت کی ہے اور دوسری ردت پر مرنیکی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص امام شافعی
نے فرمایا ہے کہ اوس شخص پر اعادہ فرض لازم نہیں اسلئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت
اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تو اس آیت میں عمل کے باطل ہونیکو معلق کیا ہے ردت پر مرنیسے پس
جب کہ وہ شخص اوسی وقت مسلمان ہوگیا اور ردت پر نہیں مرا تو اوسکا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں دو شرطیں ہیں اور دو
جزائیں بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونیکی ہے اوسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کفر پر مرنیکی ہے جسکی جزا دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے
کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر الآیہ میں عمل کے باطل ہونیکو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اسکو بھی جاننا چاہیے کذا فی الشامی مختصراً فروع مسائل متفرقہ شارح
کے صبی احتلم بعد صلوۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاءہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اوسکو عشا کی نماز پڑھ لینے کے اور وہ
جاگا فجر کے بعد تو اوسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اوسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور مکلف بعد اسکے ہوا وقت کی حد تک اور سونا مانع خطاب شرعی
کا نہیں کذا فی الشامی صلی فی مرضہ بالتیمم والایماء مافاتہ فی صحتہ صح ولا یعید لو صح پڑھی نمازی نے اپنے مرض میں تیمم اور اشارہ سے
وہ نمازیں کہ اوسکو فوت ہوئی تھیں اوسکی صحت میں تو درست ہونگی اور انکو دوبارہ نہ پڑھے جب تندرست ہوجائے کثرت الفوائت نوی اول ظہر
علیہ او آخرہ وکذا الصوم لو من رمضانین ھو الاصح بہت ہوگئیں فوائت نیت کرے تو اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسیطرح روزہ کا
حال ہے اگر دو رمضانون سے ہو یہی صحیح تر ہے ص مثال بہت سی فوائت کی یہ ہے کہ مثلاً ہفتہ بھر کی نمازیں قضا پڑھنی ہیں تو تعیین قضا میں ضروری ہے
کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلئے شارح نے کہا کہ نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی بعد اسکے دوسری بعد اسکے ظہر اول
ہوجائیگی اسیطرح سب ادا ہوجائینگی اور آخر ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانون کے روزون میں بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی
نیت سے تعیین ہوجائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی روزے ہوں تو تعیین کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشامی وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضائہ
لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم اور چاہیے کہ اپنی قضا پڑھنے پر دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز

بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نماز سے ظاہر ہو تو سجدہ سہو اوس سے ساقط ہو جائیگا کذا فی الفتح ھم آفتاب کی سرخی میں قضا نماز کی قبل اوسکے لگائی گئی کہ اگر وہ سہی روز کے
عصر میں یہ کیفیت واقع ہو تو سجدہ سہو ساقط نہو گا کذا فی الطحطاوی وفی القنیة لو بنی النفل علی فرض سہا فیہ لم یسجد اور قنیہ میں ہے کہ اگر بنا کیا نفل کو اوس فرض پر
جسمیں سہو کیا تو سجدہ سہو نہ کرے یعنی فرض کے بعد سجدہ سہو نکرے بلکہ نفل کے آخر میں کرے کذا فی الطحطاوی ویترک متعلق بیجب واجب مما مر فی صفة الصلوة سہوا
فلا سجود فی العمد اور واجب میں دو سجدے بسبب بھولکر چھوڑنے کسی واجب کے اون واجبوں میں سے کہ صفت صلوة میں گذرے یعنی سجدہ سہو نہیں رہنے واجب کو چھوڑنے میں
بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کا قول ترک واجب متعلق یجب ہے قیل الا فی اربع ترک القعدة الاولی وصلوتہ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وتفکرہ عمدا حتی شغلہ عن رکن وتاخیر سجدة الرکعة الاولی الی اخر الصلوة فمن عمدا ترک واجب میں سجدہ نہیں بجز چار صورتوں کے قول ضعیف
میں اول عمدا چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمدا درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمدا تفکر کرنا نماز میں کہ ایک رکن سے مشغول کر دے چہارم سجدہ
رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر ھم علامہ شامی نے کہا کہ ان صورتوں کی اصل نہ روایت میں ہے نہ درایت میں اور طرفہ یہ ہے کہ تاخیر سجدہ میں رکعت اولی اور آخر
نماز تک کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ یا پہلی کے سجدہ کو دوسری یا تیسری تک تاخیر عمدا کی تب یہ حکم کیوں نہیں کذا فی الشامی والطحطاوی وان تکرر
لان تکرارہ غیر مشروع اگرچہ ترک واجب مکرر ہو تب بھی سجدہ سہو دو ہی واجب ہونگے اسلئے کہ تکرار سجدہ سہو کا مشروع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ اگر تمام نماز کے
سب واجب سہو سے چھوٹ جائیں تب بھی اوسکو دو ہی سجدے لازم ہونگے کذا فی الشامی کرکوع متعلق بذلک واجب قبل قراءة الواجب لوجوب
تقدیمہا جیسے رکوع کرنا قرات واجب سے پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہے ترک واجب کی اسلئے کہ مقدم کرنا قرات کا واجب ہے ثم انما یتحقق الترک بالسجود
فلو تذکر ولو بعد الرفع من الرکوع عاد ثم اعاد الرکوع الا انہ فی تذکر الفاتحة یعید السورة ایضا پھر نہیں ثابت ہوتا چھوڑنا قرات کا مگر سجدہ
کرنے سے بعد پس اگر یاد کرے قرات کو اگرچہ بعد سر اوٹھانے کے رکوع سے یعنی قومہ میں تو قرات کیطرف عود کرے یعنی قرات پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے مگر الحمد
کے یاد کرنیکی صورت میں سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورہ پڑھی ہے الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے اور اوسکے ساتھ سورہ دوبارہ
ملاوے تاکہ الحمد اور سورہ ترتیب وار ہو جائیں اور خلاصہ یہ ہے کہ قرات کی طرف عود کرے تاکہ ہر صورت میں سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی وتاخیر قیام الی
الثالثة بزیادة علی التشہد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبہ باللہم صل علی محمد اور سجدہ سہو ہے دیر کرنا اوٹھنے میں تیسری رکعت کے لئے بقدر ادائے
رکن کی بسبب پڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پڑھانا ایک حرف کا موجب سجدہ سہو ہے اور زیلعی میں ہے کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ کا ہے اللہم صل علی محمد سے اس مسئلہ کا بیان
پہلے ہو چکا ہے کہ جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ واجب نہ ہو گا شامی نے کہا کہ سجدہ کا واجب ہونا کسی لئے خصوصیت درود شریف کی نہیں اگر التحیات کے بعد قعدہ اولی میں مقدار ایک رکن کی ساکت
رہیگا یا قرآن پڑھیگا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور مناقب میں ہے کہ امام اعظم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمنے سجدہ سہو مجھ پر درود پڑھنے والے
پر کیسے واجب کیا آپ نے عرض کیا کہ اس جہت سے کہ اوسنے بھولے سے آپ پر درود پڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا والجہر فیما یخافت فیہ للامام وعکسہ
لکل مصل فی الاصح اور جیسے پکار کر پڑھنا اون نمازوں میں جنمیں آہستہ پڑھا جاتا ہے امام کے لئے موجب سجدہ ہے اور اوسکو عکس میں یعنی آہستہ پڑھنے میں اون نمازوں کے اندر
جنمیں پکار کر پڑھا جاتا ہے سجدہ سہو ہے ہر نمازی کے لئے صحیح تر قول میں ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے مطلب الٹ دیا صواب یہ ہے کہ قرات خفیہ کے مقام میں جہر کرنے سے ہر نمازی پر
سجدہ ہے اور اسکے عکس میں امام پر کیونکہ جہری نمازوں میں منفرد پر جہر واجب نہیں تاکہ اوسکے ترک سے اوسپر سجدہ آوے ولا صحیح تقدیم کا بنقل ما فی ذیلہ الصادق فی
الفصلین وقیل قائلہ قاضیخان یجب السہو بہما ای بالجہر والمخافتة مطلقا ای قل او کثر وہو ظاہر الروایة واعتمدہ الحلوانی اور صحیح تر مسئلہ
کرنا جہر و خفا کا ہے مقدار کہ جائز ہو اوس سے نماز دونوں مسئلوں جہر اور اخفا میں کیونکہ کمتر جہر وخفا سے تو بچنا ممکن نہیں اور ایک قول یہ ہے جسکا قائل قاضیخان ہے کہ واجب ہے سجدہ
سہو جہر اور اخفا دونو سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے ھم صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ظہر کے پہلے دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خفا کی جگہ میں
کسیقدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اسلئے شارح نے قول اول کو اصح کہا کذا فی الشامی ثم فرع علی منفرد متعلق بیجب مقتد بسہو امامہ

سجدہ کیا پھر نیت اقامت کی کی اور اب تین دو کو چار کرتا جاتا تو اوسکو اختیار ہی سلئے کہ اگر وہ بنا نہ کرے اور پورا پڑھ لیتا اوسکو اقامت کی جہت سے لازم ہو گیا ہے تو اوسکی دو رکعتیں پڑھی ہوئی
باطل ہو جائینگی اور اگر بنا کر لیگا تو سجدہ سہو جو وجہ سے وہ باطل ہوگا اور جونکہ وجہ کا باطل ہونا بسبب بطلان فرض کے حقیقۃً ہے تو اسکو اختیار کیا گیا کذا فی البحر ولو فعل
مالیس له من البناء صح بناء ه لبقاء التحریمة ولغیره ہو المسافر سجد السہو علی المختار لبطلانه بوقوعه خلال الصلوٰۃ اور اگر نمازی نے کیا وہ
فعل جسکا اوسکو اختیار نہ تھا یعنی بنا کر لیا تو اوسکی بنا صحیح ہوگی بسبب تحریمہ کے باقی رہنے کے اور دوبارہ کرے یہ نمازی مذکور اور مسافر سجدہ سہو کو مذہب مختار پر دو وجہ سے کہ باطل ہو جانا
سجدہ سہو کے بسبب اوسکے پڑھ جانے کے نماز کے درمیان ہم قول مختار کا مقابل یہہ ہی کہ سجدہ سہو کو دوبارہ نکرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہی جبر نقصان کے لئے ہوا ہی تو اب اوسکی کیا حاجت ہی
کذا فی الحلبی سلام من علیه سجود السہو یخرجه من الصلوٰۃ خروجا موقوفا ان سجد عاد الیہا والا لا اوس نمازی کا سلام جس پر سجدہ سہو ہے اوسکو نماز سے
باہر کر دیتا ہی مگر ملتوی طور پر یعنی اگر اب سجدہ کریگا تو نماز میں پھر عود کر آئیگا اور اگر سجدہ نہیں کریگا تو عود نکریگا ہم یہہ نکلنا نماز سے قول شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے
خارج نہیں ہوتا کذا فی الشامی وعلی هذا فیصح الاقتداء به ویبطل وضوءه بالقہقہة ویصیر فرضه اربعا بنیة الاقامة ان سجد للسہو فی
المسائل الثلاث والا بسجد لا تثبت الاحکام المذکورة کذا فی غایة البیان اور اسی بنا پر یعنی سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ نکرے صحیح ہے
اقتدا کرنا بیچ اوسکے اور باطل ہو جائیگا وضو اوسکا قہقہہ سے اور ہو جائینگے فرض اوسکے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا مسائل سہ گانہ میں اور اگر سجدہ سہو نکریگا تو
احکام مذکورہ ثابت نہونگے ایسا ہی ہے غایۃ البیان میں ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ ایک شخص نے قعدہ اخیر کے بعد سلام پھیرا اور اوسپر سجدہ سہو ہے تو اب اگر کوئی شخص اوسکے
پیچھے قتدا کریگا تو اوسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدہ سہو کرے اور اگر سجدہ سہو نکریگا تو قتدا درست نہوگا اسیطرح اگر بعد سلام کے سجدہ سہو سے پیشتر
نمازی نے قہقہہ کیا یا مسافر نے اسوقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدہ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو گئے اور اگر بعد قہقہہ اور نیت کے سجدہ نہ کیا تو وضو
نہ جائیگا اور فرض چار نہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں جامع الکتب ہے غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہی کیونکہ جو تفصیل ان تین مسئلوں میں مصنف نے لکھی ہی وہ جامع کتب کے
مخالف ہے البتہ غایۃ البیان میں سیطرح ہے جیسا مصنف نے لکھا ہو وهو غلط فی الاخیر تین والصواب انه لا یبطل وضوءه ولا یتغیر فرضه سجد او لا لسقوط السجود
بالقہقہة وکذا بالنیة لما انه یقع فی خلال الصلوٰۃ کما فی البحر والنہر اور یہہ حکم غلط ہے دو اخیر کی صورتوں میں اور صحیح یہہ ہی کہ نمازی کا وضو باطل نہیں ہوتا اور اوسکے
فرض نہیں بدلتے سجدہ سہو بعد اسکو کرے یا نہیں بسبب ساقط ہو جانے سجدہ کے قہقہہ سے اور اسیطرح اقامت کی نیت سے تاکہ سجدہ کرنا واقع نہو نماز کے درمیان میں اور یہی ایسا ہی
بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے ہم یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدہ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورت میں اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت
کی صورت میں اور اگر سجدہ سہو نکریگا تو یہ دونوں باتیں نہونگی یہ متن کی غلطی ہے کہ سہو سے ایسا لکھدیا بلکہ صحیح یہہ ہی کہ ان دونوں صورتوں میں سجدہ کرے یا نہ کرے یہ حکم مسئلہ
ایک ہی رہتا ہے یعنی نہ وضو باطل ہو نہ فرض بدلیں اسلئے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا اگرچہ خروج موقوف تھا لیکن
قہقہہ فعل مخالف نماز کا ہے اسلئے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اوس سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورت میں اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدلجائیں
اسکی یہہ معنی کہ نیت سجدہ سے پیشتر درست ہوئی اور اگر نیت کو درست کہو تو سجدہ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہوگا جیسا ہونا نہونا برابر ہے حاصل یہہ کہ شیخین کے
نزدیک سلام ہی خارج از نماز ہو گیا اب بدون سجدہ سہو نماز میں داخل نہیں ہو سکتا تو اگر سجدہ سہو بعد نیت اقامت کرتا تو سجدہ بیچ میں نماز کے واقع ہوتا ہے
جو باطل ہے اور یہہ ممنوع ہے اسلئے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اوس سے ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا ویسجد للسہو وان سلم بنیة القطع
للقطع لان نیته تغییر المشروع فلغو ما لم یتحول عن القبلة او یتکلم لبطلان التحریمة اور سجدہ سہو کرے اگرچہ ایسے سلام سے نیت قطع نماز کی کی ہو جبتک
کہ قبلہ سے نہ پھیری جب تک بات نکری ہو کیونکہ قبلہ کیطرف سے پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائیگی اور سجدہ سہو نہ ہو سکیگا اسواسطے کہا کہ نیت قطع نماز کی اسلئے
معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنیکی نیت باطل ہوتی ہے یعنی مشروع یہہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا اب بیچ میں نیت اوسکی قطع کی کرنی لغو ٹھہری ف
ترکیب السہو او سجدة صلبیة او تلاوة یلزمه ذلک مادام فی المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدہ نماز کو یا سجدہ تلاوت کو تو لازم ہوگا اسپر
یہہ سجدہ کرنا جسوقت کہ مسجد کے اندر ہو ہم شامی نے کہا کہ او شارح کے کلام میں النہر الحاوی ہے کیونکہ او سکا ذمہ ایک ہی اسمیں سہو ہو اور دو سوال یا تینوں ہوں

یعنی قرأت اور تسبیح میں مشغول نہ رہا کیا ہی اسکو خبر میں دخل ہے اور سبب سجدہ سہو کا سبب ہو تو تین شک کی یعنی خواہ اوسنے عمل غالب پر ظن کیا ہو یا اکثر پر کذا
کذا فی الفتح سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے ۔ م یعنی غلبہ ظن کی صورتوں میں اور امر یقینی کے اختیار کرنے کی صورتوں میں اگر شک کرنے میں بقدر رکن تاخیر ہوئی تو سجدہ کرے اور
اگر اس سے کم فکر کرے تو سجدہ سہو نہیں کذا فی الطحطاوی لکن فی السراج انہ یسجد للسہو فی اخذ الاقل مطلقا وفی غلبۃ الظن ان تفکر قدر رکن
لیکن سراج میں ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اول کے اختیار کرنے میں مطلق خواہ بمقدار رکن کی تامل کرے یا نکرے اور غلبہ ظن میں اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے
ورنہ نکرے **فروع** مسائل متفرقہ شک اخبرہ عدل بانہ ما صلی اربعا وشک فی صدقہ وکذبہ اعاد احتیاطا خبر دی اوسکو ایک عادل یعنی سچے
آدمی نے کہ اوسنے چار رکعتیں نہیں پڑہیں اور اوسنے شک کیا خبر کے سچ اور جہوٹے ہونے میں تو اوس نماز کو پھر سے پڑہے براہ احتیاط م اور اگر نمازی کو یقین ہو کہ پڑھ لی
پوری چار پڑہی ہیں تو مخبر کے قول پر لحاظ نکرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم اور اگر اختلاف
کیا امام اور مقتدیوں نے پس اگر امام کو یقین ہو اپنے ٹھیک پڑہنے کا تو اعادہ نکرے اور اگر یقین نہو تو مقتدیوں کے کہنے کے موجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا
کہ پہلی صورت میں تو مقتدی اعادہ کریں کیونکہ ان کے ظن میں اونکی نماز فاسد ہے شک انہا ثانیۃ الوتر او ثالثۃ قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا
فی الاصح شک کیا نمازی نے اس باب میں یہہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری تو وہ قنوت پڑہے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑہے اور اوسمیں بھی قنوت پڑہے
صحیح تر قول میں م قول اصح کا مقابل یہہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑہے کہ بدعت ہے اور اوسکا جواب یہہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے احتیاطاً قنوت پڑھنی ہے کذا فی الاشباہ
شک ہل کبر للافتتاح اولا او احدث اولا او اصابہ نجاسۃ اولا او مسح رأسہ اولا استقبل ان کان اول مرۃ والا لا اگر شک کیا
کہ شروع کی تکبیر کہی یا نہیں خواہ یہہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہیں خواہ یہہ کہ کپڑے میں نجاست لگی یا نہیں خواہ یہہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہیں تو اگر یہہ شک اول مرتبہ ہے
تو از سر نو کرے ورنہ نہیں م یعنی پہلی صورت میں نماز از سر نو پڑہے اور دوسری میں وضو کرے اور تیسری میں نجاست کو دہو کر پاک کرے اور چوتھی میں مسح کرے
اور اگر شک اول مرتبہ نہو تو اوس شک کا کچھہ اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہہ حکم اثنا وضو یا نماز میں شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہیں
واختلف لو شک فی ارکان الحج وظاہر الروایۃ البناء علی الاقل وعلیک بالاشباہ فی قاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور خلاف کیا گیا
ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور ظاہر روایت یہی ہے کہ کمتر پر بنا کرے یعنی اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلاً چار پھیرے پہرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور
تجہکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا م ظاہر روایت کا مقابل یہہ ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور سپہر
زیادتی کا ہو جانا کا معتمد نہیں اور بحر الرائق میں اس قول کو اکثر فقہا کی طرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوٰۃ المریض

یہہ باب بیمار کی نماز کے احکام میں من اضافۃ الفعل الی فاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارضا سماویا وقدم سجود التلاوۃ ضرورۃ اضافت صلوٰۃ
کی مریض کی طرف از قبیل اضافت فعل کے ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے
ہونا عارض کا ہے عذر سماوی یعنی اسی لحاظ سے سہو اور مرض دونو یکساں ہیں اسلئے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر بیچ میں رہ گیا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے
تہا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونو جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوٰۃ مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے بیان ہوا کذا فی
الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلہا او فیہا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف
زیادتہ او بطوء برئہ بقیامہ او دوران رأسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا
ولو مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ یلزمہ ذلک علی المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی جس شخص
کہڑا ہونا دشوار ہو یعنی بالکل قیام نکرسکتا ہو بسبب کسی مرض یعنی عذر حقیقی کے اور تعریف اوس عذر کی جس سے نماز بیٹھکر درست ہو یہہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے یہی
فتوی ہے یہہ دشواری قیام کی پہلے فرضوں سے ہو یا خود فرضوں کے اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑہ جانیکا یا اوسکو دیر کے اچہا ہونیکا
کہڑا ہونے کے باعث یا گہومنا اپنے سر کا یا پاوے اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کہڑا ہوکر پڑہیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکہنا دشوار ہو جائیگا چنانچہ

وان تعذر القعود ولو حكما اومأ مستلقيا على ظهره ورجلاه نحو القبلة غير انه ينصب ركبتيه لكراهة مد الرجل الى القبلة ويرفع رأسه يسيرا ليصير وجهه اليها او على جنبه الايمن او الايسر ووجهه اليها والاول افضل على المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تعذر ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ کرے اور دونو پانون قبلہ کیجانب کرے لیکن گھٹنونکو کھڑا کرلے بسبب مکروہ ہونے پانون پھیلانے کے قبلہ کیطرف اور ابھارے سر اپنا تھوڑا سا تاکہ ہوجاوے اوسکا چہرہ قبلہ کیطرف یا لیٹے داہنی یا بائین کروٹ پر اور منہ کرے قبلہ کیطرف اور چت لیٹنا افضل ہے قول معتمد کے بموجب ھم حکما بیٹھ سکنے کی مثال یہہ ہے کہ مثلا طبیب نے کہدیا ہو کہ ایک یا دو دن لیٹے رہنا اٹھنا بیٹھنا ترک کردینا اور لیٹ کر سر ابھارنا اسلیئے تاکہ مشابہ بیٹھنے والیکے ہو جاوے ورنہ اشارہ برکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے تندرستون سے بد قت ہوتا ہے چہ جائیکہ مریض سے اور قول معتمد کا مقابل یہہ ہے کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہین مگر اسصورت مین کہ چت لیٹنا ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الايماء برأسه وكثرت الفوائت بان زادت على يوم وليلة سقط القضاء عنه وان كان يفهم فی ظاهر الرواية وعليه الفتوى كما فی الظهيرية لان مجرد العقل لا يكفی لتوجه الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہوجاوے اور فوائت بہت ہوجائین اسطرح کہ بڑھجاوین ایکدن اور رات پر تو ساقط ہوجاتی ہے اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھی جاتی ہو قضا ظاہر روایت مین اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ مین ہی اسلئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہین ھم یہہ مسئلہ چار طرح پر ہے اول یہہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اوسکو ہوش نرہا تو اسصورت مین بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہین دوسرے یہہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھہ دن رات سے کم رہا یہہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اسصورت مین نماز قضا پڑہے اجماعا تیسرے یہہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بنی رہی چوتھے یہہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل نرہی تو یہہ دونو صورتین محل اختلاف ہین ظاہر الروایت مین قضا پڑہنا معلوم ہوتا ہی اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس مین ترجیح عدم قضا کو دی ہے اور قاضی خان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الاركان سقوط الشرائط عند العجز بالاولى ولا يعيد فی ظاهر الرواية بدائع اور بتلا دیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کیوقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولے اور اعادہ نکرے ان نمازون کا چار ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے پڑہے ظاہر الروایت مین کذا فی البدائع ھم یعنی جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہوجاتے ہین تو شرائط بطریق اولے ساقط ہوجائینگی مثلا استقبال قبلہ اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی کی عاجزی کیوقت ساقط ہوجاتی ہین ان وقت ساقط نہین ہوتا شارح کو مناسب تہا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الايماء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نمازہی ساقط ہوجاتی ہے اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تہا تو انہین کی ذیل مین اس مسئلہ کا ہونا بہتر تہا کذا فی الشامی ولو اشتبه على مريض اعداد الركعات والسجدات لنعاس يلحقه لا يلزمه الاداء ولو اداها بتلقين غيره ينبغی ان يجزيه كذا فی القنية اور اگر مریض کو یاد نرہتا ہو رکعتون اور سجدون کا شمار بسبب اونگھہ کے کہ اوسکو لاحق ہوتی ہو تو اوسپر ادا ہی نماز لازم نہین اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکہلانے سے تو چاہیئے کہ کافی ہو اوسکو کذا فی القنیہ ھم اسمین یہہ اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ تعلیم و تعلم نہین بلکہ یاد دلانی اور خبردار کرنا ہے جیسے بیچ کا شخص بڑے مجمع مین امام کی آواز الله اکبر کی دوسرونکو پہنچاتا ہے کذا فی الشامی ولم يومئ بعينه وقلبه وحاجبه خلافا لزفر رحمه الله اور اشارہ نکرے اپنی آنکھہ اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر کے کہ انکے نزدیک سر سے اشارہ نکرسکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھہ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر رض کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نکرسکے تو الله تعالی اوسکی عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہے کذا فی البحر ولو عرض

المرض فی صلوته یبنی تماماً علی المعتمد اور اگر صحیح ہوا نمازی کو مرض اوسکی نماز مین تو تمام کرے نماز کو ان افعال سے جنپر
قادر ہو قول متن کے بموجب یعنی خواہ بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلئے کہ بقیہ نماز اوسنے ہو تو اوسی کی بنا اوسی پر درست ہے کذا فی
البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہین کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی ولو صلّی قاعداً الرکوع و سجود فصحّ بنیٰ ولو کان یصلی بالایماء وصحّ
لا یبنی الا اذا صحّ قبل ان یؤمی بالرکوع والسجود اور اگر نماز پڑھی بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہو گیا یعنی قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو
باقی نماز کو پہلی پر بنا کرے یعنی کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہوا اور تندرست ہو جاوے یعنی رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جاوے تو بنا نکرے
مگر اس صورت مین کہ رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو هم بنا نکرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع و سجدہ والی نماز کی
بنا اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعاً ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود
فانه یستأنف علی المختار لان حالة القعود اقوی فلم یجز بناؤه علی الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جاوے
بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز کو از سر نو پڑھے قول مختار کے بموجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اور
قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوگی وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصاً وحائط مع الاعیاء اے التعب بلا کراهة وبلا عذر یکره وله
القعود بلا کراهة مطلقاً هو الاصح ذکره الکمال لعذر او اور نفل پڑھنیوالیکو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے بسبب تھکنے
بدون کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ ہے کیونکہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اور نفل پڑھنیوالیکو جائز ہے بیٹھ جانا بدون
کراہت کے ہر حالین یعنی عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہے ذکر کیا ہے اوسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ مین ہے کہ بدون عذر مکروہ ہے اور قول امام
کے مکروہ نہین کیونکہ جب ابتدا اوسکو بیٹھکر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لئے بیٹھ جانیکا اختیار کیون نہو گا کذا فی الشامی وصلّی
الفرض فی فلک جار قاعداً بلا عذر صحّ لغلبة العجز وقالا لا یصحّ الا لعذر وهو الاظهر برهان ثم نمازی نے فرض کو چلتی
کشتی مین بیٹھکر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنی دوران سر کھڑے ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور مراد کشتی بیٹھکر
پڑھنا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے کذا فی البرہان هم شامی نے حاوی
قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے والمربوطة فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے ہے
صحیح تر قول میں هم یعنی اوسمین فرض بیٹھکر جائز نہین بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندھی کشتی مین فرض
کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ
اوسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہو گی تو اگر نمازی اوسپر سے کنارہ پر اتر سکتا ہے تو فرض درست نہونگے بلکہ اوتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت
مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے کذا فی الطحطاوی والمربوطة بلجّة البحر ان کان
الریح تحرکها شدیداً فکالسائرة والا فکالواقفة اور بندھی ہوئی موج دریا مین اگر ہوا اوسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری
کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنی پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھکر جائز ہے اور دوسری مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ویلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کیوقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے هم یعنی اسپر سب کا
اتفاق ہے کہ قبلہ رخ رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جبتک کہ خوف وقت کے جانیکا نہو اور اگر خوف
ہو تو ظاہر ہے کہ قبلہ عاجز شخص کے حق مین وہی ہوتا ہے جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ائتمّ قوم فی فلکین مربوطتین صحّ والا لا
اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیون بندھی ہوئی مین تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہین هم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہے کہ پاس پاس ہون تاکہ
سے ہون کیونکہ پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہے کذا فی الشامی ومن حنث واختمی تحلیله ولو بحرقة حسبہ اور آدمی تو مثالہ

تقضی الخمس ان زاد وقت صلوٰة سادسة لا للحرج ولو افاق فی المدة فان لافاقته وقت معلوم قضی وان لا لا اور جو
شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک رات تو وہ پانچ نمازیں قضا پڑھے اور اگر بڑھجاوے
بیہوشی پر وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر ان رات میں اوسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب تو قضا
پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ھ مثلاً وہ رات بیہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور
اگر وقت ہوش کا معین نہیں بلکہ یکبارگی ہوش ہو جاتا ہے تو ایسی ہوش کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وزال عقله ببنج او دواء لزمه القضاء
وان طالت لانه بصنع العباد کالنوم م زائل ہوئی عقل نمازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اوسکو قضا پڑھنا بیعقلی کے وقت
کی نمازوں کا لازم ہے اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو اسلئے کہ یہہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہے مثل سونے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہیں
ہوتی اسیطرح کچھ کھا کر بیہوش ہونے سے ساقط نہوگی ھم بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہے جو نیند لاتی ہے سوا بہنگ کے کذا فی
الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہے ولو قطعت یداہ ورجلاہ من المرفق والکعب وبوجهه جراحة صلی بغیر طہارة
ولا یتیمم ولا یعید ہو الاصح وقال مر فی التیمم قیل لا یصلی وقیل یلزمه غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہوں دونوں ہاتھ
نمازی کے کہنی سے اور دونوں پاؤں ٹخنے سے اور اوسکے چہرہ میں زخم ہے تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور اونکا اعادہ نکرے یہی
صحیح ہے اور یہہ مسئلہ گذر گیا تیمم میں اور بعضوں نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اوسپر لازم ہے دہونا کٹی جگہہ کا ھم یہہ دونوں
قول مقابل قول اصح کے ہیں اور لزوم غسل کی صورت یہہ ہے کہ اوسکو وضو کرانیوالا موجود ہو کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
امکن الغریق الصلوٰة بالایماء بلا عمل کثیر لزمه الاداء والا لا قادر ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اوسکو
ادا پڑھنا لازم ہے اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہیں قضا لازم ہے ھم بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز سہارے کو
لگی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امرہ الطبیب لاستلقاء لنزع الماء من عینه صلی بالایماء لان حرمة الاعضاء کحرمة
النفس حکم کیا نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹی رہنے کا بسبب پانی نکالنے کے اسکی آنکھہ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلئے
کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہے یعنی جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہے ھم نزع بفتح نون وسکون زاء معجمہ و
عین مہملہ بمعنی نکالنا اور بعض نسخوں میں بزغ ہے بفتح موحدہ وسکون معجمہ وعین معجمہ بمعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحته ثیاب
نجسة وکلما بسط شیئا تنجس من ساعته صلی علی حاله وکذا لو لم یتنجس الا انه یلحقه مشقة بتحریکه ایک بیمار ہے جسکے نیچے نجس کپڑے
ہیں اور جب کوئی چیز بچھاتے ہیں جاتی ہے فوراً ناپاک ہو جاتی ہے تو وہ بیمار اوسی حال پر نماز پڑھے اور اسیطرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہوں مگر انکو
دور کرنے سے بیمار کو حرکت کیوجہ سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز اونہیں ناپاک کپڑوں میں پڑھے کہ اوسکے حق میں پاک ہیں واللہ اعلم

باب سجود التلاوة

باب سجود التلاوة یہہ باب ہے سجدہ تلاوت کے احکام میں من اضافة الحکم الی سببه سجدہ کی اضافت
طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہے طرف اپنے سبب کے ھم طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہے نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہہ فعل
کہتا تو مناسب تہا یا یہہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ ہے یعنی فعل سے لیا جاوے تجب بسبب تلاوة آیة اے اکثرها مع حرف السجدة من اربع
عشرة آیة اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب ہے ایک سجدہ بسبب پڑہنے ایک آیت کے چودہ آیتوں سجدہ
سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہے لفظ سجدہ کے ساتھہ اور چودہ سجدوں میں سے چار قران مجید کے نصف اول میں ہیں
اور دس نصف دوم میں ھم پس اگر آیت سجدہ کو لکہی یا ہجے کرے تو سجدہ واجب نہوگا اسیطرح ساری آیت میں سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے
یا اکثر آیت پڑھی مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دیا تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہے خواہ تلاوت آیت نماز میں ہو یا نماز

اعتبار نہین بخلاف اِس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنیوالا قرارت سے ممنوع ہے مثل جنب کی تو جیسے جنب کے پڑہنی سی سجدہ اوسپر واجب ہوتا ہے
ویسا ہی یہان بھی واجب ہونا چاہیئے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے بشروط الصّلوة المتقدمة خلا التحريمة ونية التعيين
سجدہ واجب ہی ساتھہ شرطون نماز کے جو پہلے گذرین یعنی طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونیکے ساتھہ سوا تحریمہ اور نیت تعیین کے
یعنی سجدہ کے لئے جدا تحریمہ کرنا اور یہہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہی شرط نہین مگر یہہ نیت کہ یہہ سجدہ تلاوت ہے اوسکی شرط ہونے مین کلام نہین
ويفسدها ما يفسدها وركنها السجود او بدلها كركوع مصل وايماء مريض وراكب اور فاسد کرتی ہی سجدہ تلاوت کو وہ چیز جو نماز
کی مفسد ہے یعنی وانستہ حدث اور قہقہہ اور کلام سی فاسد ہو جاتا ہے اور اوسپر اعادہ اوسکا واجب ہی شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سی
فاسد نہین ہوتا اور سجدہ تلاوت کے اندر قہقہہ سی وضو نہین جاتا اور رکن اوسکا سجدہ کرنا ہی یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑہنی والے کا
اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا ہم رکوع مین نماز ہی کی قید اسلئے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار
اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑہے اور بیماری مین اشارہ سی ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری مین شہر کے باہر واجب
ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سی ادا ہو جائیگا گو بیچ مین اُتر پڑا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اوسکا ادا کرنا سواری پر کافی نہوگا
كذا في الشامي وهي سجدة بين تكبيرتين مسنونتين جهرًا وبين قيامين مستحبين بلا رفع يد وتشهد وسلام اور سجدہ تلاوت ایک
سجدہ ہی درمیان دو تکبیرون مسنون کے پکار کر یعنے ایکبار اللہ اکبر کہی سر رکھنے کو اور دوسری بار اوٹھانے کو اور اکیلا آہستہ جہر کرے کہ اپنی آپ
سنے اور امام اتنا کرے کہ اور ونکو آواز جاوے ہی اور درمیان دو مستحب قیام کے یعنی کہڑا ہو کر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کہڑا ہو جانا مستحب
ہے بدون ہاتھہ اوٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کیوقت اور بدون التحیات اور سلام کے وفيها تسبيح السجود في الاصح اور سجدہ تلاوت مین
تسبیح سجدہ کی ہے صحیح تر قول مین یعنی سبحان ربی الاعلی تین بار کہے ہم فتح القدیر مین کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہہ حکم ہی اور اگر نفل نماز
ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلے کہے یا یہہ دعا پڑہے جو احادیث مین وارد ہی سجد وجهي للذي خلقه الخ چنانچہ منیہ باب صفة الصلوة
مین لکہا ہے على من كان متعاهل لوجوب الصلوة لانها من اجزائها اداء كالاصم اذا تلاها او قضاء كالجنب والسكران
والنائم واجب ہی سجدہ تلاوت اوس شخص پر کہ ہو وہ اہل نماز کے واجب ہونیکا اوا کرنے کے اعتبار سی یعنی اوسیوقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر
آیت سجدہ پڑہے یا قضا کے اعتبار سی اہل ہو یعنی اوسوقت اہل نہو دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی
من متعاهل ہے تجب سی اور وجوب سجدہ کے لئے نماز کے وجوب کی اہلیت اسلئے معتبر ہوئی کہ سجدہ تلاوت نماز کے اجزا مین سی ہی یعنی جس سورت
مین کہ آیت نماز کے اندر پڑہی جاوے تو یہہ سجدہ جزو نماز ہو جاتا ہے ہم متوالے پر سجدہ کے وجوب کی لئے اوسکی عقل قائم رکہی گئی تاکہ اوسکو
تنبیہ ہو اور سونیوالا اگر آیت سجدہ پڑہے اور بعد جاگنے کے اوسکو کوئی خبر کر دے تو اوسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہہ ہی کہ سجدہ لازم ہے اور
قول صحیح مین لازم نہین اور اگر سوتے اور بیہوش سی سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اوسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب على كافر وصبي ومجنون وحائض
ونفساء قرأوا او سمعوا لانهم ليسوا اهلا لها پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت
سجدہ کو پڑہین یا سنین اسلئے کہ یہہ سب نماز کے اہل نہین نہ اوس وقت پر اور نہ اوسکے بعد اور ایک نسخہ مین لکہا ہی یعنی ادا اور قضا دونون کے اہل نہین
وتجب بتلاوتهم يعني المذكورين خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوته لعدم اهليته اور واجب ہی سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے
پڑہنی سی سوا اوس مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اوسکی پڑہنی سی سننی والوں پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح
کی تعلیل مین لڑکا بھی داخل ہی یعنی اوسکی پڑہنی سی سننی والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی حالانکہ وہ خود اہل نہین ہی اور مطبق بکسر با موحدہ سی یہان
وہ مجنون مراد ہی جسکو چہہ نماز دن یا زیادہ تک جنون رہے ولو قصر جنونه فكان يوما وليلة او اقل تلزمه تلاوة وسمع وان كثر لا تلزمه بل

تلزم من سمعه على ما حرره منلا خسرو ولكن جزم الشرنبلالي باختلاف الرواية ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوى
الظهيرية وهو الظاهر قلت وبه جزم القهستاني اور اگر مرض ہوا مثل مجنون کا یعنی ایکدن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اوسپر سجدہ لازم ہو
خواہ وہ خود پڑھے یا دوسرے سے سنے اور اگر جنون ایکدن رات سے زیادہ ہو جاوے تو سجدہ خود اوسپر لازم نہیں بلکہ اوس شخص پر لازم ہے جو کہ
اوس سے آیت سجدہ کو سنے پھر جب اوس بیان کے کہ منتج بیان کیا ہے اوسکو منلا خسرو نے لیکن یقین کیا ہے شرنبلالی نے اختلاف روایت پر مجنون
کے اور نقل کیا ہے وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوی ظہیریہ سے اور میں کہتا ہوں اور اسی وجوب پر یقین کیا ہے قہستانی نے
ہم شرنبلالی نے کہا ہے کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے میں دو روایتیں ہیں اور دونوں کی تصحیح ہوئی ہے
اور جوہرہ میں کہا کہ اصح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہیں کذا فی الشامی لا تجب بسماعه من الصدى والطير ومن تكلم بالحروف ولا بالتهجي
مسنيا ولا من المؤتم لو كان السامع في صلوته ولو في صلوة المؤتم بخلاف الخارج كما مر یعنی نہیں واجب ہے سجدہ بسبب سننے سجدہ کے
یعنی گونج کی آواز سے جو پہاڑوں اور جنگلوں وغیرہ میں پلٹ کر ویسی ہی سنائی دیتی ہے اور نہیں واجب ہے پرند سے سننے کے سبب یعنی توتا
یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول میں سجدہ واجب نہیں اور واجب نہیں سننے سے ایک ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجی
کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ متن میں آگے مذکور ہے تو شارح
نے یہاں مکرر اسلیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہیں واجب ہے بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا
مقتدی کی نماز میں ہو یعنی وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اوسکے ساتھ کا بخلاف خارج کے نماز مقتدی سے کہ اوسپر واجب
ہوگا جیسا کہ پہلے گذرا وهي على التراخي على المختار ويكره تاخيرها تنزيها ويكفيه ان يسجد عدد ما عليه بلا تعيين ويكون موديا وتسقط
بالحيض والردة ان لم تكن صلوتية فعلى الفور لصيرورتها جزءا منها ويأثم بتأخيرها ويقضيها ما دام في حرمة الصلوة ولو بعد
السلام فتح اور سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے تراخی کے طور پر مختار قول کے موجب یعنی امام محمد کے نزدیک تمام عمر اوسکا وقت ہے اور یہی قول
مختار ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فوراً واجب ہے یعنی تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہو کہ وہ اتفاقاً واجب
فوراً ہے بسبب ہوجانے اوس سجدہ کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدہ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور ادا کرے اوسکو قضا تا وقتیکہ نماز کی حرمت میں باقی رہے اگرچہ بعد
سلام ہو یعنی جب تک کوئی فعل مخالف نماز نکیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہے تاخیر کرنا سجدہ تلاوت کا جو نماز کے اندر نتھا اور کافی ہے قرآن پڑھنے والیکو کہ جسقدر
سجدے اوسپر ہوں اوسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو رہیگا ادا کرنیوالا یعنی تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہہ نہوگا کہ قضا ہو جائینگے اور ساقط ہوجاتا
ہے سجدہ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنی اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نکیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی تو اوسپر سے سجدہ تلاوت ساقط ہوگیا
اور یہی حکم مرتد ہونے سے کذا في التجنيس ثم هذه النسبة هي الصواب في قولهم صلوتية قطعا قاله المصنف لكن في العناية انه خطأ مستعمل
وهو عند الفقهاء خير من صواب نادر پھر یہہ نسبت یعنی مصنف کا صلویہ کہنا درست ہے اور اوسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیہ کہنا غلط ہی کہا ہے اور
بے شبہ مگر عنایہ میں ہے کہ صلوتیہ کہنا غلط ہے لیکن مروج ہے اور یہہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہے صحیح کم رائج سے کیونکہ اونکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہے ان الفاظ میں جو عوام میں مشہور ہوں ہم وجہ غلطی کی یہہ ہے کہ قاعدہ نسبت کا یوں ہے کہ تاء تانیث کو حذف کر دیتے ہیں پھر
اگر الف آخر میں ہو تو اوسکو واو سے بدل کرتے ہیں تو اس لحاظ سے صلویہ کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیہ کے کہ اوسمیں ت کو حذف
کیا ہے نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصرا ومن سمعها من امام فلو ائتم به قبل ان يسجد الامام لها سجدها معه ولو ائتم بعد
لا يسجدها اصلا كذا اطلق في الكنز تبعا للاصل لكن الواحد ان لم يقتد به اصلا سجدها وكذا لو اقتدى به في ركعة اخرى على ما اختاره
البزدوي وغيره وهو ظاهر الهداية اور جو شخص کہ آیت سجدہ کو امام سے سنے اگر وہ امام کا مقتدی ہوگیا ہو یعنی امام اکیلا

پڑھتا تھا پھر اُس شخص نے اُسکے پیچھے اقتدا کیا اور اِسوجہ سے امام ہوگیا پھر اقتدا کری امام کے پیچھے پہلے اِس سے کہ امام سجدہ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اُسکا اقتدا بعد سجدہ کرنیکے اُسی رکعت مین کرے تو سجدہ نکرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہو کنز مین اسلئی کہ تبعیت سے یعنی اقتدا کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہوگیا تو خارج نماز ادا نہین ہوسکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہین ہوسکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے نکیا نہ اُس رکعت مین نہ دوسری مین تو سجدہ تلاوت کرلے اور اسیطرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت مین تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونیکے بموجب اُس قول کے کہ اختیار کیا ہو اوسکو بزدوی شیخ نے اور یہی ہو ظاہر متن کا ھ حاصل یہہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سنی تو اگر اوسکا اقتدا نکرے خارج رہے تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اوسی رکعت مین جسمین امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اوسکی ساتھ سجدہ کرلے ورنہ اوسسے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت مین اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونیکے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطاً ولو تلاها فی الصلوة سجدها فیها لا خارجها لما مر اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اُس وجہ کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنی نماز کے اندر اسکا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہوجاتا ہے وفی البدائع واذا لم یسجد اثم فتلزمه التوبة اور بدائع مین ہو کہ اگر نماز کے اندر سجدہ تلاوت نکریگا تو گنہگار ہوگا پس لازم ہوگی اوسکو توبہ اسلئی کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہین تو گناہ ثابت ہوگیا اور اُس سے مخلصی کیصورت بجز توبہ کے اور کچھہ نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوة بغیر الحیض فلو به تسقط عنه السجدة ذکرہ فی الخلاصة فیسجدها خارجها لانها لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوة فلم تکن صلوتیة مگر جبکہ فاسد ہوجاوے نماز سوای حیض سے تو سجدہ تلاوت کرے خارج نماز سے اسلئی کہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلئی سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نرہا اسلئی خارج نماز سجدہ کرنیکا حکم ہوا اور سوای حیض اسلئی کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگی تو عورت پرسے سجدہ تلاوت ساقط ہوجائیگا ذکر کیا ہے اوسکو خلاصہ مین ولو بعد ما سجدها لم یعدها ذکرہ فی القنیه ویخالفه ما فی الخانیة تلاها فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدة الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجودها اور اگر فاسد ہوئی نماز بعد سجدہ کرنیکے تو اعادہ سجدہ کا نکرے ذکر کیا ہو اوسکو قنیه مین اور اوسکی مخالفت ہو وہ جو خانیہ مین ہو کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل مین پھر نفل کو فاسد کردیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنی اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ فساد نماز کیصورت مین سجدہ خارج نماز نکرے اور متن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ کرے مگر یہہ کہ محمول کیا جاوے مسئلہ خانیہ کا اوسصورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اِس صورت مین ظاہر ہے کہ سجدہ کا اعادہ نہوگا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے وتؤدی برکوع وسجود غیر رکوع الصلوة وسجودها فی الصلوة وکذا فی خارجها ینوب عنها الرکوع فی ظاہر المروی بزازیه لها ای للتلاوة اور ادا ہوجاتا ہی سجدہ تلاوت رکوع کرنی سے یا سجدہ کرلینے سے واسطی تلاوت کے سوا رکوع نماز کے اور اوسکی سجدہ کے نماز کے اندر اور اسیطرح خارج نماز مین قائم مقام سجدہ کا ہوجاتا ہی رکوع ظاہر قول روایت کی گئی مین کذا فی البزازیه ھ صورت مسئلہ کی یہہ ہو کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اوسکی لئی رکوع کیا سوا نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا سوا نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجائیگا اسیطرح خارج نماز مین رکوع یا سجدہ سے ادا ہوگا مگر رکوع مین یہہ شرط ہو کہ فوراً ہو بلا تاخیر اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کیواسطی سجدہ خاص چاہئی خواہ نماز کے اندر ہو یا نہو کذا فی الشامی وتؤدی برکوع صلوة اذا کان الرکوع علی الفور من قراءة آیة او آیتین وکذا الثلاث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوة علی الراجح اور ادا ہوجاتا ہی سجدہ تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووی ایک آیت کے پڑھنے سے پیشتر یا دو آیتون سے اور اسیطرح تین آیتون سے ظاہر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ہے اگر نیت کرے سجدہ کی یعنی نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدہ تلاوت کے لئی قول راجح پر ھ یعنی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اوسکے بعد تین آیتون سے زیادہ نہین پڑھا

اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہہ رکوع سجدہ تلاوت کے لئے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع مین نیت نماز کے
رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وتوقف فیہ بعضہم كذلك الخلاف على القول بانه لم ينوها بالاجماع اور
ادا ہوتا ہے سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسیطرح یعنی فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نکی ہو کہ یہہ سجدہ تلاوت کا ہے بالاتفاق ہم آیت
سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہہ ہے کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہے
کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون کی مقدار سے کم نہین پہر فوراً کیسے ہو سکتا ہے ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه ويسجد
اذا سلم الامام ويعيد القعدة ولو تركها فسدت صلوته كذا في القنية وينبغي حمله على الجهرية اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی
امام نے اپنے رکوع مین اور نیت کی اوسکے مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی ہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے
اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اوسکی نماز فاسد ہوگی اسلئے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہے اگر اعادہ نکریگا
تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فے القنیہ اور محمول کرنا چاہئے اسصورت کو نماز جہری پر اسلئے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام
نے آیت سجدہ پڑھی نعم لو ركع وسجد لها فوراً نابت بلا نية ان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہہ سجدہ کرنا مقتدی کا
قائم مقام سجدہ تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم یعنی امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نکی بلکہ سجدہ
مین کی یا الکل نہین کی تو اسصورتمین مقتدی پر کچھہ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نکرے کذا فے الطحطاوی ولو سجد لها فظن القوم انه ركع فمن
ركع نقضه وسجد لها ومن ركع وسجد سجدتين فسدت صلوته لانه انفرد بركعة تامة اور اگر
سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو توڑکر سجدہ تلاوت کرے
اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اوسکو یہہ سجدہ تلاوت کی سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کئے تو اوسکی نماز فاسد ہو گئی اسلئے
کہ اوسنے ایک رکعت پوری تنہا پڑھلی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہے ولو سمع المصلي السجدة من غيره لم يسجدها فيها لانها ليست
صلوتية بل يسجد بعدها لسماعها من غير محجور اور اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نکرے
اسلئے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اوس شخص سے جسپر روک نہین یعنی اگر روک والے
سے سنا مثلاً مقتدی سے تو اوسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرنا نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجدها فيها لم تجزه لانها ناقصة للنهي
فلا يتأدى بها الكامل واعادها اي السجدة لما مر لا الصلوة الا اذا تلاها المصلي غير المؤتم ولو بعد سماعها سراج اور اگر نماز پڑھنے والے
نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہہ سجدہ اوسکو کافی نہوگا اسلئے کہ یہہ سجدہ اوسکا ناقص ہے بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی
سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہے اوسکو پورا کرنا اور اوسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اوسکو لازم ہے اور اسبات کا مقتضی ہے کہ جو چیز
اسپر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہے اوسکو ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے
خارج ہے نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اوس وجہ کے کہ گذری یعنی
بسبب اوسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اوسکو نمازی نے سوا مقتدی کے اگرچہ بعد اوسکے سننے کے ہو تو دوبارہ سجدہ مذکور کا نکرے
کذا فی السراج ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اوسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پہر اوسکے
لئے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اسصورت مین اس سجدہ کا اعادہ نکرے اور غیر مقتدی کی قید اسلئے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا
معتبر نہیت تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لئے کذا فی الشامی دون هاي الصلوة لان زيادة ما دون الركعة لا تفسد
الا اذا تابع المصلي التالي فتفسد لمتابعته غير امامه ولا تجزيه عما سمع تنوير وغيره. اعادہ کرے نماز کا اسلئے کہ زیادہ ہوا

ایک رکعت اُسی کے ساتھ سہو سے نماز میں پڑھی تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد نہوگی ہان اگر پیروی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنیوالے کی تو بھی جب
تلاوت کرنیوالے نے سجدہ کیا اسیوقت نمازی نے اوسکے ساتھ سجدہ کیا تو نماز فاسد ہوجائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اُس شخص کی جو آسکا
امام نہین اور یہہ سجدہ نماز ہی کا اوسکو کافی نہوگا سجدہ کیونکہ وہ کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ وان تلاھا فی غیر الصلوۃ فسجد ثم دخل فی
الصلوۃ فتلاھا سجد لہا ثانیۃ ولو لم یسجد اولاً کفتہ واحدۃ لان الصلوتیۃ اقوی من غیرھا فتستتبع غیرھا وان اختلف المجلس
اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھکر سجدہ کرلیا پھر نماز مین داخل ہوا اور اوسی آیت کو نماز مین پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول
سجدہ نکیا ہو تو یہی نماز کے اندر کا ایک سجدہ اوسکو کافی ہے اسلئے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہے تو غیر کو اپنا تابع کرلیگا اگرچہ
مجلس بدلجائے ھکذا فی طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ مین صاحب نہر الفائق کا تابع ہوا اور بحر الرائق مین مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہے ایک سجدہ
کافی ہونیکے لئے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہہ مین پڑہی اور نماز مین پھر اُس آیت کو دوہرایا تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنیسے پہلے کا
سجدہ ساقط نہوگا اوسکو دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہئے ولو لم یسجد فی الصلوۃ سقطتا فی الاصح وأثم کما مر اور اگر سجدہ
نکیا نماز کے اندر تو دونون سجدے ساقط ہونگے صحیح قول مین اور گنہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب مین ہم اور ایک قول یہہ ہے کہ سجدہ خارج
نماز کا ساقط نہوگا مگر اصح یہی ہے کہ دونون ساقط مین اسلئے کہ خارجی سجدہ تابع ہے داخلی کا کذا فی الحلبی ولو کررھا فی مجلسین تکررت
وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولی قنیہ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسون
مین تو سجدہ مکرر ہوجائیگا اور ایک مجلس مین مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہے بسبب جلد بجالانے عبادت
کے کذا فی القنیہ اور بحر الرائق مین ہے کہ تاخیر مین زیادہ احتیاط ہے فائدہ دیکھنا چاہئے کہ وجوب سجدہ کا تین باتون سے مکرر ہوجاتا
ہے اول اختلاف تلاوت کا دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتون کا ہے یعنی اگر ایک ہی مجلس مین
مختلف آیتین سجدہ کی پڑہیگا یا سنیگا تو تعداد آیات کی برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے
دوسری مین دو قدم سے زیادہ چلکر پہنچے اسمین یہہ شرط ہے کہ دونو مکانون کو ایک حکم نہو مثلاً چہوٹی مسجد یا گہر کی مختلف جگہہ نہون کہ انکا
حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گہر کے کئی کونون مین پڑہیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف
مجلس کی حکمی ہے وہ یہہ ہے کہ دو دفعہ کے پڑہنے کے درمیان مین عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کہانا کہانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو
تو اسصورت مین بھی سجدہ مکرر ہوجائیگا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑہکر ایک گہونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کہا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اسی
آیت کو پڑہا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب نہین دوسرا سجدہ کرنا اُس جگہہ جہان ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان
مبناھا علی التداخل دفعاً للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس اور اصل یہہ ہے کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنی ایک سجدہ دوسرے کا
تابع ہوجاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنی ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے مین سکہانیوالون اور سیکہنیوالون پر دقت ہوگی بنا تداخل
برابر شرط سے ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس مین مکرر پڑہنے سے ایک سجدہ سبکے لئے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک
آیت کو خود پڑہا اور اوسکو اوسی مجلس مین دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا وھو تداخل فی السبب بان یجعل الکل
کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سبباً والباقی تبعاً لہا وھو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا شنیع اور وہ یعنی مکرر سجدہ
کا تکرار تداخل ہے سبب مین اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑہنا مثل ایک تلاوت کی پس ایکبار کی تلاوت سبب سجدہ کا ہوگی اور باقی
تلاوتین اوسکی تابع ہونگی اور سبب مین تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کے لئے اسلئے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے اوسکے سبب کے بُرا امر
ہے حاصل یہہ کہ عبادت کے معاملہ مین ہم تداخل حکم مین نہین کہہ سکتے کیونکہ اسکے کہنے سے یہہ خرابی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک حالانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہے اسلئے ہے سببوں کو ایک کر لیا تاکہ یہ حرج باقی ہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر ہوگیا
رابع سے عدم تکرار کیفیت جو مصنف کے قول سے سمجھا جاتا ہے لان الحاجۃ الی التداخل ان یجعل کل تلاوۃ سببا لسجدۃ کاحد
السجدات فاکتفی بواحد لانہ الیق بالعقوبۃ لانہا للزجر وہو ینزجر بواحد فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب
العقوبۃ انتہٰی تداخل ہے حکم میں اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر سب ایک دوسرے میں آجائیں اور اکتفا کیجائے
ایک سجدہ پر اسلئے کہ حکم میں تداخل ہونا زیادہ لائق ہے سزا کے لئے کیونکہ سزا زجر کے لئے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پاجاتا ہے اور مقصود
حاصل ہوجاتا ہے اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم یعنی سزا اون کا معاملہ عبادت سے جدا ہے انکی بنا دفع اور عفو
پر ہے تو اوسکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہے اور آخرت مین کریم متعال سے
توقع ہے کہ معاف کر دے اسلئے اسمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلاً ایک شخص نے شراب پی دو بار تو ہرچند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی
دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہوجائیگی وافاد العراقی بقولہ فسوی تحت الواحد ای تداخل السبب عما قبلہا وعما
بعدہا ولا تتوقف فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانیا انتہی اور مصنف نے بتادیا فرق درمیان اصل
سبب تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون کی یعنی اگر کسی
شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلاً پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھ کر سجدہ تلاوت کر لیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا
ہے سبکی طرف سے کافی ہوگیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو باردون اوسکی بعد کی اوسکے تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبب
کے بعد ہی ہوگا اور یہی قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اسے پیشتر کے سجدون کے مثلاً پہلے یعنی اگر پانچون تلاوتونکو جدا
جدا سبب قرار دو اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینونکا ہوگیا اب جو دو بار پھر سجدہ کی آیت کو
پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لئے دوسرا سجدہ چاہئے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اوسی مجلس مین زنا کیا تو
دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پا لیا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسداء الثوب
دائماً وانماء وانتقالہ من غصن شجرۃ الی اخر وسبحۃ فی نہر او حوض تبدل المجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخرى
بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا دابۃ تصلی علیہا لان الصلوۃ
تجمع الاماکن ولو لم تصل اتکرر اور تانا بانا کرنے کا جانے اور آنے اور چلا جانا پڑے اور ایک درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا اسکا
نہر مین یا حوض مین بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدہ یعنی مثلاً تانا تننے مین ایک ہی آیت جاتے مین پڑہی
اور وہی لوٹتے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنی مثلاً سننے والے نے اسی
آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اوسیکو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والی
اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہوجانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے مجلس نہین بدلتی
اور اسطرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس وہی ہوگی کیونکہ نماز اون مجالس کو ایک کر دیتی ہے اسلئے کہ اختلاف مکان
کی صورت مین نماز فاسد ہوجاتی ہے تو ضرورت کیوجہ سے سب مکان ایک کئے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر ہوجائیگا
کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کیطرف ہے تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے کذا فی الشامی کما تتکرر لو تبدل مجلس سامع دون
تال حتی لو کررہا راکبا یصلی وغلامہ یمشی تتکرر علی الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اگر بدلجائے مجلس سننے
والیکی یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوئے اور اوسکا غلام پیادہ چلتا ہے تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

تكرر في عكسه وهو تبدل مجلس التالي دون السامع على المفتى به وهذا يفيد ترجيح سببية السماع نهين مكرر ہوتا ہی سجدہ سننے
والے پر اوسکے عکس مین یعنی تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول مفتی بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا
جاتا ہی اور سننے والا ایک جگہہ بیٹھا ہے تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہوگا اور یہہ یعنی مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اوسکی
مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت مین اور مکرر نہونا اوسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت مین اسبات کا مفید ہی کہ سننے کے سبب ہونیکو ترجیح ھم
یعنی اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اسصورتین حکم سننے والے پر بر عکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کیطرح ہوجاتا اور جب ایسا نہین ہوا
تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہے نہ شرط جیسا کہ بعض فقہا نے کہا ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلوة على رسول الله صلى الله عليه وسلم
فكذلك عند المتقدمين وقال المتاخرين تتكرر اذ لا تداخل في حقوق العباد اور درود پڑہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہی
متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہی کہ مکرر ہوتا ہی اسلئے کہ بندون کے حقوق مین تداخل نہین ھم یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدہ تلاوت کے ہی کہ جیسے اتحاد مجلس کیصورت مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام
پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہی اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی کذا فی الشامی واما العاطس
فالاصح انه ان زاد على الثلاث لا يشمته خلاصه اور چھینک کا حال صحیح یہہ ہی کہ اگر تین بار سے زیادہ ہو تو اوسکا جواب ندے کذا فی
الخلاصہ ھم اصح کا مقابل یہہ ہی کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہہ کہ دس بار کہے اور ایک یہہ ہی کہ جتنی بار چھینکے اوسیقدر
یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وكره ترك آية سجدة وقراءة باقي السورة لان فيه قطع نظم
القرآن وتغيير تاليفه واتباع النظم والتاليف مامور به بدائع ومفاده ان الكراهة تحريمية اور مکروہ ہے چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور پڑہنا
باقی سورت کا اسلئے کہ اسطرح پڑہنے مین عبارت قران مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اوسکی ترکیب کا بگاڑنا ہی اور اسکی عبارت و ترکیب کے اتباع
کا حکم ہی کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے ھم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہی
فاذا قرأناه فاتبع قرآنه یعنے جب ہم اوسکو پڑہین تو پیروی کر اوسکی تالیف کی کذا فی البحر لا يكره عكسه ولكن ندب ضم آية او
آيتين اليها قبلها او بعدها لدفع وهم التفضيل اذ الكل من حيث انه كلام الله في رتبة وان كان لبعضها فضيلة باشتماله على
صفات الله تعالى نہین مکروہ ہی اوسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑہنا اور باقی سورہ کو نہ پڑہنا لیکن مستحب ہی ملانا ایک آیت
یا دو آیتون کا اوسکے ساتھ خواہ پیشتر ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنی تاکہ یہہ وہم نہو کہ اس آیت کو فضیلت ہے
اوروں پر کیونکہ کل آیتین اس لحاظ سے کہ اللہ تعالی کا کلام ہے ایک رتبہ مین ہین اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہی بسبب اونکے شامل
ہونے کے اللہ تعالی کی صفات پر واستحسن اخفاءها من سامع غير متهيء للسجود اور مناسب ہی نہ سنانا آیت سجدہ کا اس سننے والے
کو جو سجدہ کے لئے آمادہ نہو ھم یعنی اگر سننے والا بیوضو ہو یا اوسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اوسصورت
مین کہ سننے والے کا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحيح في وجوبها على متشاغل بعمل ولم يسمعها والراجح الوجوب
زجرا له عن تشاغله عن كلام الله تعالى فنزل سامعا لانه بتقصيره ان لم يسمع اور مختلف ہوئی ہی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اس
شخص پر کہ کام مین مشغول ہوا اور آیت کو نہ سنی اور راجح ہی سجدہ کا واجب ہونا اوسکو زجر کے لئے کلام اللہ کو چھوڑ کر کام مین مشغول رہنے کے
باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھہرا لیا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہی ھم منح الغفار مین ھی کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہی اسلئے
کہ سننا جو شرط ہے وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہی دوسرے پر وہ پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع اية سجدة من قوم
من كل واحد منهم حرفا لم يسجد لانه لم يسمعها من تال حاشيه فقد افاد ان اتحاد التالي شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم

اور سفر اصل مین مباح ہی مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہی جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہی جیسے رہزنی کے لئے سفر کرنا تو جو چیز اصل مین عبادت
ہی وہ مقدم ہی اوس پر جو اصل مین مباح ہی اور الا بعارض استثنا ہی عبادت اور مباح دونوں سے کذا فی الشامی وسُمّی بہ لانہ یُسفر عن اخلاق
الرجال اور سفر اسلئے نام رکہا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہی مردون کے اخلاق کو ہم یعنی سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہین اور چونکہ سفر اصطلاحی مین آدمی
کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہین اسلئے سفر کہا گیا یا یہہ کہ روی زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر سافر کے معنی مین
ہے مشارکت کے لئے مستعمل نہین اور ہو سکتا ہی کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہی اور ایک رفیق کو دوسرے کی عادتین ظاہر
ہوتی ہین کذا فی الشامی من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ من جانب خروجہ وان لم یجاوز من الجانب الاٰخر جو شخص نکلے اپنی اقامت
کی جگہہ کے گہرون سے یعنی اپنے نکلنے کیطرف سے آبادی کے باہر ہو جاوی اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محلہ مثلا سیدہ
مین پڑتا ہو ہم خبر اِن کی آگے آتی ہی یعنی وہ دو پڑہے چار رکعتون والی فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گہر ہین تاکہ خیمہ مین رہنے والے
بھی شامل رہین اور آبادی سے باہر ہونے مین اسطرف کا اعتبار ہے جدہر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر مین ملا ہوا تہا اب جدا
ہو گیا تو جب تک اُس سے باہر نہو جاوی قصر نکرے اور باہم داخل آبادی نہین اگرچہ اوسمین بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہون یا رکہوالونکی جہونپڑیان
ہون وفی الخانیۃ ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوۃ ولیس بینہما مزرعۃ یشترط مجاوزتہ والا فلا اور خانیہ مین ہی کہ اگر فنا اور
شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو اور دونوں کے درمیان کہیت نہو تو اُس سے باہر نکلنا قصر کے لئے شرط ہی ورنہ شرط نہین ہم فناء شہر
اُس میدان کو کہتے ہین جو شہر کے نفع کے لئے ہو مثلا گہوڑون کے پہیرنے اور مُردون کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لئے تو اِس
طرحکا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ مین کہیت نہو تو قصر کے لئے شرط ہی کہ اُس سے بھی تجاوز کر جائی ورنہ اوس سے تجاوز کرنا شرط نہین
غلوہ بفتح معجمہ ۳۰۰ ہاتہہ سے ۴۰۰ ہاتہہ تک کے فاصلہ کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی قاصدا ولو کافرا ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر
مسیرۃ ثلثۃ ایام ولیالیہا من اقصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہہ سے نکلے قصد
کرنیوالا سفر کا اگرچہ حالت کفر مین قصد کیا پہر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑہی اور جو شخص دنیا کے گرد پہرے بدون قصد سفر کے وہ قصر
نکرے یعنی اگر مثلا دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پہر آگے کی نیت کی اسیطرح تمام دنیا مین پہرا تو قصر نکرے قصد کرے سفر
تین دن کا مع اُنکی راتون کے برس کے سب سے چہوٹے دنونمین سے اور نہین شرط ہی سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہی زوال تک ہم شامی نے
کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا مناسب ہی کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے معتبر نہین ہان اگر واو کی جگہہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی
یا تین راتون کی دونو صورتونمین قصر کری اور سال کے سب سے چہوٹے دنون سے مراد اُن ملکون کے دن ہین جو معتدل ہون یعنی جنمین دن بہت
چہوٹے نہو جاتے ہون جیسے بلغار مین کہ دن چہوٹے سے چہوٹا ایک گہنٹہ کا ہو جاتا ہی تو مصر مین سب سے چہوٹے دنونمین صبح صادق سے زوال تک
پونے سات گہنٹے ہوتے ہین تو تین دن کا سفر سوا بیس گہنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور مین صبح صادق سے زوال تک ساڑہے چہہ گہنٹہ
سے کچہہ زائد چہوٹے دنونمین ہوتے ہین اور ہر ایک شہر مین جیسا عرض بلد ہوگا اوسیکے موافق یہہ مقدار کم و بیش ہوگی اور زوال تک سفر کی
قید اسلئے لگائی کہ مسافر کو کہانا اور آرام اور نماز بہی ضرور ہی تو اگر پورے روز کے چلنے مین یہہ باتین کریگا تو نصف روز بلا شبہہ صرف ہوگا
اسلئے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار بالفراسخ علی المذہب اور اعتبار نہین فرسخون کا مذہب کے
بموجب ہم فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اسی حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگون نے مدت سفر کو
۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵ فرسنگ کہا ہی اوسکا اعتبار نہین اسلئے کہ ظاہر الروایۃ مین اعتبار تین دن کی مسافت کا ہی اور ہدایہ مین اسیکو صحیح کہا ہے
بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادۃ تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھہ آرامون معتاد کے ہم یعنی درمیان راہ مین

سہولی استراحت کرکے چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی چال ہے جبکہ تیز اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال سست
ہے اور گھوڑے کی تیز ہے مگر عادت اور سہولت کے موافق تین ملکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو
معلوم ہوتا ہے شبہہ کی صورت میں اونہیں کے بیان پر جزم کرنا چاہیے حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد چلا اور دو روز
میں پونہچ گیا تو نماز قصر کرے یعنی تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع لہ طریقان احدہما مدۃ السفر والاخر
اقل قصر فی الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے
میں صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین و
لذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ
جو شخص اپنی بستی سے باہر وہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے
حضرت ابن عباسؓ کے کہ اللہ تعالی نے فرض کی تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی مقیم کی نماز چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور
اسیلئے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنی یہہ نکہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے اسلئے کہ دو رکعتیں اتنے میں
قصر نہیں ہماری نزدیک بلکہ دونو رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں بلکہ برائی اور مخالفت
سنت کی ہے ھ رخصت کے معنی یہہ ہیں کہ حکم اصلی کسیوجہ سے بدلکر سہولت تخفیف اور آسانی کی پیدا کیجاوے تو یہہ بات مسافر کی نماز میں نہیں کیونکہ
اصل میں اوسکے لئے دو ہی رکعتیں فرض ہوتی ہیں نہ یہہ کہ چار کی دو رہ گئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سبکے لئے فرض ہوئی تہیں پہر مقیم کے حق
میں چار ہوگئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کذا فی الشامی تبصرت قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت
لیلۃ الاسراء رکعتین رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام واطمان بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ
فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا
من الصلوۃ وکان قصرہا فی السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجتمع الادلۃ انتہی کلامہ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے
کہ نمازیں شب معراج میں دو دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لئے فرض ہوئیں سوا مغرب کے پہر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ
منورہ میں مطمئن ہوئے رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کی نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرارت کے نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے
کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہی اسلئے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنی دن سے قریب اور اوسکی متصل ہیں اسلئے دن کا وتر کہا پہر جب فرض چار رکعت
کے ثابت ہوگئے تو سفر میں اونمیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم نماز کو اور نماز
کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر سے سارے دلیلیں مطابق ہوجاتی ہیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے
ھ یعنی ہماری دلیل جو قول ابن عباسؓ کا ہے کہ مسافر کے لئے دو رکعتیں ہیں یہہ بلحاظ اس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز آٹہری اور امام شافعی
جو مسافر کو پورا پڑہنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہہ دلیل
امام شافعی کے مذہب پر مبنی ہے اسلئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہوگئی پہر سفر میں تخفیف ہوگئی حالانکہ یہہ
بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور نیز اوس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہؓ سے صحیحین میں مروی ہے کہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی
ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کیوقت قصر کیطرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل
مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان
پر قصر کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑہے اگرچہ

اپنی سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلا سفر اسلئے کرتا ہو کہ رہزنی کرے تب بھی قصر کرے اسلئے کہ برائی ساتھ ہوجانیوالی نہین معدوم کرتی ہے
شروع ہونے کو ۱۲ مجاور برائی سے یہہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلا سفر معصیت مین برائی مجاور ہے اسلئے کہ معصیت بدون سفر کے
بھی ممکن ہے تو اس قسم کی برائی قصر کے مشروع ہونے کو مسافر کے لئے منع نہین کذا فی الطحطاوی حتی یدخل موضع مقامه ان سار مدة
السفر والا فیتم بمجرد نیة العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز مین قصر کرتا رہے جبتک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہہ مین بشرطیکہ مدت سفر کی
چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نگیا ہو تو بفور نیت گہر کو پہرنیکے پوری نماز پڑہے بسبب مستحکم ہونے سفر کے ۱۲ صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص بارادہ
سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پہرنے کی نیت کی تو اسصورت مین اوسیوقت سے پوری نماز پڑہے اور اگر تین منزل جاکر پہرے تو اپنے
شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہوجانا شرط
ہے او ینوی ولو فی الصلوٰة اذا لم یخرج وقتها ولم یک لاحقا اقامة نصف شهر حقیقة ام حكما لما فی البزازیة وغیرها لو دخل
الحاج الشام وعلم انه لا یخرج الا مع القافلة فی نصف شوال اتم لانه کناوی الاقامة بموضع واحد صالح لها من مصر او قریة او
صحراء دارنا وهو من اهل الاخبیة یا قصر کئے جائے مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہہ مین جو لائق اقامت کے ہو
یعنی شہر یا گانو مین یا دارالاسلام کے صحرا مین حالانکہ مسافر خیمہ والو مین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندون مین سے نہو اور نیت اقامت کی
صحرا مین کرلے تو اوسکی نیت معتبر نہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر
لاحق نہو یعنی اسصورت مین فرض دو کی جگہہ چار پڑہنی ہونگے اور اگر نماز پڑہنے مین وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی
چار رکعتین پڑہنی نہ پڑیگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچہے اقتدا کیا اور لاحق ہوگیا تو اسوقت نیت اقامت معتبر نہوگی پھر
نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکما دونو معتبر ہین حکما کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہے کہ اگر حاجی شام مین داخل ہوا اور جانا کہ بدون
قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرہوین شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑہے اسلئے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنیوالے کے ہے یعنی گو
حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلئے ضمنا اور حکما اقامت کی نیت ہوگئی کذا فی الشامی
فیصلی رکعتین ان نوی الاقامة فی اقل منه ای من نصف شهر او نوی فیه لكن فی غیر صالح کبحر او جزیرة او نوی فیه لکن
بموضعین مستقلین کمکة ومنی پس نماز پڑہے دو رکعتین یعنی قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت
کی نیت کرے مگر ایسی جگہہ مین جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت
جگہہ مین لیکن دو مستقل جگہہ مین پندرہ دن رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منی مین مثلا یعنی خواہ دونو شہر ہون یا گانو یا ایک شہر ہو ایک گانو
غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہوگا فلو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته لانه يخرج الى منى وعرفة فصار كنية الاقامة
فی غیر موضعها پہر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دس دنون مین ذی الحجہ کے تو ان تاریخون مین نیت اقامت درست نہوگی اسلئے کہ وہ منی اور عرفات
کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت کے سوا مین کرنا یعنی جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات مین ہے تو نیت اقامت بیمحل ہوگی
و بعد عوده من منى تصح كما لو نوى مبيته باحدهما او كان احدهما تبعا للآخر بحيث تجب الجمعة على ساكنه للاتحاد حكما اور بعد رجوع
کرنیکے منی سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی رات کے رہنے کی دونو جگہہ مین سے ایک مین یعنی مثلا یہہ نیت کی کہ
دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منی مین تو درست ہے اسلئے کہ اقامت مین رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منی مین داخل ہوگا مقیم ہوجائیگا
یا دونو جگہہ مین سے ایک تابع ہو دوسری کے اسطرح کہ واجب ہو جمعہ اوسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنی اگر ایک گانو شہر کے اسقدر باہر
ہو کہ اوسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونو مین اقامت کی نیت کرنی مثلا یون نیت کرنی کہ شہر مین دس روز اور گانو مین پانچ روز رہونگا

درست ہی اسلئے کہ وہ تو حکم کی راہ سے ایک ہین او لو یکن مستقلا برائہ کعبد او امراتہ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رای مین مستقل نہو
جیسے غلام اور عورت یعنی اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین آقا کا اعتبار ہی نہ تابع کا مثلا غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور
آقا یا شوہر نے نہ کی یا انکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے نماز پڑھے کذا فی الشامی او دخل بلدۃ ولم ینو مدۃ الاقامۃ
بل ترقب السفر غدا او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کرے جو کسی شہر
مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لئے اور مدت اقامت کی نیت نکری ہو بلکہ متوقع سفر کا ہو کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی
قصر کرتا رہے مگر یہہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ نیازیہ کے مسئلہ مین گذرا ہم یعنی اگر نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا
کہ کل جاونگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جبتک یہہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نکرے ولذا یصلی رکعتین عسکر دخل ارض حرب
او حاصر حصنا فیہا او حاصروا فیہا لا من دخلہا بامان لانہ یقیم او حاصر اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ مدتہا للتردد بین القرار والفرار
اور اسیطرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف اس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر
داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اوسکا مزاحم نہوگا کہ اوسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام
مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ھ باغی اونکو کہتے ہین جو امام کی اطاعت
نکرین کذا فے النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہی اگر شہر مین محاصرہ کے لئے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت درست نہوگی چنانچہ معراج مین
مصرح ہی اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسکی مقتضی ہی انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب و ترکمان نووہا فی المفازۃ فانہا
تصح فی الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل لہم بخلاف خیمہ والے باشندون کے مثل بدوون
اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہی صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہی بشرطیکہ اونکے پاس پانی اور چارہ اتنا
ہو کہ مدت اقامت کے لئے کافی ہو اسلئے نیت درست ہی کہ اقامت اصل ہے یعنی ایک چراگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت باطل
نہوگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہہ ہی کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی المحیط الا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ
السفر فیقصرون ان نووا سفرا والا لا مگر جب خیمون والے جائین ایسی جگہہ کو کہ دونو جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر
کرین بشرطیکہ سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نکرین تو قصر بھی نکرین ولو نووہا غیرہم لم یصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کرے
غیر خیمہ والون کا اونکے ساتھہ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرای وترک السیر
واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی درحاصل یہہ ہی کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لئے چھہ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت
اقامت پندرہ روز کی سوم رای کا مستقل ہونا یعنی کسیکا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنی اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانو کو دیکھہ کر
اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی پنجم اقامت کی جگہہ کا ایک ہونا ششم جگہہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو
اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل
وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار
رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہی تب تو اوسکی فرض پوری ہو جائینگی مگر اوسنے برا کیا کہ دو کی جگہہ چار پڑھی اور دو رکعتین
زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اسصورت مین بھی دو فرض اور دو نفل ہونگی شارح نے کہا کہ برائی اور ممنوعیت مین جبکہ
دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوتی ہین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب
کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اوسکو شرح بیان کیا ہی اور پہلی یون ذکر کیا ہی

کہ معنی آسانی کے یہ سمجھے گئے کہ وہ شخص جتنا پکارا و مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے
وان لم یقعد بطل فرضہ وصار الکل نفلا لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ
یعید القیام والرکوع لوقوعہ نفلا فلا ینوب عن الفرض ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا اور اگر قعدہ اولے مین مسافر نہ بیٹھا تو
اوسکی فرض باطل ہو لیگی اور کل رکعتین نفل ہو گئین فرض باطل ہوتے بسبب چھوڑ دینے قعدہ فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت
اگر نیت اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب واقع ہونے
انکے قیام ورکوع کے نفل تو وہ قیام ورکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض
نفل ہو جاینگے ھم شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونو صورتون سے ہے یعنی اگر قعدہ اولے مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل
سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہوجانا مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور یہ خاص تکمیلی صورتین
سے کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو اتم [illegible] وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد
للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ وقیل لا قنیہ اور درست ہے اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد
وقت کے یعنی مثلا دونو ایک ہی نماز کو قضا پڑھین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنیکے تو باقی کی دو رکعتون
مین قرأت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو بھی نکرے صحیح تر قول مین قرأت نہ پڑھے اسلئے کہ مقیم مثل
لاحق کے ہے اور دونو قعدے فرض ہین مقیم مذکور پر پہلے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اخیر ہونیکی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اوسپر
فرض نہین کذا فی القنیۃ وندب للامام هذا یخالف الخانیۃ وغیرها ان العلم بحال الامام شرط لکن فی حاشیۃ الہدایۃ للہندی الشرط
العلم بحالہ فی الجملۃ لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرهم قبل شروعہ والا فبعد سلامہ ان یقول بعد التسلیمتین
فی الاصح اتموا صلاتکم فانی مسافر لدفع توہم انہ سہا اور مستحب ہے امام مسافر کو یہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ
اپنی نماز کو پورا کرلو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنیکے لئے مستحب ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہ قول
ماتن کا کہ امام کو مستحب ہے خبردار کر دینا اپنی حال سے مخالف ہے قول خانیہ وغیرہا کے کہ اونمین اقتدا کے لئے جاننا امام کے حال کا شرط ہے یعنی قول
ماتن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیونکو امام کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہے یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے کہ اقتدا کی شرط ہے معلوم ہونا امام
کے حال کا تو دونو مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہے فی الجملہ خواہ ابتدا مین
معلوم ہو خواہ انتہا مین یہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کر دیا اور
شرح ارشاد مین ہے کہ امام کو چاہیے یعنی مستحب ہے کہ مقتدیون سے قبل اپنی شروع کرنے کے کہدے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مقتدی اوسکا حال
سمجھتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے ولو نوی الاقامۃ لا لتحقیقہا بل لیتم صلوۃ المقیمین لم یصر
مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کی لئے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیونکی نماز پوری پڑھا دے تو ایسی
نیت سے مقیم نہوگا یعنی اس صورت مین اوسکی فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اوسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی
نماز فاسد ہوگی کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی وانما اقتداء المسافر بالمقیم یصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فیما
یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین والقراءۃ لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے
درست ہے وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار رکعتین پڑھے یعنی امام کی تبعیت کی جہت سے اوسکی فرض بھی چار ہو جاینگے نہین درست ہے
اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اون نمازون مین کہ بدلجاتی ہین یعنی ظہر و عصر و عشا مین اسلئے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین

اقتدا مقیم کو کریگا تو فرض پڑہنے والیکا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنی غیر فرض پڑہنے والیکے قعدہ اولی کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین
واجب ہے اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا تو قرارت کے حق مین اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا
کیونکہ قرارت مقیم کے حق مین سنت ہے پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے
درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور بجز اسکے اور سب کی نمازون مین درست ہے خواہ ادا ہون یا قضا ویأتی المسافر بالسنن ان کان فی
حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یأتی بہا هو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنة الفجر اور مسافر ہوکر سنتون
کو پڑہے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنی حالت قرار کسی اطمینان مین اور اگر امن وقرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین
نہ پڑہے یہی مختار ہے اسلئے کہ یہہ چھوڑنا ہے عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہہ ہے کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنی اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے
ہین والمعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت وهو قدر ما یسع التحریمة فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ
المعتبر فی السببیة عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرض کے بدلنے مین آخر وقت ہے یعنی اسقدر کہ گنجائش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان
عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑہنی واجب ہونگی اسلئے کہ آخر وقت
ہی معتبر ہے سبب ہونے مین وقت ادا کرنیکے پہلے اسوقت سے ہم یعنی سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہے اگر اوس سے پیشتر ادا
نہ کرچکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز اونکو لازم ہوگی
اسیطرح اقامت وسفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی الوطن الاصلی هو موطن ولادتہ او تأهلہ او توطنہ یبطل بمثلہ ا
لم یبق لہ بالاول اهل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیهما لا غیر وطن اصلی باطل ہوجاتا ہے اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے
گہروالے نرہے ہون اور اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری ہی پڑہے دونون مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن
اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونیکی جگہہ ہے یا شادی کرنیکا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی
تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اور اسکو وطن اہلی اور وطن الفطرة بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنی وہ
مکان جسمین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹہرنے کی نیت کرے اوسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین تیسرے وطن سکنی جسمین پندرہ روز سے
کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثناء سفر مین وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو
نماز پوری پڑہے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گہروالے بھی اول وطن سے اوٹھ گئے ہون اور اگر
گہروالے ایک جگہہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہہ رہنے کا قصد کرلیا ہے تو دونو مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونو مین نماز پوری پڑہے
ویبطل وطن الاقامة بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہوجاتا ہے وطن اقامت اپنے جیسے وطن اقامت سے اور وطن
اصلی سے اور سفر کرجانے سے ہم یعنی اگر ایک جگہہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہے تو اگر اوسکو چھوڑکر دوسرے مقام مین
نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نرہیگا اسیطرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نرہیگا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کرجانے
کا ہے تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نکرے تو نماز قصر سے پڑہے کذا فی الشامی والاصل ان الشیء یبطل
بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہہ ہے کہ چیز اپنی مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے نہ اپنے سے کمتر سے یعنی سب مین
قوی وطن اصلی ہے اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا ولم یذکر وطن
السکنی وهو ما نوی فیہ اقل من نصف شهر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنی اوس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن
سے کم رہنے کی ہو اسکے بے فائدہ ہونے کے یعنی وطن سکنی مین نہ مقیم سکے لئے ہے نہ مسافر کے لئے اسلئے اوسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین

وما صوّر به الزيلعي ردّه في البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لئی بنائی ہے اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی ہم زیلعی نے
یہہ صورت فرض کی ہے کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانو مین بدون ارادہ سفر کے اپنی کام کو گیا اور اوس گانو مین پندرہ دن سی کم رہنے
کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑہیگا کیونکہ مقیم ہے پہر فرض کرو کہ وہ گانو سی بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سی باہر ہوکر ابھی نہ اپنی شہر مین گیا
تھا اور نہ کسی جگہہ رات کو رہا تھا کہ اوسکو یہہ سوجہا کہ سفر کیجئے تو وہ قصری نماز پڑہیگا کہ مسافر ہوگیا اور اگر اتفاقاً سفر کے بعد اوسی گانو
مین کو گذرے تو وہ اوس گانو مین کہ اوسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑہے اسلئی کہ اوس سی کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سی وطن سکنی باطل
ہوجاتا یعنی نہ تو اوسنی دوسری جگہہ اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنی مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کردیتا اور نہ اپنی گہر گیا ہی کہ وطن
اصلی کے سبب سی وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اوس گانو سی سفر کیا ہی بلکہ سفر اوس سی باہر نکلکر کیا ہے تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نہ پایا گیا
اسلئی نماز پوری پڑہے صاحب بحر الرائق نے اسکا جواب یہہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانو مین آیا تو ہنوز اوسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت
کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہوجاتا ہی جو وطن سکنی سی قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہوگا پس یہہ کہنا کہ وطن سکنی کا
کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلئی کہ یہان تو اوسکا مبطل سفر موجود ہی اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نيّة المتبوع لانه
الاصل لا التابع كامرأةٍ وفاها مهرها المعجّل وعبدٍ غير مكاتبٍ وجنديٍّ اذا كان يرتزق من الامير او بيت المال واجيرٍ واسيرٍ
وغريمٍ وتلميذٍ مع زوجٍ ومولى وامير ومستأجر لفّ ونشر مرتّب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلئی کہ وہ اصل ہی یعنی اقامت اور سفر پر
قادر ہی نہین معتبر ہے نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھہ بشرطیکہ شوہر نے اوسکو مہر معجل دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ
تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادای مہر معجل شوہر اوسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ سی شوہر کے پاس
نجائی اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھہ بجز مکاتب کی اسلئی کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اوسپر اطاعت
آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھہ جبکہ لشکری کا کہانا امیر سی ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنی پاس سے
کہاتا ہو تو اوسکی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھہ شامی نے کہا کہ یہہ اوس صورت مین ہی کہ درماہہ یا سالانہ ملتا
ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کیوقت اجرت فسخ کرسکتا ہی اسلئی اعتبار اوسکی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنے
والیکے ساتھہ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھہ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین اوستاد کی ساتھہ
جبکہ اوستاد کے ذمہ کہاتا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف ونشر مرتب ہی اسلئی مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہہ پر ترجمہ
کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اوسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیئے قلت فقيد المعيّة ملاحظ في
تحقق التبعيّة مع ملاحظة شرطٍ آخر محقّقٍ لذلك هو الارتزاق في مسئلة الجندي ووفاء المهر في المرأة وعدم كتابة العبد
مین کہتا ہون کہ قید ساتھہ ہونے کی ملحوظ ہے تبعیت کے ثابت ہونے مین مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی
وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کہانا ملنا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہونا ہم شامی نے کہا کہ
تابع جب متبوع کے ساتھہ ہو تو اپنی متبوع سی حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتادے تو اوسکے بموجب کاربند ہو ورنہ جس حال
پر ہو اوسی پر عمل کرے یعنی سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑہے وبه اجاب حادثة جزيرة كريد سنة
ثمانين والالف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سی ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ ایکہزار اسّی مین ہم کرید بکسر کاف فارسی
نام ایک جزیرہ کا ہی اور حادثہ یہہ تہا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکر بھی تتر بتر ہوگیا یعنی نہ امیر کے ساتھہ رہی نہ اوسکی طرف سی اون کو
کہانا ملا تو ہر ایک تابع ترا مستقل ہوگیا قال رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ جواب حادثہ کا شارح نے کتاب کی تالیف کے بعد لکھ کیا ہی

کیونکہ یہ کتاب سے تو ابتدا میں وہ عبارت یاتی نہ تھی پھر یہ تحریر کیا ہے یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو ولا بد من علم التابع
بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع فہو مسافر حتی یعلم علی الاصح فی القصور به یفتی کما فی المحیط
وشرح درر فیما العمدۃ لسببه اور ضرور ہے جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہ ہو تو تابع مسافر
رہیگا جب تک کہ اوسکو علم ہو صحیح قول کے بموجب اور تعیین میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ محیط اور شرح میں ہے واحتجاج دور کرنے ضرر کے تابع
سے یعنی اوسکی معلومی میں اگر اوسکو دو کی جگہ چار رکعتیں لازم کیا ہیں تو اوسکا ضرر ہوگا فیما فی الخلاصۃ عبد ام مولاہ فی السفر ونوی المولی
الاقامۃ ان اتم صحت صلاتهما والا لا مبنی علی خلاف الاصح یہ جو مسئلہ خلاصہ میں ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے
اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتیں پڑھیگا تب تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونوں کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ
سے کہ اوسکو چار پڑھنی چاہئیں تھی دو پڑھیں اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اوسکی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنی جس
قول میں کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہیں والقضاء یحکی الاداء سفرا وحضرا لانه بعد ما تقرر لا یتغیر قضا نماز مشابہ ادا
کے ہے سفر میں اور اقامت میں اسلئے کہ قضا بعد ثابت ہونیکے متغیر نہیں ہوتی ہم یعنی اگر سفر کی نماز قضا ہو گئی اور اقامت میں اوسکو پڑھنا
چاہے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پوری پڑھے جیسے کہ اونکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہو گئی تو جیسی
واجب ہوئی تھی ویسی ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہاں وقت کے اندر بدل سکتی ہے بسبب اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے
پڑھنے سے کذا فی الشامی وعن ابی المریض یقضی فائتۃ الصحۃ فی مرضہ بما قدر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض میں جیسی ہو سکے ویسے
پڑھے ہم یعنی مریض اگر صحت کی نماز مرض میں بیٹھ کر پڑھیگا تو درست ہوگی باعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی میں اگر بیٹھ کر پڑھیگا تو
درست نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شامل ہیں ساقط البسملۃ قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر پڑھے ہم
یعنی نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرے سو وہ بھی مسافر ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ مالک محروسہ اوسکی لیو ہو ملک ایک شہر کے ہوں کذا فی الشامی
تزوج المسافر بلد ام یصیر مقیما علی الاوجہ مسافر نے کسی شہر میں شادی کر لی تو وہ مقیم ہو گیا قول اوجہ کے موجب ہم یعنی گو اوس شہر
کو وطن نہ بناوے نہ نیت اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہو جائیگا بحر الرائق میں وجہ یہ لکھی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی
کرے وہ اوسی شہر کا شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانیکا ارادہ ہوگا تو مسافر ہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر
کے باب میں ہے عورت اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہو جائیگی بالاتفاق طہرت الحائض وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح کما لو
بلغ صبی وکافر اسلم پاک ہوئی حائضہ سفر میں جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول میں اسیطرح اگر لڑکا
دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر کی
پڑھے ہم حائضہ اسلئے پوری پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلئے حکم سفر کا اوسمیں معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عدم
احتیاج ہی تھا کہ ہر وقت مسلمان ہو سکتا تھا اسلئے اوسکے حق میں حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر سماوی تھا اسکا دور کرنا اوسکی قابو
میں نہ تھا کذا فی الشامی عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تہایا قصر فی نوبۃ المسافر والا لا یفترض علیه القعود الاول ویتم احتیاطا
ولا یاتم به مقیم اصلا اور مسائل میں ایک غلام مشترک ہے مقیم اور مسافر میں اگر دونوں نے اوسکی خدمت کی باری مقرر کر لی ہو تو وہ قصر نماز
پڑھے مسافر کی باری میں اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اوس غلام پر قعدہ اولی فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اوسکے
مالک دو ہیں تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا کرے مطلقاً یعنی نہ وقت
کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ میں نہ دوسری میں اور یہ غلام کا حکم اون مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہیں ہم لیعلے

اِس مسئلہ مین یہہ سوال ہوسکتے ہین کون شخص ہو کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑھے اور درمیانی قعدہ اوسپر فرض ہوا اور کونسا شخص ہو کہ اوسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہو کہ نہ مسافر ہے نہ مقیم اور کون شخص ہے کہ ایک روز قصری نماز پڑھے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اِس مسئلہ کا بحث ہی شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لم تدر منکن کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فھی طالق فقالت احداھن عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احدی عشر لم یطلق الا الاولی لانھا ضمت الوتر والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ لیوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہہ نجانے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اوسکو طلاق ہو تو اون مین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو اونکو طلاق نہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہے کہ اوسنے وترون کو بباعث فرض عملی ہونیکے شامل کر لیا اور دوسری نے وترون کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کے روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر کو ان دونو نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہہ باب ہے جمعہ کے احکام مین ہم جمعہ اسلئے نام رکھا گیا کہ یہہ دن لوگون کے اجتماع کا ہے اور اکثر کا قول یہہ ہے کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ اوسکی آیت مدنی ہے در مناسبت نماز جمعہ کی صلوٰۃ مسافر سے یہہ ہے کہ دونو نمازین آدھی ہین یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکھتی ہے اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ھی فرض عین یکفر جاحدھا لثبوتھا بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال وھی فرض مستقل آکد من الظھر ولیست بدلا عنہ کما حررہ الباقانی تبعا لسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہے وہ فرض عین ہے کہ اسکا منکر کافر ہے بسبب اسکی ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنی آیہ (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہے اوسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہے زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہے عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہے اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کر کے ہم جمعہ زیادہ موکد ہے بہ نسبت ظہر کے یعنی جمعہ مین جو تہدید آئی ہے وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اوسکے دلپر مہر کر دیتا ہے اور ایک وجہ یہہ ہے کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہہ مخالف ہے اُس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوٰۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہے کہ جمعہ عوض ہے ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہے کہ فرض وقت ظہر ہی ہے نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اسلئے ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسیوجہ سے اگر کوئی آدمی پیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھ لیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہے اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہے حتی کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسیکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہہ تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اوسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہوگیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہے کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مرارا بعدم صلوٰۃ الاربع بعدھا بنیۃ آخر ظھر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وھو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منھا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ مین نے چند بار فتوی دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہے ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کیطرف سے نہو تو بہتر یہہ ہے کہ یہہ چار دن رکعتین اپنے گھر پر پوشیدہ پڑھ لے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ کلام متعلق ہے کمال الدین کے کلام سے جسنے یہہ کہا ہے کہ ہمنے جمعہ کے باب مین اسیقدر بیان کو اسلئے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پھیلی ہے یہانتک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اسنیت

سے پڑہتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر ہے کہ ذمہ ہوا ہوا اور مین نے اوسکو ابھی پڑہا ہوا اوسکو پڑہتا ہون تو چونکہ اسمین یہہ خوف ہی
کہ جاہل اسکے معتقد نہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلئے مین نے اس نماز کے نہ پڑہنے کا فتوی دیا ا ه ثم شرط الصحۃ سبعۃ اشیاء اور شرط
ہین دو مہلو صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہم نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لئے کچھہ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنی جنسے جمعہ آدمی پر
واجب ہوتا ہی اور کچھہ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہہ ہی کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا
اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہی پہر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہی جسکا ترجمہ
مترجم نے فارسی مین کر دیا اور وہ یہہ ہے قطعہ شرط وجوب عقل و اقامت تمو ز دان + بیمندی ست مردی و آزادی بعد ازان +
سلطان و وقت و خطبہ جماعت ہم اذن وشہر یا دس پئے ادا کن و مگذار رایگان + اس قطعہ مین چہہ شرطین ادا کی مذکور ہین اور
شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک شرط جدا قرار دی ہی اسلئے تعداد سات ہوئی الاول المصر وھو ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ
المکلفین بھا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظھور التوانی فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہی یعنی وہ بستی جسکی سب سے بڑی
مسجد مین اسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنیکا حکم ہے نہ سماوین یعنی عورتون اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون
کہ جو اسکی سب سے بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوی ہی اکثر فقہا کا کذا فی المجتبی اس تعریف پر فتوی ہی بسبب ظاہر ہونے
سستی کے احکام مین ہم یعنی ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہی اور چونکہ حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین
کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوی اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل موضع لہ امیر وقاض
یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی اور ظاہر مذہب یہہ ہی کہ شہر وہ بستی ہی جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنی اسکو منقح بیان کیا ہی ملتقی الابحر کی شرح مین ہم امیر و قاضی سے مراد یہہ ہی کہ اوسی
شہر مین رہتے ہون یہہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکی یہہ معنی کہ گو بالفعل قائم نکرتا ہو
مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح سے نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق
اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی واذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ ه قہستانی مین ہی کہ اذن دینا حاکم کا مسجد بنانے کا
جامع مسجد کے گانون مین اذن ہی جمعہ کے لئے بالاتفاق اور یہ اس بیان کے کہا ہی اوسکو سرخسی نے اور جب ملجاوی اس اذن سے
حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ثم قہستانی مین مذکور ہی کہ جمعہ پڑہنا قصبات اور بڑے گانون مین جنمین
بازار ہون فرض واقع ہوتا ہی بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو یا جمعہ کے ادا کرنیکا حکم دیا ہو کیونکہ
اور جمعہ مختلف فیہ ہی قصبات اور بڑے گانون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا او فناؤہ
بکسر الفاء وھو ما حولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ مثل دفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہی بکسر فا اور فناء وہ جگہہ ہی گرد شہر کے جو اسکی منافع کے لئے مثل دفن کرنے مردون
اور دوڑانے گہوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہی اوسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لئے اندازہ کرنا
اوسکا ہی ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہی اوسکو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فناء کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق
چھوڑ دیا ہی اوسکی کچھہ حد مقرر نہین کی یعنی جس جگہہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فناء ہی جیسے گہوڑون کا پہیرنا اور دوڑانا اور مردون
کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اوسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہی اور مسافت کے
باب مین نو قول ہین کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اوسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھہ کا فاصلہ ہو

کسی نے میل کا کسی نے دو کا کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لئے مسافت مختلف ہوتی ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفا کیجاوے والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأة فیجوز امرها باقامتها لا اقامتها اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ متغلب ہو یا عورت پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہیں ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو ھم متغلب اوسکو کہتے ہیں جسمین امامت کی شرطیں نہوں اگرچہ قوم اُس سے راضی ہوجاوے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑہانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہہ دونو باتین کریگا تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑہا دے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کے اہل نہین شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے اسلئے کہ امامت کبرے مین مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیئے تہا کہ آدمی کی جگہہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متغلب عورت ہی ہو اور مامور ہو باقامتها ولو عبدا ولی عمل ناحیة وان لم یجز انکحته واقضیته یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسیطرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اُس غلام کے نکاح لئے ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہہ دونو امر اُس شخص کیطرف سے نافذ ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہین غیر پر کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی واختلف فی الخطیب المقرر من جهة الامام الاعظم او من جهة نائبه هل یملک الاستنابة فی الخطبة فقیل لا مطلقا ای لضرورة او لا الا ان یفوض الیه ذلک وقیل ان لضرورة جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورة لانه علی شرف الفوات لتوقته وکان الامر اذنا بالاستخلاف دلالة وکذلک القضاء اور اختلاف ہے متاخرین کا اُس خطیب مین جو سلطان یا اوسکے نائب یعنی پاشا اور قاضی القضاة کیطرف سے مقرر ہو کہ اوسکو خطبہ پڑھنے کے لئے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہین یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کرسکتا ہے یا نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقا یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اُس صورت مین کہ خطیب مذکور کو یہہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کردیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کیوجہ سے ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑہ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بھی درست نہین اور بعض نے کہا کہ ہان درست ہے مطلقا یعنی اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلئے کہ اداے جمعہ ایکوقت مقرر پر موقوف ہونیکے سبب سے فوت ہوجانیکے کنارہ پر ہے تو اجازت اداے جمعہ کی اذن ہے خلیفہ کرلینے کا بطور دلالت کے اور نہین ہے ایسی قضا ھم یعنی جمعہ کے ادا کے لئے ایکوقت معین ہے کہ وہ گذر جائے تو جمعہ جاتا رہے اسلئے جب حاکم نے اداے جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃً خلیفہ کرنیکی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہہ تو حاکم جانتا ہے کہ اقامت جمعہ مین مرض اور حدث بھی خطیب کو آسکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنیکے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لئے کوئی وقت خاص نہین کہ اوسکے گذر جانے سے خوف اوسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی وهو الظاهر من عباراتهم ففی البدائع کل من ملک الجمعة ملک اقامة غیره اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کردینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار رکہتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کرسکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کرسکتا ہے وفی النخبة فی تعداد الجمعة لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتها عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامه فی البحر اور کتاب نخبة فی تعداد الجمعہ مین جو تالیف ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانیکے وقت شرط ہے پہر اوسکے بعد شرط نہین بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ھم نخبة بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم جیم و را مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ مین سے ہے حاصل مسئلہ کا یہہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اُس شخص کو اختیار ہے کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسیطرح اجازت در اجازت چلی جاوے یہہ غرض

نہیں کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا اذن کسی مسجد میں دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد میں اجازت اقامت جمعہ کی ہو گئی اب ضرورت
اجازت کی سلطان سے یا جسکو اوسنے اجازت دی ہے اُس سے نہیں رہی جیسے کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی (وما قیل له
الزیلعی لا دلیل علیه) منذ زیلعی نے جو قید لگائی ہے کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہیں مگر جبکہ بے وضو ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہیں فقہا کی
عبارتوں سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ یہہ مسئلہ خاص نماز میں خلیفہ کرنے کی ہے خطبہ تو بے وضو بھی درست ہے (الا انه
ذکر) یہہ تہا کہ خطیب خطبے کے لئے نائب کرسکتا ہے یا نہیں کذا فی الشامی هم اقامت جمعہ سے مراد خطبہ اور نماز دونوں ہیں اور اجازت پر صرف خطبہ
موقوف ہے نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لئے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کیواسطے خلیفہ کرنا ہے نہ نماز کے لئے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہے کذا فی المنح
(وما ذکرہ منلا خسرو وغیرہ ردّه ابن الکمال فی رسالة خاصة برهن فیها على الجواز بلا شرط واطنب فیها واودع ولکثیر من
الفوائد اودع) اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہے اوسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ میں رد کیا ہے جسمیں خلیفہ کرنیکا جواز بدون
شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہے اور اُس رسالہ میں لمبی تقریر نئے ڈہنگ پر بیان کی ہے اور بہت سے فوائد مندرج کئے ہیں هم ملا خسرو نے
بیان کیا ہے کہ خطیب کو نائب کرنا نہیں پونہچتا جبتک کہ بادشاہ کیطرف سے اوسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو (وفی مجمع الانهر انه جائز
مطلقا فی زماننا لانه وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائة اذن عام) حلبی والفتوی اور مجمع الانهر میں ہے کہ خلیفہ کرنا جائز ہے مطلق ہمارے
زمانہ میں یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلئے کہ سنہ ۹۴۵ھ میں سلطان کیطرف سے اجازت عام ہو گئی ہے کہ ہر خطیب کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو اپنا
خلیفہ کر دے اور اسی پر فتوی ہے شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوی مراد ہے تو یہہ تصحیح ناتمام ہے کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل
تصحیح نہیں بلکہ تصحیح والے پیشتر کے لوگ ہیں (وفی السراجیة لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی به من له ولایة الجمعة
ویؤید ذلك انه یلزم اداء النفل بجماعة واقرہ شیخ الاسلام) اور سراجیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑہائی بدون اذن خطیب کے تو درست
نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اوسکے پیچہے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہے کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالةً اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا کیا تو
امامت اوس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہے عدم جواز کی یہہ امر کہ لازم آتا ہے نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکہا ہے اوسکو شیخ الاسلام
نے هم یعنی جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑہنی مکروہ تحریمی ہے حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہے
کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہاں تو نیت فرض سے شروع کیا ہے تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی (ومات والی مصر فجمع خلیفته او صاحب الشرط
نعقبه حاکم السیاسة او القاضی المأذون له فی ذلك جاز لان تفویض امر العامة الیهم اذن منه دلالة) اگر مرگیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ
مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑہایا اوسکے خلیفہ نے یعنی ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت
جمعہ کی اجازت ہے تو درست ہے اسلئے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اونکو دلالةً اجازت ہے اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بضم شین
معجمہ وراء مہملہ حاکم سیاست ہے یعنی جسے ہم شرطی کہتے ہیں هم شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہے یعنی صیغہ ماضی باب تفعیل سے (فلو فعل القضاة
بالشام ان تقیما وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا) سو درست ہے شام کے قاضی القضاة کو جمعہ کا قائم کرنا اور
خطیبوں کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے هم شامی نے کہا کہ یہہ اختیار اُس قاضی القضاة کو ہے جسکو
قاضی المشرق والمغرب کہتے ہیں تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اور اونکو اختیار نہیں دے سکتے اگر اونکو بہی اذن عام خطیبوں کے تقرر کا
ہو تو مضائقہ نہیں (وقالوا یقیمها امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاة) اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اس
طرح بیان کی ہے کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پہر حاکم سیاست پہر قاضی پہر وہ شخص جسکو قاضی القضاة نے مقرر کیا ہو هم شامی نے کہا کہ
حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہے فقہا کی تصریح کی نماز جنازہ میں کہ قاضی مقدم ہے حاکم سیاست پر (ونصب العامة الاحکم

اعتبار مستطیع سبحی حمن ذکرنا ما ص حلم یومئذ فیخطب الضرورة اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوئے معتبر نہین نیابالکم
بدون اذن قاضی یا سلطان سیت کے نائب کے اگر رعیت کسیکو خطیب کرلیگی تو اوسکا اعتبار نہوگا اور اوسکی ٹہرنے کی صورتین مقرر کرنا
درست ہوگا بسبب ضرورت کے ہم سراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہے کہ اگر حاکم کفار ہون تو مسلمانونکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور
مسلمانونکی رضامندی سے قاضی بھی قاضی ہوجائیگا اور اونکو لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لئے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعة
بمنى في الموسم فقط لوجود الخليفة او امير الحجاز او العراق او مكة ووجود الاسواق والسكك وكذا كل ابنية نزل بها الخليفة
اور جائز ہے جمعہ منی مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازار و
اور کوچون کے اور اسیطرح ان مقامات مین کہ سلطان فرودکش ہو ہم یعنی حج کے دنون مین منی حکم شہر کا رکہتا ہے کہ بازار اور گلیان بھی
ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم حرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بعد دن حاجیون کے اتر جانے کے منی گانو کا حکم رکہتا ہے اور سلطان
اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فرودکش ہو اوسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الطحطاوی وعدم التعييد
بمنى للتخفيف اور عید نہ پڑہنا منی مین تخفیف کے لئے ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منی شہر ہے تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے
مثلا اہل مکہ تو وہ اوسمین نماز عید کیدن نہین پڑہتے حاصل جواب یہہ ہے کہ عید کا نہ پڑہنا اسلئے نہین کہ منی شہر نہو بلکہ اسلئے ہے کہ حاجی
اوس دن حج کے اکثر افعال مین مشغول ہوتے ہین عید پڑہنا اونپر اسی تخفیف کی جہت سے ساقط ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولا يصليها امير الموسم لقصور
ولايته على امور الحج حتى لو اذن له جاز نہین جائز ہے جمعہ امیر موسم کو مراد ہونے کے کیونکہ بسبب منحصر ہونے اوسکی ولایت کے حج کے کامون
پر یہانتک کہ اگر اوسکو اجازت ہو اقامت جمعہ کی تو درست ہے ہم امیر موسم امیر الحاج کو بھی کہتے ہین پہلے یہہ دستور تھا کہ سلطان روم
حج کے ایام مین ایک شخص کو اختیار انتظام حج کا سپرد کرکے روانہ فرماتا تہا اسلئے اوسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اوسکے باعث سے درست نہ تہا
لکن اب یہہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اوسمین اور امیر عراق مین کچہ فرق
نہین وہ بھی اقامت جمعہ کرسکتا ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا بعرفات لانها مفازة اور نہین جائز ہے جمعہ عرفات مین اسلئے کہ وہ جنگل
ہے یعنی اوسمین عمارت نہین صرف میدان ہے وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوى شرح المجمع للعيني
وامامة فتح القدير دفعا للحرج اور ادا ہوجاتا ہے جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقا یعنی شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اوسکے بیچ مین نہر فاصل
ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدون مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ
مین مذکور ہے دور ہونے حرج کے ہم یعنی ایک جگہہ پر جمعہ پڑہنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہے کہ جو لوگ مسجد سے بہت فاصلہ پر
ہونگے اونکو بہت مسافت طی کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظمؒ کا یہی ہے کہ ایک شہر مین دو جگہہ یا زیادہ جمعہ درست
ہے اور اسیکو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث لا جمعة الا في مصر مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلى المرجوح فالجمعة
لمن سبق تحريمة وتفسد بالمعية والاشتباه فيصلي بعدها آخر الظهر وكل ذلك خلاف المذهب فلا يعول عليه كما حرره في البحر اور قول ضعیف کی
بموجب یعنی دو جگہہ سے زیادہ مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اوس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہوجائیگا جمعہ تحریمہ
کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے سے تو پڑہے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے
تو اوسپر اعتماد نکیا جائے چنانچہ منقح بیان کیا ہے اوسکو بحر الرائق مین ہم ہرچند صاحب بحر نے فتوی ان چار رکعتون کے نہ پڑہنے کا دیا ہے
اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد نہوجائین مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑہنے مین ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقینا ساقط
ہوجائے اسلئے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کی رو سے چند جگہہ جائز ہے لیکن اوسمین شبہہ قوی ہے اسلئے کہ ناجائز ہونا چند جگہون مین بھی امام اعظمؒ سے

مروی ہے اور طحاوی اور قہستانی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہے کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ میں عدم جواز کو امام سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں حاوی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ قول مذہب میں معتمد ہے نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ میں چار رکعتوں کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہے کیونکہ خلاف چند جگہہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونے میں قوی ہے اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہے چہ جائیکہ قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرا وفی مجمع الانہر معزیا للتمرتاشی لا تحل طیبة انوی ظہر ادرکت وقته لان دخول علیه بالشروع الوقت فقنیة اور مجمع الانہر میں مطلب بطرز منسوب یہہ ہے کہ زیادہ احتیاط اسمین ہے کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مینے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نکیا ہو اسلئے کہ وجوب ظہر کا اوسکے آخر وقت سے ہے پس آگاہ ہو جا کہ اس تعلیل میں خلل ہے کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہے اور اسلئے اس جملہ کو نہر الفائق میں ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہوگیا ہے کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہہ ہے کہ اگر جمعہ نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نماز دن کا اسکے ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح منیہ میں اسطرح مذکور ہے کہ اول چار سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون میں سورہ ملا دے اگر قضا نماز اوسکے ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون میں سورہ نملا دے۔ بعض نسخون میں فتنیہ کی جگہہ قنیہ ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہہ عبارت قنیہ کی ہے کذا فی الشامی (والثالث وقت الظہر فتبطل الجمعة بخروجه مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمة علی المذهب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح) اور تیسری شرط ادا کی وقت ظہر کا ہے پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقا یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا ہو مقتدی لاحق ہوگیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بہیڑ کے مذہب معتمد پر اسلئے کہ وقت شرط ہے ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی ھم نوادر مین ہے کہ مقتدی بہیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پہیر دیا پھر وقت عصر کا ہوگیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کرلے اسلئے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہہ ہے کہ لاحق خواہ بہیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نکل گیا تو جمعہ پورا نکرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلئے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہے تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیئے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہوجائے کذا فی الطحطاوی (والرابع الخطبة فیه فلو خطب قبله وصلی فیه لم تصح) اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہے وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت مین پڑھی تو جمعہ درست نہوگا ھم خطبہ بضم خا بمعنی مفعول ہے مشتق ہے خطب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی الطحطاوی (والخامس کونها قبلها لان شرط الشیء سابق علیه بحضرة جماعة تنعقد الجمعة بهم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحده لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظهیریة لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعه والمامور جمع وجزم فی الخلاصة بانه یکفی حضور الواحد) پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہے پہلی نماز جمعہ سے اسلئے کہ شرط چیز کی اوس سے پیشتر ہوا کرتی ہے خطبہ ہووے سامنے ایسی لوگون کے جنسے جمعہ ہو جاوے یعنی مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوئے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونیکے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ظہیریہ سے ہے اسلئے کہ حکم چلنے کا ذکر کیطرف نہین ہے مگر اوس ذکر کے سننے کے لئے اور مامور بلفظ جمع ہے اور یقین کیا ہے خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہے حاضر ہونا ایک مقتدی کا ھم یعنی آیت (فاسعوا الی ذکر الله) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہے تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہرچند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہے اسلئے خطبہ کا پڑھنا اونکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلئے کہ حضور جماعت شرط ہے پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی (وکفت تحمیدة او تهلیلة او تسبیحة للخطبة المفروضة [illegible] لا بد من ذکر طویل [illegible]) [illegible] ادرکا فی ہے

خطبہ فرض کے لئے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھہ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہی ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اوسکی التحیات واجب کی برابر ہی ھم دلیل امام صاحب کی یہہ ہی کہ آیت مین مطلق لفظ ذکر ہی جو شامل ہے تہوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہی پہر یہہ کراہت بعضون کے نزدیک تحریمی ہی اور قہستانی کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی بیننا فلو حمد لعطاسہ او تعجبا لم ینب عنہا علی المذہب کما فی التسمیۃ علی الذبیحۃ لکنہ ذکر فی البدائع انہ ینوب فتامل کفایت کرتا ہی ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چھینک کی لئی یا تعجب کی راہ سے تو یہہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسے نہین کافی ہی الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح مین ذکر کیا ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہوجاتا ہی سو اس اختلاف کو سوچ لے ھم مصنف نے کتاب الذبائح مین کہا ہی اور اگر چھینک لی ذبح کرنے کیوقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول مین بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر چھینک کے لئی الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لئی کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہی کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اسطرح ممکن ہی کہ کتاب الذبائح مین اُس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی کے ہی یعنی ایک روایت امام سے ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینک والیکا کافی ہے خطبہ کے لئی ویسن خطبتان خفیفتان وتکرہ زیادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفصل بجلسۃ بینہما بقدر ثلث آیات علی المذہب وتارکہا مسیئ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث آیات اور سنون ہین دو خطبے ہلکے ساتھ ایک جلسہ کے ان دونون کے درمیان بمقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنیوالا اس جلسہ درمیانی کا برا کرنیوالا ہی صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونو خطبونکو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سی ہو جائین مکروہ ہی جیسے بقدر تین آیتون کے پڑہنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہے یعنی نہ اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہوجائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑہے کہ تین آیتون کی مقدار پڑہے ھم شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ مین درود پڑہنے کیوقت اپنا منہ داہنے اور بائین کو پھیرتے ہین تو ابن حجر نے شرح منہاج مین لکھا ہی یہہ بدعت ہی یعنی اوسکو ترک کرنا چاہیئے **تنبیہ** آجکل یہہ دستور ہو رہا ہی کہ جب خطیب خطبہ اول پڑہکر بیٹھتا ہی تو لوگ ہاتھہ اُٹھاکر دعا مانگنی لگتی ہین اسلئی اس مسئلہ کی تحقیق اسجگہہ مناسب معلوم ہوتی ہی ابو داؤد مین حضرت ابن عمر سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑہا کرتے اسطرح کہ منبر پر چڑہکر بیٹھتے جبتک کہ موذن فارغ ہوتا پہر کہڑے ہوکر خطبہ پڑہتے پہر بیٹھتے اور کلام نکرتے پہر کہڑے ہوتے اور خطبہ پڑہتے طحاوی نے کہا کہ اس جلوس مین کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبون کے جدائی کے لئی جلسہ اتنا کرنا چاہئی کہ تمام اعضا اوسکی قرار پاجائین اور اس جلسہ مین دعا کرنا بدعت ہی اور سغناقی نے لکھا ہی کہ ہاتھہ اوٹھانا دعا کی لئی دونو خطبون کے درمیان مین غیر مشروع ہی اور جامع الخطیب مین ہے کہ ہاتھہ اُٹھانا دعا کے لئی دو خطبون کے بیچ مین حرام ہی اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ مین حدیث مذکورہ بالا کے ذیل مین لکھا ہی کہ کلام نکرتے اسکی یہہ معنی کہ نہ دعا مانگتی نہ دعا کے سوا اور کوئی بات کرتے اور یہہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جمعہ مین ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑہنے کیوقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہی کہ یہی وقت ہی کہ غیر امام کو کلام اسوقت مین حرام ہی اور دعا سے مراد وہ دعا ہی جو امام سب مسلمانون کے لئی پڑہتا ہی خطبہ اور نماز کے اندر پس اس سے یہہ نہین ثابت ہوسکتا کہ امام یا سننے والے جلسے کے اندر ہاتھہ اوٹھاکر دعا مانگین اور اس امر مین سنہ ۱۲۷۳ ہجری مین ایک استفتا ہوا تھا تمام علماء نامی دہلی رامپور وبریلی نے یہی لکھا کہ دونو خطبون کے بیچ مین ہاتھہ اُٹھاکر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتھہ اُٹھائے اور بدون زبان ہلائے دلمین دعا مانگے تو اوسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری مین مصرح ہی اور عمارۃ بن رویبہ نے جب بشر بن مروان

شرائط وجوب کی گیارہ بیان کی اور ہنوز جو پیشتر قطعہ لکھا تھا اوسمین چہ شرطین مذکور ہین یعنی پانچ شرطین آخر کی ان گیارہ مین سی معہ صحت کی قطعہ کی ایک شرط اسلئے عذر ہوسلئے مین داخل ہین فاقدھا لے ھذہ الشروط او بعضہا ان اختار العزیمۃ وصلاھا وھو مکلف بالغ عاقل وقعت فرضا عن الوقت لتلا فیہ علی موضوعہ بالنقص وفی البحر ھے افضل الا للمرأۃ اور جس شخص مین یہہ سب شرطین وجوب کی نہون یا بعض نہون اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اوسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض مین تاکہ اوسکی حق مین جو چیز شریعت نے وضع کی ہی وہ مضر نہ پڑے اور بحر الرائق مین ہی کہ جمعہ پڑھنا بہر والون کے حق مین افضل ہے ظہر سی مگر عورت کے لئے ظہر افضل ہے اسلئے کہ اوسکی نماز گہر کے اندر افضل ہے ؏ عزیمت حکم شرعی ہو مقابل رخصت کے یعنی رخصت مین شارع کیطرف سی تخفیف ہوتی ہی اور عزیمت مین مشقت تو چونکہ مسافر و مریض وغیرہ کو حکم ہوا جمعہ کے ترک کرنیکا اور ظہر کے پڑہنے کا تو اونکی حق مین ظہر کا پڑہنا سہولت کیوجہ سی رخصت ہی اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے لحاظ سی عزیمت تو جب وہ اسی مشقت گوارا کرکے جمعہ کو ادا کیا پس اگر اب ہم اوسکی جمعہ کو صحیح نہ کہین اور اوس پر ظہر لازم کرین تو اوس پر اور مشقت رکہی جائیگی اور اوسکے حق مین جو سہولت موضوع تہی وہ مشقت ہوجائیگی کذا فی الشامی ویصلح للامامۃ فیہا من صلح لغیرھا فجازت لمسافر وعبد ومریض وتنعقد الجمعۃ بہم ای بحضورہم بالطریق الاولی اور لیاقت امامت کی رکہتا ہی جمعہ مین وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہی غیر جمعہ مین پس جائز ہی امام ہونا مسافر اور غلام اور بیمار کا اور منعقد ہوجاتا ہی جمعہ اونکی حاضر ہونے سے بطریق اولے ؏ امام شافعی نے فرمایا ہی کہ ان لوگونکی امامت تو صحیح ہے مگر انکی سوا اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا اسلئے ماتن نے کہا کہ جمعہ ان سی ہوجاتا ہی کیونکہ جب اونمین لیاقت امام ہونے کی ہی تو لیاقت مقتدی ہونے کی بطریق اولے ہوگی کذا فی الغایہ وحرم لمن لا عذر لہ صلوۃ الظہر قبلہا او بعدہا فانہ یکرہ غایۃ فی یومہا بمصر لکونہ سببا لتفویت الجمعۃ وھو حرام اور حرام ہی اوس شخص کو کہ عذر نہو ظہر کا پڑہنا جمعہ سے پیشتر جمعہ ہی کے دنمین شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑہنا مکروہ نہین کذا فی غایۃ البیان شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑہنا اسلئے حرام ہی کہ ظہر سبب ہوتا ہی واسطی فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہی تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی وہ بہی حرام ہی ؏ شامی نے کہا فی یومہا متعلق ہے واقعا محذوف سی جو حال ہے ظہر کا یعنی اوسی روز کا ظہر حرام ہے نہ اوس سی پیشتر کا اور شہر کی قید اسلئے لگائی کہ اگر گانو مین قبل جمعہ ظہر پڑہ لیگا تو مکروہ نہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ مین نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکھا ہی اور ماتن نے حرام اور صاحب بحر الرائق نے کراہت ہی ثابت کی ہے فان فعل ثم ندم وسعی الیہا اتباعا للایۃ ولو کان فی المسجد لم ینطل الا بالشروع قید بقولہ الیہا لانہ لو خرج لحاجۃ او مع فراغ الامام او لم یقمہا اصلا لم تبطل فی الاصح فالبطلان بہ مقید بامکان ادراکہا بان انفصل عن باب دارہ والامام فیہا ولو لم یدرکہا لبعد المسافۃ فالاصح انہ لا تبطل بسعیہ بطل ظہرہ لا اصل الصلوۃ وللظہر ما اقتدی بہ ولم یسع ادرکہا اولا بلا فرق بین معذور وغیرہ علی المذہب پس اگر غیر معذور نے جمعہ سی پیشتر ظہر پڑہ لیا پہر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی یعنے جمعہ پڑہنے کو چلا اسطرح کہ اپنی مکان کے دروازہ سی باہر ہوا تو اوسکا ظہر باطل ہوگا یعنی فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل ہوجائیگی اور نہ باطل ہوگا ظہر اوس شخص کا جسنی غیر معذور مذکور کے پیچھے نماز پڑہی ہوگی اور جمعہ کے لئے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑہنی والیکو سعی کے بعد جمعہ ملے یا نملے دونو صورت مین فرض ظہر باطل ہونگی بدون فرق کے درمیان معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سی تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت مین فاسعوا الی ذکر اللہ ہی اسلئے ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کیطرف سعی کی اسلئے لگائی کہ اگر ظہر پڑہنے والا اپنی کام کو نکلے یا اوسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اسکا نکلنا ایک ساتھ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سی قائم ہی نہ کیا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول مین کیونکہ ان صورتون مین اوسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سی مقید ہی جمعہ کی پانیکے ساتھہ تو اگر بعد مسافت کے سبب سی جمعہ کو نپایا تو صحیح تر یہہ ہی کہ ظہر باطل نہوگا کذا فی السراج ؏ شامی نے کہا کہ امکان جمعہ کے ملنی کی قید جو

شارح نے لکہا ہی سو صحیح نہین اور سراج کے مسئلہ مین جو ابطال نقل کیا ہی اوسمین لا غلط ہی کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہی کہ بطلان مطلق رکہنی سے وہ
صورت بہی شامل ہو گئی کہ جمعہ کو نہ پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑہتا تہا یا شروع ہی نہین کیا تہا اور یہہ قول
بلخیون کا ہے اور سراج مین اوسکو بہی صحیح کہا ہے اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اوس وقت کہ جمعہ اوسکو ابہی تک فوت نہین ہوا تہا اور معذور کو جسبند
حکم سعی کا نہین تو چاہیے تہا کہ اوسکا ظہر باطل نہو تا اگر سعی کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بہی غیر معذور کے حکم مین شامل ہو گیا وکرہ تحریما
لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدها لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہی معذور اور محبوس
اور مسافر کو ادا پڑہنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچہے بسبب کم ہو جانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ھم اداکی قید سے
معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگونکو مکروہ نہین اسیطرح گانو والونکو جماعت ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہہ ہی کہ جمعہ کی جماعت
کم ہو جائیگی یعنے معذورونکو پڑہتے دیکہکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائیگا تو جماعت اوسیقدر کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہے
یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہے تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد تغلق یوم
الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی جماعت سے پڑہنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سواے
جامع مسجد کے یعنی اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہہ مین تو اونکے بند کرنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچیگی وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہے جماعت سے ظہر پڑہنا شہر والونکو جنکو جمعہ نملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑہین بدون
اذان اور تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمریض تأخیرها الی فراغ الامام وکرہ ان لم یؤخر ہو الصحیح اور مستحب ہی بیمار کو دیر کر کر پڑہنا نماز
ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہی اگر تاخیر نکرے یہی صحیح ہے ومن ادرکہا فی تشہدہا او سجود سہو وتشترط
علی القول بہ فیہا یتمہا جمعۃ خلافا لمحمد کما یتم فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے
اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کری جمعہ یعنی دوگانہ پڑہے شارح نے کہا کہ یہہ اون لوگون کے قول کے بموجب ہی جو سجدہ سہو جمعہ
مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک ویسے یہہ ہی کہ کثرت ازدحام جمعہ وغیرہ مین سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدہ ہو
یا اوسکی تشہد مین نہ مل سکیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ تمام
کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کری دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العیدین مین ہی یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ سہو مین
ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہا لیکن سراج مین ہی کہ نمازی امام محمد کے نزدیک
عید کا پانیوالا نہوگا یعنی تشہد مین ملنے کیصورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ
پڑہی بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا کہ قول اول صحیح ہے یعنی بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وینوی الجمعۃ لا الظہر
بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداءہ اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اوسکا
اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا پہر ظاہر یہہ ہی کہ نہین فرق ہی مسافر اور غیر مسافر مین
کذا فی النہر بحثا ھم ظہیریہ مین ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑہے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح
المجمع فلا صلوۃ ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کہڑا ہونا
منبر پر چڑہنے کے لئے معتبر ہی کذا فی شرح المجمع تو اوس وقت سے نہ کوئی نماز ہے نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر
قول کے بموجب ھم مقابل قول اصح کا یہہ ہی کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہو اوسوقت کلام درست ہی اور کان کو نہ کرلا با اعتبار کان

والسادس الجماعة واقلها ثلثة رجال ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة سوى الامام بالنص لانه لا بد من الذاكر وهو الخطيب
وثلاثة سواه بنص فاسعوا الى ذكر الله اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہی اور کمتر عدد جماعت کا تین مرد ہین سوا امام کے نص کے سبب
سے اگرچہ سوا ان تین شخصون کے ہون جو خطبہ مین موجود ہون اسلئے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک ذکر کرنیوالا ہو وہ تو خطیب
ہے اور تین اوسکے سوا ہون تاکہ صیغہ جمع اوس پر صادق ہو ہم تین مردونکو مطلق رکہنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے
ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور عورتین نکلگئی کہ وہ کسی حال مین امام ہونے کی لیاقت نہین رکھتی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک سوا امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہین کذا فی الطحطاوی فان نفروا قبل سجوده وقالا قبل التحريمة بطلت پس اگر جماعت
کے لوگ سب چلے جائین پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہو جاویگا یعنی اب ظہر کی نماز از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے
پیشتر چلے جائین تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جاوینگے تو جمعہ باطل نہوگا امام اوسکو پورا کرلے وان بقی
ثلثة رجال ولذا اتى بالتاء او نفروا بعد سجوده او عادوا وادركوه راكعا او نفروا بعد الخطبة وصلى باخرين لا تبطل و
اتمها جمعة اور اگر جماعت مین تین مرد رہ گئی یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلی گئی یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئی لیکن پھر چلے آئی اور امام
کے ساتھ رکوع مین شامل ہو گئی یا خطبہ کے بعد چلے گئی اور امام نے دوسرے مقتدیون کے ساتھ نماز پڑہی جو خطبہ مین نہ تھے تو ان صورتون
مین جمعہ باطل نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثہ سے مرد مراد ہین اسلئے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ
اعداد تین سے لیکر دس تک مذکر کے لئے ت کے ساتھ آتے ہین طحطاوی نے کہا کہ یہہ کیا ضرور ہی کہ مذکر پورے مرد ہون لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثہ
بولے جاتے ہین اور بعد سجدہ کے آدمیون کے چلے جانیسے اسلئے جمعہ پڑہے کہ جماعت شرط ابتدا کی ہین اور نفروا بعد الخطبة کے ذکر کی حاجت نہین
کیونکہ اسکو شارح پہلے کہہ چکا ہی کہ اگرچہ تین مرد خطبہ سننے والون کے سوا ہون والسابع الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب
الجامع للواردين كافى فلا يضر غلق باب القلعة للعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لا المصلي
نعم لو لم يغلق لكان احسن كما في مجمع الانهر معزيا للشرح عيون المذاهب قال وهذا اولى مما في البحر والمنح فليحفظ اور ساتوین
شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اوسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنیکا اختیار رکہتا ہی اور اذن عام حاصل ہوتا ہی مسجد جامع کے
دروازون کے کہلی رکہنے سے واسطے واردون کے لئے یعنی جو ادا جمعہ چاہیئے اونکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا کہ صریح اذن شرط نہین
دروازون کا کہلا رہنا اور مسجد مین جمعہ کا روک نہ کرنا کافی ہے تو نہین ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت قدیم
کی جہت سے اسلئے کہ اذن عام ثابت ہی شہر کے باشندون کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لئے ہی نہ نمازی کے منع کرنیکو ہان اگر بند
نکیا جاوے یعنی جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر مین ہی منسوب شرح عیون المذاہب کیطرف صاحب مجمع الانہر نے کہا
کہ ضرر نکرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر ہے اس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار مین ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم بحر الرائق مین
مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور اندر اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑہے تو جمعہ جائز نہوگا
چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہی فلو دخل امير حصنا او قصره واغلق بابه وصلى باصحابه لم تنعقد ولو فتحه واذن للناس بالدخول
جاز وكره پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ مین یا اپنے محل مین اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل کا اور نماز پڑہی اپنے ساتھیون کے
ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن واسطے ہر نماز کیوقت چاہیئے اور یہہ اسصورت مین حاصل نہوگا اور اگر دروازہ کو کہولدیا اور لوگون
کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی قال الامام
في دينه ودنياه الى العامة محتاج فسبحان من تنزه عن الاحتياج پس امام اپنے دین اور دنیا مین عوام کا محتاج ہی تو پاک ہی

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے یعنی دنیا میں امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین
کے امور مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں تو دونوں محتاج عوام کا ہوا وشرط لافتراضها تسعة تختص بها اور شروط
ہیں جمعہ کی فرضیت کے لئے نو شرطیں جو خاص ہیں جمعہ کے لئے ہم ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہیں اگرچہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لئے
نہیں بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہیں اسلئے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لئے کہا اقامة بمصر وما فی المنفصل عنہ ما کان یسمع النداء وکتب
علیه عندک عبد یہ یفتی کذا فی الملتقی وقدمنا عن الولوالجیة تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عوده الیه بلا کلفة شرط اول فرضیت
جمعہ کی مقیم ہونا شہر میں یعنی مسافر پر واجب نہیں نہ اوسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم ہو اور شہر سے علحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو
تو جمعہ اوسپر واجب ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ایسا مذکور ہے ملتقی میں اور پہلے ہمنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا اندازہ ایک
فرسنگ ہے یعنی تین میل اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اعتبار کرنے نمازی کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان کر چکا
ہے کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ گرد شہر وہ ہے جسمیں اوسکی منافع کی چیزیں ہوتی ہوں وصحة والحق بالمریض
الممرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے یعنی بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیماردار یعنی جو
بیمار کی خبرگیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر متعہد وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے کذا فی الحلیہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنی بہت بوڑھا
جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحریة والاصح وجوبها علی مکاتب ومبعض واجیر ویسقط من الاجر بحسابه لو بعیدا والا لا اور
تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جمعہ واجب ہے مکاتب پر اور اوس غلام پر جسکا ایک
حصہ آزاد ہو گیا ہو اور بقیہ کے لئے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے حساب سے اگر مزدور مسجد جامع
سے دور ہو اور اگر پاس ہو گا تو مزدوری ساقط نہو گی ہم یعنی مثلا اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے میں چوتہائی دن یعنی ایک پہر لگتا ہے
تو اوس روز کی اجرت میں سے چہارم وضع ہو جائیگا اور مکاتب مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن له مولاه وجبت وقیل
یخیر جوهرة ورجح فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی ہو تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے
جمعہ پڑھے چاہے ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اختیار دینے کو وذکورة محققة اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد
ہونا ہے یقینا یعنے عورتوں اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہیں وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ للمساحة اور پانچویں شرط جمعہ کے
واجب ہونے کی بالغ ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنی لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اوسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونوں
باتیں جمعہ کے لئے خاص نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لئے شرط ہیں ووجود بصر فتجب علی الاعور اور ساتویں شرط ہے موجود ہونا بینائی کا
اوس سے معلوم ہوا کہ جمعہ واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چندہے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اوسکو پہنچانیوالا
میسر ہو وقدرته علی المشی وجزم فی البرهان بان سلامة احدیهما کافیة فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لاتجب علی مفلوج الرجل و
مقطوعها اور آٹھویں شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی کا ہے چلنے پر یقین کیا ہے بحر الرائق میں کہ درست ہونا ایک پانو کا نمازی کے
لئے کافی ہے واجب ہونے میں لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب نہیں اوس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ یا کٹی ہوئی ہو ہم شامی نے
ابو سعود سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحر الرائق کی ایک پانو کی سلامتی سے یہ ہے کہ لنگڑا پن مانع مسجد کے جانے
کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہے کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو سبب تہا کہ بجائے احدہما کے احدہا کہتا اسلئے کہ رجل مونث ہے وعدم
حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوهما اور نویں شرط فرضیت جمعہ کی محبوس نہونا ہے اور دسویں شرط خوف کا نہونا مثلا
حاکم یا چوروں وغیرہ سے اور گیارہویں شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور انکی مثل کا جیسے شدت کا جاڑا یا آندھی ہم ماتن نے

کے ہو کذا فی الطحطاوی خلا قضاء فائتة لو یسقط الترتیب بینها وبین الوقتیة فانها لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورة صحة الجمعة
والا لا کوئی نماز خطبہ کیوقت جائز نہین سوا قضا پڑھنے اُس نماز کے جسمین اور وقتی نماز یعنی جمعہ کے درمیان مین ترتیب ساقط نہوئی
ہو کہ اُس فائتہ کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فی السراج وغیرہ بلکہ اُسکا پڑھنا واجب ہے بسبب ضرورت درستی ہونے جمعہ کے یعنی صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز
نہ پڑھیگا تو اوسکا جمعہ صحیح نہوگا اسلئے اوسکے پڑھنے کا مضائقہ نہین اور اگر ترتیب نرہی ہو تو قضا کا پڑھنا بھی خطبہ کیوقت مکروہ ہے ولو خرج
وهو فی السنة او بعد قیامه لثالثة النفل یتم فی الاصح ویخفف القراءة اور اگر امام خطبہ کے لئے نکلا اور نمازی سنتین پڑھتا ہے یا نفل کی
تیسری رکعت کو کھڑا ہو چکے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتین اور نفل جو کچھ پڑھتا ہے تمام کرے صحیح قول مین اور قرات چھوٹی پڑھے یعنی بقدر واجب
پر اکتفا کرے کذا فی الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوة حرم فیها ای فی الخطبة خلاصة وغیرها فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا
او رد سلام او امرا بمعروف بل یجب علیه ان یستمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ
حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصہ وغیرہ پس حرام ہے خطبہ کیوقت کھانا اور پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا
اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہے آدمی پر کہ خطبہ سنے اور چپ رہے بدون فرق کئے درمیان نزدیک اور دور کے شخصون کے صحیح قول مین کذا
فی المحیط هم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ تسبیح کو مانع کے قول پر متفرع کرنے مین کلام
ہے اسلئے کہ تسبیح نماز مین حرام نہین اور امر بالمعروف سے خطیب مستثنی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ولا یرد تحذیر من خیف هلاکه لانه یجب لحق آدمی
وهو محتاج الیه والانصات لحق الله تعالی ومبناه علی المسامحة اور اعتراض نہین وارد ہوتا ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنی
اگر کسی آدمی کو خطبہ کیوقت کنوئین کے پاس دیکھے مثلا اور خوف ہو کہ کنوئین مین گر جائیگا تو لازم ہے کہ اُس شخص کو ہوشیار کردے کیونکہ ہوشیار
کرنا واجب ہے آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کیوقت اللہ تعالی کے حق کے لئے ہے اور بنا اُس حق کی درگذر
پر ہے یعنی اللہ تعالی غنی ہے اونسے درگذر فرما سکتا ہے وکان ابو یوسف ینظر فی کتابه ویصححه اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے
دور ہوتے تو خطبہ کیوقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اوسکو صحیح کیا کرتے هم شامی نے کہا کہ یہہ مبنی ہے قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو
کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہے وکان یرى انه لا بأس بان یشیر برأسه او یده عند رؤیة منکر اور صحیح یہہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہین اپنے
سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنیکا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی والصواب انه یصلی علی النبی صلی
الله علیه وسلم عند سماع اسمه فی نفسه اور صواب یہہ ہے کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپکے اسم مبارک کے اپنے جی
مین ظم یعنی آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ درود دل مین پڑھے کذا فی الشامی
ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام به یفتی اور واجب نہین جواب دینا چھینکنے والیکا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی ہے طحطاوی
نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد لله کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبة نکاح وختم وعید علی المعتمد اور اسی
طرح واجب ہے سننا سب خطبون کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لا بأس بالکلام قبل الخطبة وبعدها وکذا اذا
جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنی جب امام حجرہ سے نکلے تو جب تک خطبہ شروع کرے اُسوقت
تک کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اوسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرة اما
غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہے کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنی دنیاوی کلام مکروہ ہے
بالاتفاق وعلی هذا فالترقیة المتعارفة فی زماننا تکرہ عنده لا عندهما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ مین مروج ہے مکروہ ہوگا
امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک هم ترقیہ اسکو کہتے ہین کہ مکبر امام کے سامنے کھڑا ہوکر اول یہہ آیت پڑھتا ہے (ان الله وملئکته

یتصل بالثانی) آمر نک پہر حدیث صحیحین کی پڑہتا ہی کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اوسوقت کہ امام خطبہ
پڑہتا ہے تو تو نے لغو کیا تو یہہ حدیث پڑہنا کلام آخرت ہی مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی وتمامہ فیہ
واما ما یفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضی ونحوه فمکروه اتفاقا وتمامه فی البحر اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اوسکی موذن خطبہ کیوقت
کرتے ہیں سو یہہ تو مکروہ ہی بالاتفاق اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی (ھ) موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون میں ہی کہ جب امام یا خلفاء
واصحاب کا لیتا ہے تو وہ باواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے ہین اور جب سلطان کا نام لیتا ہی تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کا پکار کر کہتے ہین
تو یہہ حرکت انکی مکروہ ہی طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین سوای حدیث کے جسکو شارح بیان کرتا ہے اور کچھہ بیان نہیں والعجب من المرغینانی
یتحقق عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثه ثم یقول لمفترز حکم الله تلتا الا ان یحمل علی قولهما فتنبه اور تعجب ہی ترقیہ پڑہنی والے سی
کہ منع کرتا ہی امر معروف سی اپنی حدیث کے مقتضا کے اعتبار سی پہر کہتا ہی جب رضو خدا تعالی تمپر رحم کری مین کہتا ہون مگر یہہ کہ اوسکا یہہ
کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو اگاہ رہنا (ھ) یعنی جب مرغینانی نے حدیث بیان کی تو اوسکا مضمون منہیات کو مقتضی ہی کہ امر بالمعروف
سی بھی زبان بند کرنی چاہیئے تو پہر آپ ہی اوسپر عمل نکرنا اور لوگونکو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہی ہان اوسکا امر صاحبین کے قول کے
موافق درست ہو سکتا ہی کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہین (ووجب
السعی الیها وترک البیع ولو مع السعی فی المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول فی الاصح وان لم یکن فی زمن الرسول بل فی
زمن عثمان) اور واجب ہی جمعہ کیطرف جہپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول مین اگرچہ یہہ
اذان عہد مبارک مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ تہی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ہوئی اور مسجد کے اندر یا اوسکی دروازہ پر بیع مین مشغول
رہنا بڑا گناہ ہی (ھ) بیع سی مراد وہ امر ہی جو نماز جمعہ سی باز رکہی تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام مین مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا
اور سعی کیحالت مین بیع کرنا اگر بارج سعی نہو تو سراج مین کہا ہی کہ مکروہ نہین چنانچہ شارح نے بہی آخر باب البیع الفاسد مین لا باس بہ کہا ہی
پہر اسمین اختلاف ہی کہ اذان اول کونسی ہی تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہی جو منبر کے سامنی خطبہ سی پہلی ہوتی ہی اسلئی کہ ہمیشہ
مشروع ہونے کے وہی اول ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رض مین بہی ایک اذان
ہوتی تہی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ مین آدمی بہت ہوئی تو آپ نے زوراء پر ایک اذان اور بڑہا دی اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ اذان اول
وہی ہے جو وقت مین اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے کذا فی الشامی وافاد فی البحر صحة اطلاق الحرمة علی
المکروہ تحریما اور بحر الرائق مین حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے (ھ) اذان کیوقت بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہی حالانکہ
وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کیطرف سی عذر بیان کرتا ہی کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق مین افادہ کیا ہی
کذا فی الشامی (ویؤذن ثانیا بین یدیه ای الخطیب افاد بتوحید الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد
واحد ولا یجتمعون کذا فی الجلالی والقرتاشی ذکره القهستانی اذا جلس علی المنبر) اور موذن اذان دے دوسری بار سامنی خطیب کے جب
وہ منبر پر بیٹھے یعنی خطبہ پڑہنے کے لئی شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سی زیادہ ہوں
تو اذان ایک بعد دوسری کے کہین سب ملکر نکہین چنانچہ جلالی اور قرتاشی مین ہی ذکر کیا ہی اوسکو قہستانی نے (ھ) طحطاوی نے کہا کہ یہہ
افادہ اوسوقت ہی کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑہین اور جس صورت مین مجہول پڑہین تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا (فاذا اتم اقیمت ویکره الفصل
بامر الدنیا ذکره العینی) پس جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاوے اور مکروہ ہی فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر مین کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا
ہے اوسکو عینی نے (ھ) یعنی آخر خطبہ کا متصل ہونا تکبیر کے ضرور ہی اور امر دنیا کی قید اسلئی لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی منکر کا فاصلہ مکروہ

نہین اور بیچ دوسری خطبہ مین خطیب منبر سے ایک سیڑہی اوترتے ہین پہر چڑہتے ہین یہہ بدعت شنیعہ ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے بحر الرائق سے
نقل کیا کہ مسنون ہی منبر کا ہونا قبلہ کی بائین طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑہنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہی سورہ اعلیٰ اور غاشیہ
کا پڑہنا لا ینبغی ان یصلی القوم غیر الخطیب لانہما کشیء واحد مناسب نہین کہ سوای خطبہ پڑہنے والے کے دوسرا شخص لوگونکو نماز پڑہاوے اسلئے کہ خطبہ
اور نماز دونو ایک ہی چیز ہین کیونکہ شرط اور مشروط مین اور مشروط بدون شرط کے پایا نہین جاتا تو اسلئے دونو کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے
کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جاوے کہ امام جدا ہوا اور خطیب جدا
اسطرح کہ خطبہ پڑہے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑہاوے تو درست ہی یہی مختار ہے م لڑکے کی
قید اسلئے لگا دی کہ یہہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑہنا جائز نہین اور اذن سلطان کی قید خطبہ مین لگائی نہ نماز مین تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ
مین اذن شرط ہی نہ نماز مین کذا فی الطحطاوی لا بأس بالسفر یوم الجمعۃ اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی
الخانیۃ لکن عبارۃ الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہین مضایقہ ہی سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکلجاوے شہر کی آبادی سے پہلے
نکلجانے وقت ظہر کے کذا فی الخانیہ مگر عبارت ظہیریہ اور اوسکے سوا دوسری کتابونکی بلفظ دخول ہی عوض خروج کے یعنی آبادی سے
نکلجانے بیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے م سفر سے مراد ہی ایسی جگہہ جانا جسکے باشندون پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال
فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل الزوال اور شرح منیہ مین کہا ہی کہ صحیح یہہ ہے کہ سفر کرنا
بعد زوال کے جمعہ پڑہنے سے پہلے مکروہ ہی اور زوال سے بیشتر مکروہ نہین یعنی اسلئے کہ زوال کے بیشتر اوسپر جمعہ واجب نہین م اس
قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لئے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہوجاوے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی القروی اذا
دخل المصر یوم الجمعۃ ان نوی ان یمکث ثمہ ذلک الیوم لزمتہ الجمعۃ وان نوی ان یخرج من ذلک الیوم قبل وقتہا او بعدہ لا تلزمہ لکن
فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا کا نو کار ہنے والا جب
شہر مین جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر مین اوسی اوس روز نیت ٹہرنے کی کی تب تو اوسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اوسی روز چلے جانے کی
نیت کی جمعہ کے وقت سے پہلے یا پیچہے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اوسپر جمعہ لازم
ہوگا اور نہین تو لازم نہوگا اور شرح منیہ مین ہی کہ اگر ٹہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہہ ہے کہ لازم نہوگا
م شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون راء نسبت ہی قریہ کیطرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم
ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہین اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے دن شہر مین اس ارادہ سے کہ اوس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹہرنے
کی نیت نکی یعنی اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہوجائیگا یخطب الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑہے
تلوار حمائل کرکے اوس شہر مین کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہے اور اگر تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہان تلوار لیکر خطبہ پڑہے جیسے مدینہ منورہ
ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ وہو متکئ علیہ حاوی قدسی مین ہی کہ جب موذن
فارغ ہوجاوین خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کہڑا ہوا اور تلوار اپنی بائین ہاتہہ مین لیکر اوسپر سہارا کرے م طحطاوی نے کہا کہ یہہ
قول مخالف ہی تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اوسمین تلوار کا حمائل کرنا لکہا ہی لیکن صاحب نہر الفائق نے یہہ توجیہ کی کہ تلوار کو حمائل کرکے پہر اوسکی
نوک زمین پر ٹہرا کر اوسپر ہاتہہ کا سہارا دے تاکہ دونو باتین حاصل ہوجاوین وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکئ علی قوس او عصا اور خلاصہ
مین ہی کہ مکروہ ہی خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹہی پر م حلیہ مین خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابو داؤد کی حدیث سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کا خطبہ مین لاٹہی یا عصا پر سہارا دیکر کہڑا ہونا ثابت ہی پہر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط مین ہی کہ جیسے کہڑا ہونا خطبہ مین سنت ہے

اسیطرح عصا کا لینا بھی مسنون ہو کذا فی الشامی **فرع** مسائل لمحہ شارح کے سمع النداء وھو یاکل ترکہ ان خاف فوت جمیعہ او مکتوبۃ بجماعۃ ایک شخص نے اذان سُنی اور وہ کہانا کہاتا ہے تو کہانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نکلنے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک کرے کہانا اگر خوف ہو جماعت کے فوت ہو نیکا کیونکہ ایسا کہانا جو رکہے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہے جماعت کے ترک کر نیکا چنانچہ گذرا یُستاق سعے یرید الجمعۃ وحوائجہ ان معظم مقصودہ الجمعۃ نال ثواب السعی الیھا وھذا یفیدان من شرک فی عبادتہ فالعبرۃ للاغلب ایک گانو والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری حاجات کے لئے اگر زیادہ تر مقصود اسکا جمعہ کا پڑہنا ہے تو اوسکو جمعہ کیطرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عبادت مین شرک کرے یعنی دوسرا کوئی مطلب اوسمین ملاوے خالص اللہ تعالی کے لئے نہ کرے تو اعتبار غالب کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت اوسیوقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی للافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدھا بہتر ہے بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے **ھ** تاتارخانیہ مین لکہا ہے کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخنون کا بنوانا اچہا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہے تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے ان کا بنوانا چاہئے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہے باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکہنا چاہیئے لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ ولم یوذ احدا الا ان لا یجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیھا للضرورۃ کچہ مضائقہ نہین گردنون پر کو پہاندنا بشرطیکہ امام خطبہ شروع نکیا ہو اور بشرطیکہ کسیکو ایذا نہو مگر یہہ کہ اوسکو سوا رخالی جگہہ کے اپنے سامنے کوئی جگہہ نہو تو اوس خالی جگہہ کے بہرنیکو پہاند جاوے ضرورت کیوجہ سے **ھ** یعنی لوگون سے پہاندنا ایک عمل ہے تو خطبہ کیحالت مین جائز نہین اسیطرح اون کو ایذا دینا درست نہین کہ پہاندنے مین کسیکا کپڑا دابے کسیکے بدن پر پاؤن رکہدے ہان اگر اگلی صف مین فرجہ چہوٹا ہو اور اوسکے بہرنیکے لئے کسیکو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہے بشرطیکہ اور کوئی جگہہ نہو کذا فی الشامی ویکرہ التخطی للسؤال بکل حال اور مکروہ ہے گردنون پر سے پہاندنا سوال کے لئے ہر حال مین یعنی خواہ ایذا کسیکو ہو یا نہو **ھ** مسجد مین سوال کرنے اور سائل کے دینے مین اختلاف ہے کہ درست ہے یا نہین شرح النقایۃ مین کہا ہے کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نگذرے اور نہ گردنونکو پہاندے اور نہ اصرار کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اوسکو دینا درست ہے ورنہ مکروہ ہے کذا فی البزازیۃ وسئل علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام الی ان یتم الصلوۃ وھو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذھب المشائخ کما فی التاتارخانیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچہا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لئے بیٹہنے سے لیکر اوسوقت تک ہے کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہہ ہے کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہے اور اس قول کیطرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے **ھ** صحیحین مین ہے کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اوسمین کہڑا ہوا نماز پڑہتا ہوا اللہ تعالی سے کچہہ مانگے تو اوسکو اللہ تعالی وہ چیز عنایت ہی کرتا ہے اس ساعت مین اختلاف ہے کہ کونسی ہے اور سب اقوال چالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہہ کہ وہ ساعت خطبہ کیلئے بیٹہنے کیوقت سے ہے نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا ہے تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل مین مانگے اسلئے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہے اور دوسرا قول یہہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچہلی ساعت ہے اسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہے جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہے کذا فی الشامی وفیھا سئل بعض المشائخ الیلۃ الجمعۃ افضل ام یومھا فقال یومھا اور تاتارخانیہ مین ہے کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہے یا جمعہ کا دن تو انہون نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہے اسلئے کہ رات کو فضیلت بدولت نماز جمعہ کے باعث سے ہے اور نمازیون کو ہوتی ہے وذکر فی احکامات الاشباہ ما اختص بہ یومھا قراءۃ الکہف فیہ ومن قرء سورۃ الکہف فیہ سطعتہ ... یکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام ... وفیہ تجتمع الارواح وتزار القبور ویامن المیت من عذاب القبر ...

مات فیہ او فی لیلتہ آمن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اھل الجنۃ ربہم تعالی اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی کہ جن امور سے جمعہ کا روز مخصوص ہے ایک سورہ کہف کا پڑہنا ہی جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑہے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہی معہ تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرات کہف کا عطف اشباہ والیکے اس قول پر سمجہا ہی کہ مکروہ ہے تنہا روز جمعہ کا روزہ رکہنا اور تنہا اوسکی رات کا جاگنا تو اوسنے غلطی کی یعنی اسلئے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کر دیا اور جمعہ کے دن روحین اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن مین قبرونکی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے امون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہی اور اوس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جلشانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہین م اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہے کہ جمعہ بہت سی باتون سے مخصوص ہے نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اوسکی لئے جماعت کا شرط ہونا اور سوای امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتون کا پڑہنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اوسکی شرطکے اور مسنون ہونا اوسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچہا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے جانا اور جبتک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنیکا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اوسکی روزہ کا اور تنہا اوسکی رات مین جاگنے کا اور اوسمین سورہ کہف کا پڑہنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اوسکی ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف کے جو صحیح اور معتمد ہی اور ہفتہ کے دنونمین اوسکا بہتر ہونا اور اوسکا روز عید ہونا اور اوسمین دعا قبول ہونیکی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اوس روز اکٹہا ہونا اور قبرون کی زیارت کرنی اور مردہ کا اوس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اوسکے دن یا رات مین مرجائے فتنہ قبر سے اوسکا بچا رہنا اور اوس روز دوزخ کا گرم نہونا اور اوس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اونکا جنت سے نکلنا اور جنت والونکو اوس روز دیدار اللہ تعالی کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا ہر چند ان امور مین سے اکثر متن اور شارح کے اقوال مین گذر گئے تہے مگر ایک جا مجتمع ہونیکے لحاظ سے سبکا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لئے ہی اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کے وقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

باب العیدین

یہہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین م مناسبت عید کی جمعہ سے یہہ ہی کہ دونو جماعت سے پڑہی جاتی ہین اور قرارت دونومین باواز بلند ہوتی ہے اور نماز عید اوسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہے اور سوا خطبہ کے اور شرطین بہی دونو مین یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلئے ہوا کہ اوسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی الشامی سمی بہ لان للہ فیہ عوائد الاحسان یعنی کہ بالسرور غالبا او تفاولا اس روز کا نام عید اسلئے رکہا گیا کہ اوسمین اللہ تعالے کے انعام بندون پر عائد یعنی مکرر ہوتے ہین اور اسلئے کہ یہہ روز اکثر خوشی کے ساتہہ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوے خوشی کے ساتہہ آوے م لفظ عید اصل مین عود تہا واو کے ساتہہ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلئے عید کو عید کہنا یا اسلئے ہے کہ اللہ تعالی اسنے جو کہانے پینے سے رمضان مین منع کر دیا تہا عید کے باعث اوسکو انعام یعنی افطار نے بندونپر رجوع کیا یا اسلئے کہ غالبا اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہے یا یہہ فال سمجہکر کہ خوشی کے ساتہہ پہر آوے اسکا نام عید ہوا و یستعمل فی کل یوم فیہ مسرۃ ولذا قیل ع عید وعید وعید صرن مجتمعہ وجہ الحبیب و یوم العید والجمعۃ اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اوس روز کیلئے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہو گئی ہین دن حبیب کے دیکہنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنی چونکہ یہہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلئے شاعر نے انکو عید کہا فلو اجتمعا فی یوم لا تلزم الا صلوۃ احدہما وقیل الاولی صلوۃ الجمعۃ وقیل صلوۃ العید کذا فی القہستانی عن التمرتاشی قلت قد راجعت التمرتاشی فرایتہ حکاہ عن مذہب الغیر وبصیغۃ التمریض فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑے تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہے اور بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہے قہستانی مین تمرتاشی

سے مین کہتا ہون کہ مین نے قہستانی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اوسنے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی اور کا قول نقل کیا ہی اور وہ بھی ضعیف کیسا
سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر ؎ جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز مین جمع ہون تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض
اور دونو مین سے کوئی ترک کیا جائے تو یہہ دونو قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھ یہہ ضعیفون کا مذہب ہین اور دوسرے
مذہب والونکا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولی منہا لیحرۃ اور سنہ دوم ہجری ہوئی عید اول سال ہجری مین ؎ ابو داود نے
حضرت انس رض سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین
آپنے پوچھا کہ یہہ کیسے دن ہین اونہون نے عرض کیا کہ ہم ایمن حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اونکی عوض تمکو دو دن اون سے
بہتر بدلدیے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہا فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی
الخطبۃ فانہا سنۃ بعدہا ؎ واجب ہی نماز دونو عیدون کے صحیح قول مین اوس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہے معہ اون شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین
سوای خطبے کے وہ سنت بعد نماز عید کے ؎ اصح قول کا مقابل یہہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونو قولونمین مخالفت نہین اسلئے کہ سنت سے
مراد سنت موکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہہ کہ سنت سے یہہ غرض کہ ثبوت اوسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنی اگر پہلے
پڑھیگا یا بالکل ترک کردیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ
اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ ؎ اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانو مین مکروہ تحریمی ہے یعنی اسلئے کہ عید پڑھنا گانو مین ایسی چیز مین
مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلئے کہ صحت عید کی شرط شہر ہے جو گانو مین مفقود ہی ؎ یعنی گانو مین عید صحیح نہین اگر پڑھین گے تو عید نہوگی
نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہے جماعت کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب
عینا والجنازۃ کفایۃ ؎ اور مقدم کیجاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز پر جبکہ دونو نمازین جمع ہو جائین اسلئے کہ عید واجب عین ہی یعنی ہر شخص پر اور
جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے ؎ واجب سے مراد یہان وہ ہی جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو
جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر ہو چنانچہ جنازہ مین کذا فی الطحطاوی وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا و
العید علی الکسوف ؎ اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہے اور خطبہ عید اور سنتیں
مسنون ہین اور مقدم کیجاوے نماز عید سورج گہن سے ؎ یہہ مسئلہ فرضی ہی ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑ سکتی کیونکہ سورج گہن
مہینے کے تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہے لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ
واقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ ؎ لیکن بحر الرائق مین کچھہ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوی جنازہ کو موخر کرنے پر ہی سنت سے
اور ثابت رکھا ہی اوسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین لکن فی آخر احکام دین الاشباہ
ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل ؎ لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہے مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کرلے ؎ یعنی جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑ جانیکا خوف اور
کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کی فوت ہو جانے کا اندیشہ ہی اسلئے ان کی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہہ بحث صاحب
اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہین ہو سکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ و
اغتسالہ وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض ؎ اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی مثل
طاق مثلا ایک یا تین یا پانچ خرما اگرچہ نمازی گانو کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانیکے نماز عید کے لئے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور
خوشبو لگانا اوسکا ایسی چیز سے جسمین خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہی اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ؎ ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو

سے پہلے سنت لکھا ہی اور صحیح یہہ ہی کہ کل باتین سنت مین اور انکو مستحب بہی کہا کہ سنت مستحب کو بہی شامل ہی اور بولنا مستحب کا سنت پر درست ہی کذا فی الشامی مختصراً واداء فطرته صح تعلقه بالکل لان الکلام کله قبل الخروج ومن ثمّ اتی بکلمة ثم فی خروجه لیفید تاخیر جمیع ما مر من الاشیاء الی الجبانة وهی المصلی العام اور مستحب ہی ادا کرنا اپنی فطرہ کا پہر جانا پیادہ جبانہ کیطرف یعنی عید گاہ کو جہان سب نماز پڑہتے ہین شارح نے کہا کہ اداء فطرۃ کا عطف الکل پر درست ہی اسلئے کہ تمام گفتگو وانگی عید سے پیشتر کی باتو نمین ہی اور اسیوجہ سے ماتن لفظ ثم باہر جانیکے پیشتر لایا تاکہ سب اشیاء گذشتہ سے عید گاہ کو جانا موخر معلوم ہو ھ یہہ جواب ہی سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہی کہ اداء فطرہ کا عطف مستحب چیزونپر کیسے ہو سکتا ہی وہ تو واجب ہے شارح نے جوابدیا کہ یہان کلام خروج سے پیشتر کی چیزونمین ہی تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہی گو مطلق ادا کرنا واجب ہی کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجه والخروج الیها ای الجبانة لصلوٰة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح واجب مطلق جانا ہی اور نکلنا جبانہ کیطرف عید کی نماز کے لئے سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگونکی گنجائش رکہتی ہو یہی صحیح ہی ھ یہہ بہی جواب ہی سوال کا یعنی نماز عید کے لئے نکلنا تو واجب ہی ماتن سنت کیسے کہتا ہی شارح نے جوابدیا کہ مطلق باہر نکلنا واجب ہے امور گذشتہ کے بعد نکلنا یا پیادہ پا نکلنا یا خاص عید گاہ کو جانا واجب نہین بلکہ یہہ سنت ہی کذا فی الشامی ولا باس باخراج منبر الیها لکن فی الخلاصة لا باس ببنائه دون اخراجه اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانیکا عید گاہ مین لیکن خلاصہ مین ہی کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانیکا عید گاہ مین نہ اوسکے باہر لیجانے کا یعنی منبر عید گاہ مین لیجانا نچاہیئے ھ خلاصہ اور ظہیریہ مین کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہی عید گاہ مین منبر بنانیکا بعضونے کہا کہ مکروہ ہے اور بعضونے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سبکے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لا باس سے سمجہا جاتا ہی اور خلاصہ مین خواہرزادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین منبر کا بنا دینا عید گاہ مین بہتر ہی کذا فی الشامی ولا باس بعوده راکبا وندب کونه من طریق اخریٰ اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین سوار ہو کر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدلا دیتے تھے کذا فی الشامی واظهار البشاشة واکثار الصدقة والتختم والتهنئة بتقبل الله منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہی ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارک باد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالیٰ ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اس طرحکی مبارکباد جائز ہے ھ شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابوحنیفہؒ سے کچہہ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندون کے ساتھ صحابہؓ سے اس کے کرنے مین روایت کئے ہین بہر بیان کیا کہ یہہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط مین ہی کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حالمین مکروہ ہی کیونکہ صحابہؓ نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیونکا ہی اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہی وہ بہی بے اصل اور مکروہ ہی ولا یکبر فی طریقها ولا یتنفل قبلها مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حرره المصنف تبعا للبحر لکن تعقبه فی النهر ورجح تقییده بالجهر ورنہ تکبیر پڑہے عید فطر کے رستہ مین اور نہ نفل پڑہے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے دونو سے علاقہ رکہتی ہی یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہہ غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑہنے سے یہہ مراد کہ نہ عید گاہ مین پڑہے نہ گہر پر ایسا تنقیح کیا ہی اوسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اعتراض کیا ہی اوسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ھ جاننا چاہیئے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اسمقام پر دو طرح سے منقول ہی ایک قول یہہ ہی کہ راہ مین تکبیر کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہے اور صاحب بحر الرائق نے اوسکی تبعیت کی ہی اور اوسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہی یعنی امام کے نزدیک آہستہ پڑہے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا ہی صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض کوئی نہین کیا بلکہ اوسکی قول کو مسلم رکہا ہی ہان پیشتر اوس سے یہہ لکہا ہی کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہی علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہی اصح یہی ہے کہ

صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہہ نہین کہ امام کے نزدیک بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقالا الجہر بہ سنۃ کالاضحیٰ وہو
روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالیٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ووجہ الاول ان الثناء الجھر بالذکر بدعۃ فیقتصر علی مورد الشرع انتہی
زیادہ کہا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول صاحبین مثل عید اضحیٰ کے اور جہر ایک روایت ہی امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر
سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد الہی کا ہی اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی اوپر کہ تمکو اوسنے ہدایت کی یعنی اس آیت مین امر ہی واسطے نعمتون
کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنی جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہہ ہی کہ بلند کرنا آواز کا ذکر مین
بدعت ہی پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونیکے مقام پر ھ بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے خوف کی
اور اسی پر قیاس کیا ہے بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھہ زیادتی نہین
بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہی نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدھا فی مصلاھا فانہ مکروہ عند العامۃ اوسیطرح نہ نفل
پڑہی بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہہ نفل مکروہ ہی اکثر فقہا کے نزدیک یعنی مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسکا پڑہنا ثابت
نہین ہوا کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعدھا فی البیت جاز بل ندب تنفل باربع اور اگر نفل پڑہی بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی
چار رکعتین نفل پڑہنا گھر پر ھ فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لا کر دو رکعتین پڑہتے تھے اور قہستانی نے چار کو نفل
کہا ھو ھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اور یہہ حکم یعنی تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑہنے کا خواص
کے لئے ہی یعنی جو کسل عبادت مین نکرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے سے کسی حال مین منع نکیا جاوے بسبب کم ہونے اونکی رغبت کے اچھی
باتون مین کذا فی البحر یعنی خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر اور نفل عیدگاہ مین پڑہین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز کے کذا فی الطحطاوی ھ عوام کو
منع نکرنا بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنی اوسے منع نکیا جاے کہ اگر اوس وقت روکدیا جاتا ہی تو پہر خیرات کے گرد نہین پہرتے سرے
سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا الصلوۃ رغائب وبراءۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ
سے لکھا ہوا ہی اور اسیطرح نہ منع کیا جاوے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ھ صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل
مین لکھہ چکے ہین کہ جو اوسکے باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پہر شارح نے جو یہہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اوسپر اعتماد نہین
ہو سکتا اسلئے کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نماز ونکی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہی اور احکام
فقہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کئے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رای رجلا یصلی بعد
العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالیٰ ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی اسلئے کہ حضرت علی
نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑہتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ اس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہہ ڈر ہی کہ کہین
وعید مین نہ داخل ہو جاؤن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کیا دیکھا تو نے اوسکو جو منع کرتا ہی بندہ کو جب وہ نماز پڑہے ھ یہہ علت ہی اوس
قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تہا کذا فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی
الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے
پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال مین سے مد ساقط ہی یعنی زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ھ ایک نیزہ کی
مقدار بارہ بالشت یعنی تین گز ہی کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وھو فی اثنائہا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فی السراج وقدمنا فی الا
حسن قبیل پس اگر ڈہلجاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ مین عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتا ہی
ایسا ہی مذکور ہی سراج مین اور ہمنے اسکو پیشتر بیان کیا ہی بارہ مسائل اختلافی مین یعنی خلیفہ کرنے کے باب مین ھ فاسد ہونے سے یہہ غرض ہی کہ وصف

فاسد ہو جائیگا اور نماز نفل ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلی الامام بہم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ
الی ستۃ عشر لانہ ماثور الا ان یتیقن بالخطاء فیاتی بالکل اور نماز پڑہاوی لوگونکو امام دو رکعتین دعاء سبحانک اللہم زائد تکبیرون سی پیشتر
پڑہکر اور زائد تکبیرین تین ہین ہر رکعت مین اور اگر امام تین سی زائد کہی تو مقتدی اوسکی متابعت کری سولہ تکبیرون تک کیونکہ یہہ تعداد بہی حدیث
مین منقول ہی مگر یہہ کہ یقینی طور سی تو کل تکبیرین کہی ھم یعنی اول نیت کرکے دعا پڑہی پہر تکبیرین کہی پہر اعوذ پڑہی کہ وہ تابع قرارت کی ہی
اور امام تین سی زائد تکبیرین کہی تو دونو رکعتون کی ملاکر سولہ تک متابعت کری اور اگر مکبر کی آواز پر کہتا ہو تو سولہ سی زائد بہی کہی کہ شاید مکبر نے
غلطی کی ہو اور عید کی جماعت کیلیے ایک شخص سوا امام کے کافی ہی کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القرائتین ویقرأ کالجمعۃ اور مستحب ہے
کہ دونو قرارت کو پیاپے کرے اور پڑہے مثل جمعہ کے یعنی سورہ اعلیٰ اور غاشیہ ھم قرارتون کے پیاپے کرنے سے یہہ غرض کہ دوسری
رکعت مین زائد تکبیرین بعد قرارت کے کہی تاکہ دونو رکعتون کی قرارت مین فاصلہ تکبیرون کا نہو پہر اگر پہلی رکعت مین بہولکر قرارت شروع کردی
تو اگر الحمد اور سورہ پڑہ چکا ہی تب تو نماز کو تمام کری اور اگر صرف الحمد پڑہی ہی تو زائد تکبیرین کہے اور قرارت پہرسی پڑہی کذا فی الطحطاوی ولو ادرک
المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برأی نفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام مین پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی
وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیے کہ وہ مسبوق ہی یعنی مسبوق اپنی نماز مین تابع امام کا نہین تو حنفی تین تکبیرین کہکر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی
ولو سبق برکعۃ یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت مین مسبوق ہوا ہو تو جب اوسکو ادا کرے اول قرارت پڑہی پہر تکبیر کہے تاکہ تکبیرین
پیاپے نہو جائین یعنی دوسری رکعت مین امام کے ساتھہ بعد قرارت کے تکبیر کہی تہی تو اگر اپنی رکعت مین اول تکبیرین کہیگا تو تکبیرین پیاپے ہو جاوینگی
اور یہہ امر صحابہ سے منقول نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی
الصحیح لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی
کی تکبیر سے تو مقتدی قیام مین تکبیر نہ کہی بلکہ رکوع کرے اور رکوع مین تکبیر کہے صحیح قول پر اسلیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہی تو واجب چیز کا ادا
کرنا بہتر ہی مسنون سے یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سی اولیٰ ہی ھم اور بحر الرائق مین کہا کہ اصح یہہ ہی کہ رکوع مین تکبیر نہ کہی ہان اگر
یہہ خوف ہو کہ قیام مین تکبیر کہونگا تو امام رکوع سے سر اٹھالیگا تو اوسوقت رکوع مین کہی کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام
یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاہر الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد جیسی اگر رکوع کری امام پہلی تکبیر کہنی سی تو امام تکبیر کہی رکوع مین
اور نہ عود کری قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت مین پس اگر عود کری تو چاہیئی کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر ھم حلبی نے کہا کہ صحیح یہہ ہی کہ نماز فاسد
نہین ہوتی اسلیے کہ انتہا یہہ ہی کہ اسصورت مین ترک فرض ہی واجب کیلیے اور وہ مخل صحت نماز کا نہین ویرفع یدیہ فی الزوائد وان لم یرفع امامہ
ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علی المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ فی محلہ اور اپنے دونون ہاتہہ کانون تک اٹہاے زائد تکبیرون
مین اگرچہ اوسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیرین رکوع کیحالت مین کہی تو ہاتھہ نہ اٹہاے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلیے کہ
پکڑنا دونو زانو کا سنت ہی اپنے محل مین اور رفع یدین بہی سنت ہی مگر اوسکا یہہ محل نہین تو جسکا محل ہی اوسیکا اختیار کرنا اولیٰ ہی کذا فی
الطحطاوی ولیس بین تکبیراتہ ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلاث تسبیحات وہذا یختلف بکثرۃ الزحام وقلتہ
اور نہین ہی عید کی تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر مسنون اور اسلیے ان تکبیرون مین ہاتھہ لٹکائی رکہی کیونکہ ہاتہہ باندہنا اوس قیام مین مسنون ہی جسمین
کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیرون مین مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کی شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہی کثرت انبوہ اور اوسکی قلت
کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کری اور کم ہو تو کم اسلیے کہ مقصود یہہ ہی کہ اشتباہ دور ہو جاوی کذا فی البحر ویخطب بعدہا خطبتین
وہما سنۃ فلو خطب قبلہا صح واساء لترک السنۃ وما یسن فی الجمعۃ ویکرہ یسن فیہا ویکرہ اور خطبہ پڑہی بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ

دو سنت ہین پس اگر خطبہ پڑہا پہلے نماز کے تو درست ہوا اور برا کیا ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید
مین مسنون اور مکروہ ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ دو باتوں کا فرق ہی ایک یہہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عیدین مین مسنون ہی اور جمعہ مین نہین دوم یہہ کہ
بیٹہنا خطبہ سے پیشتر جمعہ مین مسنون ہی اور عید مین نہین والخطب تسع بل عشر تبدأ بالتحمید فی ثلث خطبة جمعة واستسقاء ونکاح وینبغی
ان تکون خطبة الکسوف وختم القرآن کذلک والرابعة اور خطبے آٹھ ہین بلکہ دس ان مین سے تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم
طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیئے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو یعنی الحمد للہ سے شروع ہو اور مین نے اسکا
حکم مصرح نہیں دیکھا ہم شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہی اور کسوف مین بموجب ایک قول کے خطبہ ہی اسلئے شارح نے
دس خطبے بیان کئے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبة العیدین وثلث خطب الحج الا التی بمکة وعرفة یبدأ فیہا بالتکبیر ثم التلبیة ثم
الخطبة کذا فی خزانة ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبونکو دونو عید کے خطبونکو اور حج کے تین خطبون کو مگر یہہ کہ جو خطبہ
مکہ اور عرفہ مین ہو اسمین اول تکبیر کہے پہر لبیک کہے پہر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہی خزانۃ ابو اللیث مین یعنی جو خطبہ منی مین گیارہوین
ذیحجہ کو ہوتا ہی اسمین لبیک نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تتری ای متتابعات والثانیة بسبع
ہو السنة وان یکبر قبل نزوله من المنبر اربع عشرة اور مستحب ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے
خطبہ کو سات بار کے بعد یہہ سنت ہی اور مستحب ہی کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار تکبیر کہے واذا صعد علیه لا یجلس عندنا معراج اور جب
منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹہے ہماری نزدیک کذا فی المعراج اسلئے کہ بیٹہنا اذان کے ختم کے انتظار کے لئے ہی اور چونکہ عید مین اذان نہین
اسلئے بیٹہنے کی حاجت نہین کذا فی الشامی ویعلم الناس فیہا احکام صدقة الفطر لیؤدیہا من لم یؤدہا وینبغی تعلیمهم فی الجمعة التی
قبلها لیخرجوها فی محلها ولم اره اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقہ فطر کے احکام تا کہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نکیا ہو اور چاہیے
کہ لوگونکو عید سے پیشتر کے جمعہ مین یہہ احکام بتادے تا کہ لوگ صدقہ فطر اوسکے موقع پر دیڈالین اور مین نے اسبات کو کہین مصرح نہین دیکہا ہم
شامی نے کہا کہ شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر مین بیان کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک
خطبہ پڑہتے اور اسمین صدقہ فطر کے دینے کو ارشاد فرماتے وهكذا كل حكم احتيج اليه لان الخطبة شرعت للتعليم اور اسیطرح جس حکم کی
حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اوسکی تعلیم کر دے اسلئے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لئے مشروع ہوا ہی ولا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام ولو
بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیه لغز ای رجل افسد صلوة واجبة علیه ولا قضاء علیه اور نماز پڑہے عید کی تنہا اگر عید
فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیسا کہ مذکور ہی بحر الرائق کے باب التیمم مین اور اسی
مسئلہ مین چیستان پوچہی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہی جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اوسپر قضا نہو ہم اگر بلا عذر امام کے
ساتھ نہ پڑہیگا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہی کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہی کذا فی
الطحطاوی ولو امکنه الذهاب الی امام آخر فعل لانها تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا وان عجز صلی اربعا کالضحی اور اگر ممکن ہو
اوسکو جانا دوسرے امام کے پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑہلے اسلئے کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہہ ادا کیجاتی ہی
بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنی دوسری جگہہ جانے سے تو چار رکعتین پڑہے مثل نماز چاشت کے یعنی یہہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت
کی ہین اور مثل اسلئے کہا کہ تکبیرین زائد ان مین نہ کہے جیسے عیدین مین کہا کرتے ہین کذا فی الشامی وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط
فوقتها من الثانی کالاولی وتکون قضاء لا اداء کما سیجیء فی الاضحیة وحکی القهستانی قولین اور تاخیر کیجائے نماز عید کسی عذر سے مثلا
بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر اور زوال اور غد یعنی آئندہ تینون سے متعلق ہی یعنی صرف عذر سے تاخیر

کیجا ہو نہ بلا عذر اور جب تک زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صحت دوسری روز تک تاخیر درست ہے اوسکے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز
کے ہے اور دوسری روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ اضحیہ مین مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کئے ہین ایک یہہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی
دوم یہہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہے روایتون کا کذا فی الطحطاوی واحکامها احکام الاضحی لکن هنا یجوز تاخیرها الی ثالث یوم النحر
بلا عذر مع الکراهة وبه ای بالعذر بدونها فالعذر هنا لنفی الکراهة وفی الفطر للصحة اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہین یعنی وقت
اور صفت اور شرط مین دونو یکسان ہین لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنی بارہوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے
ساتھہ درست ہے اور عذر کے ساتھہ بلا کراہت تاخیر جائز ہے تو عذر عید قربان مین کراہت کے دور کرنیکو مشروط ہے اور عید فطر مین نماز کی صحت کے
لئے شرط ہے یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسری روز پڑہنا درست نہین ویکبر جهرا اتفاقا فی الطریق قیل وفی المصلی وعلیه عمل الناس الیوم
لا فی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ مین اور ایک قول یہہ ہے کہ عیدگاہ مین بھی تکبیر جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہے لوگون کا آج یعنی
عیدگاہ مین تکبیر کہتے ہین اور ایک روایت یہہ ہے کہ عیدگاہ مین تکبیر کہے جبتک امام نماز نہ پڑہ چکے بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہنی نہ تکبیر کہے گھر کے اندر
یعنی مسنون راستہ مین ہے نہ گھر مین اور بحر الرائق مین جو مکروہ لکہا ہے تو کراہت کیوجہ کوئی معلوم نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی ویندب تاخیر اکله عنها
وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکره ای تحریما اور مستحب ہے کہانا نماز ہی کا نماز عید اضحے کے پیچھے اگرچہ قربانی نکرے صحیح تر قول مین اور اگر کہا لیگا تو
مکروہ تحریمی نہوگا ھ یعنی جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہے انسے نماز کے بعد تک رکنا چاہیے کیونکہ صحابہؓ سے اخبار متواتر ہین کہ عید قربان کی صبح
کو لڑکون کو کہانا کہانے سے اور شیرخوارونکو دودہ سے روکدیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور تحریما کی قید جو شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہے کہ شاید کہانے سے
کراہت تنزیہی ہے حالانکہ ایسا نہین اسلئے کہ بدائع مین کہا ہے کہ اگر چاہے کہائے چاہے نہ کہائے مگر مستحب یہہ ہے کہ نماز ہو چکنے تک کہائے تاکہ قربانی مین سے کہا
لے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیة وتکبیر التشریق فی الخطبة اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کو خطبہ مین ھ اضحیہ بضم ہمزہ اور
کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہین اور تشریق کے معنی گوشت کو دہوپ مین ڈالنے کے ہین چونکہ ایام حج مین قربانی کا گوشت بہت سکہایا جاتا ہے اسلئے دسوین
تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہین طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہے اسلئے عرفہ سے پیشتر کے جمعہ مین اوسکی احکام بیان
کرنے مناسب ہین والوقوف الناس یوم عرفة فی غیرها تشبها بالواقفین لیس بشیء هو نکرة فی موضع النفی فتعم انواع العبادة من فرض
وواجب ومستحب فیفید الاباحة وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع الوعظ بلا وقوف و
کشف راس جاز بلا کراهة اتفاقا اور ٹہرنا لوگون کا عرفہ کے روز سوا عرفات کے واسطے مشابہت عرفات مین ٹھہرنیوالونکی کوئی عبادت نہین شارح نے
کہا کہ شئی نکرہ ہے نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہہ ٹھہرنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دیگا مباح ہونے
کا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ وقوف مستحب ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہے کہ اگر لوگ جمع ہون اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے
کے لئے بدون ٹھہرنے اور سر کہولنے کے تو درست ہے بلا کراہت بالاتفاق ھ شرح منیہ مین کہا کہ عرفہ کے شام کو جو لوگ جامع مسجد مین یا شہر کے باہر
کسی مکان مین جمع ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہہ اجتماع مکروہ ہے ہان اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لئے جمع ہون تو مکروہ
نہین اور فتح القدیر مین کہا کہ اولی یہہ ہے کہ یہہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کہولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ مین کوئی خرابی پیدا
نہو اور درر بحار مین اسکو مکروہ لکہا ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر عبارت غایة البیان یہہ ہے کہ یہہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ
عبارتین فقہا کی ناطق ہین کہ کراہت کو ترجیح ہے اور دوسرے اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر به مرة وان زاد
علیها یکون فضلا قاله العینی اور واجب ہے تکبیر تشریق صحیح تر قول مین ایکبار بسبب اوسکے مامور ہونیکے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہے
اوسکو عینی نے ھ اصح کا مقابل یہہ ہے کہ تکبیر سنت ہے اور امر تکبیر کا اس آیت مین ہے (واذکروا الله فی ایام معدودات) یعنی ذکر کرو اللہ کا گنتی کے

دو میں ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ھو الماثور عن الخلیل
تکبیر کی صفت یوں کہنا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہہ کلمات منقول ہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم
فقہا اسکا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے اور ڈرے کہ کہیں حضرت ابراہیم جلدی کرکے
لڑکے کو ذبح نکر دیں تو یہہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبریل کو دیکھا تو فرمایا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل
کو خبر پہونچی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمعیل فی القاموس انہ الاصح قال ومعناہ مطیع اللہ اور قول
مختار یہہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمعیل علیہ السلام ہیں اور قاموس میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عربی میں مطیع اللہ ہیں یعنی اطاعت کرنیوالا
اللہ تعالے کا ف اسمیں اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ ابواللیث نے بستان
میں ذکر کیا کہ قرآن و حدیث سے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید میں بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحٰقَ اس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحق جدا ہوں اور حدیث میں وارد ہے کہ اَنَا ابنُ الذبیحین یعنی میں بیٹا ہوں دو ذبیحوں
کا کہ ایک آپکے باپ عبداللہ ہیں اور دوسرے جد امجد حضرت اسمعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے
ہیں کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیامہ کالاضحیۃ مستحبۃ غیر جماعۃ
النساء والعراۃ لا التعیین فی الاصح حوکلا واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا
یعنے اگر فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھہ کہا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑہا جاوے ایام
تکبیر میں ایام تکبیر ہی کا اوسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز تکبیر کے دوسرے یا تیسرے روز کرے
کہ وقت اوس روز تک باقی ہے اور جماعت مستحب کی قید سے عورتوں کی جماعت اور ننگوں کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہیں اور غلاموں کی جماعت خارج نہیں
صحیح قول میں تو اونکے بعد تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلئے کہ آزاد ہونا جماعت میں شرط نہیں ھم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ
کی نکل گئی کہ اوسکے بعد تکبیر واجب نہیں اور فرض قضا کی جماعت میں تکبیر واجب ہے کہ تین شرطیں ہیں اول یہہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے
منہا سے تعبیر کیا دوم یہہ کہ قضا ایام تکبیر میں ہی جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہہ کہ اوسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکو لفظ من عامہ سے کہا غرض اس مسئلہ
کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں اول یہہ کہ غیر ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر میں پڑھی دوسرے یہہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر میں پڑھی تیسرے یہہ کہ ایکسال
کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام تکبیر میں پڑھی چوتھی یہہ کہ اوسی سال کے ایام تکبیر کی قضا اونہیں دنوں میں پڑھی تو تکبیر صرف اخیر صورت میں
واجب ہے اور دون میں کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ وآخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے
اور آخر اوسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر میں بھی واجب ہے تو یہہ آٹھہ نمازیں ہوئیں پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ
علی امام مقیم بمصر و علی مقتد مسافر او قروی او امرأۃ بالتبعیۃ لکن المرأۃ تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام
پر ہے جو شہر میں مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانو کے رہنے والے مقتدی پر یا مقتدی عورت پر ہے بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہتی
اور وہ نکو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول میں سنت ہے کذا فی الشامی اور واجب ہے اوس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض
مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس آخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ
الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے بعد پڑہنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلئے کہ تکبیر تابع فرض
کے ہے تو جن لوگوں پر نماز فرض ہے اونپر تکبیر واجب ہونی چاہیئے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچویں دنکی عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو
تیرہویں تاریخ ہے تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازیں ہوئیں جنکے بعد تکبیر واجب ہے اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہے اور اسی پر فتوی ہے

سب شہروں اور کل زمانوں مین یعنے اسوجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہی کذا فی الطحطاوی ولا باس بہ عقب العید لان المسلمین توارثوا
فوجب اتباعہم وعلیہ البلخیون اور کچھ مضایقہ نہین تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہی انکی پیروی
کرنی اور اسی پر ہین بلخ کے علماء کلمہ لاباس کبھی مستحب کی لئے بولا جاتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین بیان کیا ہی تو یہان بھی مستحب کی جگہہ مستعمل ہوا ہے
اسلیے کہا کہ اتباع ضروری ہی طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہہ معنی کہ اتباع ثابت ہی اور بحر الرائق کے قول سے
ایسا معلوم ہوتا ہی کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ مجتبی اور منع
نکیجاوین عوام تکبیر کہنے سے بازارون مین عشرہ ذیحجہ مین اور اسیکو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح
بحر عن المجتبی کہتا اسلیے کہ بحر الرائق مین اس مسئلہ کو مجتبے سے نقل کیا ہے ویاتی المؤتم بہ وجوبا وان ترکہ امامہ لادائہ بعد الصلوۃ والاوّل
لیح صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر فکبرہم ابوحنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اوسکا امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا
ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہین تا کہ امام کے چہوڑنے سے مقتدی بھی چہوڑ دے امام یوسف یہ فرماتے ہین
کہ مین نے لوگونکو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑہائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابوحنیفہ نے لوگونکو تکبیر کہلائی ھ اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے
اول یہہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسرے یہہ کہ تعظیم اوستاد کی اوسکی امر کی بجا آوری مین ہے چنانچہ ابو یوسف امام اعظم کے
کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسرے یہہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگونکے سامنے اوسکی تعظیم کرے تا کہ اور لوگ اوسکی توقیر
کرین چوتھے یہہ کہ اگر اوستاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اوسکی حرمت فراموش نکرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب
القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اوس نماز کے جو اوس سے رہ گئی
ہی اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھہ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھہ کی تکبیر اپنے موقع پر نہین ہوئی اور
اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھہ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیونکے کلام کے مشابہ ہی کذا فی الشامی ویبدا الامام بسجود السہو
لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لوجوبہ فی حرمتہا ثم بالتلبیۃ لوجوبہا لا فیہما فلو بدا بہا سقطا اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے
سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ نماز مین یعنی سجدہ سہو ایسے وقت مین واجب ہے کہ اسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہی اسلیے سجدہ سہو مین اقتدا
امام کا درست ہی پہر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنی نماز کے بعد بلا فاصلہ پہر اگر امام احرام باندہے ہو لبیک کہے بسبب
نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت مین کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدا بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ
مین ہی کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہو گا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگونکے کلام کے مشابہ ہی اور کلام نماز کو قطع کر دیتا
ہی تو اس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدہ سہو ہی اور نہ اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لئے چاہیے اسلیے دونو ساقط ہونگے
کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہہ باب ہی سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبتہ
ایاہما من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہی یا باعتبار ایکدوسرے کی ضد ہونیکے ھ اتحاد
سے یہہ غرض کہ عید اور کسوف دونونکی نمازین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد سے یہہ مراد کہ انسان کی دو حالتین ہین
ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہی اور گہن خوف واندوہ کا یا یہہ کہ جماعت عیدین مین شرط ہے
اور جہر سے پڑہنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم المشہور انہ بالکاف للشمس والخاء للقمر پہر اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف کاف
سے سورج گہن ہی اور خسوف خ سے چاند گہن ھ اور بعض کا قول یہہ ہی کہ کسوف اور خسوف دونو کا استعمال چاند اور سورج گہن مین برابر
ہے مگر جوہری نے اصح قول اول کو کہا ہے پہر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہی قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ

فرمایا ہو (وما نرسل بالآیات الا تخویفا) یعنی ہم نشانیان نہین بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنی تاکہ بندے ڈرکر اوسکی طاعت بجالاوین اور اوسکی طرف
رجوع کرین اور سب کیطرف رجوع سے بہت زیادہ نماز کی حالت مین ہو اور بخاری کی حدیث مین ہو کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے
نہین گہنتے بلکہ یہہ دونو گہن خداتعالی کی نشانیان ہین جب تم انکو دیکھو تو اوٹھکر نماز پڑہو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑہا ہے
اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی یصلی بالناس من یملک اقامة الجمعة بیان للمستحب وما فی السراج لابد من
شرائط الجمعة الا الخطبة رده فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلها وان شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمة او کل اربع مجتبی نماز پڑہاوے
انکو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنی سلطان یا قاضی سورج گہن کیوقت دو رکعتین شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا
بیان ہے یعنی مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہین اور سراج مین جو یہہ ہے کہ نماز کسوف مین شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے
سوا خطبہ کے تو اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہے یہہ کہکر کہ اسبیجابی نے تصریح کر دی ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہین اور ماتن کا رکعتین کہنا
بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑہے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پہیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبی وصفتها کالنفل
ای برکوع واحد فی غیر وقت مکروه بلا اذان ولا اقامة ولا جهر ولا خطبة اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہے یعنی ایک رکوع سے غیر
وقت مکروہ کے سوا دوسرے وقتون مین بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑہنے اور خطبہ کے پڑہے ھم ایک رکوع کی قید اسلئے لگائی
کہ امام شافعی کے نزدیک دو دو رکوع سے پڑہتے ہین اور اگر سورج گہن وقت مکروہ مین ہو مثلا عصر کے بعد تو لوگ دعا مین مشغول ہون نماز نہ
پڑہین اور عدم جہر کی قید اسلئے کی کہ صاحبین اس نماز مین جہر کرنیکو فرماتے ہین اور خطبہ اس نماز مین نہین کیونکہ کسی اثر مین خطبہ منقول نہین
اور جو کسوف کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کے وفات کے دن ہوا اور اوسمین آپنے خطبہ پڑہا تو وہ اسلئے تہا کہ جو لوگ یہہ وہم
کرتے تھے کہ یہہ گہن آپکے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے اونکا وہم دور فرمائین کسوف کی خصوصیت سے نہ تہا کذا فی الطحطاوی وینادی
الصلوة جامعة لیجتمعوا اور پکار دیا جاوے یہہ لفظ الصلوة جامعة تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاوین ھم یعنی بجای اذان ان لفظون سے اعلام کر دیا جاے
طحطاوی نے کہا کہ الصلوة مبتدا ہے اور جامعة خبر اور یہہ جملہ بمعنی انشاء ہے ویطیل فیهما الرکوع والسجود والقراءة والادعیة والاذکار الذی
هو من خصائص النافلة ثم یدعو بعدها جالسا مستقبل القبلة او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلها اور طول دے
اس نماز مین رکوع اور سجدہ اور قرات اور دعاؤن اور ذکرون کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہے پہر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا
قبلہ رخ یا کہڑا ہوکر لوگون کیطرف منہ کرکے اور سب لوگ آمین کہین دعا اوسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جاے ھم
قرات طویل اسقدر کہ پہلی رکعت مین سورہ بقر اور دوسری مین آل عمران پڑہے اور اگر یہہ یاد نہون تو انکی برابر دوسری سورتین پڑہے طحطاوی نے
کہا کہ مسنون یہہ ہے کہ دعا اور نماز مین سارا وقت گہن کا پورا ہو جاے تو اگر نماز کو خفیف پڑہے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قرات طویل کرے
اور رکوع اور سجدہ واگر چاہے چہوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو تطویل کہا اس سے یہہ غرض کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کہڑے ہوکر اور
لوگونکی طرف منہ کرکے اچہا ہے اور کہڑے ہونے مین اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دیلے تو بہتر ہے اور دعا کے لئے منبر پر نہ چڑہے کذا فی البرہان
لم یحضر الامام الجمعة صلی الناس فرادی فی منازلهم تحرزا عن الفتنة کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑہانے
کا ہے وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گہر وہین نماز پڑہین واسطے بچنے کے جہگڑے سے یعنی بڑے مجمع مین پیش امام ہونیکا جہگڑا ہوا کرتا ہے اسلئے
گہرون پر تنہا پڑہ لینا بہتر ہے مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اوسکو بھی تنہا گہر وہین پڑہین خواہ امام موجود ہو یا نہین کیونکہ یہہ نماز رات
کو ہوتی ہے اوسوقت جمع ہونا لوگون کا خالی حرج سے نہین ھم ظہیریہ مین یہہ ہے کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدون مین تنہا پڑہ لین اور اگر جمعہ
کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام جماعت سے پڑہا دے کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدة مطلقا والظلمة القویة نهارا والصو[illegible]

لیلًا والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض منہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء ولا عکس وتمامہ فی الاشباہ اور جیسی نماز پڑہین تنہا وقت سخت آندھی کے مطلق یعنی دنکو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانیکے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل انکی خوفناک حوادث کیوقت مثلاً زلزلون اور کڑک بجلیون کیوقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کیوقت اور بیماریون کی کثرت کیوقت اور اسی مین داخل ہے دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہہ کہنا کہ یہہ نماز بدعت ہی اس سے مراد بدعت حسنہ ہی اور جو طاعون ہی وہ وبا ہی اور اسکا عکس نہین یعنی یہہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ مین ہے ف طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہے اسلئے وبا عام ہی اور طاعون خاص اور مینہ اور برف مین دوام کی قید اسلئے لگائی کہ انکا دوام بلا ہے نہ رحمت وفی العینی صلوٰۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبہا وصلوٰۃ الخسوف حسنۃ وکذا البقیۃ اور عینی مین ہے کہ کسوف کی نماز سنت ہی اور اسرار مین اختیار کیا ہی اسکو واجب ہونیکو اور چاند گہن کی نماز حسن ہے یعنی اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح باقی نمازین آندھی وغیرہ کے اوقات مین حسن ہین ف نماز کسوف کے واجب ہونیکی دلیل یہہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کیطرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر مین کہا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لئے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوٰۃ الاستسقاء فلذا اخرہا واللہ تعالیٰ اعلم اور فتح القدیر مین ہی کہ اختلاف کیا گیا ہی نماز استسقا کے مسنون ہونے مین تو اسلئے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ اعلم ؁

باب الاستسقاء

یہہ باب ہی طلب باران کے ذکر مین ف مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہہ ہی کہ دونو مین اجتماع لوگو نکا ہوتا ہے پہر استسقا کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی دینیکی درخواست ہی اور شریعت مین خشک سالی کیوقت خدا تعالےٰ سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسی مقام مین مشروع ہی جہان جہیلین اور نہرین کہیتون کے سینچنے اور چوپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لئے باہر نجائین کذا فی الطحطاوی ہو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہی اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلئے کہ درخواست مغفرت سبب ہی مینہ کے برسنے کا ف یعنی امام کہڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اوٹہا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کرکے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اللہم اسقنا غیثا مغیثا ہنیئا مریئا مربعا غدقا عاجلا غیر رائث مجللا سحا طبقا دائما) اور جو الفاظ انکی مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہی مینہ برسنے کا یعنی قرآن مجید مین ارشاد فرمایا (فاستغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا) یعنی مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہی بہت بخشنے والا بہیجیگا تم پر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینہ برسانیکا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید بلا تکبیر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہی بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہی نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجائے مثل عید کی یعنی امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑہا دے پہر زمین پر کہڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دیکر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ مین کہے اسمین خلاف ہی یعنی امام محمد سے مروی ہی کہ زائد تکبیرین بہی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہہ ہی کہ تکبیرین نہ کہے کذا فی الشامی وبلا قلب رداء خلافا لمحمد اور دعا ہی بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے ف یعنی امام اعظم کے نزدیک اور دعاؤن کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تہوڑا سا خطبہ پڑہکر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجائے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جائے اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

ایسا ہی کہا تہا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہی اور جادرست امام ملوٹہ مقتدی وبلا حضور ذمی وان کان الراجح ان دعاء
الکافر قد یستجاب استدراجا واما قولہ تعالی وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الآخرۃ شرح مجمع اور دعا ہی بدون ساتھ
ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہہ ہی کہ دعا کافر کی کبہی قبول ہوتی ہی خلاف عادت اور یہہ جو ارشاد خداوندی ہی کہ نہیں ہی دعا
کافرون کی مگر بہکنا تو یہہ آخرت مین ہی کذا فی شرح مجمع ہم اس امر مین اختلاف ہی کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہی یا نہین تو بعض فقہا
نے کہا کہ مقبول نہین ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالی سے نہین مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالے کو
پہچانتا ہی نہین اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہی چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اوسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب مین بڑا
کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہی خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہی کہ مظلوم کی
دعا مقبول ہے اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہی اسلئے کہ اس سے پہلے دوزخ والون کا ذکر ہی کہ جب فرشتون
سے کہین گے کہ اللہ تعالی سے دعا مانگو کہ ہمپر ایکدن عذاب ہلکا کردے تو وہ کہین گے کہ تمہارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تہے تو کہینگے
کیون نہین فرشتے کہین گے کہ تو تم دعا مانگو اور نہین ہے کافرونکی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فہی مشروعۃ
للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوۃ ای بجماعۃ اور اگر سب لوگ تنہا نماز پڑہین تو درست ہی کیونکہ نماز تنہا کے لئے مشروع ہی
اور تحفہ وغیرہ کا یہہ کہنا کہ ظاہر روایت یہہ ہی کہ استسقا مین نماز نہین اسکے یہہ معنی کہ جماعت کے ساتھہ نماز نہین ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ
لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب
خسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین ناکسین رؤسہم اور جنگل کو جائین دعا کے لئے تین روز برابر اسلئے کہ زیادہ تین روز سے دعا کی
دعا کے لئے باہر جانا منقول نہین ہوا اور مستحب ہی امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگونکو تین دن روزہ رکہنے کا اور گناہون سے خالص توبہ کرنیکا
حکم کرے پہر چوتہے روز اونکے ساتھہ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا دہوئے ہوئے کپڑے پہنے یعنی پرانے یا پیوندلگے ذلیلونکی صورت بنائے فروتنی
اور عاجزی کرتے ہوئے گردن جہکائے ہوئے ہم جنگل مین جانے کا حکم ان لوگونکو ہی جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے
باشندے نہون کہ اونکے لئے حکم دعا انکی افضل مساجد مین جانیکا ہی اور توبہ خالص سے یہہ غرض کہ حقوق حقدارونکے بہی ادا کردین کہ توبہ مین
یہہ شرط لگی ہوئی ہی کہ کسی کا حق ذمہ پر نرہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفۃ والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہرروز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ
دیوین اور از سرنو توبہ کرین اور مسلمانون کے لئے دعا مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑہون اور بڑہیون اور لڑکون کے ذریعہ سے مینہ
کی دعا کرین اور بچون کو انکی ماؤن سے علحدہ کرین ہم ان لوگوں کے ذریعہ کرنیکے یہہ معنی کہ اونکو آگے کردین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان
آمین کہین کہ اونکی دعا جلد مقبول ہوتی ہی چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہی کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہی تو تمہارے ضعیفونکی بدولت ہی ملتی ہی اور
بچون کو مان سے جدا رکہنے مین یہہ حکمت ہی کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگونکو رقت ہو اور اوسکے سبب سے دریای رحمت ایزدی
جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج الدواب اور مستحب ہی باہر نکالنا جانورون کا اسلئے کہ کبہی مینہ انہین
کے سبب سے عنایت ہوتا ہی چنانچہ احمد نے روایت کیا ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگون کے ساتھہ مینہ کی دعا کو نکلے دیکہا تو ایک
چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کیطرف اٹہائے ہی آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی
والاولی الخروج بالامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہی نکلنا امام کا لوگون کے ساتھہ اور اگر لوگ نکلین امام کی اجازت
سے یا بدون اوسکی اجازت کے تب بہی درست ہی ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس لمزید الامکنۃ کانہ لضیقۃ جمیعہم وہو

مسجد الحرام مین کہ مسلم مین اور بیت المقدس مین اور ابن نے مدینہ منورہ کو ذکر نکیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید اُس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نکیا ہوگا ھم شامی نے کہا کہ یہہ وجہ کافی نہین اسلئے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلون سے زیادہ نہین کہ انکی گنجائش تو ہو جاتی اور باشندے نکی نہو اسلئے ضرور ہی کہ دعاء باران مسجد مبارک مین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیجاتی جیسا کہ ہر حادثہ کے لئے دعا آپکے مشاہدہ مین کیجاتی ہی اور چوپایون کو ان مساجد کے دروازہ پر کھڑا کیا جاتی وان دام المطر حتی اضرّ فلا باس بالدعاء بحبسه وصرفه حیث ینفع اور اگر مینہ کی جھڑی لگے یہانتک کہ نقصان کرے تو مضائقہ نہین دعا کرنیکا اوسکی بند ہونے اور ایسی جگہہ مصروف ہونیکے واسطے جہان مفید ہو ھم یعنی یون دعا کرے کہ الہی اب جہان مینہ کا برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اوسکو ہٹالے وان سقوا قبل خروجهم ندب ان یخرجوا شکراً للہ تعالیٰ اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگونکو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہی کہ اللہ تعالیٰ کے شکر ینے کے لئے باہر نکلین یعنی جب قبل سوال کے مطلب پورا ہوگیا تو اب اس انعام کا شکر یہہ ہی کہ باہر نکلکر دعا کرین تاکہ مینہ خاطر خواہ برسے کذا فی الشامی ملتقطاً ؁

باب صلوٰۃ الخوف

یہہ باب ہی نماز خوف کے بیان مین ھم اسکی مناسبت نماز استسقا سے یہہ ہی کہ دونو خوف کے وقت پڑہتے ہین من اضافة الشیٔ لشرطه اضافت صلوٰۃ کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہی شرط کیطرف یعنی خوف شرط ہی اس نماز کی ھم بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہی اور کہا ہی کہ اضافت مسبب کی ہی طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہی تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہہ اضافت شرط کیطرف ہی اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کیطرف ہی هی جائزة بعده علیه السلام عندهما ای عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ خلافاً للثانی بشرط حضور عدو یقیناً فلو صلوا علی ظنه فبان خلافه اعادوا او سبع او حیة عظیمة ونحوها وحان خروج الوقت کما فی مجمع الانهر ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انه لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہی بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظم اور محمد کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ انکی نزدیک جائز نہین اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑہنیکے ثواب حاصل کرنیکو یہہ نماز مشروع ہوئی تھی بعد آپکے یہہ بات جاتی رہی تو اب اوسکا ادا کرنا جائز نہوگا اور طرفین فرماتے ہین کہ صحابہ نے آپکے بعد اس نماز کو پڑہا ہی اسلئے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اوسکی مثل اور چیزون کے مثلاً آتش زدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقیناً کی قید ہمنے اسلئے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑہین گے پھر اوسکی خلاف ظاہر ہوگا یعنی دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز ازسرنو پڑہین اور درست ہی یہہ نماز جبکہ وقت جانیکو ہو چنانچہ مجمع الانہر مین ہی اور یہہ قید مین نے اورونکے کلام مین نہین دیکھی تو اس قید کو یاد رکہنا چاہیئے پھر مین نے عینی کی شرح بخاری مین دیکہا کہ وقت کا نکلنے کے قریب ہونا اس نماز کی شرط نہین مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ھم شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کردیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نکرنا چاہیئے اسلئے کہ وہ بعض کا قول ہی کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفة بازاء العدو ویصلی باخری رکعة فی الثنائی ومنه الجمعة والعید ورکعتین فی غیرہ لزوماً وذهبت الیه وجاءت الاخری فصلی بهم ما بقی وسلم وحده وذهبت الیه ندباً وجاءت الطائفة الاولی واتموا صلوٰتهم بلا قراءة لانهم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفة الاخری واتموا صلوٰتهم بقراءة لانهم مسبوقون تو کرے امام ایک ٹولی مثلاً آدھی دشمن کے مقابل اوسکی ڈرانیکے لئے اور نماز پڑہا دے دوسری ٹولی کو مثلاً آدھے کو ایک رکعت دو رکعت والی نماز دنمین اور اسیمین داخل ہی جمعہ اور عید اور دو رکعتین پڑہاوے غیر ثنائی مین بطور وجوب

لیے یعنی اگر ایک پڑا دیگا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور چلی جاوے یہ ب ٹولی دشمن کے سامنے یعنی بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھکر
بیٹھ چکنے اور بعد التحیات کے دو رکعتوں کے پڑھنے میں اور آوے یہ آ ٹولی پس اوسکو امام پڑھا دے باقی نماز یعنی جتنی نماز اسکو باقی ہے وہ
اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیرے بعد قعدہ اخیر کے پھر یہ آ ٹولی دشمن کے سامنے جاوے براہ استحباب یعنی اگر یہاں اوسی
جگہ بقیہ نماز تمام کرلیں تو درست ہے اور آوے ب ٹولی اور اپنی نماز پوری کریں بدون قرارت کے اسلئے کہ وہ لاحق ہیں اور لاحق کا
حکم مقتدی کا سا ہے اور سلام پھیریں پھر وہ آ ٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز تمام کریں قرارت کے ساتھ اسلئے کہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق
اور منفرد کا ایک حال ہے ھ صلوۃ خوف کی کیفیت میں علما کا اختلاف ہے اور مستحق ہیں یہ کہ جائز ہر کیفیت سے ہے مگر اختلاف اسمین ہے کہ
بہتر کونسی ہے اور قرآن مجید میں جو کیفیت مذکور ہے اوس سے زیادہ قریب یہ صورت ہے جو ماتن نے ذکر کی اور دو رکعتوں کی نماز میں سفر کی
نماز بھی داخل ہے اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف صرف فرضوں میں منحصر نہیں واجب میں بھی ہوتی ہے کذا فی الشامی
طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کیطرف ہو تب بھی اس نماز میں کچھ فرق نہوگا اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف
پشت کئے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ بہتر ہے اگر سوار ہو کر جاوینگے تو نماز باطل ہو جاویگی وھذا ان تنازعوا فی
الصلوۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلی بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اوس صورت میں ہے کہ مقتدی ایک ہی امام کے پیچھے
نماز پڑھنے میں جھگڑا کریں ورنہ افضل یہ ہے کہ ہر ٹولی علیحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے ھ یعنی ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے
ساتھ نماز پڑھے جب امام فارغ ہولے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاوے اور دوسری ٹولی کے لیے امام کسیکو آگے کر کے نماز پڑھانے کی ہے
کیونکہ اوسکو نماز پڑھا دے اور اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفھم صلوا رکبانا فرادی
بالایماء الی ای جھۃ قدروا الا اذا کان ردیفا للامام فیصح الاقتداء بالامام الی جھۃ قدرتھم للضرورۃ اور اگر زیادہ خوف لوگوں کو اور عاجز ہوں
اترنے سے تو نماز پڑھیں حالت سواری میں تنہا رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کر کے جسطرف کو ان سے ہوسکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ
شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اسکا اقتدا امام کے پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے وفسدت بمشی لغیر اصطفاف
ووضوء وسبق حدث ورکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کرمیۃ بسھم اور یہ نماز فاسد ہو جاویگی پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے
کے لئے نہو اور وضو ہو جانے کے سبب سے اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنی خواہ صف باندھنے کے لئے ہو یا دوسری مطلب کے لئے اور فاسد
ہوگی بہت کشت و خون کرنے سے تھوڑا لڑنے سے مثلا ایک تیر چلانے سے فاسد نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہے اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر
ہے اوس سے فاسد ہو جاویگی ھ طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ جو کوئی اوسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہیں
پڑھتا والسابح فی البحر ان امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلی بالایماء والا لا تصح کصلوۃ الماشی والسائف وبعضھم عبر بالسبح
اور تیرنے والا دریا میں اگر اوسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈھیلے کردے ایک ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہوگی جیسی نماز پیادہ چلنے
والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہیں **فروع** مسائل الحجۃ شارح کی الراکب ان کان مطلوبا تصح صلوتہ
وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنی اوسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اوسکی نماز درست ہے سواری پر اور اگر طالب ہو یعنی
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اوسکی نماز درست نہیں اسلئے کہ اوسکو کچھ خوف نہیں شرعوا ثم ذھب العدو لم یجز انحرافھم وبعکسہ جاز
لوگوں نے نماز خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ہلنا درست نہیں یعنی ہر ٹولی جہاں ان کی تھی وہاں نماز پڑھے کذا فی الشامی
اور اسکا عکس ہو تو درست ہے یعنی شروع کی بوقت خوف نہ تھا پھر ہو گیا تو اسمیں اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جاوینگے تو یہ جانا نماز کا مخل
نہوگا کیونکہ ضرورت ہے کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظھیریۃ وعلیہ فلا تجوز من البغاۃ مشروع نہیں نماز خوف اس

شخص کے لئے جو اپنی سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور اس بنا پر نماز خوف باغی سے درست نہوگی ھم یعنی جس شخص کا نفس سفر معصیت ہو جیسے رہزنی اور بغاوت کے لئے سفر کرتا تو اوسکی صلوۃ خوف جائز نہین کذا فی الشامی مع انه علیه الصلوٰة والسلام صلاها فی اربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ح ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑہی اول غزوہ ذات الرقاع مین دوم بطن نخل مین سوم غزوہ عسفان مین چہارم غزوہ ذی قرد مین ھم ذات الرقاع کے معنی پیوند دن والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلئے ہوا کہ حضرت ابو موسی اشعری سے بخاری مین روایت ہے کہ ہمارے اس غزوہ مین ہمارے پانو زخمی ہوگئے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پانو پر چیتھڑے لپیٹے تھے اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجرت مین غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہہ کا نام ہے اور عسفان بروزن عثمان مکہ سے دو منزل ایک مقام ہے اور ذو قرد بفتح قاف وراء مہملہ وذال مہملہ ایک مقام ہے مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہہ غزوہ سنہ ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح مین حاوی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑہی اور شارح نے چار مقام لکہا ہے تو یا یہہ مراد ہے کہ چار بار غزوہ مین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامو نمین یا یہہ کہ ان مقامو نمین جو بیس نمازین خوف کی پڑہین واللہ اعلم *

باب صلوٰة الجنازة

یہہ باب ہے جنازہ کی نماز اور اسکے لواحق کے ذکر مین ھم مناسبت اسکی ماقبل سے یہہ ہے کہ خوف وقتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلئے بیان کیا کہ یہہ نماز ہر صورت سے نماز نہین کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان وتکبیر کے ہوتی ہے دوسری وجہہ یہہ کہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی من اضافة الشیء الی سببه نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہے اپنے سبب کیطرف یعنی میت سبب ہے اس نماز کا وهی بالفتح المیت وبالکسر السریر وقیل بالعکس اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہے جسپر مردہ ہوتا ہے اور جسکو نعش کہتے ہین اور ایک قول یہہ ہے کہ بفتح اور کسر دونو مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی والموت صفة وجودیة خلقت ضد الحیوة وقیل عدمیة اور موت ایک کیفیت وجودی ہے پیدا ہوئی ہے زندگی کے مقابل اور ایک قول یہہ ہے کہ کیفیت عدمی ہے ھم موت مین اختلاف ہے کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتے ہین اونکی دلیل یہہ ارشاد خداوندی ہے خلق الموت والحیوة یعنی پیدا کیا اللہ تعالی نے موت اور حیات کو تو جو نکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے اور اوسمین اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہے کہ دونو جمع نہین ہوسکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین اونکی دلیل یہہ ہے کہ زندہ چیز سے مراد حیات کو منتفی کرنیکا نام موت ہے تو عدمی ہوئی اور انمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہے اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہے اور آیت کے معنی یہہ کہتے ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجه المحتضر وعلامته استرخاء قدمیه واعوجاج منخره وانخساف صدغیه القبلة علی یمینه هو السنة منہ پہیرا جاوے وہ شخص جو مرنیکو ہو قبلہ کیطرف داہنی کروٹ پر اور یہہ منہ پہیرنا سنت ہے شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہہ ہے کہ پانو اوسکے ڈہیلے ہوجائین اور ناک کا بانسا ٹیڑہا ہو اور کن پٹیان اندر کو دہنسجائین ھم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہے یعنی جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوے

وجاز الاستلقاء علی ظهره وقدماه الیها وهو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسه قلیلا لیتوجه للقبلة وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صححه فی المبتغی وان شق علیه ترک علی حاله والمرجوم لا یوجه معراج اور جائز ہے چت لٹانا پیٹ پر اوسطور سے کہ دونو پانو اوسکے قبلہ کیجانب ہون اور یہی صورت رائج ہے ہمارے زمانہ مین لیکن اوسکا سر تہوڑا سا اوبہار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اسکا منہ ہو جاوے اور آسمان کیطرف نہو اور ایک قول یہہ ہے کہ منہ قبلہ کیطرف کر دیا جاوے جسطرح بن سکے صحیح قول کے بموجب یعنی داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سے اسیطرح منہ قبلہ کیطرف کر دینا چاہئے تصحیح کی ہے اس قول کی مبتغے مین اور اگر قبلہ رخ کرنیمین اوسکو تکلیف ہو تو اپنی حال پر چہوڑ

[illegible] وہی تلقین لا الہ

قبل رجوعا بذکر الشہادتین لا الثانیۃ لا تقبل بدون الثانیۃ عندکا قبل الغرغرۃ اور کیا جاوے بطریق استحباب اور ایک قول مین بطور وجوب ذکر شہادتین کا اوسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلئے کہ اول شہادت بدون دوسری کے مقبول نہین ہم تلقین کے معنی یہان کہتے ہین اور بیان یہہ مراد ہی کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ اسی طرح پڑہا جاوے کہ وہ بھی آواز سنکر انہین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اوسکو یون کہا جاوے کہ ان کلمات کو وہ بیان کرے یا اوسیطرح یاد دلایا جاوے اور یہہ یاد دہانی اسوقت تک ہی کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہی اور جسے کسی نے واجب کہا ہی وہ مجازا کہدیا ہی اور بعض فقہا نے لکہا ہی کہ صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کافی ہی اسلئے کہ حدیث شریف مین ہی کہ جسکا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلئے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیئے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ یہہ تعلیل کافر کے حق مین ہی مسلمان کے لئے اقرار توحید کافی ہی واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا اور جان کندنی کیوقت کی توبہ مقبول ہونے مین اختلاف ہی اور مختار یہہ ہی کہ اوسکی توبہ قبول ہوتی ہی اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا مین مرقوم ہی ہم جان کندنی کیحالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہی مختار یہی ہی کہ توبہ مقبول ہوتی ہی اسلئے کہ قران مجید مین ارشاد ہی (وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابو داؤد کی حدیث مین بھی مطلق مذکور ہی چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی جبتک کہ جان اوسکی حلق مین غرغر ہوے کذا فی الشامی مختصرا ص غیر امر بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون اخر کلامہ لا الہ الا اللہ تلقین کیا جاوے بدون حکم کرنے کے اوسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکر بیٹہے یعنی تلقین مین اوسکو امر نکرین کہ یون کہہ تاکہ وہ انکار نکر بیٹہے اور جب وہ ایکبار کہہ چکے تو کافی ہی اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاوے جبتک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اوسکا لا الہ الا اللہ ہو یعنی اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کریگا تو پھر تلقین چاہیئے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات ویندب قراءۃ یس والرعد اور مستحب ہی مرنیوالے کے پاس سورہ یس اور رعد کا پڑہنا یس اسلئے کہ یس کے پڑہنے کا حکم حدیث مین آیا ہی اور سورہ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہی کذا فی الشامی ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نکیا جاوے بعد دفن کر نیکے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نکیا جاوے ہم چونکہ حدیث مین آیا ہی کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرواپنے مردونکو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز کہی ہی اور بعض نے بمقتضای ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتی) یعنی تو نہین سناتا مردونکو تلقین کرنا جائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچہہ ضرر نہین بلکہ اس سے فائدہ ہی کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہی چنانچہ آثار مین وارد ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہہ ہی کہ تلقین نکیا جاوے فی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہی کہ تلقین مشروع ہی اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالی مردہ کو قبر مین زندہ کرتا ہی چنانچہ احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی ویکفی قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ قل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان لم یعرف اسمہ قال ینسبہ الی ادم وحوا کافی ہی کہنا تلقین کرنیوالیکا اسطرح کہ اے فلان ابن فلان کے بیٹے یاد کر اس بات کو جسپر تو تہا یعنی اللہ تعالی پر اور اوسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپنے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کیطرف یعنی مردہ ہو تو یون کہنا چاہیئے اے آدم

بچے اور عورت ہو تو یون کہو ای حوا کی بیٹی ومن لا یسأل ینبغی ان لا یلقن والاصح ان الانبیاء علیہم السلام لا یسألون ولا اطفال المؤمنین
وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ھم خدم اھل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر مین سوال نکیا جاوی مناسب ہے کہ اوسکو تلقین بھی نکیجاوی اور صحیح یہ
ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوتا اور نہ مومنون کے بچون سے اور توقف فرمایا ہے امام اعظم نے مشرکین کے بچون کے باب مین کہ آن سے
سوال ہوتا ہے یا نہین اور وہ دوزخ مین رہینگے یا جنت مین اور کہتے ہین کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے ہم جن لوگون سے سوال نہوگا
وہ یہہ ہین انبیا اور شہید اور نمازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اوسکی شب مین مری اور جو شخص ہر شب سورہ ملک پڑہتے
اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول صحیح یہی ہے کہ آنکا معاملہ اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیئے کیونکہ حدیث صحیح
مین ہے کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے کذا فی الشامی ویکرہ تمنی الموت وتمامہ فی النھر وسیجیء فی الحظر
اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنے صدمات وغیرہ سے تنگ ہوکر یہہ تمنا کرے کہ مین مرجاؤن اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہے اور کتاب الحظر
والاباحۃ مین آگے آویگا ہم نہر الفائق مین کہا ہے کہ اگر مجبوری موت مانگی تو یون دعا کرے الہی مجکو زندہ رکہہ جبتک کہ زندگی میرے حق مین بہتر
ہو اور مجکو موت دے جس وقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الحظر اکثر نسخون مین نہین وما ظھر منہ من کلمات کفریۃ یغتفر
فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضھم زوال عقلہ قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ
کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون اونکو لیئے اوسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیئے اور اوسکے ساتھ مسلمانون کے مردون کا سا معاملہ کرنا
چاہیئے یعنی اسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اوسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونیکی حالت مین ہے اور اسی
جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اوسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے ہم یعنی اس جہت سے
عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنیکے درد سے یا شیطان کے دہوکے سے کلمات کفر قصدا بکنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اسوقت
مین عقل نہونیکا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ وتحسینہ ان یقول مغمضہ
بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللھم یسر علیہ امرہ وسھل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ثم
تمد اعضاؤہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب
پس جب وہ شخص مرجاوی تو اوسکی جبڑے باندہ دیجائین اور اوسکی آنکہین بند کیجائین اور اوسکو اچھا سمجھو یعنی اگر منہ اور آنکہین کہلی
رہین گی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہی آنکہونکا بند کرنیوالا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الہی تو اس مردہ پر اسکا معاملہ تجہیز وتکفین
وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر اوسپر وہ حال جو اوسکو آگے کو درپیش ہے یعنی سوال قبر اور احوال قیامت اور سہل کر اور اوسکو نیک بخت
کر اپنے دیدار سے اور جس چیز کیطرف وہ نکلا ہے اوسکو بہتر کر بنسبت اوسکے جس سے وہ نکلا ہے یعنی آخرت کو اوسکے حق مین دنیا سے بہتر کر پھر
اوسکے اعضا پھیلا دئے جائین اور اوسکے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکہدیا جاوی تاکہ پیٹ نہ پہولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ
کو پہولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نملے تو بہاری چیز رکہہ دیجاوی اور اوسکے پاس خوشبو حاضر کیجاوی اور اوسکے پاس سے حیض ونفاس
والی عورتین اور ناپاک آدمی چلی جائین ویعلم بہ جیرانہ واقاربہ ویسرع فی جھازہ اور اطلاع کیجاوے اوسکے مرنیکی اوسکے ہمسایون اور رشتہ دارون
کو اور جلدی کیجاوی اوسکے سامان کفن دفن مین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اوسکے گہر والون مین روکنا نہین چاہیئے
کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع الی الغسل کما فی القہستانی معزیا للنتف اور پڑہا جاوی میت کے پاس قرآن
یہانتک کہ اوٹھایا جاوی نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہے نتف کیطرف منسوب ہم الطحطاوی نے کہا کہ نتف مین ونیز [illegible] بصیغہ اثبات ہے
اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین دیکہا لا یقرأ دو نون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو نتف اور زیلعی کے قول مین

اختلاف نہین رہتا اور نہ بحرالرائق کی ترجیہ کی کچھہ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہی اس سی معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سی زیادہ ہو گیا
قلت ولیس فی النتف الی الغسل بل الی ان ترفع نقط وسترق الحج بوجود وجہ وعبارۃ الزیلعی وغیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی
یغسل وعلله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیھا للقرآن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت مین کہتا ہون کہ متن مین نہانے تک کی قید نہین
بلکہ اوسمین صرف آتا ہی کہ پڑہا جاوی قرآن میت کے پاس اٹھائی جانے تک اور بحرالرائق مین اٹھائی جانے کی تفسیر میت کی روح کے اوٹھا ئی
جانے سی کی ہی یعنی صرف جان نکلنے تک قران پڑھو بعد اوسکے نہ پڑھو اور زیلعی وغیرہ کی عبارت یہہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہے قراءت قران مردہ کے
پاس یہانتک کہ نہلایا جاوی اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہہ بیان کی ہی کہ اسصورت مین قران کا علیحدہ رکہنا ہی میت کی نجاست
سے کیونکہ میت موت کے سبب سی نجس ہو جاتا ہی قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث بعض فقہانے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہی اور بعض نے
کہا کہ حکمی ہے ھم اول قول کی دلیل یہہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی ہین ویسے ہی
آدمی بھی ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہے اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے
سے پیشتر کوئین مین گر جاوی تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور نہلانے سی جو پاک ہو جاتا ہی تو یہہ مسلمان کی تعظیم کی جہت سی ہی اور دوسری قول
کی دلیل یہہ ہی کہ موت کے باعث سی وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈہیلی ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سی جاتا رہتا ہی اور زندگی مین تو وضو
ہونے سی جو صرف تہوڑی سی اعضا دہوتے ہین اوسکی وجہ یہہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دہویا کرتے تو بڑا حرج
ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دہونا مشروع ہوا دوسرے یہہ کہ حاکم نے
حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مردونکو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس
ہوتا ہی نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سی معلوم نہین ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہی بلکہ یہہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سی پاک ہو جاتا
ہے اوسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانیکے بھی پلید رہتا ہے غرضکہ مختار اکثر فقہا کا قول اول ہی ہی تحلیہ فیمنع
جوازھا کقراءۃ المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اوسکی پاس قراءت درست ہو جیسی بیوضو کو قران کا پڑہنا درست ہے
ھم حاصل یہہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جائی جیسا بیوضو آدمی ہوتا ہی تو اوسکی پاس قرآن کا پڑہنا مکروہ نہین اور متن کا قول اسی پر محمول ہے
اور اگر اور مردہ جانور ون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوی تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ کروہ اوس
وقت ہی کہ مردہ کے قریب پڑہا جاوی اور اگر دور پڑہا جاوی تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہہ قید بہی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک
چادر سی چہپا نہو اور اگر چہپا ہوا ہو گا تب بہی قراءت مکروہ نہوگی دیکھو ضم کلمات کا تیسیر فی الاصح حلی سی پہچی وترا الی سبع فقط
فیہ کلفنہ بصنعۃ موتہ فھی ثلث لا خلوۃ ولا فی القبر اور جبکہ مرجائی رکہا جائی جسطرح بن سکی صحیح قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو
سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنی اس سی زیادہ نہ بسائین مثل اوسکی کفن کے کہ وہ بہی طاق دفعہ بسایا جاوی اور اوسکی موت کیوقت خوشبو
بسانی چاہیے تو یہہ تین وقت کا بسانا ہوا نہ پیچہ اوسکی اور نہ قبر مین ھم بسانے سی مراد یہہ کہ کسی برتن مین آگ رکہکر اوسپر خوشبو جلا دین
اور اوسکو مردہ یا کفن کے گرد پہرا دین تو یہہ بسانا تین وقت چاہیے ایک جسوقت اوسکی جان نکلے دوسرے غسل کیوقت سوم کفنانیکے وقت
اور جنازہ کے پیچہے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث مین منع وارد ہی کہ جنازہ کے پیچہے آگ مت لیچلو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی
بدفالی ہے اور یہہ جو کہا کہ بغور مرنیکے تختہ پر رکہین یہہ اوسصورت مین ہی کہ جان اوسکی زمین پر نکلی ہو یا ین لحاظ کہ زمین کی تری سی اوسکا
بدن بگڑ نجاوی یہہ تختہ پر رکہنا ایک قول یہہ ہی کہ شمالا جنوبا رکہین قبر کیطرح اور ایک قول یہہ ہی کہ پاؤن قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہہ ہی کہ جیسی
ممکن ہو ویسی رکہین کذا فی الشامی تعرف وذکرہ قراءۃ القرآن عندہ الی تمام غسلہ عبارۃ الزیلعی حتی یغسل وعبارۃ النھر قبل غسلہ

اور مکروہ تحریمی ہی قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اوسکو غسل پورا ہونے تک زیلعی کی عبارت یون ہی کہ جبتک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہہ ہے کہ اوسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہے ھم اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لئی تعیین مراد اسکی یہی ہی کہ غسل ہو چکنے تک قراءت مکروہ ہے

کذا فی الطحطاوی وتستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الروایۃ وقیل مطلقا الغلیظۃ والخفیفۃ وصححہ الزیلعی وغیرہ

اور پوشیدہ کیجاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظہ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہہ ہے کہ مطلق برہنگی چھپائی جاوے خواہ خفیف ہو یا غلیظہ اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے یعنی زیلعی وغیرہ نے اوسکو صحیح کہا ہی ھم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور اونکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنون تک ہی تو قول صحیح یہہ ہے کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گھٹنون تک تہمد ڈالین اسلئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے حکم فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی ویغسلہا تحت خرقۃ السترۃ بعد لف خرقۃ مثلہا علی یدیہ لحرمۃ اللمس کالنظر اور دہووی برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑی مثل تہمد کے اپنی ہاتہو پر بسبب حرام ہونے ہاتھ لگانیکے مثل دیکھنے کے ھم شامی نے کہا کہ کپڑے کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیئے جو چہونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھ لگانا شرمگاہ کو حرام ہے جیسے دیکھنا حرام ہی اس سے معلوم ہوا کہ بچون کے لئی تہمد اور کپڑے ضرور نہین ویجرد من ثیابہ کما مات وغسلہ علیہ السلام فی قمیصہ من خواصہ اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑون سے بفور اپنی مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کا آپ کی قمیص مین آپکے خواص سے ہی ھم بفور مرنے کے اسلئے ننگا کیا جاوے کہ کپڑون کی گرمی سے بدن مین تغیر نہ آوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلئی خواص سے ہوا کہ ابو داؤد نے روایت کی ہی کہ بعد وفات شریف کے لوگونکو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کرین جیسا مردون کو کرتے ہین یا معہ کپڑون کے نہلاوین تو گہر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپکو معہ کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی

ویوضأ من یؤمر بالصلوۃ بلا مضمضۃ واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقۃ وعلیہ العمل الیوم ولو کان جنبا او حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتمیما للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسی اور وضو کرایا جاوے وہ مردہ کہ حکم کیا جاوے نماز کا بدون کلی اور ناک مین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک مین ڈالکر اوسکا نکالنا دقت ہی اور ایک قول یہہ ہی کہ کلی اور ناک مین پانی دینا کپڑے سے کرائی جاوے یعنی نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑہون اور ناک کے نتہنون مین پہیرے اور اسی پر عمل ہی اس زمانہ مین اور اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونو باتین کیجائین بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہی شرح مقدسی سے مدد لیکر ھم نماز کا حکم کیا جاوے اس سے یہہ غرض کہ جو بچہ بعقل ہو اوسکو وضو کرانا چاہیئے شامی نے کہا کہ یہہ قید اچھی نہین اسلئی کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دیوانہ شخص کو کبہی وضو کرایا جاوے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسیطرح بچہ کو بہی وضو کرایا جاوے کیونکہ یہہ وضو غسل میت کی سنت ہی اور جنب کے لئی جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکہا ہی تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین ویبدأ بوجہہ ویمسح رأسہ اور شروع کیا جاوے اوسکی چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونو ہاتہہ پہنچون تک نہ دہوے جائین بلکہ اول کپڑی سے منہ اور نتہنونکو پونچہکر منہ دہویا جاوے اور مسح کیا جاوے اوسکی سر پر یعنی وضو مین ھم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اوسمین اختلاف ہی طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ کیا جاوے اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ نہلانیوالا ہاتہہ پر کپڑا لپیٹکر شرمگاہ کو دہووے کذا فی الشامی ویصب علیہ ماء مغلی بسدر او حرض لیحصل المقصود من زیادۃ التنظیف ان تیسر والا فماء خالص مغلی اور ڈالا جاوے اوسپر وہ پانی جسمین بیری کے پتی جوش دی گئی ہون یا اشنان پڑا ہو اگر یہہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حا مہملہ اور سکون را مہملہ اشنان ہی جو چہوٹی چہوٹی جڑین ہوتی ہین اُنسے کپڑے دہوتے ہین جیسے صابن سے صاف کرتے ہین ویغسل رأسہ ولحیتہ بالخطمی بکسر الخاء المعجمۃ نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان

نہلانا مستحب ہی لوکان امرد او لحیۃ لا یغسل اور دہویا جاوی سر اوسکا اور داڑہی اوسکی گل خیرو سی اگر میسر ہو ورنہ صابن سی اور اوسکی مثل
یعنی ملتانی مٹی وغیرہ سی یہہ حکم اوس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بی ریش ہو یا سر پر بال نرکہتا ہو تو نہ دہویا
جاوی شارح نے کہا کہ خطمی ایک گہاس ہے عراق میں اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ لیبدأ بیمینہ فیغسل
حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا الیہ ویمسح بطنہ رفیقا وما خرج منہ
یغسلہ ثم بعد اقعادہ یضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وھذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات
لما تقدم ان زاد علیہا او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوی مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اوسکی داہنی جانب پر پڑے پہر
نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے اوس حصہ پر پونہچے جو تختہ سی ملا ہی پہر داہنی کروٹ پر لٹاکر اسیطرح پانی ڈالا جاوی کہ دوسری طرف تک
پونہچ جاوی پہر مردہ کو بٹہلا دے یعنی نہلانیوالا اپنا سہارا دیکر اور سونتے اوس کے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچہہ مردہ سے خارج ہو
نہلانیوالا اوسکو دہو ڈالے پہر بٹہانیکے بعد اوسکو بائین کروٹ پر لٹاکر غسل دیوی اور یہہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل
ہو جاوی یعنی تین بار نہلانا سنت ہی دو بار تو ہو جائیگا اور ہر لٹانے کیوقت مردہ پر تین بار پانی ڈالا جاوی اوسی وجہہ سی کہ گذری یعنی
مسنون تین بار دہونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلئے کہ واجب تو ایکبار کا دہونا
ہی شارح نے کہا کہ مسئلہ الضجعۃ مجمل ہی ہم شارح نے یہ لکہا تہا کہ اسپر جو تختہ ہی پانی ڈالنا چاہیے لیکن کہا کہ اول بائین کروٹ پر لٹاکر پانی ڈالنا چاہیے تو
پہلا بیان مجمل تہا اوسکی تفصیل بیان کردی کہ اسطرح ڈالا جاوی یہی ترتیب دار اسطرح ہے کہ جب وضو سے فراغت ہو تو سر اور داڑہی دہوئی
جاوی اور اوسکی پیہ بائین کروٹ پر لٹاکر وہ پانی جسمین بیری کے پتی جوش دئی ہون ڈالا جاوی کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ ولا
وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر
بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل پہر نہ سمجہا اور اوسکی غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوی بسبب خارج کے اوسکے بدن سی یعنی اگر نہلانیکے بعد
سی کوئی نجاست خارج ہو تو اوس سی غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہیں اسلئے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنیکے لئے واجب نہیں ہوا کیونکہ
وہ تو موت کے باعث قائم ہی بلکہ اس سبب سی نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہوگیا ہی مثل دوسری حیوانات دموی کے مگر یہہ کہ مسلمان
پاک ہو جاتا ہی نہلانے سی اوسکی تعظیم کی جہت سی اور یہہ طہارت تو نہلانے سی ہو چکی کذا فی البحر و شرح مجمع ہم یعنی مردہ کا نہلانا اس غرض سے
ہی کہ مرنے سی ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلا دیا اوسکی نجاست دور ہوگئی اب جو کوئی نجاست اوسکی بدن سی نکلیگی تو صرف وہی مقام دہو ڈالا جاوی
سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنیکے لئے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا
وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وھو الطیب المرکب من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتھما للرجال وجعلھما فی
الکفن جہل علی راسہ ولحیتہ والکافور علی مساجدہ اور نہلانیکے بعد خشک کیا جاوی کسی پاک کپڑی سی اور حنوط ملا جاوے
اوسکی سر اور داڑہی پر بطور استحباب اور کافور ملا جاوی اوسکی سجدہ کی جگہون مین یعنی جو مقام سجدہ مین زمین پر لگتی ہین اور وہ ماتہا
ناک اور ہتہیلیان اور گہٹنی اور پانون ہین ان پر کافور ملا جاوی ان کی تعظیم کے لئے تاکہ جلد خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح
حا مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سی سوای زعفران اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونو چیزون کے مرد کو اور
زعفران اور ورس کو کفن مین رکہنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ
کے بالون مین کنگہی نکیجاوی یعنی کنگہی کرنا مکروہ تحریمی ہے اور نہ کتری جائین ناخن اوسکے سوای ٹوٹے ہوئی ناخن کے کہ وہ کترکر پہینک دیا
جاوی اور نہ بال کتری جائین اور نہ ختنہ کیجاوی ہم نہر الفائق سی ہی کہ بعد موت کی تزئین جائز نہین اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائین تو

کفن مین مردہ کے ساتھہ رکھدی جائین کذا فی القہستانی ولا بأس بجعل القطن علی وجہہ وفی مخارقہ کدبر وقبل واذن وفم۔ اور مضائقہ نہین روئی رکہنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اوسکی سوراخون مین مثلاً مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منہ مین ھم شرنبلالی ہو نہین روئی رکہنی کو بعض علما نے پسند نہین کیا اور شارح نے لا بأس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نرکہنا بہتر ہے کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکہی جائین دونو ہاتہہ مردہ کے اوسکے دونو پہلو مین نہ اوسکی چہاتی پر اسلئی کہ چہاتی پر ہاتہہ رکہنا کفار کا طریقہ ہی یعنی مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہے اوسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیہ وقالت الائمۃ الثلاثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہما قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائی شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھہ لگانے سی نہ اوسکی طرف نگاہ کرنے سی صحیح قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینون امامون نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی اسلئی کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا ہم اسکی جواب مین کہتے ہین کہ یہہ نہلانا حضرت مرتضیٰؓ کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور نسب جاتا رہتا ہی موت سی مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکی بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضیٰ پر انکار کیا ایسا مذکور ہی عینی کی شرح مجمع مین ھم خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اوسکو اپنی ہاتہہ سی تیمم کرادی اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتہہ پر تھیلی چڑہاکر تیمم کرادیوا اور اوسکی ہاتہہ نہ دیکھی لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اوسکو جائز ہے کہ ہاتھہ دیکھے اور یہہ غالباً اس نظر سی ہی کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھہ لگانے کے خفیف تر ہی اور حضرت فاطمہؓ کی غسل کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکھا ہی کہ آپکو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تہا اور حضرت مرتضیٰؓ کیطرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہہ یہہ کہ اوسکی تمام سامان کے آپ متکفل ہوئی تھی اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہہ آپکی خصوصیات مین سی ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہا کہ فاطمہؓ تمہاری زوجہ ہین دنیا و آخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل خصوصیت ہے سبب سے مراد اوسمین قرابت سببی ہی جیسی زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہے کذا فی الشامی مختصراً وہی لا تمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبی اور عورت منع کیجاویگی اپنے خاوند کے نہلانے سی اگرچہ ذمیہ یعنی کتابیہ ہو بشرط باقی رہنی نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہہ تینون نہ آقا کو نہلا دین اور نہ آقا اونکو نہلا دی روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبے ھم یعنی ام ولد اور مدبرہ مین بعد مرنیکے ملک باقی نہین رہتی جو موجب حلت وطی تھی اور اسیطرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہے شامی نے کہا کہ تغسلونہ

بصیغہ جمع مذکر غلط ہے صحیح تغسلنہ بصیغہ جمع مونث چاہیئے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ لا اذا اسلمت او مست ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اوسکا ہی غسل کیوقت نہ موت کیوقت تو منع کیجاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے سی جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سی پیشتر یا مرتد ہوئی اوسکی موت کے بعد پہر مسلمان ہو گئی یا چہولیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سی بسبب جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے ھم یعنی پہلی صورتین زوجیت وقت موت کے باقی نرہی اور پچہلی صورتون مین موت کیوقت نکاح تہا پہر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیا نسبت کہنا مناسب یہہ تہا کہ فی الزوجۃ بدون تی کے کہتا وجاز لہا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ اعتباراً بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہی مجوسی عورت کو نہلانا اپنی شوہر کا اگر وہ مسلمان ہوکر مرگیا پہر وہ مسلمان ہوئی بعد اوسکی بسبب حلال ہونے اوسکے ہاتھہ لگانے کے اس صورتین حالت زندگی کا لحاظ کرکے ھم یعنی اگر شوہر مسلمان ہوکر زندہ رہتا اور اوسکی مسلمان ہونیکے بعد اسکی زوجہ

مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسیطرح جب اوسکے مرنیکے بعد مسلمان ہوئی تو اس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست
ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل ولا یصلی علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر
آدمی کا یا ایک نصف اوسکے دو آدہون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور نہ اوسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کردیا جاوے مگر جس صورت مین کہ
نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاویگا بحر الرائق مین کہا کہ اگر نصف وظہر معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے
والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال و
الحفار کذلک سیلہ اور افضل یہی ہے کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اجرت مانگے تو درست ہے اگر کوئی نہلانیوالا وہان اوسکے
سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین بسبب واجب عین ہو جانے نہلانیکے اوسپر اور چاہئیے کہ حکم جنازہ کے اٹھانیوالے
اور گور کن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز یعنی کہ اس صورت مین اٹھانا اور قبر کھودنا اوسپر واجب ہوگا اور
طاعت پر اجرت لینی درست نہین کذا فی الشرح ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزأ ای لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین لذا
قال لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فتحریکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ
غسل صح وان لم یسقط الفرض عنہم شرنبلالیۃ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اوسکے پاک ہو جانیکو نہ واسطے ساقط کرنے فرض
کے مکلف شخصون کے ذمہ سے اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ
بہت سے پانی مین پایا گیا تو اوسکو تین بار نہلانا ضرور ہے اسلئے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانیکا پس اوس مردہ کو غسل کی نیت سے تین
بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت بیان کرنا اسبات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اوسپر نماز پڑہین بدون دوبارہ غسل دینے
کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اون سے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ لینا چاہئیے ط طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہے کہ نہلانے مین
نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اوسکا ساقط ہوگا اگرچہ اوسکو نیت نہو اور پانی مین مردہ
کا ملنا دوسری صورت ہے اسمین بدون نہلانے فرض ساقط نہوگا انتہی وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام وقالوا
لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور آپکی اولاد سے
کہا کہ یہہ طریق ہے تمہارے مردون کا ط طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہہ شریعت قدیم ہے اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ نہلانیوالیکا مکلف
ہونا شرط نہین اور اسیوجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپکے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا **فروع مسائل**
متفرقہ شارح کے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا علامۃ فان فی دارنا غسل وصلی علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا
کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرحکا مردہ دار الاسلام مین ہو تو اوسکو نہلاکر نماز پڑھی جاوے اور اگر بے علامت دار الاسلام
مین پایا جاوے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑہی جاوے قہ بدائع مین ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم
ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک
ہندوستان مین موچہون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہونیکی ہے اختلط موتانا
بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل دفنہم مسلمانون کے مردے کافرون مین ملگئے اور
کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنی اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دئے جاوینگے نماز کے حق مین یعنی اونپر نماز پڑہی جاوے اور
دعا مین مسلمانونکی نیت کیجاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑہی جاوے نہلاکر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کئے جاوین
کذا فی شرح الطحاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سبکو غسل دیا جاویگا اور اونپر نماز پڑہنی اور اونکو دفن کرنے کی جگہہ مین اختلاف ہے

ھم بعض فقہانے کہاکہ اوپر نماز نہ پڑہی جاوے کیونکہ اکثر بعض مسلمانوں پر نماز نہیں پڑہی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہین اور کافر پر نماز کسیطرح
سے جائز نہین بدلیل ارشاد خداوندی (ولا تصل علی احد منہم مات ابدا) یعنی اونمین سے جو مر گیا ہو اوسپر کبہی نماز مت پڑہ اور بعض
فقہانے کہاکہ نماز پڑہی جاوے کیونکہ یہان اگر تعیین نہین ہوسکتی تو قصد سے تو عاجز نہین مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑہلے شامی نے
کہاکہ مذہب باقی تین امامون کا یہی ہے اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور محل دفن مین بھی اختلاف ہے بعض نے کہاکہ مسلمانون کے قبرستان
مین دفن ہون اور ہندوانی نے کہاکہ اونکے لئے قبرستان علیحدہ بنادیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہے کذا فے الحموی کذا فی ذمیّۃ
حاملٍ من مسلم قالوا والاحوط دفنہا علی حدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد لظہرہا جیسے اختلاف ہے دفن مین اوس ذمی کتابیہ
کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہانے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہے اوسکا دفن کرنا علیحدہ اور کیجاوے اوسکی پشت قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ
کامنہ ماں کی پشت کیجانب ہے ھم یعنی بچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن مین اسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ بچہ کامنہ
قبلہ کیطرف رہے شامی نے کہاکہ اختلاف متصور تبہی ہے کہ بچہ مین جان پڑ گئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق
کفار کے قبرستان مین دفن کیجاوے ومات بین رجالٍ او ہو بین نساءٍ یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃٍ اگر عورت مرگئی درمیان
مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کرادے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرادے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرادے
اور اگر محرم نہو تو اجنبی تہیلی سے تیمم کرادے یعنی اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ
کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرادے ویُیمّم الخنثی المشکل لو مراھقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال او النساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل اگر قریب
بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو تو وہ مثل اور بچون کے ہے اوسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنی بچہ ہونیکی صورت مین اوسکے
اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یُمّم لفقد ماءٍ وصُلّی علیہ ثم وُجد غُسّل وصُلّی ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہ ہونے
پانی کے اور اوسپر نماز پڑہی گئی پہر لوگونکو پانی ملا تو مردہ کو نہلادین اور نماز دوبارہ پڑہین اور ایک قول یہہ ہے کہ غسل ندین اور نہ نماز
کا اعادہ کرین ھم بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونو چاہئین اور امام صاحب کے نزدیک صرف
غسل دینا چاہیے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے
سے تیمم کرکے نماز پڑہ لے پہر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بھی چاہیے شامی نے کہاکہ قول راجح موافق
اصول کے یہی ہے وسُنّ فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح واستحسنہا المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن مین مرد کیواسطے تین کپڑے ایک ازار یعنی چادر سر سے لیکر پانون تک اور ایک قمیص یعنی کفنی گردن سے
لیکر پانوتک بدون آستین کے اور ایک بوٹ کی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لئے صحیح قول مین کذا فی المجتبے اور اچہا جانا ہے اوسکو
پچہلے فقہانے علما اور سادات کیواسطے ھم اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہے اور محیط مین ہے کہ پگڑی کسی
حال مین باندہی نجاوے خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہاکہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حالمین مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا بأس بالزیادۃ
علی الثلث اور کچہ مضائقہ نہین تین کپڑون سے زیادہ کرنیکا ھم یہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہے مگر مجتبی مین ہے کہ زائد کرنا
تین سے مکروہ ہے کذا فے الطحطاوی ویحسن الکفن لحدیث حسّنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم
ظہیریۃ اور اچہا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچہا کرو مردونکے کفنونکو کہ وہ آپسمین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچہا ہونے سے
فخر کرتے ہین یعنی خوش ہوتے ہین اسوجہ سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریۃ ھم اچہی کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنی جیسے کپڑے
جمعہ اور عید مین پہنتا تہا ویسے کا کفن سفید اور ستہرا دینا چاہیے یہہ مراد نہین کہ بہاری دام کا ہو کیونکہ اوس سے ابوداود کی حدیث

ہی ہے کذا فی الشامی ولها درع ای قمیص وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدیاها وبطنها اور عورت کیواسطے کفن مسنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنی قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑہنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چہاتیان اور پیٹ باندھا جاوے ہم قہستانی مین درع اور قمیص مین یہہ فرق لکہا ہے کہ درع یعنی عورت کی کفنی کا گریبان چہاتی کیطرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈہون کیطرف اور اوڑہنی کی مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چہاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفاية له ازار ولفافة فی الاصح لها ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلك اور کفن کفایہ مرد کیواسطے دو چادرین ہین صحیح قول مین اور عورت کیواسطے دو کپڑے اور ایک اوڑہنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہے ہم مرد کو دو کپڑے اسلئے کفایت ہوئے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا دو ہی کپڑے ہوتے ہین اور اسیلئے اگر دو کپڑون مین نماز پڑہیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحرالرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تعیین دو کپڑون کی نہ کیجاے یعنی خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیئے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر ہے اسلئے سوا اوڑہنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہے کہ تمام سے سر اور گردن چہپی رہیگی وکفن الضرورة لهما ما یوجد واقله ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورة کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کیلئے وہ ہے جو میسر ہوا اور اسکی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چہپاوے مثل زندہ کی ہم کل بدن کے چہپانے کی دلیل مصعب بن عمیرؓ کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوئے تو انکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچہہ نہ تہا اور وہ اتنی تہی کہ اگر اس سے انکا سر ڈہانکتے تہے تو پانو کہلجاتے تہے اور پانو ڈہانکتے تہے تو سر کہلجاتا تہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے سر ڈہانکنے کا حکم فرمایا اور پانو کو گہاس سے چہپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پاؤ پر گہاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافة اولا ثم یبسط الازار علیها ویقمص ویوضع علی الازار ویلف یساره ثم یمینه ثم اللفافة کذلك لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کیصورت یہہ ہے کہ بچہائی جاوے اول پوٹ کی چادر پہر اوسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکہا جاوے اور اوسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پہر پوٹ کی چادر اسطرح کہ اول بائین طرف پہر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تاکہ داہنی جانب بائین کے اوپر رہے والمرأة تلبس الدرع ویجعل شعرها ضفیرتین علی صدرها فوقه ثم الخمار فوقه ای الدرع تحت اللفافة ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہنا کر اوسکے بال دو حصے کرکے سینہ پر کفنی کے اوپر رکہے جائین اور بالون کے اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑہنی کیجاوے پہر کیا جاوے جیسا گذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اوسپر لپیٹی جاوے اسطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیئے سو بحرالرائق مین تو یہہ لکہا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیئے تاکہ کفن کہلنے نپاوے اور جوہرہ مین یہہ ہے کہ اول ازار لپیٹین اور اسکے اوپر سینہ بند باندہین اوسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشاره اور کفن باندہ دیا جاوے اگر خوف ہو اوسکے کہلجانیکا والخنثی المشکل کالمرأة فیه ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہے یعنی احتیاطًا اوسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بہی زیادتی کا کچہہ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اوسکو نہ دیا جاوے کذا فی الشامی والمحرم کالحلال والمراهق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنی اسکا سر ڈہانکا جاوے اور اوسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے ہے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑونکا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراهق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہے ہم حلیہ مین ہے کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اوسکے لئے سب سے بہتر یہہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاوے تب بہی اچہا ہے اور ایک کا دیا جاوے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا ہوا ایک

کپڑے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اوسکو نہ دیا جائے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اوسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون
کی رعایت نہ کیجاے اور یہی حال اُس بچہ کا ہے جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی وآدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ
بعد اخریٰ اور جس آدمی مردہ کا کفن اُتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنی پھٹا نہو اوسکو کفن دیا جاے مثل اُس شخص کی کہ دفن نکیا گیا ہو
تلے تین کپڑون کا کفن اوسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین ھم اگر ایکبار کا کفن کسی نے چرالیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاے
تو سہ بارہ دین اور علیٰ ہذا القیاس جبتک وہ مردہ پھٹے نہین تبتک کفن دیتے جائیں اوسکی خاص مال سے اور اگر اوسکا مال وارثون
مین بٹ گیا ہو تو اوسی مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اوسکو
ایک کپڑے مین کفن دیا جاے ھم اور یہی حال کافر مردہ کا ہے کہ اگر اوسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اوسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا
فی البدائع والی ھٰنا صار المکفنون احد عشر والثانی عشر الشھید ذکرھا فی المجتبیٰ اور یہانتک کفن دئے گئے شخص گیارہ ہوئے اور بارہوان
شہید ہے ذکر کیا ہے اوسکو مجتبےٰ مین ھم یعنی پانچ متن مین مذکور ہے گئے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثیٰ مشکل چہارم جسکا کفن
چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھہ بیان کئے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم
بچہ مذکر پنجم بچہ مونث ششم بیٹ کا اگرا بچہ یہہ گیارہ ہوئے اور شامی نے دو اور زیادہ کئے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو
انکو ملا کر تیرہ ہوئے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرد وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجواز
بکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض او ما کان یصلی فیہ اور مضایقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون
کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوئے کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز
ہے اور سب سے بہتر کفن سفید ہے یا وہ رنگ جسمین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من یجب علیہ نفقتہ فان تعدد وافعلی
قدر میراثھم اور جس مردہ کا کچھہ مال نہو اوسکا کفن اُس شخص پر واجب ہے جسپر اوس مردہ کا نفقہ واجب ہے اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو
کفن اونپر حصہ رسد موافق اونکی میراث کے ہوگا یعنی جسطرح اونپر نفقہ واجب ہے اوسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی
باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنھا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ
فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتھا اور اسمین اختلاف ہے کہ شوہر پر اوسکی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہین اور فتوی شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے
کا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہے بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہے اسلئے کہ کفن مثل
زوجہ کے لباس کے ہے ھم اسبابمین فتوی مختلف ہے تجنیس اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر عورت کا مال نہو تو کفن زوجہ پر ہے اور اسی پر فتوی
ہے اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہے اوسمین یہہ ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اوسپر اوسکا کفن واجب ہے اور
اسی پر فتوی ہے اور خانیہ مین بلا قید فتوی مذکور ہے یعنی عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورتمین اوسکا کفن
شوہر پر واجب ہے اور اصل اسمین یہہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کیلئے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہے اوسی پر وفات کے بعد کفن کے
لئے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصراً وان لم یکن ثمۃ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین
تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیئ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبیٰ وظاہرہ انہ لا یجب
علیھم الا سؤال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین سے ہوگا اور
اگر بیت المال مین روپیہ یا جنس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھہ نہو یعنی جن مصارف مین اسکا صرف ہونا چاہیے اوسمین صرف نہوتا ہو تو کفن
مسلمانون پر واجب ہوگا یعنی جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اونپر کفن دینا اسکا واجب ہوگا اور اگر وے لوگ بسبب مفلسی کے نہ دے سکیں تو وہ مالدار

اور سوائی کفن کے اوسکو لئی کپڑا لگیں پھر اگر اُس کپڑے سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والیکو واپس کردیں اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہہ کپڑا دیا تھا
اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اُس باقی کپڑے سے اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دیں اور اگر کوئی اور مردہ اسطرح کا نہ ملے تو اوس
کپڑے کو خیرات کردیں کذا فی المجتبے اور ثواب کہنے سے یہہ ظاہر سبب معلوم ہوتا ہے کہ واقف کار و نیز صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے کفن
کفایت کا الطحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف کار نہ دینگے تو سب گناہگار ہونگے ولو کان فی مکان لیس فیه الا واحد وذلک
الواحد لیس له الا ثوب لا یلزمه تکفینه یعنی اور اگر مردہ ایسی جگہہ ہو جسمین صرف ایک شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے
دوسرا نہو تو اوسپر لازم نہین کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن
احسان کرنیوالے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کہا جاوے تو اُسکا کفن اصل مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین
پاسکتا کذا فی الشامی والصلوة علیه صفتها فرض کفایة بالاجماع فیکفر منکرها لانه انکر الاجماع فتنبه کذا فیه وغسله وتجهیزه فانها فرض
کفایة اور جنازہ کی نماز کا بیان یہہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنیوالا اسلئے کہ اوسنے انکار کیا اُس امر کا جو
اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین ۱۲ شارح ماتن
نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اوسکی کیفیت اور اوسکی لئی زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد
کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونیکا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیزین اور نمازونکی مفسد ہین
وہی اس نماز کی مفسد ہین بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اسمین
بیوضو ہو جاوے تو اوسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته ثم انما تحقق علیه التراب فیصلی علی قبره
بلا غسل ان صلی علیه اولا استحسانا اور شرطین نماز جنازہ کی چہہ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنی اسکے بدن اور کپڑے
اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُسوقت تک شرط ہے کہ اوسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اوسکی قبر پر نماز پڑہی جاوے بدون غسل کے اگر
پیشتر نماز پڑہی گئی ہو قبر پر نماز پڑہنا بوجہ استحسان کے ہے ۱۲ وجہہ استحسان کی یہہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت
کے اسلئے جائز نہوئی اور اب دفن کردینے کے سبب سے طہارت متعذر ہے اسلئے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیة الطهارة
من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وستر العورة شرط فی حق المیت والامام جمیعا فلو ام بلا طهارة والقوم بها اعیدت وبعکسه لا اور قنیہ
مین ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چہپانا برہنگی کا شرط ہے میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون
طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھہ ہون تو نماز پہر سے پڑہی جاوے اور اسکے عکس مین یعنی مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے
اعادہ نکیا جاوے اسلئے کہ صرف امام کی نماز سے سبکے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور پہلی صورت مین امام کی نماز پر اورونکی نماز مبنی تھی جب
اوسکی نہوئی تو کسیکی نہوئی ۱۲ هم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد
اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن ناپاک ہو جاوے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاوے تو دفع
حرج کے لئے یہہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز درست نہوگی کذا فی الطحطاوی وکالو امت امرأة
ولو امة لسقوط فرضها بواحد ۱۲ جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نکیا جاوے بسبب ساقط ہونے
فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑہنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی
اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام ثم الشرط حضوره ووضعه وکونه هو او اکثره امام المصلی
وکونه للقبلة ۱۲ باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچوین

شرط مردہ کا رکہا جانا ہی زمین پر خواہ ہاتھون پر زمین سی قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہہ ہی کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ
کیجانب ھم اگر مردہ کے ستر عورت اور قبلہ کیطرف ہونیکو جدا شرط ٹھہرایا جاوی تو شرطین آٹھہ ہوجاوینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ
کرو تو دس ہونگے پہر سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق مین شرط ہی جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہون تو سب کا سامنے ہونا شرط نہین ایک کا
ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فلا تصح علی غائب ومحمول علی نحو دابۃ وموضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علی الصبی
پس نہین درست ہی نماز اوپر مردہ غائب کے بسبب پائی جانے شرط موجودگی کے اور نہ اوسپر جو اوٹہایا ہو مثل سواری پر یعنی کسی گاڑی
یا جانور یا لوگونکے مونڈہون پر ہو بسبب پائی جانے شرط رکہی جانے کے زمین پر اور نہ اوسپر جو رکہا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام
کے ہی ایک طرح سی نہ دوسری طرح یعنی بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے پر ھم یعنی اس لحاظ سی کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کیطرف
ہونا اور ستر عورت شرط ہے مردہ مثل امام کے ہی اور ہر وجہ سی امام نہین کیونکہ اگر ہر وجہ سی امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہوتی اسلیے کہ لڑکا
قابل امام ہونے کے نہین طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سی معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہین اور طہارت کی شرط سی معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر
درست نہین اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہین اور بلوغ امام کی شرط سی پایا گیا کہ لڑکے کی امامت درست نہین
وصلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہی یا خاص ہے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئی ھم یعنے یا تو صلوۃ کے معنی صرف دعا کی لئی جائین یا یہہ نماز غائب پر آپکے خواص سی ہی نجاشی بکسر نون
وفتح جیم بلا تشدید و یا مخففہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تہا اوسکی خبر مرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سی معلوم ہوئی آپنے اصحاب
کو خبر دی اور اونکے ساتھہ اوسپر نماز پڑہی شامی نے کہا کہ لغوی معنی لینے بعید ہین بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سی کہا جائے یا یہہ کہ نجاشی
کا جنازہ آپکے سامنے کردیا گیا ہو کہ آپ دیکہتے ہون اور دوسرے انکو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤا
ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہی اگر لوگون نے سر کو ٹانگون کی جگہہ رکہدیا ہو اور انہون نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو الٹا رکہا یعنی
سر جنازہ کا امام کے دہنے ہاتھہ چاہئی اگر بائین ہاتھہ رکہکر پڑہین گے تو مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو تحروا القبلۃ صحت
ان تحروا والا لا مفتاح السعادۃ اور اگر چوک گئی قبلہ کو یعنی اور طرفکو نماز جنازہ پڑہی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا
اٹکل پڑہی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کیصورت مین اٹکل کرنا فرض ہی ورکنہا شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط
فلذا لم یجز بناء اخری علیہا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کی رکن دو چیزین ہین اول چار تکبیرین دوم کہڑا ہونا شارح نے
کہا کہ اس سی معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بہی رکن ہی شرط نہین اور اسیوجہ سی جائز نہین دوسری تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کہڑا
ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹہکر بدون عذر کے صحیح نہوگی ھم پہلی مسئلہ کیصورت یہہ ہی کہ امام نے اول اللہ اکبر کہا پہر اس تکبیر سی نیت دوسری
اللہ اکبر کی بہی کرلی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت مین صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی وسننہا ثلث
التحمید والثناء والدعاء فیہا ذکرہ الزاہدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولی شرط ردہ فی البحر بتصریحہم
بخلافہ اور سنتین اس نماز کی تین ہین حمد و ثنا کرنا اور نماز مین دعا کرنا ذکر کیا ہی اوسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھہ کمال الدین محقق نے سمجہا
ہے کہ دعا رکن ہی اور تکبیر اولی شرط ہی اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے اوسکی خلاف پر ھم شارح کے قول سی معلوم ہوتا
ہے کہ ثنا اور چیز ہی اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللہم وبحمدک کہی اس سی معلوم ہوا کہ دونون سے
مراد ایک ہی چیز ہے تو مناسب تہا کہ یون ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہی اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اسلیے کمال نے
دعا کو رکن کہا اور تکبیر اولی کو تحریمہ کیواسطے ہونے کیوجہ سی شرط کہا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہی چنانچہ محیط مین

مصرح ہے کہ دعا سنت ہے اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین مسبوق لگاتار تکبیرین کہلے درود و دعا کو ترک کرے اگر دعا رکن ہوتی تو
مسبوق اوسکو کسطرح ترک کرتا اور تکبیر اولے اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اوسپر نا جائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح نے باب صفة الصلوة
مین میت کے لئے دعا کرنا نمازی پر واجب کہہ چکا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہے اور تکبیر اولی کے باب
مین قول فیصل یہہ ہے کہ من وجہ شرط ہے اور من وجہ رکن لیتنے وهی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طریق فلا
یغسلون ولا یصلی علیهم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعده صلی علیهم لانه حد او قصاص کذا اهل عصبة ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق
خنق غیر مرة فحکمهم کالبغاة اور نماز جنازہ فرض ہے ہر مسلمان پر جو مر جاوے سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج
ہو جائین دوسرے قوم راہزن کہ نہ نہلائے جائین اور نہ اونپر نماز پڑہی جاوے جبکہ لڑائی مین مارے جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائین تو
اونپر نماز پڑہی جائے اسلئے کہ یہہ قتل یا حد ہے یا قصاص ہے اور جو شخص حد یا قصاص مین مارا جاتا ہے تو نہلایا جاتا ہے اور نماز پڑہی جاتی ہے
شامی نے کہا کہ اگر یہہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد تب بہی نماز پڑہی جائیگی اور مثل باغیون کے ہین اہل عصبہ جو اپنی
قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرے شخص مکابر ہے شہر مین رات کو ہتہیار سے اور جو ہتہا گلا گہونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گہونٹا ہو تو
اگر اہل عصبہ اہانت کرنے ہین اور مکابر اور گلا گہونٹنے والا اسی حالت مین مارا جائے تو اونکا حکم مثل باغیون کے ہے اونپر نماز نہ پڑہی جاوے
ھ مکابر وہ شخص ہے کہ کسی جگہہ مین کہڑا ہو جاوے اور جو اوسطرف کو نکلے اوسکا مال چہین لے کذا فی الشامی من قتل نفسه ولو عمدا یغسل
ویصلی علیه به یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیره ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انه علیه السلام اتی برجل قتل نفسه فلم
یصل علیه جو شخص کہ اپنے آپکو قتل کرے اگرچہ جان بوجہکر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اوسپر نماز پڑہی جاوے اسی پر فتوی ہے اگرچہ قاتل اپنے
نفس کا زیادہ گنہگار ہے بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اس روایت سے جو صحیح مسلم مین ہے
کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خود کشی کی تہی تو آپ نے اوسپر نماز نہ پڑہی ھ امام ابو یوسف کا قول
ہے کہ اپنے نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑہی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہے بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث
مین کوئی دلالت اسبات کی نہین کہ اوسپر کسی نے نماز نہ پڑہی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑہی تو شاید زجر و توبیخ کرلئے
ہو جیسے مقروض پر نہین پڑہی تہی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہے لا یصلی علی قاتل احد ابویه اهانة له والحقه فی النهر بالبغاة اور جسنے
اپنے والدین مین سے ایک کو مار ڈالا ہو اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اوسکی اہانت کیواسطے اور لاحق کیا ہے اوسکو نہر الفائق مین باغیون کے ساتھہ
یہہ قاتل پانچوان شخص نہین اونہین چار مین داخل ہے جو اوپر مذکور ہوئے کذا فی الطحطاوی وهی اربع تکبیرات کل تکبیرة قائمة مقام رکعة
یرفع یدیه فی الاولی فقط وقال ائمة بلخ فی کلها ویثنی بعدها وهو سبحانك اللهم وبحمدك ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم كما في التشهد
بعد الثانية لان تقديمها سنة الدعاء ويدعو بعد الثالثة بامور الاخرة والماثور اولی اور نماز جنازہ مین چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام
ایک رکعت کے ہے اوٹہاوے دونو ہاتہہ اپنے فقط پہلی بار اللہ اکبر کہنے مین اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتہہ کانون تک اوٹہاوے
اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام اعظم سے بہی ہے مگر قول اول ظاہر الروایت ہے کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑہے
اور ثنا یہہ ہے سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناؤک ولا اله غیرک پہر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود پڑہے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات مین یعنی وہ درود پڑہنا چاہئے جو التحیات مین پڑہتے ہین اسلئے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت
ہے اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہے بہتر ہے ھ دعا حدیث کی یہہ ہے اللهم اغفر لحینا ومیتنا
وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان در حرف

بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر پڑھا وہ عاجز ہی اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله
ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا
خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار كذا في الصحيح تو اگر تمام یہ دعا یاد نہو تو جو ٹریب ترہیب حفظ
ہو اور جیسکو دعا حدیث یاد نہو وہ یون کہے اللھم اغفر لنا ولوالدينا وللمؤمنين والمؤمنات كذا في الفتح وقدم فيه الاسلام مع انه الايمان
لانه منبئ عن الانقياد فكانه دعا في حال الحياة بالايمان والانقياد واما في حال الوفاة فالانقياد وهو العمل غير موجود اور مقدم
کیا گیا دعا حدیث میں اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہی اسلیے کہ اسلام خبر دیتا ہے فرمانبرداری سے تو گویا حالت حیات میں دعا ایمان
اور انقیاد دونوں کی ہے اور حالت موت میں فرمانبرداری موجود نہیں ۱۲ اسلام کے معنی ایک شرعی ہیں اور ایک لغوی شرعی معنی اسلام کے
اور ایمان کے ایک ہیں اور لغت میں اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہیں تو شارح حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہے کہ زندگی میں
اسلام کی دعا اسلیے ہوئی کہ حالت حیات کو دونوں معنی سے مناسبت ہے اور حالت موت میں چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہیں اسلیے
موت میں ایمان کی درخواست مناسب ہوئی کذا في الشامي مختصرا وتسليم بلا دعاء بعد الرابعة تسليمتين ناويا الميت مع القوم اور سلام پھیرے
بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنی داہنی اور بائیں طرف نیت کرے مردہ کی مع مقتدیوں کے ۱۲ خانیہ میں کہا کہ سلام میں مردہ
کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہیں ہوسکتا لیکن خیرالدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلیے کہ آخر قبرستان میں السلام علیکم کہتے ہی
میں پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا في الشامي ويسر الكل الا التكبير زيلعي وغيره لكن في البدائع العمل في زماننا على الجهر
بالتسليم وفي جواهر الفتاوى يجهر بواحدة اور ان سب باتونکو آہستہ پڑہے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ میں لیکن بدائع میں کہ
عمل ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ سلام پکار کر کہتے ہیں اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنی دوسرے کو آہستہ کہے
ولا قراءة ولا تشهد فيها وعين الشافعي الفاتحة في الاولى وعندنا تجوز بنية الدعاء وتكره بنية القراءة لعدم ثبوتها فيها عنه عليه السلام
اور نماز جنازہ میں نہ قرأت قرآن ہے نہ التحیات اور معین کیا ہی امام شافعیؒ نے الحمد کو بعد تکبیر اولے کے اور جائز ہے ہمارے نزدیک الحمد
پڑہنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولے کے اور اسصورت میں قائم مقام ثنا کے ہو جائیگی اور مکروہ تحریمی ہے قرأت کی نیت سے الحمد کا پڑہنا
بسبب نہ ثابت ہونے قرأت الحمد کے نماز جنازہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وافضل صفوفها آخرها اظهارا للتواضع اور نماز جنازہ
کی سب صفوں میں بہتر پچھلی صف ہے بسبب ظاہر کرنے تواضع کے ۱۲ یعنی پچھلی صف میں انکسار زیادہ پایا جاتا ہے تو عجب نہیں کہ مردہ کے
باب میں قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہو جاوے کذا في الطحطاوي ولو كبر امامه خمسا لم يتبع لانه منسوخ فيمكث المؤتم حتى يسلم معه
اذا سلم به يفتى هذا اذا سمع من الامام لو من المبلغ تابعه وينوي الافتتاح بكل تكبيرة وكذا في العيد اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیرین نماز جنازہ
میں کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلیے کہ پانچوین بار اللہ اکبر کہنا منسوخ ہے تو مقتدی ٹھہر جاوے یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام
پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوی ہے یہہ حکم اسصورت میں ہے کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر مکبر سے سنے تو اسکی متابعت کرے
اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے اور یہی حال عید میں ہے کہ اگر امام سے تکبیرین سنے تو بعد چند تکبیرون کے متابعت نکرے اور اگر
مکبر سے سنے تو اسیقدر آپ کہے ۱۲ یعنی ممکن ہے کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے تکبیر کی دو ایک تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہا ہو اسلیے ہر تکبیر
پر نیت شروع کی کرلے تاکہ امام سے پہلے تکبیر واقع ہو اور یہہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہے اسکی وجہہ یہہ ہے کہ زیلعی نے کہا
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیرین کہیں اور پہر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث میں
پانچ یا سات یا نو تکبیرین مذکور ہیں وہ آپکے آخر فعل سے منسوخ ہیں كذا في الطحطاوي ولا يستغفر فيها لصبي ومجنون ومعتوه لعدم تكليفهم

اور مغفرت کی درخواست کیجاویگا جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ اور سقیل کے لئے بسبب مکلف ہونے ان لڑکوں کے ہم شامی نے کہا کہ مجنون
اور معتوہ سے یہہ مراد مین جو اصلی ہون یعنی موت تک اونکو ہوش و عقل درست ہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونیکے دیوانہ یا سقیل ہوا ہو
تو اوسکے گناہ دیوانگی پانیسے عقل سے ساقط نہین ہونگے اونکے لئے مغفرت مانگی جاویگی بل یقول بعد دعاء البالغین اللہم اجعلہ لنا فرطاً
لفتحتین ای ما تقدم الحوض یہیئ الماء کو ہو دعاء لہ ایضاً بتقدمہ فی الخیر لاسیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لہما
ثواب التعلیم واجعلہ لنا ذخراً بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعاً مشفعاً مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے حوض و ما بالغون کے آگے جاکر اوسکو ہمارا
فرط اور کر اوسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا اور سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را سے جملہ ہی بمعنے آگے بڑھنے والا
حوض کو تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہی اور مشفع بصیغہ مفعول باب تفعیل بمعنی مقبول الشفاعت ہی اور
یہہ دعا لڑکے کے لئے بھی ہی واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کیطرف خصوص اسصورت مین کہ فقہانے کہا ہی کہ لڑکے کی نیکیاں لڑکے ہی کو ملتی
مین نہ اوسکے ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہی ہم یہہ جواب ہی اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لئے ہوتی ہی اور اس دعا میں
میت کا نفع کچھہ نہین بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیوں کا ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر
پہونچیگا تو اسمین اوسکے لئے دعا ہی آگے بڑھنے کی دوسری یہہ کہ ثواب حسنات کا انہیں کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہی تو اسصورت مین
بھی دعا اوسکے لئے مفید ہوگی اور یہہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہی جو کسی کسی نسخہ میں
پایا جاتا ہی سے بجای دعاء بالغین کے یہہ دعا پڑھی چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ مقتضائے
متون اور فتاوی کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہہ ہی کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاوے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہہ دعا ادعیہ
اور کتب میں اسطرح ہے (اللہم اجعلہ لنا فرطاً واجعلہ لنا اجراً وذخراً واجعلہ لنا شافعاً ومشفعاً) اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدلدے یعنی اجعلہ کی
جگہہ اجعلہا اور دل جگہہ کہے اور آخر میں شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی نصرف ویقوم الامام بالصدر مطلقاً للرجل والمرأۃ
لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ میت کے ہر حالمین مرد اور عورت کے لئے اسلئے کہ سینہ
جگہہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیوں کی مردہ کیلئے اوسکے ایمان ہی کے سبب سے ہو والمسبوق ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال
بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما قرانا کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لا یبدأ بما فاتہ اور جسکو کچھہ تکبیرین امام کے ساتھہ نملی ہون یعنی
پیچھے آکر شریک ہوا ہو وہ اوسوقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اوسکی تکبیر کے ساتھہ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر
گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہی اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں سے شروع نہین کیا کرتا ہم یعنی اگر مسبوق کو ایک دو
رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہی اسیطرح نماز جنازہ کے مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہئیں امام کے سلام کے
بعد کہنی چاہئیں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہہ تکبیر معتبر نہوگی بعد سلام کے اسکو
پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہی کہ جب مقتدی حاضر ہوا اوسیوقت تکبیر کہے
ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نکہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے اوسوقت
اللہ اکبر کہکے شریک ہو اور ایک تکبیر اوسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اوسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہہ شخص آیا اوسیوقت تکبیر
تحریمہ کہکر شریک ہوجاوے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھہ کہے اسصورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی حال التحریمۃ بل
یکبر اتفاقاً للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کیوقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف
کے اسلئے کہ وہ شخص مثل مدرک کی ہی یعنی ایک شخص امام کی تحریمہ کیوقت موجود ہی مگر اوسکے ساتھہ تکبیر تحریمہ نہیں کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار

تکبیر تحریمہ کیوقت تحریمہ کیونکر شریک ہوجاوے اسلئے کہ تحریمہ کیوقت موجود ہونیکے باعث وہ مدرک کی مانند ہوگیا گویا کہ امام کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہا ثم یکبران ما فاتہما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشیا رفع المیت علی الاعناق پھر مسبوق اور موجود شخص تکبیرین کہیں جسقدر اونکو فوت ہو جائیں بعد فارغ ہونے امام کے پیہم بدون دعا کے اگر خوف کرین میت کے اٹھائے جانے کا گردنون پر ہم موجود شخص سے فوت ہونے کیصورت یہہ ہے کہ مثلا امام نے دو تکبیرین کہہ لین اور یہہ شخص شریک نہوا تیسری مین شریک ہوا تو دو تکبیرین باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہوچکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھہ نہ کہے اوسکے پیچھے کہی تو اس سے کچھ فوت نہوگا کذا فی الشامی وما فی المجتبی من ان المدرک یکبر الکل للحال فشاذ نقل در مجتبی مین جو یہہ ہے کہ مدرک یعنی موجود وقت تحریمہ کی کل تکبیرین فوت شدہ اوسیوقت کہلے تو یہہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر مجتبی مین ہے کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص موجود تہا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہہ شخص تکبیر دوم مین امام کا شریک ہوجاوے اور پہلی تکبیر کو اسیوقت کہلے اسیطرح اگر دوسری اور تیسری مین شریک نہو تو چوتھی مین شریک ہو کر فوت شدہ کو اوسیوقت کہلے شارح نے کہا کہ یہہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہے کہ اکثر نے یہی کہا ہے کہ بعد سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیر الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلاثا کما فی الحاوی وعلیہ الفتوی ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کی چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اوسکو نماز فوت ہوگئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیر مین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز مین داخل ہوجاوے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام سلام پھیرلے تو تین تکبیرین کہلے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا بعد چوتھی کے شریک ہوجاوے تو وہ سلام کے بعد تین تکبیرین کہتا ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوی ہے ذکر کیا ہے اوسکو حلبی وغیرہ نے ہم یعنی طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیئے تب شریک ہوسکتا ہے اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہین اسلئے اوسکی شرکت نہین ہوسکتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہے اسلئے شریک ہوسکتا ہے کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز اور جبکہ کئی جنازے مجتمع ہوجائین تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑہنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھہ نماز پڑہنے کی اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے یعنی اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اوس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنی سب پر ایک ہی نماز پڑہی تو درست ہے فان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پس اگر چاہے تو ایک ساتھہ نماز پڑھنے کیلئے ہر تین سب جنازوں کو ایک صف کردے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤن کیطرف ہو اور امام کہڑا ہو اوس شخص کے سینے کے مقابل جو اون سب مین افضل ہو اور اگر چاہے تو اونکو قبلہ کیجانب ایک دوسرے کے پیچھے رکہکر صف بنادے اسطرح کہ ہر جنازہ کا سینہ امام کے مقابل ہو تاکہ امام سبکے سینہ کے مقابل کہڑا ہو اور اگر اسصورت مین زینہ کیطرح صف کرے یعنی ایک کا سر دوسرے کے پیچھے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تہوڑا سا بائین طرف کو رہے تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینون کیفیتون کی علت ہے کہ جسطرح چاہے پڑہے مطلب مین حاصل ہے درایتی الترتیب المعہود خلف حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراھقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد والعبد علی المرأۃ واما ترتیبہم فی قبر واحد لضرورۃ فبعکس ہذا فیجعل الافضل مما یلی القبلۃ اور لحاظ رکہے ترتیب معمولی کا آپس مین زندگی کی حالت مین یعنی اپنی پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پہر اوسکا جو اوس سے کم ہو مثلا عالم فاضل کا جنازہ اپنی متصل کرے پہر اور وںکا اور اگر علم و فضل مین برابر ہون تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پہر لڑکے کو پہر خنثی کو پہر

پھر صورت ماعہ کو پھر قریب البلوغ عورت کو اور آ اور یہ کا بیچھے ہم کیا جائے یا بچ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاوے صورت پر اور اونکی ترتیب ثابت
کیونکہ سوا ایک قبر میں مکہ الیٹہ ہے یعنی اگر کسی ضرورت سے ایک قبر میں کئی مردے دفنائے جائیں تو افضل تجھے جانب قبلہ کو کذا فی الفتح هم نے رات
کی تیرہ اپیلیں لکائی کہ دو شخصوں کا ایک قبر میں دفن کرنا درست نہیں جبتک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر میں ضرورت کیوجہ سے
دفن کریں تو دونوں کے درمیان میں مٹی کی آڑ یا کچی اینٹیں رکھدیں تاکہ دو قبروں کی صورت ہو جاوے اور بعد مٹی ہو جانے مردے کے قبر پر عمارت
بنانی اور کھیتی درست ہے کذا فی الطحطاوی ویقدم فی الصلوٰة علیه السلطان ان حضر او نائبه وهو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم
خلیفته ثم خلیفة القاضی ثم امام الحی فیه ایهام وذلک ان تقدیم الولاة واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من
الولی والا فالولی اولی کما فی المجتبی وشرح المجمع للمصنف مقدم کیا جاوے میت پر نماز پڑھنے کے لئے بادشاہ اگر موجود ہو یعنی اگر بادشاہ ہو تو بادشاہ
ورنہ اوسکا نائب اوسکا یعنی حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اسکا نائب پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف
کلام میں ایہام ہے یعنی یہ وہم ہوتا ہے کہ امام ہونا حاکم کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکساں ہے حالانکہ حکم دونوں کا مختلف ہے اور یہ امام
سے مقدم ہونا حاکموں کا واجب ہے اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہے اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو
ولی ہی اولی ہے جیسا مجتبیٰ اور مجمع کی شرح میں مصنف نے بحث کی ہے لیکن الیاس ذکرہ فی الدرایة امام المسجد الجامع اولی من امام
الحی مسجد طحطاوی اور درایہ میں ہے کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنی میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النهر ثم
الولی بترتیب عصوبة الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاهلا فالابن اولی پھر ولی موافق ترتیب عصبہ
نکاح کرنے کے مستحق ہے نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہے میت کے بیٹے پر باتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل
تو اس صورت میں بیٹا اولیٰ ہے هم ایک نسخہ میں فالابن کی جگہ والاسن ہے یعنی اگر قرابت میں دو ولی برابر ہوں تو بڑا عمر میں بہتر
ہے کذا فی الشامی فان لم یکن له ولی فالزوج ثم الجیران یعنی اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے میں شوہر اولی ہے پھر ہمسایہ کے
لوگ حق میں اجنبی شخصوں میں ومولی العبد اولی من ابنه الحر لبقاء ملکه اور غلام کا آقا بہتر ہے بہ نسبت اوسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی
رہنے ملک آقا کے هم بیٹے کی قید اتفاقی ہے آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہے اور ملک سے مراد حکمی ملک ہے ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی
ہے کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیة بغسله والصلوٰة علیه درمختار فتوی اوپر باطل ہونے وصیت کی ہے واسطے اپنے نہلانے اور نماز
پڑھنے کے هم یعنی مردہ نے وصیت کی مجکو فلاں شخص نہلاوے یا مجپر فلاں شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہے اسیطرح اگر وصیت کی
کہ فلاں کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلاں جگہ دفن کیا جاوے تو یہ بھی باطل ہے کذا فی الشامی وله ای للولی ومثله کل من یقدم علیه ای ولی
الاذن لغیره فیها لانه حقه فیملک ابطاله الا انه اذا کان هناک من یساویه فله ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکته فی الحق
اما البعید فلیس له المنع اور ولی کو اختیار ہے اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے اسلئے کہ امام ہونا اوسکا حق ہے تو اوسکو اختیار
اوس حق کے باطل کرنیکا مگر جب وہاں کوئی دوسرا ولی اوسکی برابر ہو تو اس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر میں چھوٹا ہو اختیار روکدینے
غیر شخص کا ہے بسبب اوسکے شریک ہونے کے حق میں مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہیں شارح نے کہا کہ مثل ولی کی دوسرے کو اجازت دینے
میں وہ لوگ بطریق اولے مختار ہیں جو ولی پر مقدم ہیں مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے هم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ میت کے دو
بیٹے ہیں بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہے مگر دور کا رشتہ دار نہیں روک سکتا فان
صلی غیره ای الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه الولی اعاد الولی ولو علی قبره ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض
ولذا قلنا لیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارها غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی

مقدم ہونیکا حق نہ تہا اور ولی نے اوسکی متابعت نکی تو ولی اگر چاہے نماز دوبارہ پڑہے اگرچہ اوسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے
ساقط ہونے فرض کے یعنی فرض تو غیر کی نماز سے بہی ساقط ہوگیا اگر بالفرض ولی نماز نہ پڑہے تو کوئی گناہگار نہوگا مگر ولی کو اجازت نماز
کی اوسکے حق کی جہت سے ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیوجہ سے کہ یہہ اعادہ حق ولی کی جہت سے ہے نہ فرض ساقط ہونیکو ہم کہتے ہین کہ جو شخص نماز
جنازہ پر پڑہ چکا ہو اوسکو جائز نہین کہ ولی کے ساتہہ نماز کو پہر سے پڑہے اسلئے کہ مکرر پڑہنا اس نماز کا مشروع نہین ھم طحطاوی نے کہا
کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بیشتر پڑہی ہو یا نہ پڑہی ہو مکرر پڑہنا جائز نہین اور یہہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر مکرر پڑہی تو مفتی ابو السعود نے کہا ہے کہ یہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے (وان صلے من له
حق التقدم کقاض او نائبه او امام حی او من ليس له حق التقدم وتابعه الولی لا يعيد لانهم اولی بالصلوة منه) اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو
بلکہ نماز ایسے شخص نے پڑہی جسکو ولی سے مقدم ہونیکا حق ہے مثلا قاضی یا اوسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑہی خواہ اوس شخص نے
پڑہی جسکو حق تقدم ولی پر نہین مگر ولی نے اوسکے پیچہے پڑہ لی تو اسصورتمین ولی نماز دوبارہ نہ پڑہے اسلئے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہے وہ
ولی کی نسبت نماز پڑہنے کے لئے بہتر ہین ھم یہہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورتمین عدم اعادہ کیوجہ یہہ ہے کہ ولی کا
پڑہنا پیچہے غیر شخص کے گویا اوسکو اجازت دینا ہے نماز پڑہانے کی (وان صلے هو ای الولی بحق بان لم يحضر من يقدم عليه لا يصلی غيره
وان حضر من له التقدم لكونها بحق) اور اگر ولی نے نماز اپنے استحقاق کے بموجب پڑہی اسطرح کہ جو شخص اوس سے مقدم تہا وہ نہ آیا تو اب
دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اوسپر نماز نہ پڑہے اگرچہ وہی آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہوگئی
(اما لو صلی الولی بحضرة السلطان مثلا اعاد السلطان كما فی المجتبی وغيره) اور اگر نماز پڑہی ولی نے سلطان کی موجودگی مین مثلا تو
اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ مین ہے (وفيه حکم صلوة من لا ولاية له كعدم الصلوة اصلا فيصلی علی قبره الی ان يعلم انه
تفرق) اور مجتبی مین ہے کہ حکم نماز اوس شخص کا جسکو ولایت نہین مانند نماز نہ پڑہنے کے ہے سرے سے تو ولی اوسکی قبر پر نماز پڑہے اگر
چاہے جبتک مردہ پہٹا نہو ھم حلبی نے کہا کہ اسکے یہہ معنی ہین کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑہی جسکو ولایت نہین تو بلحاظ ولایت والیکے
گویا نماز سرے سے نہین ہوئی اسلئے اوسکو اختیار ہے کہ مردہ اگر دفن ہوگیا ہو تو قبر پر نماز پڑہلے شامی نے کہا کہ مین نے مجتبی مین یہہ
مسئلہ نہین پایا (وان دفن واهيل عليه التراب بغير صلوة او بها بلا غسل او ممن لا ولاية له صلی علی قبره استحسانا ما لم يغلب علی الظن
تفسخه من غير تقدير هو الاصح وظاهره انه لو شك فی تفسخه صلی عليه لكن فی النهر عن محمد لا كانه تقديم المانع) اور اگر مردہ بدون نماز
کے دفن کیا گیا اور اوسپر مٹی ڈیدی گئی یا نماز پڑہی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑہی جسکو ولایت نہ تہی تو نماز پڑہی جاوے
اوسکی قبر پر بدلیل استحسان جبتک کہ گمان غالب اوسکے پہٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح قول ہے اور بظاہر گمان غالب کی
قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردہ کے پہٹنے مین شک ہو تو اوسپر نماز پڑہی جاوے لیکن نہر الفائق مین امام محمد سے نقل کیا ہے کہ شک کیصورتمین نماز
نہ پڑہی جاوے تو غالبا یہہ اسلئے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ھم شامی نے کہا کہ ممن لا ولاية له متعلق ہے محذوف کے جو حال ہے [illegible] ضمیر بہا سے
اور یہہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کیساتہہ دوبارہ ہوگیا اور قبر پر نماز پڑہنا پہلی دونو صورتونمین یعنی جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کی پڑہی ہو
واجب ہے اور تیسری صورتمین صرف ولی کو جائز ہے بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہے بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن
اور بعض نے ایکمہینا کہا ہے اور وجہ اصح کی یہہ ہے کہ پہٹنا متفاوت ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہہ کے اسلئے مدت مقرر کرنی مناسب نہین اور
کانہ کی خبر محذوف ہے یعنی قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہہ مطلب ہے شک کے باعث دو صورتین مساوی پیدا ہوئین ایک پہٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے
منع کا دوم نہ پہٹنا جو موجب ہے نماز پڑہنیکا تو پہٹنا جو مانع تہا اوسکو ترجیح دیگئی (ولا تجزی الصلوة راكبا ولا قاعدا بغير عذر استحسانا) اور نہین

ہوگا اور اگر نکلنے کے بعد اسکا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مرگیا تو اوسپر خونبہا لازم ہوگا ھم نماز و غسل کا ذکر ماتن نے کیا اور کفن کو باعث
ظاہر ہونیکے چھوڑ دیا یعنی کفن بھی دیا جاویگا اور نام اسلئے رکہا جاتا ہے کہ آدم کی اولاد ہی نام رکہنے میں اوسکی تعظیم ہے اور استہلال مطلق آواز کرنیکو چلانے وکہنی کے
وقت کہتے ہیں پہر پیدایش کیوقت بچہ کے رونیکو بھی کہنے لگے اسلئے شارح نے کہدیا کہ رونا شرط نہیں بلکہ زندگی کی علامت مثلا حرکت کرنا
اعضا کا بہی کافی ہے اور چونکہ شریعت میں ایسے بچہ کا حکم زندہ کا ہے اسلئے وہ وارث اور مورث ہوسکتا ہے غرہ بضم غین معجمہ و تشدید را مہملہ
خونبہا مرد کے بیسوین حصہ کو کہتے ہیں اور مرد کا خونبہا دس ہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہیں تو غرہ پانسو درم یا ۵۰ دینار کا ہوا اور وجہ غرہ
کی یہہ ہے کہ جبتک بچہ اکثر نہیں نکلا اوسکو حکم پیٹ کے بچہ کا ہے اور پیٹ کے بچہ کے تلف کرنے میں غرہ ہوتا ہے اور کان کاٹنے میں خونبہا اسلئے لازم
ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کیوجہ سے لازم نہوا کذا فی الشامی ولا یستہل غسل وسمی عند الثانی وہو الاصح فیفتی بہ علی خلاف
ظاہر الروایۃ اکراما لبنی آدم کما فی ملتقی البحار اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدایش کے نپائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکہا جاوے
امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے تو اسپر فتوی دیا جاتا ہے برخلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار میں ہے ھم
اکراما علت متن کی ہے یا بہ یفتی کی اور یہہ اوس بچہ کا حکم ہے جسکی پیدایش پوری ہوا اور جسکی خلقت پوری نہوا اوسکے نہلانے میں اختلاف ہے چنانچہ
شارح بیان کرتا ہے وفی النہر عن الظہیریۃ واذا استبان بعض خلقہ غسل وحشر ہو المختار اور نہر الفائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب ظاہر ہوجاوے
بعض پیدایش بچہ کی تو اوسکو غسل دیا جاتا ہے یہی قول مختار ہے اور اوسکا حشر ہوگا ھم شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد وحشر کہنا مناسب تھا اسلئے کہ
ظہیریہ میں اسیطرح ہے غرضکہ حشر میں اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑ گئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہوگی تو
حشر ہوگا ویدرج فی خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ وکذا لا یرث ان انفصل بنفسہ کصبی سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ ای فی احکام الدنیا
لا العقبی لما مر انہم خدم اہل الجنۃ اور جسمین علامت زندگی بعد نکلنے کے ظاہر نہو غسل و نام رکہنے کے بعد لپیٹا جاوے ایک کپڑے میں اور دفن کر دیا جاوے
اور اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علحدہ ہوا ہوگا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جاوے معہ ایک کے ماں باپ میں سے کہ اگر
مرجاوے تو اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اسلئے کہ وہ تابع ہے احد الابوین کا یعنی احکام دنیا میں اوسکا تابع ہے نہ احکام آخرت میں بسبب اوس قول کے
کہ پیشتر گذرا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے ھم خود بخود کی قید اسلئے لگائی کہ اگر کسی نے مثلا عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ
نکل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شارع نے جب غرہ اوسکے قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اوسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی فلو
سبی بدونہ فہو مسلم تبعا للدار او السابی او بہ فاسلم ہو او اسلم الصبی وہو عاقل ای ابن سبع سنین صلی علیہ لصیرورتہ مسلما اور اگر بچہ
بدون ماں باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان ہے بہ تبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کی جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ
وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کے ساتھہ پہر ماں یا باپ مسلمان ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہوگیا حالانکہ وہ عاقل ہے یعنی سات برس کا ہے تو اوسپر نماز
پڑہی جاوے بسبب ہوجانے اوس بچہ کے مسلمان یعنی بہ تبعیت ماں یا باپ کے خواہ اپنی مسلمان ہوجانے سے ھم سات برس کے لڑکے کی مسلمان
ہونے کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہے اور عنایہ میں عاقل بچہ اوسکو لکہا ہے کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہہ کہ اسلام ہدایت ہے اور اوسکا اتباع
بہتر ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنی ایمان اللہ تعالی اور اوسکے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت اور تقدیر
پر رکہتا ہو شامی نے کہا کہ اوس سے مراد یہہ ہے کہ اگر اوسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے اور اوس سے ان پر ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ میں
ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسأل العامی عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ وما یجب الایمان بہ ثم یقال لہ انت مصدق بہذا فاذا قال
نعم اکتفی بہ ولا یضر توقفہ فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہا نے کہا ہے کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیئے بلکہ اوسکے سامنے
اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہے اوسکو ذکر کرنا چاہیئے پہر اوس سے کہا جاوے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہے پس اگر وہ ہاں کہدے تو

اسکو مسلمان ہونیکی لیئے اسی پر اکتفا کیجا ہو اور اوسکو مفسر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کی کہ ایمان کیا چیز ہی اسلام کیا ہی کذا فی الفتح کیونکہ
عوام اکثر ان تفصیلون سی ناواقف ہوتے مین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی
اما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب عند الاحتیاج فلو لہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاة السنة فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقة ویلقیہ
فی حفرة ولیس للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوی مسلمان اور کفن دیوی اور دفن کری اپنی رشتہ دار کافر اصلی کو مثلا اپنی ماموں کو حاجت کیوقت تو
اگر اس کافر کے اور رشتہ دار ہون تو بہتر ہے کہ مسلمان اس کافر مردہ کو ان رشتہ دارونکی حوالہ کری اور آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت
نہلاوی بدون رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکراوی اور داہنی طرفسی شروع نکرے بلکہ ایسی غسل دی جیسی نجس کپڑا دہوتے ہین اور اوسکو ایک کپڑی مین
لپیٹے اور ایک گڑہی مین ڈالدی یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلئی لگائی کہ مرتد کو کتی کیطرح گڑہی مین
ڈالدی غسل و کفن کچھ نکرے اور نہین جائز ہی کافر کو نہلانا اپنی رشتہ دار مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر مین اترنا اوسکی
دفن کرنیکو واذا حمل الجنازة وضع ندبا مقدمہا بکسر الدال وتفتح وکذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت
عنہ اربعین کبیرة ثم وضع مؤخرہا علی یمینہ کذلک ثم مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخرہا کذلک فیقع الفراغ خلف الجنازة فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص
جنازہ اوٹہاوی تو مستحب یہہ ہی کہ جنازہ کی اگلی جانب یعنی سرہانا اول اپنی داہنی مونڈہی پر دس قدم رکہی پہر پچہلی جانب یعنی پیتانا دس قدم داہنی
مونڈہی پر رکہی پہر اگلی جانب بائین مونڈہی پر دس قدم رکہی پہر پچہلی جانب بائین مونڈہی پر اسیطرح رکہی تو پچہلی جانب پر ہم قدم سی فراغت ہو جائیگی
اسوقت جنازہ کی پیچہی چلی اور اسطرح اٹہانا اسلئی مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہی کہ جو کوئی جنازہ کو ہم قدم اوٹہاوی تو اسکا اٹہانا ہم گناہ
کبیرہ کو دور کرتا ہی شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہی اور کبہی بفتحہ بہی بولتی ہین اور یہی حال موخر کا ہی کہ بکسر خا معجمہ ہو اور فتحہ بہی دیتی ہین
ہم گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرونکی نسبت سے بڑی ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتی ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہی فاعل اسکا جنازہ
ہے بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیئے مترجم نے موخر کیا
اسکا ترجمہ کیا وقد حمل علیہ السلام جنازة سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ کا اٹہایا ہی یہ
صحابی بڑی جلیل القدر ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سی عرش خداوندی ہل گیا ویکرہ عند محمد حملہ بین عمودی
السریر بل یرفع کل رجل قائمة بالید لا علی العنق کالامتعة ولذا کرہ حملہ علی ظہر ودابة اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اٹہانا مردہ کا چارپائی کی دو پٹی یا سیرون
کے بیچ مین سی پکڑ کر خواہ دو شخص اوٹہاوین یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتہ سی پکڑ کر اٹہاوی شروع سی گردن پر نہ رکہی جیسی اسباب اٹہایا
کرتے ہین اور اسیوجہ سی مکروہ ہے لادنا مردہ کا پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہہ طریق اسباب کے اوٹہانیکا ہی جنازہ مین مسنون یہہ ہی کہ چار شخص
ایک ایک پایہ اٹہاکر پہلی کو مونڈہی پر رکہلین والصبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی الجنازة
اور بچہ شیرخوار یا دودہ چہوٹا ہوا یا اس سی کچہہ زیادہ عمر کا اوسکو ایک شخص اپنی دونوں ہاتہوں پر اوٹہاوی اگرچہ اوٹہانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو
تو کہٹولے یا چارپائی پر اوٹہایا جاوی ویستحب ہا بلا خبب الی حد یضطرب بہ المیت ولو بہ کرہ اور جلد لیچلین جنازہ کو بدون تیز جہپٹنے کے اور تیز جہپٹنی
کے ساتہہ چلنا مکروہ ہی بوجہ ایذا مردہ اور ساتہ والون کے ہم جنازہ مین اسقدر جہپٹنا مسنون ہی کہ میت چارپائی پر اودہر اودہر حرکت نکری
کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہی تو جلد اوسکو اچہی جگہہ پونہچاؤگے اور اگر برا ہی تو جلد اپنی گردنون سی برائی کو دور
کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوة الجمعة الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ قنیہ اور مکروہ ہی مردہ کی
نماز اور دفن مین اسلئی دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سی آدمی اوسپر نماز پڑہین ہان جب یہہ خوف ہو کہ اسکی دفن کی جہت سی جمعہ فوت ہو جائیگا تو اوس
صورتمین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیہ کما کرہ للمتبع الجلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ کما جیسی مکروہ ہی پیچہی چلنیوالیکو بیٹہنا پہلی

جنازہ کے رکہنے کے اور کہڑا رہنا بعد جنازہ کے رکہنے کے م عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ
جنازہ لحد مین نہ اتارا جاتا ایک قبر پر آپ کہڑے تہے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھہ ایسا ہی کرتے ہین آپ بیٹھہ گئے اور صحابہ سے فرمایا
کہ انکی خلاف کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کہڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے ولا یقوم من فی المصلی لہا اذا رآہا قبل وضعہا ولا من مرت
علیہ ہو المختار وما ورد فیہ منسوخ زیلعی اور نہ کہڑا ہو جو شخص نماز پڑہنے کی جگہہ مین ہو جبکہ جنازہ کو دیکہے پیشتر اسکے رکہنے کے اور نہ وہ شخص کہڑا ہو
جسکے پاس جنازہ ہوکر گذرے یہی قول مختار ہے اور جو کچہہ کہڑا ہونیکے باب مین وارد ہے وہ منسوخ ہے کذا فی الزیلعی م یعنی یہہ جو حدیث مین آیا ہے
کہ جب تم جنازہ کو دیکہو تو اوسکے لئے کہڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکہا جاوے یہہ حدیث منسوخ ہے اُس حدیث سے کہ
احمد نے حضرت علی رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازہ کے لئے کہڑا ہونیکا حکم کیا تہا پہر آپ اسکے بعد بیٹہے رہے اور ہمکو
حکم بیٹہے رہنے کا کیا اور مسلم نے بہی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ کہڑا ہونیکا حکم پہلے تہا پہر منسوخ ہوگیا کذا فی الشامی وندب المشی
خلفہا لانہا متبوعۃ الا ان یکون خلفہا نساء فالمشی امامہا احسن اختیار اور مستحب ہے پیچہے چلنا جنازہ کے اسلئے کہ جنازہ متبوع ہے
اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے مگر یہہ کہ ہوون جنازہ کے پیچہے عورتین تو اسصورت مین جنازہ کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاختیار م
جنازہ کو متبوع اسلئے کہا کہ حدیث مین حکم ہے اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچہے چلنے والے پر بولا جاتا ہے نہ آگے چلنے والے پر کذا فی الشامی
ویکرہ خروجہن تحریما وتزجر النائحۃ ولا یترک اتباعہا لاجلہا اور مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتون کا جنازہ کے ساتھہ اور زجر کیجاوے نوحہ کرنے
والی اور اسیطرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھہ چلنا نہ چہوڑا جاوے بسبب نوحہ کرنیوالی کے م حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتون
کو جنازہ کے ساتھہ دیکہکر پوچہا کہ تم اوٹہانیوالون کے ساتھہ جنازہ کو اوٹہاؤگی یا قبر مین اتارنیوالون کے ساتھہ مردہ کو اُتاروگی یا نماز پڑہنے
والون کے ساتھہ نماز پڑہوگی انہون نے عرض کیا کہ ان باتون مین سے کوئی سی نکرینگی آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھہ نہ ثواب کے ساتھہ اہی
اور نوحہ والیکے سبب سے جنازہ کا ساتھہ اسلئے نہ چہوڑا جاوے کہ نوحہ بدعت ہے اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چہوڑ دیا جاوے
تو جنازہ کے امور کا تکفل موقوف ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینہا ویسارہا ولو مشی امامہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضا ولکن ان تباعد
عنہا وتقدم الکل او رکب امامہا کرہ کما کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراءۃ فتح اور نہ چلے جنازہ سے داہنے اور بائین یعنی داہنے بائین چلنا اولی نہین
اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بہی درست ہے اور اوسمین بہی فضیلت ہے لیکن اگر جنازہ سے دور ہوگیا یا سب لوگ آگے بڑہ گئے یا جنازہ کے آگے سوار
ہو لیا تو مکروہ ہے جیسے مکروہ ہے جنازہ کے ساتھہ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرارت قرآن مین کذا فی الفتح م آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکالی
کہ پیچہے چلنا افضل ہے یعنی افضل صیغہ افعل التفضیل ہے تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بہی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہے کہ لوگ یہہ سمجہین کہ
اکیلا جاتا ہے اور ذکر اور قرارت پکار کر نہ پڑہے اگر منظور ہو تو اپنے دل مین پڑہے کذا فی الشامی ویحفر قبرہ فی غیر دارہ مقدار نصف قامۃ فان
زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کہودیجاوے قبر مردہ کی اسکے مکان کے سوا دوسری جگہہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ
ہو تو بہتر ہے یعنی اسقدر گہری ہو ادنے مرتبہ اور چہاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب مین افضل ہے اور لحد بنائی جاوے یعنی جانب قبلہ قبر کے گڈہا
کہودا جاوے بٹہی ہوئی مکان کیصورت اور شق نہ کیجاوے یعنی قبر کے بیچ مین گڈہا نکیا جاوے مگر زمین نرم مین اگر لحد نہ ٹہہرے تو شق بنائی جاوے م غیر دارہ
کی قید کی ضرورت نہ تہی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہے اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہیئے اور عرض آدہا طول سے لحد بفتح وضم لام ہے اور شق کو
اسلئے منع کیا کہ حدیث مین آیا ہے کہ لحد ہمارے لئے ہے اور شق غیرونکے لئے لیکن بدون ضرورت شق بنانا نچاہیئے ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وما روی
عن علی فغیر مشہود ولا یوخذ بالظاہر اور نہین جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکہا جاوے اور جو کچہہ حضرت علی رضہ سے مروی ہے وہ مشہور نہین اگر ہے تو
عمل نہین کذا فی الظہیریۃ م ظہیریہ مین بجاے علی رضہ کے ذکر حضرت عائشہ کا ہے کہ انہون نے گدا رکہوایا اور یہہ مشہور نہین یعنی ثابت نہین ہوا

بلکہ ورحدیثون سی اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباس مکروہ جانتے تھے کہ مردہ کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاوی اور حضرت ابو موسی نے فرمایا کہ میری
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا تو شکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سبکا حکم ایک ہی کسیکا رکھنا مکروہ ہی کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت
ولو من حجر او حدید له عند الحاجة کرخاوة الارض ویسن ان یفرش فیه التراب اور کچہ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردہ کیلئے تابوت بنانے کا
اگرچہ پتھر یا لوہے کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سی اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوی ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کی سبب
صندوق بنایا جاوی تو چاہئی کہ اسکی نیچے مٹی بچھا دین اور داہنی اور بائین پکی اینٹین بھی رکھین اور ڈھکنی کے اندر کیجانب پر مٹی لیپ دین
تاکہ لحد کیصورت بنجاوی اور بدون حاجت صندوق بنانا مکروہ ہے ومات فی سفینة غسل وکفن وصلی علیه والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من
البر فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاوی اور کفنایا جاوی اور نماز پڑہکر دریا مین ڈالدیا جاوی اگر کشتی خشکی سی نزدیک نہو کذا فی الفتح
ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص هذه السنة بالانبیاء علیهم السلام واقعات اور نہین چاہئی کہ مردہ مکان مین
دفن کیا جاوی اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھہ کذا فی الواقعات ہم یعنی جس مکان مین مری اوسمین دفن
ہو یہ طریقہ مخصوص ہی انبیا علیہم السلام سی اور ون کے لئے نہین چاہئے ویستحب ان یدخل من قبل القبلة بان یوضع من جهتها ثم یحمل
فیلحد وان یقول واضعه بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله وان یوجه الیها وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سی قبر مین اتارا جاوی کہ وہ سمت معظم ہی
اسطرح کہ جنازہ اوسطرف رکھا جاوی پھر اوٹھا کر لحد مین اوتارا جاوی اور مستحب ہی کہ لحد مین اوتارنیوالا مردہ کا یون کہی بسم الله وبالله وعلى
ملة رسول الله اور قبلہ کیطرف اوسکا منہ کردیا جاوی بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی
کونه علی شقه الایمن ولا ینبش لیوجه الیها وتحل العقدة للاستغناء عنها ویسوی اللبن علیه والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حوله اما
فوقه فلا یکره ذکره ابن الملک اور مناسب ہے ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ ادہیڑی جاوی مردہ کے قبلہ رخ کرنیکے لئے یعنی بعد مٹی
دینے کے اگر معلوم ہوا کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ ادہیڑی جاوی اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کہولدی جاوی بسبب بے پروا ہونیکے اوس سے
یعنی کفن کے کہلنے کے خوف سی گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اوسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کی ہو
لیکن اوسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہین ذکر کیا ہی اوسکو ابن ملک نے ہم کچی اینٹین اول لحد کے منہ پر کہڑی کیجاوین اوراونکی درزون پر نرکل کے
ٹکڑے رکھدئے جاوین تختہ نرکھین اور اگر اوسکے اوپر تختہ رکھا جاوی تو مکروہ نہین **فائدۃ** یہ ایک کام کی بات ہی حل ذلیلات
لحد النبی صلی الله علیه وسلم تسع تهبستی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی الله علیه وسلم کی لحد شریف کا ۹ ہی ذکر کیا ہی اوسکو بہنسی
طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتھہ نرکل کے ملی تہی لتجار ذلك حوله بارض رخوة کالتابوت اور جائز ہی پکی اینٹ اور تختہ گرد میت
کے نرم زمین مین جیسی صندوق درست ہی ویسجی ای یغطی قبرها والخنثی لا قبره الا لعذر کمطر اور ڈہانپی جاوی قبر عورت کی قبر مین اوتارنیکے
وقت یہانتک کہ لحد کا منہ بند کیا جاوی اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈہانپی جاوی قبر مرد کی مگر کسی عذر سی مثلاً بارش کی جہت سی ویہال التراب
علیه ویکره الزیادة علی ما اخرج منه من التراب لانه بمنزلة البناء ویستحب حثیه من قبل رأسه ثلاثا وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء و
قراءة بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمه اور بعد لحد بند کرنیکے اوسپر مٹی ڈالی جاوی اور مکروہ ہی زائد کرنا مٹی کا اوس مقدار سی جو قبر مین سی نکلی ہو
اسلئی کہ زائد مٹی بجای عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اوسکی سر کیجانب سی تین بار یعنی دونو ہاتھون سی تین دفعہ مٹی دی اول دفعہ مین کہی
منها خلقناکم اور دوسری مین کہی وفیها نعیدکم اور تیسری مین کہی ومنها نخرجکم تارة اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی الله علیه وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایکساعت توقف کرنا دعا اور قراءت کے لئی اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اوسکا گوشت بٹجاوی
ہم قبر کی مٹی سی زائد مٹی ڈالنی اسلئی مکروہ ہوئی کہ ابو داؤد کی حدیث مین اوس سی ممانعت وارد ہی اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابو داؤد وغیرہ

مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اوسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی درخواست
کرو اور ثابت رہنے کی دعا اوسکے لئے کرو کہ اُس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمرؓ بعد دفن کے قبر پر شروع سورہ بقر اور اوسکی خاتمہ کا پڑھنا
مستحب جانتے تھے کذا فی الشامی ولا باس برش الماء علیہ حفظا لترابہ عن الاندراس اور کچھ مضائقہ نہیں پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت
مٹی کے اڑنے سے ہم بلکہ پانی چھڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہے اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر
چھڑکوایا تھا چنانچہ ابن ماجہ میں اور ابو داؤد کے مراسیل میں مروی ہے ولا یربع للنھی عنہ ویسنم ندبا وفی الظھیریۃ وجوبا قدر شبر ولا یجصص
للنھی عنہ اور قبر چورس نہ بنائی جاوے بسبب ممانعت چورس کرنیکے اور اونچی کیجاوے مثل اونٹ کے کوہان کی براہ استحباب اور ظہیریہ میں ہے کہ اونچا
کرنا واجب ہے بقدر ایک بالشت کے اور گچ نکیجاوے قبر بسبب نہی کے گچ کرنے سے ہم چورس کرنیسے مراد یہ ہے کہ مٹی کو پھیلا کر چبوترہ کی شکل کیا
جاوے بلکہ بیچ میں سے اونچی مثل کوہان کے کیجاوے امام محمد نے آثار میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چورس کرنیسے منع
فرمایا اور مسلم میں مروی ہے کہ آپنے قبر پر گچ کرنے اور اوسپر عمارت بنانیسے منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ
وھو المختار کما فی کراھۃ السراجیۃ اور کہگل کیجاوے قبر پر اور نہ اوسپر کوئی عمارت بنائی جائے اور ایک قول یہہ ہے کہ کہگل کا کچھ مضائقہ نہیں
اور یہی قول مختار ہے چنانچہ سراجیہ کی باب الکراہیۃ میں ہے ہم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ وقیل لا باس الخ کو بعد ولا یطین کے
بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ میں کہگل کرنے کو مختار کہا ہے چنانچہ اوسکی عبارت یہہ ہے ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور یکرہ والمختار
انہ لا یکرہ یعنی ابو الفضل کی تجرید میں مذکور ہے کہ قبروں کا کہگل کرنا مکروہ ہے اور مختار یہہ ہے کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت کو مصنف نے منح الغفار
میں سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہے مگر قبر پر عمارت کا جواز میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی نے اوسکو مختار کہا ہو جب کہ ماتن کی ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہے اور مضبوطی کیلئے بعد دفن کے مکروہ ہے
لیکن بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں وفی جنائزھا ولا باس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتی لا یذھب الاثر ولا یمتھن اور سراجیہ
کے باب الجنائز میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اوسکی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اُس قبر کا نشان نجاتا رہے اور پامال نہو ہم مسلم
نے جابرؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے گچ کرنے اور اوسپر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے
معلوم ہوا کہ یہہ ممانعت اُسوقت ہے کہ حاجت نہو اور لا باس کہنے سے اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہے اور فتاوی غیب میں ہے کہ قرآن
کا لکھنا قبروں پر مکروہ ہے اسوجہ سے کہ بوسیدہ ہوکر کلمات پامال نہون اور یہی حال ہے دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب
الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا
بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جاوے مگر کسی آدمی کے حق کیلئے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردہ کا رہنا
پسند نکرے یا جس زمین میں دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے نے لی اور وہ نہیں چاہتا کہ اس زمین میں مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا
مالک کو مردہ کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے میں یعنی مالک زمین کے ظاہر و باطن دونو پر حق رکھتا ہے چاہے مردہ کو اندر رہنے دے اور قبر
اوپر سے ہموار کردے اور چاہے اندر بھی نرہنے دے جیسے جائز ہے جوتنا قبر کا اور اوسپر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہوکر مٹی ہوگیا ہو کذا فی الزیلعی
حامل ماتت وولدھا حی یضطرب شق بطنھا من الایسر ویخرج ولدھا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراھۃ الاختیار
ایکعورت حاملہ مرگئی اور اُسکا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہے تو عورت کا پیٹ بائیں طرف سے چیرکر اوسکے بچہ کو نکال لیا جائے اور اگر معاملہ برعکس ہو
یعنی بچہ مرگیا اور عورت زندہ ہے اور خوف ہے ماں کے مرجانیکا تو اوس بچہ کو کاٹ کر نکالا جاوے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نہ نکالا جاوے کیونکہ ماں
کا مرجانا وہمی بات ہے تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لئے جائز نہیں کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا لو میتا کہنا زائد ہے اسلئے کہ ولو

بالکل ہی اسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے ولو بلع مال غیرہ ومات ھل یشق قولان والاول اولیٰ اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگلکر مرگیا
تو اسکا پیٹ چیرا جاوے یا نہیں اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہہ ہو کہ ان چیرا جاوے کیونکہ اوسکی حرمت اوسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی
اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اوسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جاویگا کذا فی الشامی **فرع** مسائل لمتہ شارح کی الاتباع
افضل من النوافل لو لقرابۃ او جوار او فیہ صلاح معروف ہم جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہے بنسبت نفلون کے اگر میت کیساتھ قرابت یا
ہمسائگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو ھم وجہ افضل ہونے کی یہہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونوں کیساتھ ہے اسلئے
اسکا ثواب زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ویندب دفنہ فی جہۃ موتہ وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ ومن یعینہ وان رأی بہ
ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہے دفن کرنا میت کا اوسکی موت کی جہت مین یعنی جس جگہہ مرا ہو وہان
کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہے وہانسے دوسری جگہہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہے جلدی کرنا دفن مین اور مستحب ہے نہلانے کی جگہہ چھپانا اسطرح کہ
سوا نہلانیوالے یا اوسکی مددگار اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردہ مین کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلا صورت کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا
بیان کرنا درست نہیں بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنی مردونکی اور باز رہو اونکی برائیون سے ھم شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی
ہو تو اوسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہیں تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا بأس بنقلہ قبل دفنہ اور کچہہ مضائقہ نہیں مردہ کو دوسری
جگہہ لیجانیکا پیشتر اوسکے دفن ہونیکے ھم یعنی دفن کرنیکے بعد بالاتفاق نقل درست نہیں اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو
مطلقا درست ہے کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونو جگہہ مین نہو تو نقل درست ہے اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلہ کی
قید لگا دیتی ہے کہ اسقدر دوری تک نقل درست ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچہہ مضائقہ
نہین میت کے مرنے کی خبر آپسمین ایکدوسرے سے کہدینے تاکہ لوگ اوسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر
او غیرہ ولکن یکرہ الافراط فی مدحہ لا سیما عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچہہ مضائقہ نہین مردہ پر رونیکا شعر سے یا غیر
شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اوسکی تعریف مین خصوص اوسکی جنازہ کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی داویلا کرے ایام کفر کے رونے
سے یعنی وہ ہم سے نہین ھم جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہے کہ یہہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے
رونے سے یہہ غرض ہے ایسا شعر پڑہکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردہ کی محاسن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے
ارثا باب افعال سے لکہا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہے مصدر اوسکا مرثیہ ہے وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر
اور کچہہ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنی اور اونکو صبر مین رغبت دلانے کی ھم شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہے اسلئے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بہائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اوسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناویگا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچہہ مضائقہ نہین میت کے گہر والون کے لئے کہانا پکوانیکا ھم فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون
اور دور کے رشتہ دارون کو مستحب ہے کہ میت کے گہر والونکو اسقدر کہانا پکوا دین جو اونکو اوس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اسباب
مین اصل وہ حدیث ہے کہ حضرت جعفر کی خبر مرگ جب آئی تہی تو آپ نے ارشاد فرمایا تہا کہ جعفر کے متعلقون کے لئے کہانا تیار کرو کہ وہ ایسے
دہندے مین لگے ہین وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچہہ مضائقہ نہین سوگ کیواسطے تین
دن بیٹہنے کا مسجد کے سوا دوسری مکان مین اور اول روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کیواسطے اور دنون سے بہتر ہے کیونکہ پہلے روز
مین وحشت فراق زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسی ہی وقت مین مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کیلئے مکروہ نہین یعنی اگر
کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اسوقت وارثونکی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسیطرح اگر میت کا رشتہ دار موت کیوقت نہو

اور بعد مدت کے آدمی تب بھی اوسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ ہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم اللہ
اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنی ایکبار اگر تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار نچاہی اور مکروہ ہے تعزیت قبر کے پاس
یعنے قبر کے پاس میت کے لئے دعا کا مقام ہی نہ تعزیت کا اور مکروہ ہے تعزیت گہر کے دروازہ کے پاس اور تعزیت مین یون کہو کہ اللہ تعالی تیرا اجر
زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیری میت کو بخشے وبزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروہا اور مستحب ہے
قبرونکی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے کہ مین نے تمکو منع کیا تہا قبرونکی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت کیا کرو
ہم بعض فقہا نے کہا کہ عورتون کو قبرونکی زیارت کرنی حرام ہی اور شارح نے لا باس یہ کہا خیر الدین رملی نے اسکی تفصیل جو یہ کی ہے یعنی اگر
عورتین اسوجہسی جائین کہ غم تازہ ہوجاوے اور رونا اور پیٹنا اپنی معمول کے موافق قبرونپر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہہ جو حدیث مین آیا ہے
کہ اللہ تعالی لعنت کرتا ہی قبرونکی زیارت کرنے والیونکو تو اسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر امور نامشروع کرین اور اگر اسوجہسے جائین
کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک چاہکر صلحا کی قبرون پر جائین تو مضائقہ نہین اگر عورتین بوڑہی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو انکی حق مین
زیارت مذکور مکروہ ہے اور مردون کے حق مین بموجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہی اور افضل یہہ ہی کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایکروز پہلے
یا ایکروز پیچہے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد
عشر مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان مین یہہ الفاظ کہی السلام علیکم سے لاحقون تک
یعنی سلام ہو تمپر اے قوم مومنین کے گہر والو اور بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تمسی ملینگے اور سورہ یس پڑہے اور حدیث مین ہے کہ جو شخص سورہ
اخلاص گیارہ بار پڑہکر اوسکا ثواب مردونکو بخشدے تو مردونکی شمار کے موافق اوسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہ احدی
عشر صواب ہی ویحفر قبرا لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تہیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچہہ مضائقہ نہین اپنے لئے قبر کہودنے
کا اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور مناسب بقواعد یہہ ہی کہ کفن جیسی چیز کا تیار کرلینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے ہم وجہ قبر کے کہودنے کی یہہ
ہے کہ پہلی سی سفر آخرت کی تیاری ہی اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خیثم وغیرہما نے ایسا کیا بہی ہے اور جن لوگون نے مکروہ کہا
اوسکی علت یہہ بیان کی کہ آدمی کو معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی پہر خاص جگہہ قبر بنوانا نص کے خلاف ہے
طحطاوی نے کہا قبر کہدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلئے کہ اوس سے کچہہ فائدہ ہوتا ہی یعنی اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسری کے کام آویگی
ویکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی ترکہ مکروہ ہی چلنا قبرستان کے اس راہ مین جسکو گمان کرے کہ یہہ نیا
رستہ ہی یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچے تو اوسکے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور
مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ہم شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہی کذا فی الشامی ولا اجلاس القارئین عند القبر ہو المختار
اور نہین مکروہ ہے قرآن خوانون کا بٹہلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہے ہم نور الایضاح کی عبارت یہہ ہی کہ قراءت قرآن کے لئی قبر کے پاس
بیٹہنا مستحسن ہی کہ تلاوت اچہی طرح ہو اور خوب سمجہہ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس نقل سے شامی
کی غرض شاید یہہ ہی کہ قاریون کا بٹہلانا جو شارح نے مختار لکہا ہی کہین مصرح نہین عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکہتی ہی یعنی
اگر قبر مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاوے تو اوسکو توڑا نجائیگا اور نہ کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اہلہ اذا اوصی بذلک
میت پر عذاب ہوتا ہی اوسکی گہر والون کے رونے سی بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ہم اس مسئلہ مین اختلاف ہی کچہہ لوگونکا قول
یہہ ہی کہ گہر والونکے رونے سی میت پر عذاب ہوتا ہی اسوجہ سی کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ میت کو گہر والونکی رونے سی عذاب ہوتا ہی اور اکثر علما کا
قول یہہ ہی کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہی (ولا تزر وازرۃ وزر اخری الآیۃ) اور حدیث کے معنی یہہ ہین کہ اس ... کے

کیا کرتے تھے اسلئے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آپ نے بحر ابل
اور گوسفند پر یا مہار دابہ پر ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اوسکو تو عذاب ہوتا ہے اور یہ لوگ اوسپر روتے
ہیں کتب علی جبھۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہدنامۃ یُرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھا گیا تو توقع ہے کہ میت کو
اللہ تعالیٰ بخشدے یہ عہدنامہ کی دعا یہ ہے اللّٰھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعہد الیک فی ھذہ
الحیوۃ الدنیا انی اشہد ان لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی
الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہدا عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد
اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اِس دعا کا لکھنا مُردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اسکو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز کہا ہے
مگر ابن صلاح نے فتوی دیا ہے کہ قرآن اور اسماء معظم میں سے کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکھنا جان بوجھکر مردہ کی
نجاستون میں اُنکو آلودہ کرنا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ قرآن اور اسماء الٰہی کا لکھنا درہمون اور محرابون اور دیوارون پر مکروہ ہے
اسلئے کہ حرف اوسکے پانو تلے آتے اور اہانت کا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ مُردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا جب تک کہ
مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرا اوصی بعضھم ان تکتب فی جبھتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما راوا مکتوبا علی جبھتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت
من عذاب اللہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے اوسکو کسی نے خواب مین دیکھکر
اُسکا حال پوچھا اوسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اُنہون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی تو
اُنہون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے مامون ہوا ھ چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوچکا ہے کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ
ہے تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح انگلی
سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہرحال کسیطرح ہوا ہو شرعی احکام
کا مدار خواب پر نہین ہوسکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہے شہید کے احکام مین ھ ہرچند شہید بھی
مردہ ہے مگر اسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلئے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہے وہ دوسرے مردہ کو نہین کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول
لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی حاضر یعنی فہو شاھد شہید وزن فعیل ہے بمعنی مفعول اِس وجہ سے کہ اوسکے لئے جنت سامنے کی گئی ہے یا بمعنی فاعل
ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونیوالا ہے ھ شہید مشتق شہود سے ہے یا شہادت سے تو شہود بھی ہوسکتا ہے کہ
فرشتے اوسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اوسکے سامنے پیش کیجاتی ہے اور شاہد بھی ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتا ہے یا یہ کہ اُسکا خون اور
زخم اوسکے شاہد موجود ہین ھو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہوگا وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہے ھ یہ تعریف شہید کی فقہا
حکم آیندہ کے ہے مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہیں عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے
جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکل گیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگی تو انکو
غسل دیا جائیگا والحائض اذا رأت ثلثۃ ایام غسلت والا لا لعدم کونہا حائضا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے
ورنہ غسل نہ دیا جاوے بسبب نہونے اُس عورت کے حائضہ ھ یعنی اگر عورت نے مثلا تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اقل مدت
حیض کی گذرنے سے وہ قطعا ناپاک ہوگئی تھی اسلئے اوسکو غسل دینا چاہئے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دیا جائیگا کیونکہ
بالنسبت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہین ہوسکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعتد علیہ السلام غسل حنظلۃ لحصول الغسل بالملائکۃ [illegible]

صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا بسبب ہو جانے تغسیل کے فرشتون کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل یہ ہے
حنظلہ بن ابی عامر قتیل جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یار حنظلہ کو فرشتے نہلا رہے ہین صحابہ نے اُنکی بیبی سے
پوچھا تو اوسنے کہا کہ وہ ناپاکی کیحالت مین نکلے تھے آپنے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتون نے اونکو نہلایا تو صاحبین یہہ فرماتے ہین کہ اگر ناپاک شہید کا
نہلانا بنی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم کیطرف سے جواب دیتا ہے کہ
غسل بالاشبہ واجب ہے مگر نہلانیوالے کچھہ ضرور نہین کہ آدمی ہون چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز مین گذرا کہ اونکو فرشتون نے
نہلایا تھا اسیطرح یہان بھی جب غرض غسل یعنی طہارت فرشتون کے نہلانے سے حاصل ہوگئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی
الشامی مختصراً قتل ظلما بغیر حق بجارحۃ ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل دیۃ بل قصاص شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے جو ظلم
سے ناحق قتل کیا جاتا ہے زخم کرنیوالی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جاے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار اور چھری اور تیر وغیرہ سے نہ لاٹھی اور
ڈھیلہ کی مانند سے کہ ان دونو سے مارنے کی صورت مین قصاص لازم نہین آتا اسلیئے انکے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہووے خود اس قتل
کے سبب سے مال بلکہ واجب ہو قصاص حتی لو وجب المال بعارض کالصلح او قتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادۃ یہانتک کہ اگر مال واجب ہو
کسی عارض کی جہت سے قتل کیوجہ سے جیسے قتل سے صلح کر لینے مین کہ ہرچند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہو جاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل
کرے باپ اپنے بیٹے کو کہ یہان بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہین لیا جاتا تو ان دونو صورتون مین شہادت ساقط
نہو گی یعنی اوسکو غسل نہ دیا جائیگا ولم یرتث فلو ارتث غسل کما سیجئ اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہہ ہے کہ زخمی ہونیکے بعد زندہ نرہا ہو پس اگر
زندہ رہا ہوگا تو غسل دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا ارتثاث میدان جنگ سے اوٹھا لانے کو کہتے ہین جبکہ زخمی مین جان باقی ہو اور یہہ فعل
بمجہول مستعمل ہوتا ہے کذا فی القاموس اور شرع مین جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع
طریق ولو تسبیبا او بغیر الۃ جارحۃ فان مقتولہم شہید بای الۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسیطرح یعنی بشرط زندہ
نہ پائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اوسکو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون اوزار زخم کرنیوالیکے ہو تب بھی شہید
ہوگا کیونکہ ان لوگونکا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی اوزار سے اوسکو مارین اسلیئے کہ اصل اسباب مین جنگ احد کے شہید ہین اور وہ سب ہتھیار سے
نہین مقتول ہوئے تھے قتل سبب کی مثال یہہ ہے کہ مثلاً کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پانوتلے دبکر مسلمان مرگیا یا انہون نے کسی مسلمان
سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گرکر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہہ مین آگ لگادی اس سے مرگیا تو ان صورتون مین شہید ہوگا کذا فی
الشامی بعبرۃ او وجد جریحا میتا فی معرکتہم المراد بالجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم من عینہ او اذنہ او حلقۃ صافیا لا من انفہ وذکرہ او دبرہ او
حلقہ جامدا یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاے زخمی مردہ ان لوگون کے میدان جنگ مین شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر مین
زخم ہو یا نہو مثلاً نکلنا خون کا اوسکی آنکھہ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا خون کا اوسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہہ یا مقام
پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا یعنی خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھا چاہیئے کہ اوس مقام سے بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا
نہین اگر نکلتا ہے جیسے نکسیر تو ان صورتون مین شہید نہوگا اور اگر بدون مرض باطن نہین نکلتا جیسے آنکھہ یا کان سے تو یہہ خون علامت قتل ہے اس سے
شہید ہوگا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اُترتا ہے تب تو شہید نہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہے تو شہید ہوگا کیونکہ بدون زخم باطنی کے
پیٹ کیطرف سے خون منہ کو نہین آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی
البحر والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین قلب ہوگیا صواب یہہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہیئے اور صافیا آخر مین فینزع عنہ ما لا یصلح للکفن
ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ وینقص ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون پس اُتار لیجاے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی

اور زیادہ کیا جاوے بشرطیکہ جو کپڑے اوسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جاوے اگر اوسکا لباس زیادہ ہو تاکہ اوسکا کفن مسنون
پورا ہو جاوے ھ جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا
پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اوسکو نہ اتارا جاوے اور اوسکے سب کپڑے اتار لیئے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی ویصلی علیہ
بلا غسل ویدفن بدمائہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑھی جاوے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاوے معہ اپنے خون اور کپڑون کے بسبب
اس حدیث کے کہ اونکو کپڑون مین لپیٹو معہ اونکے زخمون کے ھ یعنی ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہے اوسکو احمد نے
اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہداء احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے بدن سے لوہا اور پوستین اتار لو اور انکو
معہ انکے خون اور کپڑون کے دفن کر دو کذا فی الطحطاوی ویغسل من وجد قتیلا فی مصر ولم یعلم انہ ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ ولو فی بیت المال
کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص فان وجب کان شہیدا کمن قتلہ اللصوص لیلا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ
للعلم بان قاتلہ اللصوص غایۃ الامر انہم لم یعلموا بعینہم اولی [illegible] اور غسل دیا جاوے وہ شخص کہ پایا جاوے مقتول شہر یا گاؤن مین ایسی
جگہ مین کہ جہان خون بہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اوسکی دیت بیت المال
مین ہوتی ہے اور اوسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلا وہ شخص
جسکو چور رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اوس مین نہ تو محلہ دار پر قسم ہے نہ خون بہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اوسکا قاتل چور ہین
غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اوسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ لوگ کسکو قاتل کہین ھ یعنی قسامت اور دیت اوسی صورت مین واجب
ہوتی ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اونپر ثابت نہین ہو سکتا بہاگ جانیکی باعث سے اسلیئے
اونکا مقتول شہید ہوگا [illegible]

ولو قلیلا [illegible]

وکذا لو قام من مکانہ الی مکان آخر بلا الم [illegible] اور کبھی غسل دیا جاتا ہے اور اسی طرح جو شخص لشکر مین مقتول ہو لیکن
اوسکا قتل ہونا ظلم سے نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجاوے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہے کہ کہایا پیا یا سو رہا
یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون یعنی ذرا سا کھایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہ دی یا گذرا اوسپر ایک نماز کا وقت اس
حالت مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اٹھایا گیا خواہ زندہ پہنچا ہو یا راہ مین
مر گیا ہو اور اسی طرح اگر اپنی جگہ سے اوٹھکر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدایہ ھ خیمہ مین جگہ لینے سے مراد یہ ہے کہ اوسپر خیمہ اوسی جگہ تان دیا
گیا ہو ورنہ اگر وہ اوٹھکر چلا گیا تو شہید ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتھ اٹھائے جانے
[illegible]
[illegible] غسل دیا جائیگا ورنہ زخمی ہونے کی جگہ سے اٹھائے جانیکا حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان
جنگ سے اوٹھایا گیا ہو نہ گھوڑون کے روندنے کے خوف سے یعنی اگر گھوڑون کے
تلے پس جانیکے خوف سے اٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا او وصی بامور الدنیا او امور الآخرۃ لا یصیر مرتثا عند محمد
[illegible] نیا کے امور کی تو ارتثاث شرعی پایا جاویگا
[illegible] کے نزدیک اور یہی صحیح ہے کذا فی البحر
اسلیئے کہ وصیت امور آخرت بھی اہل اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوجائیگا اور اگر بہت کلام نکریگا تو مرتث
نہوگا ھ غرضکہ مردہ کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہے اور اس باب مین شہداء احد کا حال ہے تو اگر شہادت اونین کی

طرح کی ہو گی تب تو غسل دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ میں سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونیکے پایا جائیگا تو شہادت کامل نرہیگی جس سے
غسل دینا ترک کیا جاوے وھذا کلہ اذا کان بعد انقضاء الحرب ولو فیہا ای فی الحرب لا یصیر مرتثا بشیء مما ذکر اور یہہ سب باتین جن سے
شہادت ناقص ہوتی ہے اسصورت مین ہین کہ لڑائی ہو چکی ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہہ امور ہون تو ان مذکورہ چیزون مین کسی سے مرتث نہوگا
ہر صورت مین شہید کامل ہوگا وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید الآخرۃ وکذا الجنب ونحوہ اور یہہ سب شرطین شہید کامل کے
باب مین ہین جو دنیا اور آخرت دونو مین شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اور اسیطرح شہید آخرت ہے جنابت والا اور مثل اوسکی
یعنی مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاوے اور اوسکی مار سے جانے سے مال واجب ہو یہہ بھی شہید آخرت ہین غرض شرطین شہید کامل
کی جو مذکور ہوئی ہین اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد مین پنجم نہ واجب ہونا عوض
مالی کا ششم بعد زخمی ہونیکے مستمتع نہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہہ غرض کہ غسل دیا جائیگا اگر اوسصورت مین کہ جنب ہو یا نجاست
خارجی ہو اور اوسکے خون کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہہ مراد کہ جو ثواب شہدا کے لئے وعدہ ہوا ہے اوسکو حاصل ہوگا کذا فی البحر ومن قصد
العدو فاصاب نفسہ والغریق والحریق والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب
ومن مات وھو یطلب العلم وقد عدھم السیوطی نحو الثلثین واللہ تعالی اعلم اور شہید آخرت ہے جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتیار اپنے ہی مارے
اور پانی مین ڈوبا ہو اور جلکر مرنیوالا اور سفر مین مرنیوالا اور جسپر مکان گر گیا ہو اور پیٹ کی بیماری یعنی دستون یا استسقا سے مرنیوالا اور وبا
سے مرنیوالا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا مین اپنے شہر مین صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ اگر اوس عرصہ مین کسی اور مرض سے
مرجائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کیوقت مرے یا بمدت نفاس مین اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب
والا اور جو شخص اوس حال مین مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم مین مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑہاتا ہو یا پڑہتا ہو یا سنتا ہو اور شہدا آخرت کو سیوطی
نے بقدر تیس ۳۰ کے شمار کیا ہے واللہ اعلم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت مین تعداد مذکور اسطرح بیان کیا ہے پیٹ کی بیماری والا غرق
دبکر مرنیوالا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنی حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجاوے سل والا سفر مین مرنیوالا مرگی والا تپ والا اپنے
گہر والونکی حفاظت یا اپنی مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے مین مرنیوالا ظلم سے مرنیوالا عشق مین مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی
کے ساتھہ ہو جس شخص کے گلے مین پانی وغیرہ کا پہندا لگ کر اچہو ہوا ہو جسکو درندہ نے پہاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی
پٹوایا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چہپا پہرتا ہو اور مرگیا ہو جسکو سانپ بچہو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب مین مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان
دیتا ہو جو سوداگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنی زن وفرزند اور مملوکون مین اللہ تعالی کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے اونکو کہلاتا ہو جسکو
جہاز مین متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کر کے مرے جو شخص ہر روز ۲۵ بار یہہ کلمات کہہ لیا کرے (اللھم بارک لی فی الموت و
فی ما بعد الموت) جو شخص نماز چاشت پڑہے اور ہر مہینے مین تین روزے رکہے اور وتر کو ترک نکرے نہ سفر مین نہ مقام مین جو شخص امت کے فساد کیوقت
سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت مین ۴۰ بار کہے (لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین) کذا فی
الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے جو جلکر مرجاوے جو گہوڑا کسکر منتظر جہاد کا رہے جو ہر شب
سورہ یسین پڑہے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو رات کو طہارت کی ساتھہ سووے اور مرجاوے جو شخص زندگی بہر لوگونکی مدارات
کرتا رہے جو شخص ہر روز سو بار درود پڑہے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ مین قتل ہونیکی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کیوقت مسلمانون
کے کسی شہر مین غلہ لیجاوے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتین
سورہ حشر کی آخر کی پڑہے اور اوس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کو لئے ثواب شہادت احادیث مین آیا ہے اور پورا بیان شامی مین ہے ۱۲

امام دروازہ ب کے سامنے کہڑا ہے اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف منہ کرکے نیت کی تو اس صورت مین چونکہ
گوشہ حد مشترک دو ظرفون کا ہوتا ہے مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ح ش اور ح ی دونو ہین لیکن اگر
امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اوسکی نماز درست نہوگی اسلئے کہ ہرچند جانب ح ی بہی اوسکی
جہت ہی مگر چونکہ ح ش کیطرف امام ہی تو احتیاطا اسمین ہی کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جائے
تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کیصورت مین اپنے امام سے آگے بڑہگیا اور حلقہ نقطون کا پہلے مسئلہ کیصورت بتاتا ہی کہ امام کیطرف
کے نقطے مقام مقتدیون کے ہین جو امام کی نسبت کعبہ سے دور ہین اور باقی تین طرفون مین کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا
والباب مفتوح صح لانہ کقیامہ فی المحراب اور اسیطرح درست ہی اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اوس امام کے پیچہے جو کعبہ کے اندر ہوا ور دروازہ
کعبہ کا کہلا ہوا اسلئے کہ امام کا کعبے کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کہڑا ہونا ہم امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہی اس سے کہ مقتدیون سے کوئی اوسکے
سامنے ہو یا نہین اور یہہ اقتدا گو درست ہی مگر کراہت کیساتہہ اسلئے کہ امام کا قد آدم اونچا کہڑا ہونا مکروہ ہے اور دروازہ کے کہلے ہونے کی قید
اسلئے لگائی ہی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکہکر معلوم کرلین پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی مکبر امام کی اللہ اکبر کی آواز پہنچاتا جائے تو
اقتدا جائز ہونا چاہئے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ؎

کتاب الزکوٰۃ

یہہ کتاب ہی احکام زکوٰۃ کے بیان مین قرنہا بالصلوٰۃ فی اثنتین وثمانین موضعا فی
التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوٰۃ کا نماز سے ۸۲ جگہہ قرآن شریف مین
دلیل ہی دونون کمال کے درجہ کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسری برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہہ بیان مناسبت کا شارح
نے ذکر دیا کہ ہرچند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونو پاس پاس ذکر ہونی چاہئین مگر چونکہ نماز و زکوٰۃ مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے
زکوٰۃ کو روزہ پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہہ کی نسبت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکہدیا جنہون نے اس شمار کو صاحب
بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہہ شمار غلط ہی صحیح یہہ ہی کہ ۳۲ جگہہ ایک ساتہہ دونو کا ذکر قرآن مجید مین ہی چنانچہ ہمارے اوستاد نے اوسکو
شمار کیا ہی ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوٰۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوٰۃ
واجب نہونیکی یہہ لکہی ہی کہ یہہ بزرگوار اپنے پاس کی چیزکو ودیعت جانتے تہے خرچ کے موقع پر اوسکو صرف کرڈالتے تہے اور یہہ ہم صرف کرنے سے
اوسکو روکتے تہے دوسری یہہ کہ زکوٰۃ طہارت ہی اوس شخص کیلئے جو میل سے آلودہ گناہ ہوا اور انبیا علیہم السلام گناہ سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی
ہی لغۃ الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان
یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم بمتعلق خرج اللفظ ازم زکوٰۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑہنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہی فقیر
کو اس حصہ مالی کا جسکو شارع نے معین کیا ہی شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کردینا نکل گیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادائے
زکوٰۃ کوئی شخص کہانا کہلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب ہونے تملیک کے مگر جبکہ کہانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی ادائے زکوٰۃ
کے لئے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجہتا ہو یعنی چیز کو پہینک نہ دیتا ہو لیکن جس صورت مین کہ اس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم
ہوگیا ہو تو اب اونکو کپڑا پہنانا ادائے زکوٰۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجہنا کہانے
اور لباس دونو سے متعلق ہی اور سے نہ حکم نفقہ کی یہہ صورت ہی کہ مثلا قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسی وجہ سے اس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہہ شخص نفقہ
کی چیز کو زکوٰۃ مین شمار کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی اسلئے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا
اور ضمیر جمع کی بنفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہئے اسلئے کہ اوسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت

سے بھی ادا زکوۃ درست ہے کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک میں یہہ ہے کہ اباحت سے چیز کا کام میں لانا مباح ہو جاتا ہے یہہ نہیں کہ اوسمیں جو تصرف چاہے وہ کر سکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے مثلاً اگر کہانا یتیم کو مباح کیا تو اوسکو اختیار اوسکے کہا لینے کا ہے نہ اور تصرف کا اور اگر مالک کیا تہا ہے خود کہائے چاہے دوسرے کو دیدے یا بیچے ہو جزء مال خرج المنفعة فلو اسکن فقیرا داره سنة ناویا لا یجزیه عینه الشارع وهو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلة والفطرة زکوۃ مالک کرنا ہے مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اوسکو ٹہرا دیا ہے اور وہ چالیسواں حصہ اوس مال نقد کا ہے جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنی وہ زکوۃ میں محسوب نہیں ہو سکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گہر میں ایک سال بہ نیت ادا زکوۃ رکہا تو کافی نہوگا کیونکہ اوسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسویں حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اوسکا باب میں کچہہ تعین ہی نہیں اور صدقہ فطر بہی نکل گیا اسلئے کہ وہ چالیسواں حصہ نہیں ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ بالقول تعینہ شارح نے بیا کیا اور زکوۃ جانوروں اور غلہ کی بہی اسمین شامل ہے کیونکہ وہ قائم مقام چالیسویں حصہ کے ہے من مسلم فقیر ولو معتوها غیر هاشمی ولا مولاه ای معتقه وهذا معنی قول الکنز تملیک المال ای المعهود اخراجه شرعا مالک کرنا ہے مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ انکے مولے یعنی آزاد کئے ہوئے غلام کو اور یہی ہے مراد کنز کے قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہے ہم مصنف نے زکوۃ کی تعریف میں تملیک جزء مال الخ جسکو شارح نے کہا ہے اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہے تو شارح کہتا ہے کہ مال دونو تعریفوں کا ایک ہے کیونکہ کنز میں مال سے مال معہود مراد ہے اور الف لام عہد کا ہے یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہے مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه فلا یدفع الی اصله وفرعه مالک کرنا ہے اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہو جاوے اس سبب سے نکلا کہ زکوۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ ان کو دینے میں من وجہ اوسکی منفعت باقی ہے لله تعالی بیان لاشتراط النیة مالک کرنا ہے خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لئے شارح نے کہا کہ یہہ بیان ہے نیت مشروط ہونے کا یعنی جب کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالے کے امر کی بجا آوری کے لئے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوۃ میں نیت شرط ہے جیسا اور عبادات مقصودہ میں شرط ہے بالاجماع کذا فی البحر وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحریة والعلم به ولو حکما لکونه فی دارنا اور زکوۃ کے فرض ہونیکی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہے اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی روسے ہو جیسے مال دار کا دارالاسلام میں ہونا کہ یہاں بیعلمی عذر نہیں ہو سکتی ہاں اگر کوئی کافر مالدار دارالحرب میں مسلمان ہوا اور چند سال وہاں رہا اور اوسکو زکوۃ کا حال معلوم نہوا تو اوسپر زکوۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے میں اتنی قید دن کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوۃ نہیں وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی نسبة للحول لانه علیه تام بالرفع صفة ملک خرج مال المکاتب اور سبب اوسکا یعنی زکوۃ کے فرض ہونیکا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہے شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہے حول کیطرف بمعنی سال اور اوس مال کو حولی اسلئے کہا کہ اوسپر سال گذر جاتا ہے اور لفظ تام رفع کے ساتہہ صفت ہے ملک کی اس قید سے مکاتب کا مال نکل گیا کہ اوسپر ملک کامل مکاتب کو نہیں ہوتی اسیوجہ سے اوسکی مال پر زکوۃ نہیں ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہیں نہ سال شمسی کذا فی الشامی اقول ایه خرج باشتراط الحریة علی ان المطلق ینصرف للکامل میں کہتا ہوں کہ مکاتب تو نکل چکا ہے حریت کے شرط ہونے سے علاوہ اوسکی مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہہ ہے کہ لفظ تام مصنف کی عبارت میں زائد ہے شامی نے کہا کہ شارح کے قول میں کلام ہے کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہے جو جامع و مانع ہونی چاہیئے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاتی اور تام کی قید نہ لگائی جاتی تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف میں داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط کے بیان میں سبب کی تعریف کا نقصان دور نہیں کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہہ ہوا کرتا ہے کہ کسیوجہ سے قید مذکور نہوئی ہو تو دفع اعتراض کے لئے یہہ

توجیہ کردیتے ہین یہہ کہ جو قید مفید ہوا اوسکو زائد سمجھا جاوے خصوص سمجھانے کے مقام مین انتہی ودخل المال بسبب خبیث کمغصوب خلطہ اذ کان الخ
غیرہ منفصل عنہ یوفی دینہ اور داخل ہوا یعنی اوس نصاب مین جسپر زکوۃ واجب ہو وہ مال جسکا مالک ہوا خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنی مال
مین ملادیا بشرطیکہ اوسکے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا اسقدر کہ پورا کردے اوسکا دین یعنے مال مغصوب کی قدر اوس جداگانہ مال سے ادا ہوجاوے
ف صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھین کر اپنے مال مین ایسی طرح ملادیا کہ دونو جدا نہین ہوسکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے
مال کا خلط کردینا ایسا ہی ہے جیسے اوسکو تلف کرڈالنا یعنی اوس شخص پر ضمان لازم ہے تو اوس سب مال کی زکوۃ اوسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب
خبیث ہے وہ اوس مال مغصوب کا مالک ہوگیا ہے مگر سبکی زکوۃ دینے مین یہہ شرط ہے کہ اوسکے پاس اوس مال مخلوط کے سوا علحدہ اتنا مال ہو کہ اوس سے
ضمان ادا کرسکے اور اگر اور مال نہوگا تو چونکہ اسکی مال مین غیر کا حق ملا ہوا ہے اسلیئے اوسپر مغصوب مال کی زکوۃ واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط
کرنا مثل تلف کرڈالنے کے نہین اسلیئے موجب ضمان بھی نہین تو اوس سے ملک ثابت نہوگی اور نہ زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی متصرفا فارغ عن دین لہ
مطالب من جهة العباد سواء كان لله كزكوة وخراج او للعبد ولو كفالة او مؤجلا ولو صداق زوجته المؤجل للفراق او نفقة لزمته بقضاء او
برضاء بخلاف دين نذر وكفارة وحج لعدم المطالب سبب وجوب زکوۃ ملکیت ایسے نصاب کی ہے جو زائد ہو اوس قرض سے جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندہ ہو
کیطرفسے ہو برابر ہے کہ قرض مذکور اللہ تعالی کا ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا قرض بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ مہر اوسکی زوجہ کا
ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندہ کا بطور نفقہ کے ہو کہ اوسپر قاضی کے حکم سے یا آپسکی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ
اور حج کے بسبب نہونے مطالب کے یعنی ان قرضون کا طلب کرنیوالا کوئی بندہ نہین اگرچہ قیامت مین انکا مطالبہ ہوگا ف زکوۃ مین بندہ کیطرفسے طلب
ایسطرح ہے کہ شروع اسلام مین حضرت عثمان غنی رض کیوقت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے نقدین کی زکوۃ کا نکالنا مالکون کے سپرد کردیا تاکہ حکام
ظالم لوگون کے مال پر طمع نکرین تو گویا ہر مالدار آپ کیطرفسے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہوگیا اور قرض زکوۃ سے زکوۃ کے واجب نہونیکی صورت
ہے کہ مثلا ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہے اور اوسپر دو برس گذر گئی تو اوسپر دوسری برس کی زکوۃ واجب نہوگی اسلیئے کہ پہلی برسکی زکوۃ اسکی
ذمہ قرض ہے اوسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہوجائیگی اور کفالت کے قرض کی یہہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض لیئے اور دس آدمی
اسکے کفیل ہوئے اور ان سب کے پاس ہزار ہزار روپئے ہین تو انمین سے کسی پر زکوۃ واجب نہین اسلیئے کہ قرض دینیوالیکو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اپنا
قرض لے سکتا ہے اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوۃ نہین کیونکہ عادت یہہ ہے کہ اوسکو کوئی مانگتا نہین اور قہستانی مین اسیکو صحیح کہا ہے
کذا فی الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب مین ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہے اور نفقہ نصب کے ساتھ عطف ہے کفالۃ پر
ولا يمنع الدين وجوب عشر وخراج وكفارة اور قرض مانع نہین ہے دہیکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونیکا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ
نہین کہ زمین کی پیداوار سے دہیکی یا خراج اوسکے ذمہ واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اوسپر واجب نہو کیونکہ عشر و خراج متعلق پیداوار سے ہین جو
ہمیشہ نیا ہوتا رہتا ہے اور کفارہ متعلق ذمہ سے ہے اور ذمہ مین مفلس اور تونگر برابر ہین اتنا فرق ہے کہ مفلس کو مہلت دست رسی تک دیجائیگی طحطاوی نے
کہا کہ یہہ مسئلہ اس باب سے کچھ تعلق نہین رکھتا شارح نے بڑھا دیا ہے وفارغ عن حاجته الاصلية لان المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك
بما يدفع عنه الهلاك تحقيقا كثيابه او تقديرا كدينه اور نصاب مذکور فارغ ہو اوس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتون مین لگا ہوا ہے
وہ نہونے کی برابر ہے اور حاجت مین لگے ہوئے مال کو ابن ملک نے یون بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت
مین جیسے اوسکے کپڑے ہین یا ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین ف حاجت اصلی کی چیزین یہہ ہین خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب
جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ ورون کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے جانور اہل علم کے حق مین کتابین اور قرض کو ہلاک تقدیری
اسلیئے کہا کہ اوسکی فکر مین آدمی شب و روز گھلتا ہے اور آگے کو کوئی قرض نہین دیتا اور قرضخواہون کے ہاتھ سے ذلت اوٹھاتا ہے کذا فے

الت می نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑہنے والا ہو اگرچہ تقدیرا بڑہے اسطرح کہ مالک اوسکو بڑہا سکے بر قادر ہو
کوا پنے نائب کے وسیلہ سے بڑہا سکتا ہو ھم مال زکوۃ دو طرح ہے ایک خلقی یعنی جسکی پیدائش دفع حاجت کے لئے ہے وہ تو چاندی اور سونا
ہے تو ان دونوں میں زکوۃ واجب ہوتی ہے خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہیں دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہے اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پہر مال کا بڑہانا دو طرح ہے ایک حقیقی تجارت اور جانوروں کے بچے لینے اور ایک تقدیری
یعنی تجارت وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی تفریع علی شرط و بقولہ
فلا زکوۃ علی مکاتب لعدم الملک التام ولا فی کسب مأذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ لتجارۃ قبل قبضہ پہر مصنف نے
سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع کی کہ زکوۃ نہیں مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہو وہ مکاتب
کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اوسمین حق اوسکے آقا کا لگا ہوا ہے جبتک مال کتابت اوسکے ذمہ ہے اور نہ اوس غلام کی کمائی مین زکوۃ ہے جسکو
آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہے بشرطیکہ مال غلام کے قبضہ مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکہی ہوئی چیزین مین زکوۃ ہے مرتہن سے
لے لینے کے بعد یعنی اگر راہن نے اپنا مال کچہہ برسون تک رہن رکہا تو بعد چہڑانیکے اوسکی زکوۃ زمانہ رہن کی اوسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضہ
کے اور نہ مرتہن پر اوسکی زکوۃ ہے کیونکہ اوسکی ملک نہین اور نہین زکوۃ اوس مال مین کہ اوسکو تجارت کے لئے خرید ا ہو پہلے اوسکے قبضہ کرنیکے
یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلا قبضہ کیا تو اس برس کی زکوۃ مشتری پر نہوگی ولا فی عبید للعبد لعدل دینہ وغیرہ
الا اذا کان للتجارۃ اور نہین زکوۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اوسکے قرض کے پس زکوۃ دے زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوۃ ہو مثلا ایک شخص
کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اوسکے پاس مال زکوۃ دو سو روپیہ کا ہے تو سو کی زکوۃ دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین
اور اگر کم بچین یا کچہہ نہ بچے تو زکوۃ نہین مثلا ۱۲۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ کے سو دیکر ۲۰ بچین گے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری
صورت مین کچہہ نہ بچیگا تو ان دونو صورتون مین زکوۃ اوس پر نہین و عروض الدین کالہلاک عند محمد و رجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا
ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہے امام محمد کے نزدیک اور ترجیح دی ہے اسکو بحر الرائق مین ھم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس
دو سو روپیہ کا مال زکوۃ ہے آٹھ مہینے کے بعد مثلا اوسکو سو روپیہ یا ڈیڑہ سو قرض ہو گئے اور سال پورا ہونیکے بعد پہر دو سو ہو گئے تو
امام محمد کے نزدیک نئے سر سے برس کا شمار کرے پچہلے برس کی زکوۃ اوس پر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع زکوۃ نہین اوس سال کی
بہی زکوۃ اوسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اوس سے زکوۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لہ نصب
صرف الدین لایسرہا قضاء ولو اجناسا صرفت لاقلہا زکوۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالون کی نصاب
ہون تو قرض اوس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادا قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اوس نصاب مین
لگایا جائیگا جسکی زکوۃ کمتر ہو اور اگر زکوۃ مین جنسین برابر ہون مثلا ۴۰ بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونو کی زکوۃ ایک بکری ہے تو مالدار کو اختیار دیا
جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکہکر باقی جنس کی زکوۃ دے ھم کئی نصابون کی مثال یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس روپیہ اشرفیان بہی بقدر نصاب
ہین اور اسباب تجارت بہی بقدر نصاب اور جانور بہی تو اوسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پہر اسباب تجارت پہر مویشی اور مختلف
جنسونکی مثال یہہ ہے کہ مثلا جانور ونکی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان اور اونٹ
محسوب ہونگے گائین نہونگی کیونکہ ۳۰ گایون کی زکوۃ ایک برس کا بچہڑا ہے اور بکریون اور اونٹون کی زکوۃ ایک بکری ہے جو کم قیمت ہے بچہڑے سے
اور یہہ صورت اوسوقت ہے کہ صدقہ لینے والا موجود ہو ورنہ صاحب مال کو اختیار ہے چاہے دین کو مویشی کیطرف لگاکر دونون اشرفیونکی زکوۃ
دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد وابن ملک و آلات المحترفین ودور السکنی ونحوہا اور نہیں

زکوۃ ہی بدن کے کپڑون مین جنکی حاجت گرمی سردی کے دور کرنیکو ہوتی ہے کذا قالہ ابن ملک اور نہین زکوۃ ہے گہر کے اسباب اور رہنے کے گہرون
اور اونکے مثل یعنی دوکانون اور سرائون مین جبکہ کرایہ ملتا ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاہلہا اذا لم تنو للتجارۃ غیر ان الاہل له اخذ
الزکوۃ وان ساوت نصبا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او تزید علی نسختین منہا ہو المختار اور اسیطرح زکوۃ نہین کتابون مین اگرچہ نہون اوسکی
پاس جو اون کا اہل ہو یعنی بےعلم شخص کے پاس ہون تب بھی اونمین زکوۃ نہین بشرطیکہ تجارت کی نیت اونمین نہو ہان اسقدر ہی کہ علم والے کو زکوۃ لینا جائز ہے
اگرچہ کتابین کئی نصاب کی برابر ہون یعنی کتابین اوس کے حق مین توانگری نہونگی بخلاف بےعلم کے کہ اوسکو پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اوسکو زکوۃ کا
لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہہ کہ ہو وین کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے سوا اور علمونکی کہ بقدر نصاب اونکے ہونے سے عالم کو بھی زکوۃ کا
لینا درست نہین یا یہہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون مگر دو دو نسخون سے زیادہ ہون تب بھی زکوۃ کا لینا درست نہین یہی قول مختار ہے ھم طحطاوی
نے کہا کہ دو نسخون سے زیادہ ہونیکا قول ضعیف ہے زکوۃ کے نہ لینے مین معتبر یہہ ہے کہ ایک نسخہ سے زائد اگر ہونگے تب بھی زکوۃ لینی درست نہوگی اور
فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسیکو مختار کہا ہے وکذلک الات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعفص لدبغ الجلد ففیہ الزکوۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون
یساوی نصبا وان حال الحول اور اسیطرح زکوۃ نہین حرفہ والون کے آلات مین مگر جس آلہ کا اثر باقی رہے جیسے کس ہے کہال رنگنے کو لئے تو اوسمین زکوۃ ہے بخلاف
اوس چیز کے کہ باقی نرہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصابکے ہو اگرچہ اوسپر برس گذر جاوے مگر زکوۃ نہوگی ھم حرفہ والون کے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام
کے بعد خود موجود رہین جیسے بسولہ اور سوہن وغیرہ دوسری وہ کہ باقی نرہین اور اس قسم کی دو نوع ہین ایک وہ کہ انکا اثر موجود رہتا ہے جیسے کسم
اور زعفران کپڑا رنگنے مین اور کس اور تیل کہال رنگنے مین دوسری وہ کہ اوسکا کچھہ اثر بھی نرہے جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات مین زکوۃ نہین اور دوسرے
کی پہلی نوع مین یعنی کسم وغیرہ مین زکوۃ ہے اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخون مین عفص کی جگہہ عصفر ہے وہ غلط ہے کیونکہ عصفر کسم کو کہتے
ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہے نہ کہال رنگنے مین قالہ الشامی وفی الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع له اور اشباہ
مین ہے کہ عالم اپنی حاجت کی کتابون سے غنی نہین ہوتا یعنی اوسپر زکوۃ واجب نہین ہوتی اور اوسکو زکوۃ کا لینا درست ہے مگر بندون کے قرض مین
مالدار متصور ہوگا تو اوسکو انکا قرض ادا کرنے کے لئے اوسکی کتابین فروخت کیجاوینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ
بعدہا ومغصوب لا بینۃ علیہ فلو له بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہین ہے زکوۃ گمشدہ
مال مین جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنے ایام گذشتہ کی زکوۃ دینی نہوگی اور نہ اوس مال مین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسون کے نکالا اور نہ اوس
مال مین جو کسی نے چہین لیا اور اوسپر گواہ نہین پس اگر اوسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوگی بعد قبضہ مین آنے مال کے مگر سائمہ جانورون
کے غصب مین کہ زکوۃ واجب نہوگی اگرچہ چہیننے والا غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہے ھم سائمہ اون جانورون کو کہتے ہین جنکو آدمی اکثر ایام سال مین
مباح جنگل مین چرائے دودہ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ بعد غصب ہونیکے یہہ امر اوسکو حاصل نہوگا اسلئے ان ایام کی زکوۃ اوسکو دینی نہوگی
کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الودیعۃ عند غیر معارفہ اور نہین زکوۃ اوس مال مین جو جنگل مین مدفون ہوا اور دفن کی
جگہہ بھول گیا ہو پہر اوسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہہ محفوظ نہ تہی اتفاق سے مال ملگیا اور اسی طرح اوس امانت مین زکوۃ نہین جو نا آشنا لوگون کے پاس ہو
کیونکہ اسصورت مین احتمال نسیان کا غالب ہے اور اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوۃ واجب ہوگی بخلاف المدفون فی حرز
بخلاف اوس مال کے کہ کسی محفوظ جگہہ مین مدفون ہو کہ اوسپر زکوۃ واجب ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گہر ہو یا غیر کا اور وجہ وجوب یہہ
ہے کہ سب گہر کو کہود کر مال ملسکتا ہے لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اوسمین دفن کیا ہوا مال ایسا ہی جیسا جنگل مین واختلف فی المدفون فی کرم
وارض مملوکۃ اور اختلاف ہے اوس مال کی زکوۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین مدفون ہو ھم جو لوگ اوسپر زکوۃ واجب جانتے ہین اونکی
دلیل یہہ ہے کہ تمام زمین کا کہودنا ممکن ہے اور جو واجب نہین کہتے وہ یہہ کہتے ہین کہ سب زمین کا کہودنا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہین کذا فی

البلغ ودين كان جحده المديون سنين ولا بينة عليه ثم صارت له بان اقر بعد حلفه عند قوم وقيده في مصرف الخانية بما اذا حلفه
عند القاضي اما قبله فتجب لما مضى اور نہین زکوة اوس قرض مین جسکا قرضدار نے برسون انکار کیا تہا اور مالک کے پاس اوسپر گواہ نہ تہے پہر اوسکی
پاس گواہ ہو گئے اسطرحکہ قرضدار نے برسون کے بعد لوگون کے سامنے قرض کا اقرار کر دیا اور زکوة کے واجب نہونیکو مقید کیا ہی خانیہ
کے باب المصرف مین اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لی گئی ہو قاضی کے محکمہ مین اس سے یہہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار
کر دیگا تو گذشتہ سالونکی زکوة واجب ہوگی وما اخذ مصادرة اي ظلما ثم وصل اليه بعد سنين لعدم النمو اور نہین زکوة اوس مال مین
کہ بطور تاوان کے زبردستی لیا جاوی پہر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑہنے مال مذکور کے هم طحطاوی نے کہا کہ لعدم النمو علت ہی مال
منفرد سے لیکن مال مصادرہ وغیرہ کی یعنی ان مالونمین وجہ زکوة کے واجب نہونیکی یہہ ہی کہ مالک اسکو بڑہا نہین سکتا والاصل فيه حديث علي
لا زكوة في مال الضمار وهو ما لا يمكن الانتفاع به مع بقاء الملك اور اصل ان سب اموال کی زکوة کے نہونے مین حدیث حضرت علی کی ہی کہ
زکوة نہین مال ضمار مین اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہی مگر اوس سے فائدہ لینا اوسکو ممکن نہو ولو كان الدين على مقر ملي
او على معسر او مفلس اي محكوم بافلاسه او على جاحد عليه بينة وعن محمد لا زكوة وهو الصحيح ذكره ابن ملك وغيره لان البينة قد لا تقبل
او علم به قاض سيجي ان المفتى به عدم القضاء بعلم القاضي فوصل الى ملكه لزم زكوة ما مضى وسنفصل الدين في زكوة المال واگر قرض ایک شخص
کا کسی مقر تونگر یا اوسپر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیہ پر یعنی جسکے مفلس ہونے کا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اوسپر گواہ ہون یا اگر
قرض کو قاضی جانتا ہو پہر اسطرحکا قرض مالک کی ملک مین پہونچے تو اوسپر گذشتہ برسونکی زکوة لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہہ
منقول ہی کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونیکے اوسپر زکوة لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہی اوسکو ابن ملک اور دوسرے
لوگون نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہین ہوتے تو انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہہ ہی کہ اگر قاضی اپنے علم کی روسے
کسی معاملہ مین حکم کر دیگا تو اوسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل ہم مال کی زکوة کے بیان مین عنقریب ذکر کرینگے یعنی دین تین قسم هی قوی
اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اوسپر زکوة نہین کذا في الشامي وسببه اي سبب لزوم ادائها توجه الخطاب يعني قوله تعالى اتوا الزكوة اور زکوة
کے ادا کرنیکے لازم ہونے کا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہی کہ زکوة دو هم یعنی جب آیت مین خطاب مکلفون پر بصیغہ
امر دینے کے لئی هی تو ادا کرنا اوسکا لازم ہی شامی نے کہا کہ یہہ سبب حقیقی ہی اور پہلی جو ملک نصاب کو سبب کہا تہا وہ مجازی تہا وشرطه اي
شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو في ملكه وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزكوة كيفما امسكهما ولو للنفقة
والسوم بقيدها الآتي او نية التجارة في العروض اور شرط ہی زکوة کی یعنی ادا زکوة کے فرض ہونیکی گذر جانا برسکا ہی اسطرحکہ مال مالک کی ملک مین
رہی اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوة مین جیسے روپے اشرفیان انہین بسبب متعین ہونے ان دونوکے تجارت کیلئے اصل پیدائش مین تو لازم
ہوگی ان دونو پر زکوة جسطرح اونکو روک رکہیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لئی روپیہ یا اشرفیان رکہہ چہوڑی یا جنگل مین چرنا قید آئندہ
کے ساتھہ یعنی جانورونکی زکوة کے ادا مین جیسے برسکا گذرنا شرط ہی ویسی ہی جنگل مین چرنا بہی شرط هی یا شرط هے نیت تجارت اسباب کی
زکوة کے باب مین هم پہلے جو شرطین عقل وغیرہ کی مذکور ہوئین وہ صاحب مال مین تہین اور یہہ شرطین خود مال کی ہین مگر کہیتون اور
پہلون کی زکوة مین برس کا گذر جانا شرط نہین کذا في الشامي اما صريحا ولا بد من مقارنتها لعقد التجارة كما سيجي او دلالة بان يشتري
عينا بعرض التجارة او يواجر داره التي للتجارة بعرض فتصير للتجارة بلا نية صريحا اور اسباب مین نیت تجارت یا صراحةً ہو اور ضروری
متصل ہونا اوس نیت کا عقد تجارت سے جیسا کہ آگے آویگا یعنی عقد کیوقت نیت کرلے کہ جو چیز میری ملک مین آتی ہے وہ تجارت کی ہی
تو اگر کوئی چیز گہر کے کام کو مول لی پہر نیت تجارت کی کرلی تو تجارت کی نہوگی جیسا کہ آگے آتا هی یا نیت تجارت دلالةً ہو اسطرحکہ مول لی

لے کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے یا کرایہ دیر اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائیگا یہہ اسباب تجارت کے لئے بدون نیت صریح کے واستثنوا من اشتراط النیۃ ما یشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لانہ لا یملک بہ الشراء بغیرھا اور استثنا کیا ہے خلاف نیت کے شرط ہونے سے اُس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلئے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لئے ہے خواہ مضارب نیت کرے یا نکرے اسلئے کہ مضارب مال مضاربت تجارت کے لئے خرید نیکے سوا اختیار نہین رکہتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالۃ نیت مین شامل رکہین تو استثنا کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح نیۃ التجارۃ فیما خرج من ارضہ العشریۃ او الخراجیۃ او المستاجرۃ او المستعارۃ لئلا یجتمع الحقان اور درست نہین نیت تجارت کی اُس پیداوار مین جو پیدا ہوا اوسکی زمین عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون دو حق م یہہ علت ہے چارون صورتون کی مگر کرایہ اور عاریت کیصورت مین اُسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی دہ یکی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہے اسلئے اگر پیداوار مین زکوۃ بہی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر ہوتا ہے اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہوگی کیونکہ اِس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج اور شخص پر ہوگا اور زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحۃ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الآمر ولذا لو قال ھذا تطوع او عن کفارتی ثم نواہ عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادا زکوۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوۃ فقیر کو بلا نیت دی پہر نیت کی اُسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو ادا زکوۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور کو روپیہ دینے کیوقت نیت ادا زکوۃ کی کر لی پہر وکیل نے بلا نیت مستحقون کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمی کو دی اِس غرض سے کہ وہ فقیرون کو دیڈالے تو درست ہے اسلئے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہے اور اسیوجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہہ صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پہر پیشتر اِس سے کہ وکیل وہ مال کسیکو دے نیت کر لی کہ زکوۃ کیطرف سے ہے تو درست ہے

م یعنی اگرچہ وکیل دینے کیوقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچہہ موکل اوسکے دینے سے پیشتر نیت کر لیگا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلئے لکہی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہے عبادت بدنی اور مالی سے اوسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل نے اپنے موکلون کی زکوتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیرونکو دیڈالیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنیوالا ہوگا موکلون کیطرف سے زکوۃ ادا نہوگی مگر اُس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو

م ضمان وکیل پر اُسصورت مین ہے کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو علم خلط کا ہوا اور وکیل سے تعرض نکیا تو اُسصورتمین خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل کو جائز ہے کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہے رکہہ لینا خود اپنے لئے مگر جس صورتمین کہ مالک نے کہدیا ہو کہ صرف کرنا زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اُسصورتمین اگر وکیل مصرف زکوۃ ہو اور اپنے لئے رکہلے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین کذا فی الحلبی ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزا ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپئے زکوۃ مین دیدیے تو کافی ہے بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیون سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپیے بہی اوسکے پاس موجود ہون تو اگر موکل کے روپئے اسکے پاس اوٹھہ گئے ہون یا اسنے نیت اپنے روپیون کا عوض لینے کی نکی ہو تو موکل کیطرف سے یہہ دینا کافی نہوگا کذا فی

أو عزل ما وجب كله او بعضه لا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء يا نيت ادا زكوة متصل موز كوة واجب كے
علحده كرنے سے خواه كل واجب كے علحده كرنے سے متصل ہو يا بعض كے اور الدار برى الذمہ نہوگا زكوة كو علحده كر دينے سے بلكہ فقير كو دينے كى
جہت سے ذمہ پاک ہوگا يعنى اگر زكوة كا مال جو علحده كيا تہا ضائع ہو جائيگا تو زكوة ساقط نہوگى او تصدق بكله الا اذا نوى حاملين الاوليا
او نفعه دليلهم الزكوة يا ادا موز زكوة كى صحت كے لئے شرط ہے كل مال كا خيرات كر دينا مگر جس صورت ميں كہ اس خيرات سے نيت كر كسى نذر كى يا
كسى دوسرے واجب كى تو بيہ خيرات اوسكى نيت كے موافق درست ہو جائيگى اور زكوة كا ضمان دينا ہوگا قطعاً ويى ہے كہا كہ تصدق كى قيد سے
معلوم ہوا كہ اگر مال كو بعد زكوة واجب ہونيكے كسى غنى كو ہبہ كر ديگا تب بھى زكوة ساقط نہوگى جيسے نذر مين اور تنہا ذالنى سے ساقط نہين ہوتى
ولو تصدق ببعضه لا تسقط حصته عند الثانى خلافاً للثالث اور اگر بعض مال صدقہ كر ديا تو اس صدقہ كئے ہوئے كى زكوة ساقط نہوگى امام ابو
يوسف كے نزديك بخلاف امام محمد كے كہ اونكے نزديك ساقط ہو جائيگى اور امام ابو حنيفہ اس مسئلہ مين امام محمد كے ساتھ ہين تو كہا جا
معلوم ہوتا ہے كذا فى البحر الرائق والملقه مع العين والدين حتى لو ابرأ الفقير عن النصاب صح وتسقط عنه اور ماتن نے تصدق كو معاف
كيا تو وہ عام تر ہے موجود چيز ... ركہنے ذمہ دين كو يہانتک كہ اگر فقير كو برى كر ديا نصاب سے تو صحيح ہوگا ابرا اور زكوة اسكے ذمہ سے
ساقط ہوگئى ہم يعنى مثلاً زيد كا قرض ذمہ عمرو كے بقدر نصاب ہے اور عمرو مفلس ہے زيد نے كہديا كہ مين نے تجكو قرض معاف كيا تو يہ
معاف كرنا صحيح ہے اور زيد كے ذمہ سے زكوة بھى اس نصاب كى ساقط ہو گئى واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين
لعين ولدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز اور جاننا چاہيے كہ ادا كرنا دين كا بعوض دين كے اور ادا كرنا چيز
موجود كے بدلے چيز موجود كے اور بدلے دين كے درست ہے اور ادا كرنا دين كا بدلے موجود چيز كے اور بدلے اس دين كے جو عنقريب قبضہ مين آويگا
درست نہين ہم مراد دين سے وہ مال زكوة ہے جو دوسرے كے ذمہ ہو اور عين سے يہ مراد ہے كہ اوسكى ملک مين قائم ہو نقد ہو يا اسباب
و تفصيل اس مسئلہ كى چار صورتين ہين اسليے كہ زكوة دو حال سے خالى نہين يا دين ہوگى يا عين اور جس مال كى زكوة دينى منظور ہے وہ بھى يا دين
ہوگا يا عين ليكن چونكہ مال دين دو طرح كا ہو سكتا ہے ايک وہ كہ قبضہ مين نہ آوے ساقط ہو جاوے اور ايک وہ كہ بعد زكوة اوسكے قبضہ كر نيكا
استحقاق رہے تو اب پانچ صورتين ہو گئين جنمين سے تين مين ادا درست ہے اور دو مين ناجائز پہلى صورت زكوة دين كا ادا كرنا اوس
مال دين سے كہ ساقط ہو جاوے جسكى مثال اوپر گذرى يعنى مديون مفلس كو نصاب بالكل معاف كر دينا دوسرى ادا كرنا زكوة عين كا مال موجود
سے مثلاً نقد يا اسباب بقدر نصاب ہے اوس مين سے مقدار واجب كو دے ڈالا تو ادا درست ہے سوم ادا ہو زكوة عين مال دين كے عوض مثلاً
ايک شخص دو سو روپيہ كا مالک ہے مگر كسيكو قرض دے ركہے ہين تو اونكى زكوة مين پانچ روپيہ اپنے پاس سے دے دے تو يہہ ادا درست ہے اور
دو صورتين ناجائز ہين اول يہہ ہے كہ مال موجود كى زكوة مين دين كو ديا مثلاً ايک شخص كے پاس ۲۰۰ روپيہ موجود ہين
كى زكوة بيس روپيہ ہوئى اور اوسكے ۲۰۰ روپيہ كسى مفلس پر آتے ہين تو ان روپيوں كو اس مال موجود كى زكوة مين مجرا دينا جائز نہين
دوسرى يہہ ہے كہ ادا كرے دين كو اس مال دين كے عوض جو عنقريب مقبوض ہوگا مثلاً حامد كے ڈيڑہ سو روپيہ محمود كے ذمہ قرض ہين
جاوے اوسكو ۵۰ روپيہ معاف كر دئيے تو ان ۵۰ كى زكوة بھى اوسكے ذمہ سے ساقط ہو گئى ليكن اگر يہہ نيت كريگا كہ سو جو باقى رہے اونكى
زكوة بھى انہين پچاس مين آ جاوے تو يہہ درست نہوگا كيونكہ جب سو اسكے قبضہ مين آئينگے تو عين ہو جائينگے اور عين كى زكوة دين سے
درست نہين كذا فى الشامى وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مد يده واخذها لكونه
ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضى اور جواز كا حيلہ يعنى مال موجود كى زكوة كو دين سے ادا كرنيكى تدبير يہہ ہے كہ اپنے قرضدار محتاج كو اپنى
زكوة حوالہ كرے پہر اوس زكوة كو عوض اپنے قرض كے اوس سے ليلے اور اگر وہ نہ دے تو ہاتہ بڑہا كر چھين لے كيونكہ اسكو اسكے حق كى جنس ملگئى اور

قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہے تو زبردستی دبا سکتا ہے پھر اگر محتاج مزاحمت کرے تو اوسکو قاضی کے پاس لیجاوے
کہ وہ اوس سے دلوا دیگا تو اس صورت مین قرض بھی اوسقدر وصول ہو جائیگا اور مال کی زکوۃ بھی ادا ہو جائیگی وحیلۃ التکفین بہا التصدق
علی فقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد تمامہ فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوۃ سے کفن دینے کا یہ ہے کہ زکوۃ کو کسی محتاج
کی ملک کر دے پھر وہ محتاج اوس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت مین ثواب دونون کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہے زکوۃ کو مسجد کی تعمیر مین لگانیکا یعنی
کسی محتاج کو دیدے کہ وہ مسجد مین صرف کرے اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلون کے بیان مین ہے اور یہی حیلہ ہے بنی ہاشم کو زکوۃ کے
دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص امین ہو نہ یہ کہ بیچ مین دبا رکھے وافتراضہا عمری ای علی التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری ای واجب علی
الفور وعلیہ الفتوی کما فی شرح الوہبانیۃ اور فرض ہونا زکوۃ کا عمری ہے یعنی اگر تمام عمر مین کبھی ادا کر دیگا تو گنہگار نہوگا اور اسکو صحیح کہا ہے
باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہے کہ اوسکا فرض ہونا فوری ہے یعنی اوسی وقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح
وہبانیہ مین ہے فیأثم بتأخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب
علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام فتح پس گنہگار ہوگا ادا زکوۃ مین بدون عذر تاخیر کرنیسے اور اوسکی گواہی
مقبول نہوگی یعنی بسبب فاسق ہو جانیکے اسلئے کہ زکوۃ کو فقیر پر صرف کرنیکے امر کے ساتھ علی الفور ہونیکا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے
کہ امر فقیر کے دینے کا اوسکی حاجت کے دور کرنیکو ہے اور اوسکی حاجت سردست موجود ہے تو اگر زکوۃ علی الفور واجب نہو تو زکوۃ کے واجب
کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر مین ہے ولا یبقی للتجارۃ ما ای عبد مثلا اشتراہ لہا فنوی بعد ذلک خدمتہ
ثم ما نواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا
نہین باقی رہتا تجارت کے لئے وہ مال یعنی مثلا غلام کہ اوسکو مول لیا ہو تجارت کے لئے اور بعد اسکے نیت کرلی اوس سے خدمت لینیکی تو بمجرد نیت خدمت
کے تجارت کا نرہیگا پھر جس مال کو استعمال کے لئے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اوسکو تجارت کے لئے نیت کرے جبتک کہ اوسکو ایسے مال
کے عوض نہ بیچڈالے جسمین زکوۃ ہوتی ہے یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے لیکر تجارت کی نیت کی تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اوسکے
عوض ایسا مال نہ لے جسمین زکوۃ ہے اور فرق دونو صورتون مین یہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت
یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہے اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جاتا ہے قسم جنس ما فیہ الزکوۃ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ مثلا غلام کو
کو لیکر نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر مین دیدیا یا قصاص کی صلح مین دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض مین دیدیا تو اِن صورتون مین اوس پر
زکوۃ نہ آویگی اور ترک عمل مین صرف نیت کافی ہے مثلا مقیم اور روزہ دار کو فرمین صرف نیت کافی ہے کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہے اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور اسکے مقابل مین صرف نیت کافی نہین مثلا صرف نیت سے مسافر نہوگا جبتک سفر نہ کرے
کذا فی الشامی وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ
ناویا فتجب الزکوۃ لاقتران النیۃ بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ لما ان النیۃ لا تعتبر فیہا فلو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ او لا بعد حول
کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہ وہ مال جو تجارت کا نہ ہوگا کہ اسکا وارث ہوا
اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے یعنی میراث کے ملنے مین کوئی عقد معاوضہ نہین کہ اوسکی بابت نیت کا اعتبار ہو مگر جب
مال تجارتی مین تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کیوقت مثلا نیت کرلے کہ اسکا عوض تجارت کے لئے ہے تو زکوۃ واجب ہوگی
بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور چاندی اور چرائی کا چارپایہ اگر میراث مین ملے تو اونپر زکوۃ لازم ہے
اس لئے کہ خانیہ مین ہے کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اوسکی زکوۃ اوسپر لازم ہے برس گذرنے کے بعد نیت سائمہ کی کرے یا نکرے

چاندی سونا ہو کیونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لئے متعین ہیں اسلئے میراث میں پانے سے اس پر زکوٰۃ ہوگی خواہ تجارت کی نیت کرے
یا نہیں اور سائمہ میں چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلئے اب وارث کی نیت کی حاجت نہیں غرضکہ برس گذرنیکے بعد ان تینوں پر
زکوٰۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وما ملکہ بہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود لم یکن للتجارۃ لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ
خطأ ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قبضہ بدل مال التجارۃ وانہ یکون لہا بلانیۃ کما لو نواہ لہا کانت لہا عند الثانی والاصح
انہ لا یکون لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اوسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال
سے نہو جیسے ہبہ میں ملنا یا وصیت میں یا مہر نکاح میں یا خلع کے عوض میں یا صلح بعوض قصاص میں اور اس مال میں نیت تجارت کی کرلی
تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لئے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے
عوض اور ان معاملات میں بدون مال کے ہاتھ لگتا ہے تو تجارت کے لئے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح میں قود
کی قید اسلئے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاوے تو یہ غلام
تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور اسیطرح جو چیز مال تجارت کے عوض قبضہ میں آوے تو وہ بھی تجارت کے لئے ہوگی بدون
نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے میں نیت تجارت دلالۃً موجود ہے تو اب نیت جدید کی حاجت نہیں فی
اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شرح اشباہ میں ہے کہ جب نیت متصل ہوا یسی چیز سے کہ مال کا
مبادلہ مال سے نہیں تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب م اس قول کو شارح نے اصح قول کی تائید کے لئے بیان کیا لا زکوٰۃ فی اللآلی
والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہیں ہے زکوٰۃ موتیوں اور جواہر میں اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہوں بالاتفاق مگر اس
صورت میں کہ موتی اور جواہر تجارت کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی م جواہر سے مراد یاقوت و زمرد وغیرہ ہیں اور ان پر زکوٰۃ نہونیکی وجہ یہ ہے کہ
اصل پیدائش میں یہ چیزیں ثمن نہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المؤدی الی
الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وھو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوٰۃ کے ہونیکا یہ ہے کہ جو مال سوا چاندی
اور سونے اور چرائی کے جانوروں کے ہو اوس پر زکوٰۃ جبھی ہوگی جبکہ تجارت کی نیت ہو بشرطیکہ نہونے مانع کے جس سے دوبارہ زکوٰۃ کی نوبت پہنچے اور بشرط متصل ہونے
نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے م طحطاوی نے کہا کہ ثنی
بکسر ثلثہ و نون مفتوح و الف مقصورہ ایک برس میں دوبارہ صدقہ لینے کو کہتے ہیں تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اوسمیں زکوٰۃ نہوگی کہ
عشر اور زکوٰۃ دونو جمع ہو جائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ ناویا انہ ان وجد ربحا باعہ لا زکوٰۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج
من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر میں رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اوس پر زکوٰۃ نہیں
بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اوس پیداوار میں جو پیدا ہوا اوسکی زمین عشری یا خراجی میں تو اوس پر بھی زکوٰۃ
نہوگی کیونکہ یہاں مانع موجود ہے یعنی عشر اور خراج مانع زکوٰۃ ہیں وکما لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ او عشریۃ وزرعہا او بذرا للقنیۃ
فزرعہا لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کری کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اوسکو بووے یا نہیں یا زمین عشری
مول لے اور اوسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لئے پھر اوسکو بو دیا تو ان صورتوں میں پیداوار تجارت کے لئے نہوگا بسبب موجود
ہونے مانع کے م یعنی اول صورت میں خراج اوسکے ذمہ ہے بسبب لائق ہونیکے خواہ بووے یا نہیں اور دوسری صورت میں عشر ہونیوالا ہے
تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اوسکی زکوٰۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت
میں اسوقت مال تجارت نہوگا کہ بیج کو زمین خراجی یا عشری میں بو دے اور اگر اپنی زمین مملوک میں بو دیگا تو زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمة یہ باب ہے چرنیوالے جانوروں کی زکوۃ کے بیان میں هی الراعیة وشرعًا المکتفیة بالرعی
المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادة والتسمین لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع
لو اسامها للحم فلا زکوٰة فیها کما لو اسامها للحمل والرکوب ولو للتجارة ففیها زکوٰة التجارة ولعلهم ترکوا ذلک لتصریحهم بالحکمین
سائمہ لغت میں چرنیوالے جانور کو کہتے ہیں اور شرعًا جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جسمیں مالک کو کچھہ دینا نہ پڑے اور اس قید کو شمنی نے
ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال میں واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور محیط میں اتنا اور زیادہ
کیا ہے اور بڑہاری اور موٹا ہونے کے لیے تاکہ شامل ہوجاوے نروں کو بھی لیکن بدائع میں ہے اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو انمیں
زکوۃ نہیں ہے ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو انمیں زکوۃ تجارت کی ہے اور شاید کہ
اہل متون نے اس قید کو اسلیے نہیں ذکر کیا کہ وہ دونو حکموں کی تصریح کر چکے ہیں م یعنی بیان کر چکے ہیں کہ جس مال کی نیت تجارت
کی ہو اوسمیں زکوۃ ہے اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہوں اونمیں زکوۃ نہیں ہے
قال الشامی فلو علفها نصفه لا تکون سائمة فلا زکوٰة فیها للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانوروں کو آدہے
برس یعنی گہر پر باندھ کر تو سائمہ نہوں گے اور اسلیے زکوۃ بھی اون میں نہو گی کیونکہ موجب زکوۃ یعنی سوم مشکوک ہے م
یعنی جانوروں میں زکوۃ بشرط سوم ہوتی ہے تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گہاس کہلایا تو سوم میں شک پڑ گیا ویبطل
حول زکوة التجارة بجعلها للسوم لان زکوة السوائم وزکوة التجارة مختلفان قدرًا وسببًا فلا یبنی حول احدهما
علی الآخر اور زکوۃ تجارت کا برس باطل ہوجاتا ہے اون کے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوۃ سوائم کی اور زکوۃ تجارت کی مختلف
ہیں مقدار میں اور سبب میں تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر مبنی نہیں ہو سکتا م اس مسئلہ کی صورت یہہ ہے کہ ایک
شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہیں چند روز کے بعد اوسنے اونکو دودہ اور نسل کے لیے چرنے چہوڑ دیا تو اب سال زکوۃ
چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن اس سال میں محسوب نہوں گے کیونکہ زکوۃ تجارت کی مقدار چالیسواں حصہ ہے اور
سوائم کی زکوۃ جانور دینا پڑتا ہے اور دونوں کا سبب بھی مختلف ہے کہ تجارت میں اسباب مالی کا مالک ہونا سبب ہے اور
سوائم میں عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتراها للتجارة ثم جعلها سائمة اعتبر اول الحول من
وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمة فی وسط الحول او قتله بدراهم بجنسها او بغیر جنسها او بنقد ولا نقد عنده او
بعروض ونوی بها التجارة فانه یستقبل حولا آخر جوهرة وفیما لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلة زکوة لعدم المالك
ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعة القوائم لانها لیست سائمة پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پھر چہوڑ دیا چرائی
پر تو معتبر ہوگا اول سال جسوقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ ڈالا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے انکی
جنس کے یا غیر جنس کے بدلہ نقد کے اور نقد اوسکے پاس موجود نہیں یا بیچا بدلہ اسباب کے اور نیت کر لی اسباب میں تجارت
کی تو ان سب صورتوں میں نئے سر سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور متن میں یہہ بھی ہے کہ وقفی مواشی میں زکوۃ نہیں اور
نہ گہوڑوں میں جو فی سبیل اللہ کئے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندہے مواشی میں اور نہ پانوں کٹوں میں کیونکہ وہ سائمہ
نہیں م نقد پاس نہونیکی قید اسلیے لگائی کہ اگر اوسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اوسکے ساتھہ ملا کر زکوۃ دینی ہوگی
نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہہ تہا کہ شارح لا لنصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلہ یعنی جنسی
اور غیر جنسی کو اور گہوڑوں پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوۃ نہیں اور ظہیریہ میں لکہا ہے کہ اندہے مواشی میں دو روایتیں

ہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے اور بحر الرائق مین ہے واجب لکھا ہے قالہ الشافعی باب

سہ باب ہے اونٹون کی زکوۃ کے بیان مین ہم حلقاوے نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہے اور اوسکی خبر محذوف ہے نصاب

الابل بکسر الباء وتسکن مونثۃ لا واحد لہا من لفظہا والنسبۃ الیہا ابلی بفتح الباء شمیت بہ لانہا تبول علی افخاذہا

نصاب اونٹون کے پانچ مین شارح نے کہا ابل ب کے کسرہ کے ساتھ ہے اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہے مونث مستعمل ہے اسکا واحد

اس لفظ سے نہین آتا اور یائی نسبت لگانے سے ب کو فتح ہوجاتا ہے اور اونٹ کو ابل اسلئے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہے

ہم یعنی ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہے اور وجہ یہ ہے کہ اکثر حروف مین اشتراک ہوا اور معنون مین مناسبت طحاوی نے

کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہے اور خمس اوسکی خبر خمس فیہ شاۃ من کل خمس منہا الی خمس وعشرین بخت جمع بختی وہو مالہ

سنامان منسوب الی بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منہما ولد فسمی بختیا اور عراب شاۃ وما

بین النصابین عفو نصاب اونٹون کا پانچ مین بس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون

یا عربی شارح نے کہا بخت جمع بختی کی ہے اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہے بخت نصر کی طرف اسلئے کہ اول

اوسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع کرکے نسل حاصل کی تھی اسلئے وہ بختی نسل کہلائی اور ما بین ہر دو نصاب کے معفو ہے ہم یعنی بیچ

پانچ پر ایک بکری ہے جیسے سات پر بھی وہی ایک بکری ہے نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ

زکوۃ نہین وہ معاف ہین وفیہا ای الخمس وعشرین بنت مخاض وہی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان

امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اوسمین یعنی پچیس اونٹون مین بنت مخاض ہے اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہے

جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اوسکا نام اسلئے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اوسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہے

دوسری بچہ کی وفی ست وثلثین الی خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا تکون ذات لبن لاخری

غالبا اور چھتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکو لبون کہتے ہین

دودھ والی کا بچہ اسلئے کہ اوسکی ماں اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جنکر دودھ والی ہوتی ہے وفی ست واربعین الی ستین حقۃ

بالکسر وہی التی طعنت فی الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہے حا حطی کے کسرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جسکو چوتھا

برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الی خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت

فی الخامسۃ لانہا تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ مین پچھتر تک جذعہ ہے ذال معجمہ کے فتح سے یعنی وہ اونٹنی جو پانچویں برس لگی ہو اور

اسکو لفظی معنی مین توڑنیوالی تو جذعہ اسلئے نام ہوا کہ وہ دودھ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہے وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا

لبون وفی احدی وتسعین حقتان الی مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور

چھہتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقہ ایک سو بیس تک یہی ہے سا کتب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ کا ہم لفظ کتب مصدر مضاف ہے اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہے یعنی کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ کہ

کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونیکی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اس

نامہ کے موافق حضرت ابو بکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس حلیہ کو میان درج کیا آخر کلام مین ہیں لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین

کچھ اختلاف ہوا اور ایکسو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت مرتضی علی سے منقول ہے کہ پچیس پر پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی

ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیجعل فی کل خمس شاۃ مع الحقتین فی کل مائۃ وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان

ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھر اسپر تو زکوۃ حساب کیجاوے ہمارے نزدیک گنی جاویگی ہر پانچ پر ایک بکری مع دو حقوں کے پھر ایکسو
پینتالیس میں بنت مخاض اور دو حقے پھر ایکسو پچاس میں تین حقے ہیں امام شافعی اور احمد کے نزدیک جب ایکسو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اسمیں تین
بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک
سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ والخمسین
ففی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون معھن ثم فی
مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کی جاوے زکوۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقوں
کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکورہ کے پھر ایکسو چھیانوے میں چار حقے دو سو تک ہیں
ماتن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہئیے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل ثبوت کا مقتضی ہے کہ اگر یہہ عدد مکرر ہو دو
بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو جاویگا حالانکہ یہہ مراد نہیں ہے اور ایسے ہی ثم فی کل مائۃ وخمس ضرور نہیں ہے اور ان مواقع میں بجای ثم کے
واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلئے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونوں جگہ نہیں کیا
ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی تجب فی کل خمسین حقۃ
پھر اسپر تو زکوۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہاں تک کہ واجب
ہر پچاس میں ایک حقہ ہو مراد یہہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو ان میں ایک بکری اور چار حقے یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس
میں دو بکریاں چار حقے اور دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو
اونمیں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہے دو سو پینتالیس تک
پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہاں تک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں
تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزی ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہیں کافی
نر اونٹ مگر بحسب قیمت مادہ کے یعنی مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں میں مالک کو اختیار
ہے چاہے نر دیوے چاہے مادہ

باب زکوۃ البقر

یہہ باب ہے زکوۃ گائے بیل کا من البقر بالسکون وھو الشق
سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ بقر بتحتین مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے
جسکے معنی پھاڑنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہیں اسلئے کہ زمین کو اوٹھاتا ہے یعنی
لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرۃ ہے اور تا تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو
متولدا من وحشی واھلیۃ بخلاف عکسہ ووحشی بقر وغنم وغیرھما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ
گائے بھینس کی نصاب تیس عدد میں جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہوں شمار کرنے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہو ہوں بخلاف
اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری کے کیونکہ یہہ نصاب میں شمار نہیں کئے جاتے اسلئے کہ جانوروں
میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہے غیر مشترک کی قید اسلئے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہونگے تو انپر زکوۃ نہ ہوگی کیونکہ
ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیھا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گائے میں پورے
برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلئے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنی ہیں ساتھ رہنیوالا اور یہہ بھی اپنی ماں
کے ساتھ رہتا ہے ثم کاملۃ کی قید اسواسطے بڑہائی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ دوسری برس میں لگا ہو بس جب ایک برس کا پورا

ہو چکا تو دو سال بس ہوا اسی طرح اسی شمار ہو جاوے گا کذا فی الشامی و فی اربعین مسنۃ او مسنتان او مسنۃ او چالیس مین پورے دو برس
کا نر یا مادہ جس کے معنی دانت والا اور سال دو سکو مسن اسلئے کہتے ہیں کہ اس عمر میں اوسکے دانت ٹوٹتے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت
نکلتے ہین و فیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام و عنہ لاشئ فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس
سے اوسی حساب سے زکوۃ بھی لیجاویگی ساٹھ تک یعنی اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنۃ کا اور دو مین بیسوان حصہ یہہ مذہب
امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ زیادہ مین کچھہ نہین لیا جاویگا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین و ہی روایۃ اسد بن عمرو عن الامام
ابی یوسف و ہو قولہما والثلثۃ و علیہ الفتوی بحر
ابی پر فتوی ہے کذا فی البحر نقلا عن الینابیع و لا
کماءۃ و عشرین فیجبر بین اربع اتبعۃ و ثلث
مین کہ ہر ایک مین تبیع اور مسنہ متداخل ہون جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنہ
و علی ہذا القیاس یعنی دو سو چالیس مین آٹھہ تبیعہ یا چھہ مسنہ قال الشامی ہم متداخل سے یہہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس
دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دیوے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دیوے باب

زکوۃ الغنم یہہ باب ہے زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب
غنم جس کے معنی بھیڑ بکری ہے مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہیں جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے
لئے غنیمت ہے اور بیچاوں کا عدم وجود برابر ہے کیونکہ اون سے مدافعت نہین کر سکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہما سواء
فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربا لا فی اداء الواجب والایمان اربعون و فیہا شاۃ نعم الذکور والاناث نصاب غنم کی
بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونو کو شامل ہے اسکی
کہ یہہ دونو برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ ادائے واجب مین اور قسمون مین ہم نصاب کا پورا کرنا یہہ کہ
اگر بھیڑ بکری ملکر چالیس ہون تو زکوۃ لازم ہو گی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑ کا گوشت بدلہ بکری
کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور ادائے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنی اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیاں ہون
تو اوسپر ایک بھیڑ ہی واجب ہو گی اوس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کہائی کہ بھیڑ کا گوشت کہاونگا تو بکری کا گوشت
کہانے سے حانث ہو گا کذا فی الشامی و فی مائۃ و احدی و عشرین شاتان و فی مائتین و واحدۃ ثلث شیاہ و فی اربعمائۃ اربع
شیاہ و ما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب
سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین ہم یعنی چالیس سے جو زائد ہو ایک سو بیس تک اوس مین کچھہ نہین بشرطیکہ مالک ایک
ہی ہو ورنہ اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بحر مین ہے کہ اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین
تو ساعی کو نہین پہنچتا کہ اونکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو آدمی کی ہین تو ایسے
کسی پر زکوۃ نہین ہے اور ساعی کو نہین جائز کہ اونکو جمع کرکے اون پر زکوۃ لے لے اسلئے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے
کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربعمائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہو گئین تو ہر سیکڑہ پیچھے ایک
بکری ہے بے انتہا تک و یوخذ فی زکوتہا ای الغنم الثنی من الضان والمعز و ہو ما تمت لہ سنۃ لا الجذع
الا بالقیمۃ و ہو ما اتی علیہ اکثرہا علی الظاہر و عنہ جواز الجذع من الضان و ہو قولہما والدلیل یرجحہ ذکرہ الکمال

والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنة ومن الابل ابن اربع اور لیا جاوے بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں ثنی یعنی میسندھا اور بکری یہ ہے برس روز کا مراد یہ ہے کہ دوسرے برس میں ہو جیسے ہدایہ اور کتب فقہ میں مسطور ہے نہ لیا جاوے جذعہ مگر قیمت کر کے اور جذع اوسکو کہتے ہیں کہ جسپر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذعہ کا بنا بر ظاہر روایت ہے اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ جذعہ میسندھوں میں کا لیا جا سکتا ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور دلیل اسکو ترجیح دیتی ہے ذکر کیا ہو اسکو کمال مسکین بحر وغیرہ نے ظاہر الروایت پر جزم کیا ہے اور اختیار میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور ثنی بکریوں میں دو برس کا ہوتا ہے اور اونٹوں میں پانچ برس کا اور جذعہ بقر میں ایک برس کا ہو اور ابل میں چار برس کا ولا شئ فی خیل سائمة عندهما وعليه الفتوى خانيه وغيرها ثم عند الامام هل لها نصاب مقدر الاصح لا لعدم النقل بالتقدير اور زکوٰۃ نہیں ہے گھوڑوں جنگل کے چرنیوالوں میں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ وغیرہا اور طحاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے اور اسرار اور زیلعی اور ینابیع اور جواہر اور کافی میں اسکو ترجیح دی ہے لیکن فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب دیا للہ درہ اعلم واضح ہو کہ بحکم زکوٰۃ خیل سے مراد ماداؤں کے گھوڑے ہیں اور یہہ قول باعتبار حجت کے قوی ہے جیسا بحر میں اور مبسوط کے شاہد میں کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک اونمیں زکوٰۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی اون کے لئے مقرر ہے یا نہیں تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہی ہیں لیکن اصح یہہ ہے کہ کوئی نصاب مقرر نہیں کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہیں ولا فی بغال وحمير سائمة اجماعا ليست للتجارة فلو لها فلا كلام لانها من العروض اور نہیں زکوٰۃ بالاتفاق خچروں اور گدہوں جنگل کے چرنیوالوں میں کہ تجارت کے نہوں لیکن اگر تجارت کے ہوں تو کچھ کلام نہیں زکوٰۃ کے واجب ہونے میں کیونکہ مال تجارت میں ولا فی عوامل وعلوفة ما لم تكن العلوفة للتجارة اور نہیں زکوٰۃ کام کرنیوالے جانوروں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ میں اور نہ گہر سے گہاس کہانیوالوں میں زکوٰۃ ہے جبتک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہوں ہم عوامل میں قید تجارت کی نہیں لگائی علوفہ میں لگائی کیونکہ عوامل تجارت کے لئے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے کیونکہ کہ حاجت اصلی میں مشغول ہیں کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحتين ولد الشاة وفصيل ولد الناقة وعجول بوزن سنور ولد البقرة وصورته ان يموت كل الكبار ويتم الحول على اولادها الصغار اور نہیں ہے زکوٰۃ بچوں میں خواہ بکری کے ہوں یا اونٹنی کے یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچے باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے ہم کہتے ہیں کہ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان میں سے ایک واجب ہو اور یہ جاننا چاہیئے کہ چھوٹے اونٹوں کی نصاب میں پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا اور صحیح قول طرفین کا ہے کذا فی الشامی الا تبعا لكبير ولو واحدا ويجب ذلك الواحد ولو ناقصا فلو جيدا يلزم الوسط وهلاكه يسقطها یعنی بچوں میں زکوٰۃ نہیں مگر بتبعیت بڑوں کی اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوٰۃ میں وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانیکے ہلاک ہو جاوے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے ہم یعنی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچہ کے ۳۹/۴۰ لازم ہوں گے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو یعنے چالیسواں حصہ ساقط ہو گیا قاله الشامی ولو تعدد الواجب وجب الكبار فقط ولا يكمل من الصغار خلافا للثاني اور اگر زکوٰۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دئے جاویں اور چھوٹوں سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم بیان اسکا یہہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں دو واجب دو مسنہ ہیں بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مسنہ

اور ایک بچہ اوسیطرح اگر ہو دین اور مسنہ گا ہو کہ بچے ادا کیے تبیع کذا فی الشامی وکلا فی عفو وھو ما بین النصبین فی کل الاموال
اور نہیں زکوۃ اوس عدد میں جو عفو ہے اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابوں کے ہو تمام قسم کے اموال میں ھم یہ شیخین کا
قول ہے یعنی واجب بمقابلہ نصاب کے ہو عفو کے اور امام محمد و زفر کہتے ہیں کہ واجب بمقابلہ کل عدد کے ہے اور نتیجہ خلاف اسکا
میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس نو اونٹ ہیں اور چار ہلاک ہو گئے تو شیخین کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور
امام کے نزدیک پانچ ایک بکری کی لازم آویگی اور چار نویں حصہ ساقط ہو جاوینگی قالہ الشامی وخصہ بالسوائم اور صاحبین نے
عفو کو خاص کیا ہے سوائم میں نہ نقود میں ھم یہ اسلئے کہ نقود میں جو دو سو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہیں ہے
بلکہ چالیسواں حصہ کل کا لازم ہوتا ہے بخلاف امام اعظم کے کہ اون کے نزدیک بعد دو سو درم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہے جب
دو سو کے اوپر چالیس درم زیادہ ہوں تو ایک درم زیادہ لازم آویگا یعنی چھ درم ہو جاوینگے الغرض درم کی کسر امام صاحب
کے نزدیک معاف ہے کذا فی الشامی وکلا فی ھالک بعد وجوبھا ومنع الساعی فی الاصح لتعلقھا بالعین لا بالذمۃ
وان ھلک بعضہ سقط حصتہ اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اوسمیں زکوۃ نہیں
اصح مذہب پر یعنی اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مالک نے دینے سے انکار کیا یہاں تک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح یہ ہے
کہ زکوۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوۃ معین چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اسیقدر
کی زکوۃ ساقط ہو گئی ویصرف الھالک الی العفو اولا ثم الی نصاب یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف
لگایا جاویگا پھر اوس نصاب کیطرف جو اوسکے متصل ہے پھر اوسیطرح اوس نصاب کیطرف جو اس سے نیچے ہے ھم یعنی اگر
مثلا کسی شخص کے پاس تین نصابیں اور کچھ تھے زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہنچی ہو پھر اوسمیں سے کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ
اول عفو میں سے سمجھا جاویگا پھر جو زائد تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابوں کی زکوۃ اوسکے ذمہ واجب ہوگی اور اگر اوس
زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ منصرف ہوگا اوس نصاب کیطرف جو اوسکے قریب ہے یعنی تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابوں کی زکوۃ
دیگا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک ہو پہنچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستھلک بعد الحول لوجود التعدی منہ
ومنہ مالو حبسہا عن العلف او الماء حتی ھلکت فیضمن بدایع بخلاف اوس صورت کے کہ قصدا ہلاک کر دے بعد برس گذرنے
کے کیونکہ تعدی اوسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی میں شمار کیا جاویگا اگر جانوروں کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہاں تک کہ
ہلاک ہو گئے پس زکوۃ کا ضامن ہوگا بدایع والتوی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ھلاک وبغیر مال
التجارۃ والسائمۃ بالسائمۃ استھلاک اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کو ہلاک شمار
کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا کسی اور چیز کے ساتھ سوا مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے ھم حکم نقود کا
حکم مال تجارت کا ہے یعنی مثلا کسی شخص کے پاس ہزار درم تھے پھر اوسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت
کا خریدا پھر وہ ہلاک ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا خریدا تو ساقط نہیں ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ لفظ بالسائمۃ ساقط
کر دیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہوں یا عروض کیونکہ زکوۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھ اور اگر بالذات اور
عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین یعنی سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اوس وقت ہے کہ بعد برس کے
استبدال کیا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جب تک اس عوض پر برس نہ گذریگا زکوۃ واجب نہ ہوگی الا کہ اوسکے پاس ان
دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہوں تو اوسکے ساتھ ملا کر سبکی زکوۃ دیگا کذا فی الشامی وجاز دفع القیمۃ فی زکوۃ وعشر وخراج

وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء اجماعا ھو الاصح اور جائز
ہے دینا قیمت کا زکوۃ میں اور عشر میں اور خراج میں اور فطرہ میں اور نذر میں اور اوس کفارہ میں جو سوا آزاد کرنے کے ہو یعنی جائز ہے قیمت
دینی اگر جو شے واجب ہی اوسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریاں موٹی جو قیمت میں چار بکریوں اوسط کی برابر ہوں اون چار کے عوض دیدیوے
تو جائز ہے لیکن نصاب کیلی میں یا وزنی میں جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اونکی قیمت معتبر نہیں ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہوں بدلے
پانچ کیل ناقص گیہوں کے یا چار درم سپید بدلے پانچ درم سیاہ کے دینی جائز نہیں اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کرکے دیوے تو جائز ہے قال
الشامی اور قیمت وہ معتبر ہے کہ جو روز وجوب زکوۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اوس دن کی جس روز ادا کرتا ہے اور سوائم میں بالاتفاق
یوم الادا کی قیمت معتبر ہے یہی اصح ہے وتقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت
وہاں کی جاتی ہے جس شہر میں وہ مال ہے اور اگر جنگل میں ہے تو جو شہر وہاں سے قریب ہو کذا فی الفتح اگر ایک غلام کو کسی شہر میں بھیجا
تجارت کے لیے تو اوسکی قیمت اوس شہر کی معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی یجبر المصدق لا یاخذ الا الوسط وھو اعلی الادنی وادنی الاعلی
ولو کلہ جیدا فجید اور زکوۃ لینے والا نہ لیوے مگر اوسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب
اعلی قسم کی ہوں تو اعلی ہی لیوے ھم یعنی اگر بنت لبون مثلاً اوسپر واجب ہوئی ہے تو سب بنت لبونوں سے اچھی چھانٹ کر نلیوے اور
نہ سب سے بری لے وان لم یجد المصدق وکذا ان وجد فالقید اتفاقی ما وجب من ذات سن دفع المالک الادنی مع الفضل
جبرا علی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ او دفع الاعلی ورد الفضل الاجبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضا ھو الصحیح سراج اور اگر زکوۃ کے
مال میں مصدق اوس عمر کا سائمہ نہ پاوے جو زکوۃ میں واجب ہوا ہے اور یہی حکم ہے اگر اوس عمر کا یا اوس صفت کا مال میں موجود ہو پس
قید نہ پانے کی اتفاقی ہے تو مالک ادا کرے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے زبردستی مصدق پر اسلئے کہ یہ ادا کرنا قیمت ہے بیع نہیں ہے یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے بغیر جبر کے اسلئے کہ اس صورت میں مصدق مشتری ہے پس اوسکی رضامندی ضرور ہے یہی صحیح ہے
کذا فی السراج او دفع القیمۃ ولو دفع ثلاث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریاں فربہ بدلے چار
اوسط بکریوں کے دیدیوے تب بھی جائز ہے والمستفاد ولو بہبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول
الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہوا اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے ملا جاوے اونکی جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اوسکی
زکوۃ دیجاوے اصلی نصاب کی برس کی تمامی پر ھم سوائم میں بچوں کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال میں نفع کا ہونا سب کا
یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اوسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر پہلی نصاب پوری نہو تو جس وقت سے مع بچوں یا مال مستفاد کے نصاب
پوری ہوا اوس وقت سے برس روز کے بعد زکوۃ واجب ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ شروع سال میں نصاب پوری ہو پھر بیچ میں
ناقص ہو گئی پھر سال تمام پر پوری ہو گئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہیں ہمارے نزدیک اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ اصل
کی بقا ضرور ہے یہانتک کہ اگر اصل نصاب تمام ہو گئی تو مستفاد کا برس نئے سرے سے شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل
نصاب میں سے کچھ باقی ہو تو کل کی زکوۃ مستفاد سمیت دیدیوے ولو ادی زکوۃ نقد ثم اشتری بہ سائمۃ لا تضم اور اگر
اپنے نقد کی زکوۃ دیکر اوسکے بدلے سوائم خریدکر سے تھے سوائم ملائے نجاوینگے ھم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس
کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہے اسنے بعد ادا ہو زکوۃ نقد کے اوسکے بھی سوائم خرید لیے تو ان نوخرید سوائم کو پہلے سوائم میں نملایا جاویگا
بلکہ اونکا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور یہی ہے اگر سائمہ کی زکوۃ دیکر نقد کے بدلے بیچا
برخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اوسکو بیچڈالا تو قیمتیں بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائی جاویگی

ذوات

تفصیل یعنی اگر اموال ظاہری میں سے لیا ہو تو فرض ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اوسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہے اور اگر اموال
باطنی میں سے بزور لیلیا ہو تو ساقط نہوگا وفی التجنیس المفتی به سقوطها فی الاموال الظاهرة لا الباطنة اور تجنیس میں ہے کہ
حاکم جابر کو دینے کی صورت میں مفتی بہ یہ ہے کہ زکوة ساقط ہو جاتی ہے اموال ظاہری میں نہ باطنی میں ولو خلط السلطان المال المغصوب
بماله ملکه فتجب الزکوة ویورث عنه لان الخلط استهلاک اذا لم یمکن تمییزه عند ابی حنیفة وقوله ارفق اذ قلما یخلو مال
عن غصب اور اگر ملالیا بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے مال میں تو اوسکا مالک ہو جاویگا پس زکوة واجب ہوگی اور مرنیکے بعد وراثت
بھی جاری ہوگی اسلئے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہو نزدیک امام صاحب کے بمنزلہ قصداً تلف کرنیکے ہے یعنی جب استہلاک ثابت ہوا تو ضمان
اوسکا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہوا ضمان کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول میں لوگوں کے لئے سہولت ہے اسواسطے کہ کمتر کوئی مال
غصب سے خالی ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہیں لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہوا تو ملک بھی ثابت نہوگی اور وراثت بھی جاری
نہوگی کیونکہ وہ مال مشترک ہے اور اسمیں سے صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وهذا اذا کان له مال غیر ما استهلکه
بالخلط منفصل عنه یوفی دینه والا فلا زکوة کما لو کان الکل خبیثا کما فی النهر عن الحواشی السعدیة اور خلط کی جہت سے
زکوة واجب ہونا اسصورت میں ہے کہ اوسکے پاس جدا مال سوا اوسکے جسکو خلط سے ہلاک کیا ہے اتنا ہو کہ اوسکے دین کو کافی ہو ورنہ زکوة
نہیں لازم آویگی جیسا اس صورت میں کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النهر عن الحواشی السعدیة م یعنی جب خبیث مال نصاب کو پہونچ جاوے تو
زکوة لازم نہوگی کیونکہ اوس مال کو تمامہ تصدق کرنا واجب ہے بعض کا صدقہ دینا کیا کام کریگا کذا فی القنیة وفی شرح الوهبانیة عن
البزازیة انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائة ومن اخر مائة وخلطهما ثم تصدق لا یکفر لانه
لیس بحرام قطعی لاستهلاکه بالخلط اور وہبانیہ کی شرح میں نقلاً عن البزازیہ یہ ہے کہ آدمی اوسی صورت میں کافر ہوتا ہے کہ حرام
قطعی کو صدقہ دیوے یعنی بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جانے پر مبنی ہے لیکن جب لئے ایک سے سو اور دوسرے سے سو پھر اونکو ملا دیا پھر
سب کو تصدق کیا تو کافر نہوگا کیونکہ یہ دو سو حرام قطعی نہیں اسلئے کہ خلط کی وجہ سے گویا اوسنے اوسکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب
ضمان اوسکا مالک بن گیا م شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمیں اشارہ ہے کہ مال مخلوط بھی تصرف کرنا بدون اداء ضمان کے
جائز نہیں اگرچہ خلط کی وجہ سے مالک ہو گیا ظہیریہ میں ہے کہ کسی شخص نے مال حرام میں سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر
ہوا اور اگر فقیر جانتا ہوا اور دعا دی اور معطی نے آمین کہی تو دونوں کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر غیر شخص آمین کہے
تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا حال بھی یہی ہے اور آدمی اس سے غافل ہیں اور جہال اسمیں مبتلا ہیں شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر
گویا ظہیریہ کے کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے حرام قطعی ہے جسمیں کافر ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب
زکوة لسنین او لنصب صح لوجود السبب وکذا لو عجل عشر زرعه او ثمره بعد الخروج قبل الادراک اور اگر نصاب والا زکوة
پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابوں کی زکوة ادا کر دے تو درست ہے کیونکہ سبب زکوة یعنی نصاب موجود ہے اور ایسا ہی
اگر عشر کھیتی کا یا ثمار کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہے م یعنی اگر کسی کے پاس تین سو درہم ہیں اور اسنے
دو سو درہم کی زکوة سو درہم بیس برس کے لئے ادا کی تو درست ہے یا یہ کہ سو درہم ادا کئے بہ نیت دو سو درہم نصاب موجود و ۱۹ نصاب
غیر موجود کے پھر اوس برس میں وہ انیس نصابیں اوسکے پاس موجود ہوگئیں تو درست ہے اور اگر اوس برس میں موجود نہوئیں تو زکوة
علیحدہ علیحدہ ہے اور وہ سو درہم زکوة نصاب موجود کی یعنی دو سو درہم کی بیس برس کے لئے ہو جاوینگے جیسا پہلے مسئلہ میں
تھا کذا فی الشامی واختلف فیه قبل النبات وخروج الثمرة والاظهر الجواز وکذا لو عجل خراج راسه وتمامه فی النهر اور خلاف ہے

زکوة

طلوع

اس صورت مین کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اوگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر خراج جو سر
اس زمین پر لگایا جاتا ہے اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہے اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہے قہستانی
مین کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لئے جائز ہو قوله وكذا لو عجل معلوفة ولو عجل ذو نصاب بروايتين وصلة الثنتين
الفقير قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلك لان المعتبر كونه مصرفا وقت الصرف اليه لا بعده یعنی نصاب کا پیشگی ادا
کرنا جائز ہے اگرچہ فقیر قبل پورا ہونے برس کے تونگر ہو جاوے یا مر جاوے یا مرتد ہو جاوے اسلئے کہ فقیر کا مصرف ہونا اوسوقت معتبر ہے جب زکوٰة
اوسکو دیجائے ۔ نہ کہ بعد کا اعتبار ہے ولو غرس فی ارض الخراج کرما فما لم یطعم الکرم کان علیه خراج الزرع جمع الفتاوی
اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جب تک انگور پوری نہوں اوسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلئے کہ انگور بونے کی وجہ سے
زمین زرعی کو گویا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اوسوقت خراج انگور کا اوسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی
کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درہم ہے اور انگور کا خراج دس درہم ہین اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل مین جا ہے یہان تبعا
ذکر کیا ہے کذا فی الشامی ولا تؤخذ من مال صبي تغلبي بفتح اللام وتكسر نسبة لبني تغلب بكسرها قوم من نصارى العرب وعلى
المرأة ما على الرجل منهم لان الصلح وقع منهم كذلك اور نہین ہے زکوٰة تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز
ہے منسوب ہے بنی تغلب کی طرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہے عرب کے نصاری مین سے اور اونکی عورتون پر بھی اوسیقدر لازم ہے جسقدر
اونکے مردون پر یعنی نصف العشر اور اون تغلبی لڑکون کے مال مین زکوٰة نہین مگر عشر لیا جاتا ہے وہ مسلمانون کے لڑکون کی نسبت
دو چند ہے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹھہری تھی ولا تؤخذ فی زکوٰة السائمة الا الوسط لا الهرم ولا الكرائم اور سائمہ کی زکوٰة مین اوسط
لیا جاوے نہ بڈھا بہت بڑھا اور اسکا ذکر پہلے ہوچکا یعنی نہ دودہ پلاتی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے
لئے رہتا ہے ولا تؤخذ من تركته بغير وصية لفقد شرطها وهو النية وان اوصى بها اعتبر من الثلث الا ان يجيز الورثة
اور زکوٰة نہ لیوے ترکہ میت سے بدون اوسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوٰة کی نیت ہے اور وہ معدوم ہے اور اگر میت وصیت کر گیا ہو تو
تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز کرین وحولها اي الزكوة قمري بحر عن القنية لا شمسي
وسيجيء الفرق في العنين اور سال ادا ہو زکوٰة مین جو سال معتبر ہے وہ قمری ہے نقل کیا ہے بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور دونون مین فرق
باب العنین مین آویگا یعنی سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہے اور سال شمسی اوس سے گیارہ روز زیادہ ہے ولو شك انه ادى الزكوة
اولا يؤديها لان وقتها العمر اشباه مالدار کو شک ہوا کہ زکوٰة ادا کی یا نہین تو اوسکو ادا کرے اسلئے کہ زکوٰة کا وقت تمام عمر ہے کوئی
وقت مقرر نہین کہ بعد اوسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباه بحر مین واقعات سے منقول ہے کہ فرق ہے اسمین اور نماز کے شک مین
وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ نماز کا وقت موجود ہے اور پھر شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہین تو اس صورت
مین اعادہ لازم ہے

باب زکوٰة المال

یہ باب ہے زکوٰة مال کے بیان مین ال فيه للمعهود في حديث هاتوا ربع
عشر اموالكم فان المراد به غير السائمة لان زكوتها غير مقدرة بها الف لام زکوٰة المال مین عہد کا ہے یعنی اوس مال کی طرف
کہ حدیث شریف مین آیا ہے ہاتوا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہے اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہے اسلئے کہ سوائم مین زکوٰة چالیسوان حصہ
مقرر نہین ہے یہ جواب ہے اسکا کہ کہتے ہین مال اوسی کو جس سے تونگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہے کہ مراد
مال سے عرفی ہے اور عرفا نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درهم كل عشرة دراهم
وزن سبعة مثاقيل والدينار عشرون قيراطا والدرهم اربعة عشر قيراطا والقيراط خمس شعيرات فيكون الدرهم الشرعي سبعين شعيرة والمثقال

مائۃ شعیرۃ فھو درھم و ثلثۃ اسباع درھم سونیکی نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینار بیس قیراط کا ہے اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا بس مثقال مساوی ایک درہم اور تین ساتویں حصہ درہم کے ہوا ہم نصاب سونیکی ۲۰ مثقال یعنی ۷ ½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰ مثقال یعنی ۵۲ ½ تولہ جسکے ۵۴ ⅙ روپیہ بحساب فی روپیہ ۱۱ ½ ماشہ اور ۵۶ روپیہ بحساب ۱۱ ¼ ماشہ اور ۵۴ ⅙ روپیہ لیجیے للعرصہ تقریبا بحساب ۱۱ ¼ ماشہ رتی زیادہ یعنی ۱۱ ماشہ ۳ رتی کم جو وزن چہرہ شاہی روپیہ کا ہے اور جاننا چاہیے کہ درہم حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مختلف تھے بعضے دس مثقال کے وزن درہم بعضے چھ مثقال کے بعضے پانچ کو تو حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کرکے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے وزن درہم ٹھہرے اور شامی مین اسمین زیادہ گفتگو کی ہے وقیل یفتی فی کل بلد بوزنھم وتحقیقہ فی منفرقات البیوع اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر شہر مین انکے وزن کے موافق فتوی دیا جاوے اور متفرقات بیوع مین اسکی تحقیق آویگی ھم شامی مین لکھا ہے اسی فتوی کو تسلیم کیا ہے ولوالجیہ مین اور اسی کو لیا ہے سرخسی نے اور پسند کیا مجتبے اور جمع النوازل اور عیون اور معراج اور خانیہ اور فتح القدیر مین پھر اسکے بعد مین کہتا ہون کہ درہم رائج الوقت کمتر نہونا چاہیے اوس درہم سے جو حضرت کے وقت مین کم سے کم وزن کا رائج تھا یعنی وزن خمسہ لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ درہم چودہ قیراط کا ہے اور یہ کتب متقدمین و متاخرین متفق مین اور یہ جو مین جو درہم کی تحقیق کی ہے اوسکو زکوٰۃ سے کچھ علاقہ نہین بلکہ عقود سے متعلق ہے یعنی عرف مین کونسا درہم مراد ہوتا ہے جب مطلق بولین والمعتبر وزنھما اداء ووجوبا لا قیمتھما اور زکوٰۃ کی نصاب مین معتبر وزن سونے چاندی کا ہے باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت اون دونون کی مثلا اگر برتن چاندی کا سو درہم کے وزن کا کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اوسکی قیمت دو سو درہم کی ہو تو اوسپر زکوٰۃ نہ آویگی جب تک وزن پورا دو سو درہم کا نہو واللازم مبتدأ فی مضروب کل منھما ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقۃ لانھما خلقا اثمانا فیزکیھما کیف کانا اللازم مبتدا ہے اسکی خبر آگے آتی ہے ربع عشر یعنی چالیسوان حصہ لازم ہے اوس مال مین جو سونے چاندی کا سکہ جیسے درہم دینار روپیہ اشرفی یا اون سے کچھ بنا ہو جیسے برتن یا تلوار کی کوتہی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنا لیا گیا ہو حاصل مین یعنی اوسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرایش کے لیے یا نفقہ کے لیے رکھا ہو اسلیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لیے موضوع ہین تو اون کے اوپر زکوٰۃ ہر صورت مین ہوگی وفی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب الجملۃ صفۃ عرض وھو ھنا مالیس بنقد وما عدم صحۃ النیۃ فی نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لا لان الارض لیست من العرض فتنبہ اور چالیسوان حصہ لازم ہے اسباب تجارت مین جسکی قیمت نصاب کو پونہچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہے عرض کی اور عرض سے مراد یہ ہے کہ نقد نہو اور زمین خراجی مین جو نیت تجارت کی صحیح نہین ہے وہ بسبب مانع کے ہے جیسا پہلے گذر چکا یعنی تکرار زکوٰۃ کا لازم آتا ہے نہ اس جہت سے کہ زمین کی اطلاق عرض کا نہین ہوتا اسبات کو سمجھ لو من ذھب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافاد ان التقویم انما یکون بالمسکوک عملا بالعرف من متعلق ہے نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہین ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہے مقوما باحدھما ان استویا فلو احدھما اروج تعین التقویم بہ قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انہین سے کسی ایک سے اگر دونو برابر ہون یعنی چلن مین پس اگر ایک رواج مین زائد ہو تو قیمت کرنیکے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدھما نصابا دون الاخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر پونہچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پونہچے وہی متعین ہے قیمت کے تقرر کے لیے ھم مثلا مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہے تو ساڑھے باون تولہ کا ہوتا ہے اور سونے سے کرتے ہین تو نہین اچاتو لہ کا ہوتا ہے تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو بلغ باحدھما نصابا و

سمنا وبالاخر اقل قومه بالانفع للفقیر سراج اور اگر پونجی سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کے
اور دوسرے کے ساتھ قیمت کرنے سے کمتر ہو تو اوسکو تقویم کرین اوسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج یعنی اگر دراہم کے
ساتھ قیمت کرین تو دو سو چالیس درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تیئیس دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرین گے کیونکہ اسمین چھہ درہم
لازم ہون گے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درہم کو اور اگر دیناروں سے ہو کر پونجی اور درہم سے
ایک سو چھتیس ہو تو دیناروں کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع مین دینار دس درہم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہے کہ دینار کی قیمت
دس درہم لگائی جاسکے مین تو سترہ درہم مین ایسا ہی تھا اذ قیم عشرین بخبر قوله اللازم و فی کل خمس بضم الخاء بحسابه ففی کل اربعین درہما
درہم و فی کل اربعة مثاقیل قیراطان و مابین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابه وهی مسألة الکسور ربع عشر خبر
اللازم کی یعنی واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب ہو یعنی ہر چالیس درہم پر ایک درہم
اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسرے تک معاف ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب سے زیادہ ہو سب کی اسی حساب سے زکوٰۃ
لیجاوے یعنی خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھین وہ انکے نزدیک نہین اور یہہ مسئلہ الکسور ہے ماخوذ ہے حدیث لا تاخذ
من الکسور شیا یعنی نہ لے کسرون مین کچھہ کذا فی الشامی وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه منهما یقوم کالعروض
ویشترط فیه النیة اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اوسکا حکم سونے چاندی کا ہی
یعنی نشر مرتب ہے یعنی اگر سونا غالب ہے تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس قسم کی مخلوط مین زکوٰۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہان تک کہ
اگرچہ نیت تجارت بھی رکھا ہو گا تو زکوٰۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اوسکی قیمت کیجاوے مثل اور
اسباب تجارت کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان تخلص منه ما یبلغ نصابا او اقل وعنده ما یتم به او کانت اثمانا رائجة
وبلغت نصابا من ادنی نقد یجب زکوٰته فتجب والا فلا نیت مشروط ہو مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا
ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہنچے یا سونا چاندی اگرچہ نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اوسکو پورا کرنے کو اوسکے پاس کوئی
تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہے یا یہہ کہ غالب الغش ثمن مروج ہون اور قیمت مین ادس ادنی نقد کی نصاب کی برابر ہون جسمین
زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومها احتیاطا خانیه ولذا
لا تباع الا وزنا اور جو ایسا ہو کہ اوسمین ملونی اور چاندی برابر ہو اور سونا دونو برابر ہین اوسمین خلاف ہے مختار یہہ ہے کہ زکوٰۃ لازم ہے
احتیاطا کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اوسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذهب المخلوط
بفضة فان غلب الذهب فذهب والا فان بلغ الذهب او الفضة نصابا وجبت اور سونا جو چاندی مین مخلوط ہو پس اگر سونا
غالب ہو تو حکم سونے کا ہو اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہنچے تو واجب ہے مشتی مین اسطرح تقریر کی ہے کہ اگر ملا
لیا سونا چاندی کے ساتھہ پس اگر سونا نصاب کو پہنچے تو کل کی زکوٰۃ سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلئے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہنچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہنچ گئی تو کل کی زکوٰۃ چاندی کی زکوٰۃ ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے
مخلوط ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہہ کہ سونا غالب ہے یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونو حد نصاب کو پہنچین یا نہ پہنچین یا سونا فقط
نصاب ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین ممتنع ہین ایک یہہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہنچے دوسری یہہ کہ سونا چاندی
دونو برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہنچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تتارخانیہ مین ہے کہ جب نقرہ غالب ہو اور سونا مغلوب نصف
در ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا نہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ ہوتا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچی اور سونا نصاب سے کم ہوا تو اسمین چاندی کی زکوۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ مقید ہے خاص اوس صورت مین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوۃ سونے کی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے مع اوسکے حکم کے *

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا در صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہے یا نہین

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونوں برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونوں برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب * ناممکن
سونا غالب اور دونوں مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہوگی	چاندی غالب اور دونوں مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہین	دونوں برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوۃ نہین

جاننا چاہئے کہ اسمین ہے یہ صورت شارح ہے کہ سونا چاندی دونوں ملکر پوری نصاب ہوجاوین تو یہ بھی خاص صورت متن مین آوے گی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول لو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لئے اور آخر مین وجوب کے لئے پس نقصان نصاب کا اثناء حول مین مانع وجوب زکوۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین اوسکو ملا تو اوسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو ہم یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بھی ایسا ہی منقول ہے جیسا مجمع مین ذکر کیا ہے گر شارح نے شروع کتاب الزکوۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی مکاتب ومدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح دی ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلئے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بحسب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنی سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملالیا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونوں مین ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال مین ہے

قولہ مائۃ درھم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ واربعون تجب ستۃ عندہ وخمسۃ عندھما فافھم پس اگر کسی کے پاس سو درہم اور
دس دینار موجود ہوں کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہوں تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک
یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہیں اوسکی زکوۃ ڈھائی درہم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہے امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے لائی جائیگی اور قیمت اونکی ایک سو چالیس درہم مفروض ہیں جسکی زکوۃ ساڑھے تین درہم ہوئے پس کل زکوۃ چھ درہم ہوئی اور
صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہو گئی اور چونکہ ایک نصاب
دو سو درہم کی ہوتی ہے تو دو سو کی زکوۃ یعنی پانچ درہم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ یہ قیمت نہر الفائق شارح نے پانچ درہم کہے حالانکہ صورت
مفروضہ میں صاحبین کے نزدیک بھی چھ درہم ہوتے ہیں کیونکہ صاحبین کے نزدیک ہر نصف نصاب سے چالیسواں حصہ لازم ہے تو دس دینار کا
چالیسواں حصہ دینار کی چوتھائی ہے اور یہاں دینار چودہ درہم کا مفروض ہے تو اوسکی چوتھائی ساڑھے تین درہم ہوئے جسکو سو درہم کی زکوۃ
میں ملانے سے چھ درہم ہوتے ہیں اور شارح نے فافھم کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزا ہی کے
پیدا ہونے سے ہو قیمت کا اعتبار نہیں چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار ہوں جنکی قیمت سو درہم سے کم ہو تو زکوۃ واجب ہے حالانکہ
قیمت کے اعتبار سے دو سو درہم نہیں مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے کی اور نصف چاندی کی ملکر پوری نصاب ہوا اور یہ قول کافی کا غلط ہے اسلیے
کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال بالا میں ہر چند نصاب چاندی کی پوری نہیں مگر جب سو درہم کے دینار بنائے جائیں
اور دس دینار ہو کر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہو جائیگی غرضکہ امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہیں کہ دونوں کی نصاب پوری
ہو سکے بلکہ یہ غرض ہے کہ دونوں میں سے کسی کی پوری ہو جاوے کذا فی الطحطاوی حضرت ولا تجب الزکوۃ عندنا فی نصاب مشترک من
سائمۃ ومال تجارۃ اور نہیں واجب ہوتی زکوۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک میں خواہ سائمہ ہو یا مال تجارت ہو نصاب مشترک سے مراد یہ کہ جدا
جدا ہر شخص کا مال زکوۃ کے لائق نہیں بلکہ جب دونوں کا مال ملا دیں تو نصاب ہو گئی ہے وان صحت الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب
الاسامۃ التسعۃ التی تجمعہا اوص من یشفع وبیانہ فی شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہو گیا ہو نصاب میں بسبب ہونے سببوں چرائی
کے جو مندرج ہیں نو میں جسکی طرف ایما کیا ہے جملہ اوص من یشفع اور اسکا بیان شرح مجمع میں ہے ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف
امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک زکوۃ واجب ہے اور یہ اسباب تسعہ کہا حقیقت میں شروط تسعہ ہیں مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من یشفع میں
ہمزہ اشارہ ہے طرف اہلیت کے یعنی دونوں شریک اہل ہوں وجوب زکوۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کیطرف شروع سال میں اور صاد
قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونوں مواشی کا چراگاہ میں ایک جگہ سے اور نون اشارہ
المحلب کیطرف یعنی وہ جگہ جسمیں دودہ دوہا جاوے ایک ہو اور ر اتحاد راعی کیطرف کہ دونوں کا چرانیوالا ایک ہو اور سین اتحاد مشرب
کیطرف یعنی پانی پینے کا کنواں یا تالاب ایک ہو اور ف اتحاد فحل کیطرف یعنی ایک ہی نر دونوں پر پڑا ہو اور عین اتحاد مراح کیطرف یہ
شرطیں سوائم کے اختلاط کی ہیں اور شروط اختلاط کی مال تجارت میں کتب شافعیہ میں مذکور ہیں منجملہ اون کے یہ کہ دوکان اور چوکیدار
اور مکان جہاں ٹھہرایا جاوے علیحدہ نہ ہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعا ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی اور اگر
نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوۃ واجب ہے یعنی اگر قبل ملانیکے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوۃ دونوں پر واجب ہے ہر ایک کے مال
کی اور آپس میں ایک دوسرے سے پھیر لیویں بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی میں ہے ہم قاضیخان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ اون دونوں کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوۃ
دو بکریاں ہوئیں تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لی پھر دو تہائی والا تہائی اوس بکری کی جو ایک تہائی والے سے

دی ہو پہیر لے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اوس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دیدی ہے پس تو ثلث ثلث سکے بدلے مین مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث پس ایک تہائی مال والا اوس کا مطالبہ دو تہائی والے سے کریگا اور اس سے یہہ بھی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہے موافق اصل باب التفاعل کے کذا فی الشامی فان بلغ نصیب احدھما نصابا زکاہ دون الآخر پس اگر پہنچ حصہ ایک کا اون دو نون مین سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے نہ دوسرا اعلم اسکی صورت یہہ ہے کہ اسی بکریان دو شخصونکی مشترک مین ایک کی ایک تہائی اور ایک کی دو تہائی مصدق نے انمین سے ایک بکری لی یعنی دو تہائی والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پہیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شئ علیہ لانہ مما لا یقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسی آدمیونکی شرکت مین اسی بکریان ہون یعنی نصف نصف تو اس شخص پر کچھہ لازم نہین آتا کیونکہ یہہ مال مشترک ادس قبیل سے ہے کہ تقسیم نہین ہو سکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہین ہو سکتا برخلاف قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراج ھم تجنیس مین ہے کہ اسی بکریان چالیس آدمیون مین مشترک مین اسطرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین سے آدھی ہے اور دوسرا نصف باقی لوگون مین ہے تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام محمد کا ہے اور اگر دو ہی آدمی مشترک ہوتے تو دو نو پر زکوۃ واجب ہوتی اسلیے کہ اس حالت مین تقسیم ہو سکتی ہے اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہو سکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصفا نصف ہے تو تقسیم نہین ہو سکتی بدون آملات کے بخلاف اسکے کہ اسی کو دو آدمیون مین دو ٹکڑے کرین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قویۃ ومتوسطۃ وضعیفۃ فتجب زکوتھا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما قبض اربعین درھما یلزم درھم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس زکوۃ دیون واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہین بلکہ جب چالیس درم دین قوی سے قبضہ کریگا اور دین قوی قرض یا مال تجارت کا بدل ہے سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کریگا ایک درم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پہر جب چالیس اور وصول ہون تو دوسرا درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین عن الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیرھا ای من بدل مال لغیر تجارۃ وھو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوھما مما ھو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک اور لازم ہے زکوۃ وقت قبضہ دو سو درم کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہو اور یہہ دین متوسط ہے جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل انکی اُن چیزون کی کہ حوائج اصلی مین مشغول ہین جیسے کہانا پینا املاک وغیرہ کی ھم املاک جمع ملک کی ہے بمعنی مملوک سو ہی یہہ عطف عام کا ہے خاص پر اور عرف مین اراضی کو کہتے ہین اس صورت مین یہہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور لگا ہو جاویگی جسقدر برس کہ وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت مین ہم دین متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل یہہ ہے کہ زکوۃ واجب ہے اور ادا لازم نہین ہے یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اوسوقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابو حنیفہ سے یہہ ہے کہ اوسمین زکوۃ واجب نہین یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے اسواسطے کہ یہہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اوس مال کے ہے جو ابہی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایۃ کی یہہ ہے کہ جب اوسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہہ ہے کہ بنا اختلاف کا دین متوسط مین اسبات پر ہے کہ وہ مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہے یا قبل اوسکے پہلی صورت مین ضرور ہے گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتدا سال وقت بیع سے ہے اور اصح یہی ہے اور بعض محشیون سے اس جگہہ خطا واقع ہوئی ہے اور دین قوی مین کچھہ اختلاف روایات نہین زکوۃ اوسمین اصل مال کے برس سے واجب ہے مگر ادا اوسوقت لازم ہے کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی تبصرت ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

کی شکل ہے اگر وارث ہوا اس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ ہے مہر یعنی ضمانت اوسکی شادہ مہت سے معتبر ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے تنقیحہ پہلے تو معلوم ہوا کہ دین قوی اور متوسط میں ادا ہونا زکوۃ تو نہیں وجوب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مرگیا قبل قبض دین کے تو اوسکو وصیت اخراج زکوۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہیں ہے کیونکہ ادا اوسکے ذمہ ابھی لازم ہی نہیں ہوا اور نہ وارث کے ذمہ زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ اوسکی ملکیت وراثت سے ہوئی تھی تو اوسکا ابتداء سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده ای بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع اور زکوۃ لازم ہے وقت قبضہ دوسو درم کے دین ضعیف اور پورا گذرجانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال کا ہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع کے الا اذا كان عنده ما يضم الى الدين الضعيف مگر جبکہ ہو اوسکے پاس وہ مال کہ ملادی دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذرچکا ہم یہ استثناء ہی شرط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب اوسکو کچھ حاصل ہوا وسکے پاس پہلے سے نصاب ہے تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملاکر زکوۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہیں ہو قولہ کا اشارہ ہے المستفاد فی اثناء الحول الخ کیطرف اور مراد یہ ہے کہ بیان جو مذکور ہے وہ اوسی قاعدہ میں داخل ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہیں کی ولو ابرأ رب الدين المديون بعد الحول فلا زكوة سواء كان الدين قويا او لا خانيه اور اگر معاف کردیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوۃ نہیں دارہے کہ دین قوی ہو یا نہو کذا فی الخانیه وقیده فی المحيط بالمعسر اما الموسر فهو استهلاك فليحفظ بحر اور محیط میں عدم زکوۃ کو ابراء دائن کی صورت میں مقید کیا ہے مدیون مفلس کے ساتھ اس صورت میں ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہے تو یہ بمنزلہ قصدا ہلاک کرنے کے ہو یعنی زکوۃ واجب ہوگی یاد رکہو کذا فی البحر قال فی النهر وهذا الظاهر فی انه تقييد للاطلاق وهو خبر بحر فی الصيغة كما لا يخفى نہر الفائق میں کہا اور یہ یعنی قول بحر کا وقیدہ الخ ظاہر ہے اسباب میں کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا اوکا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہے عام نہیں ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھ اور یہ صحیح نہیں ہے ویسا نسبت میں کیونکہ دین ضعیف میں زکوۃ نہیں واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت میں اوسکا بری کرنا استہلاک ہوا جو سے پہلے بس زکوۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط میں ہے کذا فی الشامی ویجب عليها ای على المرأة زكوة نصف مهر نقدا مردود بعد مضی الحول من الف كانت قبضتها مهرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول وتزكى الكل لما تقرر ان النقود لا تتعين فی العقود والفسوخ اور واجب ہے عورت پر زکوۃ نصف مہر نقد کی کہ پھیر دیا گیا بعد برس رہنے کے اوس ہزار میں کہ بعینہ مہر قبض کیا تھا پھر پھیرا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوۃ دیوے کل ہزار کی اسلئے کہ ٹھہر ا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنی سونا یا چاندی عقود میں یعنی بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ میں اور فسخ میں یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ میں متعین نہیں ہوتا ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہو ساتہ سے اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اوسکی ضرورت نہیں ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس حکم کے ادا کرنے کو کافی ہے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اوسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوۃ ہے مرد کے ذمہ نہیں کیونکہ عقود میں نقد معین نہیں ہوتے اوسنے جو قبض کیا تھا وہ اوسکی ملک میں ہوگیا تھا اب جو پھیرنا پڑا تو بعینہ وہ پانسو پھیرنے ضرور نہیں ہیں بلکہ اوسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوۃ اوسکے ذمہ لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوۃ نہیں کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیہ وتسقط الزكوة عن موهوب له فی نصاب مرجوع فيه مطلقا سواء رجع بقضاء او غيره بعد الحول لوروده اى الاستحقاق على عين الموهوب وانه لا رجوع بعد هلاکه اور ساقط ہوتی ہے زکوۃ موہوب لہ کے ذمہ سے اس

ہیں کہ جو ہبہ اپنے بعد برس روز کے نصاب کو دیکر تہا یا تو بہر حال یعنی قاضی کے حکم سے تہا یا بغیر حکم کے اسلیئے کہ استحقاق شے معین موہوب پر دائم ہوا اور یہہ جو ہم نے بیان کیا ہو کیے رجوع نہیں پہونچتا قید یہ ہے لانه لا زكوٰة على الواهب اتفاقا لعدم الملك وهي من الحيل موہوب له کی قید زکوٰة کے سقوط میں اسواسطے لگائی کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہیں ہے کیونکہ اوسکی ملک منقطع ہو گئی تہی اور یہہ سقوط زکوٰة کے لئے ایک حیلہ ہے اور آتا ہے کہ اقضا میں ایما ہے کہ موہوب له سے زکوٰة ساقط ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہیں اگر بغیر حکم قاضی پہیر دی اسلیئے کہ پہیرنے اپنے اختیار سے اوسکو دیا تو یہہ ہبہ جدید ہوا اور ہم لوگ یہہ کہتے ہیں کہ اسکو رد میں اختیار نہیں ہے اگر یہہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہاں نالش کرکے پہیر لیتا اسوجہ سے بمنزلہ ہلاک کے ہوا اسی طرح ہے کذا في الشامي ومنها ان يهبه لطفله قبل التمام بيوم اور ایک حیلہ سقوط زکوٰة کا یہہ ہے کہ مال ہبہ کردے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ہم اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوٰة کے لئے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور محیط میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلہ میں اور کہا گیا ہے کہ فتویٰ شفعہ کے باب میں امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوٰة میں امام محمد کے قول پر اور یہہ تفصیل اچہی اور پسندیدہ ہے کذا في شرح درر البحار اور کتاب الشفعہ میں مصنف اور شارح نے اسکو بیان کیا ہے باب العاشر یہہ باب ہے عشر لینے والے کے بیان میں قيل هذا من تسمية الشيء باسم بعض احواله ولا حاجة اليه بل العشر علم لما ياخذه العاشر مطلقا ذكره سعدي یعنی کہا گیا ہے کہ یہہ نام رکہنا ہے کسی چیز کا اوسکی بعض حالات کے اعتبار سے یعنی عاشر کبہی عشر لیتا ہے اور کبہی نصف العشر اور کبہی ربع العشر لیس چونکہ بعض حالتوں میں وہ عشر لیتا ہے تو اوسی اعتبار سے اسکا نام عاشر رکہا گیا اور اس تکلف کی کچہہ ضرورت نہیں بلکہ عشر نام ہے اوس چیز کا جو عاشر مال والوں سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے یعنی محشی نے ہم شامی نے کہا کہ مناسب یہہ ہے کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس میں علمیت بضرورت ہاتی ہے جیسا اسامہ میں کہ معرفوں کا سا استعمال ہوتا ہے اور کوئی آلہ تعریف کا نہیں اور یہاں کوئی ضرورت علم ماننے کی نہیں هو حر مسلم بهذا يعلم حرمة تولية اليهود على الاعمال عاشر آزاد ہے مسلمان یعنی نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا کہ یہود کو عامل بنانا حرام ہے غير هاشمي لما فيه من شبهة الزكوٰة اور عاشر ہاشمی نہو کیونکہ اسمیں زکوٰة کا شبہہ ہے کہ ہاشمیوں کو جائز نہیں ہم غیر ہاشمی کی شرط غایہ میں لگائی ہے اور اسکے سوا اور کسی کتاب میں نظر نہیں آئی اور یہہ مخالف ہے اوسکے جو نہایہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جاوے تو اوسکو اجرت لینا حلال نہیں اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے تو جائز ہے بلا اجرت عامل کا کام کرے تو درست ہے کذا في الشامي قادر على الحماية من اللصوص والقطاع لان الجباية بالحماية وہ عاشر قدرت رکہتا ہو تجار کے بچاؤ کی چوروں اور رہزنوں سے اسلیئے کہ لینا مال کا تجار سے بسبب حمایت کے ہے یعنی امام جو مال لیتا ہے تو اموال کی حفاظت کے لئے لیتا ہے نصبه الامام على الطريق للمسافرين خرج الساعي فانه الذي يسعى في القبائل لياخذ صدقة المواشي في اماكنها مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافروں کے لئے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہے کہ جو قبائل میں جاوے تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانوں پر پہونچکر وصول کرے لياخذ الصدقات تغليبا للعبادة على غيرها اوسکو امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقوں اور چونکہ عاشر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے جزیہ تو تعریف میں صرف صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دینا ہے عبادت کو غیر عبادت پر من التجار بوزن فجار المارين باموالهم الظاهرة والباطنة عليه لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر وصول کرے صدقات تاجروں سے کہ اوسپر گذریں اپنے مال سمیت اور مال ظاہر ہو یا باطن ہم مال کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن ظاہر مواشی ہیں اور جو عاشر کے پاس تاجر لیکر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا في البحر اور یہاں باطنہ سے مراد مواشی کے سوا ہیں بقرینہ المارين باموالهم کے

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اوسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کس واسطے کہ اموال باطنہ جو گھر
مین ہین اگر عاشر کو خبر نہی کرے تو اونمین سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین تصریح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی
درکی طرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنیکی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جا کر وصول کرے اور شاید
اسطرح ہوا کہ یہہ مبنی ہے عاشر اور ساعی مین فرق نکرنے پر حالانکہ ان دونون مین فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد من ذم العشار
محمول علی الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشر کی مذمت مین وارد ہوا ہے لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داؤد وغیرہ یعنی
نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہہ محمول ہے ظلم سے لینے پر قوله تمام الحول او قال لم انو التجارۃ او حلف دین محیط او منقص
للنصاب لان ما یاخذہ زکوۃ معراج وھو الحق بحر ولذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے
نیت تجارت کی نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد ادا کے مال بقدر نصاب نہین رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم
اسواسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بعینہ زکوۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسیلیئے مصنف نے دین کو مطلق کہا او قال ادیتہ
الی عاشر آخر وکان عاشر آخر متحققا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دیچکا اور دوسرا عاشر متحقق ہوا او قال ادیت الی الفقراء فی المصر کانہ
الخ ویہ لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کر چکا فقیرون کو شہر مین شہر سے نکلنے کے بعد کہ اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنی ان سب صورتون مذکورہ مین اگر مالک کو بحلف ہو کہ کہ جو تو مانا جاوے بدون پیش
کرنے چٹھی دوسرے عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بھا
علی خلاف اسم ذلک العاشر وحلف صدق وحدث تعدیھا تاکہ اگر چٹھی پیش کی برخلاف نام اوس عاشر کے اور قسم کہائی
تو مانا جاوے اور چٹھی کالعدم شمار کیجاوے ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہووے جھوٹ مالک کا چند سال
کے بعد تو زکوۃ لیجاوے اوس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجھا من البلد یہہ استثنا ہے صدق سے یعنی قول
مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر سے نہ مانا جاوے کا قوله لان الاخراج الملتحق بالاموال الظاہرۃ
فکان الاخذ فیھا للامام فیکون ھو الزکوۃ والاول ینقلب نفلا اسلیئے کہ اموال مذکورہ نکلنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ
ملحق ہوگئے پس حق لینے زکوۃ کا بھی امام کو ہوگا پس یہہ اخذ زکوۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل ویاخذ منہ بقوله لقول عمر لا تفتشوا
علی الناس متاعہم لکنہ یحلفہ اذا اتہم اسلیئے ہر زکوۃ کو ناشہ مال والے سے ہو جب اوسکو مان سکے کیونکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ
نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن بالا دے کو عاشر قسم جب کہ اوسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم صدق فیہ
ذمی لان لھم ما لنا اور ان امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انمین مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول اوسین مانا جاتا ہے
کیونکہ انکیلئے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیئے ہے الا فی قوله ادیت انا الی فقیر فی المصر فلا یصدق ذلک الذمی کا یہہ قول کہ مین
فقیر کو دیچکا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اوسکی ولایت نہین ہے ہم اسواسطے کہ جو کچھہ اوس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ مین جب ادا
کا دعوی کرے تو نہین مانا جاتا وجہ یہ ہے کہ اہل ذمہ کے فقیر اوسکے مصرف نہین اور کافر کو مستحقون یعنی مسلمانون پر صرف کرنیکی
ولایت نہین کذا فی الشامی ولا یصدق حربی فی شیء [illegible] حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنی اوسکی طرف التفات نہین
اگرچہ گواہ [illegible] ثابت کرے [illegible] الا فی ام ولدہ مگر اوسکی ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونیکا اقرار کرے تو مانا جاویگا
بخلاف اقرار بچہ ہونیکے کہ وہ مقبول نہین اسلیئے کہ دار الحرب مین [illegible] کذا فی البحر قوله لعدم تولد مثله لمثله ھذا
ولدی اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اوس جیسا اوس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہو یعنی

اور یہاں سے وہ ثابت النسب ہو اور یہ اوسکی تکذیب کی ہو کذا فی الطحطاوی لفقد المالیۃ بسبب ہونے ایسے کے ﴿ش﴾ یہ علت دونو مسئلوں کی ہے
یعنی دونو صورتوں میں ام ولد اور غلام مال نہیں حالانکہ زکوۃ مال کی لیجاتی ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یولد عتق علیہ وعشر لانہ اقر بالعتق
فلا یصدق فی حق غیرہ پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اوس جیسا اوسکا بیٹا نہیں ہوسکتا تو اس قول سے وہ غلام اوسپر آزاد ہو جاویگا اور عشر لیا جاویگا
اسلئے کہ حربی نے اقرار عتق کا کیا پس اوسکے غیر پر یعنی عاشر پر ابطال عشر کے باب میں حجت نہوگا کذا فی الشامی ولا فی قولہ ادیت الی عاشر آخر
وثمہ عاشر آخر اور اگر اس صورت میں کہ کہے کہ میں ادا کرچکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہاں کوئی دوسرا بھی مقرر ہو لئلا یؤدی الی استیصال المال
جزم بہ منلا خسرو وذکرہ الزیلعی تبعا للسراجی بلفظ ینبغی کذا نقلہ المصنف عن البحر ﴿ش﴾ اوسکا قول اسلئے نمانا جاویگا کہ اوسکا مال
جڑسے نہ اوکھڑ جاوے یعنی ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اوسکے پاس کچھ نہ رہیگا یقین کیا ہے ملا خسرو نے اور ذکر کیا اوسکو زیلعی نے بہ تبعیت سراجی
بلفظ ینبغی یعنی سزاوار ہے کہ مانا جاوے یونہی نقل کیا مصنف نے بحر سے ﴿ش﴾ قولہ منلا خسرو ایسا ہی ہے بعض نسخ بحر میں بزیادت لفظ فی شرح الدرر
اور دوسرے نسخوں میں منلا شیخ فی شرح الدرر ہے اور یہی صواب ہے اسلئے کہ عبارت منلا خسرو کی مانند عبارت کنز کے ہے اور وہ عبارت جسکو شارح نے
ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمود بخاری شہیر بمنلا شیخ کی ہے اور اوسکی کتاب غرر الاذکار شرح درر البحار ہے لکن جزم فی العنایۃ والغایۃ
بعدم تصدیقہ ورجحہ فی النہر ﴿ش﴾ لیکن جزم کیا ہے عنایہ میں اور غایۃ البیان میں اوسکے قول نماننے کا اور نہر میں اسیکو ترجیح دی ہے واخذ
منا ربع عشر ومن الذمی سواء کان تغلبیا او لم یکن کما فی البرجندی عن الظہیریۃ ضعفہ ومن الحربی عشرہ ﴿ش﴾ اور لیا جاوے ہمسے
یعنی مسلمانوں سے چالیسواں حصہ اور کافر ذمی سے بیسواں حصہ خواہ وہ تغلبی ہو یا نہو جیسا برجندی میں ہے منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسواں
حصہ بذلک امر عمر ﴿ش﴾ ایسا ہی امر فرمایا حضرت عمرؓ نے ﴿ش﴾ یعنی ان تینوں باتوں کا امر اپنے ساعیوں کو کیا بحر الرائق میں ہے کہ مسلمانوں سے جو لیا جاتا
ہے وہ زکوۃ ہے اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسواں حصہ اور یہ مال جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف میں صرف
کیا جاویگا بشرط کون المال لکل واحد نصابا لان ما دونہ عفو ﴿ش﴾ بشرطیکہ ہر ایک کا مال بعد حد کے پورا نصاب ہو اسلئے کہ نصاب سے کم معاف ہے وبشرط
جہلنا قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کسقدر لیتے ہیں فان علم اخذ مثلہ مجازاۃ ﴿ش﴾ پس اگر معلوم
ہو تو اوسیقدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانوں سے لیتے ہیں از راہ مکافات ﴿ش﴾ یعنی لینا مقدار معین بر مجازاۃ ہے نہ اصل لینا کیونکہ ہم لوگ
ان سے بسبیل حق لیتے ہیں اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام میں آتے تو اونسے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانوں
سے کفار کتنا لیتے ہیں تو اوسیقدر مسلمان لوگ بھی اونسے بطور مجازات کے لیوینگے مگر اس صورت میں کہ وہ کل لیتے ہوں [illegible]
مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم ہو تو عشر یعنی دسواں حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہوچکا اور اعتبار مجازاۃ
کا متعذر ہے پس ذمی سے دونا تخمیس کیا گیا کیونکہ حربی بچانے اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے وتمامہ فی النہر الا اذا اخذوا الکل فلا
ناخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ مامنہ ابقاء للامان مگر اس صورت میں کہ کفار مسلمانوں سے جو دار الحرب میں جاتے ہیں کل مال لیتے ہوں
تو ہم لوگ کل مال نہ لیوینگے بلکہ اسیقدر اوسکے پاس باقی چھوڑدینگے کہ اوسکو اوسکے جاے امن تک پہونچا دیوے [illegible]
ولا ناخذ منہم شیا اذا لم یبلغ مالہم نصابا وان اخذوا منا فی الاصح ﴿ش﴾ اور ہم نہ لیوینگے اونسے کچھ جبکہ مال نصاب کو نہ پہونچے اگرچہ وہ
ہم سے لیتے ہوں اصح روایت میں لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلئے کہ نصاب سے کم مال میں سے کچھ لینا ظلم ہے اور ظلم میں کسیکی اتباع
نہیں ﴿ش﴾ یہاں اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہیں خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہے ہاں مگر یوں کہیں کہ قلیل مال سے لینا [illegible]
[illegible]
جیسا کل کا لینا کذا فی الشامی ولو لم یعلم کم یاخذون منا [illegible]

بالمتقدم اور اسلیے کہ تمام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہین ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یاخذون من
اموال صبیاننا شیئا کما فی الحاکم اور نلیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت مین کہ وہ لوگ ہمارے لڑکون
کے مال مین سے کچھ لیتے ہون جیسا مذکور ہے حاکم کی کافی مین و ان اخذ من الحربی مرة لا یوخذ منه ثانیا فی تلک السنة الا اذا عاد
الی دار الحرب حربی سے ایک بار عشر لیا گیا تو دوبارہ اوس سے اوس برس مین نلیا جاوے مگر یہہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے اوسی اور
پھر دار الاسلام مین آوے تو دوبارہ عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدید حول او عہد کیونکہ لینا جائز نہین جبتک نیا سال
نہو یا نیا عہد نہو ثم حربی کو قدرت نہ دیجاوے دار الاسلام مین ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اوسکو امام کے وقت یہہ کہدے کہ اگر تو یہان
اقامت کریگا تو تجھ پر جزیہ لگایا جاویگا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ لگا دے پھر دار الحرب مین نجانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بالعاشر و
لم یعلم به العاشر حتی دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشره لما مضی لسقوطه بانقطاع الولایة اور اگر حربی گذرا عاشر
پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے نکل آیا تو اوس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا
ولایت کے منقطع ہونے سے یعنی دار الحرب مین جانے سے حکومت اہل اسلام کی اوسپر نہین رہتی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط
ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمانون اور ذمی کے کہ اگر یہہ بھی یون گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو گذشتہ عشر لیا جاویگا کیونکہ یہان مسقط یعنی عشر کا ساقط
کرنیوالا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے و یوخذ نصف عشر من قیمة خمر و جلود میتة کافر کذا اقرہ المصنف متابعة فی
شرحه لو للتجارة و بلغ نصابا اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اسکی مردار کی کھالون کی قیمت سے اگر تجارت کے
لئے ہون اور نصاب کو پہنچین شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنی متن کو اپنی شرح مین ثابت کیا ہے خمر مضاف ہے اور جلود میتة دوسرا مضاف ہے
کافر مضاف الیہ اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہان یہہ اشکال ہے کہ کھالین مثلی نہین ہین بلکہ قیمت کی چیز
ہین تو یہہ سور کی مانند ہوئین نہ شراب کی تو اون سے بھی عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہہ ہے کہ نجس عین کی قیمت مین جس سے انتفاع
نہین ہو سکتا اور اوس چیز کی قیمت مین کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہے فرق ہے پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہین اور جلود سے
بعد دباغت کے انتفاع درست ہے اور اسلیے اونکو علما نے شراب کے مشابہ کہا خنزیر کی مانند نہین رکھا کذا فی الشامی باختصار و یوخذ عشر القیمة
من حربی بلا نیة تجارة و لا یوخذ من المسلم شیء اتفاقا اور لیا جاوے دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بغیر نیت تجارت کے
اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق اسلیے کہ مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے اگر اوس سے عشر لیا جاویگا تو اوسکا
قبضہ اوسپر اور مستحکم ہو جاویگا کذا فی الفتح و لا یوخذ من خنزیرہ مطلقا لانه قیمی فاخذ قیمته کعینه اور نہ لیا جاوے عشر کافر
کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہے تو اوسکی قیمت کا لینا گویا اوسکا خود لینا ہے ثم اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم
حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے قیمت ادا کرے چاہے
حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہین اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلہ نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا تو عورت اوسکے لینے
پر جبر کیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اوسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے کذا فی شرح
الجامع لقاضیخان بخلاف الشفعة لانه لو لم یاخذ الشفیع بقیمة الخنزیر یبطل حقه اصلا فیتضرر و مواضع الضرورة
مستثناة ذکرہ التتمة یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہین ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا
گھر بدلہ خنزیر کے دوسرے ذمی کے ہاتھہ بیچا اور اوسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اوسکا جواب یہہ دیا کہ شفعہ
مین اسلیے جائز ہے کہ اگر شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اوسکا حق باطل ہو گا پس اوسکا نقصان ہو گا اور مواضع ضرورت قواعد کلیہ

سے مستثنی ہوتے ہیں ذکر کیا ہے اسکے سبب ہی سے حاصل یہ ہے کہ یہاں جو از حق العبد کے لئے ہو کہ وہ خاص حقدار ہے اور حق شرع میں ضرورت نہیں کہ شارع
مستغنی ہے کذا بسطہ فی المعراج عن الکافی ولا یؤخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اوس مال سے جو گذرنے والے کے گھر میں
ہے مطلقا یعنی خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ولا من مال بضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے ہم بضاعت لغت میں ایک قطعہ مال کا ہے اور
اصطلاح میں وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لئے سپرد کرے اس طرح کہ نفع سب مالک کا ہے اور عامل کو کچھ نہیں کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ
امانۃ کہتا جیسا صدر الشریعۃ نے کہا تو کافی ہوتا اور جو ما بعد مذکور ہیں اونکی ضرورت نہ ہوتی الا ان تکون تکرارا لیکن گر یہ ہے کہ جو مال بضاعت کسی حربی کا
تو عشر لیا جائیگا ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس
صورت میں کہ مضارب کو نفع ہو پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاوے اگر نصاب کی مقدار کو پہنچے ولا من کسب ماذون مدیون بدین
محیط بمالہ ورقبتہ اور نہ لیا جاوے عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اوسکے مال اور اوسکی جان کو ہم یہ قید
اسلئے بڑہائی کہ مسئلہ محل خلاف ہے امام صاحب اور صاحبین میں امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہیں ہے اور صاحبین کے
نزدیک اوسکی کمائی کا مالک ہے جیسے اوسکی جان کا بالاتفاق مالک ہے پس اگر عبد ماذون کی کمائی میں کوئی غلام ہو اور اوسکو مولی آزاد کرے
تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہوگا اور صاحبین کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اوس سے
کچھ نہ لیا جاوے گا مولے اوسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت سے کہ مولی کی ملک میں نہیں اور صاحبین کے نزدیک
اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہیں او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون قرضدار نہو لیکن اوسکے ساتھ اوسکا
آقا نہیں تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہے عبد مدیون کہ دین اوسکا محیط نہووے اور جس صورت میں کہ آقا اوسکے ساتھ ہو اور
وہ مدیون نہیں یا ہے لیکن محیط نہیں اوسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہے اگر بمقدار نصاب ہو تو اوسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج
علی الصحیح فی الثلثۃ لعدم ملکہم عشر نہ لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ میں واسطے مفقود ہونے ملک ان تینوں کے
یعنی مضارب اور بضاعت والے اور غلام کے ہم معراج میں ہے کہ ایضاح میں مذکور ہے کہ لینے میں شرط ہے حاضر ہونا مالک اور مالک
دونوکا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولا یؤخذ العشر من الوصی
اذا قال ہذا مال الیتیم ولا من عبد ومکاتب اور ہے یعنی بوجہ نہونے ملک کے نہیں لیا جاتا ہے عشر وصی سے جب بیان
کرے کہ یہ مال یتیم کا ہے اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اوسکی ملک تام نہیں حتی حال عاشر الخوارج فعشروہ
ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم سو اگر گذرا باغیوں کے عاشر پر پس اونہوں نے اوس سے
عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اوس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس جانا یہ قصور اسکا
ہے بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اوس صورت کے کہ خوارج یعنی باغی تسلط کرلیں بزور کسی شہر پر یعنی اس صورت میں اگر
وہ صدقات وصول کرلیں گے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت میں قصور امام کا ہے نہ مالداروں کا کذا فی الطحطاوی
مسئلہ لمحہ شارح ولو مر بنصاب رطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع
کہ جو تاجر میوہ تر بقدر نصاب تجارت کی لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اوسکا عشر نہ لیوے مگر اس
صورت میں کہ عاشر کے پاس فقرا موجود ہوں تو مال والے سے عشر لے تاکہ اونکو دیوے ہم رطاب سے مراد جو چیزیں سال بھر میں
شرنبلالیہ میں ہے کہ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تہا تمامی سال کے نزدیک اوسکے بدلے بقولات میں
سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے نزدیک زکوۃ نہیں لیکن مالک کو کہنا چاہیے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک

مال مین سے اوسی جنس کی زکوٰۃ لے لیوے کیونکہ آخر حیات امام کی اوسکو شتمل ہے کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ مین کہا ہے اگر
کیا ہے کہ اگر لیگا تو یہ چیزین لی ہوئی خراب ہو جاویگی اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھ فقرا ہون یا
اپنے عملہ مین صرف کرنے کو لیتا ہے تو اوسکو اجازت ہے کذا فی الشامی ملخصاً یہہ مذکور ہے نہر الفائق مین بطریق بحث کے ہم نہر کی عبارت
مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ برین ذکر کیا ہے اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال
بحث پر نہین ہے معہذا جو کچھہ کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرح مشکوٰۃ مین مع زیادت مذکور ہے زیادتی یہہ ہے کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو
تو قیمت لے لیجاے اور رعایہ مین باب العاشر مین یہہ مذکور ہے کہ جب خضراوات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لئے
اونہین سے بعینہا عشر لینا چاہے در صورت انکار کرنے مالک کے اعطار قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا کے واسطے کی قید اسلئے لگائی
کہ اگر اپنے عملہ کے لئے خضراوات بعینہ لے لیوے تو جائز ہے اور مالک کے انکار کی قید اوسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر
راضی ہو تو اوسکے جواز مین کچھہ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی باب الرکاز یہہ باب ہے دفینہ کے
احکام مین الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوٰۃ کے ساتھہ لاحق کیا کیونکہ یہہ بھی وظیفہ مالیہ ہے
ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہئے تہا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اس
مین سے بھر لیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ نہین ہے کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلئے کہ رکاز محض قربت ہے اور عشر ایک ضمنی
جسمین معنی قربت کے ہین کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز ای الاثبات بمعنی المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہے رکز سے یعنی
ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہے ہم شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہے ہو کی اور احتمال یہہ ہے کہ حال ہو رکز سے یعنی
رکاز رکز سے ماخوذ ہے درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنی مرکوز اور یہہ اولے ہے اسلئے کہ رکاز اسم جامد ہے مصدر
نہین وشرعاً مال مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہے کہ مدفون ہے زمین کے نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی
ہے کہ یہہ معنی لغوی نہین مین اور مغرب مین مغرب سے منقول ہے کہ وہ معدن ہے یا کنز یعنی کان یا دفینہ اسلئے کہ یہہ دونو مستقر
ہین زمین مین اگرچہ راکز مختلف ہے الخ اور بظاہر اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونو مین حقیقی
ہے اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھہ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر یہہ کلی متواطی ہوگی اور یہی
مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہے اس سے
کہ زمین کے اندر رکہنے والا اوسکا خالق ہو یا مخلوق ہو فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالی ومن کنز ای مال
مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس پس بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہے کان خلقی سے کہ اللہ تعالی
نے اوسکو زمین مین پیدا کیا ہے اور عام ہے کنز سے یعنی مال مدفون کہ زمین مین رکہا ہو کفار نے اسلئے کہ اسیکا خمس لیا جاتا
ہے اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اوسکا حکم لقطہ کا ہے وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثی پائی کسی مسلمان
نے یا ذمی نے اگرچہ مالک صغیر عورت ہو یعنی حکم عام ہے پانیوالا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا ذمی
کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وہ ہو کل جامد ینطبع
بالنار ومنہ الزیبق وہ لوہے کی مثل ہر چیز منجمد ہے کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اوسی مین ہے پارہ ہم یہہ قول امام
کا اور امام صاحب کا آخر قول ہے اور قول اول یہہ تہا کہ پارہ مین کچھہ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہے امام ابو یوسف کا کیونکہ
پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہے اور اوسمین خمس نہین ہے امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہہ ہے کہ پارہ چشمہ سے نکالا جاتا

اور تدابیر سے نکالا جاتا ہے اور ڈھلتا ہے کسی دوسری چیز کے ساتھ ملکر تو چاندی کی مانند ہو یعنی چاندی جبتک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہیں ڈھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہے کہ خلاف اوس پارہ میں ہے جو معدن میں سے حاصل کرین لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ میں ہے اوسمین بالاتفاق خمس لازم ہے کذا فی الشامی فخرج المائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنی جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی ینطبع کی قید سے جو نرم نہین ہوتے جیسے کان پتھرون کی یعنی فیروزہ و زمرد وغیرہ کی ھم قہستانی مین ہے کہ کان تین قسم کی ہے ایک وہ سخت چیزین کہ پگل جاتی ہین آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین جو آگ سے نرم نہین ہوتین جیسے چونا نورہ سرمہ یاقوت وغیرہ سوم وہ چیزین کہ جامد نہین جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفہ نفط ایک روغن ہے کہ پانی پر اجاتا ہے اور قار اور قیر اور زفت وہ جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی فی ارض خراجیۃ او عشریۃ خرج الدار ولا المفازۃ لان حولها یالا اذی کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہین خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولے داخل ہے ھم مراد عشری اور خراجی سے یہہ ہے کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضہ مین ہو یا نہو تو جب عشر و خراج کے ہوتے خمس لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس رہیگا کذا فی الطحطاوی خمس نحو خمسًا ای اخذ خمسًا لحدیث و فی الرکاز الخمس وهو یعم المعدن کان مسلمان یا ذمی کی پائی ہوی کان خواہ دفینہ سے پانچوان حصہ لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس اور یہہ شامل ہے معدن کو جیسے پہلے گذرا و باقیہ لمالکہا ان ملکت اور باقی رکاز یعنی چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ زمین کسی کی مملوک ہو ھم حاشیہ ابو السعود مین کہا کہ مملوکہ سے مراد یہہ ہے کہ غیر کی ملک ہو پانیوالی کی نہو کیونکہ پانیوالے کی ملک ہوگی تو اوسمین خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہے ولا شیٔ فی ارضہ شامی نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جب پانیوالا مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونو مین ایک ہے وہ یہہ کہ معدن تمام اجزا سے مالک کی ملک ہے تو مصنف کے کلام مین تعارض یقینا ہے یہان باقیہ لمالکہا کہتا ہے اور آگے لا شیٔ فی ارضہ کہا ہے شیخ رحمتی نے اس تعارض کو یون دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن مین دو روایتین ہین روایت اصل یہہ ہے کہ اوسمین خمس نہین کل مالک کی ہے اور جامع صغیر کی روایت یہہ ہے کہ اوسمین خمس ہے اور چار خمس مالک کے ہین پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہے اور قول آئندہ موافق روایت اصل کے کذا فی الشامی ملتقطا و لا یخمس ولا مفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانیوالے کی ہے والمعدن لا شیٔ فیہ ان وجدہ فی دارہ وحانوتہ اور معدن مین کچھہ نہین لازم آتا اگر پاوے اوسکو اپنے گھر مین اور اپنی دکان مین ھم معدن کے لفظ مین احتراز ہے دفینہ سے اسلئے کہ اوسکا خمس لیا جاتا ہے اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اسکے گھر مین ہو اسلئے کہ وہ اجزاء زمین سے نہین ہے جیسا بدائع مین ہے اور گھر اور دکان کی معدن مین کچھہ نہ لازم آنا امام صاحب کے نزدیک ہے برخلاف قول صاحبین کے کذا فی الشامی وارضہ فی روایۃ الاصل واختارہ فی الکنز اور کچھہ نہین لازم آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب اور اسی کو اختیار کیا ہے کنز مین ھم غایۃ البیان مین کہا ہے کہ زمین مملوکہ مین امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق ارض اور دار مین کچھہ فرق نہین یعنی دونو مین کچھہ لازم نہین آتا کیونکہ زمین جب اوسکی طرف منتقل ہوی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے منتقل ہوی اور معدن بھی اوسی زمین کی مٹی کی ہے تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اوسکو امام کسی کے ہاتھہ فروخت کر دے تو اور لوگون کا حق اوس سے ساقط

ہو جاتی ہے اسلئے کہ وہ شخص اوسکا مالک بنتا بلا عوض کے ہوا ہے یہی کہا ہے جصاص نے اور جامع صغیر کی روایت کے موافق ان مین
فرق ہے اوسکی وجہ یہہ ہے کہ وہ زمین کسی طرح کی مشقت اور کبیرا انہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سبب کا سبب پانیوالےکا ہو بالخلاف
ارض کے کہ اوسمین مؤنت حوایج اور عشر کی لازم آتی ہے پس اوسمین خمس لازم ہے اور کنز کے اعتبار کر تیسکو بیان کرنے سے
ظاہر اشارہ کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہے لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت
موجب بیان کی اور اصل کے روایت کی بہہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی
اور علامہ فتح نے ذکر کیا ہے کہ قیاس بہی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہے دو وجہ سے اول یہہ کہ جامع صغیر اور دونوں پر معارضہ
کے وقت مقدم ہوتی ہے دوسرے یہہ کہ یہی قول صاحبین کا ہے تو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولی ہے حاصل یہہ ٹھہرا کہ امام
نے فرق کیا ہے وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل افتادہ کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور
صاحبین نے کچھہ فرق نہین کیا انہین وجوب کے باب مین کذا فی الشامی ولا شیء فی یاقوت وزمرد وفیروزج ونحوها
اور کچھہ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اوسکی مثل مین یعنی پتھر کی قسم جو نرم
وُجِدَت فی جبلٍ ای فی معادنها ولو وُجِدَت دفائن الجاهلیة
نہ ہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہہ ہے کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو
ای کنزا خمس لکونه غنیمة اور اگر پائی جاوین اشیاء مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کی ہون یعنی کنز کا حکم لگے
اورنگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہے کہ کفار کے پاس تہی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز
یُخمَّس کیف کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین
کہ آگ سے نرم ہو جاوے یعنی بالیات مین خمس مثل مال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انہین خمس لازم نہین ولا فی لؤلؤ وهو مطر الربیع
اور کچھہ نہین لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہے یعنی سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہے مچھلی کی قسم
سے اللہ تعالی اوسمین موتی پیدا کرتا ہے کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فی البحر او خثی دابة اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک
قسم کا گہاس ہے کہ دریا سے اوگتا ہے یا گوبر کسی چوپایہ کا ہے مم شیخ داود انطاکی نے اپنے تذکرہ مین لکہا ہے کہ صحیح یہہ ہے
کہ قعر دریا مین چشمے مین وہ دہنیت بکثرت رفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہے اوسکو دریا کی موج کنارہ پر ڈالتی ہے وہ عنبر ہے
کذا فی الشامی وکذا جمیع ما یستخرج من البحر من حلیة ولو ذهبا کان کنزا فی قعر البحر اور ایسی ہی سب چیزین جو دریا
سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لئے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنی کسی کا رکہا ہوا اور ظاہر یہہ ہے کہ اوسپر
علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانه لم یرد علیه القهر فلم یکن غنیمة اسواسطے کہ اوسپر
غلبہ اور قبضہ کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا اور حاصل یہہ کہ محل خمس غنیمت ہے اور غنیمت وہ ہے کہ کفار کا مال ہو پہر
مسلمانون نے اوسکو بزور لے لیا ہو اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضیخان
وما علیه سمة الاسلام من الکنوز نقدا او غیره فلقطة سبق حکمها اور جو دفینہ کہ اوسپر علامت اسلام کی ہو
خواہ نقد ہو یا سوا اوسکے پس وہ لقطہ ہے کہ اوسکا حکم آگے آویگا اور غیر نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا اور غیرہ
اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آویگا وہ یہہ کہ مسجدون کے دروازون پر
اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اوسکی طلب سے بیٹھ رہا ہوگا پہر اگر خود فقیر ہے تو اپنے آپ صرف
کرے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اوسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی وما علیه سمة

الكنز خمس والباقية للمالك اول الفتح اور جو دفينہ ايسا ہو كہ اوسپر علامت كفار كى ہو تو اوسمين سے خمس ليا جاوے اور باقى اوس شخص كا ہے جو اول فتح اسلام مين اوسكا مالك ہوا امام كى تمليک سے ھ قاضيخان نے كہا كہ يہہ خمس لينا بالاتفاق ہے اسليئے كہ كنز اجزاء وارضے نہين ہے تو خمس مقرر كرنا اوسمين ہوسكتا ہے بخلاف معدن كے او لورثته لو حيا و الا فلبيت المال على الاوجه يا اصل مالک كے وارث كا ہے اگر وہ زندہ ہو اور نہين تو بيت المال كا ہے اور يہہ اوجہ ہے ھ نہر مين كہا ہے اگر ورثۂ مالک اول كے معلوم نہون تو اقصى مالک زمين كا اوسكے وارث كا ہے اور ابو اليسر نے كہا كہ بيت المال مين ركہا جاوے فتح القدير مين كہا ہے كہ يہہ موجہ ہے تامل كے بعد الخ اسليئے كہ بحر مين مذكور ہے كہ كنز زمين مين امانت ہے پس جب مالک اول زمين كا مالک ہوا تو جو اوسمين ركہا ہے اوسكا بہى مالک ہوا اور اگر زمين كو وہ بيچدے تو فروخت سے جو چيز زمين كے اندر ودليعت ہے اوسكى ملک سے نكل نہ جاويگى جيسے مچہلى كے پيٹ مين موتى وهذا ان ملكت ارضه والا فللواجد يہہ اس صورت مين ہے كہ زمين اوسكى مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جيسے جنگل وغيرہ تو پانيوالے كا ہے ھ يعنى خمس نكالكر كما فى البحر هذا اشارہ ہے باقيہ للمالک كى طرف اور يہہ صاحبين كا قول ہے اور ہدايہ وغيرہ سے اسكى ترجيح معلوم ہوتى ہے ليكن سراج مين مذكور ہے كہ امام ابو يوسف نے كہا كہ باقى پانيوالے كا ہے جيسا حال غير مملوكہ زمين كا ہے اور اسى پر فتوى ہے شارح نے كہا كہ آجكل يہى مناسب ہے كيونكہ بيت المال كا انتظام نہين ہے ولو ذميا قينا صغيرا انثى لانهم من اهل الغنيمة اگرچہ پانيوالا ذمى ہو غلام ہو صغير ہو عورت ہو اسليئے كہ يہہ سب اہل غنيمت مين يعنى امام غنيمت مين سے كچہہ بطور عطا اونكو ديا كرتا ہے شامى عن حموى خلا الحربى مستامن فانه يسترد منه ما اخذ يعنى پانيوالے كا ہے سوا اوس كافر حربى مستامن كے كہ لوٹا يا جاوے اوس سے جو اوسنے ليا كيونكہ غنيمت مين اوسكا كچہہ حق نہين الا اذا عمل فى المفاوز باذن الامام على شرط فله المشروط مگر جبكہ كام كرے جنگلون مين امام كے اذن سے كسى شرط پر تو اوسكو مشروط بہى ملجاويگا ولو عمل رجلان فى طلب الركاز فهو للواجد اور اگر دو شخص ملكر كام كرين دفينہ كى طلب مين تو وہ اوسكا ہوگا جسنے پايا ہو ظاہر اسكا دلالت كرتا ہے كہ دوسرے كو كچہہ نہ مليگا اور يہہ اوس صورت مين ہے كہ ايک نے كہودا پہر دوسرا آيا اوسنے باقى رہا ہوا كہودا اور نكالا ليكن اگر وہ دونو مشترک ہون اوسكى طلب مين سو باب الشركة الفاسدہ مين آويگا كہ شركت صحيح نہين گہاس كہودنے اور شكار كرنے اور باقى مباحات مين جيسا پہاڑون مين سے ميوہ چننا اور طلب كرنا كان كا اور پكانا اينٹون كا مباح مٹى سے اسليئے كہ يہہ شركت متضمن ہے وكالت كو اور توكيل كرنا مباح چيز كے لينے كے ليئے جائز نہين اور جو كچہہ اونمين سے كسى نے حاصل كيا وہ اوسيكا ہوگا اور جو دونو نے حاصل كيا وہ نصفا نصف ہوگا اگر يہہ نہ معلوم ہو كہ كتنا كسكا ہے اور جو كچہہ ايک ہمراہى كى مدد سے ليے تو وہ اوسيكا ہے اور ہمراہى كو اجر مثل مليگا جسقدر ہو امام محمد كے نزديک اور امام ابو يوسف كے نزديک اسقدر كہ اوس شى كى نصف ثمن سے زيادہ نہو دونون كا نا اجيرين فهو للمستاجر اور اگر وہ دونو مزدور ہون تو مال اوسكا ہوگا جسنے اونكو اجرت پر ركہا وان خلا عنها اى العلامة او اشتبه الضرب فهو جاهلى على ظاهر المذهب ذكره الزيلعى لانه الغالب وقيل كاللقطة اور اگر خالى ہو علامت سے يا مشتبہ ہوسكہ تو وہ جاہلى ہے يعنى اسلام سے پہلے كا ظاہر مذہب پر ذكر كيا ہے اوسكو زيلعى نے كيونكہ غالب يہى ہے اسليئے كہ كفار حريص ہوتے ہين جمع اموال پر كذا فى الطحطاوى اور ايک قول يہہ ہے كہ مال مذكور لقطہ كى مانند ہے ھ ہدايہ مين ايک قول يہہ كہا ہے كہ اوسكو مال اسلامى تصور كرينگے بہت زمانہ گذرنے كى جہت سے يعنى ظاہر يہہ ہے كہ آثار جاہليت سے كچہہ باقى نہين رہا اور ظاہرى كا

اعتبار ہے جبتک اوسکا خلاف معلوم نہو اور خوب یہ ہے کہ اوسکا ظاہر ہونے کو نہ مانین بلکہ ما بلیک رہنے اب تک شہرون مین کھ
رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جنمین علامت اہل حرب کی ہے اور اہل اسلام مین رائج مین ظاہر یہ ہے کہ وہ
تسم مشتبہ ہے ہین لیکن مین نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہے دیکھا اوسمین لکھا ہے کہ کفار کے درم مسلمانون کے درمیان
مین متداول ہونیکی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہے اسلامی ہی جنسے پائین وکا یخمس ریکاز وُجد معدنًا کان او کنزًا وُجد
فی صحراء دار الحرب بل کلّه للواجد لو مستأمنًا لانه کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز کہ پایا
دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانیوالے کا ہے اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے کہ وہ
شخص چور کی طرح ہے ولو دخله جماعة ذو منعة وظفروا بشیء من کنوزهم وجب الخمس لکونه غنیمة
اور یہ اسلیے اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور کچھ خزانہ یا معدن اونکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ
وہ غنیمت ہے یعنی غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہے وان وجده ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکة لبعضهم رده
الی مالکه تحرزًا عن الغدر اور اگر معدن یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اوسکو اوسکے
مالک کو پھیر دے غدر سے بچنے کے لیے ہم یعنی حربیون کے مال اوس شخص مستامن پر بدون اونکی رضامندی کے حرام
ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھہ لینا خیانت ہوگا فان لم یردّه واخرجه منها ملکه ملکًا خبیثًا فسبیله
التصدق به پس اگر نہ پھیرا اوسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اوسکا مالک ہو جاویگا خبیث ملک سے کہ اوسکا تصدق کرنا
واجب ہے فلو باعه صح لقیام ملکه لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہوگی
کیونکہ اوسکی ملک ثابت ہے لیکن مشتری کو اچھا نہین ہم بخلاف اوس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی
پہر کسی کے ہاتھ بیچدی تو مشتری ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہے کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہو گیا کذا
فی الحلبی عن البحر ولو وجده ای الرکاز غیره ای غیر مستامن فیها ای فی ارض مملوکة لهم حلّ له فلا یردّه ولا
یخمس لما مر بلا فرق بین متاع وغیره اور اگر معدن یا دفینہ یا غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے
پایا تو اوسکو حلال ہے پس نہ پھیر دے اور نہ اوسمین سے خمس لیا جاوے اوسی وجہ سے کہ گذری یعنی وہ مثل خفیہ لیجانیوالے
کے ہے کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنون مین فقہا کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے
کہ متاع وہ ہے جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی النقایة من ان
رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سهو اور جو کچھ نقایہ مین ہے کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے تو وہ سہو ہے
ہم نقایہ کتاب ہے صدر الشریعة کی اور یہی ہے وقایہ مین جو اوسکے دادا تاج الشریعة کی کتاب ہے درر مین کہا ہے
یہ صحیح نہین ہے کیونکہ شراح ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہے کہ خمس واجب ہوا ہے اوس چیز مین کہ غنیمت کے معنی
مین ہو یعنی اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور رکاز مین جو بیکو رستہ رہ
کی صورت نہین ہے کیونکہ مستامن مثل چور کے ہے اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ نہین آتی الطحطاوی نے کہا
کہ اضافت رکاز کی متاع کیطرف بیانی ہے الا ان یحمل علی متاعهم الموجود فی ارضنا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے
متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مستأمن لقطة شارح کا للواجد صرفه لنفسه و
اصله وفرعه واجنبی بشرط فقرهم پانیوالے کو جائز ہے خمس کو صرف کرنا اپنے نفس پر یا اپنے اصل

پر اور اپنی قرع یعنی اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون ؎ یعنی وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اوسکا کام نہین نکلتا تو خود
سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہنچی تو خمس کا خرچ کر لینا اوسکو جائز نہین کذا فی البحر عن البدائع مین کہتا
ہون کہ اسمین گفتگو ہے کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جب کہ بال بچے والا قرضدار ہو پس بہتر یہ ہے کہ حاجت
ہی پر اقتصار کیا جاوے اور جیسا کہ شارح نے کافی مین کہا ہے کہ جسکو رکاز کا مال ملے اوسکو گنجائش ہے کہ صرف کرے خمس مساکین پر پھر اگر
امام کو اطلاع ہو تو اوسکے کئے ہوئے کو قبول کرے اور اگر اوسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجائش ہے کہ اپنے واسطے رہنے دے
اور یہ بھی گنجائش ہے کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مال بمنزلہ اوس عشر کے نہین ہے کہ زمین پر
لازم ہوتا ہے کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہے دسویں کے احکام مین ؎ عشر کہتے ہین دس
مین سے ایک ٹکڑے کو اور یہان مراد وہ ہے جو عشر کی طرف منسوب ہو تاکہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ
مین اسلئے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے یجب العشر فی عسل وان قل وجب ہو وسوان حصہ شہد مین
اگرچہ قلیل ہو ؎ شامی مین کہا کہ عسل مین کسرہ ہے تنوین نہین کیونکہ مضاف ہے ارض کیطرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہین
اسلئے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہے ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ کجبل ومفازۃ عشر واجب ہے
اوس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ وجنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر فی
الخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنی اوسمین عشر نہین تاکہ جمع ہوون عشر اور خراج ؎ ارض غیر الخراج کے لفظ مین شارح
نے کہا یہ شامل ہے زمین عشری کو اور اوس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ مین ہے کہ پہاڑ عشری ہے یعنی اگر
استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا افادہ الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود
اور ایسا ہی عشر واجب ہے پہاڑی یا جنگلی پھلون مین اگر امام نے اوسکی حفاظت کی ہو اسلئے کہ وہ مال مقصود ہے ؎ امام کو اوسکی
حفاظت اسلئے مقصود ہے کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہے تو یہ علت اشتراط کی ہے یا یہ کہ وہ اس جنس سے
ہے کہ جس سے نماء حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہے تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی والا ان لم یحمہ لانہ کالصید یا عشر
واجب نہوگا اگر امام نے اوسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اوسمین بھی عشر نہین ویجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح
کنہر اور واجب ہے عشر اوس زمین مین جو مینہ سے پانی دی گئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے ؎ مسیح پانی کے جاری
ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنی نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی مغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے
یعنی کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا نہ ہونا سب مذکورات کیطرف
ہے یعنی شہد وپھل وغلہ وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے
اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مؤنۃ الارض کے ہین یعنی اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا ؎ اگر پیداوار
سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمۃ یعنی بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک صاع یا
مثل اوسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہے تو وہ برس روز مین ایک بار واجب ہوا کرتا ہے مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار
ہو کذا فی الشامی ولذا کان للامام اخذہ جبرا ویوخذ من الترکۃ اور اسلئے امام کو گنجائش ہے کہ ان چیزون کا
عشر زبردستی لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہے ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب ومأذون ووقف
اور واجب ہوتا ہے یہ عشر باوجود قرضدار ہونے کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین

ھم زمین کی مالک وجوب عشر کے لئے شرط نہیں بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہے اسلئے کہ عشر پیداوار میں ہے زمین میں نہیں تو زمین کا مالک ہونا اور نہ ہونا دونو برابر ہیں اور زمین وقفی میں عشر اس صورت میں ہے کہ اہل وقف نے اوسکو بو یا ہو کذا فی الشامی مختصراً وتسمیتہ ذکوٰۃ مجاز اور عشر کو زکوٰۃ کہنا مجاز ہے ھم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے عنایہ سے اور نہر میں اسی کی تصریح کی ہے لیکن عنقریب اسباب میں کچھ گفتگو ہو چکی ہے الا فی مالا یقصد بہ استغلال الارض مگر اون چیزون میں عشر نہیں کہ زمین کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطب وقصب وحشیش جیسے لکڑی اور ہے ھم قصب لغت میں نبات ساقدار گرہ دار کو کہتے ہیں اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گنے او رقصب الذریرہ سے جسکو قصب السنبل کہتے ہیں کیونکہ ان دونو میں عشر ہے کذا فی البحر اور معراج میں ہے کہ گنے کے رس میں عشر ہو گا کہتے ہیں کذا فی الشر ملالیہ وحشیش وتبن اور جیسے گھاس ہرا اور سوکھا ھم فتح میں کہا مگر اتنی بات ہے کہ اگر اوسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اوسمین عشر واجب ہو کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمدؒ سے ہے کہ سوکھی گھاس میں عشر ہے کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی واشنان اور جیسے کھجور کے پتے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان وشجر قطن وباذنجان اور جیسے کپاس کا درخت اور بینگن کا درخت ھم یعنی ان دونو کے درختون میں عشر نہیں بلکہ خود کپاس اور بینگنون میں عشر ہے کذا قالہ الطحطاوی وبذر بطیخ وقثاء وادویۃ کحلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتھی اور کلونجی کے ھم کیونکہ تخم سے مقصود ترکاریان ہوتی ہیں اور اونمین عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہیں ہیں خانیہ میں ہے کہ دوائون میں عشر نہیں ہے جیسے کیلہ اور ہلیلہ اور کندر میں کذا قال الشامی حتی لو اشغل ارضہ بہا یجب العشر یہانتک کہ اگر زمین کو انہین چیزون میں لگا دیا تو عشر واجب ہو گا ھم یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لئے اور اوسکو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اوسمین عشر ہو گا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی میں کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہیں اسیلئے قاضیخان نے مطلق رکھا یعنی بیچنے کی قید نہیں لگائی کذا فی الشامی ویجب نصفہ فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیۃ ای دولاب لکثرۃ المؤنۃ اور نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہے اوس زمین کی پیداوار میں جو چرس سے پانی دی گئی ہو یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ھم یہہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنیکی وفی کتب الشافعیۃ اوسقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ میں مذکور ہے اس صورت میں کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہہ ہماری قواعد کے مخالف نہیں ہے یعنی اس صورت میں حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان حصہ لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبالۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اوسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنی چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا اکثر ھم یعنی اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہو گا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہو گا تو دسوان حصہ کذا فی الزیلعی ولو استویا فنصفہ اور اگر دونو طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی میں شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہیں ہوتا وقیل ثلثۃ ارباعہ اور ایک قول یہہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت میں لازم ہیں ھم غایۃ البیان میں کہا کہ یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونو وظیفون کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدھی زمین نہر کی تھی تو دسوین حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسوین حصہ کا آدھا لازم ہوا اسیلئے تین ربع عشر کے ہو گئے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے سوا ائمہ پر قیاس کرکے جس صورت میں آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤنات ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلئے کہ علماء نے تصریح کی ہے عشر کی کل پیداوار سے ھم یعنی عشر اول صورت میں اور نصف عشر دوسری صورت میں جو لازم ہے تو کل میں سے لازم ہے بغیر جدا کرنے مزدوری

کیرون روزخرچ پلون کے اور نہرون کی کہودوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ للتغلبی
مطلقاً اور واجب ہے دونا عشر کا یعنی پانچوان حصہ اوس عشری زمین مین جو تغلبی کی ہو ہر صورت مین ھم بنی تغلب قوم نصاری ہین جن سے
حضرت عمرؓ سے صلح اسبات پر ٹھہری تہی کہ مسلمانون کا دونا اون سے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علما نے فرق نہین بیان کیا زمین کے
دولاب سے پانی دیتے یا نہر کے پانی دیتے مین اور مقتضا صلح کا جو واقع ہوئی یہہ ہے کہ مسلمانون کی نسبت اونسے دوچند لیا جاوے ہر صورت
مین وان کان طفلاً او انثی او اسلم او ابتاعہا من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خرید کی ہو مسلمان
سے ھم تغلبی اگر مسلمان ہوا تو اوسکے پاس جو زمین تضعیفی موجود ہو وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
عشری ہو جاتی ہے اور یہی حال ہے جب خرید اہو اوس سے کسی مسلمان نے اور اگر خرید التغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین
کے نزدیک تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعہا منہ مسلم او ذمی لان التضعیف
کالخراج فلا یتبدل یا خرید از مین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کی مانند ہے پس متبدل نہو گی
ھم ذمی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہے کذا فی الحلبی اور شراکا ذکر بنا بر کثرت ہے ورنہ سب انتقالات مین یہی
حکم ہے اسمعیل عن البرجندی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق ہے اور تضعیف مین امام ابو یوسف کا اس صورت مین خلاف ہے کہ تغلبی مسلمان
ہو جاوے یا اوس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی ہے جیسا پہلے بیان کر چکے کذا فی الحلبی واخذ الخراج من
ذمی غیر تغلبی اشتری ارضاً عشریۃ من مسلم وقبضہا منہ للتنافی اور لیا جاویگا خراج اوس ذمی سے جو تغلبی نہو اور
خرید ا ہو زمین عشری کو مسلمان سے اور قبضہ کیا اوسکو کیونکہ عشریت اور کفر مین منافاۃ ہے ھم ذمی سے خراج لینا اس صورت مین مذہب
شیخین کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اوسپر مضاعف ہو جاتی ہے شیخین کے نزدیک
اور قبضہ کی قید اسلئے لگائی کہ خراج واجب نہین ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہین حاصل ہو سکتی بدون قبض کے
اور کفر منافی ہے عشر کے اسلئے کہ عشر مین معنی عبادت کے ہین حاصل یہہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا
مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک
بدستور رہتی ہے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ عشری ہو جاویگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی
رہیگی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جاویگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمدؒ کے اور جب خریدے
ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری کو خریدے تو خراجی ہو جاویگی اگر ٹھہرے اوسکی ملک مین امام اعظمؒ
کے نزدیک کذا قالہ الشامی واخذ العشر من مسلم اخذہا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور لیا جاویگا
عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے بواسطے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے ھم یعنی گویا کہ مسلمان
نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ بیچ مین سے اوٹھہ گیا کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیہ لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کی فساد
کی سبب سے ھم اور ردت علیہ کے معنی یہہ ہین کہ جبکہ خریدا اوسکو ذمی نے مسلمان سے بشرائط فاسدہ پہر وہ زمین بجہت شرائط فاسدہ ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری ہو گی
بدستور بحر مین کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلئے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہین ہوتا
کہ منوز استحقاق ہر لینے کا اوسکو ثابت ہے او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو بخیار شرط کی جہت سے ھم یعنی جس صورت مین کہ بائع کو خیار رہا
جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح مین قید لگائی ہے اسلئے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو قالہ الشامی او رؤیۃ مطلقاً
یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہرحال یعنی رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اوسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے

قاضی کے حکم سے ہم تواں پاپوں سو برسوں میں مسلمان سے عشر لیا جاویگا تو بتغییرہ بقیت خراجیة لانه اقالة لا فسخ اور اگر زمین کی بیع حکم قاضی سے
تو بیع کی خراجی ہوگی اسلئے کہ جب اقالہ ہو یا فسخ یعنی اقالہ ہیم جدید ہوا تو عشر نہیں ساقط ہوں گے یہ تبیین میں ہے کذا فی الشامی واخذ خراج ان من دار جعلها بستانا او مزرعة
ان کانت لذمی مطلقا اور لیا جاویگا خراج گھر سے کہ جسکو باغ بنالیا اور اسکو بائم یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت میں ہم یعنی عشر کے پانی سے اوسکو پانی دیا
ہو یا خراج کے پانی سے اسلئے کہ ذمی خراج کے لائق ہے نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم ان سقاها بماء الخراج وبه یفتی اور اگر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے
اوسکو پانی دیا خراج کے پانی سے تو بھی خراج لیا جاویگا کہ مسلمان زمینی پر ابتداءً خراج رکھا جا سکتا ہے اور یہ اسوجہ سے ہو کہ اوسنے خراج کا پانی اپنے کھیت کو دیا ہم خراج کا پانی
وہ نہریں کہ جنکو بادشاہوں نے کھودی جیسے گنگا اور جمنا کی نہریں اور ماء اونکی مانند جیسے سیحون جیحون و دجلہ و فرات برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا
پانی مینہ اور کنواں اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت میں نہ ہو کذا فی الملتقی وشرحہ عینی نے اشکال کیا تھا کہ یہاں مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً
لازم آتا ہے شارح نے اوسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہے خراج مجبوراً لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہاں مسلمان نے جو کہ خراجی زمین کے
پانی دیا تو خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہے کذا قال فی البحر
واخذ عشر ان سقاها المسلم بمائه لانه الیق به اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونوں
طرح کے پانی سے اسلئے کہ عشر لائق ہے مسلمان کو کیونکہ اسمیں عبادت کے معنی پائے جاتے ہیں ولا شیء فی دار ومقبرة ولو لذمی اور
کچھ نہیں لازم گھر میں اور مقبرہ میں اگرچہ ذمی کا ہو کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور یہی ترا اجماع ہے صحابہ کا دوسری وجہ یہ
ہے کہ دونوں میں نمو اور زیادتی نہیں اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہے اور یہی قیاس ہے مقابر میں زیلعی اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ
گھر اور نمو میں کچھ فرق نہیں لیکن علما نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے زمین کو معطل رکھا تو اوسپر خراج لازم ہے حاشیہ میں ہے اگر خراجی زمین
کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اوسپر اوس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اوس صورت میں کہ اوسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ
میں ہے پھر کہا کہ فتاوی ابو اللیث میں ہے کہ جب کوئی خراجی زمین کو مقبرہ یا سرائے کے لئے یا کہ فقرا کے رہنے کے لئے تو خراج ساقط ہو جاتا ہے انتہی اور یہ
دوسری روایت شاید کہ یعنی ہو منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین قیر او نفط اور کچھ نہیں رال کے چشمہ میں ہم اسلئے کہ رال
سا مار یعنی بزمہ تری نہیں ہے یعنی زمین سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ چشمہ سے جوش ملتا جیسے پانی کا چشمہ تو اوسمیں عشر اور خراج نہیں کذا فی
البحر ونفط دهن یعلو الماء مطلقا ای فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہیں نفط میں کہ ایک تیل ہے جو پانی پر آ جاتا ہے کسی صورت
میں یعنی سائل خواہ زمین عشری میں ہو یا خراجی میں ولكن فی حریمها الصالح للزراعة من ارض الخراج خراج لیکن خراجی ہیں کے گرد
و نواح میں جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہے لانه یتعلق الخراج بالتمکن من الزراعة خراج نہیں خود چشمہ میں اسلئے
کہ خراج متعلق ہے کھیتی کی قدرت پر ہم یہ علت ہو السالم لہا کی اور حریم موضع میں بن سکتی ہے اور خراج متا سمہ کا حکم امد حکم عشر کے
ہے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمها العشری ان زرعه ولا لا لتعلقه بالخارج اور عشر واجب ہے عشری میں کے
چشمہ کے گرد و نواح میں بشرطیکہ جو تا و زراعت کو نہیں لازم کیونکہ عشر پیدا وار سے متعلق ہے و تؤخذ العشر عند الامام عند ظهور
الثمرة وبدو صلاحها وشرط فی النهایة امن فسادها اور لیا جاویگا عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے
اور وقت ظاہر ہونے اوسکی درستی کے یعنی گدامو کے کذا فی البرہان اور نہر میں شرط کیا ہے کہ فساد سے امن ہو جاوے قسم جوہرہ میں کہا ہے کہ خلاف
ہے عشر کے وقت میں جو کھیتوں اور پھلوں میں سے لیا جاتا ہے پس امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہیں کہ اوسوقت لیا جاتا ہے کہ جب پھل ظاہر ہوا اور
خرابی سے محفوظ ہوا اگرچہ کاٹنے کے لائق نہ ہو یعنی اس درجہ کو پہنچے کہ اوس سے انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ جب کٹنے کے
لائق ہو اور امام محمد کہتے ہیں کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی ولا یحل لہ اکل الحصن بخزیتها اکل ثلثها قبل

ادا ہو خراج اچھا اور نہیں حلال خراجی زمین رہنے کو کہ کہاوے اوسکی آمدنی خراج کے ادا سے پہلے ھ بعضوں نے کہا کہ یہہ حکم خراج مقاسمہ کا ہو سکتا ہے کہ خراج موظف ذمہ پر
لازم ہوتا ہے پیداوار سے اوسکو علاقہ نہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ خراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہو سکتا ہے کہ امام یعنی حاکم کو حبس کا حق ہے خراج کے ادا کے لئے پس اگر پیداوار
کو مالک کہا جاوے تو امام خراج کہاں سے لے کذا فی الذخیرہ مختار ہے کہا کہ واقعات میں ہے نقلا عن البزازیہ کہ پیداوار سے کہانا درست نہیں قبل ادا کرنے
خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے عشر کے مگر جب کہ مالک عزم ادا عشر کا رکہتا ہو اور یہہ قید مستحسن ہے کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یودی
العشر وان اکل ضمن عشرہ مجمع الفتاویٰ اور نہ کہاوے مالک غلات عشریہ سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کہاویگا تو اوسکو عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی
ھ شرح ملتقی میں مضمرات سے منقول ہے کہ اگر دستور کے موافق تہوڑا سا کہا لے تو دستبرد کچھہ لازم نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی
وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہنچتا ہے کہ پیداوار کو روک رکہے واسطے وصول خراج کے وصح منع الخراج سنتین لا لو حول لما مضی
عند ابی حنیفۃ خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سالہ ادا نہ کیا ہو تو گذری برسوں کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی الخانیہ ھ اور
یہہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ میں مع شئی زائد مذکور ہے اور خانیہ کا یہہ قول محمول ہے اوس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا دوسری عبارت سے
خانیہ کی معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی مختصرا وفیما من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل یسقط بالموت والاول
من ظاہر الروایۃ اور خانیہ میں ہے جسپر عشر یا خراج ہو جب مرجاوے تو اوسکی ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہہ ہے کہ نہ لیا جاوے بلکہ موت کی جہت سے
ساقط ہوجاتا ہے اور اول ظاہر الروایت ہے ھ شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں ہے کہ نہیں ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے کے اوس شخص کے جسکے ذمہ ہے ظاہر الروایۃ میں
اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہوجاتا ہے پہر دو روایتوں کے بعد ہے کہ ساقط ہوتا ہے خراج اوسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہے
جب کہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہوجاتا ہے پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونوں روایتوں کے فرق ہے درمیان عشر و خراج
کے اور سقوط میں خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے ظاہر الروایت میں انتہی فروع مسائل
ملحقہ شارح کے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہوا زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا تو خراج واجب ہے نہ عشر ھ یعنی خراج موظف
اور خراج مقاسمہ واجب نہیں ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بہی باب العشر والخراج میں ذکر کریگا کذا قالہ الشامی ویسقطان بہلاک الخارج
اور ساقط ہوجاتے ہیں دونوں یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہوجانے سے لیکن موظف اگر کہیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہوجاوے تو ساقط ہوجاتا ہے
اور بعد کٹنے کے نہیں کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر
ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہوں ھ خانیہ میں ہے کہ وہ زمین کہ اوسکا خراج مقرر ہے کسی شخص نے اوسکو
غصب کر لیا اور غصب کا منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہیں اگر غاصب نے اوسکو نہیں بویا تو خراج کسی پر نہیں اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت
سے زمین ناقص نہیں ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہوں اور زراعت کی وجہ سے زمین میں
کچھہ نقصان نہیں آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہے اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہنچا ہو تو امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان تہوڑا
ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا ہے بدلے ضمان نقصان کے غاصب کے ہاتہہ اور یہی تفصیل ہے زمین عشری کی غصب میں کذا قالہ الشامی
والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان بقی فی یدہ اور بیع بالوفا میں خراج بائع پر ہے اگر زمین اوسکے قبضہ میں رہے ھ بیع الوفا
کا نام بیع الطاعت بہی ہے اسمیں شرط ہوتی ہے کہ مبیع بائع کو پہیر دیجاتی ہے جب وہ ثمن مشتری کو پہیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع میں
آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع اور اگر کہیتی کو بیچا پس اگر پکنے سے پہلے
بیچا تو عشر مشتری پر ہے اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہو ھ اور یہہ شامل ہے اس صورت کو کہ کہیتی کو بیچا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک
بدستور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کہیتی کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہے اور باقی مشتری پر

بہرحال کھیتی کی بیع کا ہی کذا فی الفتح اور اگر کھیت مع کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر اسقدر مدت باقی رہی کہ اوسمین کھیتی کر سکتا ہو تو عشر
مشتری پر ہی نہیں تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتویٰ تین مہینے پر ہی اور اگر بیچا مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اوس نے تیسرے کے ہاتھ بیچا یہانتک
کو زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنی کسی کے ہاتھ مین اسقدر مدت نرہی کہ زراعت کر سکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے
کذا قالہ الشامی والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر اجارہ دینے والے کے ہی امام صاحب کے نزدیک
جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہے اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہے ھ یعنی اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک
موجر پر ہی اجرت مین مسمی جیسا تاتارخانیہ مین ہے اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ عشر متعلق پیداوار کے
ساتھ ہوا اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ زمین کا نما جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہی تو یہان اجرت مقصود
ہے جیسا پھل تو نما حقیقت مین موجر کے پاس ہے اور وہی مالک بھی ہے تو عشر کے واجب ہونیکے لئے یہی اولیٰ ہے کمستعیر مسلم مانند
عاریت لینے والے مسلم کے ھ یعنی جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی نے اپنی زمین عاریت دی تو مستعیر کے اوپر خراج ہی اور زفر کے نزدیک عاریت
دینے والے پر ہی کیونکہ جب اوسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہے ہم کہتے ہین کہ موجر
نے منفعت زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف مستعیر کے اور مسلم کی قید اسکو لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہے
بالاتفاق کیونکہ اوسنے حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنی اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر
ذمی نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اوسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہی اور ایک
روایت مین مالک پر ہی کذا فی الشامی وفی الحاوی بقولهما ناخذ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ
ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کی
طرف سے ہو تو عشر اوسپر ہے اور اگر مزارع کی طرف سے ہے تو دونون پر حصہ رسدی ہے ھ واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور
بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین قسمین
جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسری یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسری یہ کہ کام ایک کے
ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل جو شارح نے بیان کی ہے نہ قول امام صاحب کے قول پر مبنی ہے نہ
صاحبین کے اسلئے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اوسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہے حصہ رسد اور یہی مذکور
ہے اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہے اور خراج بالاتفاق مالک پر ہے کذا فی الطحطاوی والشامی و
من لہ حظ فی بیت المال وظفر بما هو موجه له له اخذه دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اوسپر قابو
پاگیا تو اوسکا لے لینا اوسکو دیانۃ جائز ہی ھ شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال کے حقدار کو پہنچتا ہے لے لینا جہان سے پاوے
اگرچہ اوس خاص مد مین سے نہو جو اوسکے واسطے مقرر ہے اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہے ورنہ مدون کی چار قسمین کرنیکا کیا فائدہ مال
المعز کو البتہ پہنچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اوسکو اوسکی جگہ رکھدے
تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مد مین سے بھی امام کو دیدینا جائز ہے پس مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پہنچنا ممکن ہو تو اوس
قسم مین سے اوسکا حق ہے دوسری سے لینا درست نہین مگر ضرورت کے لئے جائز ہی اسلئے کہ ضرورت مین اگر نہ جائز ہو تو لازم آتا ہی کہ کوئی
حقدار فی زماننا اپنے حق کو نہ پہنچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹھا کر دیتے ہین کذا قالہ الشامی وللمودع
صرف ودیعۃ مات ربہا ولا وارث لنفسہ او غیرہ من المصرف اور جس شخص نے کسی کی ودیعت رکھی پھر مالک مرگیا اور

کوئی وارث نہیں تو اوسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہے اگر مصرف ہوں ش امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی ہو اور جسنے
ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مر گیا ہو تو ودیعت رکھنے والیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہے اسلئے کہ اگر اوسکو بیت المال میں دیدیگا
تو ضائع ہوگی کہ بیت المال والے اسکو مصارف میں صرف نہیں کرتے پس اگر یہہ شخص مصرف زکوۃ ہے تو اپنی ذات پر صرف کریگا ورنہ اگر مصارف صدقات
سے نہیں تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی دَفْعُ النَّائِبَةِ وَالظُّلْمِ عَنْ نَفْسِهٖ اَوْلٰی اِلَّا اِذَا تَحَمَّلَ حِصَّتَهٗ بَاقِیْهِمْ دفع کرنا
تاوان اور ظلم کا اپنی نفس سے بہتر ہے مگر اوس صورت میں کہ اوسکا حصہ باقی جماعت پر پڑتا ہے ش نائبہ وہ جو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہو خواہ حق یا ناحق جیسا
قنیہ میں ہے منقول عن البزدوی اور مراد یہاں وہ ہے جو ناحق ہو اسیواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اوسی میں یہہ بھی ہے کہ شمس الائمہ
سرخسی سے منقول ہے کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چٹی ناحق لگائی جاوے تو بعض کو اونمیں سے پہنچتا ہے کہ اپنی ذات پر سے اوسکو دفع کرے جس
صورت میں کہ اوسکا حصہ باقیوں پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہہ ہے کہ اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی وَتَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهَا اور نائبہ کی
کفالت جائز ہے ش نائبہ کی دو قسمیں ہیں ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر کہدوانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کی چوکیدار کی اجرت اور
لشکر کو سامان دینے کے لئے امام جو مقرر کرتا ہے اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ میں اسیر ہیں اونکا چھڑانا تو اگر ان اشیا کی ضرورت ہو اور بیت المال
میں کچھ نہو اور لوگوں پر اوسکو حصہ رسد بانٹ دیا جائے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہے دوسری قسم جو ناحق ہے جیسے اس
زمانہ کے تاوان پس یہہ بھی مطالبہ میں مانند اور دیون کے ہے اور صحت کفالت کے معنی نائبہ ناحق میں یہہ ہیں کہ کفیل نے جب اوسکو امر سے
کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اوس سے کر سکتا ہے نہ یہہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاتا ہے کذا قالہ الشامی وَيُؤْجَرُ
مَنْ قَامَ بِتَوْزِيْعِهَا بِالْعَدْلِ وَاِنْ كَانَ الْاَخْذُ بَاطِلًا اور ثواب پاتا ہے وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے اگرچہ
لینا باطل اور ناحق ہو ش یعنی ہر ایک پر بقدر اوسکی طاقت کے تقسیم کر دی اسلئے کہ اگر اوسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو بہتیرے غربا کے ذمہ
پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہہ ظلم پر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اوسکو تقسیم کر دے تو ظلم میں کمی ہو جاویگی اسیواسطے اوسکو اجر ہوگا
اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہے قالہ الشامی وَهٰذَا يُعْرَفُ وَلَا يُعَرَّفُ كَفًّا لِمَادَّةِ الظُّلْمِ اور یہہ مسئلہ سیکھا جاوے اور نہ بتلایا جاوے
واسطے روکنے مادہ فساد کے ش مشار الیہ کلام میں مذکور نہیں اور اوسکی اصل قنیہ میں ہے اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہے بادشاہ رعیت
پر اونکی مصلحت کے لئے ہو جاتا ہے دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کر دے لوگوں پر اونکی مصلحت کے
لئے اون سب کا یہی حکم ہے یہانتک کہ محافظوں کو رستوں پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لئے چوکیدار مقرر کرنے اور یہانتک کہ لگانا
اور کوچہ بندی کرنے اور یہہ ایجاب معلوم کر لینا چاہئے اور بتلانا نہ چاہئے فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرأت زیادہ ستانے پر نہو میں کہتا ہوں
کہ اسمیں اتنی قید اور چاہئے کہ یہہ اوس صورت میں ہے کہ بیت المال میں اسقدر روپیہ نہو کہ اس کام کے لئے کافی ہو جیسا باب الجہاد میں
آویگا انشاء اللہ تعالیٰ کذا قالہ الشامی وَيَجُوْزُ تَرْكُ الْخَرَاجِ لِلْمَالِكِ لَا الْعُشْرِ اور جائز ہے چھوڑ دینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا ش باب الجہاد
میں متن اور شرح میں مذکور ہے کہ اگر بادشاہ یا نائب اوسکا خراج چھوڑ دے زمین والے کو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے ہو تو جائز ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہے اگر مصرف ہو ورنہ اوسکو تصدق کر دے اسی پر فتویٰ ہے اور حاوی میں جو راجح کر کے
بیان کیا ہے کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہے سو یہہ مشہور کے خلاف ہے اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہیں جائز ہے اور خود اوسکو فقیروں کو دیدے کذا فی السراج
وَسَيَجِیْءُ تَمَامُهٗ مَعَ بَيَانِ بُيُوْتِ الْمَالِ وَمَصَارِفِهَا فِی الْجِهَادِ وَنَظَمَهَا ابْنُ الشِّحْنَةِ فَقَالَ اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام
اور مصارف کی کتاب الجہاد میں آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا ہے بُیُوْتُ الْمَالِ اَرْبَعَةٌ لِكُلٍّ مَصَارِفُ
بَيَّنَتْهَا الْعَالِمُوْنَ بیت المال چار قسم ہے ہر ایک کے لئے مصرف جداگانہ ہے کہ انکو علماء نے بیان کیا ہے ش شرنبلالی نے اپنی رسالہ

جو فقیر ہو اور وہ فقیر جنکا کوئی ولی نہو تو اس قسم سے اونکا نفقہ اور ورثا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ نے ہے حاصل یہہ ہے کہ اسکا مصرف عاجز فقیر ہین پس اگر ناظم رابع کو ثالث کی جگہ رکہتا یعنی وہ رابع ہوتا وہ عاجز وارث تو ثالث لقیطا فمصرفہ ہے ایسا کہتا تو اکثر کتابون کے موافق ہوتا کذا افادہ الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوٰۃ والعشر یہہ باب ہے مصرف زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کے مواقعون کے بیان مین ھم سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور ربع العشر قہستانی مین ہے کہ جو مصرف عشر کا ہے وہی مصرف صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقون کا ہے واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہے ھم یہہ حیلہ اقتصار زکوٰۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہین اگرچہ عنایہ اور معراج مین ذکر کیا ہے اور اولے یہہ تہا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تا کہ کنز کو بہی شامل ہوتا کیونکہ مصرف مین کنز بہی مثل معدن کے ہے کذا فی الشامی ہو فقیر وھو من لہ ادنی شیء ایک مصرف زکوٰۃ وعشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جسکے پاس تہوڑا مال ہے ھم فقیر کو مقدم کیا آیت شریف کے اتباع سے اور اسلئے کہ فقر شرط ہے جمیع اقسام مین سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شئے سے مراد نصاب نامی ہے اور ادنی سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہہ تہا کہ کہتا لایملک نصابا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین مین مقصود ہے نہ غنی مین اور فقیر مین اور مسکین کے معنی یہہ ہین کہ اوسکے پاس کچہہ نہو تو اوسکے مقابلہ کی جہت سے فقیر کے یہہ معنی ہوئے کہ اوسکے پاس کچہہ مال ہو کذا فی الشامی مختصرا تصرف ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کی برابر ہو اور حاجت مین مشغول ہو ھم حاجت مین مشغول جیسے رہنے کا گہر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابین جسکو اونکی ضرورت ہو پڑہانے ہین یا یاد کرنے ہین یا تصحیح مین جیسا زکوٰۃ کے شروع مین بیان اسکا گذرا پس اگر یہہ چیزین مستغرق بحاجت ہین تو مالک کو مباح ہے زکوٰۃ کا لینا نہین تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوٰۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شیء لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوٰۃ وعشر کا مسکین ہے یعنی وہ شخص جسکے پاس کچہہ نہو بنا بر مذہب صحیح ھم یعنی مذہب یہہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہے لیکن پہلا اصح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفین ہین مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہہ دونو ایک ہی صنف ہین کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالیٰ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ بدلیل قول حق سبحانہ تعالے کے یا مسکین خاک مین ملا ھم یعنی اپنی جلد مٹی مین کرتا کہو دکر چہپا رکہی ہو کہ قائم مقام ازار کے ہو ازار نہونیکی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکہا ہے بہوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اسبات پر موقوف ہے کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہے احترازی نہین ہے اور اکثر اسکے مخالف ہین باقی فتح القدیر مین مذکور ہے وایۃ السفینۃ للترحم اور آیت سفینہ مین مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے ھم جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہین وہ آیہ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ سے استدلال کرتے ہین کہ اونکی کشتی تہی پہر اونکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ اونکو مساکین ترحما کہا ہے اور دوسرا جواب یہی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی اونکی ملک نتہی بلکہ وہ مزدور تہے یا العاریت تہی کذا فی الفتح اس صورت مین لام واسطے اختصاص کے ہو نہ واسطے ملک کے کذا افادہ الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہو اور یہہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل مین سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ لینے کو سڑک پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لا یمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر عن البدائع سو عامل کو زکوٰۃ کے مال مین سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلئے کہ اوسنے اپنی ذات کو اسکام مین لگا دیا پس اسکو

ضرورت سے حرم کی کہ اوسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اوسکی ممانعت نہیں ہے جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع ھ یعنی عامل اپنے
عمل کی اجرت لیتا ہے اسلیئے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کریں تو عامل کو کچھ نہیں ملیگا اور اگر مال ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا
تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمیں شبہہ صدقہ ہونے کا ہے بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والوں کے ذمہ سے ہوا اس جہت سے عامل ہاشمی کو لینا
حلال نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیئے اور غنی کو حلال ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبہ کو شرافت میں
نہیں پونہچتا تو اوسکے حق میں شبہہ معتبر نہوا انتہی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث میں موجود ہے اور نہایہ میں
ہے کہ اگر عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اوسکو اسمیں سے روزینہ دیوین تو اوسکو لینا نہیں چاہیئے اور
اگر وہ یہ کام کرے اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں بحر میں کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اوسکو اس کام پر
مقرر کرنا درست ہے اور اوسکو اجرت صدقات سے لینا مکروہ ہے نہ حرام اور مراد کراہت تحریم ہے کیونکہ علما اسکو لایحل سے تعبیر کرتے
ہیں کذا قالہ الشامی وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ
نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا ذکرہ المصنف اور اس توجیہ کے
بیان سے قوی ہوتی ہے وہ روایت جو منسوب ہے واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہے اگرچہ غنی ہو جب اپنے
آپ کو لگا دے پڑھنے پڑھانے میں کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہے اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی ہے یہی ذکر کیا ہے
مصنف نے ھ یعنی انسان کو بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اگر زکوۃ لینا اوسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہیں تو جو اوسکے
پاس ہے وہ فنا ہو جائیگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر دین سست ہو جاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہے اسکے
جو علمانے غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہے اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہیں کیا ہے کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی
کا ٹھیک ہے اور بہتر ہے کہ طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کریں اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کیلئے اجازت
و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر قادر ہو فیعطی بقدر عملہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنی عامل کو اجرت دیجاوے اوسکے
عمل کے موافق اسقدر کہ اوسکو اور اوسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط مرتبہ پر ھ اسلیئے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے میں
حرام ہے کیونکہ اسراف ہے اور امام کے ذمہ ہے کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہو وے لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ
لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے ھ یعنی اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے زیادہ نہ دیوے
اسلیئے کہ تنصیف میں انصاف ہے کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہے کہ ہاشمی کا مکاتب نہو ھ
کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کئے ہوئے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہیں تو مکاتب میں تو کچھ عبدیت باقی ہے اسکو بطریق اولے
دینا جائز نہیں اور مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اوسکے
بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے
تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہے اوسکے مولے کو حلال ہے اگرچہ مولے غنی ہو ھ اسلیئے کہ مولی کی ملک میں جب آیا کہ پہلے مکاتب
کی ملک میں آچکا اور اسلیئے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہے اور مالک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہیں حضرت نے فرمایا لہا
صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن السبیل وصل لمالہ جیسے کہ حلال ہے فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو
کہ اپنے مال تک پونہچ جاوے ھ یعنی اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اوسکو غنا حاصل ہو تو جو مال اوسکے پاس موجود ہو
اوسکو حلال ہے کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہے اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی وکتب

عن المؤلفۃ قلوبہم لسقوطہم اذا بزوال العلۃ اور سکوت کیا مصنف نے مولفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وہ ساقط ہوگئے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت
مین باجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ اونکو دینے کی نرہی م مولفۃ القلوب وہ لوگ تہے کہ انکی خاطرداری سے مال صدقہ اونکو ملتا تہا اور وہ تین قسم تہے ایک قسم
کفار تہے حضرت اونکو اسوجہ سے عطا فرماتے تہے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسی تہے کہ دفع ایذا کے لئے اونکو دیتے تہے اور ایک قسم
اسلام لائے تہے لیکن ضعیف الایمان تہے حضرت اونکو اسلئے دیتے تہے کہ ایمان پر ثابت رہین غرضکہ ان لوگون کو دینا اسلام کی عزت وغلبہ
کے لئے تہا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اونکو دینے کی حاجت بہی نرہی کذا فی الشامی او نسخ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ فی
اٰخر الامر خذہا من اغنیاءہم وردہا فی فقرائہم یا اس جہت سے کہ مولفۃ القلوب کو دینا منسوخ ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ اون کے اغنیا سے اور دے اون کے فقیرون کو م الفاظ اس حدیث شریف کے
جیسا فتح مین صحاح ستہ سے منقول ہین یہہ ہین تاعلمہم ان اللہ افترض علیہم صدقۃ توخذ من اغنیاءہم فترد علی فقرائہم الخ اور جن
لفظون سے کہ شارح نے بہ تبعیت ہدایہ نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ مین نے کسی سند مین نہین دیکہا الحاصل چونکہ ضمیر فقرائہم
کی مسلمین کیطرف پہرتی ہے تو مولفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہئے اور یہہ حدیث اجماع کی سند ہے پس نسخ حضرت کی حیات
مین حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے
ناسخ ہوسکے اور بحر مین اجماع کی سند اوس آیت کو لکہا ہے جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تہا (قل الحق من
ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر) اور اجماع کو ناسخ نہین ٹہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا
مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح مین ذکر کیا
ہے قالہ الشامی ومدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینہ پانچوان مصرف زکوۃ کا مدیون ہے کہ اوسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ
اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے م شامی نے کہا کہ آیت شریف مین جو غارم کا ذکر ہے اوس سے مراد مدیون ہے وفی الظہیریۃ الدفع
للمدیون اولی منہ للفقیر اور ظہیریہ مین ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ اوسکو احتیاج زیادہ ہے وفی سبیل
اللہ وہو منقطع الغزاۃ چہٹا مصرف زکوۃ کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنی جو غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی جہت سے
یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اونکو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہون اسلئے کہ اگر کسب مین
مشغول ہونگے تو جہاد سے رہ جائینگے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاج ہے
یعنی جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ مفرد ہے لیکن بمعنی حجاج ہے اور یہہ قول امام محمدؒ کا ہے اور پہلا قول امام
ابو یوسفؒ کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان مین ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے
وقیل طلبۃ العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب
اور بدائع مین فی سبیل اللہ کی تفسیر کی ہے کل تقربات اور خیرات سے سو داخل ہے اسمین ہر شخص کہ خدا تعالی کی طاعت مین اور سبیل خیرات
مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا فی الشامی وثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ
مین م یعنی اختلاف حکم مین نہین اسلئے کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر
اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے یا نذر کرے یا وصیت کرے فی سبیل اللہ تو کیا مراد ہونی چاہئے کذا قالہ الشامی بتصرف
وابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ ساتوان مصرف مسافر ہے یعنی وہ شخص کہ اوسکی ملک مین مال ہے لیکن اوسکے
ساتہہ نہین م یعنی وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین اسطرح ہو کہ اوسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہو اور اوسکے لینے پر قادر نہو کما فی النہر

عن النقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولے یہہ ہے کہ قرض ملسکے اگر قدرت ہو لیکن لازم
نہین اور یہہ کیے ہوئے کلام قدرت جب سے جب اوسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اوسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہے
قال الشامی ومنہ مالو کان مالہ مؤجلا او علی غائب او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہو اگر
ہو اوسکے پاس مال اور ہو کسی شخص غائب کے ذمہ یعنی اگر چہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگر چہ اوسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر ھم
یعنی اگر مال موجل ہو اور اوسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اوس مدت مقررہ کے لئے زکوۃ کا لینا جائز ہے کذا فی النہر عن الخانیہ اور
اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہے تو اصح اقوال مین زکوۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہوا اور اگر مدیون اقرار کرتا تو اگر موسر ہو تو نہین جائز کذا فی
الخانیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر کسی عورت فقیرہ کو کہ اوسکا مہر اوسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہے اور خاوند مالدار ہے اسطرح
کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہے بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے
اور اخذ زکوۃ سے مانع نہین کذا قالہ الشامی والباقی فیہ یصرف المزکی الکل ھم او الی البعض ھو ولو واحدا من ای صنف کان
زکوۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوۃ ان سب اقسام مین صرف کرے یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان الجنسیۃ
تبطل الجمعیۃ اسلئے کہ الف لام جنسی جمع کے معنون کو کہو دیتا ہے ھم حلبی نے کہا کہ یہہ علت ہے ایک فرد پر اقتصار کرنیکی اقسام سبعہ کہ ہر
مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنیکی وجہ یہہ ہے کہ مراد آیت شریف مین بیان اون اصناف کا ہے جنکو دینا جائز
ہے نہ اونکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ مزکی ہر قسم مین سے تین
تین شخصون کو دیوے و بشرط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہے کہ دینا زکوۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور
اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اوس جگہ بیان کیا ہے لا یصرف الی بناء
نحو مسجد اور خرچ نکرے زکوۃ مسجد وغیرہ کی بنا مین ھم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس
قسم کی چیزین ہون کہ جنمین تملیک نہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی ولا الی کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین ھم اسلئے
کہ میت مین معنون تملیک کا نہین بن سکتا اسیواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کہا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث
کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے مین نہ صرف کرے ھم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی
تملیک کو متقضی نہین مثلا اگر آپسمین دائن اور مدیون مان لیوین کہ دین ذمہ پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا دائن سے
پھیر سکتا ہے اور مدیون اوسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا بطریق اولے ہوگا کذا فی الشامی
اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوۃ سے اگر اوسکی اجازت
ہو ھم یعنی امر سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف نیابۃً قبض کر لیا پھر اپنے دین مین مجرا کر لیا
کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وھو الوجہ ظھر اور اگر فقیر اجازت دیکر مر گیا تو اطلاق
کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجہ ہے کذا فی النہر ھم کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ مدونین دین میت کو
مطلق رکھا یعنی امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہے ہدایہ کی شرح مین کہ کہا ہے کہ اگر زکوۃ کے قصد سے
کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اوسکے امر سے تو جائز ہے اور ظاہر خانیہ کا بھی اسکے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق کتاب
کا مفید ہے عدم جواز کو میت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہر ایسی معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کہا ہے اگر ادا کرے دین زندہ
کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہے پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور مولانا حیہ سے یہہ غرض کہ زکوۃ مین

تملیک ضروری ہے اور صرف امر کرنے سے تملیک نہین ہوتی کیونکہ مامور نے قبضہ کیا اور وقت مدیون مرده ہے تملک کے لائق نہین جاننا کہ
مامور کے قبض کے وقت اوسکا تملک کے لائق ہونا چاہیئے کذا ذکره الشامی ولا الی ثمن عبد اعتق اور نہین جائز صرف کرنا زکوۃ کا
قیمت مین اوس غلام کی جو آزاد ہوگا یعنی زکوۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوۃ کی نیت
سے خریدے تب بھی زکوۃ ادا نہوگی لعدم التملیک وهو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہے یہ علت ہے سب
مسائل مذکورہ کی قالہ الشامی وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هذه الاشیاء اور ہم پہلے بیان
کر چکے کہ حیلہ زکوۃ کی درستی کے لئے یہ ہے کہ کسی فقیر کو زکوۃ دے اور یہہ کہدے کہ امورات مذکوره مین اپنی طرف سے صرف
کردے کہ اوس شخص کو زکوۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اوس خیرات مین صرف کرنے کا کذا فی البحر وهل له ان یخالف امره
لم اره والظاهر نعم رہی یہہ بات کہ فقیر کو زکوۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہے یا نہین مین نے اس مسئلہ کو کہین نہین
دیکھا اور ظاہر یہہ ہے کہ مخالفت ہو سکتی ہے اسلئے کہ فقیر مذکور جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک مین جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی
من بینہما ولاد اور نہ اوس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے کہ اوسمین اور دینے والے مین قرابت توالد کی ہو یعنی اسلئے کہ
منافع املاک کے آپسمین ملے جلے مین تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الهدایہ اور ولاد شامل ہے سب اصول کو یعنی مان باپ دادا
دادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواه اولاد نکاح ہو یا زنا سے اور یہی حکم
ہر صدقہ واجبہ جیسے فطره نذر کفاره لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ مستحسن ہے کذا فی البدائع مان باپ کے لئے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوۃ
کا مال کسی فقیر کو دیدے اور کہدے کہ اونپر صرف کردے مکروه ہے کذا فی القنیہ اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ یہہ مسئلہ مشہور ہے
اور اکثر کتابون مین مذکور ولو مملوکا لفقیر اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اوسکو زکوۃ دینا تب بھی ناجائز ہے او بینہما
زوجیۃ ولو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے مین رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنی عدت مین ہو اگرچہ تین
طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ وقالا تدفع هی لزوجها اور صاحبین کہتے ہین کہ عورت دیسکتی ہے اپنے خاوند
کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب اونہون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور
اولاد زیادہ مستحق ہین کذا فی الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی اور نہین جائز زکوۃ دینا اپنے مملوک کو یعنی یا ایسے ناتی والے
کے مملوک کو جن مین قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح مین کہا ہے کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہین جیسا اپنے
بیٹے کو نہین جائز شرنبلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر یعنی اس وجہ سے کہ عبد اور مدبر مین تو تملیک
نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونیکی نہین رکھتے اور مکاتب کے کسب مین مولے کا حق ہے کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق
المزکی بعضہ اور نہین جائز زکوۃ دینا اوس غلام کو کہ مزکی نے اوسکے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی وغیره کو آزاد کیا ہو یعنی
کان کله له او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا الابن فعلہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے
کہ ہو وے غلام تمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اوسمین اور اوسکے بیٹے مین پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی ہو مزکی
ایسے غلام کو زکوۃ نہین دیسکتا اسلئے کہ وہ یا اوسکا خود کا مکاتب ہے یا اوسکے بیٹے کا یعنی کیونکہ جب غلام تمامہ اسکا ہے
یا اوسمین اور اسکے بیٹے مین مشترک ہے اور باپ توانگر ہے اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور باپ
نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اوسقدر ادا کردے تو آزاد ہوا اور اگر باپ مفلس ہے یا توانگر لیکن بیٹے نے
غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوۃ دینا درست نہین اور ہمنے جو تقریر کی اس سے

تو واضح ہو کہ لفظ مصرا کا قید احترازی نہین ہے پر شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہے
قاله الشامی واما المشترك بينه وبين الاجنبي فحكمه حكم مستسعى اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو
تو اوسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم کہتے ہین کہ اگر غلام مشترک دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ
مفلس ہے اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اوسکو زکوۃ دیسکتا ہے کیونکہ یہہ مکاتب اسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو بھی
نہین پہونچتا کہ اسکو زکوۃ دے کیونکہ اوسیکا مکاتب ہے اور اگر معتق تونگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت
غلام کو زکوۃ دیسکتا ہے اسلئے کہ یہہ اجنبی ہے اور معتق زکوۃ نہین دیسکتا جب اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ
اس صورت مین وہ اوسیکا مکاتب ہے کذا قاله الشامی لانه اما مكاتبه او مكاتب نفسه او غيره اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اسکا خود کا ہے
یا غیر کا ہم اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہے وقالا يجوز مطلقا اور صاحبین کہتے ہین کہ جائز ہے ہر صورت مین ہم یعنی
معتق الدار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اوسکا ہو یا مشترک درمیان اوسکے اور اوسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا قاله الشامی لانه لا يعتق
كله او حر مديون فافهم اسلئے کہ وہ غلام آزاد ہے تمامہ یا آزاد ہے اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے ہم تمامہ آزاد ہے یعنی غیر مدیون
جب کہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اوسیکا ہو مگر معتق تونگر ہو اور شریک اوس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اوس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اسلئے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کا دیگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت
کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کما کے دینے بشرطیکہ آزاد کرنیوالا مفلس ہو
اور اگر وہ مالدار ہو تو شریک مذکور اوس سے تاوان بھی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے
کما لینے کے اور مالداری کی صورت مین بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور
فافهم کا اشارہ اسطرف ہے کہ جنے تحریر مطلب کی اسطرح کی کہ جو اعتراض در بین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہان نہین وارد ہوتا
اگرچہ شراح نے تکلف کر کے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ کتب ہدایہ وغیرہ سے واضح ہے کذا فی الشامی ولا الی غنی يملك قدر
نصاب فارغ عن حاجته الاصلية من اي مال كان اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی
سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی ہو ہم واضح ہو کہ نصابین تین ہین ایک نامی کہ دین سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب
مالی چیزون کی واجب کرنیوالی ہے مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث
قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بھی حرام ہے جیسے مال کی نصاب
نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ مقدار ایک روز کی ہے اوسکو نصاب کہنا
مجاز شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغرے سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گھر ہے کہ اوسمین رہتا ہے لیکن اسکی
قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اوسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہے اور اسمین یہہ
ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہے کہ اوسکو بوتا ہے یا دکان کہ اوسکا کرایہ کہاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اسکا
تین ہزار مین اور اوسکے اور اوسکی عیال کے نفقہ کو برس دن کے لئے کفایت نہین کرتا تو اوسکو زکوۃ کا لینا حلال ہے اگرچہ
اوسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر فتوے ہے اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قاله الشامی كمن له نصاب سائمة
لا تساوي مائتي درهم كما جزم به في البحر والنهر واقره المصنف قائلا وبه يظهر ضعف ما في الوهبانية وشرحها
من انه تحل له الزكاة وتلزمه الزكوة الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اوس شخص کو کہ اوسکے پاس سائمہ کی نصاب ہو

کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہنچی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر میں جزم کیا ہے اور اسیکو مصنف نے ثابت رکھا ہوں کہکر کہ اس سے ظاہر ہو گیا
ضعف اوسکا جو وہبانیہ اور اوسکی شرح میں مذکور ہے یعنی اوسکو زکوٰۃ لینا حلال ہے اور اوسکے اوپر زکوٰۃ دینا لازم ہے انتہیٰ بحر میں
کہا ہے کہ نصاب نامی میں داخل ہے پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوائم میں سے کسی مال میں سے ہو
تو اوسکو زکوٰۃ میں سے دینا جائز نہیں برابر ہے کہ دو سو درہم کو اوسکی قیمت پہنچی یا نہ پہنچے اور ہدایہ کے شارحوں نے اسکی
تصریح کی ہے کذا قاله الشامي ولكن اعتمد في الشرنبلالية ما في الوهبانية وحرّر وجزم بأنّ ما في البحر وهم لیکن شرنبلالیہ
میں وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے اور جزم کیا ہے کہ بحر میں جو مذکور ہے وہ وہم ہے انتہیٰ شرنبلالیہ میں کہا ہے کہ جو بحر میں اسکے
خلاف مذکور ہے سو وہ وہم ہے پس اس سے متنبہ رہو حالانکہ صاحب بحر نے اسکے مخالف اشباہ و نظائر کے الغاز میں ذکر کیا
ہے پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہدایہ کے شارحوں میں سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ انکی
عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہے اور اکثر کتابوں میں اسکی تصریح کی ہے کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہے اشباہ اور
سراج اور وہبانیہ اور اوسکی دونوں شرحوں اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ میں مذکور ہے کہ مرغینانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے
پاس پانچ اونٹ ہوں کہ انکی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اوسکو زکوٰۃ لینا حلال ہے اور اسپر زکوٰۃ واجب بھی ہے اور اس سے
ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہے کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہنچے یا نہ پہنچے انتہیٰ ما قاله المرغینانی
یہہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہے شامی میں اسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہے اور بحر کے کلام میں اور اسمیں تطبیق کی ہے جو چاہے
وہاں ملاحظہ کرے ولا الى مملوكه اى الغنى ولو مدبراً اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو انتہیٰ اس سے معلوم
ہوا کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہے کما فی منیة المفتی اور مدبر کے حکم میں ام ولد ہے قاله الشامي عن البحر او زمناً ليس في عيال
مولاه او كان مولاه غائباً على المذهب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال میں نہو یا مولے اوسکا غائب ہو تب بھی اوسکو
زکوٰۃ دینا درست نہیں بنابر مذہب صحیح کے انتہیٰ ذخیرہ میں کہا کہ روایت ہے ابو یوسف سے کہ اوسکو زکوٰۃ دینا جائز ہے فتح القدیر میں کہا
کہ اسمیں نظر ہے کیونکہ وجہ امتناع کی یہہ ہے کہ زکوٰۃ عبد کی ملک نہیں ہوتی بلکہ مولی کی ملک ہوتی ہے اور وہ غنی ہے اور اسکا جواب
اسطرح دیا جا سکتا ہے کہ جس صورت میں کہ مولے غائب ہے اور مملوک کسب پر قادر نہیں تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہیں ہے
کہ جسکو زکوٰۃ لینا جائز ہے کذا فی الشامی لان المانع وقوع الملك لمولاه اسواسطے زکوٰۃ کا عدم جواز اس جہت سے ہے
کہ جو عبد کو دیا جاتا ہے وہ اوسکے مولے کی ملک ہو جاتا ہے غير المكاتب والمأذون المديون بمحيط فيجوز غنی کو غلام
کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں سوا اسکے مکاتب کے اور ماذون لہ کی جسپر دین اتنا ہو کہ اوسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو سوا انکو زکوٰۃ دینا
جائز ہے انتہیٰ مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اوسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولے نہیں
ہوتا اس صورت میں بخلاف صاحبین کے قول کے قاله في البحر ولا الى طفله بخلاف ولده الكبير اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں
غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے انتہیٰ یعنی بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا دینا بالاجماع جائز
ہے اور بعد التقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہے برخلاف امام ابو یوسف کے اور یہی قیاس ہے باقی اقارب میں اور غنی کی دختر شادی شدہ
والی میں اختلاف ہے اور صحیح جواز ہے اور یہی قول طرفین کا ہے اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وابيه
اذا كانا فقراء وطفل الغنية فيجوز لانتفاء المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اوسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے
کے اور بخلاف مالدار عورت کے لڑکے کے یعنی اگرچہ اوسکا باپ نہو کذا فی البحر سوا انکے سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے واسطے نہ ہونے

ان سبکے ہم یہ سب کی علت ہے یعنی چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہے اپنے باپ کی غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور
اسیطرح لڑکا اپنی ماں کے مالدار ہونے سے غنی نہیں شمار کیا جاتا ہے حلبی عن البحر ولا الی بنی ہاشم اور نہیں جائز زکوۃ دینا بنی
ہاشم کو ہم جاننا چاہیئے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اوسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل
عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جنمیں سے ایک عبد المطلب ہیں باقیون کی نسل منقطع ہوگئی عبد المطلب کے بارہ ہوئے سو زکوۃ
ان سب کو دیجا سکتی ہے بشرطیکہ مسلمان اور محتاج ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابوطالب کی یعنی حضرت
علی وجعفر وعقیل کو م ق القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق بیان کرنا نہ چاہیئے اسلئے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام
نہیں ہے بلکہ بعض پر حرام ہے کذا فی الشامی الا من ابطل النص قرابتہ وھم بنو لھب فتحل لمن اسلم منھم کما تحل لبنی
المطلب مگر اوسکو جائز ہے کہ جسکی قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقطع ہوگئی اور وہ ابولہب کی اولاد ہیں پس جو ان میں
سے اسلام لے آیا اوسکو زکوۃ جائز ہے جیسا حلال ہے مطلب یعنی ہاشم کے بھائی کی اولاد کو ہم نص سے مراد قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
لا قرابۃ بینی وبین ابی لھب فانہ آثر علینا الافجرین اور بعض نسخون میں بنو ابی لہب ہے اور یہی درست ہے کذا قالہ الشامی ثم ظاھر
المذھب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز نہر ظاہر مذہب یہ ہے کہ بنی ہاشم
کو مطلقا ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ میں ممنوع ہے اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز
ہے ہاشمی کو کہ زکوۃ دیوے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیئے کہ نہیں جائز ہے کذا فی النہر ہم ابو عصمہ نے امام سے
روایت کی ہے کہ فی زماننا بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے اسلئے کہ زکوۃ کا عوض یعنی پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ
ان کو نہیں پہنچتا کیونکہ غنیمت کے باب میں اور اوسکے مستحقین میں صرف کرنے میں لوگ تغافل کرتے ہیں اور جب عوض اون کو
نہ پہنچا تو اصل کیطرف رجوع کیا کذا فی البحر اور نہر میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف نے جائز کہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے
اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور عینی میں جو یہ کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ
دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لا یجزی چاہیئے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو
دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہیں پھر درست ہونے کی صورت میں اون کے خلاف کے کیا معنی ہونگے
اور شارح کے اختصار میں ابہام ہے قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیھم اے معتقیھم فانھم اولی اور نہیں
جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کئے ہوئے غلامون کو اور جب آزاد کئے ہوئون کو نہیں جائز تو غلامون کو بطریق اولی
نہیں جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہے لحدیث مولی القوم منھم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہیں بسبب
اس حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اونہیں میں سے ہوتا ہے ہم اسکو روایت کیا ہے ابوداود وترمذی اور
نسائی نے بلفظ مولی القوم من انفسھم وانا لا تحل لنا الصدقۃ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حکم صدقہ کی
حرمت وحلت کے باب میں ہے نہ جمیع وجوہ میں کیونکہ مولی اپنے معتق کا کفو نہیں ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر
ہو تو جزیہ لیا جاتا ہے اور تغلبی کے آزاد کئے ہوئے سے دوچند نہیں لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وھل کانت تحل
لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلھا لاقربائھم لا لھم اور باقی انبیاء علی نبینا وعلیھم الصلوۃ والسلام
کے لئے صدقہ حلال تھا یا نہیں اسمین خلاف ہے اور نہر میں حلت کو معتمد کہا ہے اون کے اقرباء کے لئے نہ اونکے خود کے
لئے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لھم اے لبنی ہاشم سواء سماھم الواقف اولا

ماهو الحق كما حققه في الفتح اور جائز ہے نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہے کہ وقف کرنیوالے نے اونکا نام لیا ہو یا
نہ لیا ہو یہی حق ہے جیسا فتح القدیر مین اسکو تحقیق کیا ہے م شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہے کہ نفل صدقہ اون کو
جائز ہے بالاجماع اور ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اور یہہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہے جیسا محیط اور کافی مین ہے لیکن
زیلعی مین اسکے خلاف ہے یعنی صدقہ نفل اونکو بالکل حرام ہے اور فتح مین اسکی تقویت کی ہے اور کہا ہے کہ حق یہہ ہے کہ وقف
کو بجائے نفل کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اوسکی عبارت طویل نقل کی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہے مثل
نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہے سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہہ ہے کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہے
اور وقف اونکو حلال ہے لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہے اوسمین علی ما ہو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہے وقيل لا
مطلقًا تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہو جاتی ہے اور بعض نسخون مین یہہ زیادتی مع مابعد کے ولا تدفع الی ذمی تک ساقط
ہے انتہى ما قاله الشامي لكن في السراج وغيره ان سماهم جاز والا لا قلت وقد جعله محشي الاشباه محمل القولين
لیکن سراج وغیرہ مین ہے کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہے تو جائز ہے نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی
یعنی صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح بیری نے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محمل ٹھہرایا ہے م یعنی جس صورت مین نام لیا ہو
تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہہ ہو سکتی ہے کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیون کو
جائز نہوا اور جب اونکا نام لیدیا تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر قال الشامي ثم
نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وهل تحل الصدقة لسائر الانبياء قيل نعم وهذه خصوصية لنبينا صلى
الله عليه وسلم وقيل لا بل تحل لقرابتهم فهي خصوصية لقرابة نبينا اكراما واظهارا لفضيلته صلى الله عليه و
سلم فليحفظ پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اوسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہے صدقہ باقی انبیا کے لیے تو ایک قول یہ
ہے کہ ہان جائز ہے اور یہہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے کہ اونکو نہین جائز اور ایک قول یہہ ہے
کہ انبیا کو حلال نہین بلکہ اونکے اقربا کو حلال ہے تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیئے بسبب اکرام
اور فضیلت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہہ یاد رہے م یہہ مسئلہ مکرر ہے سابق اسکا مذکور ہو چکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہے
قال الشامي ولا تدفع الى ذمي لحديث معاذ اور نہین جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رض کے م یعنی وہ حدیث ہے
جسکو شارح نے بلفظ خذها من اغنيائهم الخ بیان کیا ہے اسلیئے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کیطرف پھرتی ہے تو فقرائہم کی ضمیر
بھی اوسی طرف پھرنی چاہیئے اور کافر کو نہ دینی چاہیے كذا في المعراج وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج اليه اي
الذمي اور جائز ہے صدقہ دینا سوای زکوۃ کے اور سوای عشر اور خراج کے ذمی کو م عشر زکوۃ کے ساتھ ملحق ہے لیکن خراج
اون صدقات مین نہین ہے جنکا ذکر ہے کیونکہ اوسکا مصرف مصالح عامہ مسلمین ہے جیسا پہلے بیان ہوا اور اسیلیئے کنز اور ہدایہ
مین اسکا استثنا نہین کیا قاله الشامي ولو واجبا كنذر وكفارة وفطرة خلافا للثاني اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور
کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے م یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین
تصریح کی ہے کہ یہہ ایک روایت ہے ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل
طرفین کے ہے وبقوله يفتى حاوي القدسي اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے كذا في حاوي القدسي م لیکن ہدایہ
وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قول طرفین کا راجح ہے اور اسی پر متون متفق ہین كذا في الشامي واما الحربي ولو مستامنا فجميع

الصدقات لا تجوز له اتفاقًا بحر عن الغاية وغيرها لیکن تجنیس اگر مستامن ہو اوسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین بالاتفاق کذا فی
البحر عن الغاية وغيرها لكن جزم الزيلعي بجواز التطوع له لیکن زیلعی نے جزم کیا ہے کہ نفل صدقہ حربی کو دینا جائز ہے ھم یعنی مستامن کو
جیسا بحر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے پھر شامی نے کہا کہ اسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہے معنًا
اتفاق کے دعوے کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہے کہ سیر کبیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر
حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اوسکا ہدیہ قبول کرے اسوجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ پانسو دینار قحط کے دنون
مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وہ فقرائے اہل مکہ پر تقسیم کر دین اور اسوجہ سے کہ صلہ رحم
ہر دین مین پسندیدہ ہے اور دینا بھی مکارم اخلاق سے ہے انتہی قاله الشامي دفع بتحر لمن ظنه مصرفا فبان انه عبده
او مكاتبه او حربي ولو مستامنا اعادها لما مر صدقہ دیا اٹکل کر کے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین مصرف دیا تھا پھر
ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اوسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دیوے اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہو چکی ھم
یعنی عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلیے کہ اسکے حق مکاتب کی کمائی مین ملک ہے تو
پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوٰۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہ ہے کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان
بان غناه او كونه ذميا او انه ابوه او ابنه او امراته او هاشمي لا يعيد اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو دیا تھا وہ غنی ہے
یا ذمی ہے یا اوسکی بی بی ہے یا اوسکا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہین لانه اتى بما في وسعه اسلیے
کہ وہ کرچکا جسقدر اوس سے ہو سکتا تھا ھم یعنی تملیک کردی جو اوسکی وسعت مین تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو
کون ہے اور نسب اوسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہ پڑتا ہے کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن
تھی پوری ہوجاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی،
حتى لو دفع بلا تحر لم يجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وكره اعطاء
فقير نصابا او اكثر اور مکروہ ہے دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ ھم اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر
نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہے اسلیے کہ فقیر جسکو دی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی [illegible]
نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی الا اذا كان المدفوع اليه مديونا او كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخص
كلا او لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره فتح مگر جب کہ وہ شخص جسکو زکوٰۃ دی ہے مدیون یا عیال دار ہو اسطرح کہ اگر تمام
عیال پر زکوٰۃ تقسیم کیا دیوے تو ہر ایک کے بانٹے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی
الفتح ھم بحیث لو فرقه صاحب عیال سے علاقہ رکھتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف و نشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم
عیال کی یہ ہے کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال ہی پر ہے جن پر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وكره نقلها الا الى قرابة
اور مکروہ ہے زکوٰۃ کا نقل کرنا یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لیجانا مگر قرابت والونکیطرف ھم کیونکہ اسمین رعایت پڑوس
کی ہے تو یہی اولیٰ ہے زیلعی اور اس سے مستفاد یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر اور
زکوٰۃ مین معتبر وہ جگہ ہے جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی بل فی الظهيرية لا تقبل صدقة الرجل وقرابته
محاويج حتى يبدا بهم بلکہ ظہیریہ مین ہے کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اوس شخص کا کہ قرابتی اوسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع
اونہین سے کرے ھم عدم قبولیت سے مراد ملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط ہوجاتا ہے تتارخانی مین ہے کہ افضل بھائی اور بہن [illegible]

پھر اونکی اولاد پھر مرکی کا بچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام پھر پڑوسی پھر اوسکے کوچہ والے پھر شہر والے او احوج
او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام اور نقل کرنا مکروہ نہیں طرف زیادہ احتیاج والے
یا زیادہ نیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اوس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہنچاوے یا دار الحرب سے دار الاسلام کیطرف قسم کیونکہ
دار الاسلام کے فقرا مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ مسلمان قیدیوں کو استثنا کرنا چاہیے
جب کہ ان لوگوں کے دینے میں اعانت ہو قید سے چھوڑانے پر کذا قالہ الشامی او الی طالب علم و فی المعراج التصدق
علی العالم الفقیر افضل او الی الزھاد او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خلاصہ اور مکروہ نہیں نقل کرنا زکوۃ
کا طرف طالب علم کے اور معراج میں ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے جاہل فقیر سے اور مکروہ نہیں نقل طرف زاہدوں کے
یا جبکہ زکوۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونیکے تو نقل کرنا مکروہ نہیں کذا فی الخلاصہ ولا یجوز صرفھا لاھل البدع کالکرامیۃ
اور نہیں جائز اوسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ ھم عبارت بزازیہ کی یہہ ہے کہ نہیں جائز صرف کرنا کرامیہ کیطرف لیس
مراد بیشک یہ ہے جو تکفیر تک نوبت پہنچاوے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہے منسوب عبد اللہ بن محمد بن کرام
کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہے اور اسم جوہر کا اوسپر اطلاق ہوسکتا ہے کذا فی المغرب کالمشبھۃ
فی ذات اللہ تعالی و لکن المشبھۃ فی الصفات فی المختار اسلئے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہے خداوند تعالی کی ذات
میں اور یہی حکم ہے اوس فرقہ کا جو صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں مذہب مختار میں ھم یہہ وہ فرقہ ہے کہ قیام حوادث کا خدا
تعالے کی ذات کے ساتھہ جائز رکھتے ہیں تو بعض صفات کو حادث کہتے ہیں جیسے اور حوادث کی صفات میں کذا فی الطحطاوی
لان مفوت المعرفۃ من جھۃ الصفات کمفوت المعرفۃ من جھۃ الذات جمع الفتاوی اسواسطے کہ فوت
کرنیوالا معرفت حق سبحانہ کا صفات میں یعنی نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہے اوسکے ساتھہ جسنے فوت کردی معرفت
ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہیں کذا فی جمع الفتاوی ہے کما لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ
منہ ای من الزنی وکذا الذی نفاہ احتیاطاً جیسا نہیں جائز ہے زانی کو زکوۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہوا اور ایسے ہی
اوسکو جسکو نفی کرچکا ہے خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا نفی کیا ہوا اور یہہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا
کان الولد من ذات زوج معروف فصوکین مگر اس صورت میں کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے
ہیں کذا فی جامع الفصولین ھم عمادیہ میں اسکی وجہ یہہ لکھی ہے کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے تو یہہ شرعا بیٹا ناکح کا ہوا
اور صیرفیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہے والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفھا لاھل البدع
سے یہانتک اشباہ میں مذکور ہیں ولا یحل ان یسال شیأ من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح
المکتسب اور نہیں حلال کہ مانگے کچھہ قوت وہ شخص کہ اوسکے پاس اوس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود
ہو مثلا تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ھم شیأ من القوت اسلئے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہو
قالہ الشامی و یأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اوسکو دینیوالا اگر اوسکا حال جانتا ہو کیونکہ
حرام چیز پر اعانت کرتا ہے ھم اکمل نے شرح مشارق میں کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ از روی قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے
لیکن اگر اوسکو ہبہ کہیں تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح میں کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ مراد علما کی اوس سے یہہ ہے کہ اس جیسے
شخص کو دینا آمادہ کرتا ہے سوال پر اس حیثیت سے اور نہ دینے سے ہوسکتا ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کرے کذا فی الشامی

ولو سأل للكسوة او لاشتغاله عن الكسب بالجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا ترک
کا سوال کیا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کر سکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو یعنی اگرچہ قوی اور کسب
پر قادر ہو ذکرہ فی البحر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے بیان ہیں دفع ما یغنیه یومه عن السؤال مستحب ہے اسقدر دینا کہ اوس روز اوسکو
سوال کی ضرورت نہو واعتبار حاله من حاجة وعيال معتبر ہو حال تصدق کا اعتبار الحاجة والعيال ہے مستحب ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ
مثلا دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہا کذا فی فتح القدير والمعتبر فی الزكوة فقراء مكان المال اور معتبر زکوۃ میں وہاں کے فقیر
ہیں جہاں مال ہو یعنی اگرچہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوۃ اوس شہر کے فقیروں کو دیجاوے جہاں مال ہے قاله ابن کمال
یعنی جمیع روایات میں یہی ہے کذا فی البحر وفی الوصية مكان الموصى اور وصیت میں معتبر ہے مکان وصیت کرنیوالے کا ہم ایسا
ہی جوہرہ میں منقول ہے فتاوی سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہے کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق
کیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انہیں پر صرف کریں اور اگر اوروں کو دیدیں تب بھی جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور اسی پر
فتوی ہے الا امام محمد کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے کذا فی الشامی وفی الفطرة مكان المؤدي عند محمد وهو الاصح لان رؤسهم
تبع لراسه اور فطرہ میں مکان ادا کرنیوالے کا یعنی نہ مکان اون لوگوں کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمد کے نزدیک اور
یہی اصح ہے اسلئے کہ جن لوگوں کی طرف سے دیتا ہے وہ ادا کرنیوالے کے تابع ہیں ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ
ہے جیسا شرنبلالیہ میں ہے اور یہی مذہب ہے جیسا بحر میں ہے کذا فی الشامی دفع الزكوة الى صبيان اقاربه برسم عيد
او الى مبشر او مهدي الباكورة جاز زکوۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنی عقلا کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری
سنانیوالے کو یا اوس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہے الا اذا نص على التعويض مگر جبکہ تصریح کرو ہی معاوضہ کی تو جائز
نہوگی ولو دفعها لاخته ولها على زوجها مهر يبلغ نصابا وهو ملئ مقر ولو طلبت لا يمتنع عن الاداء لا يجوز
والا جاز اور اگر دی زکوۃ اپنی بہن کو اور اوسکے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہنچتا ہے اور وہ شخص تونگر ہے
کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اوسکا زکوۃ دینا جائز نہیں اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے
ولو دفعها المعلم لخليفته ان كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح والا لا اور اگر دی زکوۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ
اسطرح کا ہو کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اوسکا کام کرتا تو درست ہو ورنہ نہیں درست ہم اسلئے کہ دینا بمنزلہ عوض کے ہوجاتا
ہے اور اسمیں یہ خدشہ ہے کہ انعام پہلے لانیوالے کا ایسا ہی ہو تو وہاں بھی نیت کا اعتبار چاہیے قاله الشامی ولو وضعها
على كفه فانتهبها الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اوسکو فقیروں نے تو جائز ہے ہم اور یہ
فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہے جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے
کے بعد نیت کرے اور مال فقیروں کے پاس موجود ہو قاله الشامی ولو سقط ماله فرفعه فقير فرضي به جاز ان كان
يعرفه والمال قائم خلاصه اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اوسکو اوٹھا لیا پھر مالک راضی ہوگیا تو جائز ہے اگر اسکو
پہچانتا ہو اور مال بھی قائم ہے کذا فی الخلاصہ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اوسکو نہ پہچانتا
ہو اسطرح کہ مالک صاحب مال کے پاس آیا تو مال گرتا پایا اور کسی شخص نے اوسکو کہا کہ فقیر اوسکو اوٹھا لے گیا جسکو مالک نہیں پہچانتا
اور مالک راضی ہوگیا تو درست نہوگا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوۃ میں تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونیکی اسواسطے شرط
لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنی

باب صدقة الفطر

عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقداروں کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص کہ تنگی پر صبر کر سکے
اوسکو اپنا النفقہ قدر کفایت تاتہ سے کم کرنا مکروہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور تتارخانیہ مین محیط سے منقول ہر کہ جو شخص نفل صدقہ دے
تو افضل یہہ ہے کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ اونکو ثواب پونہچیگا اور اوسکے اجر مین سے کچھہ کم نہوگا واللہ اعلم

باب صدقة الفطر

یہہ باب ہے صدقۂ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوة سے یہہ ہر کہ دونو وظیفہ
مالیہ عین ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہے کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے نہ لغوی معنی
کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہے اور اوسکو صدقہ اس حیثیت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر
کرتا ہے کذا فی المعراج من اضافة الحکم لشرطه اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہے شرط کیطرف حکم سے مراد وجوب
صدقہ ہے اسلئے کہ حکم شرعی وجوب ہے تو یہان حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب الاداء ہے اسواسطے کہ وجوب الاداء
کی شرط فطر ہے نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہے اور سبب راس ہے قاله الحلبی والفطر لفظ اسلامی والفطرة
مولدة بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہے اور فطرہ ساختہ ہر بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہے ظاہر یہہ ہر کہ شارح کی مراد یہہ ہے
کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہہ لفظ شرعی ہے یعنی اطلاق اوسکا اوس خاص روز پر اصطلاح شرعی
ہے کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہے لغوی ہر شرع سے پہلے مستعمل ہے یا مراد اوسکی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی
نہین ہے اسلئے کہ ان معنون مین نہین آیا اور وہ جو قاموس مین مذکور ہے کہ فطرہ بالکسر صدقة الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار
کیا گیا ہے اور نووی نے تحریر مین کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور غالبا ماخوذ ہے فطرہ سے جو بمعنی خلقت کے ہے یعنی گویا کہ یہہ زکوة
بدن کی قاله الشامی وامر بها فی السنة التی فرض فیها رمضان قبل الزکوة اور حکم کیا گیا ادا صدقہ فطر کا جس برس کہ
رمضان فرض ہوا زکوة سے پہلے روزے رمضان کے فرض ہوئے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کیطرف اور حکم نبی صلے
علیہ وسلم کا صدقۂ فطر کے لئے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہہ زکوة کی فرضیت سے پہلے ہے یہی صحیح ہے قاله الشامی اذ
کان علیه السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجها ذکره الشمنی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑہتے تہے
عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اوسکو شمنی نے عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبد اللہ
بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا ادا کرو ایک صاع گیہون
دو آدمیون مین یا ایک صاع کہجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح تجب وحدیث فرض رسول
الله صلے الله علیه وسلم زکوة الفطر معناه قدر للاجماع علی ان منکرها لا یکفر واجب ہے صدقة الفطر اور
وہ حدیث جسمین مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوة فطر کو اسکے معنی یہہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے
کہ اجماع ہے اسبات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہے امام شافعی کے نزدیک صدقة الفطر فرض ہے اونکا استدلال حدیث مذکور ہی
شارح نے استدلال کی جواب کی طرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وهو الصحیح بحر عن البدائع معللا بان
الامر بادائها مطلق کالزکوة علی قول واجب ہے صدقة الفطر اسطرح کہ مدت العمر مین ادا کی گنجایش ہر ہمارے تینون اماموں
کے نزدیک یہی صحیح ہے ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہہ بیان کی کہ امر صدقة الفطر کی ادا مین مطلق ہر یعنی وقت کی قید
نہین سو مدة العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ان البتہ عید گاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا فی
البدائع مانند زکوة کے کہ اوسکا وجوب بھی موسع ہر ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولو مات فاداها وارثه جاز اور اگر مرگیا

دو قسم ہے ایک وہ کہ توانگری اوسکے ساتھ معتبر نہو اور اسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنی قادر کرنیوالی کہتے ہیں کیونکہ اوسکی بدولت سے
آدمی ادا ماموربہ پر قادر ہو جاتا ہے جیسے نصاب صدقۂ فطر کی قدرت ممکنہ ہے اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ توانگری
بھی معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنیوالی اور قدرت کاملہ کہلاتی ہے جیسے نصاب نامی ہے کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے جو تعریف کی
ہے وہ خود قدرت کی نہیں بلکہ اوس واجب کی ہے جو قدرت مذکورہ پر مشروط ہو اور بقاء قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے سے یہہ نکلا کہ اگر نصاب
عید فطر کی صبح کے بعد جاتا رہیگا تو صدقہ فطر ساقط نہو گا چنانچہ آگے آویگا لا بقاء میسرۃ ہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر
فتغیرہ من العسر الی الیسر یہ قدرت میسرہ کے ساتھ سین مشدد کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہے کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت کے
وصف کے ساتھ سو بدل دیا ہو اوسکو دشواری سے آسانی کی طرف ہم اس تعریف میں بھی وہی خلل ہے جو قدرت ممکنہ کی تعریف میں گذرا حاصل یہ ہے
کہ قدرت ممکنہ ہر گاہ شرط ہے تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اوسمیں معنی علت کے نہیں پس اوسکا بقا بھی شرط نہیں لیکن واجب کے
کیونکہ بقا مغایر ہے وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہیں کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط ہیں انعقاد نکاح میں نہ بقاء نکاح
میں بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ اوسمیں معنی علت کے ہیں کیونکہ اوسنے فعل واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے
ساتھ بدل دیا یعنی ہو سکتا تھا کہ فعل واجب ہوتا بقدر وجود قدرت ممکنہ کے بصفت دشواری سو دشواری کو چھوڑ کر اوسکو بصفت یسر واجب
کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہے باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہیں باقی رہ سکتا بدون اوسکے کذا فی الشامی مختصرا فیشترط
بقاءہا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہے بقاء قدرت میسرہ کا کیونکہ یہہ شرط ہے علت کے معنی میں ہم یعنی اور حکم اپنی
علت کے ساتھ رہتا ہے وجودا اور عدما ہے کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اوسکو منقح بیان کیا ہے منار کی تعلیقات
میں ثم فرع علیہ قال تسقط الفطرۃ وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اوس پر جو سابق میں مذکور ہے
یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہیں ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے واجب ہونیکے بعد کیونکہ ان دونو میں قدرت
ممکنہ معتبر ہے کذا قالہ الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہیں باطل ہوتا نکاح گواہوں کے مرجانے سے بخلاف الزکوۃ
والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنی خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط
ہے یعنی تمام ہم یعنی اگر مال برس گذرنیکے بعد ہلاک ہو جاوے اور اوسکی قدرت اوسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے بخلاف
استہلاک کے کیونکہ اس صورت میں تقدیرا قدرت باقی ہے کہ آپس زجر ہے تعدی سے اور فقیروں کا بھی لحاظ ہے عن نفسہ متعلق بیجب
وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق ہے یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہوا اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ ترک کیا ہو ہم یہہ بیان ہے
فطرہ کے سبب کا اور اصل سبب خود اوسکا نفس ہے اور آدمی بیشک اپنا بوجھ آپ اوٹھاتا ہے سبب ہے اور ایسے ہی اس کا آپ متولی ہے اور اسکو
متون میں سے وہ جو اسکے ساتھ ملحق ہے یعنی اوسکے توابع جنکی مؤنت اوسکے ذمہ ہے اور صوم میں عذر کی قید اتفاقی ہے اگر بلا عذر بھی
کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ فطرہ کے ادا میں یہہ شرط مذکور نہیں قالہ الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون
اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے ہم یعنی جو فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اوسکے مال میں سے ہو گا امام ابو حنیفہ اور امام
ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہیں اور طفل لڑکے اور لڑکی
دونو کو شامل ہے کذا فی النہر قالہ الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرۃ اور اگر باپ متعدد ہوں تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا ہم اسکی
صورت یہہ ہے کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوی کریں کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا مشترک باندی کے پیٹ سے پیدا ہوا اور دونوں نے دعوی کیا قالہ الشامی ولو
زوج طفلتہ الصالحۃ لخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہے تو فطرہ لازم نہیں آتا

پھر یہ حاوی ہو گا اور پر آدھا جیسا آگے مذکور ہو گا اور یہ باپ پر گو نہ توم کو تسلیم کر چکا خلاصہ میں ہے جنیبو اگر اپنے خادم بیٹے کے سپرد کی گئی ہو تو
اوسکے باپ پر فطرہ نہیں ہے کیونکہ اوسکی مؤنت اوسکے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ میں دو قیدیں ہیں خدمت کی صلاحیت
اور خادم کی سپردگی قاله الشامي والجد كالاب حيث فقيله مما اتحاده فى الاختيار اور دادا باپ کی مثل ہے باپ کے ہوتے
جیسا اختیار میں اسکو اختیار کیا ہے هم یہ حسن کی روایت ہو اور ظاهر الروایت کے خلاف ہی کیونکہ دادا باپ کے حکم میں ہے گر چند مسائل
میں او نہیں سے ایک مسئلہ یہی ہو اور فتح القدیر میں بھی اسیکو اختیار کیا ہے کیونکہ سبب دونو متحقق ہی یعنی راس اوپر اوسکی مؤنت اور تولیت
ولایت مطلق دادا کے ذمہ ہے اسیواسطے شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ للخدمة ولو مديونا او
مستاجرا او مرهونا اذا كان عنده وفاء بالدين اور فطرہ واجب ہے اپنے غلام خدمتی کیطرف سے اگرچہ مدیون ہو دین مستغرق
کذا فی الشرائع یا اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جب کہ راہن کے پاس دین کے دینے کی قدر ہو هم یعنی دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا
مدیہ میں ہے اور مراد نصاب سے یہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہے کذا فی الشرنبلالیہ واما الموصى بخدمته لواحد
وبرقبته لآخر ففطرته على مالك رقبته اور وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لئے کی اور اوسکی ملکیت کی دوسرے کے
لئے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہے كالعبد العارية والوديعة والجاني جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جس نے کسی کا گناہ
کیا ہو کہ اوسکا صدقہ مالک کے ذمہ ہے جنایت کوئی سی ہو عمدا ہو یا خطا کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہے جب جنایت کے
بدلہ میں اوسکو دیدے جنایت سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب
نہیں ہے خطا ہے کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح هم زیلعی میں ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اوسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن شلبی
محشی زیلعی نے اسکو محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قاله الشامی ومدبرہ وام
ولدہ ولو کان عبدہ کافرا لتحقق السبب وھو رأس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنی مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام
کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی راس جسکی مؤنت اوسکے ذمہ ہے اور اوسکا وہ ولی ہے هم یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی
قید سے مؤنت اجنبی نکل گئے جو کہ لتا اپنے ذمہ رکھے ہو واجبہ اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اوسکی مؤنت کامل نہیں اور تیسری
سے زوجہ نکل گئی کہ اوسکی مؤنت مطلقہ نہیں بلکہ مؤنت ضروری ہے انتظام خانگی کے لئے اور اسیلئے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم
نہیں جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لا عن زوجته وولدہ الکبیر العاقل نہیں واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی بی بی کیطرف سے اور اپنی ولد کیطرف
سے جو بالغ عاقل ہو هم زوجہ کیطرف سے اسلئے نہیں واجب کہ اوسپر ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسی طرح کی ولایت
نہیں ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خود فقیر ہوں اوسکا شریک ہو مگر اوسکا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا
فی الجوھرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ اوسکا حکم مانند صغیر کے ہے ولو ادی عنهما بلا اذن اجزا استحسانا
للاذن عادة اى لو فى عياله والا فلا قهستانى عن المحيط فليحفظ اور اگر فطرہ بی بی کی طرف سے اور بالغ لڑکے کی طرف سے بدون
اجازت دیا تو کافی ہے بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃ اذن موجود ہے یعنی اگر اوسکی عیال میں ہو ورنہ نہیں
کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو هم للاذن عادة سے اشارہ ہے کہ نیت حکما موجود ہے ورنہ بدائع میں تصریح کی ہے کہ فطرہ بدون
نیت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہے کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ادا کرے ادن اشخاص کیطرف سے جو اوسکی عیال
میں ہیں یعنی جنکا خورو نوش اوسکے متعلق ہے بدون اونکی اجازت کے تو جائز ہے مطلقا یعنی قید زوجہ اور ولد کی نہیں قاله الشامی
وعبیدہ للاباق والمأسور والمغصوب المجحود ان لم تكن عليه بينة نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت اوسپر قائم نہیں

اور یہ قید ہی کیطرف سے کہ وہ تصرف نا جائز ہے جیسا مکاتب اور نہ غصب کئے ہوئی کیطرف سے جیسا کہ آبق ہو اگر غصب پر شاہد نہوں کذا فی الخلاصہ ھم مستغنی
اوس تصحیح کو جو کتاب الزکوۃ میں مذکور ہوئی یہ ہے کہ واجب ہوا اگرچہ گواہ بھی ہوں کیونکہ ہر قاضی عادل نہیں ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی
الکافی و الا بعد عوده فیجب لما مضی اگر غلام کے پھر آنیکے بعد پس واجب ہوگا سالہای گذشتہ کا فطرہ کذا فی قہستانی ھم یہ استثنا راجع ہے
آبق کی طرف جیسا نہر میں اور منح میں ہے اور مغصوب کیطرف بھی جیسا بحر میں ہے حلبی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ماسور کا حکم بھی یہی ہے کذا فی الشامی ولا عن
مکاتبه ولا یجب علیه لانه ما فی یده للمولی اور نہیں واجب ہے مکاتب کیطرف سے اور نہ واجب ہے اوس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ میں ہے
مولی کی ہے ھم اسلئے کہ مکاتب مستحق ہے جب تک اوسپر ایک درم کبھی باقی ہے اور عبد خود مملوک ہے تو مالک نہیں ہوسکتا کذا فی البدائع و
عبید مشترکة اور نہ مشترک غلاموں کی طرف سے ھم کیونکہ ہر ایک شریک کی ولایت اور مؤنت قاصر ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کہتے
ہیں کہ ہر ایک کے ذمہ پورے غلاموں کا فطرہ ہوگا جتنے اوسکے حصہ میں آویں مگر ٹکڑا نہوگا جیسا کہ نہایہ میں ہے یعنی اگر چار غلام ہوں تو دو شریکوں کے
ذمہ دو دو غلاموں کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام ہوں تو ایک ایک کا فطرہ دونوں پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط میں ابو یوسف
کو ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہی اصح ہے جیسا حقائق میں اور فتح میں ہے الا اذا کان عبد بین اثنین و تهایاه و وجد الوقت
فی نوبة احدهما فیجب فی قول مگر جب کہ غلام مشترک ہو دو شخصوں میں اور نوبت نوبت اوس سے خدمت لیتے ہوں اور ایک کی نوبت میں وقت
وجوب پایا جاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول میں واجب ہے ھم یعنی قول ضعیف میں جیسا بعض نسخوں میں موجود ہے اور وجہ اس قول کے
ضعیف ہونیکی یہ ہے کہ سب متون و شروح کے اطلاق کے مخالف ہے قاله الشامی وتوقف الوجوب لو کان المملوك مبیعا بخیار فاذا مر
یوم الفطر والخیار باق تلزم علی من یصیر له اور صدقہ کا وجوب موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے
اور خیار باقی ہو تو فطرہ لازم اوس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار پاویگا ھم بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونوں کا اور
موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہے پس اگر خیار تھا اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو
کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر اگیا یا خیار رویت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض
پھیر اگیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر اودقیقه او سویقه نصف صاع فاعل ہے یجب کا یعنی فطرہ کی
مقدار واجب آدھا صاع گیہوں کا یا اوسکے آٹے کا یا اوسکے ستو کا ھم اولی یہ ہے کہ آٹے اور ستو میں مقدار اور قیمت دونوں کی رعایت
ملحوظ رہے احتیاطاً اگرچہ بعض اخبار میں آٹے کی تصریح آئی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسناد میں سلیمان بن ارقم ہے جو متروک الحدیث
ہے پس احتیاط واجب ہے یعنی اسطرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کو
اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہوں کا آٹا ہو جو قیمت میں برابر ہو نصف صاع گیہوں کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت میں
برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہوں کا آٹا کہ قیمت میں نصف صاع گیہوں کی برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت میں
ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ میں لفظ اولی سے تعبیر کیا ہے اور فتح القدیر میں لفظ واجب کذا فی الشامی او زبیب وجعلاه
کالتمر وهو روایة عن الامام وصححها البهنسی وغیره یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم میں کہا ہے یعنی ایک صاع
دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہے امام صاحب سے بہی اور تصحیح کی ہے اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے ھم یعنی اپنی شرح میں جو ملتقی پر ہے اور
مراد یہ ہے کہ اوسنے تصحیح بیان کی ہے ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہیں ہے بحر میں کہا ہے کہ اسکی تصحیح کی ہے ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہے
ابن ہمام نے فتح القدیر میں دلیل کی رو سے در الحقائق والشرنبلالیة عن البرهان وبه یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ میں برہان
سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے او صاع تمر او شعیر ولو دقیقه یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ آٹا ہو ھم بحر میں کہا ہے کہ نصف صاع یا

ودفع القیمة ای الدراہم افضل من دفع العین اور دینا قیمت صدقة الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہی اُس معین کے دینے سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے
دفع مین زیادہ معاون ہی کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ وبحر عن الظہیریہ بنا بر مذہب مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریہ
ھم اور اسکے مقابل وہ قول ہی جو مضمرات مین ہی کہ گیہون کا دینا افضل ہی سب احوال مین ایام شدت کے ہون یا نہون اسلئے کہ یہہ موافق سنت کی
ہی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المنح پس فتوی مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی وھذا فی السعة اما فی الشدة فدفع العین افضل ھم لا یخفے در یہہ
قیمت کا ادا کرنا افضل ہی ارزانی کے دنونمین لیکن گرانی کے دنونمین تو خود اُس شئے معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہی جیسا کہ پوشیدہ
نہین ھم ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہہ شارح کیطرف سے بحث ہی باوجود اسکے کہ تاتارخانیہ مین اسکو محمد بن سلمہ کیطرف نسبت کیا ہی
اور نہر مین کہا ہی کہ یہہ مستحسن ہے کذا قالہ الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق بیجب یہہ متعلق ہی یجب کے یعنی صدقة الفطر واجب ہی عید کی صبح صادق کی نمود
ہونے پر ھم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای الفجر او ولد بعدہ
او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مرگیا اوس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اوسکے بعد یا اسلام لایا تو اوسپر فطرہ واجب نہوگا ھم کیونکہ یہہ اشخاص
وجوب کیوقت اہلیت سے خارج ہین کذا فی النہر اور یہی حکم ہی جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا تونگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی الہندیة ف
یستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر عملا بامرہ وفعلہ علیہ الصلوة والسلام اور مستحب ہی فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے
سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے ھم اس قول و فعل کو حاکم نے
ابن عمر سے روایت کیا ہی اور فتح القدیر مین اوسکو بیان کیا ہی قالہ الشامی فصح اداءھا اذا قدمہ علی یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوة اور درست
ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوة پر قیاس کرکے والسبب موجود اذ ھو الرأس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے
ھم اولی یہہ ہی کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جاوے کہ صحابہ رضی عید سے ایک یا دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر مین ہے کہ
پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تہا بلکہ آپکے اذن ہی سے ہوگا کذا قال الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای
مسألة التقدیم وھو الصحیح وبہ یفتی جوہرہ وبحر عن الظہیریة بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی
دیا جاتا ہی کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریة یعنی اگر رمضان سے پیشتر فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامة المتون والشروح علی صحة التقدیم مطلقا
وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیة انہ ظاہر الروایة قلت فکان ھو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہین تقدیم کی درستی پر
ہر صورت مین یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ اتنے نہین بلکہ بہتون نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہر مین اوسکو ترجیح دیا ہی اور ولوالجیہ سے
نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی مین کہتا ہون پس یہی ہی مذہب ھم طحطاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہی وہ مقدم ہوتی ہی ظاہر الروایة
پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین کو یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ
اسی پر ہین وبہ جزم فی الولوالجیة والخانیة والبدائع والمحیط وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرہان فکان ھو المذہب کتفریق
الزکوة اور اسی پر جزم کیا ہی ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط مین اور انکا اتباع کیا ہی زیلعی نے باب ظہار مین بدون ذکر اختلاف کے
اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہی پس یہی ہی مذہب جیسے زکوة کی تقسیم درست ہی ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب
فیفید الاولویة ولذا قال فی الظہیریة لا یکرہ التأخیر ای تحریما اور امر حدیث شریف اغنوہم الخ مین استحباب کے لئے ہے پس مفید ہی اولویت کو
اور اسیواسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ تاخیر مکروہ نہین ہی یعنی تحریما ھم یہہ حدیث دارقطنی اور ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر
سے ان لفظون سے روایت کی ہی اغنوہم عن الطواف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث سے یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جبتک کہ ایک
فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہیئے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو مقتضا ہی امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے

جواب یاکہ امر استحباب کے لئے ہو ورنہ تقدیم وتاخیر جائز نہوتی اور تقدیم وتاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لئے ہوا
تو اسکا خلاف کرنا مکروہ تحریمی ہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر
سے تاخیر کرنا ان مگر یہہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم الفطر سے تاخیر کرین تو اغناء الکل حاصل نہوگا بخلاف اسکی کہ متعدد
دین کیونکہ مجموعہ سے اغنا حاصل ہوتا ہے جیسی کرخی نے یہہ علت بیان کی ہے قالہ الشامی کما جاز دفع ما یجب علی جماعۃ الی مسکین واحد بلا
خلاف یعنی بیشبہ جیسا جائز ہے دینا متعدد شخصوں کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو ھم یعنی بہ سے مصنف کے کلام کی
تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص خلاف کے ہے کیونکہ مواہب الرحمن مین دونو مسئلہ مین خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے
اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہے مین کہتا ہون کہ محل خلاف اسکی بنا پر شاید وہ صورت
ہو کہ چند آدمیوں نے اپنی فطرہ جمع کر کے ملا دئے اور ایک شخص کو دیدئے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری
ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہے قالہ الشامی خلطت امرأۃ امر ھا زوجھا باداء فطرۃ حنطۃ بحنطۃ بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز
عنھا لا عنہ اگر کسی عورت کو اوسکی خاوند نے فطرہ کے اداکا حکم دیا اوسنے بلا اجازت خاوند کے اوسکے گیہون اپنی گیہون مین ملا لئے اور
کسی فقیر کو دیدئے تو عورت کیطرف سے جائز ہے مرد کیطرف سے ناجائز ھم اسلئے کہ مرد نے اوسکو اپنی مال مین سے دینے کی اجازت دی تھی
جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنی فطرہ مین ملا لیا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہوگیا تو اوسکی مالک عورت ہوگئی
اور عورت کے ذمہ اوسکا تاوان لازم آویگا قالہ الشامی لما مر ان الخلط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندھما لا یقطع
یعنی ان اجاز الزوج ظہر یہ اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنی مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس مین
سے قطع کر دیتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریہ ھم یعنی زوج کی
طرف سے بھی جائز ہوگا ولو بالعکس قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کرو
اور مرد نے عورت کا غلہ اپنی غلہ مین ملا لیا اور فطرہ دیا) تو نہر مین کہا ہے کہ مین نے اس صورت کو نہین دیکھا وقضیۃ ما مر جوازہ عنھما بلا
اجازتھا اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنی ولو ادی عنھا بلا اذن اجزا) وہ مقتضی ہے کہ خاوند اور بیبی دونو کیطرف سے جائز رہے بدون
عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ در مختار اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے
لئے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ نہین کیا کذا فی البدائع ھم یعنی یہہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپنے مقرر کیا ہو
کہ وہ گشت کر کے صدقہ فطر وصول کر لاوے قالہ الشامی وحیلۃ الفطرۃ کالزکوۃ والمصارف فی کل حال اور فطرہ ومصارف کے باب
مین مانند زکوۃ کی سے ہے سب حالات مین ھم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہین ہے کیونکہ ہر ایک کے لئے جدی جدی
شرطین ہین جو دوسرے کے لئے نہین ہین مثلا زکوۃ مین شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہے
بلکہ بیان مراد تعمیم احوال کی ہے مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی ہو گی
کذا فی البدائع یہہ توجیہہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی الا فی جواز الدفع للذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال فقط مگر زکوۃ
اور فطرہ میں اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونو مسئلہ سابق گذر چکے ایک
باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہے کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہے اور مکروہ ہے نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت
مین امام ابو یوسف سے جائز ہی نہین اور حاوی مین ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے قالہ الشامی ولو دفع صدقۃ فطرہ الی
زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بیبی کو تو جائز ہے اگرچہ اسکی بیبی کا

نفقہ مولا ہی کے ذمہ ہو کذا فی حمدۃ الشادی للشہید هم یعنی نفقہ عبد کی بیبی کا مالک کے ذمہ تبرعاً ہی کہ اوسنے اپنے ذمہ کر رکہا ہی اور اسکو منجملہ عیال سمجہ لیا ہی ورنہ اوسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسلیئے نفقہ کے عوض میں بیبی اوسکو بکوا سکتی ہے قال الشامی **خاتمۃ** واجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی رحم ووتر واضحیۃ وعمرۃ وخدمۃ ابویہ والمرأۃ لزوجہا کذا فی **خاتمہ** اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذو رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی هم صاحب جوہرہ نے اسکو امام محبوبی کیطرف نسبت کیا ہے اور اصول مین ثابت ہی کہ اعداد کے لئے مفہوم مخالف نہین ہے یا یون کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہی اور سبعۃ مبتدا موخر اور معنی اسطرح کہ یہہ سات جو مذکور ہوئے منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اسمین یہہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ رہ گئین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین اور حج وغیرہا مین بہتیرے واجبات ہین اور واجب سے مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب دیانۃً کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوندکیو اسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات مین گننا اُس قول کے بموجب ہی جنکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور اختلاف تصحیح کا اس باب مین آگے

مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم تالہ الشامی ؛

کتاب الصوم

یہہ کتاب ہی روزہ کے بیان مین هم ایضاح مین ہی کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہی اور شرع متین کا منبر طاقانون ہے اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے اور یہہ مرکب ہی دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کہانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہہ بڑی اچہی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہے پس حکمت الہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پہر متوسط یعنی زکوۃ پہر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کیطرف اشارہ فرمایا قرآن مجید مین (وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ) اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَصَوْمِ شَہْرِ رَمَضَانَ اسلیئے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکہی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالی فَفِدْیَۃٌ مِّنْ صِیَامٍ کہا گیا ہی یعنی صاحب بحر نے کہا کہ اگر مصنف بجاے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیو اسطے مجہپر صوم ہے تو اس صورت مین اوسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین وارد ہے ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنی بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا هم وجہ استشہاد کی یہہ ہے کہ یہہ فرع جو ظہیریہ مین ہی دلالت کرتی ہے کہ لفظ صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہی جیسا آیت شریف مین ہی پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تہا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنی صاحب نہر نے کہا ہی کہ صوم کے انواع متعدد ہین هم یعنی صوم اسم جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اوسکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہہ دونو مصدر ہین صام صوما وصیاما اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہے اور اسلیئے قاضی بیضاوی نے آیہ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور مقدار روزونکی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہے لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیہ شریف مین یہہ معنی مراد ہوسکتے ہین علی ان ال تبطل معنی الجمع علاوہ برین الف ولام جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہی هم یعنی اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہی پہر بہی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہی تو صوم

وصيام برابر ہوگئے یہہ تقریر کلام شارح کی ہو نہر کے موافق لیکن مقصود تمھیں طاہر ہے کلام کی توجیہہ مشکل ہو اگرچہ نہر مین کہا ہو کہ شاید اسکی وجہ یہہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اسکا اطلاق تین روزہ پر ہوا تو عدد میں اسیکا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے قال الشامی ولا کراهة لا یکرہ قول رمضان ۔۔ اور اصح یہہ ہو کہ لفظ رمضان بولنا یعنے بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہو ہم بعضون نے کہا ہو کہ صحیح وجیہ ہو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہو اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہے یون کہنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسماء الہی سے ہو اور اکثر مشائخ اسبات پر ہین کہ یہہ قول مکروہ نہین ہو کیونکہ احادیث صحیحہ میں وارد ہو جیسا فرمایا من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه اور دوسری حدیث وسے عمرة فی رمضان تعدل حجة اور روایات مشہورہ مین رمضان کا اسماء الہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسماء مشترکہ مین ہوگا جیسا حکیم کذا فی الشامی وفی حق ہذہ فی القبلة الی الکعبة یعنے شعبان بعد الہجرة بسنة ونصف او رمضان فرض ہوا بعد بدلنی قبلہ کے کعبہ شریف کیطرف دسوین شعبان کو ہجرت کے ڈیڑھ برس کے بعد هو لغة امساك مطلقاً یعنی کسی چیز سے باز رہنا مطلق ہم یعنی طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہہ ہو کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہو اور صحاح کی عبارت اسیکو مفید ہو اور مغرب مین ہو کہ وہ باز رہنا انسان کا کہانے پینے سے ہو قال الشامی وشرعاً امساك عن المفطرات الآتية اور شرع مین باز رہنا افطار کرنیوالی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقة او حکماً کمن اکل ناسیاً فانه ممسك حکماً باز رہنا حقیقةً ہو یا حکماً جیسے کسی نے کہا لیا بھولکر کیونکہ اوسکو امساک حکمی حاصل ہو ہم یعنی شارح نے اوسکا افطار کو اعتبار نہین کیا قال الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہو ہم یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہو یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہو جیسا نماز صبح مین اختلاف ہے اور پہلے مین احتیاط ہو اور دوسری مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہے اور محیط مین ہو کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دار الاسلام او عالم بالوجوب طاہر عن حیض او نفاس مع النیة المعهودة امساک ہو نیت معتبری کے ساتھہ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہو تیکی صورت مین ہم پوشیدہ نہو کہ کلام مطلق صوم مین ہو فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام مین ہونا شرط صرف وجوب رمضان کی ہو جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہو صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہہ ہو کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر پر کذا قاله الشامی واما البلوغ والافاقة فلیسا من شرط الصحة لصحة صوم الصبی ومن جن او اغمی علیه بعد النیة وانما لم یصح صومهما فی الیوم الثانی لعدم النیة لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اس شخص کا روزہ کہ بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہو اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے نہونیسے درست نہین ہوتا ہم یہہ جواب ہو اس سوال کا کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون اور بیہوشی اور مندرجہ جواب کا حاصل یہہ ہو کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہو اور وہ اوسکے رکن کے ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس مقید کرنا بیموقع ہے قال الشامی الحكمة نیل الثواب لو صومها احنبه کما فی الصلوٰة فی ارض مغصوبة اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہے اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کی زمین مغصوبہ مین ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ مین ثواب ہے جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہو بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہو قال الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شهرا وصام شهرا قبله عنه اجزأه لوجود السبب ویلغو التعیین اور نذر کئی ہوئی روزہ کا سبب نذر ہو اور اسلیئے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کئے اور اوسکے بدلے اوس سے پہلے مہینے کے روزے رکہہ تو کافی ہے کیونکہ سبب نذر تو موجود ہو اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی ہم اس سے نکلتا ہو کہ ہر عنہ کے

دوشنبہ اور جمعرات کے روزہ کے کسی نے نذر کی تو اوسکے بدلے دوسرے دنونمین بھی رکھہ سکتا ہی لیکن یہہ حکم اُس نذر کا ہی جسکو کسی چیز پر شرط کیا ہو جیسا کہ قبل اعتکاف کے آویگا قالہ الشامی والکفارات الحنث والقتل اور سبب کفارات کے روزون کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنے قتل کرنا کسی نفس کا خطاً یا قتل کرنا صید کا احرام میں علامہ شامی نے کہا کہ اولی وہ عبارت ہی جو فتح مین ہے کہ کفارہ دینگے روزہ کا سبب ان اسباب مین قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب مین جیسے کہ ہین عود پر عزم کرنا ظہار مین اور روزہ توڑنا رمضان مین اور سر مونڈنا احرام مین قالہ الشامی ورمضان شہود جزء من الشہر من لیل ونہار علی المختار کما فی الخبازیہ اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اُس مہینے سے ہی خواہ رات ہو یا دن بنابر مذہب مختار سرخسی کے جیسا خبازیہ مین ہی والمختار فخر الاسلام وغیرہ انہ الجزء الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزء سبب ہی جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات مین اور خود دوپہر اور اُسکے بعد مین انشاء صوم ممکن نہین اور رات مین تو صرف نیت ہی ہی نہ صوم لیکن بحر مین تصریح کی ہی کہ سبب وہ جزء ہی جسکے تکرر نہین ہو سکتی ہر روز مین پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی جزء کے متصل اور یہہ کلام بحر کا مقتضے ہی اسباب کو کہ سبب ہر دن کا جزء اول ہی ہے جیسا اور علماء نے بھی اسکی تصریح کی ہی قالہ الشامی حتی لو افاق المجنون فی لیلۃ او فی آخر ایامہ بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبی النہر عن الدرایہ یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات مین افاقہ ہوا یا آخر روز رمضان مین بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اوسپر قضا لازم نہین اور اسی پر فتوی ہی جیسا مجتبی مین ہی اور نہر مین منقول ہی درایہ سے وصححہ غیر واحد وہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہے اور یہی حق ہے جیسا غایہ مین ہے ھم یعنے صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضی خان اور عنایہ اور اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی مین کہتا ہون کہ اسکی تصحیح کو ذخیرہ مین نقل کیا ہی لیکن یہہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہے اور اسی طرف فتح القدیر چلا ہے اور شرح ملتقی مین ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور بدائع مین اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاف نہین نقل کیا اور ایسا ہی سراج مین ہے اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر تقدیر اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہہ کہ دونو قولون کی تصحیح کی گئی ہے اور معتمد دوسرا قول ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متون اسی پر ہین قالہ الشامی وہو اقسام ثمانیۃ فرض وہو نوعان معین کصوم رمضان اداءً وغیر معین کصوم قضائہ وصوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمین ہین ایک فرض ہی اوسکی دو قسمین ہین معین جیسے رمضان کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفارون کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا لابن الکمال لیکن کفارون کے روزے فرض عملی ہین نہ اعتقادی اسلیے اوسکے منکر کو کافر نہین کہتے یہہ بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے ھم ایضاح الاصلاح مین کہا ہی کہ روزہ نذر اور کفارہ کا واجب ہی اسکی فرضیت پر اجماع نہین منعقد ہوا بلکہ اوسکے وجوب سے یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اعتبار سے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہین حاصل یہہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہین ہے کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہے مثل رمضان وغیرہ کے ابن تقدیر پر کچھ مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم مین ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی قالہ الشامی وواجب وہو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہی اوسکی دو قسمین ہین ایک معین جیسے نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ھم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلا جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایک دن کا روزہ مثلا اور واجب کے اقسام مین ہی نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کے قضا کو فاسد کر دے اور اعتکاف کے روزے قالہ الشامی واما قولہ تعالی ولیوفوا نذورہم فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانہ وتعالی کا ولیوفوا نذورہم اسپر خصوص وارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اوسمین سے مخصوص ہی پس قطعی نرہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالہ نہین ہوتا

وقيل قائله الاكمل وغيره واعتمده الشرنبلالي اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اوسپر اعتماد کیا
ہے ہم کہتے ہیں یہہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو اور بحر وغیرہ مین ذکر ہی کہ
اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دو نو لفظوں کے قاله الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر مین یہہ ہی کہ فرضیت سے
مستفاد ہی کہ اجماع ہی اسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قاله الشامي لكن تعقبه سعدي بالفرق بان النذر لا تقضي
بعد صلوة العصر بخلاف الفائتة لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ سلو تہ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی
بخلاف قضا نماز دن کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اوسکی نماز کرو وہ ہوتی ہو فرض علی الاظهر كالكفارات يعني عملا لان مطلق الاجماع
لا يفيد الفرض القطعي اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہے بنا بر اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہے کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا
ہم فرض عملی کہکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی کہ خود بھی اوسکو اچھا سمجھیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی
کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہے اور اسیلئے فتح مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہے اور صدر الشریعة
نے اسکو چھوڑکر اجماع سے استدلال کیا ہی کذا فی الشامی کما سلف مشروحا جیسا تفصیل بیان کیا ہی جسمین ہم نے ہدایہ مین صدر الشریعة کا یہہ قول ذکر کیا کہ منذور
فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہو اور
جیسا کہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور فرضیت ان منقول سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اوس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا مسائل
کے ذکر ہوا اور جب منذور مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو
مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قاله الشامي ونفل كغيرهما اور ایک روزہ نفل ہے جیساکہ فرض اور واجب کے سوا دوسرے روزے ہی ہم یہان نفل کے
معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ یہین دو نو قسمین کروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے
کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل
کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قاله الشامي يعم السنة كصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے نویں و دسویں
محرم کا روزہ کہ ہم جو فعل کہ اوسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاء راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم
ہے ایک سنة الہدی کہ اوسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسے عادات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی
لباس اور قیام اور قعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہی بلکہ خانیہ مین اسکو مستحب کہا ہو اور ایسا
ہی بدائع مین ہی تأمل قاله الشامي والمندوب كايام البيض من كل شهر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام بیض کے روزے ہم
بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرہوین چودہوین پندرہوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب میں
فرق نہین یعنی وہ فعل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی کیا ہو مگر رغبت اوسکی طرف ثابت ہو کذا فی النہر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دوبار جواز کی تعلیم کے لئے کیا ہو قاله الشامي ويوم
الجمعة ولو منفردا اور شامل ہے جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو ہم نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ
اکیلا مستحب ہی اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی اور اسکی مثل محیط مین ہی اور یہہ سبب بیان کیا ہی
کہ ان ایام کی فضیلت ہی اور انکی روزہ مین عید والون کے ساتھ تشبہ نہین ہے پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کے نقل کی ہی سو وہ
قول بعض کا ہی اور خانیہ مین ہی کہ کچھہ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبداللہ بن عباس اسکا روزہ رکھتے اور افطار
نکرتے تھے اور اس اثر سے استشہاد کرنا دلیل ہی اسبات پر کہ لا باس سے مراد استحباب ہی اور امام ابویوسف نے کہا ہی کہ حدیث اسکی کراہت مین آئی ہی مگر احتیاط

یہہ ہے کہ اگر روزہ پہلے یا پیچھے ملا دے قال الشامی وعرفة لو لحاج لو تضعفه اور نفل مین ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزہ سے ضعیف نہو ھم یعنی نوین
ذیحجہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اوسکو وقوف عرفات مین خلل انداز نہو یا اور دعاؤن کا حارج نہو تو مکروہ نہین کذا فی المحیط اور اگر ضعف ہو
ہو تو مکروہ ہے کذا قال الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ھم یعنی اور ایام تشریق کا کذا فے النہر
اور المکروہ منصب کی علامت سے عطف ہے سنت پر یا مرفوع ہے مبتدا اور کالعیدین خبر اور اسصورتین جو تکلف نفل کے معنون مین کیا گیا کرد کے شامل
کرنے کو اوسکی ضرورت نہین قال الشامی وتنزیہا کعاشورا وحدہ اور شامل ہے مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا ھم یعنی اسطرح کہ نوین
یا گیارہوین کو اوسکے ساتھ نملا یا جاوے قالہ امداد اسلئے کہ مشابہت ہے یہود کے ساتھ کذا فے المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا
اکیلا ھم کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فے البحر اور یہہ علت کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہے مگر بعید کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی قصد مشابہت
سے ثابت ہوتی ہے ونیروز ومہرجان ان تعمدہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصداً رکھے اوسکو ھم نیروز معرب ہے نوروز کا اُس روز کا نام ہے
کہ آفتاب برج حمل مین آتا ہے اور مہرجان معرب ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان مین آتا ہے اور یہہ دونو فارسیون کے عید کے دن ہین
قولہ ان تعمدہ وکذا فے المحیط نہر محیط مین کہا ہے کہ مختار یہہ ہے اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہہ ہے کہ روزہ نرکھے
کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہہ حرام ہے قال الشامی وصوم دھر وصمت ووصال وان افطر الایام الخمسة اور شامل نفل
کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہہ کہ روزہ مین کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہے کہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ
روزہ مین نہین بولتے کذا فے المحیط اور شامل ہے وصال کے روزہ کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ مین افطار نکرے اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہے
اگرچہ پانچدن ممانعت کی یعنی دونو عید کے دن اور تین ایام تشریق مین افطار کرے ھم خلاصہ مین ہے کہ جب ایام منہیہ مین افطار کرے تو مختار یہہ
ہے کہ کچہہ مضائقہ نہین قالہ الشامی وھذا عنہ ابی یوسف کما فی المحیط اور یہہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط مین ہے ھم یعنی مکروہ ہونا
عمر بھر کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اسبہت سے ہے کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری مین ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اوسکی
سرشت ہو جائیگی مشقت نرہیگی کذا فے الحلبی ھی خمسة عشر یہہ تفریع ہے یعم السنة الخ پر یعنی جملہ مذکورات جو نفل مین داخل ہین پندرہ ہین ھم
اسطرح کہ عیدین کو دو شمار کرین اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخون مین موجود ہے اسمین شامل رکھین لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم
الشک باقی رکھیو اور مکروہ تنزیہی سے عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا
روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رکھی اور مندوبات میں سے دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داؤد یعنی ایک روز صوم اور ایک روز افطار اور شش عید کے روزے باقی رکھی
قال الشامی وانواعه ثلثة عشر اور انواع صوم لازم کے تیرہ ہین سبعة متتابعة سات قسمین بلا فصل روزہ رکھی جاتی ہین رمضان وکفارة ظھار
وقتل ویمین وافطار رمضان ونذر معین واعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے
چوتھے کفارہ قسم کے پانچوین کفارہ افطار رمضان کا چھٹے نذر معین ساتوین اعتکاف واجب کی وستة یخیر فیھا نفل وقضاء رمضان وصوم متعة
وفدية حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھ قسمین وہ ہین جنہین رکھنے والیکو اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع
(اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج مین اور سات پھر نیکے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے
پانچوین جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنی جسمین معین مہینے یا پیاپے رکھنے کی قید نہین لگائی اور نہ نیت کی اذا تفرد بھا انتھی

صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل جب یہہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہے ادا رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کی رات سے
نیت کرنے سے ھم ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین اور نفل کی قضا کے لئے رات سے نیت کرنی اور معین شرط ہے جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوا ہی فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اختیار مین کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ مین

دل مین جانے کہ روزہ رکہونگا اور رمضان شریف کی رات مین کوئی مسلمان اس سے خالی نہین اور زبان سے نیت کا کہنا شرط نہین اور بحر مین ظہیریہ سے
نقل کیا ہی کہ سحر کہانا نیت ہی قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہین صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت ھم یعنی اگر نیت کرے
غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ مین کل روزہ رکہونگا پہر سوگیا یا بیہوش ہوگیا یا غافل ہوگیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت
آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تبہی تو جائز ہی کذا فی الخانیہ قالہ الشامی الی الضحوۃ الکبری لا بعدہا ولا عندہا اعتبار الاکثر الیوم ھم
ہی نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اوسکے بعد اور نہ اوسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ھم ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہی اور نہار شرعی شروع صبح
صادق سے ہی غروب شمس تک اور اوسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ مین تعبیر کیا ہی کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہی طلوع
آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ مین جامع صغیر سے منقول ہی کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح
ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روزہ مین ضروری ہی اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہی نہ وقت زوال تک پس اوس سے پہلے نیت شرط ہی
تاکہ اکثر مین ثابت ہو قالہ الشامی بمطلق النیۃ الی متعلق الصوم قال تعالی من للصیام فی السیاق اور درست ہین صیام مذکورہ مطلق سے یعنی روزہ کی
نیت سے پس الف لام بدلہ مضاف الیہ کے ہی ھم مطلق نیت یہہ کہ اوسمین فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان ایک فرض روزہ ان
کے لیے پورا وقت ہی اوسمین دوسرا صوم مشروع نہین پس فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اوسمین تعیین کیضرورت نہین اور
نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہوا اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونون مین مطلق نیت کافی ہی اور چونکہ بعض
لوگون نے اعتراض کیا تہا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہی کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الام
عوض مضاف الیہ کے ہی یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہی کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہی صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان
و نذر معین کا کوئی مزاحم نہین جیسا مطلق نیت مین بیان ہو چکا وخطأ فی وصف کنیۃ واجب آخر اداء رمضان لتعلیق التعیینہ متعین التابع اور درست
ہی باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہہ صحت صرف اداء رمضان مین ہی نفل اور نذر معین مین نہین
کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے متعین ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب شعبان گذر جاوے تو پہر کوئی روزہ نہین سوای رمضان کے بخلاف
نذر کے کہ اوسکا وجوب ناذر کے قول سے ہی جیسا اوسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا کذا فی الشامی الا اذا وقعت النیۃ من مریض او
مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعیینہ فی حقہما یہہ استثنا ہی نیت نفل و خطا فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ وہی
ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہی واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق مین ھم محتاج کی ضمیر یا مریض او مسافر
کیطرف پہرتی ہے تاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہوسکتا ہی کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا تقع عن
رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اوس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنی نفل یا
واجب بموجب اوس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہین کذا فی البحر ھم مین کہتا ہون کہ بحر مین جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہی تو وہ مریض کے حق مین ہے
اور مسافر کے حق مین یہہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اوسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی
نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سے دو روایتین ہین اصح یہہ ہی کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہی اور وہ فرض مین
مین زیادہ ہی قالہ الشامی وہو الاصح سراج وقیل انہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر ھم یہی اصح ہی کذا فی السراج اور کہا گیا ہی کہ یہہ
ظاہر الروایت ہی پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی مسافر نوی واجبا
اخری واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان انہ الاصح لیکن اوائل اشباہ مین ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ سب صورتون مین رمضان ہی سے واقع ہوگا
سوای اوس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اسکو ابن کمال نے اختیار کیا ہی اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ یہی اصح ھم کل سے مراد یہہ

کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے یا مسافر اسیطرح نیت کرے مگر یہہ کہ نیت کرے دوسرے واجب کی تو ادسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہے رمضان کے روزہ ترک کرنے کی تو وہ اسوقت کو دوسرے واجب مین صرف کر سکتا ہے بخلاف مریض کے تنبیہ کلام بحر سے مستنبط ہے کہ مریض کے بارہ مین تین قول ہین ایک وہ جو اشباہ سے یہان مذکور ہے اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور جماعت نے اختیار کیا ہے اور مجمع مین تصحیح کیا ہے اور دوسرا وہ جو متن مین مذکور ہے کہ جسکی نیت کی اوسی سے واقع ہوگا اور ہدایہ مین اسکو اختیار کیا ہے اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے لیکن نفل کیصورتین چاہیئے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرے قول مین تفصیل ہے یعنے اگر صوم اوسکو ضرر کرتا ہے تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھہ ہے تو اوسکا حال مثل مسافر کے ہے پس جو نیت کریگا اوسیکی موافق واقع ہوگا اور اگر صوم اوسکو ضرر نہین کرتا جیسے سو ہضم مین تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھہ ہے پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر مین اسکو اختیار کیا ہے کذا فے الشامی والنذر المعین لا یصح بنیۃ واجب اخر بل یقع عن واجب نواہ مطلقا وفرق بین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہین درست ہوتی کسی دوسرے واجب کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اوسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورت مین اسلئے کہ شارع کی تعیین مین (جیسے رمضان مین ہے) اور بندہ کی تعیین مین (جیسے نذر معین مین ہے) فرق ہے ھ مطلقا کے یہہ معنی کہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیئے کہ نذر معین کیصورت مین جب روزہ اوس دوسرے واجب کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول جیسے بحر مین منقول ہے ظہیریہ سے ولو صام مقیم عن غیر رمضان لو لجہلہ بہ ای برمضان فھو عنہ لا عما نواہ لحدیث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکہا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سے ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہ اوسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہے جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی نیۃ ولو صحیحا مقیما تمییز العبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہے اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے متمیز ہو ھ یعنی کبھی پرہیز کیوجہ سے یا ضد رسے امساک کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہے زفر اور مالک رحمہما اللہ نے کہ ایک نیت تمام مہینے کے لئے کافی ہے جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لئے کافی ہے ھ اور امام زفر سے روایت ہے کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور اگر مسافر ہے تو نہین جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لئے جدید نیت چاہیئے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبری کے مقیم ہو یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ ہم کہتے ہین امام زفر کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزون کا نہین موجب ہے سبکے فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزون کا نماز پر درست نہین والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما اور باقی صیام مین شرط ہے نیت کا متصل ہونا فجر کے ساتھہ اگرچہ حکما ہو ھ باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین افطار اور انکے ملحقات یعنی جزاء صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وھو تبییت النیۃ للضرورۃ اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہے ضرورت کی جہت سے ھ یعنی صبح کیوقت کی اشکل شاق ہے اور حرج شرع مین مدفوع ہے اسلئے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی وتعیینہا لعدم تعین الوقت اور شرط ہے تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزون مین وقت معین نہین بخلاف اداء رمضان اور نذر معین کے کہ انمین وقت معین ہے اور ایسا ہی نفل کیونکہ سوائے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہے قالہ الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ اور شرط نیت معینہ مین نہ مطلق نیت مین یہہ ہے کہ اپنے دل مین جانے کہ کونسا روزہ رکہتا ہے قال الحدادی السنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہہ ہے کہ نیت کا تلفظ کرے ھ سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکہونگا اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکہتا ہون قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیۃ بل بالرجوع

حتماً لانہ یتم بلا کلام علی الفطر اور نیت نہیں باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت سے رجوع کرنے سے باطل ہو جاتی ہے اسطرح کہ رات سے عزم کرے افطار کا عزم نہیں باطل ہوتی یعنی استثنا تا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ حقیقت میں استثنا نہیں ہے بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہے یہانتک اگر ارادہ استثنا کا کرے بالتحقیق تو صائم نہوگا جیسا تاتارخانیہ میں ہے قالہ الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب میں لغو ہے یعنی اسکو صرف نیت افطار سے روزہ نہ جائیگا ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسد بلا لفظ اور نیت روزہ کی نماز میں درست ہے اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہیں کرتی ولو نوی القضاء نہاراً فکما نواہ نفلاً فیقضیہ ملونقضہ لان الجہل فی دار الحرب معتبر ولیکن کالمطلوب بنیتہ اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑدے تو قضا کرے اسواسطے کہ دار الاسلام میں جہل معتبر ہے پس نہ اشکل روزہ نفلی کے کذا فی البحر ہم فتح القدیر میں ایک قول نقل کیا ہے کہ لزوم قضا اوس صورت میں ہے کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہیں لیکن جب نجانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام میں جہل معتبر نہیں خصوص اس صورت میں کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر و متفق علیہ ہے اور ظنی روزہ کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اس گمان سے کہ میرے ذمہ روزہ ہے لسبب الظن مذکور روزہ شروع کیا پھر اوسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہیں تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہیں ہے کیونکہ اوسنے اپنا ذمہ بری کرنے کے لئے شروع کیا تھا نہ یہہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک ہو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ اور نرکھا جاوے روزہ یوم الشک کا یعنی تیسویں تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو ہم شارح نے شرح ملتقی میں کہا ہے کہ ابر سے رد ہو گیا کلام قہستانی وغیرہ یعنی اونسے مقید کیا ہے کہ یوم الشک اوس صورت میں ہے کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسویں ہے یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقوں نے ہلال دیکھا اور اونکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے دیکھا ہو تو یوم الشک نہیں ہے اور ایسا ہی معراج میں ہے کذا فی الشامی لہ علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یہتام اصلاً شرح الجمع للعینی ح الرہاوی یعنی شک کا روزہ بنا بر اس قول کے ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے شہر میں رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنی ہر جگہہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہہ کا دیکھنا دوسرے کے لئے کافی نہیں تو اس صورت میں وہ روزہ روزہ شک نہیں ہے اور روزہ بالکل نہ رکھا جاوے کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی جیسے ابتداءً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے میں کچھ احتیاط نہیں بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا نفلاً ولکنا حیدۃ مگر یوم الشک میں بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہیں اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے ہم نہ فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا متردد ہے اور ایسے ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہے کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب آخر کرہ تنزیہاً اور اگر یوم الشک میں کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریماً اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکھا تو مکروہ تحریمی ہے ہم اسلئے کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کہ اونہوں نے اپنے روزوں میں کچھہ دن بڑہا لئے ہیں اور اسی پر حدیث شریف محمول ہے کہ رمضان سے ایکدو روز پہلے روزہ سے مت سبقت کرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تہی اصح روایت میں اگر نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے ہم سراج میں ہے کہ جب کسی نے اپنے واجب کی نیت سے اوس روز روزہ رکھا تو اوسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے کہ یہہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہو جانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تہی اوسکے لئے بھی کافی نہیں پس مصنف کو یوں کہنا مناسب تہا جیسا ہدایہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہے تو جسکی نیت کی تہی اوسکے لئے کافی ہے اصح روایت میں اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان میں مجرا ہوگا کیونکہ اصل نیت موجود ہے قالہ الشامی والا بان ظہرت فعنہ لو عینا اور اگر ایسا نہو یعنی رمضانیت ظاہر ہو جاوے تو وہ روزہ رمضان

ملتقطاً

کا ہوگا اگرچہ شخص مقیم ہے ھم کیونکہ پہلے معلوم ہوچکا کہ مسافر اگر رمضان مین دوسرے واجب کی نیت کرے تو اوسی واجب کا ہوگا اسلئے کہ
ادا ے رمضان اوسکو مہ واجب نہین والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثۃ فاکثر
اور نفل کی نیت سے روزہ رکہنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہے اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان مین تین روزے
یا زیادہ رکہے کمترم یعنی مثلا اوسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہے اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہہ کہ آخر
شعبان مین چھبیسوین یا ستائیسوین سے برابر روزہ رکہنے شروع کیے اسمین یوم الشک بہی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہے لحدیث
لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ رمضان سے پیشدستی نکرو ایک دو روز کے روزہ کی ھم یہہ حدیث
صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مرفوعا روایت کی گئی ہے اسطرح کہ نہ سبقت کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ جو
روزہ رکہا کرتا ہو تو وہ اوسکو رکہلے اور اس سے مراد نفل روزہ کے سوا ہے اور ہدایہ اور اوسکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہے
کہ ممنوع تقدم ایک دو روزے کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہے اور وجہ تخصیص ایکدو روزے کی یہہ ہے کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو
مہینے مین ہوتا ہے پس ایکدو روزہ زیادہ رمضان سے پیشتر رکہے اور اسکو احتیاط تصور کرے یہہ مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصرا واما حدیث من
صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل لہ لیکن یہہ حدیث کہ جسنے روزہ رکہا روز شک مین اوسنے نافرمانی کی ابوالقاسم صلعم کی تو اسکی کچہہ اصل نہین
ھم زیلعی نے بہی یہی کہا ہے یہہ کہا ہے کہ موقوفا عمار بن یاسر سے یہہ حدیث منقول ہے اور وہ اس جیسی صورتون مین مرفوع کی مانند ہے مین کہتا
ہون کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیے ورنہ یہہ حدیث موقوفا وارد ہے مجاہد سے اور ابو عبیدہ سے اور اوسکو بخاری نے
تعلیقا بیان کیا ہے اسطرح کہ قال صلۃ بن زفر عن عمار من صام الخ قالہ الشامی وتمامہ فی الفتح ولا یصوم الخواص ویفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی
نفیا لتہمۃ النہی اور اگر نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکہے تو خواص اوسدن کا روزہ رکہین اور عوام بعد
زوال کے افطار کرین اسی پر فتوی ہے تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہین ھم فتح القدیر مین ہے کہ خواص اسطرح روزہ رکہین کہ عوام کو خبر نہو
تاکہ جہال کو شبہہ رمضان کی زیادتی کا نہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو
کیفیت صوم الشک کی وہ خواص مین ہے نہین تو عوام مین والنیۃ المعتبرۃ ہہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم ومن لا یعتاد صوم ذلک
الیوم اما المعتاد فحکمہ مامر اور نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہہ ہے کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اس دن کے روزہ کا عادی نہین ہے
اور جو عادی ہے اوسکا حکم سابق مین گذر چکا کہ مکروہ نہین ولا یخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنہ ذکرہ اخی زادہ اور اپنے دل مین
اس بات کا خطرہ بہی نرکہے کہ اگر یہہ دن رمضان کا ہے تو یہہ روزہ رمضان کا ہے ذکر کیا اوسکو اخی زادہ نے ھم حاصل یہہ کہ نیت مین یہہ بہی
نرکہے کہ اگر یہہ دن شعبان کا ہے تو روزہ نفل ہے اور اگر رمضان کا ہے تو روزہ فرض ہے بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقینا اور رمضانیت کا خطرہ دل
مین آنا بہ نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطا روزہ رکہتا ہے کذا قالہ الشامی ولیس بصائم لو تردد فی اصل النیۃ بان نوی ان یصوم
غدا ان کان من رمضان والا فلا اصوم لعدم الجزم اور اس شخص کا روزہ نہین ہے جسنے اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان
ہوگا تو روزہ ہے نہین تو نہین کیونکہ یقینی نیت کا نہین کما انہ لیس بصائم لو نوی انہ ان لم یجد غداء فہو صائم والا فمفطر جیسا اوس شخص کا
بہی روزہ نہین ہے کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ ملا تو روزہ ہے نہین تو افطار ویصیر صائما مع الکراہۃ لو تردد فی وصفہا بان نوی ان کان من
رمضان ففرض والا فعن واجب آخر اور ہوجاویگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتہہ اگر نیت کے وصف مین تردید کی یعنی اسطرح
نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہے تو روزہ رمضان کا ہے نہین تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکرہ لو قال انا صائم ان کان من رمضان والا فعن نفل
اور ایسا ہی مکروہ ہے اگر کہا مین روزہ سے ہون اگر دن رمضان کا ہے اور نہین تو روزہ نفل ہے للتردد بین مکروہین او مکروہ وغیر مکروہ کیونکہ نیت مین

تردد ہے درمیان دو مکروہون کے یعنی فرض و واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان کروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسری مسئلہ مین فان ظہر رمضانیتہ فعنہ والا فنفل فیہما ای الوجہین السابقین ویضمن بالافساد لعدم التنقل فیہما یس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہیں تو نفل ہوگا دونو صورتون مین لیکن واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم آویگی کیونکہ قصداً متنقل نہین تہا ھ اسلئے کہ من وجہ اسقاط فرض کا قصد کرتا تہا تو ظنی روزہ کی مانند ہوا پس جو شروع کرے وہ تو نہین اسقاط تدنظر ہوتا التزام قال الشامی اکل المتلوم ناسیا قبل النیۃ کاکلہ بعدہا وہو الصحیح شرح وہبانیہ منتظر کا کہانا بہولکر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بہولکر کہانا اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح وہبانیہ ھ یعنی یوم الشک مین ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بہولے سے اسے اسمین کچھ کہا لیا معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اگر اب روزہ کی نیت کر لیگا تو جائز ہوگی ہو اسلئے کہ بہولکر کہانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہہ ہے کہ نہیں جائز ہے جیسا قنیہ مین ہے اور اسیکا جزم کیا ہے سراج اور شرنبلالیہ مین قال الشامی ہذا فی مکلف صام رمضانا او الفطر قولہ بدلیل شمنی صیام مطلقاً وجوباً وقیل ندباً کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول بحجت شرعیہ کی رو سے نامانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کیوجہ سے تو وہ روزہ رکہے ہر صورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہے کہ روزہ رکہے ندباً ھ عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکہے تو واجب نہین وہی حکم ہے اگر خود امام تنہا دیکہے لوگونکو روزہ ہی کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر دیکہنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہونے کی جہت سے تو اسصورت مین بہی یہی حکم ہے فان افطر فقط قضیٰ فقط لشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہے دونو مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ مسترد ہونے شہادت کے ھ اور یہی رد کہ یہہ علت سقوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اس جہت سے کفارہ نہین کہ اوسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے کذا فی البحر اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قال الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین فیما اذا افطر قبل الرد والاصح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لانہ یحتمل ان یکون خیالا لا ہلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے اس وجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہہ ہے کہ کفارہ واجب نہین اور اسکی تصحیح کی ہے بہتون نے کیونکہ جو اوسنے دیکہا ہے شاید خیال ہو ہلال نہو ھ حضرت عمر سے منقول ہے کہ جسنے چاند دیکہا تہا اوسکو کہا کہ اپنی بہوونکو دہو پانی سے پہر کہا اب بتا چاند کہان ہے اوسنے کہا وہ تو گم ہوگیا جب فرمایا کہ بال بہو وہین قائم ہوگیا تہا تو نے اوسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا جب علت ہلال رمضان مین تو ہو سکتی ہے اور عید مین یہہ کہ اوسکی نزدیک وہ عید کا دن ہے قال الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہے اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر ھ کیونکہ وہ تو لوگونکے روزہ رکہنے کا دن ہی پس اگر عدل ہے تو چاہیئے کہ وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہہ ہے کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہے کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہے کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہے اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہے کذا قال الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکہنے کیلئے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہہ خبر ہے شہادت نہین خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل منقول ام لسنم قائم ہی قبل کا یعنے قبول کیجاویگی خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا بر اوس قول کے کہ بزازی نے اوسکی تصحیح کی ہے ظاہر الروایت کے خلاف ھ اور سراج اور تجنیس مین بہی اسکی تصحیح کی ہے اور فتح القدیر مین کہا ہے کہ یہہ روایت ہے حسن کی اور حلوانی نے اسکو لیا ہے اور نور الایضاح والا بہی ادہر ہی گیا ہے مین کہتا ہون کہ یہہ بہی ظاہر الروایت ہے کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جسنے امام محمد کے

اقوال اُن کی کتابوں سے جمع کئے ہیں جو ظاہر الروایت کہلاتی ہیں کافی میں یہہ کہا ہے کہ قبول کیجاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا
غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہے قالہ الشامی لا فاسق اتفاقاً نہیں مقبول روزہ کے لئے قول فاسق کا بالاتفاق قسم اسواسطے کہ فاسق
کا قول ایسے دینیات میں مقبول نہیں جنکا حاصل ہونا عادلوں سے میسر ہو سکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ
کے کہ اوسکی خبر میں تحمل کیجاتی ہے اسلئے کہ بعض اوقات ایسی چیزوں کا علماء عادلوں سے میسر نہیں ہوتا قالہ الشامی وھل لہ ان یشھد مع علمہ
بفسقہ قال البزازی نعم لان القاضی ربما قبلہ اور آیا فاسق مجاز ہے اسکا کہ شہادت دیوے باوجود دیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہاں
اسواسطے کہ قاضی کبھی فاسق کی شہادت قبول بھی کر لیتا ہے ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہے اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت
ادا کرے کہ کہیں لوگ صبح کو افطار نکر لیں اور یہہ شہادت فرض عین ہے لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اوسپر ادای شہادت واجب ہے اور
مستور میں دو روایتیں ہیں کذا فی السراج ولو کان العدل قناً او انثی او محدوداً فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ اولا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور
غلام ہو یا عورت یا زنا کی تہمت میں پٹا ہو کہ توبہ کر لی ہو کیفیت رؤیت کی بیان کرے یا نکرے بنا بر مذہب درست کے ہم برخلاف امام فضلی
کے وہ کہتے ہیں کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہے کہ تفسیر کرے اور کہے کہ میں نے شہر کے باہر جنگل میں دیکھا ہے یا کہے کہ شہر میں ابر کے ٹکڑوں
میں دیکھا ہے اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہیں کذا فی الظہیریۃ قالہ الشامی وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہے گواہی
ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہے شہادت غلام اور عورت کی ہم یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام میں کہ وہ مقبول نہیں جبتک
ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں شاہد نہوں کذا قالہ الحلبی ولو علی مثلہما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنی مثل پر ہو ہم
اس تعمیم سے یہہ نکلا کہ ان دونوں کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہے اور اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہے اور کہا کہ میں نے
نہیں دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاھا وتشھد کما فی الخانیۃ اور واجب ہے لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردوں
میں آمد رفت نہیں رکھتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنے مولیٰ کے اور شہادت ادا کرے جیسا خانیہ میں ہے ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے
لہ نے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا نکلے نکاح بطریق اولے نکلیں قالہ الطحطاوی اور ظاہر یہہ کہ اسکا محل وہ ہے کہ اثبات رؤیت اسپر
موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہیں قالہ الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشھد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد
اور ہلال عید میں غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتھہ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں) شرط ہے اور لفظ اشہد اور
حد و دفعے القذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمیں نفع بندہ کا متعلق ہے ہم یہہ علت ہے اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر میں نہ صوم میں یعنی چونکہ
صوم امر دینی ہے اوسمیں یہہ شرط نہیں اور فطر میں نفع دنیاوی ہے پس ارحقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزیں حقوق میں شرط ہیں وہ یہاں
بھی شرط ہونگی قالہ الشامی لکن لا تشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہیں شرط ہے دعوی جیسا نہیں شرط ہے لونڈی کے
عتق میں اور حرہ کی طلاق میں ہم لونڈی کی آزادی میں دعوی اسلئے شرط نہیں کہ اوسمیں حق العبد کے ساتھہ حق اللہ تعالیٰ کا بھی ہے یعنی حفاظت
اپنی فرج کی اسیطرح فطر اگرچہ حق عبد ہے لیکن اوسمیں بھی حق اللہ تعالیٰ کا ہے یعنی صوم اُس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوۃ عید کا واجب
ہونا اسلئے اسمیں بھی دعوی شرط نہیں ہوا اور طلاق میں حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ زوجہ مملوکہ میں دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین
طلاق معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ اور اگر لوگ ہوویں ایسی شہر میں جہاں نہیں کہ اوسمیں حاکم نہ
لینے نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھیں ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہے ایسا معلوم ہوتا ہے [illegible] کی شرح میں کہا ہے
ظاہر یہہ ہے کہ گانوں والوں پر روزہ لازم ہو توپوں کی آواز دن سے یا قندیلوں کی روشنی سے اسلئے کہ یہہ ظاہر علامت ہے اور [illegible] کو مفید
ور غلبہ ظن حجت ہے عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہے اور یہہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شی کیواسطے ہو بعید ہے کیونکہ یہہ امور [illegible]

لیلۃ الشک میں نہیں کہے جاتے مگر ثبوت رمضان کے لیے قال الشامی واقطروا باخبار عدلین مع العلۃ للصحۃ اور افطار کریں دو عدل کے خبر دینے
سے اگر آسمان میں غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے ھ یعنی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہیں جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے
اور سمع اللیلۃ متعلق ہے صاموا اور افطروا دونوں کے ساتھ قال الشامی ولو راٰہ الحاکم وحدہ تخیر فی الصوم بین نصب شاہد بین امر
بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند میں اسکو یہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنی طرف سے مقرر کرے
یا لوگونکو روزہ کا حکم دیدے بخلاف عید کے چاند کے کہ اوسمیں ایک آدمی کافی نہیں ہے کذا فی الجوہرۃ ھ نصب شاہد سے یہ غرض ہے کہ اپنی شہادت
پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ
ہے اوسکے معنی ظاہراً یہ ہیں کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ اس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علماء نے خصومت کی بابت
کہا ہے اگر حاکم کو کسیکے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے کہ اوسکے روبرو مقدمہ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہیں اور اسی
جوہرہ کے معنی کی اسکی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخوں درمختار میں نصب نائب ہے بدل نصب شاہد کے قال الشامی ولا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولاً علی
المذہب اور نہیں اعتبار نجومیوں کا اگرچہ عادل ہوں بنا بر مذہب صحیح ھ یعنی وجوب صوم کے بابمیں معراج میں کہا ہے کہ ان لوگونکا قول بالاجماع
معتبر نہیں اور خود منجم کو نہیں جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر میں ہے کہ منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہیں
اگرچہ منجمین عدول ہوں صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی شرح الوہبانیۃ وقول اولی التوقیت لیس بموجب وقیل نعم والبعض ان
کان یکثر ھ وہبانیہ میں کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنیوالونکا روزہ رکھنے کا موجب نہیں اور کہا گیا ہے کہ ہاں اور بعض کا قول ہے اگر کثیر ہوں
ھ یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد میں ہے اور وہبانیہ
میں تینوں قول نقل کئے ہیں پس پہلے قاضی عبدالجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ منجموں کے قول کے اعتبار کرنے میں کچھ مضائقہ
نہیں اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ انسے پوچھا کرتے تھے اور انکے قول کا اعتبار کرتے تھے بشرطیکہ اونکی جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ
بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہے اور منجموں کا قول ماخوذ نہیں پھر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل
کیا کہ اصحاب ابو حنیفہ سوا ہر شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہیں کہ منجموں کے قول کا اعتماد نہیں کذا قالہ الشامی وقیل بلا علۃ
جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرھم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنی غلبہ ظن
اونکی خبر سے ھ یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی
کیطرف متوجہ ہیں اور کوئی مانع نہیں اور سبکی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہوں اوسکی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت
میں اسلام اور عدالت شرط نہیں جیسا امداد الفتاح میں ہے اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی میں ہے میں کہتا ہوں جو امداد کیطرف نسبت
کیا ہے سو میں نے اوسمیں ملاحظہ کیا وہاں نہیں پایا اور اسلام شرط نہونے میں نظر ہے کیونکہ جمع عظیم کے بیان میں یہ مراد نہیں ہے کہ حد تواتر کو پہنچے
جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اوسمیں اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہے کہ غلبہ ظن کو مفید ہو اور اوسمیں اسلام شرط نہونا اسکو کسی معتبر
نقل چاہیئے قال الشامی اور علم شرعی سے مراد مصطلح اصولیوں کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنی میں ہے اور ہر قسم کی
ہے شامل اور غایۃ البیان اور اسکے سوا میں نقلاً عن الفتح اور صدر الشریعۃ نے جو علم بمعنی الیقین لیا ہے ابن کمال نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ
خطا ہے صدر الشریعۃ سے قال الشامی وہو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب اور وہ امام کی رائے پر مفوض ہے بغیر تعیین
عدد کے بنابر مذہب صحیح کے ھ سراج میں کہا ہے اس جماعت کی تعداد کا مدار رائے امام پر ہے معین نہیں ہے اور ایک روایت میں ابو یوسف سے
پچاس مرد ہیں اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد میں سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب کہتا ہے کہ ۵۰۰ بلخ میں تھوڑے ہیں

اور ان سب مین اسے صحیح یہی ہے کہ امام کی رای پر مفوض ہی اگر اپنے دلمین اونکی درستی اور صحت سمجہے تو صوم کا حکم دے اور مواہب مین اسکو
صحیح کہا ہے اور شرنبلالی نے اسیکا اتباع کیا ہی اور بحر مین فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ
اعتبار خبر متواتر آنیکا ہے ہر طرف سے اور نہر مین کہا ہی کہ یہہ تصحیح سراج کے موافق ہے قالہ الشامی وعن الامام انه یکتفی بشاهدین واختاره
فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہون پر اور بحر مین اسکو اختیار کیا ہی م بحر مین کہا ہی کہ اس
زمانہ مین چاہیئے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہین پس علمانے جو لکہا ہی کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہین
یہہ منتفی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے پہر اسکی تائید کی کہ ولوالجیہ اور ظہیریہ ظاہرا دلالت کرتی ہین کہ ظاہر الروایت
صرف اشتراط عدد ہی نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بہی صادق آتا ہے اور اسیکو صادق کہا ہی نہر مین اور منح مین قالہ الشامی وصحح
فی الاقضیة الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختاره ظهیر الدین اور اقضیہ مین (جو ایک کتاب کا نام ہی)
تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسیکو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہی م اور فتاوے
صغری مین اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہی اور امام محمد نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہی اصل کی کتاب الاستحسان مین مگر خلاصہ
مین کہا ہی کہ ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ شہر اور خارج شہر مین فرق نہین ہی کذا فے المعراج وغیرہ مین کہتا ہون کہ نہایہ مین کہا ہی کہ مبسوط مین ہے
کہ امام اوسکی شہادت جب رد کرے کہ آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان مین ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر
ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہو گی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط مین اسی پر جزم کیا ہی اور اسکے
مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے پہر ذکر کیا ہی کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہی کہ رؤیت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی وکدورت کے
اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبہی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے
تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام مین تصریح ہے کہ یہہ ظاہر الروایت ہی اور حقیقت مین ایسا ہی ہی کیونکہ
مبسوط بہی کتب ظاہر الروایت سے ہی پس معلوم ہوا کہ دونو روایتین ظاہر الروایت ہین کذا فے الشامی وطریق اثبات رمضان والعید ان یدعی وکالة
معلقة بدخوله بقبض دین علی الحاضر فیقر بالدین والوکالة وینکر الدخول فیشهد الشهود برؤیة الهلال فیقضی علیه به فیثبت دخول الشهر ضمنا
لعدم دخوله تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہہ ہی کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنیکی وکالت کا دعوی
کرے جو مشروط ہو رمضان یا عید کے آنے پر پہر یہہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پہر
رویت ہلال پر گواہی دین پس حکم لگایا جاوے ادای دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہین
م یدعی مجہول ہے یا معلوم ہے اور فاعل ضمیر مدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہی یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص
کے تیرے ذمہ اسقدر دراہم ہین اور مجکو اوسنے کہدیا ہی کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہی دین کے قبض کرنیکے لئے اور مہینا زیر حکم
داخل نہین اسکا مطلب یہہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بہی واجب ہو سکتا ہی یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات مین سے ہے اور وجوب صوم
سے ثبوت رمضان لازم نہین آتا اور اسوقت مین فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نرہیگا اگر
آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہون سے ثابت
ہو سکتی ہے حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہین ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہوا اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا تو روزہ واجب
ہوا قالہ الشامی شهدوا انه شهد عند قاضی مصر کذا شاهدان برؤیة الهلال فی لیلة کذا وقضی القاضی به ووجد استجماع شرائط الدعوی
قضی ای جاز لهذا القاضی ان یحکم بشهادتهما بعض نسخون مین شہدا بلفظ تثنیہ ہی اور بعض نسخون مین شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

ما فوق الواحد سے یعنے اگر دو گواہون نے گواہی اسبات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدون نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی
ہے اور اسکے قاضی نے اوسپر حکم لگایا ہے اور شرائط دعوی کی سب پائی گئین تو اُس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء
القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ اُن کے قاضی کی قضا حجت ہے اور یہان کے گواہون نے اوسکی شہادت دی ہے لا لو شہدوا برؤیۃ غیرہم
لانہ حکایۃ نہ حکم دیوے قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رؤیت پر اسواسطے کہ یہہ حکایت ہے ہم یعنے نہ اونہون نے اپنی رؤیت بیان کی نہ غیر کی رؤیت
کی شہادت دی صرف غیر کی رؤیت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اسبات کی کہ اُس
شہر کے قاضی نے لوگون کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہہ فعل قاضی کی حکایت ہے اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسیواسطے مجموع النوازل
کی قید لگائی نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شائع ہو جاوے تو لوگون کو
لازم ہوگا روزہ رکھنا شائد مذہب صحیح کذا فی المجتبی ہم ذخیرہ مین ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہہ ہے کہ خبر جب پہیل جاوے
اور متحقق ہو جاوے دوسرے شہر مین تو او نکو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعدد
آکر بیان کرین واکی خبر کہ اونہون نے روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بھلی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت
پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کسنے شائع کین چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اوسکا
ذکر کرینگے اور کہین گے کہ ہم نہین جانتے کسنے کہا ہے اسکو پس اس قسم کی بات لائق سماعت کے بھی نہین ہے چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین
کہتا ہون کہ یہہ خوب کلام ہے اور اسیکی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا استفاض وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین
حل الفطر [illegible] نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے روزہ رکھا ہو تو بعد تیس دن کے افطار
حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ یہ متفق ہے [illegible] یعنی اگر انتیسوین رات کو
ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے ہدایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف
تصحیح کی ہے مجموع النوازل مین اور سید امام الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج
اور جوہرہ سے اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور بعض ہین کہ [illegible]
افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اور اگر روزہ رکھا
ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہوا ہے یعنے یہ کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے
ہم حیث یجوز مین حیثیت تقییدیہ ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کرلی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی ایسا ہے جو ایک
کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لینے مین جب آسمان صاف ہو
بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی
کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قالہ الشامی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ
سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے ہم یہہ استدراک ہے اوسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف
امام محمد کا اسوقت ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے
اور خلاف اسصورت مین ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے جیسا
شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہے غایۃ البیان مین کہا ہے کہ محمد کے قول کیوجہ کہ وہی قول اصح ہے یہہ ہے کہ افطار
ایک شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتی اور امام

سے پوچھا تو جواب مین یہہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک
آدمی کے قول پر حکم لگایا تو اسی بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہوگیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان غم ہلال الاضحی و
زیلعی مین ہے کہ مشایخ سے یہہ ہے کہ اگر ابر ہو تو ہلال اضحی ہلال فطر کی طرح ہے اور جو ابر نہو تو نہین وہلال الاضحی وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب
اور بقر عید کا چاند اور باقی نو مہینون کا مانند عید کی ہے صحیح مذہب پر ہم قولہ والاضحی کالفطر یعنے ذوالحجہ شوال کی مانند ہی پس ابر
مین ثابت نہو گا مگر دو مرد دونسے یا ایک مرد دو عورتون سے اور صفائی کیحالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر مین امام صاحب
سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہی اور تحفہ مین اسکی تصحیح کی ہے لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسکی تصحیح ہدایہ
اور اوسکی شروح اور تبئین مین کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہی کہ وہ مذہب ہی کذا فی البحر اور باقی نو مہینے
کا چاند مثل عید کے چاند کی ہے یعنی انمین مقبول نہو گی مگر گواہی دو مردونکی یا ایکمرد دو عورتونکی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ
نہون جیسی اور احکام مین کذا فے البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہی کہ ان مہینون کا حکم صفائی کیحالت مین مانند
رمضان اور عید کی ہے یعنی جماعت عظیم چاہیئے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ ظاہر یہہ ہے کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین کچھہ فرق
نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردون نے گواہی دی صفائی
کیصورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان بہ ثبوت شرعی ثابت ہوگیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان
صفائی کیحالت مین دو شخصونکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اسصورت مین اوسکا ثبوت ضمنی ہی اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین گنجایش
ہوتی ہے جو قصدیات مین نہین ہوتی قالہ الشامی ورؤیتہ بالنہار لللیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دن کو
نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اوسکو حدادی نے ہم یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد
زوال کے اور مذہب کے معنی یہہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہی بدائع مین کہا ہی پس وہ دن رمضان کا نہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف
کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بے شک آیندہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہی اور وہ دن رمضان کا
ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہی ہر صورت مین اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف
کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہی اور یہہ دن عید کا ہی اسلئے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً
مگر یہہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کی نزدیک
اصل یہہ ہی کہ دنکی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رؤیت بعد الغروب کا ہی کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پس امر
صوم و افطار کا رویت کے بعد ہی اسصورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہی انتہی ملخصا فتح القدیر مین ہی کہ حدیث شریف
موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور عتبار درر مین سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہی نزدیک صحابہ اور تابعین و من بعدہم
کے بخلاف ما قبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف المطالع ورؤیتہ نھارا قبل الزوال
وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دن کو چاند دیکھنا زوال سے
پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہی کذا فے البحر عن الخلاصۃ ہم جاننا چاہیئے کہ
نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہی یعنی کبھی دو شہرون مین اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے مین
نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہی اختلاف مطالع شمس کا
کہ جب ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف

سو کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہہ چاند دیکھا
نظر آوے سبکو اوسی پر عمل کرنا لازم ہے یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ
موجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوئے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے
نزدیک بھی یہی صحیح ہے کیونکہ ہر قوم کو خطاب الشارع انکے موافق ہے جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے
یہان معتمد ہے اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہے مطلق رویت کے ساتھہ حدیث صوموا لرؤیتہ مین بخلاف
اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو
روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو ان لوگونکی رویت اوس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا
سابق مین گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت دین یا خبر مستفیض ہو بخلاف اوس صورت کے کہ دو آدمی
شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہے کیونکہ یہہ حکایت ہے حلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہہ
ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہے کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ ہے

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا راوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکرہہ البزازیۃ جب چاند دیکھیں
تو مکروہ ہے کہ اوسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہے جیسا سراجیہ مین ہے اور بزازیہ کے باب الکراہیۃ مین ہے مگر یہہ بقصد کہلانے
دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکھا ہے اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی +

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہہ باب ہے اون چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین
ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونو لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین
ایک وہ جسکا کرنا مباح ہے دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہو الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین
ہم اور معاملات مین فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھہ مترتب نہووے تو بطلان ہے اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہے تو فساد ہے یہہ
سمت ہے حلبی عن البحر بیان اسکا یہہ ہے کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اوسپر غیر مترتب ہے تو یہہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط
فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالے کر دیا تو مشتری اوسکا مالک ہو جاتا ہے لیکن اوسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہے تو یہہ بیع فاسد
ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اوسکا مالک صحیح ملک کے ساتھہ ہوگا یہہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم
او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہے اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی
یعنے روزہ نہیں ٹوٹتا جب کہاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع کرے بہولکر فرض مین یا نفل مین نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن
القنیۃ ہم علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھہ متعلق ہے اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہے اور اوسکی صورت یہہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان
ثابت ہونیکے انتظار مین افطار کی چیزون سے توقف کیا اور بہولکر کچھہ کہا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کر سکتا ہے اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا
بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کہا لے تو اوسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہے صوم قضا وکفارہ مین ہان البتہ نسیان
متصور ہو سکتا ہے اداء رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے ہم جیسے
جب بہولکر کہاوے پھر کوئی شخص اوسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کہالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض
کے کہ اونہے الظہیریۃ اسواسطے کہ ہر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہے پس اوسپر واجب تہا کہ تامل کرتا اور اوسپر التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہون
لیکن اوسپر کفارہ نہین یہی مختار ہے جیسا تاتارخانیہ مین ہے منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو جیسے روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی بہت سی ضعف ہو لیکن کہا لیوے تو عبادات کو
اچھی طرح ادا کرے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح ھم بحر الرائق میں کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت میں یاد دلانا لازم ہے حتیٰ کہ
نہ یاد دلانا مکروہ ہے ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد میں عذر نہیں ہے یعنی اگر ودیعت کو بھولکر کھا جاوے تو اوسکا ضمان
لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ نہیں ہے کذا فی الشامی او دخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنه
اور روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق میں غبار داخل ہو یا مکھی یا دھوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ نا ممکن ہے ھم اور قیاس
فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت میں کیونکہ مفطر پیٹ میں پونہچا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الهدایه ومفاده انه
لو ادخل حلقه الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا وعنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنه فلیتنبه له کما بسطه الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے
کہ اگر بقصد دھوان حلق میں پہنچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئیسا دھوان ہو اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے
کہ خبردار رہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے ھم یعنی کسیصورت سے دھوان داخل کیا ہو یہانتک کہ اگر بخور کیا اور بقصد اوسکو سونگھا روزہ
کی یادگاری کیحالت میں تو روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور اس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کی
سونگھنے کی مانند سمجھنا نچاہیئے کیونکہ فرق ہے اسمین کہ ہوا خوشبودار ناکمین جاوے اور اسمین کہ خود دھوان اپنے فعل سے جوف مین پہنچا دے اور
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اسکی تصریح کی ہے قاله الشامی او ادهن
او اکتحل او احتجم وان وجد طعمه فی حلقه یا روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اپنے حلق مین پاوے
ھم اور ایسا ہی اگر تھوک میں اوسکا رنگ پاوے اصح روایت پر کذا فی البحر نہر میں کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق مین ایک اثر ہے جو مسام کی
سے داخل ہوا اور مفطر وہ شے ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانیمین پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور امام نے جو پانی مین داخل
ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ مین مکروہ کہا ہے سو وہ اسجہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری مین تنگدلی معلوم ہوتی ہے نہ یہ کہ
موجب افطار کا ہے قاله الشامی او قبل او لمس ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجها مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا
یا احتلام ہوا یا انزال ہوگیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صور تو مین
روزہ نہیں ٹوٹتا او بقی بلل فی فیه بعد المضمضة وابتلعه مع الریق یا منہ مین تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اوسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا
ھم فتح اور ہدایہ مین اسکو مثل دخول غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یون چاہیے کہ پانی منہ
سے گرانیکے بعد تھوکنا شرط ہو کیونکہ پانی تھوک مین ملا رہتا ہے البتہ تھوکنے مین مبالغہ شرط نہونا چاہیئے قاله الشامی کطعم ادویة ومص اهلیلج
جیسے مزہ دوائیون کا اور چوسنا ہڑ کا ھم یعنی دوائیونکے کوٹنے سے اونکا مزہ اگر اپنے حلق مین پاوے تو روزہ نہیں جاتا جیسا محیط مین ہے
اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قاله ابو عبید والفراء یعنی اگر ہڑ کو چباوے اور تھوک اوسکا حلق مین جاوے لیکن اوسکی اجزاء مین سے کچھ
نجاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التتارخانیه وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیزنکے کہ اوسکے چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے
او دخل الماء فی اذنه وان کان بفعله علی المختار یا داخل ہو پانی اوسکے کان مین اگرچہ اوسکی فعل سے ہو تو روزہ نہیں جاتا مذہب مختار پر ھم
ہدایہ اور تبیین مین اسکو اختیار کیا ہے اور محیط مین اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ مین کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ مین یہ تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان مین چلا گیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اوسکی فعل سے جوف مین پہنچا تو اوسمین صلاح بدن
کا اعتبار نہیں ہے اور یہی بزازیہ مین ہے اور فتح اور برہان مین اسکو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیه حاصل یہ ہے کہ اگر تیل کان مین ڈالا تو بالاتفاق
روزہ جاتا رہتا اور اگر پانی کان مین چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان مین ڈالا تو اوسمین اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قال الشامی کما لو حلق ادمه بعود فیه بعض الدهن وقطرة من الدهن لم یفسد صومه اور اگر لکڑی کسی کان میں ڈالا پھر اوسکو نکال لیا اور
اوسپر میل تھا پھر اوسکو کان میں ڈالا اگرچہ چند بار بہم ایسا کیا تو مسئلہ کو مشتبہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بارہ میں ہی کہ اسمین بالاجماع روزہ نہیں جاتا
اور ظاہر یہ ہو کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہے ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہی قال الشامی والظاہر ان الاجماع علی عدم الفساد فی
المذھب والا فمذھب الشافعیة الفساد کذا فی البحر اگر جو چیز دانتوں میں ہو لب کے سبب سے نگل گیا جو دانتوں میں تھی بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب
کے تابع ہے اور بحر میں کہا ہے کہ اتنی چیز قلیل ہے اس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کی برابر ہے تو روزہ ٹوٹ
جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین اسنانه فدخل حلقه یعنی او لم یصل الی جوفه یا نکلا خون دانتوں سے اور چلا گیا حلق میں
سے جوف تک نہیں پہنچا ھم متن کی اطلاق سے ظاہر معلوم ہوتا ہو کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہیں جاتا اور جیزمین اسی
کی تصحیح کی ہے جیسا سراج میں ہی اور کہا ہے کہ وجہ یہ ہی کہ عادۃً اس سے احتراز ناممکن ہے اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے
شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف میں نہ پہنچے مصنف کی اتباع سے کہ اونسے اپنی شرح میں لکھا ہے اما اذا وصل
الی حلقه الدم او دخل ووصل الی الجوف اذا کان غالبا یفطر لیکن جبکہ پہنچ جوف میں پس اگر خون غالب ہو یا برابر اور تھوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو ویسا تو نہیں فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوی اسکا مزہ کذا فی البزازیة واستحسنه المصنف وهو ما علیه الاکثر
اور اسکو مصنف نے پسند کیا ہی اور یہ تفصیل جو ذکر ہوئی وہی جسپر اکثر مشائخ ہیں اور قریب ہوکہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا ھم یہی اکثر کا قول
الا ان یجد الطعم فی حلقه مین اور استثناء ضمیر کا اسجگہ صحیح نہیں ہے قال الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفه او رمی سهم فی جوفه یا کوئی
دیا جاوی نیزہ کسی پھر پہنچ جاوی جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوی یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہیں جاتا ھم اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک
جماعت نے کی ہے اور جامع صغیر کی شرح میں کہا ہو کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوی تو اسکو کتاب میں ذکر نہیں کیا اور اسمین اختلاف ہے
بعضے کہتے ہیں کہ روزہ ٹوٹجاتا ہے جیسا لکڑی دبر میں چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہو کہ نہیں ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اسکی طرف سے کوئی
فعل نہیں پایا گیا اور نہ اسمین اسکی بدن کی اصلاح ہی قال الشامی کما لو بقی فی جوفه بخلاف الجائفة اذا نفذ الدواء من الجانب الاخر جیسے اگر والی
جاوی کنکری ایسی زخم میں جو جوف تک پہنچا ہوا ہی یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ اسکا فعل کچھ نہیں اور نہ اوسکے
بدن کی اصلاح ہی بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اوس سے روزہ جاتا رہیگا یا تیر اس طرف سے دوسری طرف نکل جاوی یعنی اس سے بھی
روزہ نہیں جاتا ولو بقی النصل فی جوفه فسد او اگر پیکان اندر باقی رہگئی تو روزہ ٹوٹ گیا ھم یہہ ایک ہی دو قولون مذکورون میں کا
اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال میں فرق نہیں ہے فتح القدیر میں تصریح کی ہے کہ خلاف دونوں میں جاری ہی اور روزہ باقی
رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہو کہ دونون میں عدم افطار صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح میں
اضطراب ہے کہ پہلے میں صحیح قول نقل کیا اور دوسرے میں اوسکا مقابل قال الشامی او ادخل عودا ونحوه فی مقعدته وطرفه خارج وان
غیبه فسد یا داخل کرلیا لکڑی وغیرہ کو دبر میں اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبة او خیطا ولو فیه لقمة مربوطة الا ان ینفصل منها شیء روزہ نہیں جاتا اگر نگل لے لکڑی یعنی اگر
حلق میں غائب ہو جاویگی تو جاتا رہیگا نہیں تو نہیں یا نگل لے دھاگا اگرچہ اوسمین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہہ کہ اوسمین سے کچھ جدا ہوجاوے
یعنے پیٹ میں رہجاوی تو روزہ جاتا رہیگا ومفاده ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہہ ہی کہ اندر
داخل ہونیوالی چیز کا ٹھہرنا پیٹ میں شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع ھم یعنی جب علما نے تعمیم کردی کہ داخل ہونیوالی چیز میں سے
اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جائیگا نہیں تو نہیں اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ میں رہجانا شرط ہے کذا فی الطحطاوی او ادخل اصبعه

الیابسۃ فیہ الی دبرہ او وجہا ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہین جاتا اگر سوکہی اونگلی دبر مین دی یا عورت نے اپنی فرج مین اور اگر اونگلی تر ہو تو فاسد ہوگا ھم ادخل کی ضمیر شخص صائم کیطرف پہرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکہی اگر غائب ہوگئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج مین نکلی ہوئی رہی تو نہین ٹوٹا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وھذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا مین مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہہ تک پہنچگیا تو روزہ فاسد ہوگیا اور یہہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے ھم موضع حقنہ سے مراد وہ جگہہ ہی جہان دوا آلہ کے وسیلہ سی پہنچاین گرتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر ان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تہا بہول کر پہر نکال لیا یاد آتے ہی تلبس اس سے روزہ نہین جاتا ایسا ہی روزہ نہین ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمداً جماع کیا پہر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہوگئی اور حرکت نہین کی تو صرف قضا لازم ہی اور اگر اپنی نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور کفارہ دونو لازم ہین ھم حتی امنی فساد کی شرط نہین ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لئے ذکر کیا ہے شارح نے یہان صرف ترددات وجوب کفارہ کا ذکر کیا ہے حال آنکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونو روایتین ذکر کی ہین بدون ترجیح کے اور بدائع مین ہی کہ عدم الفساد اوسصورت مین ہے کہ نکال لے بعد یاد آنے کے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اوسپر قضا ہی کفارہ نہین ظاہر الروایت مین اور روایت ہے امام ابو یوسف سی کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت مین اسواسطے کہ ابتداء جماع قصداً تھی اور جماع ابتداءً و انتہاءً ایک ہی ہے تو جماع بالقصد سی کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سی اور توڑنا ہوتا ہی بعد وجود کے اور اسکا جماع مین مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلئے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنیکی صورت مین متفق علیہ ہے کیونکہ ابتداء جماع اسصورتمین عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سی شبہہ آگیا اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ اوسمین شبہہ ہی خلاف امام مالک کا یعنی اونکے نزدیک بھولکر کہانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصداً جماع کریگا تو انکی نزدیک کفارہ نہین غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہے نہ یاد آنے کیصورت مین اور ظاہر الروایت کیوجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر تحریک مین کچھہ فرق نہین ہے قالہ الشامی کا کل ثم نزع ثم ادخل یجب الکفارہ واجب ہی اگر نکال لیا پہر داخل کیا ھم یعنی دونو مسئلو نمین کیونکہ خلاصہ مین ہی اگر یاد آنے پر نکال لیا پہر عود کیا تو کفارہ واجب ہی اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ تذکر مین چاہیئے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم ہوچکا کہ اوسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہی اور شاید یہہ دوسری قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار اسکا نہین ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پہینکدیا لقمہ اپنے منہ مین سے روزہ یاد آتی ہی یا فجر ہوتے ہی یعنی روزہ نہین جاتا اور اگر نگل لیا اسطرح کہ منہ مین سی نہین نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر منہ سے نکال کر اونگلی ہوئے کو کہا گیا تو کفارہ لازم نہین ھم کیونکہ طبیعت اس سی نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سی منقول ہی قالہ الشامی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ و فخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قبل اور دبر کے سوا دوسری جگہہ مین مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نجائیگا ھم یہان مراد فرج سی قبل اور دبر دونو ہین اسواسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو شامل نہین لغۃً لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب مین

کہا ہے کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہے باتفاق اہل لغت کے پہر کہا ہے کہ قبل اور دبر دونو فرج ہین حکم مین قالہ الشامی
وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا ہاتھہ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے
بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے ہم یہہ حکم اسصورت مین ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا مفطرات مین تصریح
آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سے متبادر انزال ہی ہے بقرینہ مابعد کے پس یہہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی ولو
خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھہ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اوسپر کچہہ وبال نہو
ہم سراج مین ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دلکو احاطہ کر رہی تہے اور یہہ شخص بینکاح تہے نہ بیبی ہے
نہ باندی یا ہے لیکن اوسکو اوس تک پونہچنے کی قدرت نہین تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ مین توقع رکہتا ہون کہ اوسپر وبال نہو لیکن
جس صورتین کہ مزہ لینے کے لئے کریگا تو گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص
کسی چوپایہ مین داخل کیا یا انسان مردہ مین بغیر انزال کے یعنی اس سے صوم نہین جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس
فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتہہ لگایا یا اوسکا منہہ چوم لیا پہر انزال ہوا ہم یعنی باوجود انزال کے ان
صورتین روزہ نہین جاتا تو بغیر انزال بطریق اولے نجاویگا اور بحر اور زیلعی وغیرہ مین اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہین جاتا ام
صورتین اگرچہ انزال بھی ہو جاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپ
عضو کے سوراخ مین پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پونہچ جاوے صحیح مذہب پر ہم یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا یہہ قول ہے ابوحنیفہ کا
اور محمد بھی اونکے ساتھہ ہین اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہے اسبات پر
کہ مثانہ اور جوف مین منفذ ہے یا نہین اور ظاہر یہہ ہے کہ اسمین منفذ نہین اور پیشاب اسمین براہ مسامات مثل عرق کے جمع ہو جاتا ہے
اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہین زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی مین رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا قالہ الشامی
واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ مین ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کی ہے
او اصبح جنبا او بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت مین صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ
نہین جاتا او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فادخل حلقہ نزل الی راس انفہ یا داخل ہوا اوسکی ناک مین یعنی منہہ سے اوترا یا رینٹ پہر اوپر
کو کہینچ لیا پس حلق مین چلا گیا اگرچہ ناک کی پہننگ تک آجاوے ہم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہین ہوتا کالو ترطب شفتاہ بالبزاق
عند الکلام ونحوہ فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستنشقہ جیسا اگر تر ہو جاوین ہونٹہ تہوک سے بات کرنے وغیرہ مین پہر
اوسکو نگلجاوے یا پونہچ جاوے لعاب اوسکا تہوڑی تک مثل دہاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پہر اوسکو سانس سے چڑہا لیوے ہم بعض نسخ مین
فاستنشقہ ہے یعنی استنشاق سے اور وہ مناسب نہین کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا اخذا قالہ الشافعی القادر علی مج النخامۃ
فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر چڑہا لینا یا کہینچ لینا رینٹ اور تہوک کا بالقصد ہو یعنی ان سے روزہ نہین جاتا برخلاف امام شافعی کے اونہین
جو قدرت رکہتا ہے کہ تہنکار کے پہینک دینے پر لینے باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اونکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاویگا پس احتیاط
چاہیے ہم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور یہہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نکلجاوے
بعد اسکے کہ تہنکارنے کے باعث حلق سے منہہ مین آگیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہین ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان
کرہ یا چکہی کوئی چیز منہہ سے اگرچہ چکہنا مکروہ ہے لم یفطر جواب الشرط نہین ٹوٹتا روزہ ان صورتون مذکورہ مین شارح نے کہا کہ لم یفطر
جواب ہے شرط کا جو شروع باب مین مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو ابتلع بزاقہ مرارا وان فیہ صفۃ البزاق اور یہی حکم ہے اگر

اگر دھاگا بانٹنا تھوک مین تر کرکے چند بار اگرچہ اوسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو م یعنے جب تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اوسکو
بھگودی پھر اوسکو منہ مین چند بار ڈالے اگرچہ کچھ تھوک مجتمع تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ بچا ویگا اور زندویسی کے نظم مین ہے
کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فی القنیہ قالہ الشامی اِلّا اَن یکون مصبوغًا وظهر لونه فی ریقه ابتلعه اگرا مگر جبکہ ہو تاگا رنگین اور
اوسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پھر اوسکو نگلجاوے اور روزہ یاد ہو تو اسصورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمه ابن الشحنة فقال ۵ مکرر
بل الخیط بالریق فانّا لا + بادخاله فی فیه لا ینتقض اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہی اور کہاکہ باربار تاگا بھگونیوالا تھوک مین بانٹتے ہوئے
نہین نقصان اوٹھاتا ہے تاگا منہ مین داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد نہین ہوتا م مکرر مبتدا مضاف ہی اور بالریق متعلق بل کے اور بادخاله
متعلق خبر کے ہے ۵ وعن بعضهم اِن یبلع الریق بعد ذا + یغیر ترکیب لونه فیه یظهر ۵ اور بعض مشائخ سے مروی ہی کہ اگر تھوک نگلجاوے بعد
تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہی جیسا رنگ کہ اوسکی رنگت تھوک مین ظاہر ہو م یعنی جیسا گلنار رنگ کا روزہ توڑتا ہی اور اسمین
خلاف نہین ہی اور لونه کی ضمیر صبغ کیطرف پھرتی ہی اور فیه کی ضمیر ریق کیطرف اور یہہ متعلق ہی یظهر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء
کان تمضمض فسبقه الماء او شرب نائمًا او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا سے جیسے کلی کی اور منہ مین پانی چلاگیا
یا پیلیا سوتے مین یا سحر کہائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی ھم ان افطر الخ شرط ہی اسکی جزا آگے مذکور ہوگی یعنی قضی فقط
اور یہان سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنیکے یہہ معنی کہ ایسا فعل متصور کرے جس سے
روزہ ٹوٹجاوے لیکن قصد روزہ توڑنیکا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہہ کہ اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق مین چلاگیا پس اگر روزہ یاد ہے
تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھہرانے مین یہہ کلام ہی کہ نائم کا فعل قصداً نہین ہان نہر مین البتہ تصریح کی ہی کہ مکرہ اور
نائم مخطی کی مانند ہین بہولنیوالیکے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بہولنیوالیکا ذبیحہ حلال ہی کذا فی البحر
عن الخانیہ رحمتی نے کہاکہ اسکی معنی یہہ ہین کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ نکرنے مین بخلاف نوم اور جنون کے سو اسیطرح مفطرات مین
نسیان عذر ہوا کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہی اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہی اسلئے نسیان کے
ساتھہ ملحق نہوا قالہ الشامی او اوجر مکرهًا او اوسکے حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوی بزور ھم حلق مین ڈالنا شرط نہین ہے بلکہ اگر کہالیا یا پیلیا
زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہوجاویگا پس لفظ اوجر اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صور مذکورہ کو اور شامل ہو اوس
اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائمًا یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز سونے کیحالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی
واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اُس سے مراد رفع گناہ کا ہی ھم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی رُفِعَ عَن اُمَّتِی الخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا استُکرِهُوا عَلَیهِ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہین
کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہی کیونکہ وہ مانند بہولنیوالیکے مرفوع القلم ہین اسکو جواب کی تقریر یہہ ہی کہ حکم یہان سے تصحیح کلام
کے لئے مقدر ہی تو اقتضاءً ثابت ہی اور مقتضی کے لئے عموم نہین ہوتا یعنے جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہی تو دوسرے معنون کا
ارادہ یعنی حکم دنیاوی کا کہ فساد صوم ہی درست نہین اور بہولنیوالیکا روزہ جو سلامت رہتا ہی تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے
کہ آپ نے فرمایا جو شخص بہولجاوے اور روزہ سے ہو پھر کہالے یا پی لے تو چاہیئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو کہلا
پلا دیا ورنہ قیاس اوسمین بھی یہی چاہتا تہا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ھو وفی التحریر المواخذۃ بالخطاء
جائزۃ عندنا خلافًا للمعتزلۃ اور تحریر مین ہی کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہی (یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر) برخلاف معتزلہ کے
او اکل او جامع ناسیًا او احتلم او انزل بنظر او ذرعه القیء فظن انه افطر فاکل عمدًا للشبهة یا کہایا یا جماع کیا بہولکر یا احتلام ہوگیا

یا انزال ہوگیا نظر سے یا قے آگئی اور ان صورتوں میں اوس نے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پہر جانکر کہالیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ
کفارہ شبہہ کے جہت سے ھ یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت میں ہوا اسلئے کہ کہانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہت
کہانے پینے جماع کرنے قصدی کے رکہتی ہے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسی جماع سہو کو اوسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہے
کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے سہو کر کہانے سے اور سہو قے آنا مشابہ ہے قصداً قے کرنیکو اور ایسا ہی احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت
سے پس قضا شہوت عمد آنے کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پہر کہالیا تو بے شک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ اختلاف
کا ہے نہ اشتباہ کا کذا فی الشامی ولو جامع عامداً بعد ما افطر ناسیاً لزمه الکفارة الا فی مسألة المتن فلا کفارة مطلقاً علی المذهب لشبهة خلاف مالك
خلافاً لهما کما فی المجمع وشروحه فیقید اطلاق المتن بما هو للبیان لا للاتفاق اور اگر جانتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو اوسکو کفارہ لازم ہے مگر متن کے مسئلہ
میں یعنی جب سہو کر کہاوے یا جماع کرے پہر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پہر کہالے قصداً کیونکہ اسمیں کفارہ نہیں ہے سو نہیں صحیح مذہب پر یعنی افطار
کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اونکے نزدیک متن کے مسئلہ میں بھی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا مجمع اور اوسکی
شروح میں ہے پس متن کی قید اسلئے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے نہ واسطے احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفه شیئا او اقطر فی
اذنه دهنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑہائی یا ٹپکایا کان میں تیل یا داوی جائفة او آمة فوصل الدواء حقیقة الی جوفه ودماغه
جائفہ اُس زخم کو کہتے ہیں جو جوف تک پونہچ یا پار ہوجاوے اور آمہ اوس زخم کو کہتے ہیں جو ام الدماغ یعنی دماغ کی جہلی تک پونہچ جاوے
ہڈی توڑ کر یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پہر پہنچی وہ حقیقت میں جوف تک جائفہ میں اور دماغ تک آمہ میں ھ بحر میں کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ
درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہے پس جو چیز سر میں پونہچی ہو وہ پیٹ تک پونہچ جاتی ہے اور حقیقت میں دوا پونہچنے سے اشارہ
ہے اسبات کی طرف کہ جو ظاہر الروایۃ میں واقع ہوا ہے کہ فساد دوا تر کے ساتھ مقید ہے بناء عادت پر مبنی ہے کہ دوا تر پونہچ جاتی ہے نہ خشک
ورنہ حقیقت وصول معتبر ہے یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پونہچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوا تر نہیں پونہچی تو فاسد نہوگا
اور خلاف اس صورت میں ہے کہ معلوم نہو یقیناً تو تر کی صورت میں فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادة اور صاحبین کے نزدیک نہیں کذا قاله
فی الفتح قال الشامی او ابتلع حصاة ونحوها مما لا یاکله الانسان او یعافه ویستقذره یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہیں
کہاتا ہے یا کروہ جانتا ہے یا نفرت کرتا ہے ھ کنکر وغیرہ کے کہا لینے میں قضا واجب ہے کیونکہ صورۃً افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہیں آتا
کیونکہ معنیً افطار نہیں پایا گیا یعنے جوف میں پہنچانا ایسی چیز کا جسمیں نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلئے کفارہ منتفی ہوا قاله الشامی عن البحر
ونظمه ابن الشحنة فقال ھ ومستقذر منه غیر ماکول مثله کمثل ملتکیه ملیح فیجمع اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا جو شئے کہ طبیعت اوس سے
نفرت کرتی ہے اور غیر ماکول ہے نوع انسانی کا تو اسکو کہانے میں کفارہ لغو اور متروک ہے او لم ینو فی رمضان کله صوما ولا فطرا مع الامساک لانه
[illegible] یا نیت نکی تمام رمضان میں نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک کے کیونکہ اسمیں خلاف زفر کا ہے ھ یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ واجب نہوا
نہیں کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ اونکے نزدیک وہ صائم ہے کیونکہ اونکے نزدیک صحت واقامت وامساک چاہیئے گو نیت نہو اور تعلیل تعریض اوس
بحث کیطرف ہے جو بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آتا اور ترک شبہہ کے ساتھہ تو اصل کی تحقیق کے سبب
ہوتا ہے جیسا مسئلہ آئندہ میں ہے قال الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمداً ولو بعد النیة قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعی یا صبح کرا یسحال میں
کہ نیت صوم کی نہیں کی تہی پہر جانکر کہالیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کہایا ہو تو قضا لازم ہے نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے
ھ کیونکہ صوم اونکے نزدیک نہیں صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہیں صحیح ہے تو اونکے نزدیک روزہ ہی نہیں جسکے توڑنے سے کفارہ لازم
آوے قاله الحلبی ومفاده ان الصوم بمطلق النیة کذلك اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھہ بھی یہی ہے اھ

دخل حلقہ مطر او ثلج بنفسہ لامکان التحرز عنہ فصار بمنزلۃ الغبار والقطر ثم معہ او عرق فیہا داخل ہوجانی مین مینہ یا برف
از خود کہ اسمین بھی قضا لازم ہی کیونکہ اس سی احتراز ہوسکتا ہی منہ بند کرنے سی بخلاف مثل غبار کے اور بخلاف ایک دو قطرہ آنسو کے یا عرق کے
کہ اوس سی بچنا ممکن نہین اسلئی قضا بھی نہین و اما الاکثر فان وجد الملوحۃ فی جمیع فمہ واجتمع شیٔ کثیر ابتلعہ فطر والا لا خلاصہ اور قطرون
سی زیادہ یعنی اگر شوریت تمام منہ مین پاوی اور بہت سی جمع ہوجاوین اور اونکو نگلجاوی تو روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہین ٹوٹیگا کذا فی
الخلاصہ ہم یعنی ایک دو قطرہ اگرچہ آن کا مزہ منہ کی کسی جانب مین پایا جاوی لیکن حلق کی جہت سی حلق تک نہین پہونچ سکتی متفرق ہو جاتی ہین
قالہ الشامی او وطئ امرأۃ میتۃ یا وطی کی مردہ عورت کے ساتھ ہم اور اسمین اور اسکے مابعد مین کفارہ لازم نہ آیا اسجہت سی کہ کفارہ کے
لزوم کے لئی محل پوری شہوت والا ضرور ہے کذا فی البحر او صغیرۃ لاتشتہی ضر یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر او بہیمۃ
او فخذا او بطنا او قبل و لو قبلۃ فاحشۃ بان یدغدغ او یمص شفتیہا یا وطی کی بہیمہ کے ساتھ یا ران مین یا پیٹ مین یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ
فاحشہ ہو یعنی اسطرح کہ گدگدا دی یا عورت کے ہونٹھ اونکو چوسی ہم مرد کے بوسہ کا ذکر کیا کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوی
اور رطوبت ظاہر نہ ہو تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور یہی حکم غسل مین ہی کذا فی البحر عن المعراج
اور دغدغہ سی مراد شاید مونہہ کا کاٹنا ہوا یا زبان کا بوسہ اور قاموس مین ہی کہ دغدغہ ایک حرکت اور گدگدانا ہے بغل اور تلوی وغیرہ مین
قالہ الشامی او لمس و لو بحائل لا یمنع الحرارۃ یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو جو وصول حرارت کو مانع نہو ہم آدمی کی قید اسلئی
بڑہائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہین ہوتا بالاتفاق اور آڑ مین قید مانع حرارت نہونیکی اسلئی ہی کہ اگر عورت کو
چہوی کپڑا ایسا موٹا ہو کہ حرارت جلد کی محسوس نہو تو روزہ نجاویگا او استمنی بکفہ او بمباشرۃ فاحشۃ و لو بین المرأتین یا منی نکالی اپنی ہاتھ
سے یا اپنی بیبی کے ہاتھ سی کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سی اگرچہ دو عورتون مین ہو ہم مباشرت فاحشہ یہہ کہ دونون ننگی ہون اور
دونو کی فرج ملی ہوئی اور یہہ قید احترازی نہین ہی اور یہی حکم منظوم الذکر کا ہی عورت کے ساتھ قالہ الرملی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی
لو لم ینزل لم یفطر کما مر پہر انزال ہوگیا یہہ قید ہی سب مسائل مین یعنی وطی امرأۃ المیتۃ سی آخر تک یہانتک کہ اگر انزال نہوا تو روزہ فاسد نہین ہوا
جیسا سابق مذکور ہوا ہے او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل او افسد غیر صوم رمضان اداء لاختصاصہا بہتک رمضان یا فاسد کر دیا
کوئی روزہ سوای رمضان کے روزہ ادا کی تو قضا لازم ہے نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کیواسطی مخصوص ہے یعنی رمضان میں
روزہ نرکہنا یہہ جنایت کاملہ ہی پس اور روزی وجوب کفارہ مین اسکی ساتھ ملحق نہین ہوسکتی کیونکہ کفارہ اسمین وارد ہوا ہی خلاف قیاس قالہ
الشامی او وطئت نائمۃ او مجنونۃ بان اصبحت صائمۃ فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا درحالت جنون اسطرح کہ پہلے
بحالت افاقت صبح کیوقت روزی سی تھی پہر مجنون ہوگئی ہم طلبی نی کہا یہی حکم ہے جب رات سی نیت کی تھی پہر مجنون ہوگئی رات ہی کو اور وطی
واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوہ کبری کے روزہ کی نیت کی پہر مجنون ہوگئی پہر وطی واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل
فیہ لیلا و الحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف و نشر یا سحر کہائی اس گمان سی کہ ابھی رات ہی حالانکہ صبح ہوگئی یا افطار کیا اس خیال سی کہ
رات ہوگئی حالانکہ آفتاب نہین ڈوبا تو قضا لازم ہی شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت مین لف و نشر مرتب ہی اسلئی مترجم نے ترجمہ اوسکا مطابق کیا
اور یوم سی مراد وہ وقت ہی جسمین روزہ دار نے کہایا ویکفی الشک فی الاول و الثانی اور کافی ہی اسقاط کفارہ کی لئی شک اول صورت مین
یعنی سحر کہانے کی صورت مین نہ دوسری صورت یعنی افطار مین اسلئی کہ اول صورت مین رات کا ہونا اصل ہی اور اوسکے خروج مین شک ہے اور
دوسری صورت مین دن کا ہونا اصل ہے اور غروب مین شک ہی تو غروب مین شک کا ہونا اسقاط کفارہ مین کافی نہوگا چنانچہ شارح کہتا ہی
عملا بالاصل فیہما یعنی دونو صورتون مین اصل پر عمل کرنے سی ہم اسلئی کہ اول صورت مین اصل بقاء شب ہی تو کفارہ واجب نہوا اور ثانی

تب اصل پر بنا رہیگی اور اسمین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا اما اذا تبین الحال و لو لم یتیقن الحال لم یقض فی ظاہر الروایة اور اگر حال
منکشف نہو تو قضا لازم نہین ظاہر الروایت مین ہے یعنی جس صورت مین کہ بقاء شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کہا دیگر اور یقین صبح ہونیکا
نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ اصل یہی ہے کہ شب باقی ہے پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسألة تتفرع علی ستة و
ثلثین محلہا المطولات اور یہ مسئلہ نکل سکتا ہی ۳۶ طور پر اور اسکو ذکر کی جگہ بڑی کتابین ہین [illegible] نہر مین مذکور ہے کہ صورتہ مذکورہ اسطرح
نکلتی ہین کہ بیان دو چیزین ہین ایک مباح کرنیوالی افطار کی چیز یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا اور ان دونون
مین سے ہر ایک مین یا گمان غالب ہے یا صرف گمان ہی یا شک ہے تو یہہ چہ ہوئین پھر انمین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہہ کہ جو کچھہ اسنے
سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھہ حال صحت و غلطی کا منکشف نہوا از ان اٹھارہ قسمین ہوئین پھر ہر ایک یا ابتداء صوم مین یعنی سحری کے وقت ہو
یا انتہاء صوم مین یعنے افطار کے وقت سو یہہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہے کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہی ظن مین اور غلبہ ظن مین اور اسمین
کچھہ فائدہ نہین کیونکہ یہہ دونون احکام مین متحد ہین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونیکو ظن کہتے ہین لیکن اگر وہ ترجیح
زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہو تو اسکو غلبہ ظن اور اکبر رای بولتے ہین اسی جہت سے بحر مین ۲۴ قسمین کی ہین پھر نہر اور بحر دونون پر
اعتراض ہوتا ہی کہ شک کو دو بار شمار کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے کہ مباح کرنیوالی چیز مین بھی لیا جاوے اور حرام کرنیوالی مین بھی کیونکہ جب ایک
مین شک ہوا تو دوسرے مین بھی شک یقینا ہوگا اس جہت سے کہ شک مین دونون طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اسطرح کرنی چاہئے
کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہوا اور ہر ایک انمین سے یا ابتدائے صوم مین ہو یا انتہا مین اور یہہ چھہ صورتین یا
کہ منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہہ اٹھارہ ہوئین تو ابتدائے صوم مین اور نو انتہا مین اسیواسطے زیلعی
نے سوائے اٹھارہ کے اور نہین ذکر کین اور انہین کے احکام بیان کئے یعنی اگر سحر کہائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھہ
ظاہر نہوا تو اسکے ذمہ کچھہ لازم نہین اور اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تو اسپر صرف قضا ہی اور یہی حال ہے جب رات مین شک ہو اور اگر
سحر کہائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہو گئی تب اوسکے ذمہ صرف قضا ہی ہے اور اگر کچھہ منکشف نہوا تو اوسکے ذمہ کچھہ نہین
ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہے کہ قضا کرے احتیاطا اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہے تو اوسکے ذمہ کچھہ نہین پس یہہ نو صورتین ابتدا
صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہی اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھہ
واضح نہوا تو اسکے ذمہ کچھہ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھہ واضح نہوا تو اسپر قضا ہے اور لزوم کفارہ مین دو روایتین
ہین اور اگر موجود ہونا محرم کا پایا گیا تو اوسپر قضا اور کفارہ دونو لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھہ لازم نہین اور اگر
گمان کیا تہا عدم غروب کا پہر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھہ ظاہر نہوا تو اوسپر قضا اور کفارہ دونو ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھہ لازم
نہین اور یہہ نو انتہا مین ہوئین پس حاصل یہہ ہی کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھہ لازم نہین ہی یعنے نہ قضا لازم ہے نہ
کفارہ اور چار صورتون مین صرف قضا لازم ہے اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونو لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی فقط فی
الصور کلہا القضاء [illegible] صورتہ مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین ہم صور لکھا ہے مراد وہ ہین جو مذکور ہوئین واللہ اعلم
[illegible] تفریع کی صورتین جو ہمنے بیان کین شامی کی [illegible] ولو شہدا علی الغروب واخران علی عدمہ [illegible] حکمہ فانظر [illegible] اسیطرح
صرف قضا لازم ہے اگر شہادت دی دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پہر افطار کیا پہر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کہتے ہین
اسپر لازم نہ آیا کہ اوسنے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الظہیریة ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادة النفی لا تعارض
شہادة الاثبات اور اگر یہہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونو لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارضہ

کر سکتی پس شہادت اثبات کو ہم اسواسطے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہین نہ نفی کے لئے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوگی نہ نفی کی کذا فی
البحر واعلم ان الکل وانتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ بذلک
افتی ائمۃ الاعصار وعلیہ الفتوی دائما ربیع الحسن قیراد وجان لو کہ جس صورتمین کفارہ لازم نہین ہے سو مخصوص اس محل مین ہے کہ اس
شخص سے وہ فعل مکرر بار بار نہوگا وہ کے قصد سے پس اگر اوسکو مکرر کریگا تو کفارہ واجب ہوگا اوسکا زجر کے لئے یہی حکم دیا ہی شہرون کے
اماموں نے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی القنیہ اور یہہ خوب ہی کذا فی النہر والاشباہ ثم ان کان بقیۃ یومہ (یعنی افطار) عمدا لا او خطا اور دوسرے
پہلے (یعنی جسنے سحر کہائی یا افطار کیا رات جانکر) امساک کرین باقی روز بہر اور یہی صحیح روایت ہے ھم اور قول ضعیف یہہ ہے
کہ امساک مستحب ہی کذا فی الفتح اور اجماع ہے اسپر کہ حائض اور نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہین اور اسپر کہ جو براہ
خطا افطار کرے یا عمدا یا یوم الشک مین پہر ظاہر ہو کہ رمضان کا دن تہا اسپر امساک بقیہ یوم واجب ہی ذکرہ قاضی خان اور
اخیرین کی تخصیص کیوجہ معلوم نہین ہوتی جیسا شارح نے بہی اسکی طرف اشارہ کر کہا لان الفطر قبیح وترک القبیح شرعا واجب اسواسطے
کہ افطار رمضان مین قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعا واجب ہی ھم فطر سے مراد مفطر کے طور پر کہانا پینا ہے کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد ہوچکا
قال الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہی مسافر پر کہ مقیم ہوگیا اور حائضہ اور نفسا
پر کہ پاک ہوگئی ہون اور مجنون کہ ہوش مین آیا اور مریض جو اچہا ہوگیا ھم مسافر مقیم ہوا یعنی دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے مگر کہانا کہانے
کے بعد اور اگر دوپہر اور کہانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگر نیت افطار کی کر چکا ہو جیسا اگلی فصل مین آویگا اور ان مسائل
مین قاعدہ یہہ ہی کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہوا ہو کہ اگر اس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اوسکو امساک لازم ہی کذا
فی الخلاصہ والنہایۃ والغایۃ اور چونکہ یہہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہین ہے کیونکہ اسمین سے وہ شخص خارج ہی جو یوم الشک مین صبح کو مفطر ہو
اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کہائی یا افطار کرلے غروب کے گمان سے اسواسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع مین یہہ کہا ہی اور اسیطرح
حال ہی اس شخص کا کہ اوسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اوسکا پورا کرنا متعذر ہوگیا ہو جیسے جانکر
افطار کر ڈالے یا یوم الشک مین مفطر ہی پہر ظاہر ہوا کہ یہہ روز رمضان کا ہی یا سحر کہائی اس خیال سے کہ ابہی صبح نہین ہوئی پہر معلوم ہوگیا
کہ صبح ہوگئی ان صورتون مین بہی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع مین وجوب امساک کے دو قاعدے ہوے کہی قالہ الشامی
اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے یا فجر کے ساتہہ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش مین آیا یعنی کہانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا
ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اوسکا روزہ صحیح ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ امساک اوسپر بہی واجب ہی جیسا مسافر پر قال الشامی ومخطی او مکرہا
ایضا اور جیسے امساک واجب ہی افطار کرنیوالے پر اگرچہ وہ اوسنے افطار کیا ہو یا خطا سے ھم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر
سب برابر ہین کسی مین کچہ فرق نہین اسمین اشارہ ہی کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہین وصبی بلغ وکافر اسلم
اور جیسے امساک واجب ہی لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الاخیرین اور یہہ سب جو مذکور ہوئے قضا
کرین جو ان سے فوت ہوا یعنی اس روز کا روزہ مگر دونو پچہلے یعنی لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اس روز کے روزہ کی
قضا نکرین وان افطر لعدم اہلیتہما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ دونو پچہلے افطار کرلین کیونکہ یہہ دونو اوس روز کے اول جزو
مین روزہ کے اہل نہ تہے ھم یعنی اصل وجوب ہی کے اہل نہین بخلاف حائض و مسافر و مریض کے کہ اونکے اوپر روزہ واجب ہوتا ہے
لیکن وجوب ادا اونسے ساقط ہی اسلئے قضا واجب ہوتی ہے وہو السبب فی الصوم اور وہی جزو اول سبب ہے صوم مین ھم یعنی ہمیشہ
ہر روز کے روزہ کا اور یہہ خلاف ہی اوسکی جو شرح سے اختیار کیا ہی اور مصنف نے بہی اس کتاب کے اول مین بیان کیا جو کہ آ جانا ماہ رمضان

لقمہ چبا کر منہ سے نکالا پھر اوسکو کہا لیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اوسپر کفارہ لازم ہی جیسا اول ہے اور اسکی برعکس حکم بہنگ مین ہی کیونکہ
اوسمین بدن کا نفع کچہہ نہین ہے بلکہ عقل کم ہو جاتی ہے تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہوگا لیکن طبیعت اوسکی طرف میل کرتی ہی اور پیٹ
کی خواہش دفع ہوتی ہے تو کفارہ واجب ہوگا بموجب قول اول کے اور نہر مین کہا ہی کہ یہہ تحقیق سے بعید ہی اسواسطے کہ اس تقدیر پر فقہا
کا قول او دوا کو لغو ہو جاویگا اور نیز وہ قول جو محققون نے ذکر کیا ہے کہ فطر کے معنی ہین جوف مین پونہچنا ایسی چیز کا جسمین صلاح بدن
کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا یہہ بھی لغو ہوگا کیونکہ یہہ قول مقابل ہی اول قول کو اور محل خلاف کی تحقیق مین یہی مناسب ہے انتہی مین کہتا ہون کہ
اسکا حاصل یہہ ہے کہ تغذی کے معنون مین اختلاف نہین ہے بلکہ فطر کے معنون مین لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہی اوس سے
یہہ لازم نہین آتا کہ تغذی مین اختلاف نہو ولیکن تحقیق یہہ ہی کہ نہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہی نہ فطر کے اسواسطے کہ علما نے ذکر کیا ہی کہ
کفارہ واجب نہین ہی مگر جس صورتمین کہ افطار صورۃً و معنیً ہو پس اکل مین افطار صورۃً موجود ہی یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہہ کہ اوس سے
بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہہ نکلتا ہی کہ کفارہ واجب نہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صرف صورت اکل کی ہی اور نہ
حقنہ وغیرہ مین کیونکہ صرف اکل معنوی ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین اسیطرح معلل کیا ہی اور بدائع مین ذکر کیا ہی کہ کفارہ واجب ہوتا ہے
اوس چیز کے جوف مین پونہچانے سے جس سے بقصد تغذی کا یا تداوی کا ہو منہ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب نہوگا اگر
بادام یا اخروٹ ثابت خشک حلق مین اتار لیا کیونکہ اکل صورۃً ہی معنیً نہین اسواسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کہانیکی عادت نہین تو مانند کنکری کے ہو
اور گٹہلی سے ہوئی اور سوکہا آٹا پہانکنے مین یا تر آٹا کہانے مین بہی نہوگا کیونکہ اوس سے مقصود تغذی اور تداوی نہین ہی اور ایسا ہی درخت
کے پتے اگر عادۃً ماکول نہین تو کفارہ واجب ہی ورنہ صرف قضا لازم ہی اور ایسا ہی اگر تہوک منہ سے نکلا پہر نگل لیا یا کسی دوسریکا تہوک چاٹ لیا
کیونکہ اسکو طبیعت مکروہ جانتی ہی اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہی تو کفارہ واجب ہے کما ذکرہ الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہین کرتی ہی اور اس
سے ظاہر ہوا کہ مراد اونکی بالتغذی سے یہی ہی کہ جسمین صلاح بدنکی ہو اسطرح کہ عادۃً ماکول ہو یا بقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی البحر
مختصراً عمداً راجع للکل لفظ عمدا اسکے ساتہہ متعلق رکہتا ہی یعنے اکل و شرب و جماع قصداً ہو م اس سے مخطی اور مکرہ نکل گئی کذا فی البحر
مین کہتا ہون کہ ناسی بہی نکل گیا کیونکہ مراد ان چیزون کے عمداً کرنے سے قصد افطار کا ہی اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصداً کرتا ہی لیکن افطار کا
قصد نہین کرتا قالہ الشامی او احتجم ای فعل ما لا یظن الفطر به کفصد و کحل و لمس و جماع بہیمۃ بلا انزال او ادخال صبع فی دبر و نحو ذلک
یا پچہنے لگوائے یعنے ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہین ہوتا جیسا فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتہہ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی
خشک مقعد مین دینی وغیرہا م شارح نے ای فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہہ حکم خاص پچہنون کا نہین ہی اور اس سے احتراز ہوگیا ان
اشیاء سے جنمین گمان افطار کا ہوسکتا ہی مثلا اول بہولکر کہا لیا پہر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان سے عمداً کہا لیا تو کفارہ لازم نہین شبہہ کی
جہت سے جیسا سابقاً مذکور ہوا قالہ الشامی فظن فطرہ به فاکل عمداً پہر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ ٹوٹ گیا پہر جانکر کہا لیا قضی فی الصور
کلہا وکفر قضا کرے اور کفارہ دے ان تمام صورتون مین م یعنی داون جامع سے یہانتک اور وقت وجوب قضا اور کفارہ کا بیان کرنے سے
جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہے جیسا امام محمد کہتے ہین اور ابو یوسف کہتے ہین کہ علی الفور ہی اور ابو حنیفہ سے دو روایتین ہین کذا فی التمرتاشی
لانہ ظن فی غیر محلہ اسواسطے کہ یہہ گمان بیموقع ہے یعنی پچہنے لگوانے کسیطرح مفطر نہین تو اونکو مفطر سمجہنا بیموقع ہے حتی لو افتاہ مفتی
یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا و لم یعلم تاویلہ لم یکفر للشبہۃ یہانتک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اسپر فتوی دیا یا حدیث سنی اور اوسکی تاویل نہین
جانتا تو کفارہ ندیوے واسطہ شبہہ کے م غرض یہہ ہی کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہین اور مفتی کا معتمد ہونا اسلئے کہا کہ نہایہ مین کہا ہی کہ
شرط یہہ ہی کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہون اور شہر مین اوسکے فتوی پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت مین اوسکی فتوی شبہہ ہوگا اور

اوسکو غیر کے فتوی کا اعتبار نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ مقصد جنبہ مجہول کا ہے پس ایسے سائل کا اعتماد کافی نہین اور حدیث سے
مراد یہہ حدیث ہی کہ پچھنے لگانیوالا اور جسنے لگوائی دونوکا روزہ ٹوٹجاتا ہے امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بعد
پچھنے کے عمداً کہا لیگا تو کفارہ لازم نہیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہی مفتی کے قول سے پس اپنی شبہہ کی جہت سے کفارہ
ساقط ہوجاوے ہی اور امام ابو یوسف اسکی خلاف کہتے ہین اونکا قول یہہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت
پر نہین پہونچ سکتا ہی تو کفارہ ساقط ہونے مین حدیث کا سننا اوسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہہ ہی کہ وہ منسوخ ہے یا
جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تہے پس مراد یہہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد
پچھنوں کے کہا لیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا افادہ الشامی لمتفقاً دان اخطاء المفتی ولم یثبت الاثر اگرچہ اس فتوی میں
مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اسباب مین اثر ثابت نہین ہے ہم مراد یہہ ہی کہ سوای حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین
کیونکہ یہہ تو صحیح اور ثابت ہی قال الشامی الا الادہان یہہ استثناء مختصر سے ہی یعنی اگر تیل لگایا یا پہر کہا لیا تو کفارہ ہے کیونکہ اسنے
عمداً یہہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہان بکار آمد نہین سمجہو بلکہ یہہ صورت مشتبہہ
نہین ہی ایسے اشخاص پر جنکو اونکے دخل فقہ مین ہو اسطرح کمال نے نقل کیا ہی بدائع سے لیکن اسکی مخالف ہی جو حاویہ مین ہی کہ جو شخص سرمہ
لگادے یا تیل لگادے بدن کو یا مونچہونکو پہر کہا لیوے قصداً تو اوسپر کفارہ ہی مگر اوس صورت مین کہ جاہل ہوا اور کسی نے اوسکو افطار کا فتوی دیا
ہوا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہہ ہی کہ استثناء نہ چاہیے پس شارح کو ایسے یہہ تہا کہ استثناء ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ تعنا
النافاۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہی کہ اگر غیبت کریکر بعد بعید روزہ توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہی اکثر علماء کے نزدیک کذا فی
الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہی اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہی یعنی مراد یہہ ہے کہ
ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اوسکے ظاہر کو بہی اخذ کیا ہی جیسے امام احمد اوزاعی کذا فی الامداد
اور علماء ظاہریہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہہ خلاف حادث ہوا ہی بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کرچکے تہے کذا فی البحر لکن
حملہا فی الملتقی کالحجامۃ وذکر فی البحر انہ الاشبہ لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت کی مانند کہا ہی اور اسکو بحر مین ترجیح دیا ہی شبہہ کی جہت سے
ہم تمکو معلوم ہوچکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اوس سے شبہہ نہین ہوتا اور عمل بحر پر ہے جیسے اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قالہ الشامی
ککفارۃ المظاہر الثابتۃ بالکتاب واما ہذہ فبالسنۃ کفارہ روزے کا بہی مثل کفارہ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب سے ثابت
ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سے ہم یعنی اوسکی مثل ہی ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے
روزے رکہے اور اگر اسکی بہی طاقت نہو تو ساٹھ مسکین کو کہانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہی پس اگر بیچ
روزہ رکہنے مین افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو ازسرنو رکہے مگر حیض کے عذر سے ازسرنو نہ رکہے اور کفارہ قتل میں بہی تتابع شرط ہی
اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اوسمین عتق مشروع ہی کذا فی النہر در وجوب کفارہ مین مرد عورت مین غلام آزاد مین بادشاہ وغیرہ مین فرق
نہین قال الشامی ومقتضی تشبیہہا ہا اور اسی جہت سے کہا ہم کفارہ ظہار کے ساتہ تشبیہ دی ہی ہم یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت
بالکتاب ہی تو اسلیے درجہ میں کفارہ صوم سے کہ ثابت بالسنۃ ہی اسلیے ادنے کو اعلی کے ساتہ تشبیہ دیا اور یہہ مقتضی ہی اسکو کہ کفارہ
ظہار کا اسکے اصل ہوا اور کفارہ صیام کا اسکا فرع ہو تنبیہ تشبیہ مین اشارہ ہی کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم
نہین اسواسطے کہ جماع اثناء کفارہ مین تتابع کو قطع کر دیتا ہی کفارہ ظہار مین مطلقاً عمداً ہو یا بہولے رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارہ
صوم وقتل کے کیونکہ جماع تتابع کو ان دونو مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بلا عذر اور غیر عذر سے مراد ماسوای حیض کے ہی

حاصل یہہ ہی کہ اسجگہہ تابع کر دیا قطع نہین کرتی رات کو قصداً یا دن کو بہولکر بخلاف کفارہ ظہار کے قال الشامی ثم انما یکفر ان نوی لیلاً ولم یکن مکرہا ولم یطرء مسقط کمرض وحیض یعنی پر کفارہ اوسیوقت لازم ہی کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت مین شافعی کا خلاف ہی پس شبہہ سے کفارہ لازم نہوگا اور اپنے کسیکی طرف سے اکراہ نہوا اور نہ حادث ہو بعد عمداً افطار کرنیکے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کر دی جیسا مرض جسمین افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جاتی اور اگر اوسکو ان صورتون مین بہی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فی ما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ مکرہاً والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہی اوس صورت مین کہ بیمار ہو جاوی اپنے آپ کو زخم لگاکر یا زبردستی کوئی اوسکو سفر مین لیجاوی اور معتمد یہہ ہے کہ کفارہ لازم ہی ہم سفر کو اکراہ کے ساتہہ مقید کیا اسواسطی کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہین ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ واجب نہین کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اوسپر حرام ہے اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی وفی المعتاد حمی وحیضاً فی المنتقی قال ابن لو افطر لحصول العذر والمعتمد سقوطہا اور اختلاف ہی اوسمین جسکو عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہی دشمن کے مقابلہ کا اگر افطار کیا اور عذر مقرری نپایا گیا اور معتمد یہہ ہی کہ کفارہ ساقط ہی ہم اسکی تصحیح کی ہی بزازیہ مین اور قاضیخان نے شرح جامع صغیر مین اور شرنبلالی نے بہی یہی اختیار کیا ہی لیکن مخالف ہی بحر کے کہ اوسمین کہا ہی کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اوسکی حیض کا دن ہی اور اوسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہہ ہے کہ کفارہ واجب ہی جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہہ یوم المرض ہے اور صحیح یہہ ہی کہ کفارہ واجب ہی جیسا تاتارخانیہ مین منصوص ہی اور اسلیے شارح اور فیض مین وجوب کا جزم کیا ہی دونو مسئلونمین اور حاصل یہہ ہے کہ تپ اور مرض کی عادت والیمین تصحیح کا اختلاف ہی اور جو قتال دشمن کا یقین رکہتا ہو اوسپر بہی سقوط کفارہ مین مینے کسیکا خلاف نہین دیکہا اور فرق یہہ ہی کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف غیر لفظ کے جامع الفصولین مین یہی فرق لکہا ہی قال الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ ولو فی رمضانین عند محمد علیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبی وغیرہما اور اگر اوسنے مکرر روزے توڑے ہون اور پہلے کا کفارہ ادا نہین کیا تو اوسکو ایک ہی کفارہ بس ہے گو دو رمضانونمین کے روزے ہون امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی بزازیہ ومجتبی وغیرہما ہم بحر مین اسکو اسرار سے نقل کیا ہی اور جوہرہ سے نقل کیا ہی کہ اگر دو رمضانونمین کے ہون تو دو کفارہ لازم ہین اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو ظاہر الروایت مین اور یہی صحیح ہے مین کہتا ہون کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسری کی تقویت اسجہت سے ہی کہ ظاہر الروایت ہی قال الشامی واختار بعضہم للفتوی ان الفطر بغیر الجماع تداخل والا اور بعض نے فتوی کے لیے یہہ اختیار کیا ہی کہ اگر افطار کہانے پینے سے ہو تو کفارہ تداخل ہو گا یعنی ایک ہی ہو گا اور اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہو گا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو ہم کیونکہ جماع بڑا قصور ہے اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک جماع ہی مین کفارہ ہی کہانے پینے مین نہین قال الشامی ولو اکل عمداً شہرۃً بلا عذر یقتل تتمۃ فی شرح الوہبانیۃ اور اگر کہا وی قصداً علی الاعلان بلا عذر رمضان مین تو قتل کیا جاوی اور شرح وہبانیہ مین اوسکو پورا بیان کیا ہی ہم وہبانیہ مین کہا ہی ع ولو اکل الانسان عمداً وشہرۃ ولا عذر فیہ قیل بالقتل یؤمر شرنبلالی نے کہا ہی اسکی صورت یہہ ہی کہ بقصد کیا یا کسی شخص نے بیعذر سبکے سامنی تو قتل کیا جاوی کیونکہ دین کے ساتہہ مسخر کرتا ہی یا منکر ہی اوسکا جو دین مین بالضرورت ثابت ہی اور اسکے قتل کی علت مین اور حکم وجوب مین خلاف نہین ہی پس قیل جو مؤلف وہبانیہ نے کہا ہی ضعف کے سبب سے نہین ہی قال الحلبی وان ذرعہ القی وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقاً ملأ اولا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور منہ مین اگر پہر حلق مین نہین گئی تو روزہ نہین ٹوٹتا ہر صورت مین یعنی منہ بہر کے آوی یا نہین ہم یہہ مسئلہ بہت طرح پر ہو سکتا ہی کیونکہ قے آپ سے آوی ہی یا قصداً کری ہی اور دونو صورتمین بہر منہ ہو یا کم اور چارون صورتونمین یا خارج ہو جاوی یا خود حلق مین عود کری یا بقصد گلے مین اوتاری اور ان بارہ صورتونمین یا یہہ کہ روزہ یاد ہی یا نہین اور روزہ

نہیں ٹوٹتا سب صورتوں میں بنابر اصح روایت کے کرا عادہ اور استقاء میں یعنے بقصد عود کرنے میں اور بقصد قے کرنے میں بشرطیکہ منہ بھر
ہو روزہ یاد ہو کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملأ الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی پس اگر از خود پلٹ گئی تو منہ بھر
ہو یا نہ ہو اور روزہ یاد ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف کے وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حنث اتفاقا ولا کفارۃ
ان ملأ الفم والا لا اور اگر قصدا قے کو اندر لوٹا لیا یا اس میں سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو لوٹا دی تو بالاجماع روزہ جاتا
رہا اگر قے منہ بھر آئی ہو اور کفارہ لازم نہیں ہے اور اگر قے ملأ الفم نہ ہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہی مختار ہے
ہم اور خانیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے کذا فی البحر اور قدر نخود میں اشارہ ہے کہ حکم میں فرق نہیں اعادہ کل کا کرے یا
ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منہ بھر ہو حدادی نے سراج میں کہا ہے کہ یعنی خلاف کا یہ ہے کہ ابو یوسف ملأ الفم کا اعتبار کرتے ہیں اور محمد
اس شخص کے فعل کو پس ملأ الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اس سے کمتر گویا خارج ہی نہیں کیونکہ اسکا ضبط ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار صورتوں
میں ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملأ الفم ہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہیں جاتا ابو یوسف کے نزدیک اسوجہ سے کہ اسکو حکم خارج کا
نہیں اور امام محمد کے نزدیک اس وجہ سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمیں دخل نہیں دوسرا یہ کہ قے ملأ الفم ہو اور اسکو اعادہ کیا کل کو یا بعض کو چنے کی
مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف میں داخل کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملأ الفم نہیں ہے اور اسکو اعادہ کیا تو امام محمد
کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹا کہ قے ہی نہیں ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ قے ملأ الفم
ہو اور خود بخود عود کر جاوے تو ابو یوسف کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی وان
استقاء ای طلب القی عامدا ای متذکرا للصوم ان کان ملأ الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصدا قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہے اگر قے ملأ الفم
ہو تو روزہ فاسد ہو گیا بالاجماع ہر سہ صورتوں میں یعنی خود عود کر جاوے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ اسمیں تفریع عود و اعادہ کی
نہیں جاری ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونوں ہوں قال الشامی وان اقل لا یفسد الا عند الثانی وہو الصحیح اور اگر قے
ملأ الفم سے کم ہو یعنی بشرطیکہ عود نہ کرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لکن ظاہر الروایۃ
کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح میں نقل کیا ہے کافی سے فان عاد
منہ لم یفطر وان اعادہ ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمیں
دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ نہیں ٹوٹتا کذا فی المحیط امام یعنی ابو یوسف سے دو روایتیں منقول ہیں کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہیں
چل سکتی تو روایت میں وهذا کلہ فی قی طعام او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کہانے کی قے میں ہے یا پانی کی یا صفراء کی یا خون کی ہم ظاہر
یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہے اور اگر بستہ نہیں تو کیا فرق ہے اس خون میں اور جو دانتوں میں سے نکلے جبکہ اسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے
بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا مزہ معلوم ہو جیسا اول باب میں مذکور ہوا فان کان بلغما فغیر مفسد مطلقا خلافا للثانی اگر بلغم ہو
تو غیر مفسد ہے مطلقا یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے ملأ الفم ہو یا نہ ہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہ ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر
قے بلغم ملأ الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال نے اور غیر اسکے نے ہم کمال نے کہا ہے کہ قول ابو
یوسف کا یہاں احسن ہے اور ابو حنیفہ اور محمد کا قول نقض وضو میں احسن ہے کیونکہ افطار میں یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ میں جاوے یا صورۃ نکلے
کہ یہی تعبیر بلا اختلاف اسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اسباب میں بلغم و غیر بلغم میں فرق نہیں بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر میں اسکو مقرر کیا ہے اور
یہی مراد ہے شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو حقیقت مستحسن جانا کذا قال الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ
فاکثر قضی فقط وفی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتوں میں ہے اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہو تو صرف قضا کرے اور چنے سے

کم مین روزہ نہین جاتا ھم چنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہی اور دوسی نے یہہ اختیار کیا ہے کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت
لعاب دہن کے اور کمال نے اسکو پسند کیا ہی اسلئے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہے جس سی بچاؤ مشکل ہوا اور یہہ اسیصورت مین ہی کہ خود تھوک کے
ساتھہ جوف مین جاوی نہ وہ جو بقصد جوف مین لیجاوی الا اذا اخرجہ من فیہ فاکلہ مگر جبکہ منہہ سی نکال لے پھر کہا جاوی یعنی اسصورت مین
روزہ ٹوٹجاویگا ولا کفارۃ لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجھتا ہی واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر و
یکفر فی الاصح اور کہا لینا مقدار ایک تل کے بھی خارج سی روزہ توڑتا ہی اور کفارہ بھی لازم ہی اصح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلا
شت فی فمہ مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اوسکے اجزا متفرق ہوجاوین منہہ مین ھم یعنی اسواسطے کہ دانتون مین چمٹ جائیگا اور جوف مین
کچھہ پوہنچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کا مثل مگر یہہ کہ مزہ پاوے اپنے حلق
کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا استحسنہ الکمال قائلا وھو الاصل فی کل قلیل مضغہ اور اسیکو کمال نے پسند کیا ہی
اور کہا ہی کہ یہی قاعدہ کلیہ ھی ہر قلیل شے مین جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا ورنہ بچجائیگا وکرہ لہ
ذوق شئی وکذا مضغہ بلا عذر قید فیھما قالہ العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکہنا کسی چیز کا اور ایسیہی چبانا بے عذر یہہ قید دونون مین ہے
قالہ العینی ھم ظاہر یہ ہے کہ یہہ کراہت تنزیہی ھی قالہ الرملی کمن زوجھا او سیدھا سیئ الخلق فذاق مثل اسکی کہ عورت کا خاوند یا مالک
بد خلق ہوا اور وہ نمک چکہہ لے ھم یہہ مثال چکہنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہہ مین کچھہ چبا کر دیوی جبکہ کوئی
شخص چبانیوالا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہو وفی کراھۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کیوقت چکہنے مین دو قول ہین
ووفق فی النھر بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر مین دو قولون مین توفیق کی ہی اسطرح کہ اگر بدون چکہنے کے کسی اور طرح
لے سکتا ہی اور غبن کا خوف نہین تو چکہنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکہے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہی تو مکروہ نہین ھم نہر مین کراہت کو
اسی قید کے ساتھہ مقید کیا کہ چکہنے کے سوا کوئی تدبیر ہو شرا کے لئے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا
نہر کے مخالف ھی البتہ والا نہر کے موافق ہے قالہ الشامی وھذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی
المذھب فتبقی الکراھۃ اور چکہنا فرض مین مکروہ ہے نفل مین اسطرح علما نے کہا ہی لیکن اسمین کلام ہے کیونکہ نفل مین بھی افطار بے عذر
مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ھم رملی نے کہا ہی کہ فرض مین مکروہ ہی اوسکی قوت کی جہت سی کہ اوسکی حفاظت رکہنی
چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سی افطار کا خوف ہوا اور نفل مین مکروہ نہین اسواسطے کہ نفل روزہ اصل مین جائز الطرفین
تہا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے نیچے رکہا کہ جو چیز اکثر افطار کو نوبت نہین پونہچاتی اوسکو نفل
مین جائز رکہا نہ فرض مین قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا جو سفید ہوتا ہے
چبانے کا ڈلی بندہا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹجاویگا ھم علک کو جدا بیان کیا اسلئے کہ عورتین اوسکو بجای مسواک چبایا کرتی ہین تو اس سی شبہہ
ہوتا تہا کہ شاید جائز ہو حاصل یہہ کہ اس قسم کا گوند جوف مین عادۃً نہین پونہچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہین چبایا اور پسا ہوا
جوف مین چلا جاتا ہی پس اگر یہہ بہی جوف مین پونہچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ولیا گوند بھی جوف مین نہ پونہچیگا تو روزہ
نہین ٹوٹیگا وکرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ بعذر اور مکروہ ھی استعمال علک کا مفطر دنکو مگر خلوت مین عذر سی اسواسطیکہ دلیل یعنی
عورتون کی مشابہت مقتضی ہے کراہت کو مردون کے حق مین اور کوئی اسکا معارض نہین اور ظاہر یہی ہی کہ کراہت تحریمی ہے
کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک قول یہہ ہی کہ گوند کا چبانا مباح ہی ھم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام مین
اشارہ ہی کہ غیر صائم کے لئے مکروہ نہین ہی لیکن مردونکو اسکا ترک مستحب ہی مگر عذر کی جہت سی مثلا منہہ مین بدبو ہو ویستحب للنساء

لانہ سواک کیفی قیل اور مستحب ہے روزہ دار کے لئے کہ مسواک کرے اور تر مسواک بھی ہو ۱۲ م یعنی بسبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑھون
کو نقصان کرے یا دانتونکو گرا دے فی الفتح وکرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسد وان امن لا باس اور مکروہ ہے
بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ۱۲ م سراج مین جزم
کیا ہے کہ قبلہ فاحشہ یعنی اوسکے ہونٹونکو اپنے منہ مین لیکر چوسنا مطلقا مکروہ ہے خوف ہو یا نہو لا یکرہ دہن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ
او یطول اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ نہین مکروہ ہے تیل لگانا مونچھونکو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل
لگانے سے قصد ہو داڑھی کی درازی کا جبکہ بقدر مسنون یعنی مٹھی موجود ہو ۱۲ م واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہے اور قصد جمال دوسری
چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہے نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی
لاپروائی کا اثر ہے اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہے اوسمین فخر و تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہے کذا فی الفتح ملخصا وصرح فی النہایۃ
بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہے کہ جو زیادہ مٹھی سے ہو اسکا کاٹنا واجب ہے ۱۲ م
اور یہ بات کو چاہتا ہے کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہوگا ۱۲ م کیونکہ نہایہ مین کہا ہے کہ اور وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج مین ہے اور فتح القدیر مین
اسکو نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے نہر مین کہا ہے کہ نقل ہوا ہے مین نے سنا ہے کہ نہایہ مین یجب بجائے یحب ہے تو اسصورت مین زائد کو نہ کاٹنے
کا مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہے کہ یہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب
علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لئے جاوین ۱۲ م اسکی تائید یہ ہے کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ
کان یفعل تکرار و دوام پر دلالت نہین کرتا اسلئے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا ما ذا یقبض اور اسیطرح شرح شیخ اسمعیل مین
سے بیان ہوا اور یہ سنت ہے جیسے مجتبی مین ہے اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا مین مذکور ہے کہ کچھ مضائقہ نہین داڑھی کتروانے مین اطراف سے جب دراز
ہو اور نہ بیچ کے بال اوکھاڑنے مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھون کے بال لینے مین اور منہ کے بالونمین جبتک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور
حلق کے بال تو مشابہ ہو اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ہے واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ
ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور داڑھی مین سے لینا اسحال مین کہ وہ مٹھی سے کم ہو جیسا بعض
مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور کل کاٹ ڈالنا ہند کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیونکا کذا فی الفتح وحدیث
التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعمہ ابن عبد العزی اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے
روز مین صحیح ہے اور حدیثین سرمہ لگانے کی اس روز مین ضعیف ہین نہ موضوع جیسا ابن عبد العزی نے گمان کیا ہے ۱۲ م حدیث توسعہ کی یہ ہے کہ جو شخص
دسوین محرم کو اپنے عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوا دے تو اللہ تعالی تمام سال اوسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ ہم نے اسکو تجربہ کیا تو اسکے
کچھ خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہے جو بیہقی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ضعیف ہے جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اسکی آنکھ
کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہان یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہے اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ
نہین ہے اسطرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز اور اس روز کے روزہ کیطرف بھی نہر مین کہا کہ ابن العز
نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے اس روزہ کے سوا اس روز کے اندر کچھ ثابت نہین ہوا جو کہ روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کئے اوسکے جواب مین جاہل
سنیون نے اظہار سرور و طعام و اکتحال کا کرنے کئے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین روایت کین اور قول ابن العز کا مردود ہے اسطرح کہ
احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اسیسے معلوم ہوا کہ قائل ابن العز ہی جیسا نہر اور حواشی سید سے واضح ہوتا ہے اور ابن العز وہ شخص ہے

جسنے مشکلات ہدایہ پر نکات لکہی ہے و لاسواک ولو عشیا او رطبا بالماء علی المذہب اور نہین مکروہ ہے مسواک اگرچہ بعد زوال کے ہو یا تر ہو پانی مین
ہماری مذہب صحیح کے ہم ابو یوسف پانی مین تر مسواک کو مکروہ کہتے ہین اسواسطی کہ بغیر ضرورت تری منہ مین جاتی ہو اسکا جواب یہہ ہے کہ آخر کلی کرنے سے
زیادہ تو نہین ہو اور تازہ مسواک کسیکے نزدیک مکروہ نہین ہے وکرہہ الشافعی بعد الزوال اور شافعی نے مکروہ کہا ہی مسواک کو بعد زوال کے وکذا
لایکرہ حجامۃ وتلفف بثوب مبتل ومضمضۃ واستنشاق واغتسال للتبرد عند الثانی یفتی شرنبلالیہ عن البرہان اور ایسا ہی مکروہ نہین ہی سینگی لگوانے
اور تر کپڑا لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا اور نہانا ٹہنڈک کی لئی ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان
ہم اسواسطی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزہ سے تہے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمر کپڑا تر
کرکے اپنی اوپر لپیٹ لیتی تہے روزہ ہی کیحالت مین اور اسواسطی کہ ان امور مین اعانت ہی عبادت پر اور دل تنگی کا دفع ہی اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہے
اسکی وجہ یہ ہی کہ عبادت مین ملالت کا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار
وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہی سحر کہانا اور سحر مین تاخیر کرنا اور افطار مین جلدی کرنا کہ حدیث شریف مین وارد ہی تین چیزین رسولونکی عادات
مین سے ہین افطار مین جلدی کرنا اور سحر کہانے مین تاخیر کرنا اور مسواک کرنا ہم بحر مین کہا ہی کہ مین نے فقہا کے کلام مین صریح نہین دیکہا کہ اکیلے
پانی سے بہی سنت سحر ادا ہو جاتی ہے کہ نہین لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہی اسپر دلالت کرتی ہی کہ سنت ادا ہو جاتی ہی چنانچہ فرمایا
کہ سحر کہانا بالکل برکت ہی تو تم اوسکو ترک نکرو اگرچہ کوئی تم مین سے ایک گہونٹ پانی ہی پی لے اسلیئے کہ اللہ تعالی اور اوسکی فرشتی رحمت بہیجتے ہین
سحر کہانیوالونپر اور تاخیر اوس مقام تک مستحب ہی کہ رات باقی رہنے مین شک نہو پس اگر شک ہو گا تو کہانا مکروہ ہے صحیح روایت پر اور تعجیل افطار
مستحب ہی مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کری اگرچہ موذن اذان دیوے اور تعجیل مستحب یہہ ہے کہ تارون کے چہٹکنی سے
پہلے ہو کذا فی الشامی تنبیہ فیض مین کہا ہی کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اوسکی نزدیک شمس غروب
نہو جاوے اور شہر والے اوس سے پہلی افطار کر سکتے ہین اگر اونکے نزدیک غروب ہو جاوی اوس سے پہلے اور یہی حال ہی طلوع کا فجر مین یا سحر مین فروع
مسائل لحقہ شارح کے لایجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہین جائز ہی کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے
ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلا یون کری کہ آدہی روز پکا وے اور باقی آرام کرے فان قال لایکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس
اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجہکو کفایت کے لئی بس نہین ہی تو تکذیب کیا جاوے جاڑے کے سب سے چہوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہی ہم
رملی نے کہا ہی کہ جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر معیشت مین اشتغال کی جہت سے روزہ سے ضعیف ہو جاوے تو اوسکو افطار جائز ہی اور ہر روز کے بدلے
نصف صاع کہانا دے یعنی اوس صورت مین کہ اور دنون مین گنجایش روزہ رکہنی کی نہو ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کہیتی کاٹنے پر روزہ مین
قادر ہو اور تاخیر مین کہیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا مین کچہہ شک نہین اور یہی حال نانبائی کا ہی مگر جو پہلا نیکا ذکر جو شارح نے کیا اسمین نظر
ہے اسواسطی کہ اونکی زیادتی کمی کو کفایت مین دخل نہین پس اوسکی رای پر مفوض ہو گا کہ اوسکی حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہئی انتہی لیکن نور الایضاح
مین جامع الفتاوی سے مسئلہ کیصورت اوس شخص کے لئی بیان کی ہی جسنے ہمیشہ کو روزی کی نذر کی ہون اور ہمارا کلام روزہ رمضان مین ہی پس حرفہ والے
کے باب مین یون کہنا چاہیئے کہ جب اوسکے پاس اوسکو اور اوسکی عیال کی کفایت موجود ہو تو اوسکو افطار حلال نہین ہی کیونکہ اوسکو سوال
حرام ہے تو افطار بالاولی حرام ہو گا اور جو کفایت موجود نہو تو اوسکو عمل کرنا اوس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہی اور بغیر افطار کئی اگر عمل نہو سکتا ہو
تو افطار جائز ہو گا بشرطیکہ دوسرا کام نہین کر سکتا جسمین روزہ بہی رکہہ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کہیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری ہو جانیکا اور کوئی
آدمی ایسا نملے جو اجرت رایج پر کام کر دے اور یہہ خود اوس کام کو کر سکتا ہے تو افطار جائز ہے اسواسطی کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہے
قالہ الشامی فان اجہد الحر نفسہ بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارتہ قولان قنیہ پس اگر عمل کے جہت سے کسی آزاد نے مشقت اوٹہائی یہان تک کہ

ولیکن ہو گیا ہو افطار کیا تو اوسکے کفارہ میں دو قول ہین کذا فی القنیہ ھم بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہی اور بعض نے کہا نہین اور لقائی
نے اسی پر فتوی دیا ہی اور آزاد کی قید اسلئے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی شقت سے مریض ہو کر افطار کرین تو اونپر بالاتفاق کفارہ نہین کیونکہ وہ
معذور ہین اور مولا کے حکم سے مجبور ہان اونکو پونہچتا ہی کہ ایسے کام سے باز رہین تو اس تعلیل سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہی کہ آزاد پر کفارہ
واجب ہی چنانچہ شرح ملتقی میں اسکی ترجیح بیان کی ہی کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز عن القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین
اور بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکہنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز مین کہڑا نہو سکے تو وہ شخص روزہ رکہے اور نماز بیٹہکر پڑہے تاکہ دونون
عبادتین ادا ہون واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہہ فصل ہی ان عوارض مین جنمین روزہ ترک کیا جائز ہے وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض مین سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودہ پلانا اور مرض
اور بڑہاپا اور حقیقت مین نو ہین چنانچہ شامی نے چار یہہ بیان کی ہین اکراہ یعنی دوسرے کے دباؤ سے روزہ توڑنا جہاد شدت گرسنگی پیاس کی یاد
اسلئے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ھلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہ گئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا
نقصان عقل کا یہہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بہوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ھم لسعۃ حیۃ معطوف ہی عطش پر جو متعلق ہی خوف ہلاک سے
ناالہ الحلبی یعنی جب کسیکو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لئے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے
قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہے اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنون مین عمارت کے کام پر پکڑ لیجاوین
اور کام مین جلدی ہو اور روزہ رکہنے سے جان کا خوف ہو یا بہوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہی اور خلاصہ مین
ہی کہ جب غازی یقینا جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان مین اور درصورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصرا
لمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ الفطر خبر مقدم ہی اور الفطر جو آگے آتا ہی مبتدا موخر ہے اور لام سے اشارہ اسطرف ہی کہ افطار جائز ہی لیکن روزہ
رکہنا افضل ہے اگر نقصان نکرے یعنے افطار جائز ہی مسافر کو کہ سفر شرعی رکہتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ مین سفر ہو اور حامل
او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہے جسکو حمل ہو یا دودہ پلاتی ہو خواہ مان ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے ھم دایہ تو اس
جہت سے کہ عقد کے جہت سے اوسپر دودہ پلانا واجب ہی اور مان اسجہت سے کہ اوسکو دودہ پلانا دیانۃً ہر حالت مین واجب ہی اور قضاءً جب کہ
لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودہ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہی کہ دایہ کو افطار جائز ہی اگرچہ عقد رمضان ہی مین واقع ہو برخلاف صدر الشریعہ
کے کہ حلت کو مقید کیا ہی اور کہا ہی کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہی خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا اور دودہ پلانیوالی کو افطار جائز
ہے اگر خوف کرتی ہو غلبہ ظن کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت للارضاع اور مقید کیا ہی اوسکو
بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھہ اوس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودہ دینے پر یعنی بچہ دوسری کا دودہ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض
خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہی افطار بیمار کو کہ روزہ رکہنے سے زیادت مرض کا خوف رکہتا ہو ھم یا دیر مین اچہا ہونیکا یا عضو کے بگڑنے کا کذا
فی البحر یا آنکہہ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوا اسکے اور یہی حکم ہے اگر بیمار داری کرتا ہی بیمار کی یعنے اگر روزہ رکہیگا تو بیمار کی
کی خبر داری نکر سکیگا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاویگا تو اوسکو بھی افطار جائز ہی قالہ الشامی وصحیح خاف المرض یا تندرست کو خوف
رکہتا ہو بیماری کا یعنی بغلبہ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ یا خادمہ کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبہ ظن کسی علامت سے یا تجربہ
سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبہ ظن ہو خبر دینے سے طبیب ماہر مسلمان مستور الحال کے ھم حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دخل نہو ہرات
طب مین ہو اوسکے قول کی تقلید جائز نہین اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہین شاید اوسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی جیسے
جب مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اوسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نکرے اوسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر

اور ستو بھی یہہ غرض کہ واسطے تسو ہین کہتا ہون کہ جب اوسنے طبیب کے قول سے افطار کرے جسمین یہہ شروط موجود نہو وین تو ظاہر اکفارہ لازم ہوگا جیسا
افطار کرلے بدون علامت و تجربہ کے کیونکہ غلبہ ظن نہوا اور لوگ اس سے غافل ہین قالہ الشامی وافاد فی النہر تبعا للبحر ان الطبیب الکافر وانما
لیس فیہ ابطال عبادۃ اور نہر مین مثل البحر کہا ہے کہ علاج مین کافر کا قول ماننا جس جگہہ ابطال عبادت کا نہین ہے جائز ہے قلت وفیہ کلام
لان عندہم ہو المسلم کفر فانی یتطبب لہم مین کہتا ہون کہ اسمین کلام ہے کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیر خواہی کفر ہے پہر اوسنے کو یہان تک
کہا جا سکتا ہے فی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع عن امتثال امر المولی اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ
فی الفرائض اور بحر مین نقل کیا ہے ظہیریہ سے کہ باندی کو یہ پہنچتا ہے کہ مولے کے فرمان کو نہ مانے جبکہ امر نہ کرتا و سکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے
کیونکہ فرائض کے باب مین اوسکو اصل حریت پر باقی رکہا ہے ہم مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولے کے حکم پر مقدم
ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولے کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کرلیا تو باندی پر کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی الفطر یوم العذر
الا السفر لکنا بینا یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہے جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن مین مذکور ہوگا یعنی جس روز سفر کرے اوس روز کا
اتمام واجب ہے کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر و حامل وغیرہا جسقدر روزے افطار کرین بدون فدیہ کے ہم
اسمین اشارہ ہے امام شافعی کے خلاف کا کہ اونکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ہر روز کے لئے نصف صاع گیہون کذا فی البدائع
وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کرین بدون شرط پیاپے ہونیکے اسواسطے کہ قضا ہی صوم فوراً واجب نہین
اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہے اور اگر علی الفور وجوب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہے اوسکی تنگ وقت
ہے کذا فی البحر بخلاف قضا نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی نماز سے سو جاوے یا
اوسکو بہول جاوے تو چاہیے کہ اوسکو پڑہے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہے قضا پڑہنے کی اور جزا شرط سے پیچہے نہین ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ
نماز فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑہے اور ظاہر یہ ہے کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اوسکو نفلین مکروہ ہون لیکن مین نے مصرح نہین دیکہا کذا
فی النہر مین کہتا ہون کہ قضاء فوائت مین ہم بیان کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین مگر موکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی ولو
جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ لما مر اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ
لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہے برخلاف امام شافعی کے کہ وہ قضا کے ساتہہ ایک مسکین کا کہانا دینا بہی ہر روز کے لئے کہتے
ہین قالہ الحلبی ویندب للمسافر الصوم لایۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہے مسافر کو روزہ بمقتضا آیۃ شریفہ
وان تصوموا خیر لکم کے یعنی تمہارا روزہ رکہنا اچہا ہے تمہارے لئے اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر
اور خیر بمعنی نیک کے ہے نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کے لینے سے یہہ معنی ہونگے کہ روزہ رکہنا بہت بہتر ہے اور افطار بہی بہتر حالانکہ افطار
مباح ہے نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ پس اگر دشوار ہو روزہ اوسپر یا اوسکے رفیقون
پر تو افطار افضل ہے بسبب موافقت اپنے گروہ کے ہم رفیق اسم جنس ہے شامل ہے واحد اور جمع کو اور بعض نسخون مین رفقتہ ہے یعنے جب
اوسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور نفقہ مشترک ہو تو افطار افضل ہے جیسا خلاصہ وغیرہا مین ہے اور جماعت کی موافقت یعنی اونکے نفقہ کے
جمع کی تقسیم دشوار ہو یا اوسکا ساتہہ نہ دینا شاق ہے قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ لعدم
ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مر جاوین معذور مذکور اوسی عذر مین تو اونپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہے کیونکہ انکو نہین ملی قدر
شمار دیگر ایام کی جو آیت قرآنی مین منصوص ہے ہم یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع
ہے اور معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہے کہ جب اوسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر

اصل نہین ہے بلکہ وہ بدل ہی اسواسطے کہ وہ جب اوسمین یہ ہے کہ اوسکی قیمت سے ہدی خرید کیجاوے جو حرم مین ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر
کو نصف صاع یا ہر نصف صاع کے بدلے ایکروز کا روزہ اور کافی کا ملخص یہہ ہے کہ جو شخص ایسے روزہ سے عاجز ہو کہ بدل سے عاجز کا جیسا کفارہ یمین اور قتل
پس اگر فدیہ دیوے اپنی طرف سے اپنی حیات مین اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہین صحیح ہے دونو کفارون مین اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح نہین دونون مین اور
اگر اوسکی طرف سے اوسکی ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل مین صحیح نہین کیونکہ اوسمین واجب عتق ہی اور تبرع اوسکا درست نہین اور کفارہ یمین مین صحیح ہے لیکن
کسوہ اور اطعام مین نہ اعتاق مین جیسا ہمنے بیان کیا یہہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ یہان بہت سے افہام کے قدم لغزش کہا گئے ہین قال
الشامی وبسطہ لما فیہ من الزام الولاء للمیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلئے جائز نہین کہ اوسمین میت کے ذمہ ولاء کا لازم
کرنا ہے بدون اوسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کیطرف سے صحیح کہا جاوے تو ولا یعنی ترکہ غلام آزاد شدہ کا درصورت نہونے اوسکے کسی وارث نسبی کے میت
کو پہنچیگا ھ اسواسطے کہ ولاء ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کے علاوہ برین ولاء نفع خالص نہین کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اوسکی طرف سے
خونبہا دیتا ہے اور ایسی ہی اوسکے عصبات بعد اوسکی موت کے اور یہان نہین وارد ہوتا ہے جو ہدایہ مین مذکور ہے کہ انسانکو جائز ہے کہ عمل کا ثواب غیر
کو دیدے اور یہہ اعتاق کو بھی شامل ہے کیونکہ یہان مراد اعتاق بطور نیابت کے ہے میت سے روزہ کے بدلہ بخلاف اوس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور
اوسکا ثواب میت کے لئے کر دے اسواسطے کہ اعتاق معتق کیطرف سے اصالۃً ہوا اور ولاء اوسیکی رہی صرف ثواب میت کو ہوا بخلاف تبرع کسوہ و اطعام
کے نیابۃً ہو سکتا ہے واسطے نہونے الزام کے قال الشامی وفدیۃ کل صلوۃ ولو وترا کما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم علی المذھب اور فدیہ ہر نماز کا اگرچہ
وتر ہو جیسا قضاء فوائت مین مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہے صحیح مذہب پر ھ اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اوسکا روایت کیا ہے کہ ہر روز
کی پانچون نماز کے لئے ایک نصف صاع ہے پس انہون نے اوس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی صحیح ہے کذا
فی السراج وکذا الفطرۃ اور اسیطرح فطرہ ھ یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایکدن کے روزہ کے ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور مثل ہے یہ تشبیہ
مسئلہ تبرع کی ہے اور حلبی نے کہا ہے کذا الفطرۃ کے معنی یہہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم
کالفطرۃ والولوالجیۃ اور اعتکاف واجب مین کہانا کہلایا جاوے میت کیطرف سے ہر روز کے لئے مانند فطرہ کے یعنی مقدار مین کذا فی الولوالجیۃ ھ اگر
میت نے وصیت کی ہو تو لازم ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جوازا والحاصل ان ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ
والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت ھ اور حاصل یہہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز روزہ تو وصی میت کی طرف
سے کہانا دیوے اوسکے مرنیکے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہی جیسے زکوۃ تو نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہے
بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کراوے میت کیطرف سے ایک شخص کو بہیجکر میت کے مال سے کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر
اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہے افطار جائز ہے اور فدیہ دیوے وجوبا اگرچہ مہینے کے شروع مین دیدے ھ فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عاجز
جانیوالا نہین ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی النہر اور فدیہ دینے مین رمضان کا اول و آخر برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا
فیستغفر اللہ اور فدیہ مین تعدد فقیر کا شرط نہین ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے دیوے اگر تونگر ہو ورنہ اللہ تعالی سے استغفار کرے ھ استغفار کا ذکر فتح القدیر
اور بحر مین مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہے جبکہ نذر کرے ہمیشہ روزہ رکہنے کی اور معیشت مین مشغول ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہہ اوسیکی ساتھ متعلق ہے نہ
شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اس سے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسیوجہ سے تقصیر نہین پائی گئی بخلاف ناذر کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑ کر جب معیشت
مین مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہے اسلئے کہ اوسمین جان کی ترجیح ہے قالہ الشامی ھذا اذا کان الصوم اصلا
بنفسہ وخوطب باداۂ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پر اوس صورت مین ہے کہ صوم بذات خود اصل ہوا اور بندہ اوسکی ادا کا مخاطب ہو ھ جیسے رمضان اور اوسکی
قضا اور نذر مثلا کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم لکفارۃ یمین

الکمال تاج الشریعۃ وصدر الشریعۃ صاحب الوقایۃ وشرحہا اور دوسری روایت میں توڑنا حلال ہے بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسکو کمال نے اختیار کیا ہی
اور تاج الشریعۃ نے اور صدر الشریعۃ نے وقایہ میں اور اوسکی شرح میں ہم شارح نے صاحب نہر کا اتباع کیا ہو اس عبارت میں حالانکہ تصریح ہے
کی وقایہ اور شرح وقایہ میں نہیں والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا لا یرضی بمجرد حضورہ ویتأذی بترک الافطار فیفطر
والا لا ھو الصحیح من المذھب ظہیریۃ اور ضیافت عذر ہی مہمان کے لئے اور دعوت کرنیوالے کے لئے یعنی نفل روزہ توڑنے میں نہ فرض و واجب
میں بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونیسے راضی نہو اور ترک افطار سے اوسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نکرے یہی صحیح مذہب ہے کذا فی الظہیریہ
اور ایک قول یہہ ہی کہ قبل الزوال عذر ہے بعد الزوال نہیں اور دوسرا قول یہہ کہا گیا ہی کہ اگر بہروسا اپنے اوپر اسکا ہو کہ قضا رکہیگا تو توڑے
ورنہ نہیں شمس الائمہ نے کہا کہ یہہ سب سے بہتر ہے میں کہتا ہوں کہ قول صحیح میں یہہ پہلی تقیید ضروری ہی کیونکہ جب وثوق قضا کا نہیں حاصل ہی تو
اپنے آپکو گناہ سے بچانا بہتر ہے غیر کی رعایت سے اور شارح نے جو مقید کیا قبل الزوال کے ساتھہ جیسا آگے آتا ہی تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہوگیا
قال الشامی ولو حلف بحل علی الصائم بطلاق امرأتہ ان لم یفطر افطر ولو کان صائما قضاء لا یحنث علی المعتمد بزازیہ اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم
دی اپنی بیبی کی طلاق کی درصورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق ندب کے اگرچہ روزہ قضاء رمضان ہو اور اسکو قسم میں حانث
نکرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ھذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ فلا الا لاحد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر میں ذخیرہ
وغیرہ سے نقل کیا ہی کہ یہہ حکم اسصورتمین ہی کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں مگر ماں باپ کے لئے عصر تک افطار جائز ہی نہ بعد عصر کے
وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ میں ہی کہ کسی بہائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہیں ہی اگر
روزہ ہو سوا ہی قضاء رمضان کے ہم اور قضاء رمضان کا افطار مکروہ ہے کہ اوسکو رمضان کا حکم ہی کہ کذا فی النہر اور قضاء رمضان پہ اقتصار کرنا
ظاہرا دلالت کرتا ہی کہ صوم کفارہ اور نذر میں بقدر ضیافت افطار مکروہ نہیں ہی اور یہہ قول امام ابو یوسف ہے لیکن اونکے نزدیک قضاء رمضان میں بھی
استثنا نہیں جیسا کہ محیط میں ہی کہ امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ صوم قضاء اور کفارہ اور نذر میں افطار کرلے تو ظاہر یہہ ہی کہ مصنف اسی روایت پر بنا
ہی اسصورتمین قضاء رمضان کا استثنا بیجا ہی تہا قال الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر بہ اور نفل روزہ نرکہے
عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچہہ ضرر نہو تو جائز ہی ہم یعنی اسطرح کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اوسکو منع نہیں پہونچتا اور
عورت روزہ رکہہ سکتی ہی گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہی یعنی وطی کے سبب تو ان حالات میں روزہ سے اسکا کچہہ حرج نہیں کذا
فی السراج اور ظہیریہ میں منع کو مطلق رکہا ہی اور صاحب بحر نے اسکی تقویت کی ہی کہ روزہ عورت کو دبلا کرتا ہی اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر میں کہا ہی
کہ میرے نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولے ہی کیونکہ ایکروز کا روزہ دبلا ہونیکا باعث نہیں ہی پس باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہہ ضرر نہو یعنی خاوند
مریض ہو یا مسافر تو جائز ہے قال الشامی ولو فطرہا وجب القضاء باذنہ او بعد البینونۃ اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا
واجب ہے مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے ہم اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہی اور اسیطرح غلام کا حال ہی اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا
ہے کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندہا تو مرد کو اوسکا کہلوانا جائز ہی اور یہی حال نماز و نکاح ہی کذا فی الشامی ولو صام العبد او صامت
جاریتہ بلا اذن المولی لم یجز ان لم یکن غائبا ولو فطرہ او فطرہا قضاہ باذنہ او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکہا یا اوسکے جو اسکے حکم میں ہی یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد
نے بغیر اجازت مولی اسکے تو نہیں جائز ہی اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کرین مولے کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے ہم نہیں جائز یعنے مکروہ ہی خانیہ
میں کہا ہی مگر اسصورتمین کہ مولی غائب ہو اور اوسکا کچہہ ضرر نہو یعنے اوسکا حال مانند عورت کی ہی لیکن محیط وغیرہ میں ذکر کیا ہی کہ غلام کو روزہ مکروہ
ہی اگرچہ آقا کو کچہہ نقصان پہونچا دے کیونکہ اوسکے منافع ملک میں مولے کے ہیں بخلاف عورت کے کہ اوسکے منافع زوج کے مملوک نہیں ہیں صرف اپنے
حق یعنی وطی کا مالک ہی اور بحر میں اسکی تقویت کی ہی اور جاننا چاہئے کہ اجیر کا حال بیان نہیں کیا اور سراج میں ہی کہ اگر اوسکا روزہ مستاجر کو

نقصان کرتا ہے تو نفل روزہ رکھنا منع ہے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اوسکو روزہ جائز ہے ولو نوی المسافر الفطر ثم قدم ونوی
الصوم فی وقتہا قبل الزوال صح مطلقا اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہوگیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کے وقت میں زوال سے
پہلے یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے تو صحیح ہے ہر صورت میں ھ یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادا رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے
جسمیں رات سے نیت کرنی شرط نہیں پس اگر اوس روزہ کی نیت کی جسمیں رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قال الشامی ویجب علیہ
الصوم لو کان فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہے روزہ اوسپر اگر یہہ واقعہ رمضان میں ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت
تھی جب سفر زائل ہوگیا اور نیت اقامت کی کرلی روزہ واجب ہوگا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای من رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم
جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اوس روزہ رمضان کا جسمیں سفر واقع ہوا ہے ھ اسواسطے کہ سفر روزہ شروع ہونے کو مباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے
کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہے بحر میں کہا ہے کہ یہی حکم ہے اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہوگئے تک اوس نیت کو نہیں توڑا پھر
روزہ رکھا تو اوس روز افطار حلال نہیں اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہیں ولکن لا کفارۃ علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ
اور لیکن کفارہ نہیں لازم اگر افطار کیا دونوں مسئلوں میں یعنے مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے شبہہ کے ابتدا اور انتہا میں ھ یعنی اول مسئلہ
میں شبہہ اول وقت میں ہے اور دوسرے مسئلہ میں آخر میں یہہ لف ونشر مرتب ہے قال الشامی الا اذا دخل مصرہ لشی نسیہ فافطر فانہ یکفر کما
سیجئی کہ اپنے شہر میں داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بہول آیا تھا پھر افطار کرلیا تو اسکو تعین کفارہ ہے ھ اسواسطے کہ کہانے کے وقت وہ مقیم ہے
کہ گہر آنے کی بہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہاں قیاس پر عمل ہے نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہوچکا کہ اگر کسی شخص نے کہا لیا پھر سفر کیا یا بالاکراہ سفر کرایا
گیا تو کفارہ نہیں ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یفطر کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیہ قال فیہ
خلاف الشافعی اور اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہ ہو جاویگا جیسا نہ کہ ہوا یعنی الا یتمام کرم التکلم سے پہلے جسطرح نماز میں نیت
کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیہ ابن شحنہ نے کہا کہ اسمیں خلاف ہے شافعی کا ھ طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب شافعی کا بھی یہی ہے کہ اس سے
نماز نہیں فاسد ہوتی ویقضی بایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستوعبا للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان
بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑہ جانا نادر ہے ھ یعنی بغیر کہانے پینے کے اسقدر مدت جیتا رہے یہہ نادر ہے اور نادر واقعات میں حرج نہیں ہے کذا
فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سوای اوس روز کے جسمیں بیہوشی طاری ہوئی یا اوسکی رات میں
سو اوسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اوسکی نیت نہیں کی ھ قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث
ہوا ہے تو بطریق اولے اسپر حمل کرسکتے ہیں مگر یہہ شک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان میں کہانے کی عادت رکہتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا
کرے کذا فی الکافی کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر تقضی کلہ در جنون میں اگر تمام ماہ نہ رہا ہو تو جسقدر ایام گذرے ہوں اونکی قضا کر
ھ اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقا قضا لازم نہیں بلا خلاف قال الشامی والمراد باستیعابہ ان یستوعب ما یمکنہ انشاء الصوم فیہ علی ما مر لا نہ یقتضی مطلقا الخ
اور اگرچہ ابتداء اوقات کو احاطہ کرے جسمیں صوم شروع ہوسکتا ہے جیسا اول کتاب الصوم میں گذرا تو نہ قضا کرے بالکل اسطرح دفع حرج کے ھ انشاء صوم
جسمیں ہو سکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہے ہر دن میں پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہیں ہے یعنی اگرچہ نیت
اوسمیں ہوسکتی ہے لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہیں ہوسکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو کہ اوسنے استیعاب کو مطلق
رکہا ہے یعنی وہ مقتضی ہے کہ اگر ایکساعت کا بہی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہیں اور جو اول کتاب الصوم میں
اختلاف کا بیان کیا ہے اور یہہ کہ دونوں قول مصحح ہیں اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متون اوسی پر ہیں مذکور ہے اور مطلقا سے مراد یہہ ہے کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہوگیا ہو اور یہہ ظاہر الروایت ہے اور امام محمد سے ایک روایت ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے اسلئے کہ جب بالغ

ہوا حالت جنون مین تو صبی کے ساتھ ملحق ہوا پس خطاب اسکی طرف متوجہ نہوا بخلاف اُس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل مین پھر مجنون ہوگیا اور یہی
مختار ہے بعض متاخرین کا کذا فی الہدایہ اور شرنبلالیہ مین برہان سے اوسنے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہین ہے اصح
روایت مین یعنی اُن ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گذرے قال الشامی ولو نذر صوم الایام المنہیۃ او صوم ہذہ السنۃ صح مطلقا علی المختار اور اگر
نذر کئے روزے ایام منہیہ کے یا اُس برس کے تو نذر صحیح ہے مطلقاً مذہب مختار پر م یہان سے شروع ہے اُن صیام کا جو بندہ اپنے قول سے
اپنے اوپر لازم کرلے اور سابق مین اُن روزون کا مذکور تہا جو خداتعالی کیطرف سے لازم ہوئے ملتقی کی شرح مین کہا ہے کہ نذر عمل زبان کا ہے اور
اسکی صحت کی شرط یہ ہے کہ معصیت نہو جیسے شراب پینا اور نہ اوسپر فی الحال واجب ہو جیسا نماز روزہ جو واجب ہوچکے ہین نہ آیندہ کو واجب ہو
جیسے وہ نماز روزہ جو آگے کو واجب ہونگے اور یہہ شرط ہے کہ اوسکی جنس کا کوئی واجب لعینہ مقصود موجود ہو اور اوسمین قضا ہے قاضی کو دخل نہین ہے
اور سلطنت کے یہہ معنی کہ منہی عنہ کا ذکر صریحًا ہو یا نہو جیسا بحر مین ہے اور جو زبان سے بولا ہے وہ مقصود ہو یا نہو یعنی اگر چوک کر کچہہ کا کچہہ کہدیگا تب بہی
نذر منعقد ہوجاویگی چنانچہ ولوالجیہ مین کہا ہے کہ کسی شخص نے کہنا چاہا للّٰہ علی صوم یوم اور اوسکی زبان سے نکلگیا صوم شہر تو اوسپر ایک مہینے کے
روزہ لازم ہونگے کذا فی البحر اور اسی طرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تہا اور اوسکے منہ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر مین
ہزل بمنزلہ جد کے ہے مثل طلاق کی کذا فی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہہ نذر نہین صحیح ہے اور
یہی قول زفر کا ہے اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر معین کہا تو صحیح نہین اور اگر کل کے روزہ کی نذر کی اور اتفاقًا وہ دن یوم النحر
کا ہے تو صحیح ہے کذا فی الشامی وفرقوا بین النذر والشروع فیہا بان نفس الشروع معصیۃ ونفس النذر طاعۃ م نذر کرنے اور اوسمین
شروع کرنے مین فقہا نے اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ شروع کرنا گناہ ہے اور نذر نفس عبادت ہے پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی ولکنہ افطر
الایام المنہیۃ وجوبًا تحامیًا عن المعصیۃ وقضاہا اسقاطًا للواجب لیکن نذر ایام منہیہ مین افطار کرے وجوبًا تاکہ گناہ سے بچے پہر انکی قضا کرے
اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنیکو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع کراہۃ اور اگر انہین دنون مین روزہ رکہہ لیا تو عہدہ سے بری ہوگیا مگر یہہ فعل حرام
ہے وہذا اذا نذر قبل الایام المنہیۃ فلو بعدہا لم یقض شیئا انما یلزمہ باقی السنۃ علی ما ہو الصواب م اور یہہ اسوقت ہے کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے
واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلا چودہوین ذیحجہ کو تو کچہہ قضا کرے اور اوسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی کے
لازم ہونگے اور یہی صواب ہے م ہذا کا مشار الیہ وہ مسئلہ ہے کہ اگر سال معین کے روزے نذر کئے تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہے اور بقیہ ایام سال
کے روزے کا لازم ہونا صواب اسواسطے ہے کہ سال معین عربی اگرچہ معین ہے محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ السنۃ کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ وہی
مدت معینہ مراد ہے جسمین وہ شخص ہے پس نذر حقیقت مین زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زمان ماضی کے مقابلہ مین ہوئی
اوسقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للّٰہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہے کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنۃ او شرط
التتابع فیفطرہا اور یہی حکم ہے یعنے جو معین سال مین مذکور ہوا اگر سنہ کو نکرہ کہا یا پے درپے رکہنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو م اور اگر
اونہین ایام مین روزہ رکہلے تو عہدہ سے خارج ہوجاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تہا ویسا ادا کیا لکنہ یقضیہا ہنا متتابعۃ لیکن یہان ایام
منہیہ کی قضا کرے پے درپے م یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہوئی بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ویعید لو افطر یوما بخلاف
المعینۃ اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکہہ چکا ہے اگر ایکروز کا روزہ بہی توڑے اگرچہ سارے رکہہ چکا ہو صرف
ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اوسمین قضا ایام منہیہ کی پے درپے واجب نہین ہے اور اونمین تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم
آگیا ہے اسواسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اوسیدن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسۃ وثلثین لا یجزیہ
صوم الخمسۃ فی ہذہ الصورۃ اور اگر تتابع شرط نکیا ہو تو ۳۵ کی روز قضا کرے اور اسصورت مین صرف پانچ روز کے روزہ نہین کافی ہین م پانچ یوم

ایام منہیہ یکے اور جو تین دن رمضان کے اور بھی روزہ دن سے متصل رکھنا چاہئیں اور اگر وصل نکرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا یعنی روایت پر کذا فی البحر
واختلاف فی صیغۃ النذر یحتمل الیمین بلا کلام یہ شے ہوگی کہ ... درمیان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہے قسم کا بھی پس اسلئے چھ صورتیں ہوئیں اگر
مصنف نے ذکر کیا اس امر کو اس قول سے فان لم ینو شیئا او نوی النذر فقط او نوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان نذرا فی ھذہ الثلث
الصور نذرا فقط اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہیں کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہ ہونے کی
تو ان تینوں صورتوں میں نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنے کے بموافق صیغہ کے ھم یعنی جیسا اول میں اور اسی طرح دوسری و تیسری میں بطریق اولی
وان نوی الیمین ان لا یکون نذرا کان فی ھذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لحنثہ اور اگر نیت کی قسم کی اور
اسکی کہ نذر نہو تو اس صورت میں صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب تعیین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا
ھم یعنی قول للہ کا بہ معنی ہے تو دلالت کرتا ہے التزام پر اور یہی صیغہ نذر میں پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن
سبب نیت کرنے کے نذر نہوگی قسم ہی ہوگی کیونکہ لازم ہوا اور ملزوم مراد لیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا
حرام کرنا بھی یمین ہے کما لا یخفی وان نواھما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین
عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صورتوں میں نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار
کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنے کے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف کے ھم امام ابو یوسف کے نزدیک
اول صورت میں نذر ہوگی اور دوسری میں قسم ہوگی کہ استعمال صیغہ کا نذر میں حقیقی ہے اور قسم میں مجازی تو اول صورت میں حقیقت کو ترجیح ہے اور دوسری میں
نیت کے باعث مجاز متعین ہے اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا لفظ سے ثابت ہے تو حقیقت اور مجاز کا ہر ایک لفظ میں ارادہ ہو نہیں سکتا اسلئے شارح نے کہا
کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لئے گئے یعنی نذر اور یمین میں منافات نہیں ہے کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہیں مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی
ہے اور یمین لغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونوں جمع کردیا تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو باقی کتب اصول میں مذکور ہے قال
الشامی الطحطاوی وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مستحب ہے کہ متفرق چھ روزے
شوال میں اور اسکا پے در پے رکھنا مکروہ نہیں ہے مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ
فلو افطر الفطر لم یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے پیچھے روزہ رکھنا مکروہ ہے کہ عید کے دن ایک روزہ رکھا اور پانچ بعد اسکے اور
اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے قالہ ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی میں وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ
روزے شوال کے اسکے ساتھ ملادے تو گویا تمام سال کے روزے رکھے ولو نذر صوم شہر غیر معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ استقبل
لانہ اخل بالوصف مع تمکنہ من ایام فیہ نہر بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک غیر معین مہینے کے روزے متصل رکھوں گا پھر ایک روز افطار کرلیا اگرچہ
افطار کا دن ایام منہیہ میں سے ہو تو پھر نئے سرسے روزہ رکھے کیونکہ اس نے کھو دیا وصف تتابع کو باوجودیکہ ایسا مہینہ مل سکتا تھا جس میں ایام منہی
واقع نہوں کذا فی النہر بخلاف برس کے یعنی روزے ہمیشہ کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اس میں ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے ھم یہ جواب ہے
اسکا کہ جیسا سال بھر کی نذر میں ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہاں بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ میں واقع
ہوا لا یستقبل لو فی وقت ... لان الحکم کلہ فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورت کہ مہینہ کے روزہ کی نذر کی ہو تا کہ روزے تمام مہینہ
غیر وقت میں واقع ٹھہریں ھم یہ حکم اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسویں دن افطار کرے مثلا تو
نہیں ظاہر ہوتی کیونکہ اگر گیا ... استیناف کرے اور پورا مہینہ روزہ رکھے تو بعض روزے وقت میں ہونگے اور بعض غیر وقت میں قالہ الشامی والنذر
من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معلق خواہ اعتکاف ہو یا حج

یا نماز یا روزہ یا سوا اسکے اگرچہ معین ہو یعنی تعینات آیندہ میں خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھہ نہ مکان کے نہ درم کے نہ فقیر کے
فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ بمکۃ بہذا الدرہم علی فلان فخالف جاز پس اگر نذر کی کہ صدقہ کریگا جمعہ کے دن مکہ میں یہہ درم فلانے شخص پر پہر
اسکو مخالف کیا تو جائز ہے ھم یعنی بعض میں مخالفت کی یا کل میں اسطرح کہ کسی اور روز میں سوای جمعہ کے غیر مکہ میں کوئی اور درم کسی دوسرے
شخص پر صدقہ کیا اور یہہ اسلیئے جائز ہے کہ نذر میں وہ چیز داخل ہے جو عبادت ہے اور وہ اصل تصدق ہے تعیین پس تعیین باطل ہوگئی اور
قربت لازم ہوئی کذا فی الدرر اور معراج میں ہے کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا پہر اوسکو پرسون رکھا تو جائز ہے اور جائز ہے کہ کچھہ برائی
اسمین نہو جیسا کسی نے نذر کی کہ ابھی ایکدرم صدقہ دونگا پہر تھوڑی دیر میں دیا **تنبیہ** ابن نجیم نے کہا ہے کہ خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر
کسی معین درم کی تصدق کی نذر کی پہر وہ درم جاتا رہا تو نذر ساقط ہو جاتی ہے اور یہہ دلالت کرتا ہے کہ قول فقہا کا کہ دینار و درہم کی خصوصیت
لغو ہے عام نہیں بلکہ یہہ صورت اوسمین سے مخصوص ہے کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیئے تہا کہ واجب اوسکی ذمہ پر رہتا اور معین
کے ہلاک ہونے سے واجب ساقط ہوتا اور اسیطرح یہہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہے یہہ بھی مطلق نہیں ہے کیونکہ بدائع میں کہا ہے کہ اگر نذر کی کہ میں
اس فقیر کو کچھہ کہلا دونگا یعنے مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہیں کیا تو ضرور ہے کہ وہ چیز اسی فقیر کو دے کیونکہ جب شیء منذور کو معین نہیں کیا تو
تعیین فقیر کی مقصود ہوگئی تو دوسرے کو دینا جائز نہیں قالہ الشامی وکذا لو عجل قبلہ فلو عین شہر الاعتکاف للہ فعجلہ قبلہ صح ھم اور اسی
طرح جائز ہے اگر وقت سے پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیئے یا صوم کے لیئے پہر اس سے پہلا اوسکے بدلے ادا کیا تو درست ہے ھم
بخلاف قول محمد و زفر کے اتنا فرق ہے کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہیں رکھتے اور زفر اسصورت میں کہ زمان عجل میں فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر
کسی شخص نے رجب کے روزہ رکھنے کی نذر کی پہر اوس سے پہلے ۲۹ روزہ رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہوگی چاہیئے یہی اصح ہے جیسا بحر
میں ہے اور اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذر ان یحج سنۃ کذا فحج سنۃ قبلہا صح او صلوۃ یوم کذا فصلاہا قبلہ لانہ تعجیل
بعد وجود السبب ھو النذر فیلغو التعیین شرنبلالیہ قبلہ اور اسیطرح اگر نذر کی کہ فلانے سن میں حج کریگا پہر اوس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست
ہے یا نذر کی نماز کی فلانے روز پہر نماز پڑہلی اوس روز سے پہلے کیونکہ یہہ تعجیل ہے بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ نذر کا قدر کرنا ہے پس تعیین لغو ہو جائیگا
کذا فی الشرنبلالیہ اسکو یاد رکہو ھم یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ نہ تھی تو لغو ہوگئی اور اس مسئلہ میں بھی خلاف محمد و زفر کا ہے کذا فی الشامی بخلاف
النذر المعلق فانہ لا یجوز تعجیلہ قبل وجود الشرط کما سیجیٔ فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اوسمیں تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہیں
ہے جیسا ایمان میں مذکور ہوگا ھم مراد یہہ ہے کہ تعلیق کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچہا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھونگا نہ شرط کا ہونا
اچہا ہو مثلا اگر زنا کروں تو میری ذمہ اسقدر لازم ہے اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت میں اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہے اور دوسری صورت میں
اختیار ہے نذر کے پورا کرنے میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معلق میں تعجیل اسلیئے جائز نہیں کہ جو کلام معلق کسی شرط پر ہے وہ بالفعل سبب نہیں ہے
بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول میں مقرر ہو چکا ہے پس اگر اسکی تعجیل جائز ہو تو لازم آتا ہے کہ اسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے
پہلے ہوا اور یہہ ناجائز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے متعین ہے لیکن تاخیر صحیح ہے واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے اس
اور یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں مکان اور درم اور فقیر متعین نہیں ہیں کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد سببکا موخر ہوگیا سو تعجیل ناجائز
ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر رہے اسواسطے کہ تعلیق انمیں اثر نہیں کرتی قالہ الشامی ولو قال ان برئت من مرضی فللہ علی ان اصوم شہرا
فمات قبل ان یصح لا شیٔ علیہ اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کیواسطے میرے ذمہ ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکہوں پہر مر گیا اچہا ہونے سے پہلے
تو اوسکے ذمہ کچھہ لازم نہیں ہے وان صح ولو یوما ولم یصم لزمہ الوصیۃ بجمیعہ علی الصحیح اور اگر تندرست ہوگیا اگرچہ ایک ہی روز ہوا اور اسنے روزہ
نہ رکہا تو اسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہے صحیح مذہب پر ھم یہہ شیخین کا قول ہے اور محمد کہتے ہیں کہ جسقدر تندرست ہو اوسی قدر کی وصیت لازم ہے

آٹھہ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دو روزہ رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونو صورتون مین فرق یہہ ہی کہ شنبہ کا روز سات روز مین دو بار نہین آتا اسلیے دوسری صورت مین سات دن پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے ۞ یعنی آٹھہ روز مین دو بار شنبہ مکرر ہو سکتا ہی تو عدد مذکور مین جو مکرر ہو سکتا ہی وہی مراد ہوا گویا یون کہا السبت الکائن فی ثمانیۃ ایام تبعنے وہ روز شنبہ کہ آٹھہ روز مین واقع ہی اور وہ دو ہین کذا فی الفتح اور مخفی نہین ہی کہ یہہ اوسوقت ہی کہ نذر والیکی نیت معلوم نہو نہین تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اورجان تو کہ نذر جو عوام کیطرف سی مردون کے لئے واقع ہوتی ہے اور جو کچھہ لیا جاتا ہی پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیاء کرام کی قبر پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہہ سب بالاتفاق باطل اور حرام ہی ۞ اسکا بطلان کئی وجہ سے ہی منجملہ اونکے ایک یہہ ہی کہ یہہ نذر ہی مخلوق کیواسطے اور نذر مخلوق کیلئے جائز نہین کیونکہ یہہ عبادت ہی اور عبادت مخلوق کی نہین ہوتی دوسری وجہ یہہ کہ جسکی نذر کی ہی وہ مردہ ہی اور مردہ مالک نہین ہوتا تیسری یہہ کہ نذر والا گمان کرتا ہی کہ مردہ امور مین تصرف کرتا ہی سوا خدا تعالی کے اور اسکا یہہ اعتقاد کفر ہی ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین تیرے لئے نذر کرتا ہون کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت روا کر دے تو مین اُن فقیرونکو کہانا کہلاؤن جو دروازہ پر فلانے سید یا امام کے ہین یا اونکی مسجد کے لئے فرش یا تیل خریدون یا انکی مسجد کے خدمتگزارون کو آمدنی دیدون یا اور سوا اسکی جسمین نفع فقیرونکا ہو اور نذر خاص خدا تعالی کے لئے ہو اور ذکر اُس بزرگ کا صرف اسلئے ہو کہ رباطون یا مسجدون مین جو لوگ مستحق مقیم ہین وہ مصرف نذر کا ہین پس اس اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور اسکا صرف کرنا کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہین ہی جبتک کہ محتاج نہو اور شرع مین ثابت نہین کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لئے نذر کرنی بالاجماع حرام ہی یہہ نذر نہ منعقد ہوتی ہی اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہی اور اس وجہ سے کہ وہ حرام محض ہی اُس بزرگ کے خادم کو اوسکا لینا جائز نہین مگر یہہ کہ خود فقیر ہو یا اوسکی عیال فقرا عاجز ہون تو اوسکو بطور صدقہ ابتدائی کے لے سکتا ہی اور اسکا لینا بہی مکروہ ہے جبتک نذر کرنیوالیکا قصد تقرب الی اللہ اور صرف نفقرا کیطرف نہو اور اُس بزرگ سے بالکل قطع نظر نکرلے کذا فی البحر ملخصا من شرح العلامۃ قاسم مالم یقصد وا صرفہا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہی اور جو دراہم وغیرہ لئے جاتے ہین حرام ہین جبتک کہ قصد نکرین اونکی صرف کا فقرا کے لئے اور اسمین لوگ مبتلی ہین خاصکر ان ایام مین اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار مین بسط سے بیان کیا ہے ۞ یعنی اسطرح نذر ہو سکتی ہی کہ صیغہ نذر کا خدا تعالی کے لئے ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اوسکی فقرا مراد ہون اور یہہ نہین مخفی ہی کہ اُس شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بہی جائز ہی جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہہ بھی ضرور ہی کہ نذر اس قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہی جیسی دراہم صدقہ کے لئے یا مثل اوسکی لیکن جب نذر کرے تیل کی چراغون کے لئے قبر پر یا مینارہ و زمین جیسی جورتین حضرت سید عبد القادر جیلانی کی تیل نذر کیا کرتی ہین اور شرقی مینارہ و زمین اوسکو روشن کرتی ہین سو یہہ باطل ہی اور اس سے زیادہ قبیح ہی نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا مناروں مین کہ اوسمین راگ اور لعب ہوتا ہی اور اوسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہی قال الشامی ولقد قال الامام محمد لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فالکل بہم یتعیرون اور امام محمد نے کہا ہی کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو مین اونکو آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہہ اسوجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہین ہوتے پس سب لوگ اونسے عار کرتے ہین ۞ ولا کے ساقط کرنے سے یہہ مراد کہ اونسے مواخذہ بالکل نکرتا ورنہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتی جیسے نسب نہین ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی ۔

باب الاعتکاف

یہہ باب ہی اعتکاف کے احکام مین وجہ المناسبۃ لہ التی اشتراط الصوم فیہ

قسم ہے ایک واجب ہی بسبب نذر کرنیکے اپنی زبان سی اور بسبب شروع کرنے کے اور بسبب شرط کرنیکے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے
هم زبان کی قید اسلئی لگائی کہ واجب کرنے مین صرف نیت کافی نہین کذا فی النہر اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر
متفرع ہے یعنی جسمین نفل اعتکاف کے لئی روزہ شرط ہی اور مذہب صحیح یہہ ہے کہ اعتکاف نفل کے لئی کمتر زمانہ ایکساعت ہی نہ تمام
دن تو اوسکے بموجب شروع کرنے سے واجب نہوگا اور بالتعلیق عطف ہی بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور چیز ہی اور
تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایکدوسری کے غیر ہوتے ہین حالانکہ تعلیق بھی نذر ہی ہے تو شارح کو مناسب تھا
کہ یون کہتا واجب بالنذر منجزا او معلقا یعنی واجب ہوتا ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط ہو جیسا بحر مین
اور امداد مین ہے قالہ الطحطاوی وسنة مؤكدة في العشر الاخير من رمضان قسم دوم سنت موکدہ ہی رمضان کی اخیر عشرہ مین اے
سنة كفاية كما في البرهان یعنے سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کرنے سی اور ونکے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان مین ہے هم
اسکی نظیر جماعت سی تراویح کا پڑہنا ہے کہ اگر بعض لوگ اونکو پڑہین تو باقیون سے ساقط ہو جاتی ہین اگر باقی اشخاص بعذر ترک پر مواظبت
کرین تو گنہگار نہونگے اور اگر سنت ہر ایک شخص پر ہوتین تو ترک کرنا سنت موکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی
لاقترانها بعدم الانكار على من لم يفعله من الصحابة کیونکہ صحابہ مین سی جس شخص نے انکو ادا نہین کیا تو حضرت نے اوس پر انکار نہین کیا
اور نہین تو کام هم یہہ جواب ہی اوسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض کیا ہی ہدایہ کا قول یہہ ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ اعتکاف سنت موکدہ ہی
کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرہ رمضان مین مواظبت کی ہی اور مواظبت دلیل ہی سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہہ
ہے کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہے وجوب کی تو واجب کہنا چاہیئے نہ سنت موکدہ اسکا جواب یہہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب
ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی ومستحب في غيره من الازمنة هو بمعنى غير المؤكدة تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اسکی سوا اور زمانون
مین ہو اور مستحب بمعنی سنت غیر موکدہ کے ہی وشرط الصوم لصحة الاول اتفاقا فقط على المذهب اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطی صحت قسم
اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کے هم على المذهب فقط کے ساتھہ علاقہ رکھتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور
اسکی مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف مین بھی شرط ہی اور یہہ مبنی ہی اختلاف پر اسبات مین کہ نفل مین تقیید تقدیر یوم کی
ہے یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید وتقدیر نہین ہے اسلئی روزہ بھی شرط نہین اور حسن کی روایت مین یوم کی قید ہی تو ہے
حسن کی روایت مین تو اوسمین صوم شرط ہے جیسا بدائع وغیرہ مین ہی مین کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہہ ہی کہ اعتکاف مسنون مین بھی
صوم شرط ہی کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ مین ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اعتکاف کری بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سی تو چاہیئی کہ
سنت نہ شمار کیا جاوی بلکہ نفل ہو اور اوس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی وبسطه فلو نذر اعتكاف ليلة لم يصح
وان نوى معها اليوم لعدم محليتها للصوم اما لو نوى بها اليوم صح والفرق لا يخفى پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہی اگرچہ
اوسکی ساتھہ دن کی نیت بھی کری کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کری تو درست ہی اور فرق مخفی نہین ہے
هم فرق یہہ ہے کہ پہلی صورتین یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب متبوع مین نذر نادرست ہوئی تو تابع مین بھی نادرست ہوئی اور دوسری
صورتین لیلہ بولا اور یوم مراد لیا یعنی مجاز مرسل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلہ کو مطلق زمانہ مین استعمال کیا پھر اوس مطلق کو
مقید مین استعمال کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی مین کہتا ہون کہ یہہ فرع مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہی نہ لیل کا اطلاق
اور اگر اسطرح بولنا اطلاق وتقیید کے علاقہ سی جائز کہا جاوے تو چاہیئی کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر
انسان کے سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول مین اسکی خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی بخلاف ما لو قال لله علي ان اعتكف ليلا ونهارا فانه يصح

له قوله وان نوی معها الیوم ... [illegible]

قال تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اپنے باطل کرو اپنے عملونکو الخ الا لحاجة الانسان طبیعیة کبول وغائط او غسل لو احتلم ولا یمکنه الاغتسال
فی المسجد کذا فی النہر حرام ہی معتکف کو خروج مسجد سی مگر واسطی حاجت انسانی کے حاجت یا طبعی ہو جیسے بول و براز اور غسل اگر احتلام ہو جاوے
اور مسجد مین غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النہر م پس اگر ممکن ہو اسطرح کہ مسجد ملوث نہو تو مضائقہ نہین اور اگر مستعمل پانی سی مسجد ملوث ہو تو غسل
سے منع کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیة کعید واذان لو مؤذنا وباب المنارة خارج المسجد والجمعة
وقت الزوال یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال
کے م اذان کے لئے موذن کی قید قول ضعیف ہی اور صحیح یہ ہے کہ موذن اور غیر موذن مین فرق نہین جیسا بحر اور امداد مین ہی اور
بحر مین کہا ہی کہ چڑھنا اوسجگہہ پر جہان اذان دیجاتی ہے مفسد نہین ہی اگر دروازہ اوسکا مسجد مین ہی اور جو مسجد سے باہر ہی تب بھی
یہی حکم ہے ظاہر الروایت مین انتہی مین کہتا ہون کہ بدائع سے ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ اذان بھی شرط نہین ہی کیونکہ اوسنی کہا ہی کہ اگر
منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سی باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد مین ہی اسواسطے کہ جو چیز مسجد
مین ممنوع ہی وہ منارہ مین بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت مین کہ دروازہ خارج
ہو اوسکو مقید کرنا چاہیئے کہ نکلے اذان کے لئی کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہے لیکن مسجد سی نکلکر جو دروازہ منارہ تک جاویگا وہ نکلنا مفسد
ہے اور اس تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہین اور جملہ وباب المنارة الخ حال ہو موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہے
قال الشامی ومن بعد منزله ای معتکفه خرج فی وقت یدرکها مع سنتها یحکم فی ذلک رایه اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اوسکی دور ہو
جامع مسجد سی تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ کو مع اوسکی سنتون کے پاوے اپنی راے کو حکم کرے م یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا
بدائع مین ہی مگر اوسکو ذکر نہین کیا کیونکہ سنتین پہلے خطبہ کے ہوتی ہین قال الشامی وسنتها بعدها اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتین
پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھہ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چھہ کذا
فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانه محل له وکره تنزیها لمخالفة ما التزمه بلا ضرورة اور اگر جامع مسجد مین زیادہ ٹھہرا یعنی جیسے ایک رات
دن یا اعتکاف وہان ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہی لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہی کیونکہ جو التزام
کیا تہا اوسکی مخالفت کی بے ضرورت م اور اسمین اشارہ ہی کہ جامع مسجد مین ٹھہرنا اور گھر مین ٹھہرنا جب حاجت کے لئی جاوے ان دونو
مین فرق ہے کہ گھر مین ٹھہرنے سی اعتکاف فاسد ہو جاتا ہی اور بدائع مین مذکور ہی کہ جو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سی روایت
کیا گیا ہی یعنی رخصت عیادت مریض اور صلوة جنازہ کے باب مین پس ابو یوسف نے کہا ہی کہ محمول ہی اعتکاف نفل پر اور ممکن ہی کہ رخصت
محمول ہو اوس صورت پر کہ نکلے کسی حاجت کے لئی یا جمعہ کے لئی اور راہ مین مریض کی عیادت کرلے اور جنازہ کی نماز پڑھلے بغیر اسکے کہ
قصدا اوسکی واسطی نکلے اور یہہ جائز ہی انتہی اور اس سی معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کیواسطی نکل آیا تو ٹھہرنا اوسی صورتین مین مفسد ہی کہ مسجد
مین نہو اور عیادت کیواسطے نہو قال الشامی فلو خرج ولو ناسیا ساعة زمانیة لا رملیة کما مر بلا عذر فسد فیقضیه پس اگر نکلا معتکف
گو بہولے سی ایکساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اسکی قضا کرے م یعنی
اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور تطوع کو اگر یوم کے تمام ہونے سی پہلے قطع کیا تو نہین قضا ہی مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور
قضا کرے اعتکاف منذور کو مع صوم کے اتنی بات ہی کہ اگر مہینا معین ہی تو قضا بقدر فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف
لازم ہوا تہا پیاپے اور فرق نہین ہی اگر فساد صنع عبد سے ہو بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سی ہو جیسا مرض کیوجہ سی نکل آنا یا
بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض و نفاس و جنون و بہت سی بیہوشی اور اوسکا حکم یہہ ہی کہ جب اپنے وقت سی فوت ہو جاوے تو اگر بعض

فوت ہوا ہے تو اوسکے بعد قضا کرے منتقہ اور استیناف واجب نہیں اور اگر کل فوت ہو وے تو کل کی قضا کرے یہہ نہیں اگر قادر ہوا اور قضا نکی یہانتک کہ مرگیا
تو وصیت کرے ہر روز کے لئے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح و سالم ہو اور اگر وقت نذر کی تندرست
نہیں تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست ہو گیا تو وہ اوسی حالت پر ہے جو روزہ کے باب میں مذکور ہوا اور اگر ایکروز کو بھی تندرست نہیں ہوا تو اوس پر
کچھ لازم نہیں کذا فی البدائع معلوم ہوا کہ الا اذا افسدہ بالردۃ مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہو کر مترجم اس واسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہے اوسکو جو
پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدا تعالیٰ کے ایجاب سے ہو یا بندہ کے اوپر بندہ کے واجب کرنے سے ہو قال الشامی والمعتبر اکثر النہار قال والدہ ھو
الاستحسان اور نذر روزہ میں صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علماء نے کہا ہے کہ یہی آسان ہے مترجم اس واسطے کہ خروج قلیل میں ضرورت ہے کذا
فی الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار ہے اسواسطے کہ کمال نے اوسمیں بحث کی ہے قال الشامی
وبحث فیہ الکمال اور اسمیں کمال نے بحث کی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت پر ہوتی ہے اور بیعذر نکلنے میں ضرورت نہیں ہے پس اسکا استحسان
ہونا مسلم نہیں ہے وان خرج بعذر یغلب وقوعہ ھو مالا غنیٰ عنہ کما مر لم یفسد اما ما لا یغلب کانجاء غریق وانہدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا
لکان النسیان اولی بعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ ما قبل مذکور ہو چکا یعنی طبعی یا شرعی تو سوا اسکی
تو نہیں فاسد ہوا اور جو عذر غالب الوقوع نہیں ہے جیسا ڈوبنے کو بچانا یا مسجد کو گرتا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان کو ورنہ نسیان کیصورت میں
بطریق اولے فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ بر خلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے مترجم زیلعی نے مفسدات
میں شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور ڈوبتے کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہوا اور ادائے شہادت کو نکلنا
اسکو مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد میں چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہوگئے کہ اسمیں پنجوقت نماز کی جماعت نہوگی یا ظالم نے مجبور کر نکالدیا
یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہوا لکن فی النہر وغیرہ عن المحیط عدم الفساد لانہ انتقال لا خروج (کما استقصاہ) لیکن نہر وغیرہ میں ہے کہ اگر مسجد
گرا دی یا جماعت باطل ہو جاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا یہہ دلیل استحسان مترجم حاصل یہہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہہ ہے کہ اعتکاف خروج
سے فاسد ہو جاتا ہے گرچہ بول و غائط اور جمعہ کی نماز کے لئے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل میں عدم فساد کو مستحسن جانا ہے اور شامی نے اسکو بسط کیا ہے
وفی التاتارخانیہ عن الحجۃ لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ میں حجہ سے
نقل کیا ہے کہ اگر شرط کیا وقت نذر کے کہ نکلیگا مریض کی عیادت کو اور نماز جنازہ کے لئے اور مجلس علم میں حاضر ہونیکے لئے تو جائز ہے یہہ یاد رہے مترجم لیکن
تردد ہوتا ہے کہ صرف نیت پر اکتفا نہیں حاصل یہہ کہ اسباب غالب الوقوع مستثنےٰ ہیں اگرچہ شرط کی ہو اور جو غالب الوقوع نہیں ہیں تو وہ مستثنے
نہیں ہیں مگر جبکہ شرط کرلی قال الشامی واختص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مختص ہے معتکف ساتھ کہانے اور پینے
اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ اپنے لئے یا اپنے عیال کے لئے یعنی مسجد میں مترجم یہہ داخل ہے مقصود علیہ پر یعنے معتکف مقصور ہے کہانے وغیرہ
پر مسجد میں اور اسکو یہہ چیزیں حلال نہیں سوا مسجد کے یہہ معنی نہیں کہ کہانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد میں نکرے کیونکہ عقد حرام ہے و جہت غیر
معتکف کو بھی مسجد میں مکروہ ہے کذا قال الشامی بتصرف فلو لتجارۃ کرہ پس اگر عقد تجارت کے لئے ہو تو مکروہ ہے مترجم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کا مسجد
میں حاضر نکیا جاوے اور اسیکو قاضی خان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہے دنیا سے منقطع ہے اسکو لائق
امور دنیا کیطرف اشتغال نچاہیئے کذا فی البحر قال الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فلو خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند بیع اور نکاح اور رجعت
کی رجعت کا عطف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہیں ہو سکتا جب تک عقد میں ایسی تاویل کریں کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا افادہ الشامی پس اگر نکلا ان امور کے
لئے تو اعتکاف فاسد ہو گیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی مترجم ظاہر یہہ ہے کہ نکلے بعد غروب کے کہانے پینے کے لئے اور یہہ محمول ہونا چاہیئے اس صورت پر
کہ اوسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کہانا پہنچاوے تو اسلئے کہ اسوقت یہہ نکلنا حوائج ضروریہ میں ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریما لاحضار

الملاقیم منہ الحدیث بالبیع فیہ الخ اور مکروہ ہے حاضر کرنا مبیع کا مسجد میں یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محمل ہے فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنے
جسجگہ مطلق مکروہ کہتے ہیں وہاں انکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی جیسا کہ مکروہ ہے مسجد میں بیع وشرا
غیر معتکف کے لئے مطلقاً یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کیلئے مبیع حاضر ہو یا نہو بسبب نہی کے جو کہ اسباب میں وارد ہے اور ترمذی
نے اس حدیث کو حسن کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بیع وشرا سے مسجد میں اور گم شدہ کی تلاش سے مسجد میں اور شعر پڑھنے
سے اور منع فرمایا حلقہ باندھ کر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز کذا فی الفتح وکذا الاکل والنوم الا لغریب اشباہ اور اسیطرح مکروہ ہے غیر معتکف کو کھانا
اور سونا مسجد میں مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر اور ہم اسکو بیان کر چکے ہیں وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال لا یکرہ
الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبیٰ لیکن ابن کمال نے کہا ہے کہ نہیں مکروہ ہے کھانا پینا سونا مسجد میں بالکل اور مثل اسکی مجتبیٰ میں ہے
مجتبیٰ ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہے کہ غیر معتکف کو جائز ہے سونا مسجد میں مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگا کر پانو جانب قبلہ کی ہون یا کسی
اور طرف پس معتکف کو بالاولے جائز ہے انتہی اور معراج میں بھی اسکو نقل کیا ہے اور اس سے مطلقاً کی تفسیر واضح ہو جاتی ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ قول
کہ پانو قبلہ کیطرف ہون غیر مسلم ہے کیونکہ علما نے اسکی کراہت پر تصریح کی ہے اور شارح کے کلام کا مفاد ترجیح اس استدراک کی ہے اور ظاہر یہ ہے
کہ کھانا پینا بھی مثل نوم کے ہے جبکہ مسجد کو نزد کرے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہے لیکن وقایہ میں کہا ہے کہ معتکف کھاوے
پیوے سووے بیع وشرا کرے مسجد میں نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اسکی شرح میں کہا ہے کہ غیر معتکف کچھ نہ کرے ان اشیاء مذکورہ میں سے مسجد میں اور
اسیکی مانند قہستانی میں ہے پھر مجتبیٰ کی عبارت نقل کی ہے قالہ الشامی ویکرہ تحریما صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا
اور مکروہ تحریمی ہے اعتکاف میں چپ رہنا اگر اسکو عبادت جانتا ہے ورنہ مکروہ نہیں کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص چپ رہا نجات پائی امام ابو حنیفہ
نے ابو ہریرہ سے مسند روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قالہ
الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر لحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہے بری کلام سے کذا فی
غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت رہے ہم یجب کہا نفترض
نہیں کہا تاکہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہے جیسے غیبت مثلاً اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے بری شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا چیز کی
بڑائی کیواسطے پس چپ رہنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قالہ الشامی وتکلم الا بخیر وہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف میں بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ
ہے کہ جسمین گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب
کالحلقۃ فی الظہر اور جسمیں کلام میں گناہ نہیں اسمیں داخل ہے کلام مباح جب اسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے (یعنی امور دنیا کے)
میں کلام کرنا جسوقت اسمیں قصد تقرب کا نہو ورنہ اسمیں ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی مقصود ہے کلام کا محمل ہے فتح القدیر کی عبارت کا کہ
کلام کرنا مسجد میں مکروہ ہے حسنات کو اسطرح کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر میں اسکو محقق کیا ہے مسجد میں کلام مکروہ اسوقت ہے کہ کلام کے
لئے مسجد میں بیٹھے جیسا ظہیریہ میں قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور معراج میں شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں بات کرنیکا کچھ مضائقہ نہیں
ہے اگر قلیل ہو پس اگر مسجد کا قصد باتوں کے لئے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قالہ الشامی کقراءۃ قرآن و
حدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر جیسے چیزیں ہیں جیسے
قرآن پڑھنا اور حدیث اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتیں صلحا کی اور لکھنا
دینی باتوں کا وبطل بوطئ فی فرج انزل اولا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج میں یعنی اگلے مقام میں یا پچھلے میں انزال ہو یا نہو وکذا
وطئہ خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصداً ہو یا بھولکر

۷۵ صوم وصال بیان چپ رہنے کا ... ہونا ... اور بات کرنے

اور یہہ روایت میں اسواسطے کہ تمام تکات کی یاد دلاتی ہے ھ دوسرے احرام سے پس تیسر کی جو اسمین اشارہ ہے کہ عنایہ تعبیر میں جو مذکور ہے وہ مردود
ہے یعنی معتکف تو مسجد میں رہتا ہوا اوسکو وطی کہاں میسر ہے پس کہا کہ آیت نازل ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ جب اپنی حاجت کے لئے نکلے تو اسوقت وطی
کیونکر حرام ہے اور شرح تاویلات میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاء حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام کو
چلے جاتے تھے اوسپر یہہ آیت نازل ہوئی (وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ) انتہی یعنی ان سے صحبت نکرو جبوقت کہ تم مسجد میں معتکف
ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہے کیونکہ مسجد میں وطی ممکن ہے اگرچہ اسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد میں بحالت جنابت
رہنا علاوہ بریں ہو سکتا ہے کہ زوجہ معتکف ہوا اپنے گھر کی مسجد میں اور اسکا خاوند اوس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل
ہوجاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہے کہ بھولکر وطی سے اعتکاف نہیں جاتا صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی
علت یہہ ہے کہ اعتکاف اور صوم میں فرق ہے کیونکہ اعتکاف میں حالت یاد دلانیوالی موجود ہے یعنی مسجد میں ہونا بخلاف صائم کے
(والا ان مس او قبل او لمس فانزل) اور باطل ہوتا ہے اعتکاف انزال سے بسبب مس یعنی کے یا ہاتھ لگانے یا ران میں رگڑنے کے
کہ یہہ فعل انزال ہوجانے سے بمنزلہ جماع کے ہوگئے (ولو لم ينزل لم يبطل وان حرم الكل لعدم الحرج) اور اگر انزال نہو تو نہیں باطل ہوتا اگر
چہ دواعی وطی کی یہ سب حرام ہیں واسطے نہونے حرج کے اور بعدم بطلان کے علت لازم نہیں آتی (ولا يبطل بانزال بفكر او نظر) ولا یسکر کیا گا
اور نہیں باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھہ فکر یا نظر کے اور نہ بیٹھے سے رات کو (ولا باكل ناسيا لبقاء الصوم بخلاف اكله عمدا) اور
نہیں باطل ہوتا اعتکاف کہانے سے بھولکر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہے بخلاف اسکے کہ عمدا کہالے یا مرتد ہوجاوے کہ ان سے باطل ہوجاتا ہے ھ حاصل
یہہ ہے کہ جو ممنوعات اعتکاف کے ہیں یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہیں نہ روزہ کی جہت سے تو ان میں سہوا و عمدا و دن اور رات برابر
ہیں جیسے جماع اور خروج مسجد سے اور جو محظورات صوم کے ہیں یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف میں ممنوع ہوئی ہیں تو ان میں عمد اور سہو اور دن اور رات
میں فرق ہے جیسے کہانا پینا کذا فی البدائع (وكذا اغماء وجنون ان دام اياما فان جن سنة قضاه استحسانا) اور اسیطرح باطل نہیں ہوتا
بیہوشی اور جنون سے اگر چند روز رہیں (ایام سے مراد یہہ کہ صوم فوت ہوجاوے بسبب عدم امکان نیت کے) پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف
قضا کرے استحساناً اور قیاس یہہ ہے کہ قضا نکرے جیسا صوم رمضان میں اور وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ رمضان کے روزہ دن میں جو قضا ساقط
ہوئی تو بوجہ دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہے تو اکثر جاتا ہے چونکہ رمضان ہر سال آتا ہے تو روزوں کی قضا میں تنگی ہوگی
اور اعتکاف میں یہہ بات متحقق نہیں کذا فی الفتح قاله الشامی (ولزمه الليالي ايضا بنذر اعتكاف ايام ولاء اي متتابعة وان لم يشترط التتابع)
اور لازم ہونگی اوسکو بیچ راتیں یعنی اوس نے اعتکاف کرنا اپنے اوپر کر لیا زبان سے اعتکاف ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پے درپے
ہونے کی شرط نکی ہو وہ بھی لازم حال ہو لیالی ہے اور اصل یہہ ہے کہ جب رات اور دن اعتکاف میں داخل ہونگے تو دونو پے درپے لازم
ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسیطرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینہ
کا کہ متصل پے درپے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزونکی اور پے درپے کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اسکو
اختیار ہے کہ متفرق رکہ لے اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہے اور مبنی بر اتصال ہے (كعكسه لان ذكر احد العددين بلفظ الجمع
كذا التثنية يتناول الآخر) جیسا اسکے برعکس اور وہ یہہ کہ نذر کرے راتوں کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگی اسواسطے کہ ذکر ایک کا دو
عددوں میں سے بلفظ جمع کے ساتھہ اور اسیطرح تثنیہ کے ساتھہ شامل ہے دوسرے کو بھی ھ یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلا عرب میں کہتے
ہیں کہ ہم وہاں تین روز رہے یعنی تین دن مع راتوں کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا (آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا) اور (ثَلَاثَةَ
أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا) ایک جگہہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہے پس مراد دونو جگہہ رات اور دن دونو ہیں اور جمع عام

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمناً ہو جیسے ثلثین یوماً کہنا اور تثنیہ کی صورت میں اعتکاف دو روز کا مع دو راتون
کے طرفین کے نزدیک لازم ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پچھلی رات اوس میں داخل نہیں قال الشامی فلو نوی فی نذر
الایام النہار خاصۃ صحت نیتہ لنیۃ الحقیقۃ پس اگر نذر کئے ایام اور نیت کی خاص نہار کی لیے نہ رات کی تو اوسکی
نیت صحیح ہے کیونکہ اوس نے حقیقت لغوی کی نیت کی کہ عرف میں یوم آٹھ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہیں اور جب لفظ کیواسطے
حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفیہ بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کے طرف منصرف ہوتا ہے اسی جہت سے یہان نیت کی ضرورت
ہوئی اور جب اوسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اوسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے
مسجد مین داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان عنی بہا اللیالی لا الایام بل یلزمہ کلاہما
اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہیں ہے بلکہ لازم ہون گے رات اور دن دونوں کیونکہ ایسی نیت
اوس کلام کی محتمل نہیں ہے کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہے یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک ان مین سے یا یوم ہو یا لیل
اور ہر ایک مین ان چھون مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہ چوبیس صورتین ہوئین اور مثنی
اور مجموع کا حکم مع اون کی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم
ہوگا نیت اوسکی کرے یا نکرے اور اگر اسکے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہے تو دونون لازم ہون گے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت
کی ہے تو دونون لازم ہونگے جب تک اوس مین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قال الشامی کما لو نذر اعتکاف شہر ونوی النہار خاصۃ او نوی
عکسہ اللیل خاصۃ فانہ لا تعمل نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشتمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک
مہینے کا اور نیت کی دنون کی خاص کر یا نیت کی اوسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو اوسکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام ہے ایک مقدار معین کا جو شامل ہے
ایام و لیالی کو پس اوسمین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہیں ہے ہم یہ جب ہے کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یوماً کہوگا
تو اوسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہر مگر اس صورت مین کہ استثنا کرے
راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا ہم نہر بضمتین جمع ہے نہار کی ولو استثنی الایام صح ولا شیء علیہ الخ
اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہے اور اوس پر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اپنے باب اول مین کہ رات محل صوم نہیں جاننا
ہے کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہ گئین اونمین اعتکاف منذور صحیح نہیں ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی
شرط یعنی صوم کے ساتھ منافات ہے قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیالی النحر فتبع للایام
المتقدمۃ رفقاً بالناس کذا فی اضحیۃ الولوالجیۃ اھ ١٢ اور جان تو کہ راتین تابع ہین ایام کے مگر عرفہ کی رات اور
قربانی کی راتین سو یہ تابع ہین گذشتہ روز کے لوگون کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہے اسکو یاد کر لو ہم
یعنی ہر شب تابع ہے اوس روز کی جو اوسکے بعد ہے چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب
مین تو اس تقریر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن غروب
بعد چنانچہ حاشیہ مین ٣ کی تقریر کی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ جب یا ابدا لوت سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ
اس تقدیر پر لیالی داخل ہونگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم
النحر کے اور نحر کی راتین [illegible] یہان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر
[illegible] فی رمضان [illegible] اور شب قدر رمضان مین دائر ہے

له یعنی ذی الحجہ کی دسوین تاریخ کے بعد کی رات تا تیرھوین شب کے [illegible] دسوین تاریخ شب مین امام کے نزدیک قربانی جائز نہین [illegible] اور [illegible] رات مین قربانی جائز ہے ١٢

بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخون مین مقدم موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے
نزدیک تاریخ معین ہے مقدم موخر نہین ہوتی وثمرۃ فیمن قال لعبدہ لیلاً ومنہ انت حر او انت طالق
لیلۃ القدر فعندہ لا یقع حتی یبلغ شہر رمضان الاٰتی لو ازکہ کما کان فی الاول فی الاولی
وفی الاٰتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الاٰتی لا خلاف انہ لو قال قبل دخول
رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اوس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی
تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہے شب قدر مین تو امام کے نزدیک
عتق وطلاق واقع نہون گے جب تک کہ دوسرا رمضان تمام نگذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس
رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی ہو اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین
کہ اس رمضان کی جس تاریخ پر یہ قول کہا ہے جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع
ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اوسی رمضان کے گذرنے
پر عتق وطلاق واقع ہون گے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ بما اذا
کان الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین
واللہ تعالی اعلم محیط مین کہا ہے کہ فتوے امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب محیط نے قول امام پر فتوی کو مقید
کیا ہے اس بات سے کہ جس نے عتق وطلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہو وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر یہ شخص منجملہ عوام
مین سے ہی تو یہ شب قدر ستائیسوین پر محمول کیونکہ اول تو عوام اسیکو شب قدر کہتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی ہے
کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہین امام صاحب نے یہ جواب دیا ہے
کہ اوس برس اوسی تاریخ مین تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہو آگے پیچھے ہوا کرتی ہے
یہ ایک قول ہے امام کا اور بحر مین خانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہے کہ تمام سال مین دائر ہے
کبھی رمضان مین ہوتی ہے کبھی غیر مہینے مین اور مین کہتا ہون کہ اسی کا موید ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے
فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہے کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہے سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہے
اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اوسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان
کے عشرہ اخیرہ مین اور ایک بار عشرہ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہے
کہ وہ سال بھر مین دائر ہی مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو شمار مین چھیالیس کو پہونچتے ہین

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اسکی طلب مستحب ہے اور وہ برس مین افضل شب ہے قرآن مجید مین اوسکو
ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہے ہر عمل خیر اوس مین ہزار عمل کے برابر ہے بنسبت دوسرے اوقات مین کرنیکے سو اسلیے وہ
ہین جسکو خدا تعالی چاہے یہ دولت نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپا دے اور خلوص سے یہ دعا کرے اللہم انا نسألک الاخلاص فی القول و
العمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل والحمد للہ اولاً واخراً والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین

یہان تک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا وللہ الحمد

کتاب الحج اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم کے اسواسطے مذکور کیا کہ یہہ رابع ہی عبادات کا اور مرکب ہے عبادت مالی اور بدنی سے اور ھو بفتح الحاء وکسرھا لغۃ القصد الی معظم مطلق القصد کالمنۃ بفتحہم بفتح وکسر اول لغت عرب میں عظیم الشان چیز کیطرف قصد کرنے کو کہتے ہیں نہ مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعضے علما نے گمان کیا ہے ہم یہہ تحقیق ہے صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی مکہ معظمہ کا قصد کرنا واسطے ادائے عبادت کے و شرعا زیادۃ ای طواف و وقوف فی مکان مخصوص ای الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی اٰخر العمر وفی الوقوف من زوال شمس عرفۃ الیٰ فجر النحر بفعل مخصوص بان یکون محرما بنیۃ الحج سابقا کما سیجئ لیدخل لاداء رکن من ارکان الدین لیعم حج النفل اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں زمانہ مخصوص میں مخصوص فعل سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنے بیت اللہ کے گرد گھومنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھہرنا عرفہ کے دن دوپہر ڈھلے سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور وقوف سے پہلے خلاصہ یہہ ہے کہ حج کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا اسکا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے آویگی مصنف نے حج کی تعریف میں یوں نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ حج نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر ادائے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکلجاتا اسواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نہ نفل کو ہم ارکان دین پانچ ہیں کلمۂ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنۃ تسع واتما اخرہ علیہ السلام لعشر لعذر مع علمہ ببقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ حج مفروض ہوا ہجرت کی نوین سال اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا ہی حج میں دسوین برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اسکے ساتھہ یہہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاء حیات کا علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوی ہم نوین سال یہہ آیت نازل ہوئی (وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا) یعنے خدا کیواسطے لوگوں پر لازم ہے حج بیت اللہ کا جنکو استطاعت راہ ہو اوسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نوین سال حج نکیا تو عذر سے نکیا عذر یہہ کہ یہ آیت بعد گذر جانے ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اوسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھہ حج کرنا مکروہ جانا جب نوین سال صدیق اکبر اور علی مرتضے کو بھیجکر کافروں کو بیت اللہ میں آنے سے منع کر دیا تب دسوین سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہہ ہے کہ تقدیم افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مرۃ لان سببہ البیت وھو واحد والزیادۃ تطوع حج تمام عمر میں ایکبار فرض ہے اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہے لہذا وجوب بھی واحد ہوا اور ایکبار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے ہم عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کہ ایکبار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابوداؤد چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اوسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اوسکا تارک فاسق ہے وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما یجب علیہ احد النسکین فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب ہو جاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کر جاوے تو اوسپر حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد یتصف بالحرمۃ کالحج بمال حرام اور گاہ ہے حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اسطرحکا حج کرنا حرام ہے تو جسکو حج کا شوق ہو اوسکو اول حلال مال پیدا کرنا لازم ہے طبرانی نے معجم اوسط میں ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال حلال لیکر اور رکاب میں پاؤں رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے اور

لنفیہ حسبہ لبیک کہتا ہے اور یہ کتاب مین بار بار ذاکر لبیک کہتا ہو تو آسمان سے پکار ہوتا ہے لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام ہو اور تیرا حج
مقبول نہین کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و بالکراہۃ کالحج بلا اذن ممن یجب استیذانہ اور مکروہ حج کرنا وہ کہلاتا ہے جیسا کہ حج کرنا
بلا اجازت اس شخص کی جس سے اذن لینا واجب ہے جیسا کہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسی طرح نزدیک اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اس شخص پر ہو
ت تو شارح کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہے اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہے مباح نہین ہو سکتا اسواسطے
کہ اصلی عبادت ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل مین ہے کہ اگر لڑکا امرد خوبصورت
ہو تو اوسکے باپ کو جائز ہے کہ اوسکو سفر حج سے منع کرے تا داڑھی نکلنے تک بلکہ گہر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور
فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد یعنی حج علی الفور فرض ہے پہلی سال مین نزدیک ابی یوسف
اور امام مالک اور امام احمد کے اور امام اعظم کی اصح روایت مین اسواسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان مین ادای حج ہو کیونکہ سال
بھر میں حج کا ایک وقت معین ہے اور موت کا کوئی وقت معین نہین تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہے اور ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے
جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے تو اوسکو جلدی کرنا لازم ہے
اسواسطے کہ کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور راحلہ گم ہو جاتا ہے اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد اور شافعی
کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہے بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنین لان تاخیرہ صغیرۃ
وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان ادا
وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اوسکی گواہی مردود ہوگی حج مین تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر
سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہے اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہے کذا
فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہے نہ کبیرہ وہ یہ ہے کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہے اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی جیسا کہ قول سابق کے بیان میں
مذکور ہو چکی ظنی ہے نہ قطعی اور گناہ کا کبیرہ ہونا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہے اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر
چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ
ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یؤاخذہ اللہ بذلک ای لو ناویا وفاءہ اذا قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ
اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر مقدور والے نے حج نکیا یہانتک کہ اوسکا مال تلف ہو گیا تو اوسکو جائز ہے کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اوسکو قدرت ہو
ادای قرض کی اور امید ہے کہ حق تعالی اسکا مواخذہ نکریگا اگر بدون ادا کے مرگیا بشرطیکہ اوسکا ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت جیسا کہ یہی قید
لگائی ہے عدم مواخذہ کی ظہیریہ مین ہم طحطاوی نے کہا کہ تمرتاشی مین ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی صورتمین قرض لینا حج کیواسطے لازم ہے فرض علی
مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہے مسلمان پر نہ کافر پر اسلئے
کہ کافر مخاطب نہین فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق مین ہان در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہے اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین
محقق کیا ہے ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو اجمالا دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہیں ایک شرائط وجوب حج کی
اور دوسری شرائط وجوب ادای حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنا بر قول اصح کے اسلام عقل بلوغ
حریت وقت قدرت زاد قدرت راحلہ فرضیت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہین بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع حسیہ
امن راہ عدم قیام عدت عورت کے حق مین خروج زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہین احرام حج زمانہ خاص
مکان خاص اسلام کذا فی منح الغفار حج مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدار الاسلام او بالاخبار بخبر عدل او مستور یعنی حج فرض ہے مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہو یا دار الاسلام کے رہنے سے یا دار الحرب مین ایک متقی کے خبر دینے سے یا ان دو شخصون کے خبر دینے سے جنکا تقوی
اور فسق پوشیدہ ہو تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور صغیر اور مجنون اور بیہوش پر بقول فخر الاسلام اور ان مسلمان پر جو دار الحرب مین
فرضیت حج سے مطلع نہین حج فرض نہین ہی صحیح البدن حج فرض ہے تندرست پر تو اپاہج اور لولے اور فالج والے اور جسکے دونون پاؤن
کٹے ہون اور بیمار اور ایسے بڈھے پر جو اونٹ پر نہین تھم سکتا حج کرنے کو جانا فرض نہین بصیر غیر محبوس وخائف من سلطان یمنع
منه حج فرض ہے بصارت والے پر جو قید نہین اور حاکم سے ڈرتا نہین جو اسکو حج کرنے سے روکتا ہو تو قیدی اور خائف مذکور اور اندھے پر
حج فرض نہین اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ کے لیچلنے والا ملے تو بھی اوسپر حج فرض نہین بنا بر قول مشہور کے امام سے اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہین کہتے کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی ذی زاد یصح به بدنه فالمعتاد اللحم ونحوه اذا قدر علی خبز وجبن لا یعد قادرا حج فرض ہی صاحب زاد پر ایسا توشہ
جس سے اوسکا بدن صحیح سالم ہو تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی عادت ہو جبکہ اوسکو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو یعنی گوشت کے تو وہ
قادر نہین گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت ہو صحت بدن دشوار ہو وراحلة مختصة به وهو المسمی بالمقتب ان قدر والا فیشترط
القدرة علی المحارة اور حج فرض ہے صاحب راحلہ پر جو اوسی کیواسطے مخصوص ہو یعنی اوسکو نوبت بنوبت اترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو مقتب کہتے
ہین یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کیواسطے کافی ہی اگر اوسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہو سکے بسبب مرفہ الحالی کے اور نازک مزاجی کے تو فرضیت حج
کی شرط یہہ ہی کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہین ہو سکتا بلکہ اسطرح اوسکی ہلاکی کا خوف ہی تو ہر شخص کیواسطے وہ راحلہ معتبر ہی جسپر وہ
پہنچ جاوے کذا فی النہر ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہی فرمایا
زاد اور راحلہ سے اور ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد اور راحلہ تفسیر فرمائی راحلہ اس اوٹنی کو کہتے ہین جو کجاوہ باندھنے کے
لائق ہو اور بعضے مطلق مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہین نر ہو یا مادہ کذا فی الصراح للآفاقی لا لمکی یستطیع المشی اللیث بالشی للجهة راحلہ شرط
آفاقی کیواسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہو نہ کی کیواسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہو اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا نماز جمعہ کیواسطے اوس جانیکے
مشابہ ہی اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چل سکے تو اوسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر واوردنا انه لو قدر علی غیر الراحلة من بغل او حمار
لم یجب قال فی البحر ولم اره صریحا وانما صرحوا بالکراهة اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری
پر قدرت ہو جیسی خچر یا گدھے پر تو حج واجب ہوگا بحر الرائق مین کہا کہ مین نے اس مسئلہ کو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور فقہا نے تو گدہے اور خچر کی
سواری کی کراہت حج کیواسطے صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیہ تحفۃ الاخیار مین جلبی سے کہا کہ سواری اونٹ کے
اور سواری سے حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہین اسواسطے کہ ہر چند اصل لغت مین راحلہ اونٹ کو کہتے ہین لیکن راحلہ سے مراد وہ ہے جسپر سواری ہو کر
قہستانی نے تصریح کی ہے کہ راحلہ سے مراد وہ ہی جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کہانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے
اوسپر لادی جاتی اور آگے انہی اور شرح لنسک متوسط مین ہے کہ شرط وجوب حج یہہ ہی کہ سواری پر قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے یا خچر پر لیکن گدہے کی سواری
مسافت بعید مین مکروہ ہی تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیة الحج راکبا افضل منه ماشیا یعنی والمقتب افضل من المحارة اور
سراجیہ مین ہی کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے پیادہ جاکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا شدت راہ سے بدمزاج ہو جاتا ہی اور رفیقون سے سخت کلامی کرتا
ہے اور اگر بدمزاج نہو تو پیدل افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہی کہ آمین ریا اور فخر کا خوف نہین کذا فی الطحطاوی
وفی اجارة الخلاصة حمل الجمل ثلثمائة وستون منا والحمار مائة وخمسون والظاهر ان البغل کالحمار اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ مین
کہ اونٹ کا بوجھہ ۳۶۰ من ہے اور گدھے کا بوجھہ ۱۵۰ من ہی اور ظاہرا خچر بوجھہ مین گدہے کی برابر ہے قسم شرعی من ۲۶۰ استار کا ہی اور استار ساڑھے چھ
درم کا ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو وهب الاب لابنه ما لا یحج به لم یجب قبوله لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلها وهذا اجماعا

باتفاق الفقهاء خلافاً للاصولیین اور اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کیواسطے تو اوسپر اس مال کا قبول کرنا واجب نہیں اسواسطے کہ وجوب کی شرائط کو حاصل کرنا واجب نہیں اور یہہ یعنی قدرت زاد و راحلہ کی شرائط وجوب سے ہے باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کیونکہ انکے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہے فضلاً عما لابد منه کما مر فی الزکوۃ یعنی جبکہ زاد و راحلہ فاضل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اوسکی تصریح کتاب الزکوۃ میں ہو چکی منح الغفار میں ہے کہ ضروریات انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان اشیا کے ہونے سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی ومنه المسکن ومرمته ولو کبیرا یمکنه الاستغناء ببعضه والحج بالفاضل فانه لا یلزمه بیع الزائد نعم هو الافضل وعلیه علم انه لو بیع الکل و الاکتفاء بسکنى الاجارة بالاولى اور ضروریات میں داخل ہے گھر اور اوسکی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گھر ہو کہ اوسمیں سے تھوڑا مکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی کو بیچکر حج ہوسکے تو بھی زائد از حاجت کا بیچنا حج کیواسطے اوسپر لازم نہیں ہاں زائد مکان کا بیچنا اور ادائے حج کیواسطے افضل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان میں رہنا بطریق اولے لازم نہیں وکذا لو کان عنده ما لو اشتری به مسکنا وخادما لا یبقی عنده ما یکفی الحج لا یلزمه خلاصة اور اسیطرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اوس مال سے گھر اور خادم کو مول لیوے تو اوسکے پاس اتنا مال باقی نرہے جو حج کو کفایت کرے تو اوسپر لازم نہیں کہ حج ہی کرے اور گھر خریدے کذا فی الخلاصة اسواسطے کہ یہہ مال حاجت اصلی سے زائد نہیں اور حج فرض نہیں ہوتا مگر اوس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو وحرر فی النهر انه یشترط بقاء راس المال لحرفة ان احتاجت لذلک والا لا اور بحر کی شرح نہر الفائق میں ہے کہ وجوب حج میں باقی رہنا راس المال کا اپنے پیشے کیواسطے شرط ہے اگر اوسکو پیشے میں مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو بقائے مال شرط نہیں خلاصہ یہہ ہے کہ اہل حرفہ کیواسطے بعد حج کے تمامی مال شرط نہیں چنانچہ درزی کہ اوسکے پیشے میں مال کی حاجت نہیں بخلاف کاشتکار کے کہ وہ آلات کشتکاری کا محتاج ہے اور سوداگر کہ بدون مال کے تجارت متصور نہیں وفی الاشباه معه الف وخاف العزوبة ان کان قبل خروج اهل بلده فله التزوج ولو وقته لزمه الحج اور اشباہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس ہزار درہم ہیں اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہے تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا تو اوسکو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کیوقت مالک ہوا تو اوسپر حج لازم ہے وشمل ما لابد منه نفقة عیاله ممن تلزمه نفقته لتقدم حق العبد اور زاد اور راحلہ زیادہ ہو اوسکے اہل و عیال کے خرچ سے اہل عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جنکا نفقہ اوسپر لازم ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی عبد کا حق خدا کے حق پر مقدم ہے بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہے اور بندہ محتاج الى حین عوده وقیل بعده بیوم وقیل بشهر توشہ زائد ہو عیال کے خرچ سے پھرنے تک اور بعضے علما نے کہا کہ بعد پھرنے کے ایک دن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو اور ایک ونکی روایت امام محمد اور حسن کی روایت ابو یوسف سے اور نفقہ سے متوسط نفقہ مراد ہے نہ تنگی کا نہ اسراف کا کذا فی حاشیة الطحطاوی مع امن الطریق بغلبة السلامة اور امن راہ کے بسبب غلبہ سلامتی کے یعنی امن راہ شرط ہے وجوب حج کی اسواسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہے اور امن ہونا جانے کیوقت چاہیے اگرچہ غیر وقت میں امن نہو اور امن راہ سے مراد یہہ ہے کہ لوگ اکثر باسلامت آتے جاتے ہوں اور خوف قلیل الوجود معتبر نہیں اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے اور یہی معتمد ہے اسکے سوا اور اقوال لائق اعتماد کے نہیں اور جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج ہو نسکتا ہو چنانچہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج میں اختلاف ہے کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر میں سلامتی غالب ہو اور اس بندر سے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہے اور اگر غلبہ سلامتی کا نہیں تو حج بھی واجب نہیں اور یہی قول اصح ہے کذا فی منح الغفار هم بالفعل ہندوستان میں امن راہ خشکی اور تری میں بخوبی حاصل ہے اور تشویش جہازرانی کی بسبب اختلاط نصاری کے جو اب حاصل ہے کبھی نتھی تو اب اہل ہند پر وجوب حج ہرگز نہ ہو بلکہ ہزاروں شخص ہرسال ہند سے جاتے ہیں اور حج کرکے باسلامت پھر آتے ہیں ولو بالرشوة علی ما حققه الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو بنا بر تحقیق کمال ابن ہمام کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا واسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہے اور حرام رشوت دینا ہے کسی حق لینے کیواسطے اگر وصحح آخر الکتاب انه قتل بعض الحجاج عذرا اور آخر کتاب میں تصحیح کی ہے کہ مقتول ہونا بعضے حاجیوں کا عذر ہے یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچھ حاجی مارے

جاتے ہوں تو سقوط حج مین عذر صریح ہے اسواسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہین وہل ما یؤخذ فی الطریق من المکس والخفارۃ عذر قولان والمعتمد
لا کما فی القنیۃ والمجتبے وحلیۃ الفتوی فیجب فی الفاضل عما لا بد منہ القدرۃ علی المکس ونحوہ کما فی مناسک الطرابلسی اور کیا
وہ مال جو ظالم لوگ وہ بکس اور راہداری کے لیا جاتا ہے راہ مین عذر ہو سکتا ہے سقوط حج کا اسمین دو قول ہین اور قول معتمد یہہ ہے کہ اسطرح دینا عذر نہین
کذا فی القنیۃ والمجتبی اور اسی قول پر فتوی ہے تو اسصورت مین اسی مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات مین حساب کرنا چاہیے اسیطرح مذکور ہے
طرابلسی کی مناسک مین ومع زوج او محرم ولو عبدا او ذمیا او برضاع اور شرط ہے ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا
ذمی محرم ہو یا رضاعی ہو محرم عورت کا وہ ہے جس کا ہی نکاح اس عورت سے درست نہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر مسلم اور ابو داؤد
مین حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہین تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا
زوج یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ قید لہما فی النہر بحثا بالغ زوج اور محرم دونو کی قید ہے کما فی النہر بحثا تو اگر زوج یا محرم صغیر ہے
تو عورت پر حج واجب نہوگا عاقل ہر اعی زوج یا محرم مین ہوشیار کی شرط ہے تو مجنون زوج یا محرم سے وجوب نہین والمراہق کبالغ جوہرۃ اور قریب
البلوغ بالغ کی مانند ہے کذا فی الجوہرۃ غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظہما بشرطیکہ محرم مجوسی نہو اور مسلم فاسق نہو بسبب عدم حفاظت دونوں کے
اسواسطے کہ مجوسی کے دین مین ماں بہن حلال ہے اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہین مع وجوب النفقۃ لمحرمہا علیہا لانہ محبوس علیہا ساتھ واجب
ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھ ہوا تو اوسکا نفقہ عورت پر واجب ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے کام مین بند ہو گیا لامراۃ حرۃ ولو عجوزا
فی سفر سفر حج مین حرہ عورت کیواسطے زوج یا محرم مشروط ہے اگرچہ عورت بڈہی ہو وہل یلزمہا التزوج قولان اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح
کر لینا اسمین دو قول ہین یعنی اگر عورت مالدار ہو اور اوسکا کوئی محرم نہو تو وہ حج کیواسطے نکاح کر لے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوسپر نکاح لازم نہین
ولیس عبدہا بمحرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہین اگرچہ وہ خصی ہو تو غلام کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البزازیۃ
ولیس لزوجہا منعہا عن حجۃ الاسلام اور زوج کو جائز نہین کہ عورت کو حج اسلام سے منع کرے یعنی حج فرض سے بشرط محرم ہان حج نفل سے روکنا درست
ہے کذا فی منح الغفار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراہۃ اور اگر عورت نے بدون محرم کے حج کیا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ کراہت سے مراد کراہت
تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدۃ علیہا مطلقا ایۃ عدۃ کانت ابن ملک اور بشرطیکہ عورت پر مطلقا عدت نہو کوئی عدت کیون نہو
خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کی ہکذا صرح ابن ملک والعبرۃ لوجوبہا لے العدۃ المانعۃ من سفرہا وقت خروج اہل بلدہا و
کذا سائر الشروط اور اعتبار اوس عدت کے واجب ہونیکا جو عورت کو سفر سے مانع ہے اوسکی شہر والون کو نکلنے کیوقت کا ہے یعنی جب اہل شہر حج کیواسطے
نکلین اگر عورت عدت مین ہوگی تو سفر حج نکر سکیگی کہ عدت مین سفر کرنا جائز نہین اور اگر بعد سفر کرنیکے عدت واجب ہوئی تو اوسکی تفصیل کتاب العدۃ
مین مذکور ہے اور جیسا کہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کیوقت معتبر ہے اسیطرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کیوقت ہے یعنی اسلام اور حریت
اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور بینائی اور قدرت زاد و راحلہ کو وقت خروج معتبر ہے نہ قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلا قبل خروج قافلہ
مقدور زاد کا تہا اور خروج کیوقت مفلس ہو گیا یا خروج کیوقت مفلس تہا اور بعد قافلہ چلے جانے کے مقدور والا ہو گیا تو اس سال کا حج اوسپر لازم
نہین فلو احرم صبی عاقل او احرم عنہ ابوہ صار محرما وینبغی ان یجردہ قبلہ ویلبسہ ازارا ورداء مبسوط وظاہرہ ان احرامہ
عنہ مع عقلہ صحیح فمع عدمہ اولی سو اگر احرام باندہا صغیر ہوشیار نے یا اوسکی طرف سے اوسکے باپ نے اوسکا احرام باندہا تو دونون طرح سے صغیر محرم
ہوگا اور باپکو چاہیے کہ صغیر کو لباس سے برہنہ کرے اور اوسکو تہبند اور چادر پہنا دے یہ کذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احرام
کرنا باپ کا صغیر کیطرف سے باوجود اوسکی عقل و ہوش کے صحیح ہے تو اوسکی بیہوشی اور ناسمجھی مین باپکا احرام باندہ دینا بطریق اولے صحیح ہوگا فبلغ
او عبد فعتق قبل الوقوف فمضی کل علی احرامہ لم یسقط فرضہا لانعقادہ نفلا پھر صغیر احرام باندہنے کے بعد بالغ ہو گیا یا غلام احرام

باندھ کر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اوسی اگلی احرام پر پھر ایک چلا گیا اسلیے دوسرا احرام نہ باندھا تو اوسکا فرض حج ساقط نہوگا اسی لیے
کہ شروع ہوئے سے نفل بنا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو اور تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا فان جدد الصبی الاحرام
قبل وقوفہ بعرفۃ و نوی حجۃ الاسلام اجزأہ ۱ پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے
فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے یعنی فرضیت ادا ہوگی مگر احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھ کر
حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد للعتق کذلک التجدید الذی ذکرنا لم یجزہ لانعقادہ لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون
اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اوسکو کفایت نکریگا یعنی اوس سے فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم
ہو گیا تو اوسکو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام لازم نہیں تو اوسکو احرام توڑنا جائز ہے اور کافر کا احرام
سرے سے صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے والحج فرضہ ثلثۃ الاحرام ۲ اور حج میں تین کام فرض ہیں اول احرام باندھنا فرض ہے جسکے ترک سے حج باطل
ہو جاویگا اور سال آیندہ میں اوسکی قضا لازم آوے وھو شرط ابتداء وله حکم الرکن انتہاء حتی لم یجز لفائت الحج استدامتہ لیقضی
من قابل اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے ولہذا اوسکی تقدیم حج کے مہینوں پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہے اور احرام رکن کا
حکم ہے باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھ کر حج فوت ہو گیا ہو اوسکو احرام کا باقی رکھنا تاکہ سال آیندہ اوسی سے حج کی قضا کرے جائز نہیں اور
اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اوسکا باقی رکھنا جائز ہوتا والوقوف بعرفۃ فی اوانہ سمیت بہا لان آدم علیہ السلام وحوا تعارفا فیہا ۳ اور دوسرا
فرض عرفات کا ٹھہرنا اوسکے خاص وقت میں عرفات کا نام اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہ السلام میں وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق
اوترے پھر بعد مدت عرفات میں یکجا ہوئے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزیارۃ وھما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور
دونوں یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور
جماع قبل طواف سے فاسد نہیں ہوتا کذا فی العالمگیریۃ وواجبہ نیف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہین چنانچہ پچیس کام ہین چنانچہ
شمار واجبات کا رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے وقوف جمع وھو المزدلفۃ سمیت
بذلک لان آدم اجتمع مع حوا وازدلف الیہا ای دنا منہا ۱ ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اوسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے
ساتھ وہاں جمع ہوئے اور اوس سے قریب ہوگئے والسعی وعند الائمۃ الثلثۃ ھو رکن بین الصفا سمی بہ لانہ جلس علیہ آدم صفی اللہ والمروۃ
لانہ جلس علیہا امرأتہ وھی حوا ولذا انثت ۲ اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان اور تینوں اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا اور
مروہ دو پہاڑیاں ہین مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اوسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اوسپر بیٹھے اور مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امرأۃ یعنی عورت اوسپر
بیٹھی عورت سے حوا مراد ہین اور اسیواسطے لفظ مروہ مونث ہے بعض علما نے وجہ تسمیہ یون بیان کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام
تھا سو دونوں نے بیت اللہ میں حرام کاری کی حق تعالی نے اونکو پتھر کر ڈالا دونوں سو تون کو دونوں پہاڑیوں پر لوگوں کی عبرت کیواسطے رکھ دیا کذا
فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم ورمی الجمار لکل من حج ۳ اور کنکریاں مارنا جمرات ثلثہ پر ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ مفرد وطواف
الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴ اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف آفاقی کو سواے حائض کے نزدیک اہل مکہ اور حائضہ پر طواف
الصدر واجب نہیں والحلق او التقصیر ۵ اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام من المیقات ۶ اور احرام کا شروع کرنا میقات سے
یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارا ۷ اور دراز کرنا وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن میں وقوف کیا ہو یعنی
کچھ دن اوسکے اور رات کے وقت کو جمع کرنا واجب ہے والبداءۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ لمواظبتہ علیہ السلام علیہا وقیل فرض وقیل
سنۃ ۸ اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ابتداے طواف حجر اسود سے کرتے

اور بعضون کے نزدیک یہہ فرض ہے اور بعضون کے نزدیک سنت ہے والتیامن فیه ای فی الطواف فی الاصح ۹ اور طواف کو اپنی داہنی طرف سے
کرنا بنا بر قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی جانب سے طواف کرے جدہر ملتزم اور دروازہ ہے بیت اللہ کا والمشی فیه
لمن لیس له عذر یمنعه منه ولو نذر طوافا زحفا لزمه ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیه افضل ۱۰ اور واجب ہے طواف مین اپنے پانو
چلنا جسکو ایسا عذر نہین جو چلنے کا مانع ہو اور جستے نذر مانی طواف کی زمین پر گھسلکر تو اوسپر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر گھسل کر
شروع کیا تو اوسکو طواف مین پانون سے چلنا افضل ہے والطهارة فیه من النجاسة الحکمیة علی المذهب قیل والحقیقیة من ثوب وبدن و
مکان لطواف والاکثر علی انه سنة مؤکدة کما فی شرح لباب المناسك ۱۱ طواف مین طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنابر قوی مذہب کے اور
قول ضعیف یہہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہے اور اکثر علما کا یہہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت
سنت مؤکدہ ہے نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح مین مذکور ہے وستر العورة فیه ویکشف ربع العضو فاکثر کما فی الصلوة یجب الدم
۱۲ اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف مین اور چوتہائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف مین ذبح کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ کشف عضو کا بیان کتاب الصلوة مین گذرا
والبدایة بالسعی بین الصفا والمروة من الصفا ولو بدا بالمروة لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳ اور صفا اور مروہ کے درمیان
کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول مین اوسکا شمار نہوگا قول اصح مین یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک یہہ شوط اول مین
داخل نہین بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہے ابتدا ہو صفا سے مروہ تک والمشی فیه فی السعی لمن لیس له عذر کما مر ۱۴ اور چلنا سعی مین
جسکو چلنے مین کچہہ عذر مانع نہین چنانچہ طواف مین مذکور ہوا وذبح الشاة للقارن والمتمتع ۱۵ اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن یا متمتع کو و
صلوة رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکها هل علیه دم قیل نعم فیوصی به ۱۶ اور دو رکعت نماز پڑہنا واجب ہے سات بار
بیت اللہ کے گرد گہومنے کے بعد کوئی طواف کیون نہو یہانتک کہ طواف نفل مین بھی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا
تو اوسپر ذبح کرنا کیا واجب ہے بعضے علما نے کہا کہ ہان واجب ہے تو اگر قبل ذبح کے موت اوسکو آوے تو ذبح کرنے کی وصیت کر جاوے والترتیب الا انی
بیانه بین الرمی والحلق والذبح یوم النحر ۱۷ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ
بیان اس ترتیب کا آویگا واما الترتیب بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنة فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شیء علیه ویکره لباب
اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے کے درمیان مین ہے سو تو سنت ہے واجب نہین تو اگر طواف کیا
قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اوسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی ہے بسبب ترک سنت کے کذا فی لباب المناسک وسیجیء ان المفرد لا ذبح علیه
فتحققه اور آگے آویگا کہ مفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران وبلا تمتع اوسپر ذبح واجب نہین اور عنقریب باب الجنایات مین ہم اسکی
تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضة ای الزیارة فی یوم من ایام النحر ۱۸ اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ کا کرنا کسیدن مین قربانی
کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ ہم حطیم اوس جگہہ کا نام
ہے جو بیت اللہ کی جانب مغرب اور شمال واقع ہے اوسکے گرد چھوٹی دیوار ہے کمان کی مانند حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کیوقت مین
حطیم بیت اللہ کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت مین جب کعبہ بنایا تو بقلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پھر جب حطیم بیت اللہ مین
داخل ٹھہری لہذا طواف مین اوسکا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اوسکا بیت اللہ مین بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم
وکون السعی بعد طواف معتد به ۲۰ اور سعی کا ہونا بعد ایسے طواف کے جو شمار کے لائق ہے یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد اسواسطے کہ دو تین
شوط سے طواف معتبر نہین وتوقیت الحلق بالمکان والزمان ۲۱ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص مین یعنی حلق کرنا
حرم کے اندر ایام نحر مین واجب ہے وترك المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے

واجب ہو خواہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد حج کا ولبس المخیط ۲۴ اور جیسے سیے لباس کے پہنے کو ترک کرنا وتغطیۃ الرأس والوجہ یعنی سر اور منہ کو ڈھکنا ۲۵ اور چہرہ کو ڈھانپنا والضابط ان کل ما یجب بترکہ دم فہو واجب صرح بہ فی الملتقی وسیتضح فی الجنایات اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس فعل کے ترک کرنیسے دم کرنا لازم ہو سو وہ فعل واجب ہے جیسے تصریح کی ملتقی میں اور جن افعال سے دم کرنا لازم ہوتا ہے اوسکا بیان باب الجنایات میں واضح ہوگا تمام ہوا کلام شارح کا بعد شمار واجبات کو قاعدہ مذکورہ واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات جو اوپر ۲۵ امور میں منحصر نہیں اسواسطے کہ حج کرنا عرفات سے امام کے ساتھ واجبات سے ہے اور حالانکہ اوسکو مصنف نے ترک کیا شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وفائیہ اور قدوری میں پانچ چیزوں کو واجب کہا یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہے کہ سوا فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال سنت ہیں یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ واجبات پانچ میں منحصر نہیں اور ایسے مقام میں تعداد کرنا حصر کا مفید ہوتا ہے کذا فی مجمع الغفار **فائدہ جلیلہ** اکثر کتب فقہ میں اعمال خمسہ مذکورہ کو واجبات میں شمار کیا ہے اور بعضی کتابوں میں دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہے جیسا کہ ملتقی الابحر سے شارح نے نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہیں جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات میں اسکی خود تصریح موجود ہے لیکن اس ادنیٰ نے ۲۵ واجبات شمار کیے اسواسطے مرید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وتنبیرھا سنن وآداب کان یتوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہیں اور مستحب چنانچہ کشائش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور لوگوں کے اوپر بسبب اسکے کہ خرچ کرنا ثواب میں جہاد کے خرچ کی برابر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہے علی الخصوص حج میں زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہے قال اللہ تعالی فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستأذن ابویہ وداینہ وکفیلہ اور مستحب ہے حج کی اجازت لینا اپنے ماں اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اوسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکی بدون امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین وصارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاءہم اور مستحب ہے محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہو اور اپنے دوستوں سے رخصت ہوا کرے اور معاف کریں اور مستحب ہے دوستوں اور آشناؤں سے اپنے قصور معاف کروانا اور انسے دعا کی درخواست کرنا فتح القدیر میں ہے کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوست اوسکے پاس آنا چاہئے ویتصدق بشیء عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس فقد خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ ای فی انہ ہل یشتری او یکتری وہل یسافر برا او بحرا وہل یرافق فلانا او لا لانہ لا استخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لہا ق تمامہ فی النہر اور مستحب ہے کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہے بلا کا اور سنت ہے سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اسیدن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہے بعد توبہ اور استخارہ کرنیکے یعنی اسمیں استخارہ کرے کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی میں کرے یا دریا میں اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نکرے اور یوں استخارہ نکرے کہ میں حج کروں یا نکروں اسواسطے کہ واجب اور مکروہ میں استخارہ نہیں ہے ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست * اور پورا بیان اسکا نہر الفائق میں ہے اور باقی مضمون نہر الفائق کا یوں ہے کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث میں ثابت ہے پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جسکی حق تلفی کی ہو اوس سے معاف کراوے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اوسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات میں قصور ہوا ہو اونکو قضا کرے اور ادا ہو گیا ہو اوس سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر ان گناہوں کو نکریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار میں ان نجاسات

کو لیجانا کمال بے ادبی ہے اور نفقہ حلال کی طلب مین نہایت کوشش کرے اور اس سفر مین ضرور رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت مین ہوشیار
کر دے اور بیصبری اور ناشکیبائی کیحالت مین صبر کی تعلیم کرے اور جب یہہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہے کہ کرایہ
والیکو اپنا اسباب دکھلا دیوے اور بدون اوسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھہ
نہ کہے اور سفر حج مین بہتر یہہ ہے کہ تجارت کی نیت نکرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہین ہوتا مانند غازی کی اور لازم ہے کہ اس سفر مین ریا اور سمعہ
اور تفاخر سے آپکو بچاوے اور لہذا محمل کی سواری بعضے علمانے مکروہ جانی ہے انتہی مافی النہر الفائق اور فتح القدیر مین ہے کہ تحصیل نفقہ حلال
مین بہت کوشش کرے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہین ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور سقوط حج اور عدم قبول حج مین کچھہ منافات نہین عدم قبول کا ثمرہ یہہ ہے
اسکا یہہ مطلب کہ آخرت مین عذاب نہین جیساکہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان
مین ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اوسمین کچھہ شبہہ ہو حرمت کا تو اوسی سے [illegible] قرض
کو ادا کرے اور ینابیع مین ہے کہ عیال کا خرچ دیجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ مین تقوی اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور
بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگونکی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریۃ اور سفر کی دعائین حصن حصین
وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرلے یا لکھہ لے تاکہ اونکو اپنی موقع پر پڑہا کرے ثم یہہ مستحبات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوئے اب
سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیئے طواف القدوم اور طواف مین رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو سبز میلون کے درمیان
شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتون مین منا مین رہنا اور عرفہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کیطرف چلنا
قبل طلوع آفتاب کے سنت ہے کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی مین ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البحر
اور ممنوعات حج دو قسم ہین ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھہ طرح ہے جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر
اور چہرے کو ڈھکنا اور سیا کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر مین کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم مین اور حرم کے
درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریۃ واشہرہ شوال وذوالقعدۃ بفتح القاف وتکسر وعشر ذی الحجۃ بکسر الحاء وتفتح وعند الشافعی
لیس منہا یوم النحر وعند مالک ذوالحجۃ کلہ عملا بالآیۃ قلنا اسم الجمع یشترک فیہ ما وراء الواحد اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ
اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینون مین نہین اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ
حج کے مہینون مین داخل ہے بدلیل آیت قرآنی کے حق تعالی نے فرمایا الحج اشہر معلومات یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہین لفظ اشہر جمع
ہے اور اقل جمع تین ہے شارح کہتا ہے ہم جواب دیتے ہین امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع مین ما ورای واحد بھی مشترک ہے یعنی دو اور دو سے
زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید مین ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (فقد صغت قلوبکما) یعنی تم دونون کے دل مائل ہوگئے قلوب جمع ہے
اور مراد مثنی ہے یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہے تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق
اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہے شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین دیا وفائدۃ
التاقیت انہ لو فعل شیئا من افعال الحج خارجہا لا یجزیہ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہہ ہے کہ اگر افعال حج مین سے کوئی
فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نکریگا یعنی مثلا اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھین شوال سے پہلے تو جائز نہین یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم
کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہین اور احرام باندہنا اشہر حج مین مکروہ نہین اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا
چاہیئے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجای لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت
کرتا ہے مگر حلال نہین قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہین لیکن حلال نہین بلکہ حرام ہین کذا فی

تحفہ اور خیار حاشیۃ الحلبی وانہ یکرہ الاحرام لہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظور لشبہہ بالرکن کما مر والملاہما
منفید الفتح ہے اور البتہ مکروہ ہے احرام باندہنا قبل ان مہینون کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ
ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان اوائل حج مین گذرا اور مطلق ہونا کراہت کا تحریم کا مفید ہے یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے
والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ مؤکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار سنت مؤکدہ ہے بنا بر قوی مذہب کے اور بعض علماء حنفیہ کے
نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی الکافی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ مین وجوب عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید مین ارشاد ہوا
(اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنے تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کیواسطے اس آیت مین اتمام بصیغہ امر ارشاد ہوا کہ بعض کی ہم جواب مین کہتے ہین کہ آیت مین امر
شارع نے ابتداء نزول مین دیا فقلنا للامر فیہ ولا الآیۃ الا
شروع کو اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہوجاتی ہے ہم عمرہ مشتق ہے
اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کیطرف جانے کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی و
حلق او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط
ومعظم الطواف رکن وغیرہما واجب ہو المختار سو احرام باندہنا عمرہ مین شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گہو منا گرد بیت اللہ
کے فرض ہے اور باقی واجب ہے اور یہی قول مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرہ مین واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرہ کے احرام
اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا کرتا ہے اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے نکلے
ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال مین سوا ایام منہیہ
کے اور مستحب ہے رمضان شریف مین ہم سنن ابی داؤد مین عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان
مین عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی برابر ہے اور نسائی مین عبداللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو
دور کرتے ہین جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کا میل صاف کرتی ہے وکرہت تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام
حتی یلزمہ دم وان رفضہا لا اداؤہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا لم یکرہ سراج وعلیہ
فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے
بعد چار دن اور یعنی احرام باندہ کر عمرہ شروع کرنا ان دنون مین مکروہ ہے یہانتک کہ اسپر دم کرنا لازم ہوگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد
احرام کے اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنون مین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والیکو حج فوت ہوا اسنے ان دنون مین عمرہ
کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثناے منقطع مین داخل ہے یعنی خانیہ مین جو یون کہا ہے
کہ عمرہ ان دنون مین مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہہ استثنا متصل نہین بلکہ منقطع ہے اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہے اور مکروہ ان دنون
کا احرام ہے تو مستثنے داخل نہین مستثنے منہ مین اسیکا نام منقطع ہے پہر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہے تو کراہت فقط
عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے وللمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا مرید مکۃ الا محرما خمسۃ
اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذر جانا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین ہم مواقیت جمع ہے میقات کی لفظ میقات
مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہے کذا فی النہر تبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہے کہ میقات عبارت ہے وقت
معین سے اور مکان سا احرام کیواسطے مستعار ہے اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز مین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے وہم کہا یا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہے کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دی اوسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اوسکا جلوخانہ بنایا اور
شہر مکہ کو مسجد الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب
کیا اوس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کیواسطے تو اسمین سب قاصدین مکہ داخل ہین خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت وہجرت
خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہو۔ والحليفة بضم ففتح مكان على ستة اميال من المدينة وعشر مراحل من مكة تسمية
العوام ابار علي رضي الله عنه يزعمون انه قاتل الجن في بعضها وهو كذب ایک میقات ذوالحلیفہ ہے بضم حا وفتح لام وہ مکان ہے
قتال کیا وہان یہہ مدینہ سے چھ میل اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہانکے کنوؤنکو عوام عرب ابار علی کہتے ہین اونکا گمان یہہ ہے کہ علی مرتضی نے جنون سے
وذات عرق بكسر فسكون على مرحلتين من مكة اور ذات عرق بکسر عین وسکون را یہہ میقات ہے اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہہ میقات دور ہے مکہ معظمہ سے اور یہہ جانب مشرق کی
وجحفة على ثالث مراحل بتقديم الرابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہے قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اوسکو رابغ کہتے ہین کذا فی
النہر اور یہہ قریہ ہے مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہہ میقات ہے اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان
باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقرن على مرحلتين من مكة وفتح الراء خطأ ونسبة اويس اليه خطأ
اخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہے عرفات سے نظر آتا ہے مکہ سے دو منزل پر ہے اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہے جوہری کی اور اویس
کی نسبت کرنا اوسکی طرف دوسری خطا ہے اسواسطے کہ اویس قرنی اوس قبیلہ کیطرف منسوب ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح ويلملم جبل على
مرحلتين ايضا اور یلملم بفتح مثناۃ تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہے یہہ بھی دو منزل پر ہے مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدني والعراقي ذو الحلیفہ
میقات ہے اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہے اہل عراق کا عراق اوس ملک کا نام ہے جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہے اور اہل
خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہے والشامي الغير المار بالمدينة بقرينة ما ياتي اور جحفہ میقات ہے اوس شامی کا جو مدینہ مین ہو کر مکہ مین
نہین آیا یہہ قید شارح نے بقرینہ آیندہ لگائی والنجدي واليمني لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہے اہل نجد کا اور یلملم میقات ہے اہل یمن اور
اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطریق لف ونشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے وجمعها قوله ه عرق العراق يلملم اليمني وذو
الحليفة يحرم المدني والشام جحفة ان مررت بها ولاهل نجد قرن فاستبنها درج کیا ہے مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین تاکہ
حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہے اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہے اگر گذرے
تو اے شامی جحفہ کیطرف سے اور اہل نجد کیواسطے قرن میقات ہے سو ظاہر سمجھ لے وكذا هي لمن مر بها من غير اهلها كالشامي يمر بميقات اهل المدينة
فهو ميقاته قاله النووي الشافعي وغيره اور اسیطرح یہہ مکانات اوسکے واسطے بھی میقات ہین جو ان مکانات کیطرف ہو کر نکلے دوسری طرف والا
چنانچہ شام کا رہنیوالا اہل مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اوسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ ادہر نگیا ذو الحلیفہ مین
ہو کر نکلا تو اب یہین سے اوسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کیطرف جانا اسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہے ھم شارح نے
اشارہ کیا کہ یہہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وقالوا لو مر بميقاتين فاحرامه من الابعد افضل ولو اخره
الى الثاني لا شيء عليه على المذهب اور علما نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اوسکا احرام باندھنا اوس میقات سے افضل ہے جو
مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام باندھنے مین دوسری میقات تک تو اوسپر کچھہ گناہ اور کفارہ نہین بنا بر قوی مذہب کے وعبارة
اللباب مقتضاه اللزوم اور لباب کی عبارت یہہ ہے کہ ساقط ہو گیا اوسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اوسپر
لازم ہو گیا تھا جب دوسری میقات پر اوسنے احرام باندھا تو اوسپر سے ذبح کرنا ساقط ہو گیا ولو لم يمر بها تحرى واحرم اذا حاذى احدها ع

لیے یہ افضل ہے وان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے گذر ہو کہ کوئی میقات نہ ہو تو وہاں سے جو اقرب ہو اس کی تحری کر کے وہاں
سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر ہو کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے محاذات ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی
پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا ہو یا اشکل میں آتا ہو تو واجب ہے کہ مکہ سے دو منزل پر ہو تو وہاں سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات
دو منزل سے کم نہیں وحرم تجاوزها بلا احرام لاهلها کلها التی هی لآفاقی یقصد دخول مکة یعنی الحرم ولو لحاجة غیر الحج اور احرام ہو
ناجائز کرنا ان سب مواقیت سے اس آفاقی کے لیے اسواسطے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کیواسطے وہاں گیا سوائے حج اور عمرہ کے
سبب ہے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کیواسطے ہے تو اس میں ہر طرح کا جانے والا برابر ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
لیکن تحریر یہ امر حضرت کو مصر میں تھا جیسا حدیث صحیح ہے ویکرہ ومن قصد موضعا من الحل کخلیص وجدة
حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحق باهله فله دخول مکة بلا احرام وهو الحیلة لمن یرید ذلک الا لمامور بالحج لمخالفته
لیکن اگر آفاقی حل کے اندر اہل الحرم کے سوا حل میں کسی مکان کے جانیکا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے جیسا کہ خاص خلیص کا اور جدہ کا ارادہ
کرے تو اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں گنا گیا اور وہاں کے لوگوں کو مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے
تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہوا اور یہ حیلہ ہے اس شخص کیواسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں بسبب اسکی مخالفت
کے ہے اسلیے اسکا سفر حج کیواسطے مخصوص ہوا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا جب مکہ میں بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہوگیا
نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریا کے سفر میں مسافروں کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارہ پر پہونچا تو اسکو جائز نہیں
کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندھا
تو اسکو عمرہ کر کے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج قریب
ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھ کر آوے تو جائز ہو کذا فی الطحطاوی ولا یحرم التقدیم للاحرام علیها بل هو الافضل ان
فی اشهر الحج وامن علی نفسه حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو
اور اپنی ذات پر اعتماد رکھے ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرة اور شوال سے پہلے احرام
باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہو کذا فی نہر الفائق وحل لاهل داخلها یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکة غیر
محرم ما لم یرد نسکا للحج کما لو جاوزها حطابوا اهلها اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ میقات ہی میں ہوں یا حدود
حرم کے طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے واسطے تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرہ کا قصد نکیا ہو اور اگر حج یا عمرہ کا
ارادہ ہو گا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہو گا جیسے حلال ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کیواسطے حرم سے باہر نکلتے ہیں
مواقیت ان کی حد سے متجاوز نہوا ہو اور اگر کوئی وہاں سے بھی باہر نکلیگا تو وہ آفاقی ہو جاویگا اب اسکو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں
کذا فی حاشیہ الطحطاوی فوقتها میقاته الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہو وہ حج یا عمرہ کے
واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول وتشدید لام اسی موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے والمیقات لمن بمکة یعنی منزله فی
الحرم للحج الحرم وللعمرة الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں انکا میقات حج کیواسطے حرم ہے چاہیں اپنی گھروں کے اندر سے
احرام باندھیں اور عمرہ کیواسطے حل میقات ہے لیتحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرہ کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ سفر کی بات ہو
اسلیے کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے
بیت اللہ میں اور وہ حرم میں ہے تو جب عمرہ کا احرام حل میں باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھے آنا پڑا دونوں صورتوں میں سفر کا مضمون پایا

والتنعيم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے تنعیم ایک مکان کا نام ہے کہ مکہ سے تین کوس ہے تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا کہ عمرہ کیواسطے وہین سے احرام باندھین ونظم حدی الحرم ابن الملقن
فقال وللحرم التحديد من ارض طيبة + ثلاثة اميال اذا رمت اتقانه + وسبعة اميال عراق وطائف + وجدة عشر
ثم تسع جعرانة + ومن يمن سبع بتقديم سينها + وقد كملت فاشكر لربك احسانه اور ابن ملقن نے حرم کی حدون کو یون نظم
کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہے جبکہ اے مخاطب تو اوسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کیطرف سے ہے اور
جدہ کیطرف سے دس کوس ہے پہر جعرانہ کیطرف سے نو کوس ہے اور یمن کیجانب سے سات کوس ہے اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئی سو
اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر اور ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین ہے تا تسع کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل في الاحرام وصفة المفرد بالحج

اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اوسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت
احرام مین نکرے ومن شاء الاحرام اور جو احرام کا ارادہ کرے تم احرام لغت عرب مین دخول فی الحرمة کو کہتے ہین یعنی حرمت مین داخل ہونا
اور شرع مین احرام عبارت ہے حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع الذکر یا سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنهر الفائق وهو شرط صحة
النسك كتكبيرة الافتتاح للصلوة فالصلوة والحج لهما تحريم وتحليل بخلاف الصوم والزكوة اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کی صحیح
ہونیکی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کیواسطے تحریم اور تحلیل ہے بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ اونکی لیے
تحریم اور تحلیل نہین ثم نسک یعنی مطلق عبادت کو کہتے ہے لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہے ثم الحج اقوى من وجهين الاول ان قضاءه
مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوة پہر حج قوی تر ہے نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہو کہ حج کا قضا کرنا بہر صورت لازم ہے اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز
کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہے اور اسنے احرام باندھا پہر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اوسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک کریگا
تو اوسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اوسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انه اذا احرم
لا احرام بحج او عمرة لا يخرج عنه الا بعمل ما احرم به وان افسده الا في الفوات فيعمل العمرة والا الاحصار فيذبح الهدي دوسری
وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کیواسطے تو احرام سے نکلے اوسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اوسکو
فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہوجانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلا
حج کیواسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورتمین ایک یہ ہے کہ حج فوت ہوجاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ
کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہے کہ بسبب احصار کے حج کیواسطے نجاسکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑ دے بخلاف نماز کے کہ اوسمین
گنجائش بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہوجاتا ہے مثلا ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی چیز اوسپر
لازم نہین کذا فی حاشیة الطحطاوی توضأ وغسله احب وهو للنظافة لا للطهارة فيندب لحائض ونفساء وصبي جو
احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اوسکا مستحب ہے اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کیواسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے
تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہے والتيمم له عند العجز عن الماء ليس بمشروع لانه ملوث بخلاف جمعة
وعيد ذكره الزيلعي وغيره لكن سوى في الكافي بينهما وبين الاحرام ورجحه في النهر اور تیمم کرنا احرام کیواسطے پانی نہ ملنے کیوقت مشروع نہین
اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عیدین کے کہ اونمین تیمم مشروع ہے اگر غسل کیواسطے پانی نملے
چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کہا ہے اور کافی کی روایت کی ترجیح
دی ہے نہر مین اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث اور متغیر ہے کذا فی النهر وشرط لنيل السنة ان يحرم

فصل فی الاحرام

ہو حتیٰ لم یکن طاہرًا فیہ اور یہہ غسل کی اسلئے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہہ ہو کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد دوسرا حدث ہوا
پھر احرام باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر من البنایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ
وعانتہ وحلق راسہ ان اعتادہ والا فتسریحہ اور غسل کی طرح مستحب ہے آزاد کرنے والیکو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھوں کا کتروانا
زیر ناف کے بالونکا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہوں تو انمیں کنگھی کرے جسم بدن اور بالونکا گرد
غبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجماع زوجتہ او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور
مستحب بلکہ سنت ہے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو جیسے حیض ولبس
ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہبند باندھے ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ
علی کتفہ الایسر فان زرہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پشت پر ڈالے اور مسنون یہہ ہو کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر
داہنے ہاتھ کے تلے بغل کے نیچے کرکے اپنے بائیں مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر میں گھنڈی لگا دی یا اوسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو
برا کیا لیکن یہہ ایسا قصور نہیں کہ دم کرنا اوسپر لازم آوے کذا فی البدائع وغایۃ السروجی تبیین تحفۃ الکفایۃ وھذا بیان السنۃ
والا فستر العورۃ کاف تہبند اور چادر نئی ہوں یا دونوں پرانے دھوئے ہوئے پاک سفید ہوں جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہے اور یہہ جو مذکور ہوا تہبند
اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا ورنہ احرام کیواسطے ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ ان کان عندہ لا ثوبہ بما یبقی عینہ ھو الاصح اور بعد
غسل اور لباس کے اور قبل احرام کے اپنے بدن میں خوشبو لگا دے اگر اوسکے پاس ہو اور نہو تو کسی سے طلب نکرے اور اپنے کپڑے میں ایسی خوشبو
لگا دے جسکا نشان باقی رہے اور منظر آوے یہی قول صحیح ہے دوسرے قول سے ہم بدن میں خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہے ظاہر الروایت میں
خواہ اوسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ احرام کیوقت رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کے سر مبارک پر میں نے مشک لگایا اور اوسکی چمک نظر آتی تھی لیکن نقول ہم کپڑے میں ایسی خوشبو لگانا درست نہیں جو نمودار ہو
وصلے ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اسوقت میں جو مکروہ
نہیں اور کافی ہے اوسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ
وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول ابراھیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنیوالا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے دعا
کرے اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی یعنی خداوندا میں حج کا ارادہ کرتا ہوں سو اوسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اوسکو قبول کر میری
جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج میں مشقت زیادہ ہے اور مدت دراز اوسکے ادا کرنے میں لگتی ہے تو اسمیں درخواست آسانی کی مناسب ہوئی اور
قبول ہونے کی خواہش کی قید باقتداء دعاء ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کے کہ دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر ہم کو ہماری
جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہے وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان مدتہا یسیرۃ کذا فی الھدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ
کرنیوالا اور قران کرنیوالا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اوسمیں آسانی کی دعا ضرور نہیں اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل
ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یدعو کذلک فی الصلوۃ وعممہ الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ اولی اور بعضے علمانے یعنے
صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز میں بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت میں اسکو عام کیا ہے اور
جو ہدایہ میں ہے وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط
مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ وان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے
اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہہ بیان ہے شروع حج کا بطریق کامل ورنہ حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہے اگرچہ دل ہی میں نیت حج کی کرلے زبان سے

نہ نکالے لیکن بشرط متصل کرنے نیت کے ساتھ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الٰہ الا اللہ کہنا
اگرچہ بعد ذکر فارسی زبان میں کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو **ھم** لبیک کہنے سے نیت حاصل نہیں ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہے
ارادہ کے سوا اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے والتلبیۃ علی المذہب ھی لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ
لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ بِکَسْرِ الْھَمْزَۃِ وَفَتْحِھَا وَالنِّعْمَۃَ لَکَ بِالْفَتْحِ وَمُبْتَدَأٌ وَخَبَرٌ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اور تلبیہ بنا بر مذہب درست
یہ ہے جو ماتن نے ذکر کیا یعنی حاضر ہوں تیری خدمت میں خداوندا تیری بجا آوری حکم میں بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری
حضور میں بلاشک سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیرے ہی واسطے ہیں اور بادشاہی تجکو مخصوص ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں لفظ اِن کا ہمزہ مکسور ہے لغت فصیح میں
اور فتحہ بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ ہے یا نعمۃ لک مبتدا اور خبر ہیں تو اسصورت میں ت کو ضمہ ہوگا **ھم** یہہ تلبیہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اسیطرح احرام کے وقت فرماتے تھے وَتُزَادُ نَدْبًا وَلَا یُنْقَصُ عَنْھَا اِلَّا فِیْ خِلَالِھَا اور زیادہ ذکر بنا بر استحباب کے اس
تلبیہ میں یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا بڑہانا مستحب ہے اور اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا بہتر نہیں **ھم** حلبی کی مناسک میں
ہے کہ بعد تلبیہ مذکورہ کے یوں کہے (لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ بِیَدَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ لَبَّیْکَ اِلٰہَ الْخَلْقِ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّیْکَ) کذا فی المنح وَلَا
یَنْقُصُ مِنْھَا فَاِنَّہٗ مَکْرُوْہٌ لَیْسَ تَحْرِیْمًا لِقَوْلِھِمْ اِنَّھَا مَرَّۃً شَرْطٌ وَالزِّیَادَۃُ سُنَّۃٌ وَیَکُوْنُ مُسِیْئًا بِتَرْکِھَا وَبِتَرْکِ رَفْعِ الصَّوْتِ بِھَا اور اس
تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نکرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہے اور ایکبار سے زیادہ کہنا سنت ہے اور
محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ میں آواز نہ بلند کرنے سے بدکار ہو جاتا ہے وَاِذَا لَبّٰی نَاوِیًا نُسُکًا اَوْ سَاقَ الْھَدْیَ اَوْ قَلَّدَ اَیْ رَبَطَ قِلَادَۃً عَلٰی
عُنُقِ بَدَنَۃِ نَفْلٍ اَوْ جَزَاءِ صَیْدٍ قَتَلَہٗ فِی الْحَرَمِ اَوْ فِیْ اِحْرَامٍ سَابِقٍ وَنَحْوِ جِنَایَۃٍ وَنَذْرٍ وَمُتْعَۃٍ وَقِرَانٍ اور جب لبیک کہا حج کی نیت کرکے یا ہدی کو
ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا اوسکے بدلے کے اونٹ یا گائے کی گردن میں
پٹا ڈالا اور مانند اسکی کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا (وَتَوَجَّہَ مَعَھَا وَالْمَآلُ اَنَّہٗ یُرِیْدُ الْحَجَّ) اور خود لیچلا
اس اونٹ یا گائے کو حج کے قصد پر وَھَلِ الْعُمْرَۃُ کَذٰلِکَ یَنْبَغِیْ نَعَمْ اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ میں حج کی مانند ہے یوں لائق ہے جواب دینا کہ ہاں عمرہ
بھی حج کی مانند ہے یعنی ایسے افعال سے عمرہ کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے اَوْ بَعَثَھَا ثُمَّ تَوَجَّہَ وَلَحِقَھَا قَبْلَ الْمِیْقَاتِ فَلَوْ بَعْدَہٗ لَزِمَہُ الْاِحْرَامُ بِالتَّلْبِیَۃِ
مِنَ الْمِیْقَاتِ یا اونٹ یا گائے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کر دیا پھر خود متوجہ ہوا اور اوسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اوسکو
احرام کرنا میقات سے لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اسصورت میں پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہوگا اَوْ بَعَثَھَا لِمُتْعَۃٍ اَوْ قِرَانٍ وَکَانَ التَّقْلِیْدُ
وَالتَّوَجُّہُ فِیْ اَشْھُرِہٖ وَاِلَّا لَمْ یَصِرْ مُحْرِمًا حَتّٰی یَلْحَقَھَا وَتَوَجَّہَ بِنِیَّۃِ الْاِحْرَامِ وَاِنْ لَمْ یَلْحَقْھَا اسْتِحْسَانًا فَقَدْ اَحْرَمَ لِاَنَّ الْاِجَابَۃَ کَمَا تَکُوْنُ بِکُلِّ ذِکْرٍ
تَعْظِیْمِیٍّ تَکُوْنُ بِکُلِّ فِعْلٍ مُخْتَصٍّ بِالْاِحْرَامِ یا اونٹ یا گائے کو تمتع یا قران کیواسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینوں میں قائم
ہوا اور اگر دونوں کام موسم حج میں نہوئے تو یہہ شخص محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گائے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کو روانہ کیا اور خود متوجہ
ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اوسکو قبل میقات کے نملا بنا بر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا ان سب صور توں میں اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ہر تعظیمی
ذکر سے ہوتی ہے اسیطرح ہر ایک اُس فعل سے ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھہ مخصوص ہے اور یہہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہیں **ھم** نقدہ
اَحْرَمَ جزا ہے اِذَا لَبّٰی کی خلاصہ یہہ ہے کہ احرام کا ثبوت دو طریق سے ہے ایک یہہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہہ ہے کہ حج
کی نیت کرکے یہہ افعال مذکورہ بشروط مفصلہ عمل میں لاوے وَنُدِبَ صِحَّۃُ الْاِحْرَامِ لَا تَتَوَقَّفُ عَلٰی نِیَّۃِ النُّسُکِ لِاَنَّہٗ لَوْ اَبْھَمَ الْاِحْرَامَ صَحَّ حَتّٰی لَوْ طَافَ شَوْطًا
وَاحِدًا صُرِفَ لِلْعُمْرَۃِ کا شارح کہتا ہے بیرہم کہتے ہیں کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہیں مخصوص حج یا عمرے کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی
احرام باندھنے کیوقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال دل پر نہ آیا یہانتک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گھوما تو اُس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے

اور قبل شروع افعال کے اوسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اُس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے یا عمرہ کیواسطے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق
نیۃ الحج صرف للفرض ولو عیّن نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل
کی تعیین نکی تو فرض حج کیطرف پہیرا جائیگا یعنی فرض حج اوس احرام سے ادا ہوگا اور اگر اوسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اوسنے ہنوز فرض
حج نکیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعرها بان جرح سنامها الایسر او جللها بوضع الجل ونعلها بالمشفعة وقراب ولم یلحقها کما مر
او قلد شاۃ لا یکون محرما لعدم اختصاصه بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنے کوہان کی بائیں طرف ہلکا سا زخم کر دیا تاکہ قربانی کا نشان
ہو جاوے یا اوسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اوسکو روانہ نکیا بہ نیت تمتع یا قران کے اور اوسکو جا کر نہ ملگیا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بکری کے
گلے میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہہ کام حج یا عمرہ کیواسطے مخصوص نہیں ہیں اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا
امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک خوب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول
علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث
مشہورہ سے ثابت ہے اور امام نے مکروہ نہیں کہا مگر اُس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے اونکو دیکھا کہ نہایت زخم کاری
لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے اونکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اس طرح زخم لگاوے کہ کہال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے
علمانے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کے نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز ولیتقه
ای الاحرام بلا مهلة یعنی الرفث ای جماع النساء او ذکره بحضرة النساء والفسوق ای الخروج عن طاعة الله والجدال
فانه من المحرم اشنع اور بعد احرام باندہنے کے فوراً اجتناب کرے اور دور بھاگے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات
چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہہ زیادہ تر قبیح ہے یعنی
خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خرخشہ نکرے بلکہ اونکی سخت گوئی اور زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں
فرمایا فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وقتل صید البر والاشارة الیه فی الحاضر والدلالة علیه فی الغائب ومحل
تحریمها ما دام المحرم اما اذا حل فلا فی الاخیر اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے اسواسطے کہ دریا کا شکار
محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کیطرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا
شکار کا وہاں حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر کچھہ جرم نہیں قول اصح
میں والتطیب ان لم یقصدہ ویکرہ شمہ اور بعد احرام کے پیچھے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نزدیک نہیں خوشبو لگا دی کپڑے میں اور
مکروہ ہے سونگہنا خوشبو کا اور اسیطرح پہول اور میوہ کا سونگہنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجه کله او بعضه
کفمه وذقنه نعم فی الخانیة لا بأس بوضع یده علی انفه اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈہکنے سے سب چہرہ چہپاوے یا تھوڑا
چنانچہ اپنا منہ اور ٹھوڑی بھی کپڑے سے نہ چہپاوے ہاں خانیہ میں ہے کہ کچہہ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکہنے سے والرأس بخلاف المیت
وبقیة البدن اور پرہیز کرے سر ڈہکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مر جاوے تو اوسکا سر اور چہرہ ڈہکنا ممنوع نہیں
اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بیحاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اس حالت میں مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل
علی رأسه ثیابا کان تغطیة لا حمل عدل وطبق ما لم یستدم یوما ولیلة فتلزمه صدقة اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑے کا گٹھا اٹھایا تو
سر کا ڈہکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق کے اوٹھانے سے ڈہکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایکدن یا ایک رات سر پر نہ لئے رہے اور اگر اسقدر لئے رہیگا
تو اوسپر صدقہ دینا لازم ہوگا ہم خانیہ میں ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہیں بطور عادت کے اوسکو سر پر رکہنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کی

لباس کرنیکی عادت نہین چنانچہ نشار اور عماش تو اوسکو کبھی سر الیس نہوگا کذا فی الطحطاوی وقالو الو دخل تحت ستر الکعبۃ فاصاب رأسہ
او وجہہ کرہ والا فلا باس بہ اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اوسکی سر یا چہرہ کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہے اور اگر
نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہین وغسل رأسہ ولحیتہ بالخطمی لانہ طیب او یقتل الھوام اور محرم بچاوے اپنے سر اور داڑہی کو خطمی کے دہونیسے
اسواسطیکہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار چیزون مین داخل ہی تو دم کرنا محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑونکو مارتی ہی اور بالون کو نرم کرتی ہی صاحبین
کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف صابون و دلوکۃ واشنان اتفاقا بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزون
سے بالون کو دہو ویگا تو باتفاق امام اور صاحبین اوسپر کچھہ لازم نہوگا ھم دلوکہ بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتی ہین جس سے ہاتھہ دہوتے ہین اور اشنان
ایک گہاس ہی کہ میل کو صاف کرتی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہی زاد فی الجوھرۃ وسدر او ھو مشکل یا دہ کیا ہی جوہرہ مین کہ بیر کے پتون سے بال
دہونے مین باتفاق امام اور صاحبین کے کچھہ لازم نہین آتا اور یہہ تو مشکل ہے وجہہ اشکال کی یہہ ہی کہ خطمی اور بیر دونون سے کیڑے مرتے ہین اور بال نرم
ہوتے ہین تو لائق یون تہا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ واجب ہوتا کذا فی منح الغفار طحطاوی محشی نے کہا کہ یہہ امر تو صابون مین
زیادہ تر قوی ہی باوجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصہا ای اللحیۃ وحلق رأسہ وازالۃ شعر بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شئ
فیہ عند نا اور بچی محرم داڑہی کترنے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنیسے مگر وہ بال جو آنکہہ کے اندر جمے جسکو پربال کہتے
ہین تو اوسکو دور کرنے مین کچھہ نہین ہماری نزدیک ھم محرم کو بالونکا دور کرنا کسیطرح جائز نہین نہ کترانے سے نہ منڈانے سے نہ اکہاڑ ڈالنے سے نہ نورہ
لگانے سے کذا فی النہر ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کزردیۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتی اور پاجامے
لباس سے یعنی اوس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہی اسطرح کہ خود بدن پر ٹہیر جاوے دوخت کے سبب
یا چپکانے سے یا کسی اور طرح جیسے لوہے کی زرہ اور برانی کی مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز الا
ان یزرہ او یخللہ اور بچے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونو آستینون مین اپنے ہاتھہ نہ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہی مگر یہہ کہ اوسکو گہنڈی سے یا کانٹے
اٹکا دے تو جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہرا اوسپر دم کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ از قبیل لباس معتاد کے ہو جاوے ان یرتدی
بقمیص او جبۃ ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہہ جائز ہی کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اوسکو سونے وغیرہ مین
بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ سر اور چہرہ کو نہ ڈہکے وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین
عند معقد الشراک فیجوز لبسہما الا لمرۃ لا یحویان اور بچے پگڑی اور ٹوپی اور موزون کے پہننے سے مگر یہہ کہ نعلین کو نپاوے تو دونون موزونکو
دونون کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہان قدم کا درمیان والا جوڑ مراد ہی جہان نعل کا تسمہ اٹکا جاتا ہی کعب سے یہان ٹخنہ مراد نہین تو سر موزہ
کا پہننا محرم کو جائز ہی نہ جراب کا اسواسطے کہ سر موزہ مین قدم کی پشت کی ہڈی نہین بند ہوتی اور جراب مین بند ہو جاتی ہے ھم نعل کو چپل کہتے ہین
چمڑے کی تلی پر بنا اور تسمہ سیا ہوتا ہی ہند وستان مین کہار اور بعضے محترفہ پہنتے ہین اور سر موزہ ان جوتیونکو کہتے ہین جنکو موزون کے اوپر پہنتے ہین ثوب
صبغ بماله طیب کورس وھو الکرکم وعصفر وھو زھر القرطم الا بعد زوالہ بحیث لا ینفح فی الاصح اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے
جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پہول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح کہ اوس سے خوشبو نہ آوے پہر اوسکا پہننا درست ہی تو الاصح
ورس ایک خوشبودار گہاس ہوتی یمن مین جسکو کرکم کہتے ہین اوسکا رنگ زرد ہوتا ہی ھم یہہ مسائل اوس حدیث سے ماخوذ ہین جو صحاح ستہ مین
عبد اللہ بن عمر سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ ورس
ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا یتقی الاستحمام لحدیث البیہقی انہ علیہ الصلوۃ والسلام
دخل الحمام فی الجحفۃ محرم پرہیز کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

اور یہ غسل صفائی کیواسطے ہے نہ طہارت کیواسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہے وحین شاهد البیت کبّر ثلثًا ومعناه
الله اکبر من الکعبة وهلّل یشلا یقع فی عبادة لغیره اور جس وقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہہ کہ اللہ
بزرگ ہے کعبہ سے یعنی ہر چیز سے بڑا تو کعبہ بھی اسمین داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت مین کسیطرح شرک نہ واقع ہو یعنی سوا
خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہین تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہو گئی کذا فی حاشیة الطحطاوی جابر کی حدیث مین ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا لا اله الا الله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر کذا فی
الفتح اور عطا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیت الکعبہ کو دیکھکر یہہ دعا فرمائی اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر
اور رفع الیدین کرتے تھے اور سب اوجیہ سے یہہ دعا ضرور ہے کہ طلب جنت بلا حساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کیوقت دعا قبول
ہوتی ہے اور امام شافعی نے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے
اور فرماتے تھے اللهم زد هذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومهابة وزد من شرفه وکرمه ممن حجه او اعتمره تشریفا وتعظیما
وتکریما وبرًّا اور بیہقی مین مروی ہے کہ عمر فاروق جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے اللهم انت السلام ومنک السلام حیّنا ربنا
بالسلام وادخلنا دار السلام کذا فی فتح القدیر ثم ابتدأ بالطواف لانه تحیة البیت ما لم یخف فوت المکتوبة او جماعتها
او الوتر او سنة راتبة پھر طواف شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہے جبتک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف نہو فوت ہو جانیکا
اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جانیکی یہہ صورت ہے کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہنچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہے سنت
تو اس صورت مین اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیة الطحطاوی فاستقبل الحجر مکبرا مهللا رافعا یدیه کالصلوة واستلمه
بکفیه وقبله بلا صوت پہر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہنا اور کلمہ توحید پڑھنا رفع الیدین کرنا مانند نماز کی اور چھوے حجر اسود کو اپنی دونوں
ہتھیلیون سے اور اوسکو چومے بدون آواز کے یعنی لبون کے لگانے مین آواز نہ نکالے استلام یہہ ہے کہ دونون ہاتھ اوسپر رکہے اور اوسکو چومے سنن
ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونون لبون کو اوسپر رکہا اور دیر تک روئے
پہر التفات کیا تو عمر کو روتے دیکہا تو فرمایا ای عمر یہان آنسوؤنکو بہانا چاہیئے اور صحاح ستہ مین مروی ہے کہ عمر فاروق نے حجر اسود کو چوما
اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے اگر مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکہا ہوتا تو مین تجکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہے کہ
استلام کیوقت یہہ دعا کرے اللهم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعهدک واتباعا لنبیک اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک
له واشهد ان محمدا عبده ورسوله آمنت بالله وکفرت بالطاغوت کذا فی شرح المختار وهل یسجد علیه قیل نعم اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر
بعضے علما نے کہا کہ ہان سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا فعل نقل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر بلا ایذاء لانه سنة وترک الاذی واجب فان لم یقدر یضع یدیه
قبلهما او احدهما استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی دہا نکے لوگونکو نہ دہکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہے اور تکلیف رسانی کا
ترک کرنا واجب ہے تو سنت کیواسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہین سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونو ہاتھونکو اوسپر رکھے پھر
ہاتھونکو چومے یا ایک کو اوسپر رکہے اور اوسکو چومے والا امکنه ذلک یمس بالحجر شیئا فی یده کالعصا ثم قبله ای الشیء اور اگر ہاتھ لگانا بھی نہو سکے
اپنے ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود مین لگا دے اگر چہ ہاتھ مین عصا ہو تو اوسکو لگادے پہر اوس شی کو چوم لے وان عجز عنهما ای الاستلام
والامساس استقبله مشیرا الیه بباطن کفیه کانه واضعهما علیه اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر
اسود کے سامنے کھڑا ہو اپنی دونون ہتھیلیون کے اندر کیجانب سے اوسکی طرف اشارہ کرے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیونکو حجر اسود پر رکھے ہے

قرانی سے فرض ہی اور حطیم کا بیت اللہ مین داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہی نہ دلیل قطعی سے تو احتیاط اسکو مقتضی ہے کہ طواف مین تو حطیم کو داخل کیجیے اور
نماز مین خارج ہو وبہ قبر اسمعیل و ھاجر اور حطیم مین حضرت اسمعیل اور ہاجر علیہما السلام کی قبر ہے سبعۃ اشواط فقط بیت اللہ کے گرد فقط سات
بار گہومے ہم اشواط جمع ہے شوط کی شوط ایکبار گہومنے کو کہتے ہین یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گہوم کر پونہچنا یہہ ایک شوط ہی اور سات بار گہومنے ایک
طواف ہوتا ہی فلو طاف ثامنا مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع لانہ شرع فیہ ملتزما بخلاف ما لو ظن انہ
سابع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الحج سو اگر آٹھوان شوط گہوما آٹھوان جانکر تو مذہب صحیح یہہ ہی کہ اوسپر لازم ہوگیا پورا کرنا سات شوط
کا یعنے دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کردینے یعنے اسواسطے کہ اوسنے دوسرا طواف شروع کردیا التزام کرکے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھوین شوط
کو ساتوان گمان کرکے شروع کریگا تو دوسرا طواف اوسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسکا شروع کرنا بنابر اسقاط کے ہی نہ بنابر التزام کے بخلاف حج کے اسلیے کہ
بطور اسقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہوجاتا ہی بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی النہر عن البحر واعلم ان مکان الطواف داخل المسجد ولو
وراء زمزم لا خارجہ لصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت اور معلوم کر کہ طواف کرنیکا مکان تمام مسجد الحرام ہی اندر کیطرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف
مین داخل کرلے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہین اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا ھم
ہرچند تمام مسجد الحرام مین طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہین اوسکے اندر طواف ہوتا ہی اوسکو مطاف کہتے ہین اور نقشہ بیت اللہ کا
مجملا یون ہی کہ درمیان مین بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہی اوسکے گرد مطاف کے ستون ہین پہر چارونطرف بڑا صحن ہی جسمین زمزم کا کنوان اور مقام ابراہیم
اور چارون امامون کے مصلے ہین پہر چارونطرف مسجد الحرام کے عمارت ہی یک منزلہ تین درجہ کی پہر پشت کی دیوار ہی اور مسجد الحرام کی پشت پر ایکطرف
صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہی اور صفا اور مروے کے درمیان مسجد الحرام کے دیوار سے متصل دو سبز منارے ہین جنمین سعی کرتے ہین
اور بیت اللہ کے چار کونے ہین جنکو ارکان کہتے ہین ایک کونے پر تخمینا تین ہاتھہ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہے پہر جب حجر اسود سے طواف کیجیے بیت اللہ کے
دروازہ کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہی اوسکو رکن عراقی کہتے ہین پہر اوسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی بولتے ہین پہر چوتھے کونے کو رکن یمانی
کہتے ہین اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہی اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہے جہان قربانی ہوتی ہی اوسکے آگے تین کوس
پر مزدلفہ ہی جہان مغرب اور عشا کی نماز ملاکر پڑہتے ہین اوسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہان حج ہوتا ہی اسقدر جان لینے
سے مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی اور اگر بدون
سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی کرنے سے نکلے نماز جنازہ کیواسطے یا فرض نماز کیواسطے یا نیا وضو کرنے کیواسطے پہر وہین آوے جہان سے طواف اور
سعی کو قطع کیا تہا تو وہین سے جوڑ لے وجاز فیہما اکل وبیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی مین جائز ہی کہانا اور
بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہی کذا فی النہر اور جائز ہی فتوی دینا اور قران پڑہنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہی قران کے پڑہنے
سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ
واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نکرے تو اوسکے دس گناہ مٹائی جاتے ہین اور دس درجے اسکے سبب سے بلند کئے جاتے ہین کذا فی النہر
وفی منسک النووی الذکر الماثور افضل واما فی غیر الماثور فالقران افضل فلیراجع اور نووی شافعی کی منسک مین یون ہی کہ ذکر منقول
افضل ہے اور غیر منقول سے تو قران افضل ہی طواف مین تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ طواف مین تو بجز ذکر اللہ
معروف ہی اور مجکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہین جسمین قراۃ قران طواف مین مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع مین طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل
اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہی واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطا وھز کتفیہ فی الثلثۃ الاول استنانا فقط
اور رمل کرے یعنی جلد چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونون مونڈہون کو ہلاکر جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ مین اکڑتے ہین اسطرح اکڑنا

رمل پہلے تین شوطوں میں مسنون ہے اور علم کتنا جاوے ... ثابت ہے کہ اکڑ کر چلنے کا طواف میں یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب
اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کے تپ نے مسلمانوں کو توڑ دیا اور دبلا پتلا کر ڈالا حضرت نے فرمایا مسلمانوں کو
کہ اکڑ کے طواف کریں تاکہ ان پر رعب پڑے پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسویں سال ہجرت کی حجۃ الوداع کیواسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت
الٰہی کی یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین میں جاری رہا صحیح بخاری میں ہے عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ
کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا واسطہ یہ اکڑنا تو ہم مشرکوں کو دکھلاتے تھے اور اب تو خدا نے ان کو ہلاک کر ڈالا پھر
فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہیں چاہتے ہیں کہ اسکو چھوڑیں اور ابو داؤد کی روایت میں عمر فاروق سے
کہ یہ اکڑنا اور مونڈھے کھولنا کسواسطے ہے اور حالانکہ حق تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن باوجود اسکے ہم نہ چھوڑیں گے اس چیز کو
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کرتے رہے ولو ترکہ اونسیہ فی الثلاثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط اول میں ترک کیا یا
بھول گیا تو رمل آگے نکرے اور نہیں دونوں شوطوں میں جو اول کے بعد ہیں اور اگر تینوں شوطوں میں رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطوں میں رمل نکرے
ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر شارح کے کلام میں ظاہرا شرط اول کی جزا ساقط ہوگئی ہے یعنی حق عبارت تینوں کتابوں کے موافق
یوں ہے ولو ترکہ اونسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلاثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے
پوری عبارت کا ترجمہ کیا غالب ہے کہ یہ اسقاط کاتبوں کی جہت سے ہو مترجم نے دوسرے نسخے میں یہ عبارت پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف
حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور اگر ہجوم ہو لوگوں کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہاں تک کہ کشادگی پاوے
تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اسکے واسطے بسبب ہجوم کے توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہے یعنی استقبال اور رمل کیواسطے
کوئی عوض نہیں من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک تین بار ہر شوط میں وکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام
اور ہر شوط میں جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہاں تک بسبب ہجوم کے نجا سکے تو عصا یا تلوار اس میں لگا دے اور اسکو چوم لے اور
اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والادلۃ تؤیدہ
ونکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہے امام اعظم کے نزدیک بلا تقبیل یعنی فقط اوسپر ہاتھ رکھے لیکن اوسکو چومے نہیں اور امام محمد نے
کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہیں بلکہ سنت ہے اور اسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد کے قول کی تائید کرتی ہیں اور سوا حجر اسود اور رکن یمانی
استلام کرنا مکروہ ہے بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے نہیں دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو کہ ہاتھ لگاتے ہوں بیت اللہ کو سوا دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلی شفعا فی وقت مباح یجب بالجمیع علی الصحیح بعد کل اسبوع عند
المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونیکے پھر مباح وقت میں دو رکعتیں نماز پڑھے
جو واجب ہیں بنا بر قول صحیح کے ہر سات پھیر کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جسمیں ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدم کے
نقش ظاہر ہیں جب اسمٰعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترتے اور جب چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک
روایت ہے کہ جب بحکم الٰہی حج کیواسطے سب خلق کو پکارا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوئے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالیٰ نے زمین پر اتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم
کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا کی اللہم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما عندی فاغفر لی
ذنوبی اللہم انی اسالک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت لی ورضنی بقضائک تو حق تعالیٰ نے آدم

پر وحی اُتاری اور فرمایا اے آدم تو نے البتہ دعا مجھ سے مانگی کہ میں نے قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غموم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے مجھ سے دعا کریگا اوسکو ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور اوسکی محتاجی کو دور کرونگا کذا فی کنز العمال لعلے المتقی وفتح القدیر او غیرہ من المسجد یا مقام ابراہیم کے سوا اور کہیں مسجد الحرام میں دوگانہ طواف کا پڑہے اگر وہاں جگہہ نپاوے کذا فی البرہان وھل یتعین المسجد قولان اور کیا اِس نماز کیواسطے مسجد الحرام ہی متعین ہو آسمین دو قول ہیں طحطاوی نے کہا قول معتمد یہہ ہے کہ آسمین مسجد الحرام کی فضیلت کیواسطے ہو ثمّ الْتزم الملتزم وشرب من ماء زمزم پہر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو چپٹے اسطرح کہ اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ آسمین لگاوے اور دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر کہڑا کرکے دیوار مین چپٹا رہے اور زمزم کا پانی پیے اور یہہ دعا پڑہے اللهم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء کذا فی فتح القدیر وعاد ان اراد السعی اور پہر آوے حجر اسود کیطرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کیطرف نہ آوے ہم طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن طواف فرض اور ذبح اور رمی جمار کے اشتغال درپیش ہیں اور افضل یہہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہہ ہے کہ فرض کے تابع کرے کذا فی النہر عن التحفہ واستلم الحجر وکبّر وھلّل وخرج من باب الصفا اور حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایان قدم آگے بڑہاکر اور یہہ دعا پڑہے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیہا واعذنی من الشیطان کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری الکعبۃ من الباب واستقبل البیت وکبّر وھلّل وصلّی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصوت مرتفع خانیہ پہر صفا پر اتنا چڑہے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑہے بلند آواز سے کذا فی الخانیہ ہم سنن ابو داؤد میں جابرؓ سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صفا پر اتنا چڑہے کہ بیت اللہ نظر آیا پہر حق تعالی کی توحید اور تکبیر کی اور یہہ فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ پہر اسکے درمیان میں دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا و دفع یدیہ نحو السماء ودعا لحاجتہ العبادۃ بما شاء لان محمدا الرسم سیئا لانہ یذہب رقۃ القلب وان تبرک بالماثور فحسن اور دونو ہاتھ اٹھاوے آسمان کیطرف ہتہیلیاں کرکے چنانچہ پنجگانہ نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہہ وقت ہے تو جو چاہے دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد نے مناسک حج میں کوئی دعا خاص معین نہیں کی اسلئے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنی جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے بلکہ اکثر لوگوں کے حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھہ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھہ آیندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہہ دعا کی اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہہ دعا کرے اللھم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسئلک کما ھدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین الملحقین فی جدار المسجد پہر صفا سے اوترکے مروہ کیطرف چلا آوے دونو سبز میناروں کے درمیان جہپٹ کر جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار میں تراشی ہوئی ہیں ہم جب صفا سے اترے تو یہہ دعا پڑہے اللھم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین اور جب دو سبز میناروں میں سعی کرے تو یہہ دعا پڑہے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم یہہ دعا عبد اللہ ابن عمر سے منقول ہے کذا فی الفتح اور سفر السعادت میں دعا مذکور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد علیہا وفعل ما فعل علی الصفا یفعل ھکذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم بالمروۃ اور چڑہے مروہ پر اور وہان بھی وہ کرے جو صفا پر کرچکا اسیطرح

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہہ ایک شوط ہوا پہر مروہ سے صفا تک جانا
یہہ دوسرا شوط ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا علیٰ ذلک بالمروۃ ثم یبتدئ بالاول ھوالاصح پہر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط
شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول راجح ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا
کرو اُس سے جس سے حق تعالیٰ نے ابتدا کی یعنے فرمایا قرآن مجید مین اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ کذا فی ملتقیۃ الطحطاوی ویندب ختمہ برکعتین
فی المسجد کختم الطواف اورمستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتون سے مسجد الحرام مین جاکر پڑہے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام مین جاکر پڑہین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب یہ
دواسکو کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولایجوز فسخ الحج بالعمرۃ عندنا یہر ٹہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندہے ہوئے اور عمرہ کرکے
حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے مذہب مین جائز نہین یعنی جب میقات سے حج کا احرام باندہا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چہوڑنا درست نہین اور
وجہ یہہ کہ صحیحین مین حدیث ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تہا تو یہہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تہا
اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابو ذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا عمرہ سے یہہ اصحاب کبار کو مخصوص تہا وطاف بالبیت کلما شاء بلا رمل وسعی
ھو افضل من الصلوۃ نافلۃ للآفاقی وعکسہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل نماز
پڑہنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کیواسطے نماز نفل سے طواف سے وفی البدائع تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوۃ
مطلقا اور بحر الرائق مین ہے کہ افضلیت صلوۃ مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی کیونکہ اسطے ایام حج مین طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم
کے مسافر طواف سے محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے بطرح طحاوی اور ابن حبان نے روایت کی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کردیا سو جو کہ کلام کرے تو سوای خیر کے نہ بولے
کذا فی النہر والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین بہی مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑہین گویا اسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اوسی کتاب مین ابو ہریرہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہہ دعا پڑہے اللّٰھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والاخرۃ
ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا پچاس بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اوسدن تہا جب ماں کی پیٹ سے
پیدا ہوا تہا کذا فی تیسیر جامع الاصول وخطب الامام اولی خطب الحج الثلاث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال بعد صلوۃ الظہر وکرہ قبلہا
علم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کی امام پڑہے دوپہر ڈہلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے
اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندہنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹہرنا اور وہان سے پہرنا
لوگونکو سکہاوے پہر حج کے تین خطبے ہین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا عرفات مین اور تیسرا گیارہوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور
نماز ظہر کے پڑہے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب خطبون مین اول تکبیر پہر تلبیہ پہر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین
کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی النہر والطحطاوی فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ یوم
التاسع من ذی الحجۃ خرج الی منی وقیل من الحرم على وضع من مکۃ ومکث بہا الی فجر عرفۃ پہر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین پڑہ
چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفہ کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گاؤن ہے حرم کی حد مین کہ ہے تین کوس
آدہ مکہ مین تمام حالات مین لبیک کہنا ہے سوا طواف کے اور منا کیطرف جاتے وقت لبیک کہے اور یہہ دعا کرے اللّٰھم ایاک ارجو وایاک ادعو

واليك ارغب اللهم بلّغني صالح عملي واصلح في ذريتي پہر جب منا مین داخل ہو تو یہہ دعا پڑہے اللهم هذا منى وهذا مما دللتنا عليه من
المناسك فمنّ علينا بجوامع الخيرات وبما مننت به على ابراهيم خليلك ومحمد حبيبك وبما سنّت به على اهل طاعتك فاني عبدك ناصيتي
بيدك جئت طالبا مرضاتك) اور منا مین مستحب یہہ ہے کہ مسجد الخیف کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس راح الى عرفات
على الطريق ضبّ پہر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہوا اور عرفات کے چلنے کیوقت یہہ دعا پڑہے
اللهم اليك توجهت وعليك توكلت ووجهك اردت فاجعل ذنبي مغفورا وحجي مبرورا وارحمني ولا تخيبني انك
على كل شيء قدير) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑہے پہر جب عرفات کے قریب پہونچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے
سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر پہر لبیک کہتا رہے یہان تک کہ عرفات مین داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات كلها
موقف الا بطن عرنة بفتح الراء وضمها وادٍ من الحرم غربي مسجد عرفة اور تمام عرفات ٹہرنے کا مکان ہے مگر بطن عرنہ مین ٹہرنا جائز
نہین عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بہی اوسکو جائز ہے نالہ ہے حرم مین مسجد عرفہ کی مغرب کیطرف اور عرفات حل مین ہے فيفعل الى الزوال
قبل صلوة الظهر خطب الامام في المسجد خطبتين كالجمعة پہر دوپہر ڈہلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد مین دو خطبے پڑہے مانند
جمعہ کی یعنی جیسے خطبہ جمعہ مین امام درمیان دو خطبون کے منبر پر بیٹہتا ہے ویسے ہی اسمین بہی بیٹہے اور جیسے جمعہ مین امام کے سامنے موذن
اذان کہتا ہے ویسا ہی یہان بہی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلّم فيها المناسك وبعد الخطبة صلى بهم الظهر والعصر باذان
واقامتين وقرأ سرية ولم يفصل بينهما شيئا على المذهب ولا بعد اداء العصر في وقت الظهر اور امام اس خطبہ مین احکام حج
کی تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات اور مزدلفہ اور وہان سے پہرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکہلاوے اور بعد خطبہ کے
لوگون کو ظہر اور عصر کی نماز پڑہاوے ایک اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کیواسطے اور دوسری عصر کیواسطے اسلئے کہ عصر خلاف عادت
ظہر کے وقت پڑہی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑہے اور ظہر اور عصر کے درمیان کوئی نماز نہ پڑہے
یہانتک کہ سنت موکدہ بہی نہ پڑہے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز پڑہے ظہر کیوقت مین اسواسطے کہ نفل پڑہنا بعد
عصر کے مکروہ ہے وشرط لصحة هذا الجمع الامام الاعظم او نائبه والاصلوا وحدانا والاحرام بالحج فيهما اي الصلوتين اور دو واسطے
صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شرط ہین امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اوسکا نائب جیسا کہ قاضی اور اگر
بادشاہ یا اسکا نائب نہو تو لوگ علحدہ علحدہ نماز پڑہین بلا جماعت اور دوسری شرط یہہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونون نمازون مین تو اگر ظہر کی
نماز عمرہ کے احرام سے پڑہے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہین اسواسطے کہ دونون نمازون مین حج کا احرام شرط
اور لازم ہوا اگر بدون احرام کے دونون نمازونکو جمع کریگا تو بہی جائز نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلا يجوز العصر للمنفرد في احدهما
في الظهر وحده اولم يصلّ العصر مع الامام تو جائز نہین عصر کی نماز ظہر کیوقت پڑہنا اوس شخص کو جو ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑہے سو اگر اس نے
ظہر کی نماز تنہا پڑہی تو امام کے ساتہہ عصر نہ پڑہے بلکہ عصر کیوقت پڑہے ولا يجوز العصر لمن صلى الظهر بجماعة قبل احرام الحج ثم احرم الا
في وقته اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑہی پہر اوسنے حج کا احرام باندہا تو اوسکو عصر کا پڑہنا جائز نہین مگر عصر کیوقت
مین نہ امام کے ساتہہ ظہر کیوقت مین اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہے وقالا لا يشترط لصحة العصر الا الاحرام وبه قالت الثلثة وهو الاظهر
شرح ملا علی عن البرهان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہین صحت عصر کیواسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کیواسطے فقط احرام حج کافی ہے امام کا
ہونا شرط نہین اور یہی مذہب ہے تینون اماموں کا اور یہی قول ظاہر تر ہے باعتبار دلیل کے کذا فی الشرح ملا علی عن البرہان اور برہان مین کہا
کہ یہہ قول اسواسطے اظہر ہے کہ عرفات مین جمع بین الصلوتین اسواسطے ہی کہ امتداد وقوف غروب تک ہو واجب ہے اور موقف کی زمین بہا ہت تنگی

نیچے سے معذور کا وہاں برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہاں سے نکلنا پڑتا اور وقوف منتظم ہوتا اس ضرورت سے جمع
بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اس حاجت میں منفرد اور جو کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے دونوں برابر ہیں ثم ذہب الی الموقف وغسل حسن و
ثم ركب الامام على ناقته بقرب جبل الرحمة عند الصخرات الكبار مستقبل القبلة نماز کے بعد جاوے طرف موقف کی یعنی ٹھہرنے کی جگہ میں
جاوے غسل کرکے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر جبل رحمت کے قریب بڑے پتھروں کے پاس قبلہ رو ہوکر
یعنی کھڑا ہونا سنت ہے اور یہی ہر امام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں سو نئے حمل ہے والقیام والنیة فیہ ای فی الوقوف لیس
بشرط ولا واجب فلو كان جالسا جاز لحجه وذلك لان الشرط الكينونة فيه فصح وقوف مجتاز وهارب وطالب غريم ونائم
ومجنون وسكران اور کھڑا ہونا اور وہاں کے ٹھہرنے میں نیت وقوف کی کرنا شرط ہے نہ واجب سو اگر موقف میں بیٹھا رہیگا حج اسکا جائز ہوگا
یعنی جائز ہے اسواسطے کہ وہاں کا ہونا شرط ہے جو کسی طرح سے ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلنے اور بھاگنے کا اور مدیون کی تلاش کرنیوالے کا اور سونے
والے کا اور دیوانے اور مست کا اسواسطے یہ حاکم کا اور حسب کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلوتین نہیں کی اوسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی الفتح دعا کرتا
متوجها معلما للمناسك ووقف الناس خلفه بقربه مستقبلين القبلة سامعين لقوله خاشعين باكين اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت حضور
اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ امام کے پیچھے ٹھہریں متصل ہوکر روبقبلہ ہوکر امام کے قول پر کان لگاکر گڑگڑا کر روتے
ہوئے امام مالک نے موطا میں حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کی
میں نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبروں نے کی وہ یہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت
بيده الخير وهو على كل شئ قدير توحید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہے مثل مشہور ہے کہ تعریف کریم کی متضمن سوال
ہے علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگو اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباس سے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتوں کیطرف دیکھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اس دن میں جو اپنے کان اور آنکھ اور
زبان کو محفوظ رکھے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور بزار وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ
عرفہ کے دن دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے تھے جیسے کھانا مسکین الاحتیاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہو کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی اللهم لك الحمد كالذي تقول وخيرا مما نقول اللهم لك صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي واليك مآبي
ولك رب تراثي اللهم اني اعوذ بك من عذاب القبر ووسوسة الصدر وشتات الامر اللهم اني اعوذ بك من شر ما تجيء به الريح
اللهم انك تسمع كلامي وترى مكاني وتعلم سري وعلانيتي لا يخفى عليك شيء من امري انا البائس الفقير المستغيث المستجير الوجل
المشفق المقر المعترف بذنوبه اسألك مسألة المسكين وابتهل اليك ابتهال المذنب الذليل وادعوك دعاء الخائف الضرير
من خضعت لك رقبته وفاضت لك عيناه وذل جسده ورغم انفه اللهم لا تجعلني بدعائك شقيا وكن لي رؤوفا رحيما يا خير
المسئولين ويا خير المعطين اخرجه الطبراني في الصغير اور سنن بیہقی میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور اگلے
پیغمبروں کی دعا عرفات میں یہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم اجعل في قلبي نورا و
في سمعي نورا وفي بصري نورا اللهم اشرح لي صدري ويسر لي امري واعوذ بك من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنة القبر و
اللهم اني اعوذ بك من شر ما يلج في الليل وشر ما يلج في النهار وشر ما تهب به الرياح ومن شر بوائق الدهر كذا في سفر السعادة
اور اختیار شرح محمدی میں ہے کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا میں کثرت سے احادیث آئی ہیں تو لائق یہ ہے کہ دعا میں بہت کوشش کرے
اور حمد و دعا کرتا رہے اور اگر حفظ پڑھنا نہ ہو تو کاغذ میں لکھ کر پڑھے اور مستحب ہے کہ اس دن بعد نماز عصر کے سورہ فاتحہ اور اخلاص دس دس بار پڑھکر

و ذکر ہے (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر سبحان اللہ والحمد
للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا دافع الدرجات یا منزل البرکات یا فاطر الارضین
والسموات ضجت لک الاصوات بصنوف اللغات تسألک الحاجات وحاجتی ان ترحمنی فی دار البلٰی اذا نسینی اھل
الدنیا اسألک ان ترفقنی لما افترضت علی وتعیننی علی طاعتک واداء حقک وقضاء للمناسک التی اریتھا ابراھیم
خلیلک ودللت محمدا حبیبک اللھم لکل متضرع الیک اجابۃ ولکل مسکین لدیک رأفۃ وقد جئتک متضرعا ابیک مسکینا
لدیک فاقض حاجتی واغفر لی ذنبی ولا تجعلنی من کثیب فی ذلک وقد قلت وانک لا تخلف المیعاد ادعونی استجب لکم وقد دعوتک متضرعا سائلا فاجب دعائی و
اعتق رقبتی من النار واغفر لی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات برحمتک یا ارحم الراحمین) الغرض اس دن اور اس مکان مقدس مین کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جوش
ہر صدق دل سے جو یہان آنکر سوال کرے قسمت والونکو یہہ دولت نصیب ہوتی ہو الٰہی اس عاجز مسکین کو بھی یہی دولت بکمال ذوق اور شوق سے حاضر کرا اور
اپنے کرم سے مجھ بے سروسامان پر عنایت فرما آمین وھی من مواضع الاجابۃ وھی خمسۃ عشر نظمھا صاحب النھر فقال دعاء البرایا یستجاب
بکعبۃ + وملتزم والموقفین کذا الحجر + طواف وسعی مروتین وزمزم + مقام وتحت میزاب جمارک تعتبر اور موقف عرفات ان مکانات سے ہے جہان
دعا قبول ہوتی ہے اور مواضع اجابت دعا کے مکہ معظمہ مین پندرہ ہین جنکو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتون مین نظم کیا ہے سو یون کہا ہے کہ دعا
خلق کی مقبول ہوتی ہے کعبہ مین یعنی بیت اللہ کے اندر اور ملتزم مین اور موقف عرفات مین اور موقف مزدلفہ مین اور حجر اسود کے پاس اور طواف
مین اور سعی کرنے مین اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنی کعبہ کے پرنالے کے نیچے اور تینون جمار
کے پاس ہم صاحب نہر الفائق نے نظم مین یہہ نہین مذکور کیا کہ ان مواضع مین کون وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار مین
مناسک حسن نقاش سے ساعات مذکورہ کی یون تصریح ہے کہ بیت اللہ کے اندر عصر کیوقت دونون ستون کے آگے دعا مقبول ہوتی ہے اور ملتزم مین
آدھی رات کو اور موقف عرفات مین آفتاب غروب ہونے کیوقت اور موقف مزدلفہ مین آفتاب طلوع ہونے کیوقت اور طواف مین ہر وقت بلا قید دعا
مقبول ہے اور سعی مین اور صفا اور مروہ پر عصر کیوقت اور زمزم کے پاس آفتاب ڈوبنے کیوقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے
سحر کیوقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کیوقت دعا مقبول ہے اور اجابت ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہے جو اہل مکہ کو لکھ بھیجا
تھا کذا فی النھر و فی اللباب عند رؤیۃ الکعبۃ وعند السدرۃ والرکن الیمانی وفی الحجر وفی منی وفی نصف لیلۃ البدر اور طرابلسی نے لباب لنا سک
مین چند مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کئے ہین یعنی کعبہ نظر آنے کیوقت اور بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم مین اور منا مین اور
ذی الحجہ کی چودھوین رات کے نصف مین منا کے اندر طحطاوی نے کہا کہ مین نے کسی کتاب مین اس درخت کا محل نہین دیکھا کہ وہ کس مقام پر ہے واذا غربت
الشمس اتی علی طریق المأزمین مزدلفۃ وحدھا من مأزمی عرفۃ الی مأزمی محسر اور جب عرفات مین آفتاب غروب ہو تو وہان سے مزدلفہ مین
آوے مأزمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مأزمین سے وادی محسر کی مأزمین تک ہے مأزمین بصیغہ تثنیہ تنگ راہ ہے مزدلفہ اور عرفات کے درمیان
مین اور دوسرا مأزمین منا اور مکہ کے درمیان ہے کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار مین احکام ماوردی سے منقول ہے کہ مأزمین ایک پہاڑ ہے
عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہہ ہے کہ مناسے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مأزمین کی راہ سے آوے ویستحب ان
یأتیھا ماشیا وان یکبر ویھلل ویحمد ویلبی ساعۃ فساعۃ اور مستحب یہہ ہے کہ مزدلفہ مین پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور تحمید اور لبیک کہتا
رہے دمبدم اور اقتباس شرح تمارس مین ہے کہ اس راہ مین کثرت استغفار کے لائق ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا
اللہ ان اللہ غفور رحیم یعنی رجوع کرو جہان سے لوگ رجوع کرتے ہین اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہے والمزدلفۃ کلھا موقف
الا وادی محسر وھو وادٍ بین منی ومزدلفۃ فلو وقف بہ او بعرنۃ لم یجز علی المشہور اور مزدلفہ تمام ٹھیرنے کا مقام ہے سوا وادی محسر کے اور محسر

ایک نالہ ہی ہوا اور مزدلفہ کے قریب نہیں سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہریگا تو جائز نہوگا بقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین
مصرح ہے کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ یہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم و فتح حا و سین مکسورہ ایک وادی کا نام ہے جہان
اصحاب الفیل تباہ ہوے تھے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوئے لہذا اوسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی و
نزل عند جبل قزح بضم ففتح لا ینصرف للعلمیة والعدل من قازح بمعنی مرتفع اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اترے قزح بضم اول و فتح ثانی
لفظ غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عدل کے یعنی معدول ہے قازح سے جسکے معنی اونچا والاصح انه المشعر الحرام وعلیه میقداة هیل کانوکی ادم
اور قول صحیح یہ ہے کہ مشعر الحرام یہی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف اور اس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہے بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی
بھٹی ہے ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالی کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام
سے مراد قزح کا پہاڑ ہے وصلی العشائین باذان واقامة لان العشاء فی وقتها فلم یحتج الی الاعلام کالاحتیاج هنالک اور
مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہے تو اعلام کی حاجت نہیں جیسا کہ
یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہیں ہم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبارہ اقامت نہوئی جیسے عرفات
کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہے اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت
نہیں کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہیں لہذا اعلام کی حاجت ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس
جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہے حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہے اسواسطے کہ مغرب یہان
اپنے وقت سے متاخر ہے اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد معقول ہے بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہے اور تقدیم نماز کی
اپنے وقت پر مخالف قیاس ہے ہر طرح سے لہذا اوسمین مورد کی تمام شروط وارد وہ واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار حسن ابن ملک اور دو
نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط لملا رحمة الله ق
لو صلی المغرب او العشاء فی الطریق او فی عرفة اعاد لحدیث الصلوة امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین
پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے بدلیل اس حدیث کی کہ نماز تیرے آگے ہے ہم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ مین اترے اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہے پھر حضرت
سوار ہوئے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر مزدلفہ کے عرفات اور راہ
مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی فثوقیتنا بالزمان والمکان والوقت فالزمان لیلة النحر والمکان مزدلفة والوقت وقت
العشاء حتی لو وصل مزدلفة قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء فتصلی الغروب من حیث بمعنی مع حدیث مذکور کے
نماز مغرب کی تاخیر کو اسطرح یعنی زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر دیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہے اور مکان خاص مزدلفہ ہے اور وقت
مخصوص عشا کا وقت ہے یعنی مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلة النحر عشا کے وقت مخصوص ہے یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے
تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ جیسا اوپر بیان کر آئے ہین چند وجوہ سے یعنی یہان ایسے سوال متصور ہین جنکی جواب
مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو ذکر کرتا ہے طحطاوی سے نقل کرکے **سوال** کون فرض نماز ہے جسمین اذان ہے نہ اقامت
جواب عشا کی نماز ہے مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو **سوال** کون نماز ہے جو بے وقت پڑھی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب
مزدلفہ کی مغرب ہے **سوال** کون نماز ہے جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو **جواب** مزدلفہ کی مغرب ہے اور اسیطرح عشا کی نماز
جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے **سوال** کون عشا ہے جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو **جواب** مزدلفہ کی عشا ہے

وقت پر پڑھی گئی پھر صبح صادق ہوگئی **سوال** کون نماز ہے جسکا پڑھنا ایک خاص مکان مین واجب ہے **جواب** مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہے
مالم یطلع الفجر فیعود الی الجواز بعد ھذا اذا لم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خاف صلاھما راہ کی نماز کا اعادہ اوسوقت تک ہو
جبتک صبح صادق نمود نہین ہوئی اور بعد صبح کے وہ نماز جائز ہو جاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے
تہا عشا کیوقت مین سو اب باقی نرہا اور یہ یعنی مغرب اور عشا کا راہ مین نہ پڑہنا اوسوقت تک ہے جبتک طلوع فجر کا خوف نہو راہ مین سو اگر خوف
ہو طلوع کا تو دونون نماز کو راہ مین پڑھ لے اسواسطے کہ اگر راہ مین نہ پڑہیگا تو قضا ہو جاوینگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب
بمزدلفة صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد حتی ظہر الفجر عاد العشاء الی الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب
کی نماز کے مزدلفہ مین تو پہر مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ظاہر ہوگئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاویگی
چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پہر اوسکے بعد پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اوسکو یاد ہے تو یہ نمازین جائز
نہین پہر اگر اوسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازین صحیح ہوگئین کذا فی المنح عن البحر عن الظہیریة ویدع سنة المغرب اداء ویترک سنتہا اور مزدلفہ مین
عشا کیوقت ادای مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتونکو ترک کرے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الطحطاوی ویحییہا فانہا اشرف من
لیلة القدر کذا افتی صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات لیلة القدر سے شریف تر ہے چنانچہ صاحب نہر نے
نے اسکا فتوی دیا ہے ہم سنہ الفائق کا یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلة النحر لیلة الجمعہ سے اشرف ہے یا نہین اور میرا میلان خاطر اسیطرف
تہا پہر مین نے جوہرہ مین دیکھا کہ لیلة النحر سارے سال کی راتون سے افضل ہے طحطاوی نے کہا کہ اسقدر کلام سے فتوی ثابت نہین ہوتا بالجملہ یہ شب باعتبار
مکانی اور زمانی کی جامع ہو تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قران اور تضرع مین بسر ہو اور فضیلت لیلة النحر کی فقط مزدلفہ مین منحصر نہین بلکہ فضیلت
اوسکی اسوجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلة القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی وجزم شراح البخاری سیما القسطلانی بان عشر
ذی الحجة افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصا قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل
ہین رمضان کے عشرہ اخیرہ سے قسم صحیح بخاری وغیرہ مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا
نہین جنمین عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنون سے یعنی عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی مین یون ہے کہ ان دنونمین عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم
اور محبوب تر ہے سو ان دنونمین تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل
الوقوف اور فجر کی نماز پڑہے اندہیرے مین یعنی بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑہے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفة ووقتہ
من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولہذا کان فرضا لکن لو ترکہ بعذر کزحمة لا شیء علیہ پہر وقوف کرے مزدلفہ مین اور مزدلفہ کے ٹہرنیکا
وقت طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک اگرچہ وہان گذران چلا جاوے مانند عرفات کی لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم
کے سبب سے تو اوسپر کوئی چیز لازم نہین وکبر وھلل ولبی وصلی علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف مین
تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہتا رہے اور دعا کرے آسمان کیطرف ہاتھ اوٹھا کر یہی سنت ہے
چنانچہ حدیث جابر مین معروف ہے اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ یون دعا کرے اللھم انت خیر مطلوب وخیر مرغوب الیہ الٰہی لکل وفد جائزة
وقری فاجعل جائزتی وقرای فی ھذا المقام ان تتقبل توبتی وتتجاوز عن خطیئتی وتجمع علی الھدی امری وتجعل الیقین من الدنیا
ھمی اللھم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللھم لا تجعلہ اخر العہد بھذا الموقف وارزقنیہ ابدا ما احییتنی
برحمتک یا ارحم الراحمین) واذا اسفر جدا اتی منی ملبیا مصلیا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیة حجر لانہ موقف النصاری
اور جب خوب روز روشن ہو جاوے تو منا کیطرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑہتا اور اسفار کی یہ حد ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی

رمو کذا فی المنح عن المحیط و الظہیریہ پھر جب وادی محسر کے اندر پہنچے تو شتاب چلے بمقدار پھینک مارنے پتھر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاریٰ کا ہے
یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہے غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو
تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہے تو یہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو
تحدید نہیں بلکہ تقریب ہے ؛ و رمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی و یکرہ من فوق بسبع حصیات ... بین الاصابع
جب منا میں آوے تو جمرۃ العقبہ کو نالی کے اندر سے سات کنکریان انگلیوں کے سرون سے مارے اوپر سے مارنا مکروہ تحریمی ہے کہ خلاف سنت
ہے جمرہ مشہور ہوا ہے جمع اوسکی جمار ہے اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریوں کو کہتے ہیں اور منا میں جمار انھین تین مکانون کا نام ہے جہان پر کنکریاں اور پتھر
پھینکتے ہیں ایک کو جمرۃ الاولے کہتے ہیں جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور دوسرا جمرۃ الوسطی اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور خذف بخاء و ذال معجمہ
چٹکی وغیرہ سے پھینکنے کو کہتے ہیں کذا فی القاموس اور مغرب میں کہا ہے ... یہ ہے کہ ابہام کے سرے کو ... پر رکھکر مارے ... اور ... نے قول شارح کی تصحیح کی ہے اسواسطے کہ اس طریق میں شیطان کی زیادہ توہین ہے اور اسطرح پھینکنا اور مارنا سنت کا ہے
ورنہ جسطرح سے مارے گا جائز ہے کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم
خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبہ کے پاس حضرت خلیل نے اوسکو سات کنکریان ماریں یہانتک کہ زمین کے
اندر دھنس گیا پھر جمرہ ثانیہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اوسکو سات کنکریاں ماریں یہانتک کہ وہ زمین میں گھس گیا پھر جمرہ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اوسکو سات کنکریاں
ماریں یہانتک کہ زمین کے اندر دھنس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب
... خمسۃ اذرع ؛ اور مارنے والے اور جمرہ میں پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے
کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذا فی المنح ؛ ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا و ثلثۃ اذرع
بعید وما دونہ قریب ؛ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری کسی مرد یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑی جمرہ کے نزدیک تو جائز
ہے اور اگر اوسکے قریب نہیں گری تو جائز نہیں یعنی اوسکو حساب میں نہ لاوے دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید میں داخل ہے
اور اس سے کم میں گرنا قریب میں داخل ہے کذا فی البحر ؛ و کبر بکل منھا ؛ اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار
شرح مختار میں ہے کہ مارنے کی وقت یون کہے بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان و حزبہ فتح القدیر میں ہے کہ حسن بن زیاد کی
روایت ہے ؛ وقطع التلبیۃ باولہا ؛ اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث میں ثابت ہے کہ رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے منا تک کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کی اور قطع تلبیہ میں مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہیں فلو
رمی باکثر منہا ای السبع جاز لا لو رمی باقل والتقیید بالسبع لمنع النقص لا الزیادۃ ؛ سو اگر سات کنکریوں سے زیادہ ماریں تو
جائز ہے اور اگر سات سے کم مارےگا تو جائز نہیں سات کی قید لگائی گئی ہے کمی کے منع کرنے کیواسطے نہ زیادتی کے روکنے کو ؛ وجاز الرمی بکل ما
کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ
اور جائز ہے مارنا ہر ایک اوس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسیطرح چونا اور ہرتال اور نمک سنگ اور جس چیز
سے کہ تیمم کرنا درست ہے اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہے ؛ لا بنحو ذہب و فضۃ و عنبر و لؤلؤ کبار وجواہر لانہ اعزاز لا
اہانۃ وقیل یجوز ؛ جائز نہیں مارنا جواہرات کا گو ... اور عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات کے مارنے میں
عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہاں شیطان رجیم کی ذلیل مقصود ہے کذا فی مناسک الملا علی القاری اور قول ضعیف یہ ہے کہ
جواہرات سے مارنا جائز ہے مناسک فارسی میں ہے کہ یاقوت سے مارنا جائز ہے کذا فی المنح ؛ وذہب و فضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا ونحو

لانہ لیس من جنس الارض وما فی فروق الاشباہ من جوازہ بالبعر فخلاف المذھب اھ جائز نہین مارنا سونے اور چاندی سے اسواسطے
کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہین نہ مارنا اور مینگنی سے مارنا بھی جائز نہین ہے اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہین اور اشباہ کے فروق
کے فن مین جو مینگنی کے مارنیکا جواز مذکور ہے سو مذہب کے مخالف کہ اگرچہ اوسمین اہانت ہے لیکن جنس ارض سے نہین و یکرہ اخذھا من عند الجمرۃ
لانہا مردودۃ بالحدیث من قبلت حجتہ رفعت جمرتہ اور مکروہ ہے کنکریان لینا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریان کہ وہان پڑی رہتی
ہین وہ مردود ہین مقبول نہین اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہے اوسکی کنکریان اوٹھا لی جاتی ہین ھم یہہ جو بعضے کتب اور سنت
مین مذکور ہے کہ کنکریان مزدلفہ سے لاوے یا اُس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ اور منا کے درمیان ہے سو یہہ سنت نہین بلکہ جہان سے چاہے اوٹھالے مگر جمرات
کے پاس سے نہ لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ مین نے ابن عباس سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے اسکا کہ خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریان
پھینکتے ہین سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیون نہو گئے جو آسمان کے کنارے کو بند کر لیتے تو ابن عباس نے جواب مین کہا کہ تجکو معلوم نہین کہ جسکا حج
مقبول ہوتا ہے اوسکی کنکریان مرفوع ہو جاتی ہین اور جسکا حج مقبول نہین ہوتا اوسکی پڑی رہتی ہین راوی نے کہا جب مین ابن عباس سے سنا تو مین نے
کنکریون سے نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پھر اونکو مین نے تلاش کیا تو اونکو نہ پایا کذا فی فتح القدیر و یکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین
حجرا صغیرا او ان یرمی بمتنجسة بیقین اور یہہ مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو اٹھا وے پھر اوسکو توڑ کر سات چھوٹی پتھریان بناوے چنانچہ اکثر عوام جہلے
ہین اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہے اوس سے مارنا بھی مکروہ ہے ھم کنکری کی مقدار مین اختلاف ہے اور مختار یہہ ہے کہ انگلی کے پورے برابر ہو اور
اگر اوس سے بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریون کا شمار ستر ہے سات جمرۃ العقبہ کی یوم النحر مین اور منا کے تین دنون
مین ہر دن تینون جمرات کو سات سات کنکریان مارتے ہین تو سب ملا کر ستر ہوئین اور بعضے علما نے کنکریون کا دہونا مستحب لکہا ہے تاکہ بالیقین طہارت
معلوم ہو جاوے کذا فی الاختیار و وقتہ من الفجر الی الفجر ویسن من طلوع ذکاء لزوالہا ویباح لغروبہا ویکرہ للفجر اور جمرۃ العقبہ کی رمی
کا وقت دسوین تاریخ کی فجر سے گیارہوین فجر تک اور مسنون وقت طلوع آفتاب سے ٹھیک دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہے زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت
ہے غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسوین تاریخ بھی مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم بعد الرمی ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر رمی کے بعد ذبح کرے
اگر چاہے اسواسطے کہ فقط حج کیا ہے اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہین افضل ہے اور قارن و متمتع پر واجب ہے ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملة وجوبا وتعمیم الکل مندوب
والربع واجب پھر بالون کو کترے اسطرح کہ ہر بال سے انگلی کے پورے برابر [illegible] تمام سر کے بالونکا کترانا مستحب ہے اور چوتہائی سر کے بالونکا کترنا واجب ہے ویجب اجراء الموسیٰ علی راس
الاقرع ان امکن والا سقط اور استرا پھیرنا اوسکے سر پر واجب ہے جسکے سر پر بال نہون اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہو [illegible] ولو تعذر احدھما
بعارض تعین الاخر فلو لبدہ بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جب کہ کترانا یا منڈانا [illegible] متعذر ہو جاتا ہے سو اگر بالون
کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو منڈانا مقرر ہو گیا یعنی کترانے اور منڈانے مین اسوقت تک اختیار ہے جبتک دونون
ممکن ہون اور جب ایک نہو سکیگا تو دوسرے کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر ھم یہہ عبارت بعضی نسخون مین نہین ہے وحلقہ الکل
افضل اور منڈانا تمام سر کا افضل ہے اسواسطے کہ سنت ہے اور چوتہائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کترانے سے منڈانا افضل ہے اسواسطے کہ صحیحین
مین ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر منڈوانے والونپر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کترانے والون کیواسطے
بھی دعا کیجئے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کترانے والونپر رحم کر ولو ازالہ بنحو نورۃ جاز اور اگر بالونکو چونا لگا کر دور کرے یا اکہاڑ ڈالے تو
جائز ہے ھم سر منڈانے کیوقت یہہ دعا مستحب ہے الحمد للہ علی ما ھدانا وانعم علینا اللہم ھذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی
اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنة وامح بہا عنی سیئة وارفع لی بہا درجة اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرۃ آمین
اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہہ دعا کرے الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا و یقینا واغفر لنا ولآبائنا

سات سات کنکریان مارے اور ہر کنکری کے ساتھہ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ مین اور ان دونون کے درمیان مین ۲۳۰ ہاتھہ کا فاصلہ ہے اور جو
شخص بیمار یا بیہوش ہوا اور رمی نکر سکے تو اوسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی الطحطاوی اور رمی جمار مین یہہ ترتیب مسنون ہے واجب نہین کذا فی
النہر ووقف حامدًا مہللًا مکبرًا مصلیًا قدر قراءۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد الثالثۃ ولا بعد رمی یوم النحر لانہ
لیس بعدہ رمی اور ٹھہرا رہے تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے بقدر پڑھنے سورہ بقر کے اور قہستانی مین مضمرات سے مروی
ہے کہ بقدر ۲۰ آیت پڑھنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہے کذا فی الطحطاوی توقف کرنا اس رمی کے بعد چاہئے جسکے بعد دوسری
رمی ہو یعنی جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد تو تیسرے جمرہ کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا نچاہئے تینون دنون مین اسواسطے کہ اوسکے
بعد رمی نہین اور نہ یوم النحر کے رمی کے بعد ٹھہرنا چاہئے اسلئے کہ اوسکے بعد بھی رمی نہین شارحنے توقف مین تمامی رمی کی قید لگائی یعنی
سات کنکریون کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بدون اسکے ودعا لنفسہ وغیرہ رافعًا کفیہ نحو السماء او القبلۃ اور دعا کرے اپنے واسطے
اور غیرون کیواسطے دونون ہتھیلیان آسمان کیطرف اوٹھاکر جیسا کہ بعد نماز کے معمول ہے یہہ قول ہے ابو یوسف کا یا دعا کیوقت کعبہ معظمہ
کیطرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی النہر ثم رمی غدا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث وہو احب پہر جمرات ثلثہ کی
رمی کرے اسیطرح بارہوین تاریخ کو پہر تیرہوین تاریخ کو بھی اسیطرح رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرہوین تاریخ کا رہنا منا مین مستحب ہے
وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب واما فی الثانی والثالث
فمن الزوال الی طلوع ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرہوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈہلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے
ساتھہ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ اوسدن مین رمی کا وقت فجر سے ہی غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارہوین اور بارہوین
رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی
وله النفر من منٰی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منا سے قبل طلوع ہونے تیرہوین تاریخ کی فجر کے بعد طلوع
ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی کلہ راکبا ولکنہ فی الاولیین ای الاولی والوسطی
ماشیا افضل لانہ یقف لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ ینصرف والراکب اقدر علیہ والحلق افضلیۃ المشی فی الظہیرۃ ورجحہ الکمال وغیرہ
اور کل رمی سوار ہوکر درست ہے لیکن جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہے اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہان سوار ہوگا تو اور ٹھہرنے
والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنی جمرۃ العقبہ مین سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اوسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اوسکی رمی کرنیکے بعد پہرتا
ہے اور سوار پہرنے پر زیادہ قادر ہے اور یہہ تفصیل ابو یوسف سے منقول ہے اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا بیان کی ہے یعنی تینون مقام
مین پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قولکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے قریب تر ہے علی الخصوص
اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جمار ثلثہ کی رمی مین تو سوار ہونے مین اونکو تکلیف رسانی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہوکر رمی
کی تھی تو تعلیم کیواسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنیکا طریقہ سیکہین اور اقتدا کرین جیسا کہ حضرت کا طواف کرنا سوار ہوکر کذا فی المنح ولو قدم ثقلہ ای متاعہ
وخدمہ الی مکۃ واقام بمنٰی او ذہب لعرفۃ کرہ ان لم یامن لا ان امن کذا یکرہ للمصلی جعل نحو ثقلہ خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب
اور خادمونکو مکہ کیطرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑکر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب
محفوظ رکہا ہو کچھہ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آتے مکہ مین چھوڑ آنا مکروہ نہین اور اسیطرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے
رکہنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح عن الجوہرۃ کیونکہ عبادت مین تسکین خاطر چاہئے ایسا کام نکرے جسمین دل کو کشمکش ہو کہ اسمین عبادت کا
لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استنانا ولو ساعۃ بالمحصب بضم ففتحتین الابطح ولیست المقبرۃ منہ اور جب حاجی منا سے

کر کیونکہ شہر سے چلنے میں مسنون یہ ہے کہ اول محصب میں اترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہاں ٹھہرے محصب بفتح اول و فتح ثالث و تشدید اوس مکان کا نام ہے جو مکہ
اور منا کے درمیان میں ہے اوسمیں پتھریاں کثرت سے ہیں اوسکو ابطح اور بطحاء اور خیف بھی کہتے ہیں اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب میں داخل
نہیں ہم محصب میں اترنا سنت ہے اوسکا ادنے رتبہ یہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلی رتبہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء وہیں پڑھے اور ایک نیند
لیکر مکہ میں آوے کذا فی الفتح و البحر صحیح بخاری میں انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب عشا پڑھی اور محصب میں ایک
نیند لی پھر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا امام شافعی نے کہا کہ نزول محصب اتفاقی تھا سنت نہیں ہے کیونکہ صحیحین اور امام اعظم کے نزدیک سنت ہے کیونکہ
جو آسکو کہ نزول قصدی تھا اتفاقی نہیں کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب ہم منا میں تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا
کہ کل ہم بنی کنانہ کے خیف میں اوتریں گے یعنی محصب میں کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر سبعة اشواط بلا رمل
وسعی وهو واجب الا علی اهل مكة ومن في حكمهم فلا يجب بل يندب لكن مكث ثمه پھر جب کہ منا سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع
یعنی رخصت ہونیکا طواف کرے سات پھیرے بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اونکے حکم میں ہیں
یعنی میقات کے اندر والے لوگ سو اونپر طواف الوداع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ اس آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہاں رہ گیا
امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کی اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگوں کو حکم ہوا کہ
آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کریں اور مسلم میں یوں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نہ کرے بدون طواف کے کذا فی البرہان
والنية للطواف شرط فلو طاف هاربا او طالبا لغريم پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ طواف کیواسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے
بیت اللہ کے گرد کسی شخص سے بھاگ کر یا کسیکے پکڑنے کو پھرا تو جائز نہوگا لكن يكفي اصلها فلو طاف بعد ارادة السفر ونوى التطوع
اجزأه عن الصدر كما لو طاف بنية التطوع في ايام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف میں اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی طواف کی نیت میں تعیین
کی نیت اور وجوب ضرور نہیں سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جاویگا جیسے کہ اگر طواف
کیا نفل کی نیت سے ایام نحر میں تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارة ثم يعود الى الكعبة ويشرب من زمزم پھر طواف الوداع کے دوگانہ
نماز کے بعد زمزم کا پانی پیئے دار قطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیئے حاصل
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجھکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کیواسطے پیا تو اللہ تجھکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کیواسطے پیا تو حق تعالے
تسکین دیگا اور یہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کیواسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق میں یوں
ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود پانی نکالے اور روبقبلہ کھڑے ہو کر خوب پیٹ بھر کے تین بار میں پیئے اور ہر بار آنکھ اوٹھا کر بیت اللہ کو دیکھتا جاوے
اور منہ اور سر اور بدن کو اوسکا پانی چپڑے اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۹۹ ہاتھ ہے اور دہن کا عرض چار ہاتھ ہے کذا
فی حاشیة الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس جب زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے اللهم انی اسئلک علما نافعا ورزقا
واسعا وشفاء من كل داء كذا في فتح القدير ويقبل العتبة تعظيما للكعبة ويضع صدره ووجهه على الملتزم ويتشبث بالاستار ساعة
كالمستشفع بها اور بیت اللہ کے آستانہ یعنی چوکھٹ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کیواسطے اور اپنا سینہ اور منہ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت
پکڑے رہے بطور درخواست شفاعت کے کہ منظور ہی اسواسطے کہ جو کسی انسان کی سفارش چاہتا ہے تو اوسکا کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اوس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور
دروازہ بیت اللہ کے درمیان ہے جو چار ہاتھ کی اوسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ دستہ کعبہ پر رکھکر یہ کہے اللهم ان هذا بيتك
من فضلك ومغفرتك ورحمتك ایک ساعت لپٹا رہے کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو لم ينلها يضع يديه على رأسه
مبسوطتين على الجدار قائمتين والتصق بالجدار اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونوں ہاتھ اپنے سر پر کھڑے کر کے

دیوار پر لگادی اور اپنی بانکو دیوار کعبہ سے چمٹا دی اور خوب کوشش کرکے دعا کری اور روو ے یا رونے کی صورت بنا وے ہم کافی مین ہے کہ اپنا رخسار دیوار سے لگادے اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ تکبیر اور تحلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور محیط مین ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے کذا فی العالمگیریہ ویرجع القهقری اے الی خلفہ حتی یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت اور پیر الٹے پاؤن روتا ہوا فراق بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکھتا ہوا یہانتک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے ہم رخصت کیوقت یہ دعا کرنا مستحب ہے اللھم ھذا بیتک الذی جعلتہ مبارکا وھدی للعالمین فیہ ایات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان امنا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ اللھم فکما ھدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ اخر العھد من بیتک الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی برحمتک یا ارحم الراحمین کذا فی الاختیار شرح المختار ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وھو الیسیر من الزمن وھو المحمل عند الاطلاق الفقہاء قبل دخول مکۃ ولا شیء علیہ بترکہ اور ساقط ہے طواف القدوم اوس شخص سے جسنے عرفات مین وقوف کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کوئی چیز اسپر لازم نہین طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنی اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام مین نہ ساعت نجومی

ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یومھا اے عرفۃ الی طلوع فجر یوم النحر او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ ولکن اولو اھل عنہ رفیقہ کذا یعنی رفیقہ فتح بہ ای بالحج محرما عن نفسہ فاذا انتبہ او افاق واتی بافعال الحج جاز اور جو ٹھہرا عرفات مین ایکساعت یوم عرفہ کے دوپہر ڈھلنے سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہان ہوکر نکل گیا جلد یا ٹھہرا سونے کیحالت مین یا بیہوشی کے حال مین اور اسیطرح اگر بیہوش کیطرف سے اوسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کرکے کہا بشرط اوسکی احرام باندھ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندھا پہر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا یا سوگیا اور کسی شخص نے اوسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پہر جب سونیوالا جاگا یا بیہوش ہوش مین آیا اور اوسنے حج کے افعال ادا کئے تو اوسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ اوسکی حاضری فقط احرام مین تہی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بدون اوسکے امر کے نیابت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء الی الاعمال لابد من احرام طیفۃ المناسک وان احرم عنہ اکتفی بمباشرتھم اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اوسکو لیجانا چاہیے مکانات حج مین یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ مین اسواسطے کہ وہ نیت حج کی کر چکا ہے تو تمام افعال حج کا وہی فاعل ٹھہریگا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تہا اور اوسکے رفیقون نے اوسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقون کی مباشرت افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج مین لیجانا ضرور نہین ولم ار ما لو جن فاحرموا عنہ وطا فوا بہ المناسک فی کلام العقہ یعنی الحواشی شارح کہتا ہے مین نے نہین دیکہا کسی کتاب فقہ مین حکم اوس شخص کا جو قبل احرام باندھنے کے مجنون ہوگیا پہر رفیقون نے اوسکی طرف سے احرام باندھا اور اوسکو مناسک حج مین لیکہایا اور کلام فتح القدیر اسکا مفید ہے کہ اسطرح اوسکا حج بھی جائز ہے اسواسطے کہ بیہوش اور مجنون قصد حج اور زوال عقل مین برابر ہین ہم شارح نے یہ جو لکہا کہ یہ بھی حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا او جہل انہا عرفۃ صح حجہ لان الشرط الکینونۃ لا النیۃ یا ایک شخص عرفات مین ٹھہرا اور یہ نجانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اوسکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہان کا ہونا نیت وقوف کی کرنا شرط نہین سو وہان کا ہونا چلنے والے اور سونیوالے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیھا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات مین نہ ٹھہرا اسیطرح اوسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے ہم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات مین ایکساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اوسکا حج پورا ہوا اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل اے باعمال العمرۃ وقضی لو حجہ نذرا او تطوعا من قابل ولا دم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرکے اور اپنے حج کو سال آئندہ مین قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر دم کرنا واجب نہین والمرأۃ فیما مر کالرجل

بعموم الخطاب ما لم يقم دليل الخصوص ۔ اور عورت مرد کی مانند ہے احکام حج میں جو مذکور ہو چکے کیونکہ یہ حکم خطاب کے یعنی عورت اور مرد کو شامل ہے
کہ حکم شرع برابر ہے جب تک کہ دلیل خصوصیت کی ثابت ہو چنانچہ حیا اور جمعہ میں عورتیں مردوں کے شامل نہیں لکنها لا تکشف وجہها لا
راسها ولو سدلت شیئا علیه وجافته عنه جاز بل ندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اس واسطے کہ عورت کا احرام اوس کے
چہرہ میں ہے اور اسکو سر میں تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اوسکو جدا رکھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کذا فی فتح
القدیر اس واسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے اور لیکن یہ قسم ڈالنا کہ وہ چہرہ کو نہ لگے رہتا ہے منقول ہوا کہ ایک چیز
اسکی لکڑی پر کسی باندھتے ہیں عورت اوسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہے اور کپڑا اوسپر ڈال لیتی ہے تو چہرہ بھی نظر نہیں آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہیں لگتا
کذا نے انہم سنن ابی داود وابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ سوار ہمارے سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنی چہرہ پر سر پر ڈال لیتے تھے پھر جب آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے
تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسها دفعا للفتنة وما قیل انه عورة ضعیف اور عورت پکار کے لبیک کہے ونہ سناوکر
واسطے بلکہ اسطرح کہے کہ آپ سنے اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے ولا ترمل ولا تسعی
ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر ومر تفسیرهما اور عورت طواف میں رمل نہ کرے اور چاہیے سو دوڑنا تھا ہر نہ نکالے جیسا
نکالتا ہے اور دونوں میلوں کے درمیان جیسے کہ پہلے اور سر نہ منڈاوے اس واسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہے جیسے مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوٹی کا
سر کے بال پور کی برابر کتراوے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس
اور زعفران سے رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام میں پہنا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام منعا من مماسة
الرجال اور حجر اسود کے قریب نہ جاوے ہجوم کے وقت اس واسطے کہ عورت کو مردوں سے بدن لگانا منع ہے والخنثی المشکل کالمرأة فیما ذکر لاحتمال
انوثیته خنثی مشکل عورت کی مانند ہے جمیع امور مذکورہ میں بنابر احتیاط کے والحیض لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا
منع نہیں سوائے طواف کے اس واسطے کہ طواف مسجد الحرام میں ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد میں جانا جائز نہیں ولا شئ علیها بتاخیره اذا لم تطهر الا بعد
ایام النحر فلو طهرت فیها بقدر اکثر الطواف لزم الدم بتاخیره لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہیں نہ صدقہ نہ دم کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ
وہ حیض سے پاک نہوئی مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر میں بقدر اکثر طواف کے پاک ہوئی اور طواف کیا تو اب دم کرنا اوسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے
کذا فی لباب المناسک وهو بعد حصول رکنیه یسقط طواف الصدر ومثله النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارة
کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہے اس واسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہو جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کی مانند ہے جمیع احکام مذکورہ
میں والبدنة جمع بدن من الابل والبقر اور بدنہ لغت اور شرع میں اونٹ کو بھی کہتے ہیں اور گائے کو بھی کہتے ہیں تو جس پر شرع میں بدنہ واجب ہو اوسکو
گائے کو ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاوے گا اور امام شافعی گائے کو بدنہ نہیں کہتے رضی اللہ عنہما ومن الغنم ما یسمی بهدی اور ہدی اونٹ اور گائے کی ہوتی
ہے اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہدی وہ جانور ہے جو حرم معظم میں جا کر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہے قران کے احکام میں قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب ذکر ہونگے هو افضل لحدیث اتانی آت
من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اهلوا بحجة وعمرة معا ولانه اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہے تمتع اور افراد اور عمرہ
سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک میرا ایلچی رب کے پاس سے آیا اور میں عقیق میں تھا سو اوس نے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام
باندھو اور اس واسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہے تمتع وغیرہ سے هم لفظ وانا بالعقیق اس حدیث میں داخل نہیں طحاوی نے ام سلمہ سے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اهلوا یا آل محمد بعمرة فی حجة یعنی میں نے سنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو

حج میں ملا کر یعنے دونو کا ایک ساتھ احرام کرنا اور صحیح بخاری میں عمر فاروق سے یون روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول و
ہو بالعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین مین انس سے روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام
احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ
کو حج مین داخل کرلیا واسطے بیان جواز کے تو آپ قران ہوگیا ھم کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج مین بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام
ہو نے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملا دین تا او نکا گمان باطل ہو جاوے مجد الدین فیروز آبادی نے بتمام کو سفر السعادت مین خوب محقق بیان کیا ہے خلاصہ اوسکا
ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام مین اختلاف ہے بیشتر احادیث صحیحین مین کہ شمار مین ۳۰ سے زیادہ ہین یون مصرح ہے کہ احرام حج اور عمرہ
کا معًا تہا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث مین یون ہے کہ فقط حج کا احرام تہا اور بعضی احادیث مین تمتع بھی ثابت ہے توان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق
یہہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندہا تہا بعد اوسکے عمرہ کو بھی اوسمین داخل کرلیا تو قران ہوگیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہین بلکہ تمتع لغوی مراد
ہے یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی انتفاع مین شک نہین کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوگئین حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم
تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضون نے فقط احرام حج کا کیا تہا لیکن اونکے ساتھ ہدی تھی تو یہہ دونون قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے
یوم النحر تک اور بعضون نے فقط حج کا احرام باندہا تہا لیکن اونکے ساتھ ہدی نہ تھی اونکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالین یعنی عمرہ کر کے احرام اتار دین
تک پھر حج کیواسطے دوسرا احرام باندہین فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسکو کہتے ہین ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد حج پھر عمرہ
سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین الشیئین شرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ
اولا ثم بالحج قبل ان یطوف اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء ولعدم وان
لم یہد ام اور قران لغت عرب مین دو چیز کے ملانے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین قران یہہ ہے کہ محرم لبیک پکار کر کہے بلفظ حج اور عمرہ ساتھ حقیقی
معیت ہو اسطرح کہ دونون کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنی یون کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اسطرح کہ اول عمرہ کا احرام کرے بعد اوسکے
حج کا احرام کرے عمرہ کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکے بالعکس کرے اسطرح کہ عمرہ کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے
پہلے اگرچہ اوسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرہ کا حج پر داخل کیا اگرچہ اسصورتمین ذبح کرنا اوسپر لازم ہوگا
بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرہ کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران باقی رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات
اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرہ کا معًا احرام کرے میقات سے اسواسطے کہ قارن نہین ہوتا مگر آفاقی تکی
یا قبل میقات کے حج کے مہینونمین دونون کا احرام باندہے یا حج کے مہینون سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما باللسان
وللادنۃ السنۃ او مستانفۃ والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ تکفی کالصلوۃ عقب صلوۃ بعد الصلوۃ اللہم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی
وتقبلہما منی اور قران کرنیوالا احرام کی نماز کے بعد یہہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خدا وندا مین حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہون سو اونکو مجہپر آسان
کر دے اور اونکو قبول کر میرے طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول کا متن کے کلام مین یا تو منصوب ہے یحل پر عطف ہو کر اسصورتمین تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور
قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اوس سے مقصود و بیان سنت ہے نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل
سے کرنا کافی ہے مانند نماز کی کذا فی المجتبے ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرہ کا اول کہنا ذکر مین بسبب مقدم ہونے
عمرہ کے فعل مین یعنی قران مین اول عمرہ ادا کرتے ہین پھر حج تو اسیطرح مناسب ہے کہ ذکر مین بھی عمرہ کو حج پر مقدم کرین صاحب کنز اور صاحب مجمع
نے بنظر استحباب عمرہ کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون مین حج مقدم ہے وطاف للعمرۃ او کان تحتی ولو نوی للحج لانہ یقع الا لہا اور قران کرنیوالا

کیونکہ افعال حج پر عمرہ کے افعال کرنا خلاف مشروع ہی اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ مجرد توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہین ہوتا قول صحیح مین
کذا فی النہر فلو اتی باربعۃ اشواط ولو بقصد القدوم او التطوع لم ینتقض ویتمہا یوم النحر والاصل ان الماتی بہ من جنس ما ھو متلبس بہ
فی وقت یصلح لہ ینصرف للمتلبس بہ سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کئے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کئے
تو عمرہ قارن کا باطل نہوگا اور عمرہ کو پورا کرلے یوم النحر مین یعنی باقی تین شوط اور سعی کرلے اور اصل اس مسئلہ کی یہہ ہی کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس
اوسکی جس سے کہ مختلط اور شاغل ہو رہا ہی ایسے وقت مین کہ اوسکو لائق ہو سکے تو وہ چیز اوسی امر کیطرف پہر جاویگی جسکا وہ شاغل ہے م
ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہان چار شوط مراد ہین جو قبل وقوف عرفات کے حاصل ہوئی لہذا قارن کی عمرہ مین بسبب مجانست اور صلاحیت وقت
کے شمار ہو گئی وقضیت لمضیہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہو گیا قضا کیا جاوے بسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کر دیتا عبادت کو ہند
عمرہ کی ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا دم کرنا بسبب چھوڑنے عمرہ کے وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا
دم ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ دو عبادتون کے جمع کرنے سے قادر نہین ہوا **باب التمتع** ھو لغۃ من المتاع والمتعۃ یہہ باب ہی تمتع
کے احکام مین تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہی یا متعہ سے اور دونون بمعنی نفع لینے کے ہی یا نفع پہنچانے کے وشرعا ان یفعل العمرۃ او اکثر
اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع مین تمتع یہہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرہ کو اکثر شوط یعنی چار شوط کئے جاوین حج کے مہینون مین سو اگر قبل اشہر
حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلا ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعا قال المصنف
فلتغیر الی شوال ھذا التعریف سو اگر عمرہ کا اقل طواف کیا مثلا رمضان مین یعنی قبل اشہر حج کے پہر باقی اکثر طواف شوال مین کیا پہر
اوسی سال حج کیا تو یہہ شخص متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین ہوا مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کیطرف
بدلنا چاہیے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہی کہ تمتع مین احرام عمرہ کا اشہر
حج مین کرنا مشروط ہی حالانکہ فتح القدیر مین مصرح ہے کہ اشہر حج کا احرام شرط نہین اور اختیار شرح مختار مین صریحا موجود ہی کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام
کیا اور عمرہ اشہر حج مین ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج کے احرام کی قید نہین لگائی تو اب یہہ منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہی
کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہو خواہ قبل اشہر کے احرام کیا ہو یا بیچ اشہر حج مین لہذا ہمنے یہی تعریف اختیار کی ویطوف ویسعی کما مر
اور طواف و سعی کرنا جیسا کہ مذکور ہو چکا م مختار نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف اور سعی سے عبارت ہی پہر جب عمرہ تمتع
کی تعریف مین مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت رہی ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے م منڈانا یا کترانا تمتع مین
شرط نہین متمتع کو اختیار ہی چاہے تو محرم بنا رہے چاہے سر منڈاوے مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر
ویقطع التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالا اور لبیک کہنا قطع کرے عمرہ کے اول طواف مین اور بعد اوس احرام کے مکہ مین رہے
م متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہین خواہ مکہ مین رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکما بان لم یلم
باھلہ الماما صحیحا پہر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر مین وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہہ کہ عمرہ کرکے اصلا اپنے گہر کو نہ آوے اور وحدت حکمی
یہہ ہی کہ اپنے اہل مین آوے الماما غیر صحیح کرے الماما غیر صحیح اسکو کہتی ہین کہ کہ حج کا ارادہ لگا ہو یا ہدی لیجاکر یا قبل حلق کے وطن مین آیا
ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہی وہ احرام نہین اتار سکتا ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اوسکو حرم مین پہر جانا حلق کیواسطے
واجب ہی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم مین جانا مستحب ہی اور الماما صحیح یہہ ہی کہ حرم مین سر منڈا کر اپنے گہر کو آوے اور ہدی کو
نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل وحج کالمفرد لکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی بعدہ ان لم یکن قدمہما
بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندہنا اور آٹھوین تاریخ کے پہلے احرام باندہ

الا م صحیح نہین تو تمتع اوسکا باطل نہین مانند قارن کی یعنی جیسے قارن کے مومسیے قران باطل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وان طاف لہا اقل

من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمہا فیہا وحج فقد تمتع ولو طاف اربعۃ قبلہا لا لاعتبار للاکثر اور اگر عمرہ کیواسطے چار شوط سے کم طواف

کیا حج کے مہینون سے پہلے اور طواف کر باقی چار شوط بھی پورا کر دیا حج کے مہینون مین تو اوسکا تمتع صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہوا اور اگر

چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج مین کئے تو تمتع صحیح نہین بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی ای آفاقی حل من عمرۃ فیہا ای

الاشہر وسکن بمکۃ ای داخل المواقیت او بصرۃ ثم بالحج منہا او حج من عامہ متمتع بخلاف سفرہ کوفی یعنے آفاقی نے اشہر حج مین عمرہ کرکے احرام کا

اور مکہ مین رہا مراد یہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ مین رہا بصرہ سے مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہین رہا اور اوسی سال اوس نے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اسواسطے

کہ اوسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدہا ورجع من البصرۃ الی مکۃ وقضاہا وحج لا یکون متمتعا لانہ کالمکی اور اگر اشہر حج مین عمرہ کو فاسد کردیا

بسبب جماع کے اور آیا بصرہ سے مکہ کیطرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرہ کی مانند مکی کی ہوگیا یعنی

اوسکو مکہ مین رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کیواسطے پھر جب وہ اہل مکہ مین ملگیا تو متمتع نہ ہوا اسواسطے کہ عمرہ اوسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا

اذا الم باہلہ ثم حج وان اتمہا لانہ سفر آخر ولا یبقی حکم السفر الاول العمرۃ قضاء عما افسد مگر جبکہ بعد فاسد کرنے عمرہ کے اپنے گھر

چلا گیا پھر گھر سے مکہ مین احرام باندھکر پلٹ آیا اور عمرہ اور حج کو عمل مین لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن مین پہونچا تو سفر اول ہو چکا پھر جب دوبارہ

مکہ مین آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر تمتع کو مضر نہین کہ یہ عمرہ قضا ہے اوس عمرہ کی جسکو فاسد کر چکا وای النسکین

افسدہ المتمتع اتم بلا دم للتمتع بل للفساد اور دونون عبادتون سے جس عبادت کو متمتع فاسد کرے خواہ عمرہ کو خواہ حج کو تو اوسکو تمام کرے اسواسطے کہ

احرام سے نکلنا بدون افعال مخصوصہ کے نہین ہو سکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اوسپر واجب نہین اسواسطے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنے سے سفر واحد مین وہ متمتع

نہین ہوا بلکہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اوسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی منح الغفار

باب الجنایات

الجنایۃ ہنا ما تکون حرمتہ بسبب الاحرام او الحرم یہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت مین عبارت ہے احداث امر بد سے اور اصطلاح شرع مین جنایت حرام

فعل کا نام ہے اور بیان یعنی کتاب الحج مین جنایت اوس فعل کو کہتے ہین جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم مین داخل ہونے کے وقد یجب

بہا دمان او دم او صوم او صدقۃ نفصلہا بقولہ اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہین یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سوا انہین امور کی تفصیل

کی ہے ان نے اپنے آئندہ قول سے الواجب دم علی محرم بالغ فلا شیء علی الصبی خلافا للشافعی لو ناسیا او جاہلا او مکرہا فیہ علی نائم غطی

راسہ خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہین بخلاف امام شافعی کے اگرچہ بالغ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اوسکے نے اختیار ہی مین جنایت

ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اوس سونیوالے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈھکدیا اور عدم اختیار مین گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی النہر ان طیب عضوا کاملا

لو فما باکل طیب کثیر او ما یبلغ عضوا لو جمع مثلی ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی پورے عضو مین جیسے سر اور پنڈلی اور ران مین اگرچہ

منہ خوشبودار ہوگیا ہو بہت خوشبودار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی ہی اسقدر کہ اگر اسکو جمع کیجئے تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن کلہ

کعضو ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارۃ اور تمام بدن ایک عضو کی برابر ہے اگر مجلس متحد ہو ورنہ ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنی اگر

ایک مجلس مین خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس مین خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانیکا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح ولم

یزلہ لزمہ دم آخر لترکہ اور اگر خوشبو لگاکر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اوسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے

واما الثوب المطیب اکثر فیشترط للزوم الدم دوام لبسہ یوما اور جو کپڑا اکثر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونے مین یہہ شرط ہے کہ دن بھر اوسکو

پہنے رہے او خضب راسہ بحناء رقیق اما الثلبد ففیہ دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی مین تپلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی سر پر

لگا رکھیگا تو اوسمین دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانیکا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایکدن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے تھوپے

كذا فی اللمطاوی عن البحر یعنے میں حدیث میں تو آیا ہے کہ الحناء طیب یعنی مہندی خوشبو ہے چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر تھا لہذا
بعد ذکر مطلق خوشبو کے اسکو بھی ذکر کر دیا کذا فی البحر اور اگر تیل یا روغن زیتون اور حل بفتح المہملہ السیرج یعنی تلوں کا تیل خالص ہو لانہما اصل الطیب
خلاف بقیۃ الادہان یعنی روغن زیتون یا میٹھا تیل یعنی ملا اگر یہ دونوں خالص ہوں خوشبو سے اسواسطے کہ یہ دونوں تیل اصل میں خوشبو کی امام اعظم
کے نزدیک اس واسطے کو خوشبودار پھول مثل گلاب اور بیلا اور چمیلی کے ان میں ڈالیجاتے ہیں تو دونوں خوب خوشبودار ہو جاتے ہیں کہلاتے ہیں اور تیلوں
کے کہ ان کے لگانے سے دم کرنا لازم نہیں ہوتا ہے حل بفتح حا مہملہ اور تشدید لام میٹھا تیل ہے یعنی تلوں کا تیل جسکو عرب شیرج اور دہن السمسم بھی کہتے
ہیں اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے میں صدقہ واجب ہوتا ہے دم اور خوشبودار تیل میں بالاتفاق دم واجب ہے فلو اکلہ
او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او اقطر فی اذنیہ لایجب دم ولا صدقۃ اتفاقا تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا
ناک میں ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونوں پانوں کی بوائی میں لگایا یا انہیں دونوں کانوں میں ٹپکایا تو اوسپر نہ دم کرنا واجب ہے نہ صدقہ بخلاف
المسك والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء بالاستعمال ولو علی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور
غالیہ اور کافور اور اسطرح کی چیزوں کے جنمیں ذاتی خوشبو ہے اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم آتی ہے اگر یہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی
جزا میں اختیار ہے چاہے دم کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی اللمطاوی ولو جعلہ فی طعام قد طبخ فلا شیئ فیہ وان
لم یطبخ وکان مغلوبا کرہ اکلہ کشم طیب وتفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے میں ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمیں کوئی چیز لازم نہیں خواہ کھانے میں
خوشبو باقی رہی یا نہ رہی اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے میں اوپر سے ڈالا اور خوشبو دار مغلوب ہے یعنی کھانے سے کم ہے تو اوسکا کھانا مکروہ ہے اگر خوشبو
معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبو اور سیب کا سونگھنا مکروہ ہے جس خوشبودار چیز کا کھانا معمول ہے جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الایچی اور دارچینی کے جبکہ
کھانے میں مخلوط ہو جاوے تو اوسکا کھانا جائز ہے کذا فی منح الغفار او لبس مخیطا لبسا معتادا فلو اتزر بہ او وضعہ علی کتفیہ لا شیئ علیہ
یا محرم نے سیا کپڑا پہنا اسطرح جسطرح پہننے کی عادت ہے تو اگر مثلا قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہبند کے باندھا یا جامہ اپنی دونوں مونڈہوں پر
رکھا تو کوئی چیز اوسپر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ او ستر راسہ بمعتاد ولو تحمل اجانۃ او عدلا فلا شیئ علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے
جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا لگن یا گٹھری کے اٹھانے سے تو کوئی جزا اوسپر واجب نہیں یوما کاملا او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا
دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح کرنا اوسپر واجب ہے اور اس سے کم میں یعنی دو تین پہر کے پہننے میں یا ساعت بھر میں صدقہ
واجب ہے ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان نزعہ لیلا واعادہ نہارا ولو جمیع اللباس کلہ اور ایک دن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہے یعنی جسکا
دن کے لباس میں حکم ہے واجب ہو ویسے وہی ہے اگرچہ محرم رات میں لباس کو اتارتا رہا ہو اور دن میں پھر اوسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اوسنے پہنی ہو جیسے
ٹوپی اور قبا اور پاجامہ تب صورت ایک ہی خون واجب ہے ما لم یعزم علی الترك عند النزع فان عزم علیہ ثم لبس تعدد الجزاء
کفر للاول اولا ایک روز اور چند روز کا لباس اسوقت تک برابر ہے جبتک محرم نے لباس اتارنے کیوقت ترک لباس کا ارادہ نہیں کیا سو اگر اتارنے
کیوقت ترک لباس پر عزم کر چکا اور پھر اوسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جتنے بار ترک کا ارادہ کریگا اوتنی بار ذبح کرنا اوسپر واجب ہوگا
خواہ اول قصور کا اوسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو ولکن یتعدد الجزاء کولبس یوما فاراق دما للبس ثم دام علی لبسہ یوما اخر فعلیہ الجزاء ایضا
لانہ مخطور کما کان ولدوامہ حکم الابتداء اور اسطرح متعدد ہوگی جزا اگر اوسنے سیا کپڑا ایک دن پہنا سو اوسنے پہننے کی جزا میں ذبح کیا پھر اوسکو ایکدن اور پہنے
رہا تو دوسری جزا بھی اوسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہے تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتدای لباس کا ہوا یعنی جیسے ابتدای
لباس میں جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس بعد ما احرم وھو لابسہ کابتدائہ
بعدہ ولو کرھا او ناسیا اور قائم رکھنا اوس لباس کا جسکو احرام کیوقت پہنے ہوئے تہا ایسا ہے گویا اوسنے بعد احرام کے اوسکو پہنا تو اگر مثلا اوس قمیص

کیے ہوا اور یہ قول صحیح ہے کہ در صورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کا تمام کرنے والا ہے تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا تو
صفا اور مروہ کی سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الہدایۃ لو طاف للعمرۃ محدثا او جنبا فعلیہ دم وکذا لو ترک شیئا من
طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر جنابت یا بے وضو ہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اوسپر قربانی واجب ہوا
اوسیطرح خون واجب ہے اگر عمرہ کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرہ کی جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو ند بعیرہ
قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے اگرچہ وہاں سے آنا اوسکا اونٹ کے بھاگنے سے ہو تو
وجوب دم میں اختیاری آنا اور بے اختیاری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود ولابد کہ ... الا ... عنایۃ اور قول اصح میں ساقط ہو جاویگا
عرفات میں پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی النہایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی ولم یطف غیرہ حتی لو طاف للصدر انتقل
اقل الی الفرض ما یکملہ وکان علیہ لترک الصدر صدقۃ ولا دم طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کمتر کو ترک کیا یعنی طواف الزیارۃ سے تین
شوط یا اس سے کم ترک کیے پس اسکے ترک کرنے سے اوس وقت دم واجب ہوگا جبکہ اوسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف نہ کیا ہو یہانتک
کہ اگر اوسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کیطرف منتقل ہو جاوینگے جتنے میں کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط یا دو یا
تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اوسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اگر اکثر شوط رہے تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم چھوڑے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط
کے اندر یعنی اقل طواف میں تو اسمیں صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف
ہیں تو اسمیں دم کرنا واجب ہوگا وان ترک اکثرہ بقی محرما ابدا ای فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان
یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتوں کے حق میں یہانتک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو
جس بار کہ وہ جماع کریگا اوسی بار اوسپر دم کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار دم کرنا
اوسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجائے کل کے ہے تو گویا اوسنے
اصل طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سات شوط
یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا اوسکا متحقق نہوگا مگر مکہ سے باہر نکلنے کے اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں عزم سفر پر موقوف ہے او ترک السعی
او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سعی کو یا اکثر کو بدون عذر کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر
سعی کرے بسبب عذر کے تو اوسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او
اکثرہ ای اکثر رمی یوم ... یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ کے کل رمی کو یا ایکدن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کو یا ایکدن
کے اکثر رمی کو ترک کرے ... کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرھویں تک رمی نکرے کیونکہ ان دنوں ... اور جبتک کہ یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا
ممکن ہے مع ترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک دم کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں مارے تو چار
ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں ... کنکریاں مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایکدن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار دم کرنا اسواسطے واجب
ہوا کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او الحلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا دمان او بعمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا محرم حج کے محرم
نے سر مونڈا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے مونڈا ویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرہ کے محرم نے حل میں سر
مونڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مختص ہونے حلق کے حرم میں لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرم ثم قصر وکذا الحاج ان رجع
فی ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہیں اوس عمرہ کرنیوالے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کیطرف ... آیا پھر اوسنے بال کترائے یا

سونڈا ہو اور ایسا ہی حاجی کا حکم ہے اگر ایام نحر کے اندر حرم میں پلٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں بال کترا دے یا مونڈا دے تو اوسپر ذبح کرنا واجب
ہوگا بسبب تاخیر کے ۲ وقبّل عطف علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہے لفظ قبّل کا حلق کے لفظ پر عطف ہے او لمس بشہوۃ
انزل اولا فی الاصح او استمنی بکفہ او جامع بہیمۃ وانزل یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہو یا نہو خون اوسپر واجب ہے قول اصح میں یا
اپنا کف دست آلہ تناسل میں لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور انزال بھی ہوا تو خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فے
المحیط وہی عن البحر او اخر الحاج الحلق وطواف الفرض عن ایام النحر لتوقتہما بہا یا حاجی نے سر مونڈانے اور طواف الزیارۃ میں ایام النحر سے
تاخیر کی اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر میں متعین ہیں بنابر وجوب کے اور صاحبین کے نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدم
نسکا علی اٰخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح بغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا ایک عبادت کو دوسری
عبادت پر سو یوم النحر میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرہ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق میں نہ مفرد کے پھر بال منڈوانا پھر ذبح
کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک تقدیم تاخیر کچھ
کچھ واجب نہیں اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منا کے اندر تھے اور لوگ مسائل دریافت
کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اوسنے کہا کہ مجکو معلوم نہ تھا سو میں نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں اور دوسرا
شخص آیا اوسنے کہا یا رسول اللہ مجکو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے
سوال نہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ کر یعنی اب اوسکو کرلے اور کچھ حرج نہیں امام اعظم کیطرف سے یہ جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج البتہ متحقق ہے
لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی نادانستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر کی
کی کیا حاجت تھی اور حق یہہ ہے کہ یہہ حدیث ترتیب کی مسنون ہونی اور واجب ہونی دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتدا اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے
اونکو معذور رکھا اور جزا کا حکم نہ دیا تو مقام اضطراب میں بنا احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہے علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود سے
روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم کرے اوسپر خون واجب ہے اور بعضے نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباس مذکور ہیں اور حدیث کی سند میں ابراہیم بن مہاجر
داخل ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طحاوی میں اس قول کو عبد اللہ بن عباس سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جسمیں ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو استدلال پورا ہو گیا کذا فے فتح القدیر لکن لا شئ
علی من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکرہ لبا وقد تقدم کما لا شئ علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہیں تو جو شخص
جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے سے ہاں یہہ تقدیم مکروہ ہے کذا فی اللباب اور یہہ پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ صدقہ یا خون واجب نہیں تنہا حج کرنیوالے پر اگر مقصود نہیں کہ سر منڈاوے پہلے
رمی کے کیونکہ اوسپر ذبح کرنا واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر بسبب عدم وجوب کے اوسکو کچھ ضرر نکریگی کذا فی الطحطاوی اور ابتدا ہوا باب یہانتک کہ مسائل مصنف نے مذکور کئے جنمیں ایک خون واجب ہے و
یجب دمان علی قارن لحلق قبل ذبحہ دم للتاخیر ودم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف قال وبہ اندفع ما توہمہ بعضہم من جعل الدم الثانی للجنایۃ اور واجب
ہیں دو خون اوس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون بہ نہایت تاخیر ذبح کے واجب ہے اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب درست کے چنانچہ اسکو منقح کرکے بیان کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یہہ تصور کر کے کہ یہہ دونوں خون جنایت کے ہیں مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن جامع صغیر
میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا اشتباہ دفع ہو گیا کہ دونوں خونکو جنایت کا سمجھا ہے وان طیب عضوا قولہ الاتی
تصدق اقل من عضو او ستر راسہ او لبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر میں یعنی تمام عضو میں نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھک لیا یا سیا کپڑا پہنا ایک دن سے
کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہے کہ متن کی عبارت میں ان طیب کا جواب اسکا اگلا قول ہے یعنی تصدق وفی الخزانۃ فی الساعۃ نصف صاع وفیما دونہا قبضۃ
وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت کے لباس پہننے میں نصف صاع کا صدقہ ہے اور اس سے کم میں مٹھی بھر کا صدقہ ہے شارح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ساعت
سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی اڑہائی گہڑی جسکو بالفعل گہنٹا کہتے ہیں اور اسکو ساعت نجومی اور عرفی کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے

پہلے ملا سی بہر یہہ آیت اوتری (ومن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک) یعنی جو شخص
تم میں سے بیمار ہو یا اسکو تکلیف ہو اوسکے سر کی تو بدلہ ہی روزہ سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک
روایت میں ہی کہ آنحضرت نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ تجکو بکری میسر ہی اوسنے کہا نہیں فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کہانا دے ہر مسکین کو نصف
صاع چونکہ صدقہ اور صوم قرآن میں مجمل تہے حضرت نے اسکی تفصیل بیان فرمائی (ووطئہ فی احدی السبیلین من آدمی ولو ناسیا او
مکرھا او نائمۃ او صبیا او مجنونا ذکرہ الحدادی لکن لا دم ولا قضاء علیہ قبل وقوفہ فرض یفسد حجہ) اور محرم کا جماع کرنا انسان
سے قبل وقوف عرفات کے اوسکے حج کو فاسد کرتا ہی خواہ قبل میں جماع کیا ہو خواہ دبر میں محرم نے عمداً جماع کیا یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی
جاگتی عورت سے صحبت کی یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہی لیکن صغیر اور مجنون پر اس
جماع سے دم اور قضا حج لازم نہیں ہوتا دہی نے کہا وطی انسان کی ہر صورت مفسد ہی حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقا مفسد نہیں
لہذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور یہہ جو فتح القدیر میں ہی کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہیں سو قول ضعیف ہی ولوالجیہ اور مناسک ابن ضیاء کے
مخالف ہی کہا فی النہر (وکذا لو استدخلت ذکر حمار او ذکرا مقطوعا فسد حجہا اجماعا) اور اسیطرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی
شرمگاہ میں داخل کر لیا تو اوسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق (ویمضی وجوبا فی فاسدہ کجائزہ ویذبح ویقضی ولو نفلا) اور واجب ہی
کہ اپنے فاسد حج کو کئے جاوے جیسے حج جائز کو کرتے ہیں یعنی فاسد جانکر اوسکو بالکل ترک نکرے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہ گئی ہوں اونکو پورا کرے تمام
اور ذبح کرے اور اگلی سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہی قسم اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہی جو
ابو داؤد کے مراسیل میں مروی ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونوں محرم تہے سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ
پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے حج کو قضا کرو اور ہدی لاؤ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہی اگرچہ یہہ حدیث مرسل ہی لیکن مرسل
امام اعظم کے نزدیک حجت ہی علاوہ اسکے دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہی کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے سائل نے پوچھا جب حج
باطل ہوا تو بیٹہ رہے کہا نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھہ جاوے جو لوگ کرتے ہیں سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو عمل میں لاوے اور سال آیندہ قضا کرے
اور ہدی لاوے اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا فتوی اسکے موافق ہی بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہیں اور امام مالک
کی موطا میں علی مرتضی اور عمر فاروق اور ابو ہریرہ سے اسی قسم کا فتوی ثابت ہی کذا فی فتح القدیر (ولو افسد القضاء هل یجب قضاء کالاداء
لم یذکرہ والظاہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ) اور اگر سال آیندہ میں قضا حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہی یا نہیں شارح
کہتا ہی میں نے یہہ مسئلہ کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکہا اور ظاہرا قضا سے مراد یہاں اعادہ ہے حج کا یعنی لغوی معنی مراد ہیں ھم یہہ تقریر صاحب
نہر کی ہی جو مصر کے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تہی کذا فی النہر (ولم یتفرقا وجوبا بل ندبا ان خاف
الوقاع) اور واجب نہیں جدا رہنا دونوں کو دوسرے سال آوین تو اونپر جدا رہنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہی اگر وقوع جماع کا خوف ہی اسواسطے کہ مشقت
قضا حج کی ترک جماع میں کافی ہی (ووطئہ بعد الوقوف لم یفسد ویجب بدنۃ وبعد الحلق قبل الطواف شاۃ کما فی الجنایۃ) اور جماع
محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد نہیں کرتا اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جو عرفات میں ٹہرا اوسکا حج تمام ہوا یعنی فساد سے محفوظ
رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہی چنانچہ ابن عباس سے یہی مروی ہی کذا فی فتح القدیر اور بعد منڈانے کے طواف
الزیارت کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہی اسواسطے کہ اسکا قصور ہی کیونکہ بعد حلق کے سوا عورتوں کے سب اشیاء محرم
کو حلال ہو جاتے ہیں اور متون فقہ میں یہی روایت ہی ابن ہمام نے کہا کہ اسمیں بھی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا لازم ہی اور بحر الرائق میں اسکو
رد کیا ہی کذا فی الحموی (ووطئہ فی عمرتہ قبل طوافہ اربعۃ مفسد لہا فیمضی ویذبح ویقضی) (ووطئہ بعد اربعۃ ذبح ولم

تفسد بخلاف ما اذا فعل اور وطی محرم کی اپنے عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوطوں کے مفسد ہی عمرہ کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرہ کے ایمال کو کرے جاوی
اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرہ کو قضا کرے بنابر وجوب کے اور وطی کرنا محرم کا عمرہ میں بعد چار شوطوں کے مفسد عمرہ کا نہین لیکن اس قصور کی
جزا مین ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک چار شوطوں کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطے کہ عمرہ اونکے نزدیک فرض
ہے کذا فی الطحطاوی فان قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا باصل خلقته اگر قتل کرے محرم صید یعنی شکار کو تو اوسپر جزا واجب
ہے صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو خشکی کا جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور
دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی میں ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو جیسا کہ مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال
اور مگر تو انکے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانور مین دوسری قید یہہ ہی کہ اپنی اصل خلقت میں وحشی ہو وحشی سے یہہ مراد ہی کہ جو انکو
پکڑا چاہو تو بھاگ جاوی خواہ پاؤن سے خواہ پرون سے تو بلاؤ ہرن صید میں داخل ہی اسواسطے کہ اصلی وحشی ہے اور وحشی اونٹ اور گای صید
نہین اصل نہین ہی اسواسطے کہ انکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونونکو شامل ہی تو سبکا قتل محرم کو حرام ہی حل اور حرم
دونو مین سوا اون جانورون کے جو مستثنی ہین اور مصنف اونکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی او دل علیه قاتله مصدقا له غیر عالم والفصل
القتل بالدلالة والاشارة والدال والمشیر باق علی احرامه واخذه قبل ان ینفلت عن مکانه یا محرم نے صید پر اوسکے قاتل کو دلالت کی یعنی
قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان میں ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہہ کہ قاتل دلالت کرنیوالیکی تصدیق کری تصدیق کا یہہ مطلب نہین کہ محرم
یون کہی کہ تو اس دلالت مین سچا ہی بلکہ تصدیق سی یہہ مراد ہی کہ اوسکی تکذیب نکری تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسری محرم کی دلالت
کی تصدیق کر کے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت
پر جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہہ ہی کہ محرم دلالت کرنیوالا اور اشارہ کرنیوالا
اپنا احرام پر باقی رہی صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتانے کیوقت احرام ہو اور قتل کیوقت احرام اوتار چکا ہو تو اوسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہہ ہی کہ
قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اسکے کہ وہ اپنی جگہہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تہا وہین اوسنے اوسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان
سے اوٹھ گیا اور دوسری جگہ سے گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے
ہوتا ہی بدأ او عاد ناسیا او عامدا مبتدئا او عائدا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اوسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول ہی مرتبہ میں ہو یا دوسری تیسری مرتبہ مین اور
یا قتل یا دلالت واقع ہوئی ہو بھولکر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنی جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی
ایک قیمت مالک کیواسطے اور دوسری قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیة الطحطاوی فعلیه جزاؤه ولو سبعا غیر صائل مستانسا او حماما ولو
مسرولا بفتح الواو وما فی رجلیه ریش کالسراویل جیسے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اوسپر اوسکی جزا واجب ہی اگر صید ایسا درندہ ہو
جو حملہ نہین کیا یا صید مانوس اور مالوف ہو جیسے بلاؤ ہرن یا کبوتر ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم وفتح سین وسکون را وفتح واو اوس کبوتر کو
کہتے ہین جسکی پاؤن مین پر ہون مانند پاجامہ کی امام مالک کے نزدیک مسرول کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اوسکا حکم بطک
برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنی بہاری پرون سے اوڑ نہین سکتا کذا فی الفتح او هو مضطر الی اکله
کما یلزمه القصاص لو قتل انسانا واکل لحمه یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کہانے مین مجبور اور مضطر ہو تو بھی اوسپر جزا واجب ہی جیسا کہ
محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اوسکا گوشت کہاوی اضطرار مین یعنی اضطرار سی صید کی جزا اور انسان مقتول کا قصاص ساقط
نہین وتقدم المیتة علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کہانا مقدم ہی صید پر اور صید
مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی خنزیر پر ہم تقدیم مردار کی صید پر اسمین اختلاف ہی روایت ہی

قاضی خان مین مردار کو تقدیم ہی صید پر اور مبسوط مین صید کو تقدیم ہے مردار پر واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ولو قتلت بسباع حل تحال
کما لا یوکل لطعام مضطرٍ اخر اور اگر میت پیغمبر ہو تو کسی حالمین حلال نہین جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کہانا جائز نہین وفی البزازیة الصید
المذبوح اولی اتفاقا اور بزازیہ مین ہے کہ ذبح کیا ہوا شکار کا کہانا بہتر ہے مردار کہانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار مین حرمت ذاتی ہے اور
شکار مین حارضی کذا فی الطحاوی عن الزیلعی والجزاء هو ما قوّمه عدلان وقیل الواحد کو القاتل یکفی فی مقتله او فی اقرب مکان
منه ان لم یکن فی مقتله قیمة فا و للتنویع لا للتخییر اور صید کی جزا وہ قیمت ہی جسکو دو عادل مسلمان مقرر کردین جس مکان مین کہ صید مقتول ہوا
یا اوس مکان مین جو مقتل کے نزدیک تر ہو اگر اوسکے مقتل مین قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو کلمہ او کا مصنف کی عبارت مین تقسیم کیواسطے ہی نہ واسطے
اختیار دینے کے اور قول ضعیف مین ایک عادل کا قیمت مقرر کر دینا کافی ہے اگرچہ قاتل ہی قیمت کو ٹھیراوے ہم ایک عادل کا قیمت ٹھیرانا اسواسطے
ضعیف ہو کہ ظاہر النص قرآنی کے مخالف ہو اور نص مین ظاہرا دو عادل کا ہونا واجب معلوم ہوتا ہو نہ مستحب کذا فی فتح القدیر امام اعظم اور ابو یوسف
کے نزدیک جزاء صید مین قیمت لازم ہو اور امام شافعی اور محمد کے نزدیک مشکل ہونا صید کا جزا مین ضرور ہی چنانچہ ہرن مین بکری اور خرگوش مین بکری
کا بچہ اور شتر مرغ مین اونٹ اور گورخر کے قتل مین گائی اونکے نزدیک لازم ہی حق تعالی نے فرمایا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا
فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة او کفارة طعام مساکین او عدل ذلک صیاما یعنی صید کو نہ مارو محرم ہوکر اور حرم مین
قصدا مارے تو جزا ہے مثل اوسکی جسکو مارا جانوروں مین سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم مین سے حکم کرین نیاز ہے پہونچے کعبہ کو یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اسکی صیام
تو امام شافعی کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہی یعنی باعتبار قیمت کے اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو
وہ ہی جو صورة اور معنی دونون ہو چنانچہ مشترک النوع مین سو مماثلت مطلقہ تو یہان بالاتفاق مراد نہین لہذا مماثلت معنوی مراد ہو گی اسواسطے کہ
شرع مین مماثلت معنوی ہی متعین ہو چنانچہ حقوق العباد مین کذا فی الهدایة وشروحها والجزاء فی سبع اجنبی لا یوکل ولو خنزیرا او فیلا
لا یزاد علی قیمة شاة وان کان السبع اکبر منها لان الفساد فی غیر المکول لیس الا باراقة الدم فلا یجب فیه الا دم وکذا لو قتل
متعلما ضمنه لحق الله تعالی غیر معلم ولمالکه معلما اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نکیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہان
وہ جانور مراد ہو جو حلال نہین اگرچہ سوئر ہو یا ہاتھی یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم مین بڑا ہو بکری سے اوسکی قیمت زیادہ نکی جاویگی اسلئے کہ
غیر ماکول اللحم کے قتل مین سوای خونریزی کے کوئی فساد نہین کیونکہ اوسکا گوشت لائق کہانے کے نہین تو اوسمین واجب نہین مگر خونریزی سو بکری
مین حاصل ہو اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندہ کو قتل کیا مثلا شکاری چیتہ مارا تو حق اللہ مین غیر معلم کی جزا دیوے اور اوسکی مالک کو معلم کی قیمت
دے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اوسکے انتفاع کے ہو اور حق شرع باعتبار اوسکی ذات کے ہو قطع نظر تعلیم سے کذا فی المنح ثم له ای للقاتل ان
یشتری به هدیا ویذبحه بمکة او طعاما ویتصدق این شاء علی کل مسکین ولو ذمیا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر
کالفطرة پہر دریافت کیا چاہئے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھیراوین تو قاتل کو اختیار ہی کہ اوس قیمت سے ہدی مول لے اور اوسکو مکہ مین
جاکر ذبح کرے یا اوسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہان چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع گیہون یا پورا صاع کہجور یا جو مانند صدقہ
عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو طحاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا منعی بہ کے مخالف ہو اسواسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی کو دینا جائز نہین چنانچہ
کتاب الزکوة مین مذکور ہوچکا لا یجزیه اقل او اکثر منه بل یکون تطوعا کفایت نہین کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ ہوگا
نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکہے خلاصہ یہہ ہو کہ قاتل کو تین امر مین اختیار ہی کہ
صید کی قیمت سے گائی یا بکری خرید کرکے حرم مین لیجا کر ذبح کرے یا اوس قیمت سے مثلا گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا بجای
نصف صاع کے ایک روزہ رکہے یعنی اگر پانچ فقیر ونکو نصف نصف صاع گیہون پہونچتے ہون تو پانچ روزے رکہے اور اگر دس کو پہونچتے ہون تو دس روزے رکہے

وان فضل من الطعام مسکین کان الواجب ابتداء اقل منه تصدق به او صام یوما بدله اور ایک مسکین کے حصہ سے اگر اناج کم ہو یعنی نصف
صاع سے کم بچ رہے یا ابتدا ہی اتنا واجب ہوا مثلاً کبوتر کی کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہوئے ہوں تو وہ اتنا ہی مسکین کو دیدے یا عوض نصف صاع
سے کم یا اوسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال المصنف رحمه الله تعالی هکذا ذکرها ونعم
فی الفطرة اللتی هی واجبة کذلک هنا اور جائز نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی تردید کی
کرکے کہا کہ اسیطرح قہستانی نے بیان یعنی جزا صید میں ذکر کیا ہے اور صدقہ فطر میں اسکا جواز مقدم ہو چکا ہے تو یہاں بھی اسیطرح لائق ہے علی الحصر
تعرض الی بیان مطلق ہے تو اسی الطلاق پر جاری رہیگی کذا فی المنح وتکلمی الاباحة هنا کدفع القیمة اور بیان اباحت طعام کافی ہے نہ
قیمت دینے کی یعنی اطعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کردیں دوسری صورت یہ ہے کہ کھانا پکا کر دونوں وقت اونکو پیٹ
بھرکے کھلا دے مثلاً کھانا دین یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دیدے ولا ان یدفع کل الطعام الی مسکین واحد هنا بخلاف
الفطرة لان العدد منصوص علیه اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہاں بخلاف صدقہ فطر کے اسواسطے کہ جزا میں عدد مساکین
منصوص ہے قرآن میں لفظ جمع کما لا یجوز دفعه ای الجزاء الی من لا تقبل شهادته له کاصله وان علا وفرعه وان سفل وزوجته وزوجها
وهذا هو الحکم فی کل صدقة واجبة کما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا ان لوگوں کو جنکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں جیسے
اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنی اپنے اصول اور فروع کو قریب ہوں یا بعید دینا جائز نہیں اور شوہر کو اپنی زوجہ کا
دینا اور زوجہ کو اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے سب صدقات واجبہ میں کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا جائز نہیں جیسے اسکی
تفصیل مصرف زکوة میں مذکور ہو چکی و وجب بجرحه ونتف شعره وقطع عضوه ما نقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصده کتخلیص حمامة
من سنور او شبکة فلا شیء علیه وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی جزا بقدر نقصان کے
بشرطیکہ یہ امر محرم کو بقصد اصلاح نہ واقع ہوئی ہو سو اگر بقصد اصلاح ہوئی ہون چنانچہ کبوتر کے چھڑانے بلی سے یا جال سے کچھ پر اکھڑ گئے تو صورت میں
محرم پر کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت لگاوی پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی
جاوے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو اوتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۳۰ درم قیمت ہو اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۲۰
درم قیمت ہو جاوے تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اس دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دیدے یا
نقد اوسکے روزے رکھے و وجب بنتف ریشه وقطع قوائمه حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پاؤں کاٹنے سے کل قیمت اوسکی
واجب ہوا سواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب سے اڑ جاتا ہے اور چرپایا اپنے پاؤں سے بھاگ جاتا
ہے پھر جب پرندہ کے پر اکھاڑ دیے اور چوپایہ کے پاؤں کاٹ دیے تو وہ اب اپنے کو بچا نہیں سکتا تو گویا اوسکو جان سے مار ڈالا لہذا کل قیمت اوسکی واجب ہوتی
کذا فی العینی والطحاوی وکسر بیضه غیر المذر اور اوسکے انڈے توڑنے سے کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم
پر کچھ واجب نہیں وخروج فرخ میت به ای بالکسر او قیمته واجب ہے مردہ بچہ نکلنے سے بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو
واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو بھی
قیمت واجب ہے کذا فی الدرر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جو شخص کہ احرام نہیں باندھے وہ حرم
کی شکار کو ذبح کرے تو اوسپر واجب ہے کہ اوسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض روزہ رکھنا
جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اوسکی دلالت سے ذبح کرے تو اوسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحاوی وحلبه ولبنه
اور قیمت دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشیشه وشجره حال کونه غیر مملوک یعنی النابت بنفسه سوی ما جف

او لاحتی قالوا لو نبت فی ملکه ام غیلان فقطعها انسان فعلیه قیمة لمالکها و لحق الشرع بناء علی قولهما المفتی به من تملک ارض
الحرم اور قیمت واجب ہی حرم کی گھاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنی خود جم اٹھا ہو بدون بیجہ انسان کے خواہ کسیکا مملوک
ہو یا نہو یہانتک فقہانے تصریح کی ہی کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہین حرم مین کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اٹھے اور کوئی اوسے اوسکو
کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر دو قیمتین واجب ہین ایک قیمت اوسکو مالک کیواسطے اور دوسری قیمت حق شرع کیواسطے اس مسئلہ کی بنا صاحبین کے مفتی بہ
قول پر کہ زمین حرم کی مملوک ہی اور امام اعظم کے نزدیک زمین حرم وقف ہی تو مملوک نہین ہوسکتی ولا منبت لیس من جنس ما ینبته الناس
فلو من جنسه فلا شئی علیه اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہی کہ وہ جمانیکا درخت نہو یعنی اوس قسم کا درخت ہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت
کے بوتے اور جماتے ہین تو اگر اسکی ہم جنس ہو یعنی ایسا خود رو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہون تو اوسکو کاٹنے سے اوس شخص پر شرعًا
مواخذہ نہین ہان اگر کسیکی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی ہم کتب فقہ علی الخصوص شرح ہدایہ مین
مصرح ہی کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم ہین ایک قسم تو وہ درخت ہی جسکو لوگون نے بویا اور دوسری قسم وہ ہی جو خود رو ہو جیسے اکثر
جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہو اوسکی دو قسمین ہین یا ایسا درخت ہی جسکو لوگ بوتے ہین بطور عادت کے یا ایسا ہو جسکے بونے کی عادت نہین ان
دونون قسمون کے کاٹنے مین جزا واجب نہین اور جو خودرو درخت ہی اوسکی بھی دو قسم ہین یا اس جنس سے ہی جسکو لوگ بوتے ہون تو اسکے کاٹنے مین بھی
جزا واجب نہین یا ایسا خود رو درخت ہی جسکو انسان نہین بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے مین جزا واجب ہی کذا فی الدرر اور
اس امر مین اصل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر حمد الہی کی
بعد اوسکے فرمایا کہ حق تعالی نے مکہ سے ہاتھی کو یعنی اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ایک ساعت بھر مکہ
حلال ہوگیا پھر اوسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جاوے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہان کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہانکی گیلی گھاس اور
حلال نہین یہانکی گری چیز تو عباس نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبرون اور گھرون کیواسطے تو حضرت نے فرمایا مگر اذخر یعنی اوسکا
کاٹنا حرام نہین ہر چند ظاہر حدیث مین سوای اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنے نہین لیکن فقہانے بدلیل اجماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنی کیا ہی
اسواسطے کہ حضرت کیوقت سے ابتک وہان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہی بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہی تو حرم
کیطرف اوسی درخت اور گھاس کی نسبت کاملہ ہوگی جو خودرو ہو اور انسان کیطرف منسوب نہین اور جسکو انسان نے بویا خواہ اوسکے بونے کی عادت ہو یا نہو
وہ انسان کیطرف منسوب ہوگیا کذا فی الہدایة والاختیار شرح المختار کمقطوع و شئی لم یضر بالشجرة و لذا حل قطع الشجر المثمر لان ایثماره اقیم مقام
الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتون مین مواخذہ شرع کا نہین بشرطیکہ پتون کا توڑنا درخت کو مضر نہو اور چونکہ اوس گھاس اور درخت کے
کاٹنے مین کچھ جزا نہین جو مجانس ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہو کاٹنا اوس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اوسکا پھلنا قائم مقام ہی اوسکے بونے
اور جمانے کے قیمته فی کل ما ذکر الا ما جف او انکسر لعدم النماء او ذهب بحفر کانون او ضرب فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنه لانه
تبع واجب ہی قیمت اس چیز کی جسکے پر اکھاڑے گی یا مقطوع یا کسیر یا مذبوح ہوئی جمیع مسائل مذکورہ مین چنانچہ تفصیل اونکی ترجمہ مین مفصل مذکور ہو چکی
مگر جو گھاس یا درخت خشک ہوگیا یا ٹوٹ گیا تو اوسکی قطع کرنے مین قیمت واجب نہین بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت مین نمو نرہا تو وہ
درخت نرہا حطب ہوگیا یا درخت ضائع ہوگیا بسبب مٹی کہودنے کے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسی امور سے بچنا ممکن نہین اور دوسری علت یہ ہی کہ
اسطرحسے ضائع ہونا بالتبع ہو نہ بالاصالت والعبرة للاصل لا لغصنه اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہو نہ شاخ کا لیکن اگر ایک درخت کی جڑ حرم مین ہی
اور شاخین اوسکی حل مین تو وہ درخت حرم کا ہی اوسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اوسکی حل مین ہی اور شاخین حرم مین تو وہ حل کا
درخت ہی نہ حرم کا و بعضه اے الاصل کهو کله ترجیحا للحرمة اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم مین تمام جڑ کی برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرة

صاع والکثیر ھو الزائد علی ثلثۃ والجراد کالقمل بجنس اور کثرت سے جون مارنے مین نصف صاع کا صدقہ واجب ہی اور کثیر وہ ہی جو تین سے زائد ہو اور تین ہی جون کی برابر ہی قلیل اور کثیر کی وجوب جزا مین کذا فے البحر اور فتاوی قاضیخان مین ہی کہ دس یا زیادہ کثیر ہین اور اس سے کم قلیل کذا فے الطحطاوی ولا شئ بقتل غراب الا العقعق علی الظاھر ظھیریہ وتعمیم البحر ردہ فی النھر اور کچھ جزا نہین نہ محرم پر نہ غیر محرم پر کوے کے قتل کرنے مین سوای عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریہ اور بحر الرائق کی تعمیم کو رد کیا ہی نہر الفائق مین بحر الرائق مین کہا کہ تینون قسم کے کوے کا مارنا درست ہی تو اسمین عقعق بھی آگیا کہ موذی ہی ہمیشہ جانور کے پیٹھ پر چونچ سے کہوتا ہی نہر الفائق مین کہا کہ بدائع مین ابو یوسف سے مصرح روایت ہی کہ حدیث مین اوس کوے کے قتل کرنیکا حکم ہے جو نجاست کہاتا ہی یا دانہ اور نجاست دونون کہاتا ہی اور یہی قسم موذی ہی اور سراج الدرایہ مین ہی کہ عقعق جانور کو اکثر نہین ستاتا ہی تو دوام ایذا رسانی کا دعوی مندفع ہوگیا اور ظہیریہ مین ہی کہ عقعق مین دو روایتین ہین ظاہر روایت یہہ ہی کہ وہ صید مین داخل ہی طحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہی اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہی اوسکی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہی وحدأۃ بکسر ففتحتین وجوز البرجندی فتح الحاء اور چیل کے قتل مین کچھ نہین شارح کہتا ہی حدأۃ بکسر حا وفتح دال وہمزہ اور برجندی نے حا کا فتحہ بھی تجویز کیا ہی ھم حدأۃ بفتح اول وہ ترک کی تیر کو کہتے ہین اور ظاہر تو بکسر اول ہی کذا فی القاموس وذئب وحیۃ وعقرب وفارۃ بالھمزۃ وجوز البرجندی التسھیل وکلب عقور ای وحشی اما غیرہ فلیس بصید اصلا اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھو اور چوہی اور کلب عقور یعنی وحشی کتے کے قتل مین کچھ جزا نہین اور وحشی کتے کے سوا یعنی اہلی کتا ہرگز صید نہین شارح کہتا ہی کہ فارہ کا لفظ ہمزہ ساکنہ ہی اور برجندی نے اوسمین تسہیل بھی جائز کہی ہی تسہیلے ہمزہ اور الف کے بین بین مین پڑہنا ہم وحشی کتا ہرچند صید ہی لیکن بسبب اوسکی ایذا رسانی کے جزا اوسکی قتل کے ساقط ہوگئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب مین سقوط جزا کی علت اسیطرح بیان کی ہی اور بخاری اور مسلم مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہین کہ حل اور حرم مین مارے جاتے ہین کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت مین سانپ مذکور ہی بچھو کے عوض اور صحیح کی دوسری روایت عبد اللہ بن عمر سے یون ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے مین محرم پر کچھ گناہ نہین اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع مین محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہی اور سنن ابی داود کی حدیث مرفوع مین سبع عادی کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت ہی یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر وبعوض ونمل لکن لا یحل قتل ما لا یوذیہ ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاھلی اذا لم یوذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح ای ذا لم یضر اور مچھر اور چیونٹی کے قتل مین کچھ نہین خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہین کذا فی النہر لہذا فقہا نے کہا ہی کہ کلب اہلی یعنی پلاو کتا جبکہ موذی نہو تو اوسکا مارنا حلال نہین اور کتون کے قتل کرنیکا حکم جس حدیث مین ہی سو وہ منسوخ ہی کذا فے الفتح یعنی اوسصورت مین ہی جبکہ کتے ضرر نکرتے ہون اسواسطے کہ ملتقط مین مصرح ہی کہ جب کتے ایک گانو مین زیادہ ہوجاوین اور وہان کے لوگونکو ضرر پونہچاتے ہون تو وہان کے لوگ کتون کو قتل کرواڈالین ہکذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاۃ بضم ففتح فسکون وفراش وذباب ووزغ وزنبور وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ واربعین وکذا جمیع ھوام الارض لانھا لیست بصیود ولا متولدۃ من البدن اور پسو اور کچھوا اور چیچڑی اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور بھڑ اور سیہی اور جھینگر اور جھینگرا اور نیولا اور ام حبین اور کنکھجورا اور ایسے جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے مین محرم پر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ یہہ جانور اور کیڑے صید نہین ہین اور نہ انسان کے بدن سے پیدا ہوتے ہین جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہین کذا فے القاموس وسبع ای حیوان صائل لا یمکن دفعہ الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ لزمہ الجزاء کما لزمہ قیمتہ لو مملوکا اور درندہ یعنی ایسے کسی جانور حملہ کرنیوالیکے قتل سے جزا لازم نہین جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اوسکو قتل کریگا تو اوسپر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنیوالا جانور کسیکا مملوک ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک مین دو قیمتین لازم ہونگی ایک

جو شہر کی قیمت سو بکری کی قیمت سو روپیہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو ولہ ذبح شاۃ ولو ذبحہا ظبیا لا شیء لانہ لیس بصید

الاصل والنعم والبط والدجاج والبط الاهلی اور جائز ہی محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اوسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ ماں ہی اصل ہی باب

اور جائز ہی ذبح کرنا گائی اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہہ جانور اصل خلقت میں وحشی نہیں تو یہہ صید میں داخل نہیں کہ محرم کو انکا ذبح

کرنا حرام ہو بط اہلی سے وہ بط مراد ہی جو گہر دنمیں اور حوضوں میں رہتی ہوں اسواسطے کہ وہ بنابر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہی بخلاف

وحشی بط کے جو جنگل میں اڑتے پہرتے ہیں کہ اوسکو ذبح کرنے میں محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحاوی واکل ما صادہ حلال لو لمحرم ذبحہ

فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانتہ فلو وجد احدہا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہی محرم کو کہانا اوس شکار کا

جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل میں ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کیواسطے شکار کیا ہو تو بہی جائز ہی بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی

ہو شکار کرنیکی اور نہ اوسپر اشارت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بہی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا یہ

قول مختار ہے جسکو طحاوی نے روایت کیا ہم امام مالک اور شافعی کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کیواسطے تو اوسکا کہانا محرم کو حلال نہیں ہی دلیل ترمذی

اور ابو داؤد کی حدیث کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمہیں حلال ہی جبتک کہ تم نہ شکار کرو یا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اسکا

جواب یہہ ہی کہ اس حدیث کی یحیی بن معین نے تضعیف کی ہی اور اگر صحیح بہی ہو تو یہہ مطلب ہی کہ جب محرم کے امر سے شکار ہوا ہو تو حلال نہیں اور امام اعظم کی

دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ میں ابو قتادہ سے مروی ہی کہ حضرت کے اصحاب بعضی محرم تھے اور بعضے غیر محرم سو میں نے ایک گورخر کو دیکہا اور اوسکو

شکار کیا اور اصحاب نے اوسکو کہایا اور اسکا سوال حضرت سے کیا فرمایا کہ کسی نے تم سے امر کیا تہا شکار کا یا اوسکی طرف اشارہ کیا تہا اصحاب نے کہا کہ نہیں

حضرت نے فرمایا تو کہاؤ باقی گوشت کو اور مسلم کی روایت یوں ہی کہ کیا تمنے اشارہ کیا تہا یا اعانت کی تہی اصحاب نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ کہاؤ

طحاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار کیا تہا بلکہ محرم اصحاب کیواسطے بہی کیا تہا پہر بہی حضرت نے اوسکو مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز

ویجب قیمۃ ذبح حلال صید الحرم یتصدق ولا یجزیہ الصوم لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزأہ الصوم وقیمۃ ما ایم

لانہ لا یستحق ذکاۃ لانہ ما لا یحتمل صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اوسکی واجب ہے تو اوس قیمت کو تصدق کرے یا اوس سے ہدی مول لیکر

مکہ میں ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہیں کرتا اوسکو روزہ رکہنا اسواسطے کہ یہہ جزا غیر محرم پر تاوان ہے کفارہ نہیں حتی کہ اگر ذبح کرنیوالا صید

حرم کا محرم ہوگا تو اوسکو روزہ رکہنا کافی ہوگا اور مصنف نے ذبح کی قید لگائی ہی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اوسپر کچہہ جزا واجب

نہیں سوا گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صید وجب ارسالہ الا اذا جاء بہ

او ارسلہ الی الحل ودیعۃ فیرسلہ علی وجہ غیر مضیع لہ لان تسییب الدابۃ حرام تجرا اور جو شخص کہ حرم میں داخل ہو اگرچہ احرام نہ باندہے ہو یا جس

کہ احرام باندہا اگرچہ حل کے اندر احرام باندہا ہو اور اوسکے حقیقی ہاتہہ میں صید ہو حقیقی ہاتہہ سے جسمی ہاتہہ مراد ہی جسکو جارحہ کہتی ہیں تو اوس شخص پر

واجب ہے صید کا چھوڑ دینا یعنی اڑا دینا طائر کا یا حل میں اوسکو بہیجدے یا کسیکے پاس بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل میں جانور کو اسطرح روانہ کرے کہ

ضائع نہو یعنی چوپائے کو مطلق العنان نکردے اسواسطے کہ چوپائے کا چھوڑ دینا بلا ربط کے حرام ہی کذا فی البحر حرم میں جانور کا چھوڑ دینا اسلئے

واجب ہوا کہ جب حرم میں داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا کذا فی النہر وفی کراہیۃ جامع الفتاوی من قبض طیرا من الصید واعتقہ جاز

ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال اتفق قلت وحینئذ یستفاد الاطلاق بالاباحۃ قبل

اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہی کہ ایک شخص نے شکار کی چڑیا مول لیکر اوسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اگر چھوڑتے وقت یہہ کہا ہو کہ جو اسکو

پکڑلے وہ اسکا مالک ہے اور اسکے چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہیں ہوتی اور کہا کہ جائز نہیں کیونکہ تضییع مال ہی کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ اسکا چھوڑنا

جائز نہیں کہ مال کا ضائع کرنا ہے اختیہ کلام جامع الفتاوی شارح کہتا ہی جامع الفتاوی کے اس قول سے قطعیہ کا مفصل حکم معلوم ہوا تو قت ہوتے اڑا دینکو اباحت

سفید کرنا چاہیئے قبل اُڑانے کے یعنی اُڑانے سے پہلے یون کہنا چاہیئے کہ جو اسکو پکڑ لے وہ اسکا مالک ہو کذا فی الظہیریہ؛ فی کراہیۃ مختارات النوازل سیّب دابّۃً فاخذہا آخر واصلحہا فلا سبیل للمالک علیہا ان قال عند تسییبہا ہی لمن اخذہا او قال لا حاجۃ لی بہا فلہ اخذہا والقول بیمینہ انتہی اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اوسکو پکڑ لیا اور اوسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو اوسپر اختیار نہین بشرطیکہ چھوڑتے وقت اوسنے یہہ کہا کہ یہہ اوسکا ہی جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑتے وقت یون کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھ حاجت نہین تو مالک اول کو اوسکا لینا جائز ہی اور مالک ہی کا قول اسمین قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلامہ لا یجب ان کان الصید فی بیتہ لجریان العادۃ القاضیۃ بذلک فہی من حجج الحج چھوڑنا واجب نہین اگر صید محرم کے گہر مین بسبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے اسمین اور جریان عادت دلائل شرعیہ مین سے ایک دلیل ہی یعنی صحابہ کبار احرام باندہتے تھے اور اونکے گہرون مین صید اور داجن موجود رہتے تھے اور اونسے منقول نہین کہ وہ چھوڑ دیتے ہون تو یہہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے داجن اوس جانور کو کہتے ہین کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اوسکی وحشی ہو یا مانوس چنانچہ ہرن اور کبوتر اور بکری کذا فی النہر والمنح م جریان عادت قرون ثلثہ یعنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہی کہ اونکے حق مین خیر القرون وارد ہی اور یہہ مطلب نہین کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او فی قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث یا صید پنجرے مین ہو تو بھی اوسکا چھوڑ دینا واجب نہین اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھہ مین ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنی جیسے بے وضو کو مصحف کا ہاتھہ مین لینا جائز نہین لیکن اگر جزدان مین ہو تو لینا اوسکا درست ہی اسیطرح محرم کو صید کا ہاتھہ مین لینا جائز نہین لیکن اگر وہ پنجرے مین ہو تو پنجرے کا ہاتھہ مین لینا درست ہی اسواسطے کہ صید پنجرے مین ہی نہ ہاتھہ مین اور بعضون نے کہا کہ پنجرے مین لینا ہاتھہ مین لینے کی برابر ہی اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیار اور صید اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اوسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑنا حل مین جائز ہی اور اوسکو لینا صید کا اس آدمی سے جائز ہی جسنے صید کو اس سے لیا تہا اسواسطے کہ اوسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام یا بضرورت دخول حرم تہا فلو کان جارحاً کبازٍ فسقط حمام الحرم فلا شیء علیہ ولو جب علیہ پہر اگر صید پہاڑنیوالا ہو چنانچہ باز سو وہ حرم کے کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھہ جزا لازم نہین اسواسطے کہ اوسنے وہ کیا جو اوسپر واجب تہا یعنی محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تہا سو اوسنے چھوڑ دیا آپ اگر وہ کسی جانور کو مارے تو اسکا کیا قصور فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید پہر اگر صید کو بیچا تو بیع کو پہیرے اگر صید باقی ہو اسواسطے کہ بیع فاسد ہی اور اگر صید مرگیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہی اسواسطے کہ حرمت حرم اور احرام باندہنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہی اور اگر بائع اور مشتری حرم سے ہون اور صید حل مین ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز ہی کذا فی النہر ولو اخذ حلال صیداً فالمحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقاً ومن الحقیقیۃ ضمن خلافاً لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پہر احرام باندہا تو ضمان دیگا اوسکا چھوڑ دینے والا اوسکے حکمی ہاتھہ سے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی اگر گہر مین سے یا پنجرے سے کوئی شخص اس صید کو چھوڑ دیگا تو اوسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اوسکے حقیقی ہاتھہ سے کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم کے نزدیک اوسپر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہی بدلیل استحسان کے کما فی البرہان استحسان یہہ ہی کہ چھوڑنیوالے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شرع باجون کے توڑنے مین ضمان نہین صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین کا قول لائق فتوی کے ہی چنانچہ آلات لہو کے توڑنے مین اونہین کا قول مفتی بہ ہی کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقاً لان المحرم لا یملکہ وحینئذ فلا یاخذہ ممن اخذہ اور اگر حرم کا صید محرم نے پکڑا تو اوسکی چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اوسکا مالک ہی نہین ہوتا بانند خمر اور خنزیر کے اور اسوقت مین یعنی جبکہ محرم

مالک ہیں ہوا تو محرم ہو گیا صید کو اوس شخص سے جس سے اوس نے لیا اگرچہ حل میں ہو کذا فی الطحطاوی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء
وہبۃ بل بسبب جبری وہو السبب الجبری فی احد عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ والا اقال تبعًا للبحر عن المحیط کالارث وحملہ فی
الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر عن السراج انہ لا یملک بالمیراث وہو الظاہر اور صید کا مالک نہیں ہوتا محرم اختیاری سبب سے یا مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ
اور وصیت کے بلکہ جبری ملنے نہ اختیاری سبب سے مالک ہوتا ہے اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہے گیارہ مسئلوں میں جو اشباہ میں شرح مذکور ہیں سوا اوسکے
اتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنی محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہے اور اسکو اشباہ میں صاحب بحر نے
اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہیں ہوتا اور یہی قول ظاہر ہے اسواسطے کہ محرم کے حق میں
صید محرم العین ہے مطلقًا لقولہ تعالیٰ (وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہے تو متن میں داخل کرنا
اسکا مناسب نہ تھا وان قتلہ محرم اخر بالغ مسلم ضمنا جزائین الاخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کی پکڑی ہو صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے
قتل کیا تو دونوں محرم دو جزا کا ضامن ہیں پکڑنیوالا محرم تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی ہم محرم قاتل ہے جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی قاتل
کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون نکلجا جیسے کہ منیر اور نصرانی دونوں قیدوں سے نکل گیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ورجع الاخذ علی القاتل لانہ قرر علیہ
ما کان بعرض السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیر لے جسقدر کہ اوسنے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنیوالے پر اوسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط
میں تھا یعنی اگر قاتل اوسکو قتل نکرتا اور پکڑنیوالا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہو جاتی اور جبکہ قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا تو اب ہوا پکڑنیوالے پر متعین ہو گئی
وہ نالیتہ کہ تیما ان یقع فلا علی ما اختارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئا اور پھیر لینا قاتل سے اوس شرط پر ہے جبکہ پکڑنیوالے نے اوسکا کفارہ دیا
ہو اور اگر اوسنے اوسکی جزا میں روزے رکھے ہوں تو پھیر لینا نہیں ہے یہ سمجھنا بنا بر اوس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہے اسواسطے کہ
اوسنے کچھ ڈانڈ نہیں دیا جسکو پھیر لے اور زیلعی نے بھی اسی قول پر یقین کیا ہے اور مجلہ میں [illegible] سے بھی قول اسیرہ ہے کذا فی النہر ولو کان القاتل بہیمۃ
لا یرجع علی ربہا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ للہ تعالیٰ ولکن یرجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد دون حقوق اللہ تعالیٰ
اور اگر صید محرم کا مار ڈالنے والا جانور ہو تو اوسکے مالک سے نہ پھیر لے اور اگر اوسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی سے کافر ہے تو اوسپر جزا واجب نہیں
بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنیوالا کافر سے اوسکی قیمت پھیر لے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہیں نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب
جنایتہ علی احرامہ یعنی بفعل شئ من محظوراتہ لا مطلقًا اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ
لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الہدی دمان اور جس قصور میں تنہا حج کرنیوالے پر ایک خون واجب ہوتا ہے بسبب اوسکے
احرام کے جنایت کی تو اوس فعل میں قارن پر دو خون واجب ہوتے ہیں ایک حج کا خون اور دوسرا عمرہ کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے
اور جنایت احرام سے اوس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرح کی جنایت اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنیوالا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک
کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اوسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اوس واجب کو ترک کریگا تو اوسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلئے
کہ یہ جنایت احرام پر نہیں اور قارن کی مانند تعدد جزا میں وہ متمتع ہے جو ہدی کو ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرہ کے احرام نہیں اتار سکتا ہے بدون حلق
یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ وتثنی ای یضاعف الجنایۃ علی احرامیہ اور ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن
پر بسبب اوسکا قصور کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ للمیقات غیر محرم استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن
مگر آگے بڑھنے میں میقات سے بدون احرام کے تو اوسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اوس وقت میں وہ قارن نہیں ہے کیونکہ ہنوز اوسنے احرام نہیں
باندھا تو یہ استثنا منقطع ہے کہ مستثنیٰ کلام میں داخل نہیں ولو قتل محرمان صیدًا تعدد الجزاء لتعدد الفعل اور اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل
کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان صید الحرم لا لاتحاد المحل اور اگر دو غیر محرم

لیے صید ہے جسکو قتل کیا تو جزا متعدد نہوگی یعنی ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنی صید ایک ہی تو جزا بھی ایک ہی ہوگی وبطل بیع محرم صیدًا
او شراءه ای کذا کل تصرف وضع لکن ان اصطاده وهو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور مستلزم جمیع تصرفات
مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اسکا خریدنا بھی باطل ہے اگر اوسکو حالت احرام میں پکڑا ہو اور اگر احرام کیحالت میں گرفتار کیا ہو تو
بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیه وعلی البائع الجزاء اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اوسکے ہاتھ میں ہلاک ہوگیا
تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی الشیخ وفی الفاسد یضمن قیمته
ایضا کما مر اور بیع فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا بوجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار
کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مرگیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا دینا بھی پڑیگا اسواسطے کہ بائع اوسکا
مالک تھا بخلاف بیع باطل کے کہ اوسمیں بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اوسمیں مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں یہہ حکم منصور تبیین ہے جبکہ مشتری محرم ہو اور
اگر محرم نہوگا تو اوسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی الشیخ والطحطاوی ولدت ظبیة بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمهما ہرنی جنتی
حرم سے نکالی گئی بعد اوسکے بیاہی اور ماں اور اوسکا بچہ دونوں مرگئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دیگا اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہے امن کا
شرعًا ولہذا اوسکا حرم میں پہونچا دینا واجب ہے تو یہہ صفت شرعی امن کی اوسکے بچہ میں بھی سرایت کرگئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہوگیا فان
ادی جزاها ای الام ثم ولدت لم یجزه ای الولد لعدم سرایة الامن حینئذ وهل یجب ردها بعد الاداء الظاهر نعم اور اگر ہرنی کی جزا
اوسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا دینی بسبب سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہ ہی مستحق امن نرہی تو بچے میں کیا سرایت
سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کے جزا کے کیا واجب ہے اوسکا پہونچا دینا حرم میں ظاہر جواب یہہ ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی النهر آفاقی
مسلم مکلف یرید الحج ولو نفلا والعمرة فلو لم یرد واحدا منهما لا یجب علیه دم بمجاوزة المیقات وان وجب حج او عمرة اذا اراد
دخول مکة او الحرم على ما سیاتی فی المتن قریبا وجاوز وقته ظاهر ما فی النهر عن البحر ان اعتبار الارادة عند المجاوزة ثم احرم لزمه دم
کما اذا لم یحرم افاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج یا عمرہ کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر اوسنے احرام باندھا تو اوسپر دم کرنا
لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نکیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے میں دم کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا
عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن میں یہہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں جو بحر الرائق سے منقول ہے اوسکا ظاہر
مطلب یہہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کیوقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہیں فان عاد الی میقات ما ثم
احرم او عاد الیه حال کونه محرما لم یشرع فی نسك صفة محرم کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید
التلبیة عند المیقات بعد العود الیه محرما فانها سقط دمه پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کیطرف پھر اوسی جگہ احرام باندھا یا ایسا محرم ہوکر میقات
کیطرف پلٹ آیا جسنے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلا طواف کا ایک شوط بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک بولا تو دم کرنا اوسپر سے ساقط
ہوگیا اور ہمنے لبیک کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے دم
کرنا ساقط نہیں ہوتا بخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم میں شرط نہیں میقات کیطرف پلٹ آنا کافی ہے والافضل عوده الا
اذا خاف فوت الحج اور افضل ہے پلٹ آنا میقات کیطرف مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونیکا تو نہ پھرے والا ای وان لم یعد او عاد بعد شروع
لا یسقط الدم اور اگر میقات کیطرف نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو دم کرنا ساقط نہوگا کمکی یرید الحج ومتمتع فرغ من
عمرته وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج من الحل فان علیهما دما لمجاوزة میقات المکی بلا احرام وکذا الحکم ما بعمرة من الحرم
وبالعود کما مر یسقط الدم چنانچہ مکی حج کا ارادہ کرنیوالا اور متمتع جو اپنے عمرہ سے فراغت ہوا اور مکی ہوگیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا

احرام باندھنا واجب ہو پس اونپر قربانی واجب ہوئی بسبب بلا احرام گذرنے کے میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کیواسطے حرم ہے پس جسطرح
اگر مکی اونہوں نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ویسا ہی کرنا اونپر واجب ہو اسواسطے کہ میقات عمرہ کا حل ہے اور میقات کیطرف پلٹ آنے سے جسطرح کہ مذکور ہوا
ذبح کا ساقط ہو جاتا ہے دخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا من الحل داخل المیقات لحاجة قصدها ولو عند المجاوزة علی ما مرّ فی
نیة مدة الاقامة لیست بشرط علی المذهب له دخول مكة غیر محرم کوفی داخل ہوا بستان میں یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے
کسی مکان میں کسی حاجت کیواسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کی نزدیک ارادہ اوس حاجت کا کیا ہو چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہو گیا
تو اوس آفاقی کو جائز ہے کہ داخل ہو مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب صحیح کے یعنی پندرہ روز یا زیادہ وہاں
بستان میں ٹھیرنے کا تعین شرط نہیں احرام کے جائز ہونے میں بستان بنی عامر ایک بستی ہے داخل میقات خارج حرم کے اور النخیل اوسکا نام محلہ مکہ سے
دو راستے کے معظمہ ہر جسکو بستان بنی عامر کہتے فی الظهیریة وقته البستان ولا شيء علیه لانه التحق باهله کہ واسطے حج اور میقات اہل آفاقی کا جو بستان
میں کسی کام کو گیا بستان ہے یعنی حل میقات ہے حج اور عمرہ کا تو اسکے مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں پہنچ کے
اہل بستان میں مل گیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرہ کا حل ہے ویسے ہی آفاقی
کا بھی حل ہو چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذری وهذه حيلة للآفاقي يريد دخول مكة بلا احرام اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا
چاہے بدون احرام کے ویجب علی من دخل مکة بلا احرام لکل مرة حجة او عمرة اور جو کوئی مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام
جانے میں اوسپر ایک حج یا ایک عمرہ واجب ہو اس مکان اقدس کی تعظیم کیواسطے فلو عاد فاحرم بنسك اجزأه عن آخر دخوله وتمامه فی الفتح
سو اگر مکہ میں بلا احرام جاکر پھر میقات کیطرف پلٹ آیا سو حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اوسکو کافی ہے پچھلی بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر
میں ہے یعنی مثلاً دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اول احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول
کا حج یا عمرہ اوسپر دین ہو گیا سو وہ بدون تعیین نیت کے ساقط نہ ہوگا کذا فی الفتح وصح منه ای اجزأه عما لزمه بالدخول ولو احرم عما علیه من
حجة الاسلام او نذر او عمرة منذورة لکن فی عامه ذلك لتدارکه المتروك فی وقته لا بعده لصیرورته دینا بتحویل السنة اور صحیح
ہوگا اور یہی ہے یعنی کفایت کر جائیگا اوس حج یا عمرہ سے جو اوسپر بلا احرام داخل ہونے سے لازم ہو گیا اگرچہ اوسنے احرام باندھا ہو اوس عبادت کیواسطے
جو اوسپر واجب تھی بجملہ حجة الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہہ اوس صورت میں ہے جب اوسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک
ہو گیا تھا اوسکو اوسی وقت میں تدارک کر لیا تو کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اوس سال کے اسواسطے کہ متروک دین ہو گیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام
فاحرم بعمرة ثم افسدها مضی وقضی ولا دم علیه لترك الوقت لجبره بالاحرام منه فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر
عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرہ کو پورا کرے اور اوسکو قضا کرے اور اوسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ
قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھنے میں اوسکا تدارک ہو جاویگا مکی ومن فی حکمه طاف لعمرة ولو شوطا ای اقل اشواطها فاحرم بالحج رفضه
وجوبا بالحلق لنهي المكي عن الجمع بينهما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے عمرہ کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہہ کہ تین شوط یا اسسے
کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر یہ امر وجوبی ہے اسواسطے کہ اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرہ کا ممنوع ہے وعلیه دم لاجل الرفض وحج وعمرة
لانه کفائت الحج حتی لو حج فی سنته سقطت العمرة ولو رفضها قضاها فقط ایسے شخص پر قربانی کرنا واجب ہے بسبب ترک کرنے کے اور حج اور عمرہ واجب ہے
اسواسطے کہ مکی مذکور مثل اسکی آیندہ ہے جسکا حج فوت ہو گیا اور فایت الحج عمرہ کرکے احرام اتارتا ہے اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہے اگر مکی مذکور اوسی سال حج
کریگا بعد عمرہ کرنیکے تو پھر عمرہ اوسپر سے ساقط ہو جاویگا اور اگر عمرہ کو ترک کریگا نہ حج کو تو فقط عمرہ کی قضا کرے کذا فی المنح فلو اتمهما صح واساء
وذبح وهو دم جبر وفی الآفاقي دم شکر سو اگر مکی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نہ کیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو یہہ صحیح ہے اسواسطے کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا

لیکن بُرا کیا کہ ممنوع کام کیا اور ذبح کرے اور یہہ ذبح کرنا جبر نقصان کیواسطے ہے تو خود نکہاوے اور افاقی کے حج اور عمرہ جمع کرنے مین ذبح کرنا واسطے
شکر کے ہے تو خود اوسکو کہانا جائز ہے کذا فی المنح ومن احرم بحج ثم احرم یوم النحر باخریٰ فان کان قد حلق للاول لزمہ الاخریٰ فی العام
القابل بلا دم لانتہاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندہا اور حج کو ادا کیا پہر یوم النحر مین دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اول حج کیواسطے
تو دوسرا حج اوسپر لازم ہوگیا دوسرے سال مین بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہوچکا تو یہہ شخص باعتبار اوسکے جامع بین الاحرامین
نہ ٹہرا کہ ذبح کرنا اوسپر واجب ہوتا کذا فی المنح عن البحر والا یحلق للاول فمع دم قصّر او لا لجمعہ بین الاحرامین او للجنایۃ علی احرامہ
بالتقصیر او التاخیر اور اگر حج اول کے واسطے سر نہ منڈایا تو دوسرے سال اوسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھہ ذبح کرنیکے بال اون کو کترا ہو
یا نہ کترا ہو اور مصنف نے بلفظ تقصیر اسواسطے تعبیر کی تاکہ یہہ مسئلہ عورت کو بہی شامل رہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اوسنے جنایت کی بال کترا کے
اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہوا کہ جب یوم النحر مین قبل حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو محرم ہے اوسپر ذبح کرنا
لازم ہوگیا اسواسطے کہ وہ حال سے خالی نہین کہ اول حج کے احرام اوتارنے کو اوسنے سر منڈایا یا نہین منڈایا اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت
واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہین منڈایا تو اول حج کی عبادتون مین یعنی یوم النحر کے سر منڈانے مین تاخیر واقع ہوئی تو بہی ذبح
کرنا لازم ہوگیا کذا فی المنح ومن اتی بعمرۃ الا الحلق فاحرم باخریٰ ذبح الاصل ان الجمع بین الاحرامین لعمرتین مکروہ تحریما
فیلزم الدم لا لحجتین فی ظاہر الروایۃ فلا یکرہ اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوا اوسکے سر منڈانیکے پہر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل
یہ ہے کہ دو عمرون کے دو احرامون کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور دو حج کے احرامون کو جمع کرنا ظاہر الروایت مین مکروہ
نہین کذا فی البحر عن المحیط لہذا اوسمین ذبح کرنا واجب نہین اور غایۃ البیان مین جو دو حج کے احرامون کو حرام اور بدعت کہا ہے صاحب بحر الرائق
نے کہا وہ سہو ہے کذا فی المنح افاقی احرم بحج ثم احرم بعمرۃ لزماہ وصار قارنا مسیئا کما مر ولذا بطلت عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا
لانہا لم تشرع مرتبۃ علی الحج لا بالتوجہ الی عرفۃ افاقی نے حج کا احرام کیا پہر عمرہ کا احرام کیا تو دونون اوسپر لازم ہوئی اور یہہ شخص قارن
ہو کر گنہگار ہوگیا چنانچہ گذرا اور اسیواسطے باطل ہوگا عمرہ اوسکا بسبب وقوف عرفات کی قبل افعال عمرہ کی اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہین حج پر مرتب ہوکر بال
عمرہ عرفات کیطرف متوجہ ہونے سے سو اگر مدنون وقوف کے عرفات کیطرف سے پہر آوے اور عمرہ اول ادا کرکے حج کرے تو ممکن ہو کذا فی الطحطاوی
فان طاف لہ طواف القدوم ثم احرم بہا فمضی علیہما ذبح وہو دم جبر وندب رفضہا لتاکدہ بطوافہ فان رفض قضی لصحۃ
الشروع فیہا واراق دما لرفضہا پہر اگر افاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پہر عمرہ کا احرام کیا پہر دونو کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہہ ذبح کرنا
واسطے جبر نقصان کے ہے کہ حج کے افعال مین عمرہ داخل کردیا اور مستحب ہے ترک کرنا عمرہ کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہوگیا سو اگر
اوسنے عمرہ ترک کیا تو اوسکی قضا کرے بعد حج کے بواسطہ صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے بسبب ترک کرنے عمرہ کے حج فاہل بعمرۃ یوم النحر او فی ثلثۃ
ایام بعدہ لزمتہ بالشروع لکن مع کراہۃ التحریم ورفضت وجوبا تخلصا من الاثم وقضیت مع دم للرفض وان مضی علیہا صح وعلیہ
دم لارتکابہ الکراہۃ فہو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پہر عمرہ کا احرام کیا یوم النحر مین یا اوسکے بعد کے تین دن مین تو عمرہ کرنا اوسکو لازم ہوگیا بسبب
شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھہ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہین ولہذا عمرہ کا ترک کرنا واجب ہے تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرہ کی قضا
کیجاوے ساتھہ ذبح کرنیکے ذبح واجب ہوا بسبب ترک کے اور اگر عمرہ کو ترک نہ کرے اور ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اوسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب مرتکب ہونے
کراہت کے تو یہہ ذبح جبر نقصان کیواسطے ہے فائت الحج اذا احرم بہ او بہا وجب الرفض لان الجمع بین احرامین لحجتین او لعمرتین غیر
مشروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرہ کا احرام کیا تو اوسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہے اسواسطے کہ دو حج کے احرامون کو اور دو عمرہ کی احرامون
کو جمع کرنا مشروع نہین اور دو حج کے احرام تو ظاہر مین ایک احرام اوس حج کا جو فوت ہوگیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرہ کی دو احرام یون ہوئے کہ

ہدی کے ذبح ہو جانیکا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہو پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہوئی تھی یا حل مین ذبح ہوئی تھی نہ حرم
مین تو اوسپر اپنی جنایت کرنیکی جزا لازم ہوگی ویجب علیہ ان حل من حجہ ولو نفلا حجۃ بالشروع وعمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر
حج کا احرام باندھا ہو اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اوسپر حج واجب ہے بسبب شروع کرنیکے اور عمرہ واجب ہے بسبب تحلل کے بشرطیکہ اوسی سال حج نکیا ہو اور اگر
بعد زوال مانع کے اوسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی وعلی المعتمر عمرۃ اور عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اگر روکا جاوے
تو اوسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلی القارن حجۃ وعمرتان واحدٰہما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہین ایک عمرہ بسبب تحلل
کے اور دوسرا قران کا تم قضا مین اوسکو اختیار ہو چاہے قران کرے چاہے دونون کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث ثم زال
الاحصار وقدر علی ادراک الہدی والحج مضی والا تحلل وجوبا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اوسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہو ہدی سے
اور حج کے پانے پر ساتھ ہی تو اوسپر واجب ہے کہ حج کرنیکو روانہ ہو اور اوسوقت مین ہرگز جائز نہین احرام سے خارج ہونا ہدی بھیج کر اسواسطے کہ ہدی
بھیجنا بدلا تھا حج کا اور جب اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نرہا کذا فی المنح ولا یقدر علیہما لا یلزمہ التوجہ وھی
اربعۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ ہی قادر نہو تو اوسپر روانہ ہونا لازم نہین اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتون کا محتمل ہے پہلی صورت
یہ ہے کہ ہدی اور حج دونو کو پاوے دوسری صورت یہ ہے کہ دونو کو نہ پاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج
کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت مین تو جانا لازم ہے اور باقی تین صورتون مین لازم نہین لیکن اگر تحلل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے
کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک ادراک
حج کو ہدی لازم ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہین کذا فی شرح الوقایہ ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن من
الفوات اور احصار نہین بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف عرفات کے فوت ہوجانا حج کا متصور نہین تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف
عرفات کے احصار قایم رہا تو ترک واجبات منی یعنی وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ
سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والممنوع ولو بمکۃ من الرکنین محصر علی الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ
سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ مین ہو وہ محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدہما لا اما علی الوقوف فلتمام حجہ بہ واما علی الطواف فلتحللہ بہ
کما مر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہین جو وقوف عرفات پر قادر ہو وہ اسواسطے محصر نہین کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر
ہو وہ اسواسطے محصر نہین کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہوگیا چنانچہ مذکور ہوچکا کہ طواف اصل ہے تحلل مین اور ذبح کرنا ہدی کا اوسکا بدلہ ہے
اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہین

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کیطرف سے حج کرنیکا یعنی بطور نیابت کے دوسرے
کیطرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواہا عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو
شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قراءۃ قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیان تو اوسکو جائز ہے کہ اوسکا ثواب غیر شخص کیواسطے
کر دیوے اگرچہ عبادت کرنیکے وقت اپنی ذات کیواسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلایل قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل تو قرآن
مجید مین ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کیواسطے یون دعا کرو رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا یعنی اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ
اونہون نے مجھکو لڑکپن مین پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفایدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہے اور حق تعالے
نے خبر دی ہو کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعاء مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نہایت اور ثواب رسانی
مین کثرت سے ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ایک اپنی طرف سے
اور دوسرا اپنی امت کیطرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل

اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور ابو اسحاق اور ابو یعلی اور بزاز اور دارقطنی نے بسند صحابہ روایت کیا ہو تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہہ حدیث مشہور ہے اور دارقطنی
نے روایت کی ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تہے جنسے میں اونکی زندگی میں نیکی کرتا تہا سو اب کیونکر مین اونکے ساتھ نیکی کرون
تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہہ ہو کہ نماز پڑہا کر اونکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکہا کر اونکے واسطے اپنے صوم کے
ساتھ اور یہہ بھی اوسنے علی مرتضی سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑہے اور اوسکا
ثواب مردون کو بخشے تو اوسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انہون نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا
رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہین اونکی طرف سے اور دعا کرتے ہین اونکے واسطے کیا اونکو یہہ پہونچتا ہے فرمایا کہ ہان البتہ
اونکو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہین اوس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہے طبق سے جب کوئی اوسکو تحفہ بہیجے اور سنن ابی داؤد مین مروی ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑہا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر
واما قوله تعالى وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اى الا اذا وهبه له كا حققه الكمال او اللام بمعنى على كما فى لهم اللعنة اور یہہ
قول ہو حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو کہ اوسنے خود کیا تو مراد یہہ ہو کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ غیر بخشے اوسکو تو البتہ
مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہو کمال الدین ابن ہمام نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علی کے ہو جیسا کہ لهم اللعنة مین بمعنی علی ہو تو
اس صورت مین یہہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوا اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی اور معتزلہ کا یہہ مذہب ہو کہ عبادت
کا ثواب سوائے فاعل کے غیر کو نہین پہنچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک صدقات اور عبادات
مالی اور حج مین وصول ثواب جائز ہو اور عبادت بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قراءۃ قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال
کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دئے ہین جواب اول یہہ ہو کہ یہہ آیت منسوخ ہو بقول ابن
عباس اس آیت سے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ جواب ثانی یہہ ہو کہ یہہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما السلام کی
قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہہ ہو کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر ہی تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہہ ہو کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین
لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہو جواب خامس یہہ ہو کہ لام بمعنی علی ہو کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت
کرتا ہو کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعائی والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کیطرف سے اسکو سوا اور
احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع یہہ ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی موافقت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہو لیکن عدم ہبہ
حال جیسا کہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہو گئی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہے حالانکہ خبر مین
نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک اور شافعی کے قول کی بھی نفی ہو گئی یعنی احادیث اور آثار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال
ثواب ثابت ہو گیا واللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الى الحق عن احتراز وهنا والله الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا
اعتزال یہان کہول دیا اور توفیق غیر کی دیر والا اللہ تعالی ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہو مجتبی کی کتاب الحج مین اموات کی ایصال ثواب کا
منکر ہو گیا ہو اور اوسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹہرایا ہو اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پہیرا ہو کذا فی
الطحطاوی الہی بمحمد وآلہ ہمکو صراط مستقیم پر ثابت رکہنا اور تعصب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العباد
المالية كزكوة وكفارة تقبل النيابة عن المكلف مطلقا عند القدرة والعجز ولو النائب ذميا لان العبرة لنية الموكل ولو عند
دفع الوكيل عبادت مالی جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہے
مکلف کیطرف سے ہر طرح قدرت کے وقت بہی اور عاجز ہونیکے وقت بہی اگرچہ نائب کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہو اگرچہ موکل نے

وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے ثم عبادات مالی میں نیابت اسواسطے جائز ہے کہ عبادات مالیہ میں اذالیش بالدار اور دفع حاجت محتاج مقصود
اصلی ہے سو یہہ امر نائب کے فعل میں بھی حاصل ہے اور ہرچند عبادت بدون نیت کے صحیح نہیں اور کافر ذمی اہل نیت کا نہیں لیکن جب منیب کی نیت معتبر
ٹھہری نہ نائب کی تو مسلم اور ذمی نیابت میں دونو برابر ہونگے اور منیب کو اختیار ہے نائب کے دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اوسوقت
نیت کرے یا درمیان میں ادا ہی عبادت کی نیت کرلے کذا فی المنح والطحطاوی والنہر والبدنیۃ کصلوۃ وصوم لا تقبلہا مطلقا اور عبادت بدنی
جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قراۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہیں قبول کرتے ہر طرح سے نہ قدرت میں نہ عجز میں اسواسطے کہ عبادات بدنیہ میں
غرض اصلی یہہ ہے کہ افعال مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت و مشقت پڑے تاکہ روح کو صفائی اور قرب الہی حاصل ہو تو یہہ امر حاصل نہیں ہو سکتا نائب کے
فعل سے جب تک خود نکرے لہذا اسمین مطلقا نیابت جائز نہوئی نہ قدرت میں نہ عجز میں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد
عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس یعنی کوئی روزہ نرکھے کسیکی طرف سے اور نماز نہ پڑہے کوئی کسیکی طرف سے یعنی نیابت صوم اور صلوۃ سے فرض
ساقط نہیں ہوتا غیر سے ہان نفل کا ثواب متوقع ہے چنانچہ اوس حدیث میں مصرح ہے کہ تو لڑا اپنے والدین کیواسطے نماز پڑہے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما
کحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونیکے وقت فقط ہم
ہرچند کہ حج کی حقیقت میں مال کو دخل نہیں اسواسطے کہ حج عبادت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہہ امر غالبا بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہیں ہوتا تو
گویا حج مال کا جز ہوگیا کذا فی الطحطاوی حج میں عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت میں نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر
لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر عاجزی میں نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ
برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہیں تو نیابت صحیح نہیں اسواسطے کہ حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے یہانتک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنی ایک شخص حج
کرنے سے عاجز ہے سو اوس نے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پہر بعد اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اوس پر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے
اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نرہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الامر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن فلان ولو نسی اسمہ
فنوی عن الامر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے منیب آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کیوقت کہ میں نے
احرام باندہا فلانے شخص کیطرف سے اور میں نے لبیک کہا فلانیکی طرف سے اور اگر منیب کا نام بھول جاوے اور امر کرنیوالیکی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور
دل کی نیت کافی ہے تو تصریح بلفظ ضرور نہیں ہذا ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ وان
لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض بحج الغیر عنہ فلا اعادۃ مطلقا سواء استمر ذلک العذر بہ ام لا یہہ یعنی مشروط ہونا
دوام عجز کا موت تک اوسوقت تک ہے کہ عاجزی مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہوا اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ اوسکے زوال کی امید نہو
جیسے اندہا ہونا اور لولا ہونا تو اوسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاویگا تو اس حالت میں اعادہ حج کا مطلقا لازم نہیں خواہ یہہ عذر
عدم بصارت وغیرہ کا ہمیشہ باقی رہے یا نرہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجای موت ہے کذا فی النہر ثم کنز وغیرہ متون میں مرض زوال پذیر اور عدم زوال پذیر کا
کچھہ فرق مذکور نہیں لیکن ماتن اور شارح نے باقتدای صاحب بحر یہہ تفصیل محیط اور فتاوی قاضیخان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ
اعلم کذا فی المنح ولو احج وہو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزہ لفقد شرطہ اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے حالت صحت میں پہر وہ بعد
فراغت مرنے نائب کے حج سے عاجز ہوگیا اور ہمیشہ عاجز بیمار ہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض میں کافی نہوگا بسبب پائی جانے شرط کے یعنی نائب کے حج کرنیکے
وقت منیب عاجز نتہا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وبشرط الامر بہ ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا
حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ اور جائز ہے نیابت بشرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنیکا تو جائز نہیں
حج فرزند کا باپ کیواسطے بدون اجازت باپ کے مگر جب کہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کراوے اپنے مورث کیطرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائی جانے

جسلد

ولو أمر ذمياً أو مجنوناً لا يصح اور اگر ذمی یا مجنون کو اپنی طرف سے حج کرنیکو امر کیا تو صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے واذا مرض المامور بالحج فی
الطریق لیس له دفع المال الی غیره لیحج ذلك الغیر عن المیت الا اذا اذن له بذلك بان قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز له
ذلك مرض اولا لانه صار وکیلاً مطلقاً اور جب کہ حج کا مامور راہ مین بیمار ہوگیا تو اوسکو جائز نہین غیر کو مال دینا تاکہ وہ شخص غیر میت کیطرف سے حج کرے
مگر اوس صورت مین جب کہ اوسکو غیر کے مال دینے اور حج کرانیکی اجازت دیگئی ہو اسطرح پر کہ اوس سے کہا گیا ہو مال دینے کے وقت کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اب اسکو
غیر سے حج کروانا جائز ہے خواہ وہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اسواسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وہ وکیل مطلق ہوگیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی الطحطاوی خرج
المکلف الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنه انما تجب الوصیة به اذا اخره بعد وجوبه اما لو حج من عامه فلا ایک مرد عاقل بالغ نکلا
حج کیواسطے اور راہ مین مرگیا اور اوسنے اپنی طرف سے حج کرنیکی وصیت کی شارح کہتا ہے وصیت کرنا حج کا اوسوقت واجب ہے جب اوسنے بعد وجوب حج کے
اوسے حج مین تاخیر کی ہو اور اگر اوسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اوسپر حج کی وصیت کرنا واجب نہین فان فسر المال او المکان فالامر علیه
ای علی ما فسره والا فیحج عنه من بلده قیاساً لا استحساناً فلیحفظ اگر میت نے وصیت مین مال یا مکان کی تفصیل کردی ہو کہ اسقدر مال سے یا
یہان سے حج کیا جاوے تو اوسیکے بموجب ہوگا اور اگر مال یا مکان کو اوسنے متعین نکر دیا ہو تو اوسکی طرف سے حج کیا جاوے اوسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر
استحسان کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہین اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہین اور جہان قیاس اور استحسان مجتمع ہو وہان استحسان
مقدم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ اون مواضع سے ہے جہان قیاس مقدم ہے استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کر دیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی قیاس
قول ہے امام کا اور استحسان قول ہے صاحبین کا وجہ قیاس کی یہہ ہے کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہوگیا احکام دنیا کے حق مین اگرچہ آخرت کا ثواب
قائم ہے اسواسطے کہ مسلم کی حدیث مین ثابت ہے کہ جب ابن آدم مرگیا تو اوسکا عمل منقطع ہوگیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہے تو میت کے
وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جب کہ حج نہ حاصل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہوگیا اور وجہ استحسان یہہ ہے کہ قرآن مجید مین ثابت ہے کہ جو اپنے گھر سے نکلے
اللہ اور رسول کیطرف ہجرت کرکے اور راہ مین مرے تو اوسکا ثواب عند اللہ ثابت ہے اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کیواسطے نکلا اور مرگیا تو اوسکو حج کرنیوالیکا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا تو اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر
اوسکا موت سے باطل نہین ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر فلو احج عنه الوصی من غیره لم یصح پھر اگر میت
کیطرف سے وصی حج کرواوے اپنے سوا کسی غیر سے تو صحیح نہین ای وفیه ای بالحج من بلده ثلثه وان لم یکف فمن حیث یبلغ استحساناً میت کے شہر
سے حج کیا جاوے اگر میت کا ثلث مال اوسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے بھیج سکے وہان سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور ولوصی
المیت او وارثه ان یسترد المال من المامور مالم یحرم اور میت کے وصی یا اوسکے وارث کو جائز ہے مال کا پھیر لینا مامور سے جبتک کہ اوسنے احرام
نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا کسیکو جائز نہین ثم ان رده لخیانة منه فنفقة الرجوع من ماله والا فمن مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور
کی خیانت کی جہت سے تو پھر نیکا خرچ مامور کے مال سے ہوگا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب سے نہین تو پھرنیکا خرچ میت کے مال مین ہوگا اوصی بحج فتطوع
عنه رجل لم یجز وان امره المیت لانه لم یحصل مقصوده وهو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنیکی اپنی طرف سے سو ایک
مرد نے اوسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اوسکا مال نہ لیا تو یہہ حج کفایت نکریگا یعنی میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا اگر چہ میت نے اوسکو حج کرنیکا
امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اوسکا مقصود نہ حاصل ہوا یعنی مال خرچنے کا ثواب نملا لکن لو حج عنه ابنه لیرجع فی الترکة جاز ان لم یقل من مالی و
کذا لو احج لا لیرجع کالدین اذا قضاه من مال نفسه لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اوسکے بیٹے نے اوسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے
اس نیت سے کہ ترکہ سے پھر لیگا تو جائز ہے بشرطیکہ باپ نے وصیت مین یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر وارث کسی سے
حج کرواوے اور جائز نہین حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے جیسا کہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو ترکہ سے رجوع کر لینا درست ہے لیکن

قرض ادا کر کے بلا نیت ہو مرجوع بھی جائز ہو بخلاف حج کے اس واسطے کہ عاجز کیطرف سے حج کرنا بدون اوسکے امر کے جائز نہیں اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی
جائز ہو کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن کل من ابویه وقع عنه وضمن النفقة لانه خالفهما ولا یقدر علی جعله عن احدهما لعدم
الاولویة اور جسنے حج کیا دو امر کرنیوالوں کے واسطے یعنی ایک حج میں دو شخصوں کو شریک کیا تو وہ حج مامور کیطرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکے
مال خرچ کیا ہو تو دونوں کے مال کی ضمانت دیگا اس واسطے کہ اوسنے مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت حج مقصود تھا اور مامور قادر نہیں کہ حج کو ایک کیواسطے ٹھہرا
دے بسبب عدم ترجیح کے وینبغی صحة التعیین لو اتفق الاحرام اور لائق یوں ہو کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو مطلق کیا ہو یعنی امر کا ذکر کیا ہو احرام
کے وقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابهمه فان عین احدهما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر امر کو مبہم ذکر کیا یعنی یوں کہا کہ میں
لبیک کہتا ہوں ایک امر کیطرف سے پھر بعد اسکے اگر دو میں سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہو طرفین کے نزدیک کذا فی الظہیریة
بخلاف ما لو اهل بحج عن ابویه او غیرهما من الاجانب حال کونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما
او لهما وفی الحدیث من حج عن ابویه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق مسئلہ کے کہ اگر کسی
شخص نے حج کیا اپنے والدین کیطرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی شخصوں کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون انکی مال کے حج کیا پھر
بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہو اس واسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہو بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کیطرف سے واقع ہوگا تو اسکو اختیار ہو جاتا ہے
ایک کو ثواب دیوے یا ہر دو کو دیوے اور حدیث میں وارد ہو کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے تو اوسنے اپنا حج ادا کیا اور یہ ہوگی اوسکو واسطے زیادتی
دس حج کی اور یہ شخص قیامت میں نیکوں میں مبعوث ہوگا اور جابر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ اور اپنی
ماں کیطرف سے حج کرے تو اوسنے اپنا حج ادا کیا اور اوسکو دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اوسکی طرف سے اور انکو والدین کیطرف سے اور ان دونوں کی روحیں خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک
یہ شخص نیکوکار لکھا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کیطرف سے حج کرے یا انکا قرض
ادا کرے تو قیامت کے دن نیکوں کے ساتھ وہ شخص اوٹھایا جاویگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے ذکر کیا ہو یہ حدیثیں اور شارح نے ذکر کیا تو
نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین میں سے کسی پر فرض حج ہو اور اسکی دو صورتیں ہیں کہ حج کی وصیت اوسنے کی یا نہیں اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے
حج کیا مورث کیطرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اوسنے وصیت نہیں کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی اوسکی طرف
سے حج کیا یا غیر سے کروا دیا تو امام اعظم نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار علی الآمر فی ماله و
لو میتا فمن الثلث وقیل من الکل بترائی فانه لتقصیره منه ضمن وان بآفة سماویة لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہو اوسکے مال میں
اس واسطے کہ آمر نے مامور کو اسمیں پہنسایا تو اوسی پر چہوڑانا بھی لازم ہو اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہو جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمیں میت بھی داخل
ہے کذا فی المنح بعضوں نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے دینا چاہیے اور بعضوں نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہیں پھر اگر حج
فوت ہوگیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام میں ایسا مشغول ہوگیا کہ موسم حج کا گذر گیا وہ مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا سبب
یا سواری کے مرجانے یا کرایہ دار کے بہاگ جانے سے حج فوت ہوگیا تو مامور پر ضمان لازم نہیں کذا فی الکفایہ ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج
الا اذا اذن له الآمر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنیوالے پر واجب ہوتا ہو لیکن جب
آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنیکا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہیں دیا تو قران کرنیسے مامور مخالف آمر
کا قرار دیا جاویگا اور ضامن ہوگا وضمن النفقة ان جامع قبل وقوفه ویعید بمال نفسه وان بعده فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا
اگر اوسنے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے اس واسطے کہ حج فاسد ہوگیا اور دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

جاع کیا تو ضمان نہیں بسبب حصول مقصود کے اسواسطے کہ حج تمام ہو گیا وإن مات المأمور أو سُرق نفقته في الطريق قبل وقوفه يُحج من منزل آمره
بثلث ما بقي من ماله وإن لم يبق فمن حيث يبلغ فإن مات أو سُرق ثانياً يُحج من ثلث الباقي بعدها هكذا إلى أن لا يبقى من ثلثه ما يبلغ الحج
فيبطل الوصية اور اگر مامور راہ میں مرگیا یا اوسکا نفقہ چوری گیا راہ میں قبل وقوف عرفات کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اوسکی تہائی باقی مال سے یعنی باقی
متروکہ میت کے ثلث سے سو اگر ثلث باقی کفایت کرے وطن سے تو جس مکان سے پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مرجاوے یا نفقہ چوری
جاوے تو اوسکے بعد پھر میت کے باقی مال کے ثلث سے حج کیا جاوے تو اسیطرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاویگا یہانتک کہ متروکہ میت سے اتنا نہ باقی رہے جسکے
ثلث سے حج ہو سکے پھر جب بقدر حج باقی نہ رہے تو وصیت حج کی باطل ہو جاویگی یہہ قول ہے امام اعظم کا اور ابو یوسف کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے
نہ باقی متروکہ سے اور محمد کے نزدیک اگر اوس مال سے جو مامور کو دیا کچھہ باقی ہے بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہیں تو وصیت باطل ہے کذا فی فتح القدیر و البحر
قلت وظاهره أنه لا يُحج في تركة المأمور فليراجع شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن یعنی ثلث ما بقی سے حج کروانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے صرف
حج کا پھیر لینا نہ جائز ہو تو اوسکی تصریح کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا میں نے مراجعت کی کتب فقہ کیطرف تو اوسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے
پھیر لینا جائز ہے م لیکن طحطاوی نے کسی کتاب کا نام مذکور نکیا واللہ اعلم لا من حيث مات خلافاً لهما وقولهما استحسان یعنی اگر مامور راہ میں مرجاوے
تو پھر آمر کے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہاں سے جہاں مامور مرگیا بخلاف صاحبین کے اور قول صاحبین کا استحسان ہے اور قول امام کا قیاس ہے لیکن یہاں استحسان
بمقابلہ قیاس کے متروک ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا **فروع** مسائل لحقہ شارح کے تصير مخالفاً بالقران أو التمتع كما مر لا بالتأخير عن السنة الأولى
وإن عُيّنت لأنه للاستعجال لا للتقييد مامور مخالف ہوگا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا نہ مخالف ہوگا سال اول کے تاخیر کرنے سے اگرچہ
آمر نے سال اول کا حج مقرر کر دیا ہو اسواسطے کہ یہہ تعیین جلدی کیواسطے ہے نہ تقیید کے واسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہیں ادای فرض میں لیکن اول سال افضل
ہے کہ شاید نفقہ باقی نرہے کذا فی الطحطاوی والأفضل أن يحج ثم يعود إليه اور افضل یہہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کیطرف پھر آوے اور مکہ میں اقامت نکرے
تاکہ لیوے جائیگی نفقات آمر کو ثواب ملے وعليه رد ما فضل من النفقة وإن شرط له فالشرط باطل إلا أن يوكله بهبة الفضل من نفسه أو يوصي
الميت به لمعين اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ آنے جانے سے زیادہ بچا اوسکو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کرلی ہو تو یہہ
شرط باطل ہے مگر اسطرح فاضل مال کا پھیر دینا درست نہیں کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کر دینے کا وکیل کر دیا ہو یعنی یوں کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اوسکی ہبہ کا میں نے
تجکو وکیل کیا تو اوس مال پر اپنی ذات کیواسطے قبضہ کرلیجیو کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو شخص معین کیواسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اوسکا
کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل مالکو اپنی خوشی مامور کو دیدے پھیر دینا اسواسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہیں ہو گیا حج کروانیکے آنے جانے میں فقط ضروریات
کے صرف کرنے میں اوسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور مالک ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں کذا
فی فتح القدیر ولهذا مامور کو اپنے ساتھہ کسی کو کھلانا اور حمام کی اجرت دینا اور چراغ کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خریدنا اوس مال سے جائز
نہیں إلا باجازت میت یا وارث کذا فی النهر والفتح ولوارثه أن يسترد المال من المأمور ما لم يُحرم اور میت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیر لیوے اوس
سے جبتک اوس نے احرام نہ باندھا ہو وكذا إن أحرم وقد دفع إليه ليحج عنه بلا وصية فأحرم ثم مات الآمر اور اسیطرح اگر احرام باندھا اور
حالانکہ اوسکو مال دیا تہا میت کیطرف سے حج کرنیکو بلا وصیت پھر اوسنے احرام باندھا پھر آمر مرگیا تو اوسکے وارث کو مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے وللوصي
أن يحج بنفسه إلا أن يأمره بالدفع أو يكون وارثاً ولم يجز البقية اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کیطرف سے حج کرے مگر اس صورت میں اوسکو حج کرنا
جائز نہیں کہ میت نے اوسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یوں کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اوسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی القنیة یا وصی وارث ہو اور باقی وارث
اوسکو حج کرنیکو جائز نرکہیں تو بھی اوسکو بذات خود حج کرنا جائز نہیں ولو قال مُنعت وكذبوه لم يُصدّق إلا أن يكون أمراً ظاهراً اور اگر مامور
نے کہا کہ میں حج کرنیسے روکا گیا فلانے عذر سے اور وارثوں نے اوسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نکیجاویگی اور اگر مال خرچ کیا ہوگا تو اوسکو دینا پڑیگا

کرے کہ گو ہی ظاہر دو مرد اور عورت کی مردی کا شاہد ہو تو اسلام میں حاجیوں کا قافلہ اٹھ ہر ا مدت تک مینہ کی جھڑی لگ گئی تو ہمیشہ اوسکی تصدیق ہو گی کذا فی الظہیریہ
ولو قال انحججت وکذبہ صاحبہ بیمینہ الا اذا کان مدیون المیت وقد امر بالانفاق اور اگر مامور نے کہا کہ میں حج کر چکا ہوں میت کیطرف سے اور
وارثوں نے اوسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اوس وقت تصدیق نہوگی جب کہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اوسکو زر میں سے
راہ خرچ دیا ہو اور ماہو ولا تقبل بینتہم انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برھنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور یہ مقبول نہوں گے وارثوں کے گواہ اس
بات پر کہ مامور یوم النحر کو اس شہر میں تھا کیونکہ نفی پر گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثوں کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ وہ قول
ظاہر میں اثبات ہو لیکن فی الحقیقت نفی ہو مگر جب وارث گواہ گذاریں مامور کے اس اقرار پر کہ میں نے حج نہیں کیا تو البتہ گواہی مقبول ہو گی اسواسطے کہ لفظ کا نام
کا ان الفاظ کو اثبات ہو نفی کذا فی الظہیریہ

باب الہدی

هو فی اللغة والشرع ما یھدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ فیہ
یہ باب ہدی کے احکام میں ہدی لغت اور شرع میں اوسکو کہتے ہیں جو حرم محترم میں چوپائی حلال جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اوسکو ذبح کرنے سے حرم میں
حق تعالیٰ کا قرب اور رضامندی حاصل ہو ادناہ شاۃ ہدی کا ادنی رتبہ بکری ہے وھو ابل ابن خمس سنین وبقر ابن سنتین وغنم ابن سنۃ اور
ہدی کی اعلیٰ قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے بیل ہے اور ادنیٰ قسم ایک برس کی بکری یا دنبہ ہو ولا یجب تعریفہ بل یندب فی دم
الشکر اور واجب نہیں ہدی کو عرفات میں لیجانا یا پٹہ گردن میں ڈالنا یا کوہان کی کہال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکرانے کے خون میں مستحب ہے یعنی قران
یعنی تمتع اور نفل کے ہدی میں اشتہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی میں اخفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی النہر ولا یجوز فی
الہدایا الا ما جاز فی الضحایا کالسبع فصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلف اجناسہا اور جائز نہیں ہدی میں مگر جو
جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیوں میں چنانچہ اوسکی تفصیل کتاب الاضحیہ میں آویگی تو صحیح ہو شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصوں کو اونٹ اور گائے
میں جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہوں چنانچہ قران اور تمتع اور جزاء احصار اور جزاء صید وغیرہ لیکن قربت کا
متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی النہر وتجوز الشاۃ فی الحج فی کل شیء الا فی طواف الرکن جنبا او حائضا او وطئ بعد الوقوف قبل الحلق کامر
اور جائز ہے بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شی میں مگر طواف الزیارت کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں کرنے سے اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے
وطی کرنے میں بکری کافی نہیں بلکہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا یہاں واجب ہے چنانچہ باب الجنایات میں مذکور ہو چکا ویجوز اکلہ بل یندب کالاضحیۃ
من ہدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کہانا ہدی کا بلکہ قربانی کی مانند مستحب ہے
کہانا نفل کے ہدی کا جب کہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کہانا جائز ہے فقط اور سوائے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو
اگر کہا دیگا تو بقدر کہانے کے قیمت دینا لازم ہوگا ثم اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم تک پہنچنے کے ذبح کیا تو اوسکا کہانا جائز نہیں کہ وہ صدقہ ہی ہے نہیں
تو اوسکا کہانا بھی جائز نہیں کذا فی النہر ویتعین یوم النحر ای وقتہ وھو الایام الثلاثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلو ذبح قبلہ لم یجز بل بعدہ
وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کے ذبح کرنیکے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ یوم کا یہاں مطلق وقت کے معنی میں ہے تو تینوں اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ
تین روز ہیں یعنی دسوین گیارہوین بارہوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر کے بالاجماع جائز نہیں بلکہ بعد بارہوین کے البتہ کافی
ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اوسپر دوسرا خون واجب ہوا امام کے نزدیک صاحبین کے نزدیک اور سوائے تمتع اور قران کے
جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر میں مخصوص نہیں کذا فی الظہیریہ ویتعین الحرم لا منی للکل لا الفقیر لکنہ افضل
اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنیکے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہیں بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کو اسواسطے مخصوص
نہیں بنا بر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے ویتصدق بجلالہ وخطامہ ای زمامہ اور ہدی کی جہول اور نکیل کو خیرات کر دے اسواسطے کہ
صحاح ستہ میں علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹوں کے گوشت اور جہولوں اور کہالوں کے تصدق کرنیکا محتاجوں

ہے اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اسمیں سے نہ دیجاوے کذا فی الفتح ولم یُعطِ اجر الجزار ای الذابح منه فان اعطاه ضمن اما لو تصدق علیه جاز اور
قصاب کی مزدوری ہدی کے گوشت وغیرہ سے نہ دیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطور صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہے ولا یرکبه بلا
ضرورة اور نہ سوار ہووے ہدی پر بلا ضرورت ہم صحیحین میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہو لے ہدی پر
تو مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ اس شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو
ہدی پر دستور کے موافق جس وقت کہ تجکو حاجت ہو تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہیں کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی رکوبه ضمن ما انتقص برکوبه
وحمل متاعه وتصدق به علی الفقراء شرنبلالیه فان اطعم منه غنیا ضمن قیمته مبسوط پھر اگر مضطر ہو سواری کیطرف تو نقصان جو کچھ کہ
نقصان ہوا ہو ہدی میں سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو فقیروں پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان میں سے مالدار کو کھانا
دیگا تو جتنا مالدار کو دیا اوسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی المبسوط ولا یحلبه وینضح ضرعه بالماء البارد لو المذبح قریبا والا حلبه
وتصدق به اور ہدی کا دودھ نہ دوہے اور اوسکے تھن کو ٹھنڈے پانیکا چھینٹا مارے تاکہ دودھ کا ٹپکنا بند ہو جاوے بشرطیکہ ذبح کرنیکا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو
دودھ کو دوہے تاکہ جانور کو تھنوں کے تناؤ سے تکلیف نہو اور اوس دودھ کو خیرات کر دیوے ویقیم بدل ھدی واجب عطب او تعیب بما یمنع الاضحیة
وصنع بالمعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اوس ہدی واجب کے جو ہلاک ہو گئی یا اوسمیں ایسا عیب ہو گیا جو قربانی کا مانع ہے یعنی لنگڑی ہو گئی یا
اندھی اور جب بدلا دیا تو عیبدار کو جو چاہے سو کرے خواہ بیچ ڈالے خواہ ذبح کرکے کھا جاوے ولو کان المعیب تطوعا نحره وصبغ قلادته بدمها وضرب به صفحة
سنامه لیعلم انه ھدی للفقراء ولا یطعم منه غنیا لعدم بلوغه محله اور اگر نفل کے ہدی میں عیب ہو گیا ہو یا قریب الہلاک ہو تو اوسکو نحر کرے
اور اوسکا پٹہ اوسکے خون میں رنگین کرے اور اوسکو کوہان کی ایک جانب پر رکھدے اور اس فعل سے غرض یہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجوں کیواسطے ہے
اور اسمیں سے غنی کو نہ دے کھانیکے واسطے اسلئے کہ وہ ہنوز حرم کو نہیں پہنچی کہ مالداروں کو اوسکا کھانا جائز ہو صحیح مسلم اور مسند احمد میں قبیصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم اوسکے ساتھ ہدی کو کھینچا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اوسکو نحر کرنا اور نعل کو اوسکی خون میں ڈبونا اور اوسکی
ایک جانب کو رکھدینا اور تو اوسمیں سے نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلد بدنة التطوع ومنه النذر والمتعة
والقران فقط لان الاشتهار بالعبادة الیق والستر بغیرها احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالنا چاہیے
اور نفل میں نذر کے ہدی بھی داخل ہے اسواسطے کہ مشہور کرنا عبادت کے ساتھ لائق تر ہے اور غیر عبادات میں یعنی جنایات وغیرہ میں چھپانا بہتر اور لائق تر ہے شہدوا
بعد الوقوف بوقوفهم بعد وقته لا تقبل شهادتهم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشهود للحرج الشدید اگر گواہوں نے گواہی دی بعد
وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیوں کا وقوف بعد اوسکے وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نہوا بلکہ دسویں تاریخ واقع ہوا تو اونکی گواہی مقبول نہوگی اور وقوف
حاجیوں کا صحیح ہے بنا بر استحسان کے یہانتک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہے بسبب حرج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ اکثر ہو جاتا ہے کہ اوس سے بچنا ممکن
نہیں تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنیکے تو سخت حرج پیش آویگا اور حالانکہ غنی مطلق نے دین میں سے حرج کو نفی کر ڈالا ہے
قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسیطرف اشارہ ہے اوس حدیث میں کہ حضرت نے فرمایا تمہارا صوم اوسی دن ہے جسمیں تم روزہ
رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا بھی دن ہے جسمیں تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمہارا وہی دن ہے جسدن تم عرفات میں ہوتے ہو اور قربانیکا دن وہ ہے جسدن
تم قربانی کرتے ہو یعنی وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہے جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رای سے عرفہ کا دن جانتے ہیں اور اوسمیں وقوف کرتے
ہیں اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوئی تو اوسکی سماعت میں کچھ فائدہ نہیں تو حاکم کو لازم ہے کہ اوسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی سماعت مشہور ہو جاویگی
تمام اہل موقف میں تو قیل وقال زیادہ ہوگا اور فتنہ برانگیختہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے شک واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں ہوا محنت کدر ہو جائیگی کس
محنت اور مشقت سے قطع منازل بعیدہ کرکے اور خطیر اوٹھا کر وہاں پہنچے ہیں لہذا جب گواہ گواہی کیواسطے آویں تو حاکم اون سے کہے کہ تم ہٹ جاؤ تم تمہارا

گواہی نہین سُنتے لوگون کا حج پورا ہوگیا کذا فی فتح القدیر وقبلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن التدارک لیلا کامر الذہم والا لا اور قبل وقوف
عرفات کے گواہی مقبول ہوگی یعنی اگر گواہون نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی اٹھوین تاریخ مین لوگون نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم اونکی گواہی قبول کریگا
بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو اکثر لوگون کے ساتھہ اور اگر تدارک نہو سکے تو گواہی مقبول نہین ہم اگر اٹھوین تاریخ گواہون نے گواہی
دی کہ یہہ دن عرفہ کا ہی تو غور کرنا چاہئے اگر امام کو سب لوگون کے ساتھہ یا اکثر لوگون کے ساتھہ وقوف عرفات ممکن ہی تو گواہی مقبول ہوگی قیاس مین بھی
اور استحسان مین بھی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی ہنوز قدرت حاصل ہی تو اگر اوسدن دوپہر ڈھلے وقوف نہوگا تو اونکا حج فوت ہوگا اور اگر بات کو
امام کل یا اکثر لوگون کے ساتھہ وقوف کرسکے تو بھی گواہی مقبول ہوگی لیکن استحسان مین نہ قیاس مین اور اگر رات کو بھی اکثر لوگون کے ساتھہ وقوف
نہوسکے تو گواہی مقبول ہوگی اور امام اونکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کرین کذا فی المنح وغیرہ ولو رمی فی الیوم الثانی
الوسطی والثالثۃ ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل بالترتیب حسن وان قضی الاولیٰ جاز لسنیۃ اوالثالث اوالرابع
الترتیب ایک شخص نے ذی الحجہ کی گیارہوین یا بارہوین یا تیرہوین تاریخ جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرۂ اولیٰ کی رمی نکی تو قضا کے وقت اگر
جمرات ثلثہ کی بترتیب رمی کی تو خوب ہے اور اگر فقط جمرۂ اولیٰ کی رمی کی قضا کی اور جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی نکی تو جائز ہے اسواسطے کہ رمی جمرات کی
ترتیب مسنون ہی نہ واجب اسواسطے کہ ہر جمرہ قربت مستقلہ ہی ایک دوسرے کا تابع نہین کذا فی المنح نذر المکلف حجا ماشیا مشے من منزلہ وجوبا فی
الاصح حتی یطوف الفرض کا نتہاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل تو پیادہ چلے اپنے گھر سے بنابر صحیح ہے کہ قول اصح مین بیان کیا کہ
طواف الزیارۃ سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ کے سب ارکان حج آخر ہوگئے ولو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم وفی اقلہ بحسابہ اور اگر پیدل
حج کا نذر کرکے تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہوگا تو اوسپر دم کرنا لازم ہوگا اور کمتر راہ کی سواری مین موافق اوسکے تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم راہ
سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہی تو نصف قیمت خیرات کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد
المدینۃ او غیرہما لا شئ علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا بیت المقدس یا اور مساجد کیطرف پیدل جانیکی تو اوسپر کچھ واجب
نہین اور یہی حکم ہی شہر حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استانہ کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مزدلفہ اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام
نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہین کذا فی الطحطاوی اشتری محرمۃ ولو بالاذن لہ ان یحللہا بلا کراہۃ لعدم خلف وعدہ بقص
شعرہا او قلم ظفرہا او مس طیب ثم یجامع وہو اولی من التحلیل بجماع ایک شخص نے خریدا محرمہ لونڈی کو اگرچہ اوس نے بائع کے اذن سے احرام
باندہا ہو تو مشتری کو جائز ہی لونڈی کو احرام سے خارج کرنا اوسکا بال کترکر یا ناخن کاٹ کے یا خوشبو لگاکر پھر بعد اسی تحلیل کے قربت کرے یہی اولیٰ ہی جماع کر کے تحلیل
کرنے سے بلحاظ تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہی کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدہ نہین اسواسطے کہ اوسنے بائع کے اذن سے
احرام باندہا تھا نہ مشتری کے اذن سے وکذا لو نکح محرمۃ بنفل بخلاف الفرض ان لہا محرم والا فہی محصرۃ فلا تحل الا بالہدی
اور اسیطرح اگر نکاح کیا ایک عورت سے جو نفل حج کا احرام باندہی تھی تو زوج کو اوسکی تحلیل جائز ہی بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھہ اوسکا کوئی
محرم ہو اور اوس سے نکاح کیا ہو تو زوج کو اوسکی تحلیل کا اختیار نہین اور حج کے جانیسے اوسکو روک بھی نہین سکتا در صورت اجتماع شرائط اور اگر اوسکا
محرم اوسکے ساتھہ نہو تو وہ محصرہ ہی یعنی شرعا روکی ہوئی ہی بدون محرم یا زوج کے حج کو نہین جاسکتی اور زوج پر واجب نہین کہ اوسکے ساتھہ سفر
مین جائے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اوسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہوگی بدون ہدی بھیجنے کے اور بعد ہدی بھیجنے کے فورا تحلیل جائز ہی ذبح
ہدی پر موقوف نہین کذا فی الفتح والمنح ولو اذن لامراتہ بنفل لیس لہ الرجوع فیہ لملکہا منافعہا وکذا المکاتبۃ بخلاف الامۃ اذا
اذن لامتہ فلیس لزوجہا منعہا اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو نفل حج کی تو اوسکو اوس سے پھرنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت اپنے
منافع کی مالک ہی اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہی بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھر جانا درست ہی اسواسطے کہ اوسکے منافع کا

مملوک میں مگر جب کہ مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو لونڈی کے زوج کو اوسکا روکنا جائز نہیں **۶۰۹** مسائل متفرقہ شارح نے تحج الغنے افضل من حج
الفقیر بالدار کا حج افضل ہے محتاج کے حج سے اسواسطے کہ محتاج پر حج فرض نہیں مگر بعد پہنچنے مکہ کے اور گھر سے وہان تک جانا اوسپر فرض نہیں بلکہ نفل ہے اور بالدار
کو گھر سے فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہے فضیلت نفل سے اور اگر دونو کا نفل حج ہے تو افضلیت نہیں کذا فی الطحطاوی تحج الفرض اولی
من طاعة الوالدین بخلاف النفل فرض حج بہتر ہے ماں باپ کی فرمان برداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہیں خالق کی معصیت میں بخلاف نفل
حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہے نفل حج سے علی الخصوص کہ والدین اسکی خدمت کے محتاج ہوں بناء الرباط افضل من حج النفل بنانا
اور سنا فرخانہ کا افضل ہے نفل حج سے اسواسطے کہ اسکی منفعت عام ہے اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اوسیکو خاص ہے واختلف فی الصدقة و رجح البزازیة
افضلیة الحج لمشقة فی المال والبدن جمیعا قال وبه افتی ابوحنیفة حین حج وعرف المشقة اور اختلاف ہے علما میں کہ خیرات افضل ہے
یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ میں ترجیح دی ہے حج کے افضل ہونیکو اسواسطے کہ حج میں مال اور بدن دونو پر مشقت اور محنت ہے اور خیرات میں فقط مال کا صرف
ہے نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف نے اور اسیکا فتوی دیا امام ابوحنیفہ نے جب حج کیا اور اوسکی مشقت کو سمجھا انتہی فتاوی بزازیہ میں یوں بیان ہے کہ امام صاحب
سے مروی ہے کہ صدقہ افضل ہے نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا اور مشقت کو دریافت کیا تو اوسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امام کی یہ ہے کہ نفل حج
کرے اور ہزار صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجوں کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہے اور یہ مراد نہیں کہ حج بدون خیرات کے افضل ہے فی سبیل الله ہزار
درم کے دینے سے اور چونکہ حج میں مال اور بدن دونوں پر مشقت ہے لہذا حج افضل ہے خیرات سے قول مختار یہی ہے انتہی کلامہ لوقفة الجمعة مزیة سبعین
حجة ویغفر فیها لکل فرد بلا واسطة جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہے ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہے اوسمین ہر شخص کی بلا واسطہ یعنی جب جمعہ کے دن عرفہ
ہو تو اوسکی بیحد فضیلت ہے اور اسیکو عوام حج اکبر کہتے ہیں اور اگر عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اوسمین مغفرت بلا واسطہ ہے یا یہ عوام مومنین کی مغفرت بواسطہ
صالحین کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوة ویذهب لعرفة للحرج تنگ ہوا نماز عشا اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنی دسویں رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی ہے کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہے اور اگر وقوف عرفات کرتا ہے تو عشا کا وقت جاتا ہے تو یہاں وقوف عرفات مقدم ہے اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا چونکہ
معلوم نہیں کہ باقی رہے دوسرے سال تک یا نہ رہے پھر آنیکا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اوسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہے هل الحج یکفر الکبائر قیل نعم
کحربی اسلم کیا حج مٹا ڈالتا ہے کبیرہ گناہوں کو بعض علما نے کہا کہ ہاں حج کبیرہ گناہوں کو مٹا ڈالتا ہے اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہوں جیسے کافر
حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہیں یعنی اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسی کا مال چھین کر دار الحرب میں چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اوسپر خون
اور مال کا مواخذہ نہیں دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول خدا صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گرا دیتا ہے اگلے گناہوں کو اور ہجرت گرا دیتی
ہے اگلے گناہوں کو اور حج گرا دیتا ہے اگلے گناہوں کو وقیل غیر المتعلقة بالآدمی کذمی اسلم اور بعض علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہے اون کبیرہ گناہوں کو
جو آدمی سے متعلق نہیں یعنی حقوق الله معاف ہو جاتے ہیں نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے مسلمان ہونے سے ترک صوم و صلوة کا مواخذہ نہیں لیکن قتل اور
غصب کا مواخذہ ہے وقال عیاض اجمع اهل السنة ان الکبائر لا یکفرها الا التوبة اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع
ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہوں کو سوا توبہ کے کوئی عمل صالح نہیں مٹاتا یعنی جو کبائر کہ منجملہ حقوق الله ہیں مانند زنا اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف
نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا لله تعالی کدین صلوة وزکوة نعم اثم المطل وتاخیر الصلوة ونحوها یسقط
وهذا معنی التکفیر علی القول به اور کوئی قائل نہیں سقوط دین واجب الادا کا اگرچہ وہ حق الله ہو جیسے صلوة اور زکوة کا قرض ہاں یہ البتہ ہے
کہ ادا کرنے میں دیر لگانیکا گناہ اور تاخیر صلوة اور اسیطرح تاخیر زکوة اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے حج کرنے سے اور یہی مطلب ہے حج کے تکفیر
سیئات ہونیکا بموجب اوس قول کے جو حج کو واجب علی الفور کہتے ہیں **تمم** خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہے نہ قطعی اسواسطے کہ حج میں تکفیر کبائر کی منجملہ

حقوق اللہ سے بالیقین ثابت نہیں ہو جاتی حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ و حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہوجئے تو بھی اسکا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھ
رہے ہیں کہ حج سے لوگوں کا قرض وام ساقط ہو جاتا ہے اور اسیطرح صلوٰۃ اور صوم اور زکوٰۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہے بلکہ یہہ مطلب ہے کہ ادای حقوق کی تاخیر کا
گناہ ساقط ہو جاتا ہے بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں انکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی المنح من النحر و حدیث ابن ماجۃ
انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا
مقبول ہوئی یہانتک کہ خون ریزین اور مظالم میں بھی بروایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یون ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت
کی مغفرت کیواسطی عرفات میں دعا کی سو اوس مظالم کے اور گناہوں کی مغفرت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ میں مظلوم کیواسطے مواخذہ کرونگا حضرت نے عرض کیا کہ
اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اوسدن دعا قبول ہوئی پھر حضرت نے صبح کو مزدلفہ میں وہی دعا کی سو جو حضرت مانگتے تھے
اوسکی اجابت ہوئی علماء حدیث نے کہا کہ یہہ حدیث ضعیف ہے اسواسطے کہ عباس بن مرداس اسکا راوی منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے گو یہہ حدیث ضعیف
ہے لیکن اسکی شواہد احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں از انجملہ چند احادیث مذکور ہوتی ہیں حافظ منذری نے کہا عبد اللہ بن مبارک نے روایت کی سفیان ثوری سے اور
اونہوں نے زبیر بن عدی سے اور اونہوں نے انس بن مالک سے کہا انس نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب
غروب ہو حضرت نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں کو خاموش کر سو بلال نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے
اور میرے رب کا مجھکو سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ عز وجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اونکی تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب کھڑے ہوئے
اور کہا یا رسول اللہ یہہ ہم لوگوں کو مخصوص ہے حضرت نے فرمایا تمہارے واسطے ہے اور جو لوگ کہ تمہارے بعد آوینگے قیامت تک انکے واسطے
بھی تو عمر بن خطاب نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہے اور امام مالک کی موطا میں طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی
دن مجھ سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غصہ ناک شیطان نہیں ہوتا ہے عرفہ کے دن سے اسکا سبب کچھ نہیں مگر یہہ کہ وہ دیکھتا ہے نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو
کذا فی فتح القدیر اور صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہے کہ جسنے حج کیا سو جو فحش کی طرف مخاطب نہوا اور گناہوں سے بچا تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے
جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر
کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونوں کی مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور صاحب بحر
محمول کیا اقرب بدلیل ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی سے اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے
اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن وہ ہے
کہ حق تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر انکے گناہ مانند
شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا مانند سمندر کے کف کی برابر ہوں تو بھی میں بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور ہو کر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور رسالۃ الحجت
کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہے اوسمیں مذکور ہے کہ حج اگلے صغیرہ گناہوں کو جو منجملہ حقوق اللہ ہیں بالاتفاق قطعا ہدم کر دیتا ہے اور کبائر
متعلقہ حق اللہ اور مطلقا مظالم میں اختلاف ہے بعضے قائل ہیں کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حاکم
علی الاطلاق ہیں تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو صراحۃ مذکور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج میں اور
جمہور اہل سنت کے قول میں کچھ منافات نہیں اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدۂ مغفرت پر محمول ہیں در صورت مشیت حق تعالیٰ اور لوگوں کی مغفرت مظالم مراد ہے
جسکا حج مقبول ہے چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اوسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اسطرح کہ حق تعالیٰ اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا
کہ وہ راضی ہو جاوینگے واللہ اعلم مثل دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء لنفسہ او غیرہ مستحب ہے اہل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ نہ
ہو اسکو تکلیف اور ہجوم میں تکلیف نہو تا قلیل الرجوع ہو ازراہ رجائیر اسکو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور جب

بن عمر جب داخل ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈال کر سیدھے چلے جاتے تھے یہان تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہان نماز پڑھتے تھے
اور لائق ہے کہ جتنا ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہان با ادب رہے اور بائین رخسارہ اوس دیوار پر رکھے جس پر حضرت نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالی سے مغفرت مانگے اور حمد
الہی بجالاوے پھر چارون کونونکی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکہ کو چھت کیطرف نہ اوٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہے کذا
فی النہر صحیحین مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فتح مکہ مین حضرت بیت اللہ مین داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ نے اندر سے دروازہ بند
کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبد اللہ بن عمر نے کہا مین سب سے پہلے وہان پہنچا تو بلال کو دروازہ پر پایا مین نے پوچھا کہ حضرت نے کہان نماز پڑھی بلال نے کہا
دو نو مقدم ستونون کے اندر اور دوسری روایت یون ہے کہ اوس وقت بیت اللہ مین چھہ ستون تھے سو حضرت نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائین
طرف اور دو ستونونکو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ مین مذکور ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کہ حضرت نے کہان نماز پڑھی
کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح سفر السعادۃ وما یقولہ العوام من العروۃ الوثقی والمسمار الذی فی وسط البیت انہ سرۃ
الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہان کے حلقہ کو عروۃ الوثقی کہتے ہین اور اوس کیل کو جو کعبے کے درمیان مین ہے ناف دنیا کہتے ہین سو اسکی اصل نہین ہے ولا یجوز
شراء الکسوۃ من بنی شیبۃ بل من الامام او نائبہ اور جائز نہین خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جنکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ بادشاہ یا اوسکے
نائب سے خرید کرنا جائز ہے اور بالفعل یون واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ نیا بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ
کو اوسکا اختیار ہے اور ہمارے علماء نے اسواسطے اوسکی بیع سے منع کیا تھا وہ بیت المال کا مال ہے اور بلا شبہہ بیت المال مین بادشاہ کا تصرف ہے پھر جب
بادشاہ نے کسیکو دیڈالا تو اوس سے خرید کرنا جائز ہے اور اسی قول کو امام نووی شافعی نے شرح مہذب مین پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے
کہ غلاف کو مصارف بیت المال مین صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو
بدلتے تھے اور پرانا حاجیون کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اوسمین تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولہ لبسہا
ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے اوسکو پہننا جائز ہے جنابت اور حیض کیحالت مین بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ ولو قتل فی
البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم مین مگر اوسوقت بدلا لینا جائز ہے جب کسی نے حرم مین خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا
تو اوسکا قصاص اندر نہوگا امام اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم مین جا چھپا تو اوسکا قصاص حرم مین نہوگا بلکہ خرید فروخت اوس سے نہو کیجاوے
اور کھانا اوسکو نہ دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان سے نہ مارا بلکہ آنکہ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹا تو اوسکا
بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین کا اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حرم مین قصاص لینا ہر طرح درست ہے اور امام کے نزدیک
سارق کا ہاتھ حرم مین نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین کے اور اگر کافر حربی حرم مین داخل ہو تو اوس سے تعرض کرنا نچاہیے بلکہ اوسکا کھانا اور پانی بند
کرنا چاہیے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور
غسل کرنا مکروہ نہین اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریان اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل مین لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو
اور تخریب عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہین لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ
عندنا مدینہ کیواسطے حرم نہین ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ مین شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ مین حرام نہین اور اگر مدینہ کا حرم
مکہ کی مانند ہوتا تو بدون احرام باندہے وہان کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت سے اور اصحاب سے احرام باندہنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہین باقی تفصیل
اس مسئلہ کی کتب مبسوطہ مین ہے واللہ اعلم ومکۃ افضل منہا علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقا
حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی اور مکہ معظمہ افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات کے اعضا شریفہ مقدسہ سے ملی ہوئی
ہے قاضی عیاض نے اجماع نقل کیا ہے کہ موضع قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی

سے بھی افضل ہو امام اعظم اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کعبہ افضل ہو مدینہ سے اور امام مالک کے نزدیک مدینہ افضل ہو کذا فی الفتح و زیارۃ قبرہ الشریف
مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعض علما نے اسکو واجب کہا ہو جسکو مقدور اور طاقت ہو انشاء اللہ
تعالیٰ عنقریب طریق زیارت کا بتفصیل تمام خاتمہ حج میں مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبدأ بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا ما لم یمر بہ
علیہ الصلوۃ والسلام فیبدأ بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبر ان الصلوۃ فیہ خیر من الف صلوۃ
فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا نیۃ القربۃ اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اوسمین مختار ہے چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن
افضل حج میں اختیار اوس وقت تک ہے جب تک مدینہ میں ہو کر نہیں نکلا اور اگر تو کیہ اسطرح مدینہ میں ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف
کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اوسکی ایک نماز ہزار
نماز سے افضل ہو اوسکی غیر مسجدین سوای مسجد الحرام کے اور اسیطرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اوسکا ثواب سوای مسجد الحرام کے اور
مساجد سے زیادہ تر ہو اور مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں عبداللہ بن زبیر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری
اس مسجد میں اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سوا مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام میں افضل ہو اوسکی سو نمازوں سے یعنی مسجد مدینہ سے ابن ہمام نے
فتح القدیر میں لکھا کہ سب فقیہ کے نزدیک بہتر یہ ہو کہ سفر مدینہ میں فقط قبر شریف کی زیارت کیواسطے نیت کرنا کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسکو
مقتضی ہے اور تا کہ اوس حدیث وارد ہوئی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوای میری زیارت کی اوسکا میں شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ
المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہیں رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اوس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین
شریفین کا ہم مجاورہ مکہ معظمہ میں اختلاف ہے علما کا بعض شافعیہ نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہے
صاحبین کا اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ انسان کی خاصیت عادت یہہ ہے کہ معیشت میں خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل
اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہے اور کثرت مشاہدات سے جیسے تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہیں رہتی خانہ کا اور یہہ بھی ہے کہ انسان خطا سے محفوظ نہیں اور
حرم میں تضاعف معاصی کا خوف ہے چنانچہ ابن مسعود سے مروی ہے اگر یہہ روایت صحیح ہو والا اسمین تو شک نہیں کہ وقوع معاصی حرم میں زیادہ تر قبیح
اور خوفناک تر ہے ولہذا عبداللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر میں پچاس گناہ طائف میں کروں تو بہتر ہے نزدیک
محبوب تر ہے مکہ میں ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ کسی شہر میں سوای مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے
فرمایا ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی جو حرم میں کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اوسکو عذاب دردناک چکھاوینگے اور
عمر فاروق سے روایت ہے کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ میں ہو جاوے تو وہ غالب تر ہے اور شہر کے ستر گناہوں سے الا لطیفہ خاص بندہ اللہ کے جو کشاکش مقتضی
طبیعت انسانی سے پاک ہیں وہ اہل ہیں اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب ہو بلکہ ابن ماجہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ میں رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اوسکو واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور
حق تعالیٰ ہر دن میں ایک گردن آزاد کرنیکا اور ہر رات میں ایک گردن آزاد کرنیکا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینیکا ثواب ہوگا اور
ہر چند مدینہ میں تضاعف سیئات کا خوف نہیں لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہے کہ وہ مخالف ہے احترام اور توقیر کے تو وہاں کی مجاورت کراہت
سے خالی نہیں مگر اہل صبر اور اہل ادب کیواسطے وہاں کا رہنا اور وہاں کا مرنا عمدہ وسیلہ ہے نجات کا صحیح مسلم میں حدیث مرقوم ہے کہ جو تکلیف اور
شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت میں سے ہو گا میں اوسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہاں مرے کہ میں مقرر شفاعت کرونگا وہاں کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور مناسک
ملا علی قاری میں ہے کہ امام ابو حنیفہ اور جماعۃ محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور حرقت قلب سمجھنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہیں اور ابو یوسف

او رمحمد کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگوں کا عمل ہو کذا فی المنح **خاتمہ** مشتمل ہے دو فصل پر **فصل اول**
کیفیت حج مصطفوی میں مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید شوق مشتاقین کا ہو
چونکہ کتب حدیث میں مثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتداء سفر حج سے آخر تک نہیں لہذا اوسکا ترجمہ کرنا
اندک اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد میں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ امام محمد باقر نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے حج کرنیکا طریقہ بتلاؤ تو جابر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہیں کیا پھر دسویں برس اعلام کیا اپنے حج کرنیکا تو بہت لوگ مدینہ
میں آئے ہر شخص چاہتا تھا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپکے عمل کی مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپ کے
ساتھ نکلے یہانتک کہ ذو الحلیفہ میں پہنچے تو وہاں اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسماء نے حضرت کے پاس کسیکو بھیجا کہ اب میں کیا کروں
فرمایا کہ غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ پھر حضرت نے مسجد میں احرام کی نماز پڑھی پھر اوس اونٹنی پر سوار ہوئے جسکا قصوا نام تھا یہانتک
کہ اونٹنی حضرت کو لیکر کھڑی ہو گئی بیدا میں جابر نے کہا کہ میں نے جو اپنے آگے منتہاے نظر تک دیکھا تو سوار اور پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور
بائیں طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تھے اور اونپر قرآن اوترتا تھا اور وہ اوسکے مقصود کو جانتے
تھے سو جو کچھ حضرت نے عمل کیا ہمنے بھی اوسی پر عمل کیا سو حضرت نے توحید کو پکار کے اسطرح فرمایا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ
لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اور لوگوں نے بھی اسیطرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت نے انہیں لوگوں پر کچھ
رد اور انکار نکیا اور حضرت نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر نے کہا کہ حج کے سوا ہمکو کچھ نیت نتھی ہم عمرہ کو نجانتے تھے یعنی اشہر حج میں عمرہ کرنا معروف نتھا
یہانتک کہ ہم حضرت کے ساتھ بیت اللہ میں پہنچے تو حضرت نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چوما پھر تین بار رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنی طواف
میں پھر حضرت مقام ابراہیم کے پاس آئے سو یہ آیت پڑھی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان
لیکے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرأت سے پھر حضرت بیت اللہ کیطرف پھر گئے اور حجر الاسود کا استلام
کیا پھر دروازہ سے صفا کیطرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ پڑھا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ہم بھی اوسی سے ابتدا کرتے ہیں
جس سے اللہ نے ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اوسپر چڑھ گئے یہانتک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَ
نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ پھر ان اذکار کے بیچ میں دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا پھر اوترے مروہ کی طرف تا اینکہ آپکے قدم نیچے آگئے تو بیچ
نالہ کے اندر رمل کیا یہانتک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہانتک کہ مروہ پر پہنچے تو مروہ پر اوسکی مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہانتک کہ آخر طواف مروہ
پر ہوا فرمایا کہ اگر مجھکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو میں ہدی کو نہ ہانک لاتا اور اس عبادت کو میں عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگوں میں سے
جسکے ساتھ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اوسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور جنکے ساتھ ہدی
تھی وہ محرم رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ عمرہ کرنا اشہر حج میں اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے تو دونوں ہاتھ کی
انگلیوں کو کھینچا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج میں اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابر نے کہا اور علی
یمن سے آنحضرت کے ہدی کے اونٹ لیکر آئے تو پایا فاطمہ زہرا کو کہ احرام نہیں باندھے ہیں اور رنگین کپڑے پہنے ہیں اور سرمہ لگایا ہے تو علی مرتضی
ناخوش ہوئے اونپر اور کہا کس نے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر نے کہا کہ علی مرتضی عراق کے ملک میں
کہتے تھے میں گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کرواتے کو بسبب اوس امر کے جو اونہوں نے کیا تھا اور حضرت کی اجازت کو
دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا نے مذکور کی ہو میں نے کہا کہ میں اونپر ناخوش ہوا تھا سو اونہوں نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو حضرت نے

سیدھے کیا حضرت نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰ نے کہا میں یوں کہا تھا کہ الٰہی میں نیت کرتا ہوں اسکی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی
حضرت نے فرمایا کہ میرے ساتھ قربانی ہے سو تو حلال نہ ہو جابر نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰ یمن سے لائے تھے اور جو حضرت کے ساتھ تھی سب سو تھی پس سب لوگ
سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ ہوئی منیٰ کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت سوار ہوئے اور منیٰ میں جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح
کی نماز پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت کے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ میں کھڑا کیا گیا پھر حضرت روانہ ہوئے اور نہ شک تھا قریش کو کہ حضرت
وقوف کرینگے مزدلفہ میں مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر میں قریش وہاں وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت وہاں سے بڑھ چلے گئے یہانتک کہ عرفات میں پہنچے
تو خیمہ کو استادہ پایا نمرہ میں سو اوس میں اترے یہانتک کہ آفتاب ڈھلا پھر بموجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا پھر حضرت سوار ہوئے یہانتک کہ
نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگوں کے واسطے سو فرمایا کہ تمہاری خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جیسے کہ تمہارا دن اس تمہارے شہر میں اس مہینے
میں حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پاؤں کے نیچے ڈالی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیاں دبائی گئیں یعنی اونکا دعویٰ
کرنا اب جائز نہیں اور پہلا خون جو میں دباتا ہوں اپنے خاندان کے خونوں سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہے جو شیرخوار تھا بنی سعد میں جسکو
ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبایا گیا اور پہلا بیاج جسکو میں دباتا ہوں اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہے سو وہ سب کا سب
دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتوں کے مقدمہ میں تم نے اونکو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور اونکی شرمگاہوں کو حلال کرلیا ہے تم نے اللہ کے کلمہ یعنی حکم سے
اور تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ تمہارے بستروں کو نہ روندوائیں اوس شخص سے جسکو تم نہیں پسند کرتے یعنی زنا کریں اور غیر کو اندر آنے دیں سو
اگر ایسا کریں تو اونکو مارو ایسی مار جو سخت اور دردناک نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی
ہے کہ تم کبھی گمراہ نہ ہوگے بعد اسکے اگر تم اوسکو مضبوط پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے سوال کیا جاویگا میری پیغام رسانی کا سو تم کیا کہوگے
لوگوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیغام ادا کیا اور خیرخواہی کی پھر حضرت نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور
لوگوں کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر بلال نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی پھر حضرت نے ظہر کی
نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت نے عصر کی نماز پڑھی اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کچھ نماز نہیں پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھ
نہ پڑھے پھر حضرت قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہانتک کہ موقف میں یعنی ٹھہرنے کے مقام میں آئے سو اپنی اونٹنی قصوا کا پیٹ پتھروں کی طرف کیا اور حبل المشاۃ
اپنے سامنے کیا پھر حضرت قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر وقوف میں رہے یہانتک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہانتک کہ
گردہ آفتاب کا غائب ہو گیا اور سوار ہوئے اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی
رسی حضرت تانے ہوئے تھے یہانتک کہ اوسکا سر کجاوے کو لگ جاتا تھا اور حضرت داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے
لوگو آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکوکاری نہیں اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جائے
یہانتک کہ مزدلفہ میں پہنچے تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان میں نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہانتک
کہ فجر نمودار ہوئی پھر نماز فجر کی پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت قصوا پر سوار ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام میں آئے
اور اوسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوکے حق تعالیٰ کی تحمید و تکبیر اور توحید کہتے فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس کو پیچھے بٹھلایا یہان تک کہ محسر میں آئے تو اونٹنی کو
تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبریٰ یعنی جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہان تک کہ حضرت جمرۃ العقبہ تک پہنچے جو درخت
کے پاس ہے سو اوسکو سات کنکریاں ماریں مانند سنگ ریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے پھرے اور نحر کرنے کے مقام میں آئے سو اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ نحر کئے اور علی مرتضیٰ کو حکم کیا سو باقی

سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی مین اونکو شریک کیا پہر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ مین گوشت ڈالا گیا پہر حضرت نے اور علی مرتضی نے اوسمین سے گوشت کہایا اور اوسکا شوربا پیا پہر حضرت سوار ہوئے اور بیت اللہ مین آئے پہر مکہ مین ظہر کی نماز پڑہی پہر عبد المطلب کی اولاد پاس آئے اور وہ زمزم پر پانی پلاتے تہے اور فرمایا پانی نکالو اے عبد المطلب کی اولاد سو اگر اسکا خیال نہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غلبہ اور ہجوم کرینگے تو مین بہی تمہارے ساتھہ پانی کہینچتا پس عبد المطلب کی اولاد نے حضرت کو ایک ڈول پانی دیا تو حضرت نے اوسمین سے پیا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح مین اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور عبد بن حمید اور بزار اور دارمی نے اپنی مسانید مین بہی روایت کیا ہے

فصل قبر شریف کے آداب زیارت مین — سنن ابی داود مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہین جو سلام کرے مجکو مگر حق تعالی میری روح کو میرے تن مے پہیر دیتا ہے تا اینکہ مین اوسکے سلام کا جواب دیتا ہون روح پہیرنے سے مراد یہہ ہے کہ مجکو سلام کرنیکے حضرت اس عالم کیطرف متوجہ ہوتے ہین سلام کے جواب دینے کیواسطے اور ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑہیگا میری قبر کے پاس مین اوسکو سنتا ہون اور جو دور سے پڑہتا ہے وہ مجکو پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے پہنچاتے ہین دارقطنی و ابوبکر بزار نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کریگا میری شفاعت اوسکے واسطے واجب ہوگئی یعنی بالضرور ثابت ہوگی مخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دارقطنی نے امالی مین اور ابوبکر مقری نے اپنی معجم مین اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط مین بسند معتمد عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنیکو آویگا اسطرح کہ اوسکا کچھہ مطلب اور حاجت نہو سوا میری زیارت کی تو مجپر یہہ لازم ہوگیا کہ مین اوسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت عام ہے حیات مین ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث مین مصرح ہے دارقطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اوسنے میری زیارت کی میری حیات مین اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نکی تو اوسنے مجپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہہ مضمون انس بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکا کچھہ عذر نہین جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نکرے کذا فی المنح و تاریخ المدینۃ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویساہی ہے جیسا علم میرا حیات مین ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہین اپنی قبور مین نماز پڑہتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے قاضی عیاض نے شفا مین لکہا ہے کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولا و فعلا کذا فی تاریخ المدینۃ جب آدمی کو فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل سنات ہے بلکہ قریب ہے درجہ واجبات سے مقدور والیکو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کیواسطے کیسی کچھہ ترغیب دلائی اور کیا کچھہ مبالغہ اسمین فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوچکا کذا فی شرح المختار و منسک الطرابلسی اور مذہب محبت مین زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے علی الخصوص کہ معشوق عاشق نواز مزید کرم سے اپنے مشتاقون کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے ولنعم ما قیل ع از دوست یک اشارت وز ما بسر دویدن — بالجملہ جب بعد اداے حج کے عزم دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھہ خیرات کرے پہر بمزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ کیطرف روانہ ہو اور راہ مین کثرت درود کی کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تا کہ قبل پہنچنے کے تحفہ درود کے پہنچنے سے حضرت کو اسکے حاضر ہونیکی اطلاع ہو رہے پہر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑین تو کمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے اور یہہ دعا پڑہے اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَهٗ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ اور مستحب ہے کہ قبل داخل ہونیکے غسل کرے اور نہوسکے تو وضو پر کفایت کرے چنانچہ

ہوتی ہیں تو کوئی جگہ اور ایک مسافت کی پیدل چلے اور جو شہر لگا ہو کہ جیسا ادب ہو تعظیم سے اور سفید کپڑے پہننا افضل ہے اور یہ جو بعض لوگ مدینہ منورہ
دیکھ کر اونٹوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو ایسا کچھ مضایقہ نہیں اسواسطے کہ قوم عبد القیس جب مدینہ میں داخل ہوئے آنحضرت کو
دیکھا اور دوڑے تھے اور حضرت نے اس پر کچھ انکار نہیں فرمایا تھا اگرچہ ان کی سرداری کو لیے غسل کیے اور پوشاک بدلنے کے بعد تمام خدمت میں
حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہ ہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے بہتر کرے جو بعض جاہل سپاہی کیا کرتے
ہیں پہننے میں مشابہت احرام میں پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اوسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالی نے
اپنے حبیب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریفہ میں داخل ہو تو یہ پڑھے بسم اللہ
رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو
دھیان کرتے ہوئے قدم رکھے جب داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف و جلالت حاصل ہے یہ وہ مقام ہے
کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہ مکان مہبط وحی اور اصل الاحکام اور منبع اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے تمام آفاق
میں عائشہ صدیقہ سے منقول ہے کہ تمام بلاد و کورات فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہئے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفے کی
سے بھر لیوے اور وہاں چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ صاحب سرور عالم ہے شاید میرا قدم حضرت کے موضع قدم مبارک پر پڑا ہو اور
لیکن امام مالک مدینہ میں سوار نہ ہوتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ میں وہاں سوار ہوؤں جہاں حضرت مدفون ہوں پھر جب مسجد شریف
میں داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد میں کرتے ہیں یعنی داہنا پاؤں پہلے رکھے اور یوں کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ
رَحْمَتِكَ اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف میں روضہ اوس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان ہے حدیث صحیح میں
آیا ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان میں ایک روضہ ہے ریاض جنت میں اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اوس ستون کے
نزدیک پڑھے جسکے نیچے صندوق ہے جو پہلی طرح کہ منبر کا عمود داہنی مونڈھے کے مقابل ہو اور جو مقرر کر دی کہ قبلہ مسجد میں ہو وہ لوگوں کے جاننے
ہو کہ یہی مقام ہے حضرت کے کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب
ہوئی اور مانگے اس کی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے دونوں اعمال سے اور سکین ہو جائے کہ حضور مصطفی کی رعایت آداب میں کوئی ادب مجھ سے فوت نہ ہو
پھر قبر شریف کیطرف متوجہ ہو اور انکسار سے آنکھیں جھکائے ہوئے متوجہ ہو اور دامن کی آرائش اور زینت کیطرف نظر نہ ڈالے کہ ادب یہ ہے لیکن اوپر روضہ کے سامنے
کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد جالی کچھ نہ تھی یعنی اس کی جالیاں نہ تھیں مدت سے اور سابق میں مواجہ مسقف جالی
کے اندر حجرہ شریفہ کے دیوار کے قریب تھا ولید اور تاریخ مدینہ میں مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ
المدینۃ للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت کر کے زیارت کو اسطرح کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت
کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو اور ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ استقبال قبلہ فقیہ ابو اللیث کی روایت لائق اعتماد نہیں اسواسطے کہ
امام ابو حنیفہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ سنت یہ ہے کہ حضرت کی قبر کیطرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کیطرف کرے اور
حضرت کی قبر شریف کیطرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ کا الحاصل
زیارت کے وقت مودب بطور نماز کے کھڑا ہو اور صورت مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت لحد مبارک میں آرام فرما رہے ہیں
اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماعت حدیث میں منصوص ہے پھر کمال حیا اور ادب سے
یوں عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تین بار اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

یا خیر الخلائق اجمعین السلام علیک یا سید المرسلین وخاتم النبیین السلام علیک یا امام المتقین السلام

اے بہترین سب خلق کے سلام تم پر اے سردار پیغمبروں کے اور ختم کرنیوالے نبیوں کے سلام تم پر اے پیشوا پرہیزگاروں کے سلام

علیک یا قائد الغر المحجلین السلام علیک ایها المبعوث رحمة للعالمین السلام علیک یا شفیع المذنبین السلام علیک

تم پر اے پیشوا اور ہاتھ پاؤں چمکنے والوں کے سلام تم پر اے بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تم پر اے سفارشی گنہگاروں کے سلام تم پر

یا حبیب الله السلام علیک یا خیرة الله السلام علیک یا صفوة الله السلام علیک یا ایها الهادی الی صراط مستقیم

اے حبیب اللہ کے سلام تم پر اے پسند کئے ہوئے اللہ کے سلام تم پر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تم پر اے راہ دکھانیوالے سیدھی راہ کے

السلام علیک یا من وصفه الله بقوله وانک لعلی خلق عظیم وبقوله بالمؤمنین رؤف رحیم السلام علیک

سلام تم پر اے وہ کہ انکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے بڑے خلق پر اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنیوالے مہربان سلام تم پر

یا من سبح الحصی فی یدیه وحن الجذع الیه السلام علیک یا من امرنا الله بطاعته والصلوة والسلام علیه السلام

اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکروں نے انکے ہاتھوں میں اور مشتاق ہوا ستون چوبیں انکی طرف سلام تم پر اے وہ کہ ہمکو حکم کیا خدا نے انکی طاعت کا اور درود و سلام پڑھنے کا انپر سلام

علیک وعلی سائر الانبیاء والمرسلین وعلی ذریتک الطیبین وازواجک الطاهرات امهات المؤمنین وعلی اصحابک

تم پر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر اور آپکے سارے صحابیوں پر

اجمعین کثیرا دائما ابدا کما یحب ربنا ویرضی جزاک الله عنا افضل ما جزی به رسولا عن امته اشهد

بہت سا سلام ہمیشہ مدام کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہو آپ سے خدا جزا دے تمہاری طرف سے بہتر ایسے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو اسکی امت کیطرف سے میں گواہی دیتا ہوں

ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد انک عبده ورسوله وخیرته من خلقه اشهد انک

کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اور کوئی اسکا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسکے بندے ہیں اور رسول اور بہترین اسکی خلق کے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے

قد بلغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة وکشفت الغمة واقمت الحجة واوضحت المحجة وجاهدت

رسالت کو پہنچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیرخواہی کی اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپ نے

فی الله حق جهاده وقاتلت عن دین الله حتی اتاک الیقین فصلی الله علی روحک وجسدک وقبرک

اللہ کے باب میں حق اسکے مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالیٰ کے دین کیطرف سے یہانتک کہ آپ کو وفات آئی پس رحمت کرے اللہ آپ کی روح اور آپکے بدن اور آپ کی قبر پر

افضل واکمل وازکی وانمی صلوة دائمة الی یوم الدین یا رسول الله نحن وفدک وزوار قبرک جئناک

افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک اے رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہیں اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے ہیں آئے ہیں

من بلاد شاسعة ونواح بعیدة قاصدین قضاء حقک والنظر الی مآثرک والتیامن بزیارتک والاستشفاع

بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کرکے آپکے حق پورا کرنیکو اور دیکھنے کو آپکے نشانات اور برکت لینے کو آپکی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو

بک الی ربنا فان الخطایا قد قصمت ظهورنا والاوزار قد اثقلت کواهلنا وانت الشافع المشفع الموعود

تمسے طرف اپنے رب کے کہ خطاؤں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور گناہ ہمارے مونڈھوں پر بہت بھاری پڑ گئے ہیں اور تم سفارش کرنیوالے شفاعت قبول کئے ہوئے موعود ہو

بالشفاعة والمقام المحمود وقد قال الله تعالی ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله و

سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا اپنا اور آئے تیرے پاس پھر بخشوا لے اللہ سے اور

استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا

بخشوا دے انکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان اور ہم آئے ہیں برا کرکے اپنی جانوں پر بخشوانے والے اپنے گناہوں کو پس سفارش کیجئے ہماری

سُبحٰنا وتُحیینا علیٰ ملّتہ وتُمیتنا علیہا وتَحشُرنا فی زُمرتہ پھر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جسنے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین کے واسطے دعا کرے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہڑا اول کہڑا ہوا اور یون کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ قُلتَ وَقَولُكَ الحَقُّ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنفُسَھُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِیْنَ قَوْلَكَ طَائِعِیْنَ اَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِیْنَ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاٰبَائِنَا وَلِاُمَّھَاتِنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور ان الفاظ زیارت مین اختیار ہے چاہے بڑہاوے اور چاہے گہٹاوے اور جس شخص کو اسقدر یاد نرہے تو اتنا کہنا کفایت ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ وَعَلٰی صَاحِبَیْكَ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ وَعُمَرَ الْفَارُوْقِ اور لقدر توفیق جود عا یاد ہو سو کرے پہر ابو لبابہ کے ستون کے پاس اوسے جسمین اونہون نے اپ کو باندہا تہا بیان ہاتہ کہ اونکی توبہ قبول ہوئی تہی اور وہ ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے سو وہان دو رکعت نماز پڑہے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پہر روضہ مین آوے جہان بالفعل امام نماز پڑہاتا ہے سو جتنا ہو سکے وہان نفل نماز پڑہے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پہر منبر کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اوس منبر پر ہاتہ رکہے جسکو رمانہ کہتے ہین جسپر حضرت خطبہ پڑہنے کے وقت دست مبارک رکہتے تہے پہر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت کے فراق مین رویا تہا اور قصہ اوسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اونکے بیچ مین قرأت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جبتک مدینہ طیبہ مین رہے مستعد رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی مین نہ فوت ہو کہ سواے مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہے پہر حضرت کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلة البدر اوٹہیں گے اور جنت مین بلاحساب داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پہر جب بقیع مین داخل ہو تو یہہ دعا کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَھُمْ اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین غربی قبر ہے حضرت عباس عم رسول اللہ کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان بن عفان کی زیارت کرے اور صفیہ عمہ رسول اللہ کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضی کی ماکی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہہ قبور مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہین اور وہان نماز پڑہے اور ایک روایت یون ہے کہ اونکی قبر بہی وہین ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو شہداے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑہ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین ملے فوت نہو اور ابتدا زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ سے کرے اور یون کہے سَلَامٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ اور آیة الکرسی اور سورة الاخلاص پڑہے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اوسکو چاہتے ہین اور ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنی شہداے احد مین پہر وہان کہڑے ہوے اور فرمایا

کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم خدا کے نزدیک زندہ ہو سو اے لوگو زیارت کیا کرو اور اونکو سلام کیا کرو پس قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے
قابو میں میری جان ہے کہ جو اونکو سلام کریگا اوسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب ہے کہ شنبہ کے
دن مسجد قبا کو جاوے واسطے اسکے کہ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے
تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اوسمیں دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی میں سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہاں دو رکعت نماز پڑھی تو اوسکو عمرہ کی برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہے
جو اسلام میں تعمیر ہوئی اور اول اوسمیں حضرت نے پتھر رکھا ہے پھر صدیق اکبر نے پھر عمر فاروق نے اور مستحب ہے کہ قبل دخول مسجد قبا
یہہ دعا کرے یا صریخ المستصرخین و یا غیاث المستغیثین و یا مفرج الکرب عن المکروبین و یا مجیب دعوة المضطرین
صل علی محمد و آله اجمعین واکشف عنی کربی و حزنی کما کشفت عن رسولک کربه و حزنه فی هذا المقام
یا حنان یا منان یا کثیر المعروف یا دائم الاحسان پھر اوس کنوے پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہیں جسمیں حضرت نے لعاب دہن مبارک
ڈالا اور دوسرا کنواں بھی مسجد کے قریب وہاں وضو کرے اور اوسکا پانی پیئے پھر مسجد الفتح میں آوے جو خندق کے اوپر ہے اور اوس
میں دعا کرے جو ابھی مذکور ہوئی اسیطرح جمیع مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ میں جاوے جو شمار میں تیس ہیں جنکو اہل مدینہ جانتے ہیں اور
وہاں سات کنوئیں مشہور ہیں تلاش کرکے وہاں جاوے اور اونکا پانی پیئے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی
و فتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو یہہ مستحب ہے کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو دعا کہ
کہ اول زیارت میں مذکور ہوئی ہیں اون کو اعادہ کرے پھر یون کہے ودعناک یا رسول الله غیر مودعین و لا سائمین
لفرقتک و نحن نسألک ان تسأل الله تعالی ان لا یقطع آثارنا من زیارتک و ان یبارک لنا فیما وهبنا من الولد
وخول من النعم و ان یرزقنا الشکر علی ذلک و نعمته اللهم لا تجعل هذا آخر العهد من زیارة قبر نبیک اللهم
فان توفیتنی قبل ذلک فانی اشهد فی مماتی مثل ما شهدت علیه فی حیاتی لا اله الا الله وحده لا شریک
له و ان محمدا عبده و رسوله ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار سبحان
ربک رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد لله رب العالمین پھر مسجد کے اندر روضہ شریفہ میں
آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعا جو چاہے کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایاں پاؤں بڑھاوے اور بمفارقت مسجد شریف
اور قبر مبارک سے کمال غمناک اور متاسف ہو اور چند قطرات آنسو نکالے اسواسطے کہ فراق قبر سید المرسلین میں رونا علامت ہے قبول کی
پھر یون کہے اللهم صل علی محمد و علی آل محمد اللهم لا تجعل هذا آخر العهد بنبیک و حط اوزاری بزیارته واصحبنی
فی سفری هذا بالبر و التقوی و یسر رجوعی الی اهلی یا ارحم الراحمین پھر ہمسایگان مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھ خیرات
کرے جو ہو سکے کہ اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی میں اثر ہے پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے مکہ کیطرف آوے جیسا کہ اہل ہند کو
اتفاق ہوتا ہے تو ذو الحلیفہ سے احرام باندھے یا حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان میں مساجد متبرکہ ہیں اونکو تفحص اور تحقیق کرکے
اونمین نماز پڑھے کذا فی مناسک الکرمانی پھر جب کہ اپنے وطن کے قریب پہنچے تو آگے سے اپنے لوگوں کو اطلاع کرے اور یکایک خصوصاً
رات کو گھر میں نہ جاوے کہ حدیث میں ممنوع ہے پھر جب اپنے شہر میں پہنچے تو مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر میں جاوے تو وہاں
بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد اور شکر بجا لاوے کہ یہہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامتی سے اپنے اہل و عیال کو ملا اور بعد
حج کے لازم ہے کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے کہ کسی مشائخ نے یعنے بعد شفا اور صحت کے پلٹنا کہا

آداب زیارت

بیاری بھی نہ رہے اور اپنے مولی کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کذا فی فتح القدیر والکرمانی حق تعالے ہمکو اور ہمارے اخوان مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین **فائدۂ جلیلہ** یعنے آداب زیارت کے واسطے انتفاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہہ ہے کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوے نہ چومے نہ وہان طواف کرے کہ مکروہ ہے اسلئے کہ طواف بیت اللہ کیلئے مخصوص ہوا اور پیٹ اور پیٹھہ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہے بلکہ مقتضای ادب یہہ ہے کہ دور رہے جسقدر حضرت کی حیات مین اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہے اور اسی پر علما کا اجماع ہے اور جو یہہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے مین محبت اور برکت زیادہ ہے تو یہہ اوسکی جہالت اور غفلت سے ہے اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ اوسمین ہے جو شرع شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہے احیاء العلوم مین مصرح ہے کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود اور نصاری کی عادت ہے انس بن مالک صحابی نے ایک کو دیکھا کہ حضرت کی قبر شریف پر ہاتھہ رکھے ہے تو اوسکو منع کیا اور کہا کہ یہہ امر حضرت کے زمانہ مین معروف نتھا اور ادب سے یہہ ہے کہ قبر شریف کے پاس جھک کر سلام نکرے کہ بدعت ہے اور اس سے زیادہ برا یہہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہین کہ یہہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ یہہ غلط ہے علامہ عزالدین بن جماعہ نے کہا کہ مجکو جاہلون سے تعجب نہین آتا بلکہ بعضے علما سے مجکو تعجب آتا ہے جو اسکی خوبی کا فتوی دیتے ہین جانو بوجھہ کر اور آداب سے یہہ ہے کہ قبر مقدس کو پشت نہ دے نہ نماز مین نہ غیر نماز مین اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبد السلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرہ شریفہ کو پیٹھہ دیکر نہ کھڑا ہو اور نہ نماز نکے آگے کرے اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچے کئے رہے اور بیہودہ گفتگو نکرے اور چلا کر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت کا ادب بعد وفات کے اوسیطرح واجب ہے جیسا کہ حیات مین اسواسطے کہ حیات اور سماعت حضرت کی حدیث مین مصرح ہے اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ خارج مسجد کیطرف سے نکلے تو لائق ہے کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک کا یہہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ کو لازم نہین کہ جب مسجد مین آوین تو سلام کرین لیکن مسافرون کو لازم ہے اور باقی مذاہب ثلثہ مین ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہر بار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے مجد الدین صاحب قاموس نے لکھا کہ حجرہ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رؤیت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہہ ہے کہ قیام مدینہ کی مدت مین درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد مین رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع مین جایا کرے امام نووی نے لکھا علی المخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے یہہ ہے کہ مدینہ کے رہنے والون سے محبت رکھے خصوصا علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمون سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہان کے غلام حبشیون کو بھی فضیلت نہین وہ بھی واجب الاحترام ہین بسبب ہمسایگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہان کے عوام تارک السنت اور مرتکب بدعت ہون لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسایگی حضرت بلاشبہہ اون کو ثابت ہے بہر صورت ہمارے تعین واجب التعظیم مین امید ہے کہ خاتمہ اونکا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی مین تاثیر کرے ؎ فَيَا سَاكِنِي أَكْنَافِ طَيْبَةَ كُلُّكُمْ ۔ إِلَى الْقَلْبِ مِنْ أَجْلِ الْحَبِيبِ حَبِيبُ کذا فی تاریخ السید السمہودی جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم مین ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہین اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہین تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور العینین ہے

خاتمة الطبع

احقر العباد محمد احسن صدیقی عرض کرتا ہے کہ میری زبان کو قوت نہ قلم کو طاقت کہ شکر منعم حقیقی کا کہوں یا لکہوں جسنے محض اپنے کرم و تفضل سے اس کتاب عالی جناب کو میری تصحیح اور تکمیل اور تحشیہ سے اتمام کو پہنچایا اور یہہ دن اس سے فراغت پانیکا شہر اللہ الحرام رجب المرجب سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین دکہلایا مین نے حتے الوسع اسکی تصحیح مین بہت خون جگر کہایا ہے اگر اسپر بہی کہین غلطی ناظرین ملاحظہ فرماوین تو بمقتضای عادتی اصلاح فرماکر اس عاجز کو دعای خیر سے یاد کرین سے بر من گر بخطای رسی وطعنہ مزن کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود • اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا وَّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ مُحِبِّيْهِ وَ تَابِعِيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

اشتہار

اس کتاب کے حقوق بموجب قانون بستم سنہ ۱۸۶۷ع کے محفوظ کر لئے گئے ہین کوئی صاحب بدون اجازت تحریری احقر البریہ کے قصد طبع نفرماوین

التماس

جس جلد پر مہر طغرای احقر ناظرین نہ پائین اسکو مسروق تصور کرکے قصد خرید نفرمائین •

تنبیہ

واسطے سنہ اثبات کے کہ یہہ کتاب مطبوع مطبع صدیقی ہے سطر عنوان لوح متضمن مادہ تاریخ لکہی گئی •